

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
خِطَابَةُ الْكِتَابِ بِرَبِّهِ فَيَمِ

تفسير الحسنات

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز • لاہور

فہرست مضامین چھٹی جلد پارہ ۲۶ پارہ ۲۸ =

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۴	حل لغات	۱	سورہ احقاف یا معاوہ ترجمہ پہلا رکوع
۱۵	حل لغات نادرہ	۲	پ
۱۶	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ احقاف پ	۳	حل لغات
۱۷	مشرکین مکہ کا حضرت بلال یا سر صہیب رضی	۵	حل لغات نادرہ
۱۸	کے اسلام لانے پر اعتراض	۶	مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ احقاف پ
۱۹	علامہ آلوسی کی ایک روایت	۷	حکم پر مفصل بحث
۲۰	قرآن کریم نیکوں کی بشارت دیتا ہے اور	۸	ایک وقت معہور کے لئے آسمان زمین کی تخلیق کی گئی
۲۱	بدوں کو ڈر سنا تا ہے ارشاد باری ہے	۹	جب وقت آئیگا اس دن لپیٹ لئے جائیں گے
۲۲	جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اس پر	۱۰	مفصل بحث
۲۳	ثابت قدم ہے۔	۱۱	امام اعظم کا مناظرہ ایک دھریسے
۲۴	خوف کی تعریف ، خزن کی تعریف	۱۲	کفار مشرکین کا حال ان کے عقائد کی تردید
۲۵	استقامت کے ساتھ رہنا اللہ کہنے والے اللہ کے	۱۳	بنی کا کوئی فیصلہ روایتاً اس کی قیاس سے
۲۶	ولی ہیں	۱۴	نہیں ہوتا بلکہ قطعی یقینی ہوتا ہے
۲۷	والدین سے حسن سلوک کرنے کا حکم مفصل بحث	۱۵	روایت پر مفصل بحث
۲۸	رضاعت کی تفصیل	۱۶	آیت کا مفہوم حدیث کی روشنی میں
۲۹	جنت والدین کے قدموں تلے ہے۔	۱۷	حضرت عبداللہ بن سلام کی قرآن کریم میں فضیلت
۳۰	نیکوں کا رول پر پرہیزگاروں کے صفات اللہ تعالیٰ	۱۸	بامعاوہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ احقاف پ
۳۱	محافظ فرمائے گا	۱۹	جنتوں سے اللہ کا سچا وعدہ
۳۲	جنتوں سے اللہ کا سچا وعدہ	۲۰	منکرین کا مرنے کے بعد زندہ ہونے سے انکار
۳۳	منکرین کا مرنے کے بعد زندہ ہونے سے انکار	۲۱	جہنم میں جانے کے بعد دنیا میں جانے کی خواہش
۳۴	جہنم میں جانے کے بعد دنیا میں جانے کی خواہش	۲۲	حل لغات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰	شُرک کی تعریف	۲۰	حدیث پاک
۲۱	امام غزالی فرماتے ہیں سمیع لا باذن بعیر لا یامین	۲۱	مومن آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے
۲۱	منفصل بحث	۲۱	یا محاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ احقاف ۲۱
۲۱	علامہ آلوسی فرماتے ہیں	۲۱	مل لغات
۲۲	بتوں کے ساتھ مشرکین کی عقیدہ منفصل بحث	۲۲	مل لغات
۲۲	ایک نو مسلم صحابی نے حالت شرک کا واقعہ بیان کیا	۲۲	مل لغات نادرہ
۲۳	ستو کا بت	۲۳	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ احقاف ۲۱
۲۴	جنوں کا شرف اسلام سے مشرف ہونا	۲۴	احقاف کی تعریف
۲۴	جنوں کا اسلام کی اپنی قوم تبلیغ کرنا	۲۴	سورہ مبارکہ کا نام احقاف رکھنے کی وجہ
۲۴	شان نزول	۲۴	حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کی سرکشی
۲۴	منفصل واقعہ	۲۴	قوم ہود پر عذاب اور ان کی ہلاکت
۲۴	انتقواں یارے میں مذکور ہوگا	۲۴	تشریح احقاف
۲۴	کافر نے کے بعد عذاب و ثواب اور دوزخ سب	۲۴	یا محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ احقاف ۲۱
۲۴	منکر تھے	۲۴	مل لغات
۲۴	سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا محاورہ ترجمہ پہلا رکوع	۲۴	مل لغات
۲۵	سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱	۲۵	مل لغات
۲۵	مل لغات	۲۵	مل لغات نادرہ
۲۵	مل لغات نادرہ	۲۵	مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ احقاف ۲۱
۲۵	مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱	۲۵	حضرت صالح کی قوم ثعلثی کو شرک کی وجہ سے
۲۵	شان نزول	۲۵	ہلاک کر دیا گیا
۲۵	ایمان کے ساتھ نیکیوں کا بدلہ ہے	۲۵	اولیاء کرام کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ
۲۵	ایمان لانے کے بعد زمانہ کفر کی خطائیں تمام صاف ہوتی ہیں	۲۵	سیدہ تعظیمی اور عبودی کی بحث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲	حل لغات	۴۰	کفار پر تشدد کا حکم ہے
۵۳	حل لغات نادرہ	۴۱	مفصل بحث
۵۳	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۴۲	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶
۵۴	مسلمانوں کی جہاد کے حکم کی خواہش	۴۳	حل لغات
۵۴	مناقضین کے لناق کا ذکر اور ان کا حال	۴۴	حل لغات نادرہ
۵۴	مناقضین پر اللہ کی لعنت	۴۵	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶
۵۵	مناقضین کے اخروی عذاب کا ذکر	۴۶	مومنین کے لئے جنت کی بشارت
۵۵	بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۴۷	کافروں کو عذاب شدید کی خبر دی گئی
۵۶	حل لغات	۴۸	شان نزول آیات
۵۷	حل لغات	۴۹	مومن کافر کا مقام
۵۸	حل لغات نادرہ	۵۰	مومن کی جنت کا بیان
۵۹	مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۵۱	مناقضین کا حال
۵۹	مناقضین کے لناق کے اظہار کا وعدہ	۵۲	مشرکین کے قصہ کا ذکر
۶۰	مسجد نبوی سے ستر مناقضین حضور علیہ السلام نے نکلے	۵۳	حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی
۶۱	تفصیلی واقعہ	۵۴	قیامت کے حالات
۶۱	ایک منافق کا واقعہ	۵۵	آثار قیامت کا بیان
۶۱	خدا رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال برباد نہ کرو	۵۶	مفصل حدیث پاک
۶۱	مشرکین سے بے نیاز رہنے کی تعلیم	۵۷	تمام فرقہ مسلمانوں کے درپے آزاد ہونگے
۶۲	مسلمانوں کو غالب رہنے کی بشارت	۵۸	مسلمان ایسے ہونگے جیسے مودی کا بہتا ہوا بھوسہ
۶۲	مسلمانوں کو خود پیام دیکر دشمنوں کو صلح کی طرف بلاؤ	۵۹	واستغفر لذنوبک کی تشریح
۶۲	صدقہ خیرات دینے کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا	۶۰	بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶
۶۲	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم	۶۱	حل لغات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲	حل لغات	۴۰	کفار پر تشدد کا حکم ہے
۵۳	حل لغات نادرہ	۴۱	مفصل بحث
۵۳	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۴۲	باجادہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶
۵۴	مسلمانوں کی جہاد کے حکم کی خواہش	۴۳	حل لغات
۵۴	منافقین کے نفاق کا ذکر اور ان کا حال	۴۴	حل لغات نادرہ
۵۴	منافقین پر اللہ کی لعنت	۴۵	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶
۵۴	منافقین کے اخروی عذاب کا ذکر	۴۵	مومنین کے لئے جنت کی بشارت
۵۵	باجادہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۴۶	کافروں کو عذاب شدید کی خبر دی گئی
۵۶	حل لغات	۴۶	شان نزول آیات
۵۷	حل لغات	۴۷	مومن کافر کا مقام
۵۸	حل لغات نادرہ	۴۷	مومن کی جنت کا بیان
۵۹	مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶	۴۸	منافقین کا حال
۵۹	منافقین کے نفاق کے اظہار کا وعدہ	۴۸	مشرکین کے قصص کا ذکر
۶۰	مسجد نبوی سے ستر منافقین حضور علیہ السلام نے نکالے	۴۸	حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی
۶۰	تفصیلی واقعہ	۴۹	قیامت کے حالات
۶۱	ایک منافق کا واقعہ	۴۹	آثار قیامت کا بیان
۶۱	خدا رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال برباد نہ کرو	۵۰	مفصل حدیث پاک
۶۱	مشرکین سے بے نیاز رہنے کی تعلیم	۵۰	تمام فرقے مسلمانوں کے دریغے آزاد ہونگے
۶۱	مسلمانوں کو غالب رہنے کی بشارت	۵۰	مسلمان ایسے ہونگے جیسے موری کا بہتا ہوا بھوسہ
۶۲	مسلمانوں کو خود پیام دیکر دشمنوں کو صلح کی طرف بلاؤ	۵۰	و استغفر ذنوبک کی تشریح
۶۲	صدقہ خیرات دینے کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا	۵۰	باجادہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶
۶۲	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم	۵۱	حل لغات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸	کنارہ فرزدہ ہوئے اور صلح کی پیشکش کی	۶۲	سورہ فتح
"	صلح نامہ پر دستخط ہو گئے	۶۳	باجاوردہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ فتح پلٹ
"	یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع رہی اور فتح	"	"
"	ثابت ہوئی	۶۴	حل لغات
"	آیات کریمہ میں مومنوں کے لئے جنت کی بشارت	۶۵	"
"	منافق و مشرکین کے لئے وحید عذاب	۶۶	حل لغات نادرہ
۶۹	جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کا ناظر و حاضر	۶۷	مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ فتح
"	بتا کر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا ظاہر کیا	"	روشن فتح کی بشارت
"	شاہد کے معنی حاضر کے ہیں جو حاضر ہوتا ہے اس	"	لام بیبی معنی ہوئے
"	کا قاتل حاضر ہونا لازمی ہے	"	ہما کہ آپ کے سبب بخشدے آپ غلاموں کے پہلے بچے گئے
"	حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کے لئے کتنا جاہل ہے	"	شان نزول
"	مفصل دلائل	۶۸	سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا
۷۰	حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کی ہدایت	۶۹	ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذوقعدہ ۶ھ تھے
"	صبح سے شام تک تسبیح و تہلیل کا مکمل	"	عمرہ کے لئے قصد فرمایا
۷۰	پردہ نبی میں خدائی قوت کا مظاہرہ	"	راستہ میں پانی ختم ہو گیا معجزہ کا ظہور کلی دست مبارک
۷۰	خدائی ہاتھ پر بیعت	"	و حیرہ چشمہ جاری ہونا
۷۰	باجاوردہ ترجمہ اردو دوسرا رکوع سورہ فتح پلٹ	"	مقام حدیبیہ پر دوسرا معجزہ
۷۱	"	"	کنارہ قریش کا مقام حدیبیہ میں حضور علیہ السلام
۷۲	حل لغات	۷۸	سے گفتگو کرنا مفصل واقعہ
"	"	"	صحابہ کرام کا احترام اور جانثاری
۷۳	حل لغات نادرہ	"	و منو کا غسالہ زمین پر نہ گرنے دیا
۷۴	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ فتح پلٹ	"	عروہ بن مسعود ثقفی کی گفتگو
"	اللہ کو ہتھالے کاموں کی خبر ہے	"	عروہ کا منثر ہونا اور شرف اسلام سے مشرف ہونا
"	بقیلہ نبی خنار و زمرہ و جنہ و اشجع و اسلم	"	بیت رضوان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۳	مشرکین بیعت کا مال منکر خائف ہوئے اور حضرت عثمان کو واپس بھیج دیا	۷۵	حوالی مدینہ کے رہنے والے تھے انہیں بادیثین دیہات کہتے ہیں۔
۸۴	حدیث مسلم شریف ایک غلط فہمی کا ازالہ	۷۶	یہ لوگ موت کے خوف سے حضور علیہ السلام کیساتھ نہ گئے
۸۴	مشرکین نے شرائط پیش کئے حضور علیہ السلام نے دستخط فرمادیتے۔	۷۷	جب صحابہ واپس صلح نامہ کے بعد آئے
۸۴	صحابہ پر یہ معاہدہ شاق گزرا	۷۷	توان لگوں نے منذرت کرنی چاہی
۸۴	آیت کریمہ میں منام کثیرہ کا وعدہ اور ایک مقابلہ کی بشارت دی۔	۷۷	قرآن کریم نے مفصل واقعہ بیان فرمایا
۸۵	کافروں کی شکست کی بشارت	۷۷	آیت کریمہ میں ان کے ظنون قلبی کو ظاہر فرمانے کے لئے ان کا حال بھی ظاہر کر دیا۔
۸۵	گرفتار شدگان پر مسلمان فتحیاب تھے	۷۷	جو سترابی حکم کرتے اس کے لئے عذاب شدید کی وعید ہے
۸۶	اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا	۷۷	علم اللہ میں ہر خفیہ تدبیر اور مکاریاں روشن ہیں
۸۶	کلمہ تقویٰ سے مراد کلمہ تو حید ہے۔	۷۷	آیت کریمہ میں ان کی دلی بد عہدی ظاہر فرمائی
۸۶	بالمحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ فتح پ ۲۶	۷۷	المانعت کرنے والا مستحق اجر ہے اور انحراف کرنے والا مستوجب زجر
۸۸	حل لغات	۷۷	بالمحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ فتح پ ۲۶
۸۸	حل لغات نادرہ	۷۸	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ فتح پ ۲۶
۸۸	مختصر تفسیر چوتھا رکوع سورہ فتح پ ۲۶	۷۸	حل لغات
۸۹	سچا خواب رسول کا	۷۹	حل لغات
۸۹	شان نزول	۸۰	حل لغات نادرہ
۹۰	نبی کے خواب کی تصدیق فرمائی	۸۱	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ فتح پ ۲۶
۹۰	نعمت من جانب اللہ اسلام کو ملی کہ تمام ادیان پر یہ غالب ہو	۸۱	جب مسلمان لیکر کے درخت کے نیچے ہمارے ہاتھ پر لڑنے کی بیعت کر رہے تھے۔
۹۰	دی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا	۸۲	رضوان الہی کی بشارت اور بیعت رضوان کی وجہ تسمیہ
۹۰	سلطنت کے تاجدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	۸۲	حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۰	وہ جو آپ کو محروم کے باہر سے لکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔	۹۰	پہلے وزیر صلیح اکبر ہیں دوسرے فاروق اعظم ہیں
۹۱	شان نزول	۹۱	تیسرے عثمان غنی ہیں چوتھے حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین
۹۸	اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔	۹۱	سورہ الحجرات
۹۹	اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑیں تو ان میں صلح کرادو	۹۲	یا محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ حجرات پتہ
	مفصل حکم	۹۲	حل لغات
		۹۳	حل لغات
	حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں بھی فاصلہ نبھا آتی ہے	۹۴	مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ حجرات پتہ
۹۹	قبل فتح مکہ جہاد کرنے والوں اور خرچ کرنے والوں کی فضیلت	۹۵	اے ایمان والو رسول کے آگے مبتلا نہ ہو اپنی اپنی آواز بنی کی آواز پر کرو
	یا محاورہ ترجمہ دو سرا رکوع سورہ حجرات پتہ	۹۵	تعلیم ادب ہے عام اس سے کہ آگے بڑھنا ہو یا کچھ اور شان نزول
۱۰۰	حل لغات	۹۶	آیت مذکورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلان واکرام ادب و احترام تعلیم فرمایا گیا۔
۱۰۱	حل لغات	۹۷	علامہ اسماعیل اندلسی فرماتے ہیں
۱۰۲	حل لغات	۹۷	یا محمد کہہ کر پکارنے کو منع کیا گیا یہ عظمت رسالت ہے
۱۰۳	حل لغات	۹۷	ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بعد وفات
۱۰۴	مختصر تفسیر اردو دو رکوع سورہ حجرات پتہ	۹۷	مرد مردوں پر عورتیں عورتوں پر نہ ہنسیں
۱۰۵	آیت کریمہ میں کردار اخلاق کی بندی کی تعلیم دی گئی	۹۷	مرد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدوی مسجد نبوی میں بند آواز سے باتیں کر رہے تھے۔
۱۰۶	چھ چیزوں کا ذکر جو اپنے مرے بجائی کا گوشت کھانے والا ہے۔	۹۷	حضرت فاروق اعظم نے کنکریاں بھینک کر اسے بلایا
۱۰۷	تفاخر بالنسب مومن کی شان نہیں۔	۹۷	مفصل واقعہ
۱۰۸	نبی اکرم بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی	۹۷	جو آوازیں ہلکی رکھتے ہیں ان کے دل تقویٰ پر نہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۵	کہا گیا مالا نکہ وہ زندہ ہیں	۱۰۸	اللہ تعالیٰ نے اُن کا راز فاش کر دیا
"	قرآن کریم نے دلیل عقلی کے ساتھ مٹھی میں بل کر		ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اس کے رسول پر ایمان
۱۱۵	زندہ ہونا ثابت کیا		لایں۔
	نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا		سورہ ق
	خندق والوں نے لوط نے ثمود عاد فرعون بن تبع	۱۰۸	بالمجاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورہ ق پے
	کے لوگوں نے بھی اپنے چہروں کو جھٹلایا	۱۰۹	"
	جھٹلانے والے جھٹلاتے رہے مگر قادر علی الاطلاق	۱۱۰	مل لغات
"	اپنی قدرت کاملہ کا مظاہرہ کرتا رہا اور اہل ایمان	۱۱۱	"
	اس پر یقین کرتے رہے۔	۱۱۱	مل لغات نادرہ
۱۱۶	بالمجاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ ق پے	۱۱۲	مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ ق پے
"	"		مرکہ دوبارہ زندہ ہونے پر کافروں منکروں کا اچھٹا
۱۱۷	مل لغات	۱۱۳	آیات کریمہ میں اس امر کو واضح کیا گیا کہ گھٹلی کو اور
"	"		زیچ کو جسے خاک میں ملا دیا جاتا ہے اس سے منبر
۱۱۸	مل لغات نادرہ		کو غلیس نکلتی ہیں حتیٰ کہ پھل بھول بھی
"	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ق پے	"	دوسری نظردی
"	بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہم اس کے شررگ	۱۱۴	ہم بلندی سے برکت والا بانی برساتے ہیں
۱۱۹	سے قریب ہیں۔	"	سا بلندی کو کہتے ہیں بنجر اور مردہ زمین پر حبیب
"	درید وہ رگ ہے جو انسان کے گلے میں ہے جس سے		برسیا گیا
"	خون تمام جسم میں پھیلتا ہے کی مکمل تصریح	"	تو اس سے باغ سر بہر شاداب ہوتے
"	دو فرشتہ داہنے والے بائیں والے ایک اس کے		لوگوں کی غذا کے لئے فلتہ پیدا کیا
	محافظہ تیار بیٹھا ہے	"	مفردات راغب اصفہانی نے
۱۱۹	داہنی طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے بائیں		پانچ موقوفوں پر لفظ موت کے معنی
"	طرف والا برائیاں	"	پیش کئے
"	فرشتوں کی کتابت حسب اقتضاء حکمت ہے	۱۱۵	کافر جو حدود عباد کی آگ میں جل رہے ہیں اُن کو مردہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	آیات و جادت کُلِّ نفس معما سائق و	۱۱۹	اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کو بیان فرمایا
۱۲۰	شہید کی تشریح	"	آیت نحن اقرب الیہ من جبل الوریث کی تشریح
"	جاءت سکہ اعوت کی تشریح	"	اقرب سے کیا مراد ہے
"	مشرکین کا ٹھکانہ جہنم ہوگا	"	علماء مفسرین کے اقوال
"	دوزخ کہے گی میں ابھی بھری نہیں اور بھی ہے	"	نیکی بدی یکسے والے فرشتوں کے متعلق
"	مفصل بحث	"	احادیث اور تشریح
"	بارگاہ رب العزت میں شیطان عرض کریگا	"	نفع صور کی بابت احادیث
"	حضرت کی آخری تحریر کے الفاظ	"	قیامت کے دن ہر شخص کے ہاتھوں میں
۱۲۰	آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے مزید وضاحت	"	اس کے اعمال ہوں گے۔
	کی حاجت نہیں	"	منکرین یوم حشر کا رد
	وصال		

نوٹ

حضرت مفسر قرآن امام اہلسنت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی نے چھبیسواں پارہ سورہ قی کے دوسرے رکوع کی تفسیر مکمل کی دوسرے دن ۲ شعبان ۱۳۸۸ھ بروز جمعۃ المبارک بارگاہ رب العزت سے سفر آخرت کا بلاوا آگیا اور آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال سے دل و دماغ اس قدر مجروح ہوئے کہ غم و اندوہ سے ہوش و حواس باخفہ ہو گئے اور تفسیر کا کام تعطل میں پڑ گیا۔ پندرہ سال گزر گئے آخر خیال آیا کہ یہ ایک علمی خزانہ ہے اور امانت ہے جو اہل علم اور صاحب ذوق حضرات تک پہنچنا چاہیے لیکن حالات اور مصدات کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ایک روز میرے پیارے بچا حضرت مفتی اعظم استاد العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد القادری اشرفی تشریف لائے اور تفسیر اور دیگر کتب کے بارے میں دریافت فرمایا حضرت نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی تاکید فرمائی۔ سفر حجاز مقدس مدینہ شریف میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب قادری مدنی جو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے خلفاء میں سے تھے نے تفسیر کے بارے میں دریافت کیا اور مکمل کرنے کی تاکید فرمائی میرے مرقی شفیق بزرگ استاد غزالی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی نے بھی حکم فرمایا اور تکمیل سننے لئے دعا فرمائی۔

ان بزرگوں کے فیضانِ نظر اور دعاؤں سے تفسیر کے کام کو جاری رکھنے کا عزم مصمم کیا لیکن یہ کام آسان نہ تھا۔ مرتب شدہ مسودہ کی نظر ثانی۔ اور کتابت۔ طباعت۔ مسودہ کے مضامین میں اضافات۔ کتابت کی تصحیح و ترتیب۔ آخری پانچ پاروں کی تفسیر کا کام آسان نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان بزرگوں کی دعاؤں سے عزیز القدر فاضل جلیل حضرت علامہ قاری محمد مشتاق احمد صاحب ایم اے نقشبندی قادری نے تحریری کام میں پُر خلوص تعاون فرمایا اور چھٹی جلد میں اٹھائیس پارے مکمل ہو گئے۔ انشاء اللہ بقایا بھی پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔ کتابت کے اخراجات میں میرے کرم فرما محترم الحاج میاں عبداللطیف صاحب، محترم الحاج محمد افضال صاحب، محترم الحاج محمد ارشد صاحب نعیم، محترم الحاج محمد نعیم سیلی، محترم الحاج ملک محمد خلیل احمد صاحب نے حصہ لیا۔ حضرت علامہ مفتی عبدالغنی صاحب عثمانی اور حافظ محمد شریف صاحب نے تصحیح کی خدمات انجام دیں۔ الحاج صاحبزادہ حفیظ البرکات صاحب چشتی مکتبہ ضیاء القرآن۔ گنج بخش روڈ نے حضرت کی تمام تصانیف بالخصوص تفسیر کی چھ جلدوں کی طباعت اشاعت کی ذمہ داری قبول کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام معاونین، مجاہدین، مخلصین کی پُر خلوص خدمات کو قبول فرمائے۔ دین دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرے اور قرآن پاک کو سمجھنے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کا سرمایہ بنائے۔ آمین

فیقر قادری امین الحنات سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی
امیر جامعہ حسنات العلوم خطیب مسجد وزیر خان ملتان
(۲۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	صحیح بخاری مسلم کی جہنم میں مخلوق کے بابت روایت	۱۲۱	بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ قی
۱۲۵	جہنم کے بھر جانے کی بابت احادیث	۱۲۲	حل لغات
"	مومنین کے حال کا بیان	۱۲۳	"
۱۲۶	علامہ آلوسی کی آداب کے بارے میں تشریح	۱۲۴	مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورہ قی
"	ضحاک نے آداب کی تصریح کی	"	نفع صورا و یوم الودیعہ کی تشریح
"	حضرت زید بن ارقم سے مسلم شریف کی ہدایت	"	جہنم سے سوال ہوگا علامہ آلوسی اور بیضاوی
۱۲۷	ذالک یوم الخلود کی تشریح	"	شریعت کی تصریح
"		"	نفع صورا کی بابت علامہ آلوسی بیضاوی کی دعا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۳	بابت قول	۱۲۷	حضرت امام بخاری حضرت ابوہریرہ کی روایت
•	نماز عصر کے فوت ہونے پر تنبیہ		اہل جنت کے متعلق حضرت ابوسعید خدری
۱۳۴	رات تسبیح و تحمید کے فضائل	۱۲۸	کی روایت
•	امام مجاہد کا قول	۱۲۹	یوم المزیہ کی تشریح
•	حضرت ابن عباس کا قول		حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے
۱۳۵	سبحان اللہ و بحمدہ کے فضائل	•	متعلق فرمایا۔
•	احادیث کی روشنی میں	•	سرکش استوی کے ہلاک ہونے کا بیان
•	نفع صور کے بارے میں علامہ آلوسی	۱۳۰	تنقیب سے مراد سیر و سیاحت ہے
•	دیگر مفسرین کے قول	•	قوم عار قوم فرعون کے حالات
۱۳۶	من مکان قریب کی تصریح	•	ہلاک شدہ اقوام کے کھنڈرات
•	لوگوں کی قبروں سے اُٹھنے کی کیفیات	۱۳۱	علامہ آلوسی نے شہید کی تصریح کی
•	حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر	•	زمین و آسمان چھ دن میں پیدا ہوئے
•	کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا	۱۳۲	شان نزول
•	حضرت عمر بن خطاب کے مژدہ اجسام کے بارے		آسمانوں، زمین، پہاڑوں، آدم، چوپایوں کی
•	میں سوال کا جواب	•	تخلیق کے متعلق احادیث
•	اسرافیل علیہ السلام کا خطاب	•	یہودیوں کے سوالات اور اس کے جواب
•	ہڈیوں اور کھالوں سے ہوگا۔	•	یہود کے اعتراض پر
•	انا نحن نحي ویمیت کی تشریح	۱۳۳	آیت تسکین کا شان نزول
•	مردوں کا قبروں سے اُٹھنا مفصل بحث	•	علامہ آلوسی کی تشریح
۱۳۷	ابن منذر مجاہد کے اقوال	•	تسبیحات و تحمیدات کا بیان
۱۳۸	مردوں کا زندہ ہو کر جمع ہونا	•	نماز عصر کے بارے میں حدیث
۱۳۹	الحمد للہ سورہ قی کی تفسیر مکمل ہوئی	•	یہود کے ایذا پر حضور علیہ السلام کو تسکین صبر
		•	کی تلقین
			حضرت عبداللہ بن عباس کا نماز ظہر و عصر کے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۱	آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال	۱۴۰	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ ذاریات ۲۶
۱۵۲	زکوٰۃ کی فرضیت پر جمہور کا قول	۱۴۱	حل لغات
۱۵۳	زمین میں نشانیاں یقین والوں کے لئے ہیں	۱۴۲	مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ ذاریات
۱۵۴	زمین میں نشانیوں کا مفہوم	۱۴۳	سورہ مبارکہ ابن عباس ابن زبیر کی روایات
۱۵۵	علی تفسیر کا قول	۱۴۴	دارقطنی ابن مودریہ
۱۵۶	آسمان میں تمہارا رزق ہے	۱۴۵	ابن عساکر سعید بن حبیب کی روایات
۱۵۷	بیضاوی نے الماء سے مراد بادل رزق لکھا	۱۴۶	قیامت کا وعدہ سچا ہے
۱۵۸	ہے مفصل بحث	۱۴۷	اللہ تعالیٰ ہر امر پر قادر ہے
۱۵۹	ضحاک سے روایت ہے کہ ما تو عددوں سے	۱۴۸	آرائش ولے آسمان کی قسم مفصل بحث
۱۶۰	مراد جنت اور دوزخ ہے۔ مفصل بحث	۱۴۹	فرشتوں کے چلنے کے راستے
۱۶۱	بے شک یہ قرآن حق ہے	۱۵۰	کفار مکہ سے خطاب
۱۶۲	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ ذاریات	۱۵۱	قتل سے مراد لعنت ہے
۱۶۳	حل لغات	۱۵۲	کفار کے سوال کا جواب
۱۶۴	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ذاریات	۱۵۳	نیکوں کا رباغات اور چشموں میں ہیں
۱۶۵	حضرت ابراہیم کے معزز مہمان	۱۵۴	حضرت عبداللہ بن رواحہ
۱۶۶	مہانوں کی تواضع کرنا	۱۵۵	حضرت انس بن مالک کی رات میں مختصر
۱۶۷	کھانا کھانا سلام کا رولج	۱۵۶	آرام کرنے کی تفسیر
۱۶۸	اہل سے مراد گھر والے ہیں۔	۱۵۷	رات میں عبادت کا مفصل ذکر
۱۶۹	علامہ آلوسی کی وضاحت	۱۵۸	سحر کے وقت ذکر عبادت کی بحث
۱۷۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غریبہ پھر اذبح	۱۵۹	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری
۱۷۱	کر کے بھون کر مہانوں کے آگے رکھا۔	۱۶۰	حصہ میں عبادت کرنا پہلے حصہ سے زیادہ
۱۷۲	تو ابراہیم علیہ السلام ان سے ڈرنے لگے وہ	۱۶۱	پسند تھا
۱۷۳	بوسے ڈرے نہیں	۱۶۲	بخاری و مسلم کی روایات
۱۷۴		۱۶۳	دعا کی مقبولیت کا وقت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۳	بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ ذاریات	۱۵۹	علامہ آلوسی کی مفصل بحث
۱۴۴	حل لغات	۱۶۰	جیب سیدہ سارہ نے خوشخبری سنی
۱۴۵	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ ذاریات	"	عقیم بالجھ کی بحث
"	وَالسَّمَاءِ آسَمَانٌ كُوبَتَا	۱۶۱	بامحاورہ ترجمہ دوم رکوع سورہ ذاریات پک
۱۴۶	فَرَّ شَهْبَاءٌ هُمْ تَرَاةُ اَسَافِرَشِي كَا	۱۶۲	حل لغات
"	ہم نے شئی کو جوڑا۔ جوڑا بنائے	۱۶۳	"
"	علامہ آلوسی کی مفصل بحث	"	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ذاریات پک
۱۴۷	مردوں کو زندہ کرنے والی قادر ہے	"	حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے آنے کا مقصد
۱۴۸	اِنِّیْ لَکُمْ جَنَّةٌ نَّذِیْرٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا	"	دریافت کیا
۱۴۹	ساحر مجنون کی بحث	۱۶۴	مجرم قوم کو عذاب دیں
"	سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین و	"	قوم لوط گندے افعال میں مبتلا تھی
۱۸۰	تسلی کا پیغام	"	قوم لوط پر پتھروں کا عذاب
"	عذاب کا خوف	۱۶۵	فاخر جنا کی تفصیلی بحث
"	ابن جریر ابن حاتم بیہقی حضرت علی رضی اللہ	۱۶۶	ان بستیوں میں صرف ایک مسلمان کا گھر تھا
۱۸۱	عندے نقل کیا	"	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دے کر بھیجا
"	تخلیق انسانی و جن کا مفصل بیان	۱۶۷	وہ یہ بیضاء تھا
"	حق معرفت ادا کرنا مجاہد کے نزدیک عبادت	"	فرعون نے حضرت موسیٰ کو جادوگر کہا
۱۸۲	سے معرفت مراد ہے	۱۶۹	فرعون اور اس کا لشکر دریا میں غرق ہوا
"	بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت	"	قوم عار کی ہلاکت
۱۸۳	قدرت والا ہے	۱۷۰	قوم نمرود کی ہلاکت
۱۸۴	ذُوبًا۔ عذاب کی باری	۱۷۱	پس انہوں نے اپنے رب کے حکم سے
"	کافروں کے لئے شرابی ہے	"	حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی
۱۸۵	آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے	"	اچانک سرٹکے آگیا
"	سورہ ذاریات بحمد مکمل ہوئی	۱۷۲	ان کو تین دن کی مہلت دی گئی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۹	ایمان والوں سے ان کی اولاد کے ملنے کی بشارت	۱۸۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ طور پک
"	اہل جنت کا بیان	۱۸۷	"
"	جنت میں والدین	۱۸۸	حل لغات
۲۰۰	اعترہ کے بارے میں سوال	۱۸۹	"
"	جنت میں والدین دیگر اعترہ کے اکٹھے کرنے	۱۹۰	مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ طور پک
"	کا حکم	۱۹۱	"
۲۰۱	مستحق جنت میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے	"	بیت المعمور
"	کاسا کی تصریح	۱۹۲	حدیث معراج
۲۰۲	وَلَا تَأْتِيهِمْ فِيهَا الْمَوْتُ کی تصریح	۱۹۳	مشرکین سرکشوں کا عذاب نہیں ٹالا جائے گا
"	حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت	"	جبیر بن معتم کی بارگاہ رسالت پناہ میں حاضری
۲۰۳	مخدوم کی فضیلت میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹۴	جس دن آسمان ہلنا سا ہوں گے مفصل بحث
"	جنتی باہم ایک دوسرے سے سوال کریں گے	"	روز قیامت آسمان تھر تھرائیگا
۲۰۴	فَمَنْ أَلَدْنَا كَالْحِجَابِ کی تصریح	"	پہاڑ غبار کی طرح حرکت کریں گے
۲۰۵	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ طور پک	۱۹۵	مکذہ میں کی تصریح
۲۰۶	"	"	شفلہ میں کیل رہے تھے
۲۰۷	حل لغات	"	عذاب قیامت کے منکرین
۲۰۸	"	"	جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے
۲۰۹	مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورہ طور پک	۱۹۶	مشرکین سرکشوں کا قیامت کے دن انجام
"	مشرکین کی بکواس کا جواب حضور علیہ السلام	۱۹۷	مومنین پر ہیزگار جنت میں چین سے ہیں
"	کو تسکین دی گئی۔	"	جنت میں نعیم کی تعریف
۲۱۰	کاہن کی تعریف	۱۹۸	مومنین اور متقین کو بشارت
۲۱۰	مجنوں کی تعریف	"	اعمال فضل الہی کے حصول کا ذریعہ ہیں
"	کفار مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت	۱۹۹	مشکین علی سرور
۲۱۲	خار میں حدود سے پھیلائی گئی	"	معذوفہ کی تصریح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۴	بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورہ نجم پے	۲۱۳	کفار مشرکین کے ناپاک اعتراضات کا جواب
۲۴۵	حل لغات	۲۱۴	"
۲۴۶	"	۲۱۵	ابن عطیہ کا قول
"	مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ نجم پے	۲۱۷	علامہ آلوسی کا قول
۲۴۷	"	۲۱۹	کفار مشرکین کی سازش کا ذکر
۲۵۵	بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورہ نجم پے	۲۲۰	کفار مشرکین کو ان کے حال پر چھوڑنے کا حکم
۲۵۸	مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ نجم پے	۲۲۲	فسح بحد ربک حین تقوم کی تشریح
	ولید بن مغیرہ کا مال کے لالچ میں شرک کی طرف	۲۲۳	من الیل
۲۵۹	واپس لوٹنا۔	۲۲۴	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ نجم پے
	حضرت ابراہیم علیہ السلام تعیل احکام میں	۲۲۵	"
"	منتہی پر تھے۔	"	حل لغات
	کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا	۲۲۶	"
۲۶۰	جائے گا	۲۲۷	مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ نجم پے
	خوشی و غمی کی تخلیق دنیا میں موت آخرت میں	۲۲۸	نجم کی تعریف مفصل بحث
۲۶۳	زندگی عطا کی	۲۲۹	وما یبطل عن الہوی کی مفصل تشریح
	اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے نہ مادہ	۲۳۰	شدیدہ القوی کی تشریح
۲۶۴	پیدا کیا	"	ذو قرہ کی تشریح
"	شعری ایک ستارے کا نام ہے	۲۳۱	وہو بالافتح الاعدو کی تشریح
	نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے ان کی قوم مرکشی	۲۳۲	سکان قباب قوسین اور ادنیٰ کی تشریح
۲۶۵	ظلم بغاوت حد درجہ بڑھی	۲۳۴	فاوحی کی تشریح
	اٹھنے والی بستیوں کو نیچے گرایا قوم لوط کی	۲۳۸	معراج کا بیان
۲۶۷	بستیاں قیامت کی گھڑی قریب آگئی	"	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت
۲۶۹	سورہ قمر بامحاورہ ترجمہ رکوع اول	۲۳۹	لات عتری بتول کی تشریح
۲۷۱	حل لغات	۲۴۰	یہ تینوں بت کعبہ میں تھے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۶	ہم نے قرآن کریم کو یاد کرنے میں آسان کر دیا	۲۷۳	مختصر تفسیر سورہ قمر پیکر کو ع اول
۲۹۷	بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ قمر پیکر	۲۷۴	قیامت بہت ہی نزدیک آگئی
۲۹۸	حل لغات رکوع سوم سورہ قمر پیکر	۲۷۵	چاند شق ہو گیا
۳۰۱	مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ قمر پیکر	۲۷۶	حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ
۳۰۲	ہدیر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہو گئی	۲۷۷	عنہما کی چاند کے شق ہونے کی روایت
۳۰۳	کفار شکست کھا کر بھاگے	۲۷۸	کفار کا انکار جاری رکھنا
۳۰۴	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ لوح محفوظ میں	۲۷۹	استقرار کے معانی
۳۰۵	ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے	۲۸۰	حضرت اسرافیل صفر بیت المقدس کھڑے
۳۰۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ رحمن پیکر	۲۸۱	ہو کر بلائیں گے
۳۰۷	حل لغات	۲۸۲	قبروں سے نکلنے کا بیان
۳۰۸	مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ رحمن پیکر	۲۸۳	کفار خوف سے نیچے نظریں کئے نکلیں گے
۳۰۹	انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا	۲۸۴	قریش سے پہلے قوم نوح نے پیغمبر کی تکذیب کی
۳۱۰	اللہ کی نعمتوں کی یاد دہانی بطور تنبیہ تو بیخ	۲۸۵	قوم نوح پر پانی بارش کا عذاب
۳۱۱	کفران نعمت کی	۲۸۶	زمین چٹنے کر کے بہادی۔ آسمان اور زمین کا
۳۱۲	سبزہ درخت سجدہ کرتے ہیں	۲۸۷	عذاب
۳۱۳	کم مت تولو	۲۸۸	ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر
۳۱۴	انسان کو مٹی سے پیدا کیا	۲۸۹	کشتی نوح علیہ السلام کا ذکر
۳۱۵	جنوں کو خالص آگ کے شعلوں سے پیدا کیا	۲۹۰	بے شک ہم نے ان پر سخت آندھی بھیجی
۳۱۶	مشرکین سے مراد	۲۹۱	مفصل واقعہ
۳۱۷	سمندر سے موزگا اور موتی نکلتا ہے	۲۹۲	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
۳۱۸	الجوار کشتیاں چلنے والی	۲۹۳	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ قمر پیکر
۳۱۹	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ رحمن پیکر	۲۹۴	حل لغات
۳۲۰	حل لغات	۲۹۵	مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ القم پیکر
۳۲۱	مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ رحمن پیکر	۲۹۶	
۳۲۲		۲۹۷	
۳۲۳		۲۹۸	
۳۲۴		۲۹۹	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۹	پناہ میں کفار کے بچوں کے بارے میں دریافت کیا۔	۳۲۸	کل من علیہا فان جن انسان کو خطاب
۳۴۱	باکواب و اباریق ایسے برتن کی تشریح	۳۳۱	آسمان کا پھٹنا پھر آسمان کے فرشتوں کا اترنا
۳۴۲	جنت کی ہر نعمت لافانی ہے	۳۳۲	مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے مومنوں اور کافروں کا مختلف صورتوں میں
۳۴۳	حوروں کا بیان	۳۳۵	نکلنا بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ رحمن پڑھ
۳۴۴	اہل جنت ایک دوسرے کو سلام کہیں گے	۳۳۶	حل لغات
۳۴۵	دلہنے ہاتھ ڈالنے متقی کے اعمال نامے دائیں	۳۳۹	مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ رحمن پڑھ
۳۴۶	ہاتھ میں دیئے جائیں گے	۳۴۰	جنت کی نعمتوں کا ذکر
۳۴۷	پھل شہد سے زیادہ شیریں ہوں گے	۳۴۳	جنتوں کی نعمتوں کا ذکر
۳۴۸	بخاری و مسلم کی ایک حدیث	۳۵۰	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ واقعہ پڑھ
۳۴۹	عسربا کی تشریح	۳۵۱	حل لغات
۳۵۰	قرش مرفوعیہ کی تشریح	۳۵۲	مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ واقعہ پڑھ
۳۵۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ واقعہ پڑھ	۳۵۳	جب زمین تھر تھرا کر کانپنے لگی پہاڑ ریزہ
۳۵۲	رینہ ہو جائیں گے	۳۵۴	اصحاب عیین کون لوگ ہوں گے
۳۵۳	اصحاب عیین کون لوگ ہوں گے	۳۵۵	بائیں جانب والے لوگ کون ہوں گے
۳۵۴	بائیں جانب والے لوگ کون ہوں گے	۳۵۶	ایمان والوں کا ذکر
۳۵۵	ایمان والوں کا ذکر	۳۵۷	حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عباس، ابو نعیم
۳۵۶	حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عباس، ابو نعیم	۳۵۸	کے اقوال
۳۵۷	کے اقوال	۳۵۹	ایک گروہ اول لوگوں کا صحابہ کی پیروی
۳۶۰	ایک گروہ اول لوگوں کا صحابہ کی پیروی	۳۶۱	کرنے والوں کا ہوگا
۳۶۱	کرنے والوں کا ہوگا	۳۶۲	ام المومنین عائشہ صدیقہ نے بارگاہ رسالت
۳۶۲	ام المومنین عائشہ صدیقہ نے بارگاہ رسالت		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲۵	راہ خدا میں اتفاق کا حکم	۳۹۵	حل لغات
۴۲۷	ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۳۹۷	مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ واقعہ پٹ
"	حضرت صدیق اکبر کی فضیلت	"	ان جگہوں کا ذکر جہاں ستارے ڈوبتے ہیں
"	لفظ صدیق کی تعریف	۳۹۷	قسم فرمانا اظہار علمت کس لئے ہے
۴۳۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ الحدید پٹ	"	بخاری و مسلم شریف میں ہر رات آسمان دنیا پر
۴۳۳	حل لغات	"	جیکہ رات کا آخری حصہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ
۴۳۵	مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع دوم پٹ	۳۹۸	تجلی فرماتا ہے۔
"	اتفاق یا اخلاص کی دس صورتیں	"	قرآن پاک کے چھوٹے پڑھنے کے احکام
۴۴۲	ہاجرین مدینہ منورہ کی سستی کا ہلی پر عتاب	۴۰۰	بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں
"	ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت	"	کچھ لوگ ایمان رکھتے ہیں اور کچھ لوگ کفر
۴۵۰	بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ الحدید پٹ	۴۰۱	کرتے ہیں
۴۵۱	حل لغات	"	روح کا گلے تک پہنچنا۔
۴۵۳	مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع سوم پٹ	۴۰۲	موت کا وقت مفصل بحث
"	دنیا کی زندگی کھیل ہے	۴۰۳	مفسرین کی تعریف اور ان کا مرتبہ
۴۵۴	عصب کے معنی	۴۰۵	جنت نعیم کی تعریف
۴۵۹	رسول کا انکار کفر ہے	۴۰۶	اصحاب یسین کی تعریف اور ان کا انعام
"	بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے	۴۰۷	اصحاب النہال کا ذکر
۴۶۴	ساتھ بھیجا	۴۱۰	سورہ الحدید
۴۶۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورہ الحدید پٹ	۴۱۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ حدید پٹ
۴۶۷	حل لغات	۴۱۳	حل لغات
۴۶۹	مختصر تفسیر اردو سورہ الحدید رکوع چہارم پٹ	۴۱۵	مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ الحدید پٹ
۴۷۱	ہم نے یکے بعد دیگرے رسول بھیجے	"	تسبیح و تحمید کے فضائل و معانی
"	آج کل جو انجیل نصاریٰ کے پاس ہے وہ اصل	۴۱۶	موت و زندگی اللہ کے ہاتھ ہے
"	نہیں بلکہ من گھڑت ہے نصاریٰ نے تحریف کر دی ہے	۴۲۰	دن رات کی بحث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۱	مختصر تفسیر اردو سورہ مجادلہ رکوع سوم	۴۷۲	رہبانیت کی تعریف
۵۳۲	امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے	۴۸۱	سورہ مجادلہ پ ۲۸
"	شان نزول	۴۸۳	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ مجادلہ پ ۲۸
"	منافقین کا حال زار	۴۸۵	حل لغات
۵۳۳	منافقین پہونکے دوست تھے	۴۸۶	مختصر تفسیر اردو سورہ المجادلہ رکوع اول پ ۲۸
۵۳۵	جھوٹی قسمیں کھانا منافقین کا شعار ہے	۴۸۶	شان نزول
۵۳۶	جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا	۴۸۷	اللہ کی صفیتیں غیر فانی ہیں
۵۳۷	دوسری وعید	۴۸۹	ظہار کی تعریف اور تشریح
۵۴۱	غالب آنے کی صورتیں	۵۰۰	ظہار کے احکام
"	حق کا غلبہ امر قطعی ہے	۵۰۲	حدود اللہ توڑنے کی سزا
۵۴۳	خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت	۵۰۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ مجادلہ پ ۲۸
۵۴۳	امام احمد براء بن عازب سے روایت	۵۰۸	حل لغات
"	غزوہ بدر میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے والد کو قتل کیا	۵۱۱	مختصر تفسیر اردو سورہ مجادلہ رکوع دوم پ ۲۸
۵۴۴	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دعوت مبارک دی	"	سرکشی نافرمانی کی سزا
"	ایمان والوں کی فضیلت	۵۲۲	شان نزول
۵۴۵	مختصر تفسیر سورہ الحشر پارہ ۲۸	۵۲۳	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۵۴۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ الحشر پ ۲۸	"	حدیث ۱۰ اہل علم اور جاہل برابر نہیں
۵۴۹	حل لغات	۵۲۵	بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کرنے سے پہلے
۵۵۱	مختصر تفسیر اردو رکوع اول پ ۲۸	"	صدقہ کا حکم
۵۵۳	آسمان زمین میں جاندار اور بے جان مخلوق	۵۲۶	حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر
۵۵۴	اللہ کا ذکر کرتے ہیں	۵۲۸	اور فقرہ کی منفعت کا ذکر
		۵۳۰	حضرت علی المرتضیٰ کا قول
			بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورہ مجادلہ پ ۲۸
			حل لغات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۷۸	دینی رشتے نسبی رشتوں سے کہیں بڑھ کر ہیں	۵۵۵	بنو نضیر سے یہودیوں کے تعلقات مفصل بحث
۵۸۰	باجاوردہ ترجمہ رکوع دوم سورہ الحشر	"	بنو نضیر کا نواح مدینہ سے جلا وطن ہونا
۵۸۱	حل لغات	"	حشر کے معنی اکٹھا کرنا
۵۸۲	مختصر تفسیر اردو سورہ الحشر رکوع دوم پتہ	۵۵۶	بنو نضیر کا گمان
	شان نزول		بنو نضیر سے جہاد ان کے جلا وطن کرنے کا حکم
۵۸۳	عبد اللہ بن ابی کا بنو نضیر کو مشورہ	"	مختلف معجزات کا ظہور
۵۹۱	باجاوردہ ترجمہ رکوع سوم سورہ حشر پتہ	۵۶۰	بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے
۵۹۲	حل لغات	۵۶۱	شان نزول
۵۹۳	مختصر تفسیر اردو سورہ الحشر رکوع سوم پتہ		کافروں کے درخت کٹوا دینا ان کی عمارتوں کو ڈھا دینا جائز ہے
۵۹۴	دنیا ایک دن کے مانند ہے	۵۶۲	اللہ نے بنو نضیر کی ملکیت منسلک کر کے حضور علیہ السلام کو مالک فرمایا
۵۹۵	جنت والے اور دوزخ والے برابر نہیں	۵۶۳	جیف کے معنی تیز رفتار ہے
	اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر آتے تو ضرور تو اسے دیکھتا کر پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے	"	بنو نضیر کا متروکہ مال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاجرین میں تقسیم فرمادیا
۵۹۶	یہ تمثیل عظمت قرآن کے لئے ہے	۵۶۴	حضرت سعد بن معاذ کو ابن الحقیق کی تلوار عطا کی
۵۹۶	علم غیب پر مفصل بحث		مال کا پانچواں حصہ اداس کی تقسیم
"	"	۵۶۵	قرابت داروں سے مراد مکمل تفصیل
۵۹۸	"	۵۶۶	ہاجرین کی فضیلت
"	سورہ حشر کی آیات کی تشریح	"	صحیح بخاری میں روایت
۵۹۹	کفار کے نام حاطب بن بلتعہ کا خط	۵۷۱	حضرت ابو طلحہ کی مہمان نوازی
۶۰۲	سورہ الممتحنہ	۵۷۴	انتہائی حرص کنجوسی کا بیان
	شان نزول	"	جنت عدن کا بیان
۶۰۴	باجاوردہ ترجمہ رکوع اول سورہ ممتحنہ پتہ		
۶۰۷	حل لغات		
۶۱۰	مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع اول پتہ	۵۷۷	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۴۶	سورہ الصف	۴۱۱	کافروں سے دشمنی ضروری ہے خواہ قربت دار ہوں
۴۴۷	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ صف ۲۸		حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے ساتھیوں کے
۴۴۸	حل لغات	۴۱۶	اسوہ قول عمل کی پیردی لازم ہے
۴۴۹	مختصر تفسیر سورہ الصف رکوع اول ۲۸	۴۲۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ ممتحنہ ۲۸
	اللہ کی تسبیح تحمید کرتی ہے جو کچھ آسمانوں زمینوں		حل لغات
"	میں ہے	۴۲۴	مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع دوم ۲۸
۴۵۱	مجاہد اللہ کو محبوب ہے	۴۲۵	قرآن پاک کی پشتگونی
	ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو راہ خدا میں جم کر	۴۲۶	شان نزول
"	لڑتے ہیں	۴۲۷	حضرت اسمائیت ابی بکر سے روایت
۴۵۲	پہلی صف کی فضیلت		جو کافر مسلمانوں سے نہ لڑیں ان سے حسن سلوک
۴۵۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب	"	جائز ہے
"	نبی معصوم ہے	"	مہاجر عورتوں کی جانچ کر لینے کا حکم
۴۵۷	نسب باپ سے متعین ہوتا ہے	۴۲۹	صلح حدیبیہ میں مشرکین کی شرائط
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور علیہ السلام	۴۳۱	کافر مرد مومن عورت کے لئے حلال نہیں
"	کو بشارت دی		مہاجر مومنہ عورتوں سے نکاح کرنے میں گناہ
"	رسول معظم کی بشارت توریت میں موجود ہے	۴۳۳	نہیں اگرچہ ان کے کافر شوہر دار الحرب میں ہوں
"	فاران مکہ میں نبوہاشم کے پہاڑوں کا نام ہے	۴۳۶	کافر مرد عورتوں کے مہر کا بیان
۴۵۸	جبر بن معلم سے روایت	۴۳۸	عورتوں کی بیعت کا بیان
"	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام		اللہ نے مردوں و عورتوں پر ماؤں کی نافرمانی اور
	یوحنا کی انجیل میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳۹	لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام فرمایا ہے
۴۵۹	کی بشارت	۴۴۰	تہمت طرازی سے ممانعت
۴۶۰	فار قلیط کے معنی		حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے
	اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ	۴۴۱	بیعت لی
۴۶۱	باندھے	"	امیہ بنت رقیہ سے روایت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۰	آپ کی مثل و نظیر کوئی پیدا ہی نہیں ہوا	۴۴۲	نور اللہ سے مراد دین حق ہے
"	حکمت سے مراد	۴۴۳	دین حق سب دینوں پر غالب کیا
"	اتنی میں علم کا ہونا معجزہ ہے	"	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ صف ۲۸
۴۸۱	آپ کی تشریف آوری سے قبل اہل عرب شرک	۴۴۵	حل لغات
۴۸۲	کفر باطل عقائد میں گرفتار تھے	۴۴۶	سورہ الصف رکوع دوم
۴۸۲	صحابہ کی فضیلت - ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم		آخری تجارت درونک عذاب سے نجات
۴۸۳	تمام فضائل کمالات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے کر دیئے ہیں	۴۴۷	دینے والی ہے
"	یہود کا حال زار	"	مال و جان سے جہاد کا حکم
۴۸۴	گدھے کی مثال	۴۴۸	کل جنتیں آٹھ ہیں
۴۸۵	حضور علیہ السلام نے ایسے علم سے پناہ مانگی	۴۴۹	سولی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مخالفین ہیں جو
۴۹۱	جو نفع نہ دے	۴۵۰	بارہ ہیں
۴۹۱	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ جمعہ ۲۸	۴۵۱	عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ کے بارے میں عقیدہ
"	حل لغات	۴۵۲	سورہ جمعہ
۴۹۲	مختصر تفسیر اردو سورہ جمعہ رکوع دوم ۲۸	۴۵۳	سورہ جمعہ کی فضیلت
۴۹۳	لغت میں جمعہ کا مفہوم	۴۵۴	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ جمعہ
۴۹۴	جمعہ کا قدیمی نظام تحقیق	۴۵۵	حل لغات
"	ہجرت نبوی سے قبل صحابہ کا جمعہ پڑھنا اس کی تفصیل	۴۵۶	مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ جمعہ
۴۹۵	سب سے اول کس نے جمعہ قائم کیا	۴۵۷	ہر شی کی تسبیح سے اس ذات کی عظمت ربوبیت
۴۹۶	حضور کا ہجرت کے بعد جمعہ قائم کرنا	"	کا اظہار ہے
"	جمعہ کی فضیلت	۴۵۸	عرب میں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا جن کی
۴۹۸	صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت	"	اکثریت کہنے پڑھنے والی تھی
۴۹۹	فضائل نماز جمعہ	۴۵۹	مسلم ابوداؤد کی روایت
		"	منہم میں رسول کی عظمت کا اظہار ہے
			یتلوا علیہم یتہ کی تشریح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۱۹	زبانی ایمان لائے دل سے کافر ہوئے	۷۹۹	ترک جمعہ پر وعید
۷۲۰	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ منافقون پ ۲۸	۷۰۰	جمعہ کے دن نماز کے لئے غسل و تیاری کی فضیلت
۷۳۱	حل لغات	۷۰۱	ساعت جمعہ کا تعین
۷۳۲	مختصر تفسیر سورہ المنافقون رکوع دوم پ ۲۸	۷۰۲	شمال ط جمعہ
۷۳۳	مال اولاد و بنیادی زندگی کی زینت ہے	۷۰۳	مصر یا فتنائے مصر
۷۳۴	ہمارے دیئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو	۷۰۴	بادشاہ یا نائب جمعہ قائم کرے یا حکم دے
۷۳۵	سورہ تغابن پ ۳۸	۷۰۵	ظہر کا وقت ہونا
۷۳۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ تغابن پ ۳۸	۷۰۶	اذن عام
۷۳۷	حل لغات	۷۰۷	خطبہ
۷۳۸	تفسیر اردو سورہ تغابن رکوع اول پ ۳۸	۷۰۸	سائیل جماعت
۷۳۹	بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے	۷۰۹	جمعہ کی شرائط
۷۴۰	وہی ذات جس نے تم کو پیدا کیا تو تم میں کچھ	۷۱۰	جمعہ واجب نہیں
۷۴۱	کافر ہوئے کچھ مومن	۷۱۱	جمعہ کے دن کا سفر
۷۴۲	ماں کے رحم میں نطفہ چالیس روز تک جمع کیا	۷۱۲	کیا جمعہ ایک جگہ ہونا چاہیے
۷۴۳	چالیس روز بعد فرشتہ آتا ہے	۷۱۳	جمعہ کی سنتوں کا بیان
۷۴۴	تم کو بہترین خلق پیدا کیا	۷۱۴	جمعہ میں قرأت سنتوں فضائل
۷۴۵	تمہارے اندر ایک بہت بڑا جہاں پوشیدہ ہے	۷۱۵	ستر ہزار فرشتہ استغفار کہتے ہیں
۷۴۶	تخلیق و جو مصالح و خالق پر دلالت کرتی ہے	۷۱۶	نماز جمعہ کے بعد تجارت کا حکم
۷۴۷	ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا	۷۱۷	اللہ کا ذکر کرو
۷۴۸	بشر کو نکر رسول ہو سکتا ہے کفار کا اعتراض	۷۱۸	سورہ المنافقون
۷۴۹	یوم تقابن سے مراد قیامت ہے	۷۱۹	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ منافقون پ ۲۸
۷۵۰	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ تغابن	۷۲۰	حل لغات
۷۵۱	حل لغات	۷۲۱	تفسیر اردو سورہ المنافقون رکوع اول پ ۲۸
۷۵۲	مختصر تفسیر اردو سورہ تغابن رکوع دوم	۷۲۲	عبداللہ بن ابی اس کا قول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۷۵	دو لقمہ گواہ کا حکم	۷۵۴	اللہ اور رسول کا حکم مانو
۷۷۵	حسن سلوک اور شرافت سے علیحدہ کر نیک کا حکم	۷۵۵	ایمان والے اللہ پر بھروسہ کریں
۷۷۶	لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی کثرت سے	۷۵۶	شان نزول
۷۷۶	قیدی آزاد ہو جانے کا	۷۵۷	حضور علیہ السلام نے دوران خطبہ شہزادگان
۷۷۶	سزا سے محفوظ رہنے کا عمل	۷۵۹	کو گود میں لے لیا
۷۷۶	تقویٰ سعادت دایرین ہے	۷۶۰	اللہ کی راہ میں جو خرچ کرے گا اللہ اس کو دگنا
۷۷۶	اللہ پر توکل بھروسہ کرنے کا صلہ ترقی بنق ہے	۷۶۱	دے گا
۷۷۸	حمل کی صورت میں عدت کا حکم	۷۶۲	سورہ طلاق
۷۷۸	ابی بن کعب فلا دین النعمان کا بارگاہ رسالت	۷۶۲	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ طلاق
۷۷۹	پناہ میں سوال کرنا	۷۶۴	حل لغات
۷۷۹	شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں عدت	۷۶۹	مختصر تفسیر سورہ طلاق رکوع اول
۷۸۰	کا حکم	۷۷۱	حیض کی حالت میں طلاق دینی حرام ہے
۷۸۱	نیکیاں گناہوں کو محو کر دیتی ہیں	۷۷۱	عورت کے لئے حیض کے یوم معتبر طہر کے نہیں
۷۸۳	مطلقہ کے لئے سکونت نان نفقہ دینا واجب ہے	۷۷۱	جس عورت سے وطی نہ ہوئی اس پر عدت نہیں
۷۸۴	دودھ پلانے کی اجرت کے احکام	۷۷۱	عدت کے لئے تین حیض کا گذرنا شرط ہے
۷۸۵	اپنی حیثیت کے مطابق نفقہ دے	۷۷۱	عدت کے دوران عورت کا بلا عذر شوہر کے
۷۸۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ طلاق	۷۷۱	گھر سے نکلنا جائز نہیں
۷۸۷	حل لغات	۷۷۲	حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک انتہائی
۷۸۸	مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ طلاق	۷۷۲	مجبوری میں نکلنا جائز ہے
۷۹۰	ذکر کے معنی فقیہیت	۷۷۲	اگر شوہر بد چلن ہے اور مطلقہ بائٹہ کے لئے
۷۹۱	تم پر اللہ کی نعمتیں آیتیں پڑھتے ہیں	۷۷۲	کوئی تحفظ نہیں۔ ایسی صورت میں عورت کا
۷۹۲	آسمانوں اور زمینوں کی تعداد کیا ہے	۷۷۲	رہائش تبدیل کرنا جائز ہے۔
۷۹۳	ان کا باہم فاصلہ کتنا ہے	۷۷۲	یہ اللہ کی حدیں ہیں
۷۹۴	سورہ تحریم	۷۷۲	طلاق رجعی کے احکام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۱۳	الحجرات سے مراد بت ہیں	۷۹۶	بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ تحریم ۲۸
۸۱۵	بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ تحریم ۲۸	۷۹۷	حل لغات
۸۱۷	حل لغات	۷۹۸	مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع اول ۲۸
۸۱۸	مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع دوم	۷۹۹	حل لغات
۸۱۹	توبۃ النصوح کی تعریف	۸۰۰	مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع اول ۲۸
۸۲۱	توبہ قبول کرنا اس کے فضل پر ہے		شان نزول
۸۲۲	پہل صراط		حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے
۸۲۳	جب منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا		شہد حرام کر لیا تھا
۸۲۴	کافروں اور منافقوں سے جہاد کا حکم		تفصیلات
۸۲۵	حضرت نوح اور حضرت لوط کی کافر بیویوں کا ذکر	۸-۱	حضرت ماریہ قبیطہ کا واقعہ
۸۲۶	دونوں عورتوں نے دغا دیا	۸-۲	حلال کو اپنے لئے حرام کر لینا قسم ہے یا نہیں
۸۲۷	کسی نبی کی عورت نے بدکاری نہ کی	۸-۳	کیا وہ راز اسرار خلافت سے متعلق کوئی بات تھی
۸۲۸	دونوں عورتیں کافرہ منافق تھیں	۸-۴	کیا حضرت خفصہ کو بطور سزا طلاق رجعی دی تھی
۸۲۹	مومن عورت کو کسی کافرہ کا ضرر نہ پہنچا سکے گا		حضرت خفصہ اور حضرت عائشہ کو خطاب
۸۳۰	حضرت آسیہ کا امتحان اور دعا		احمد اور ابن حبان سے روایت
۸۳۱	حضرت آسیہ کی فضیلت		مجھاس بات کی عرصہ سے خواہش تھی کہ حضرت
۸۳۲	جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی	۸-۷	عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کروں
۸۳۳	حضرت مریم کا امید سے ہونا		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تفصیلی جواب
۸۳۴	یکلمت ربہا کی تشریح	۸-۸	صالح اور مومنین کا خطاب
۸۳۵	الحمد لله احسانہ اٹھائیسواں پارہ کی تکمیل ہوئی	۸-۹	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت
		۸-۱۰	رسل بشری کو رسل ملائکہ پر فضیلت ہے
		۸-۱۱	اطاعت والیاں ایمان والیاں
		۸-۱۲	بکرتہ کی تعریف
			عذاب سے نجات اللہ کے فضل سے ہے

پارہ ۲۳

سورۃ احقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ احقاف پ ۲۶

حکمہ

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ
الْحَكِيمِ

مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى
وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُتُوا
مُعْجُزَاتِنَا

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللّٰهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ
أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ائْتُونِي
بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ
مَنْ عَمِلَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ

لے حامد و محمود۔

آتا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب
حکمت والا ہے۔

انہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو
کچھ ان دونوں میں ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک
مقررہ مدت کے لیے اور کافروں کو جس چیز سے
ڈرایا جاتا ہے (قیامت وغیرہ) وہ تو اس کی پرواہ
ہی نہیں کرتے۔

فرمائیے بھلا بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو
دکھاؤ مجھے کہ انہوں نے زمین کا کونسا ذرہ پیدا کیا
ہے یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ لاؤ تم
اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علمی روایت
اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

اور کون گمراہ تر ہے اس سے جو پوجتا ہے اللہ کے سوا

مَدُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لِمَا إِلَى يَوْمِ
الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ
غِفْلُونَ ۝

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا اقْبَادًا
وَمَا كَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

وَإِذَا تَنَادَىٰ عَلَيْهِمْ أَيْنَ تَابْتِ
قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْبَقَىٰ لَنَا
جَاءَ هَٰذَا أَنفَعُ مَبِيتٍ ۝

أَمْ يَقُولُونَ اقْتِرَا قُلُوبَنَا
أَمْ تَرَىٰ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِمَّنْ
اللَّهُ شَيْئًا هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفْعَلُونَ
فِيهِ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي
وَبَيْنَكُمْ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاءِ مِنَ الرُّسُلِ
وَمَا أَجِدُ مِمَّا يُفْعَلُ لِي وَلَا لَكُمْ
إِنْ أَتَيْتُمُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَىٰ وَمَا
أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝

قُلْ أَتَأْتِيكُمْ أَنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ
اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدًا
مِّنْ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ عَلَىٰ مَثَلِهِ
فَمَا مَن وَاسْتَكْبَرْتُمْ أَنَّ اللَّهَ

سوا غیر کو جو قیامت تک اس کی نہ سن سکیں اور
روح اب دینا تو درکنار وہ ان کی پرستش سے
بالکل بے خبر ہیں۔

اور جب قیامت کے دن لوگ حساب کے
لیے اکٹھے کیے جائیں تو یہ معبود (بت) ان کے
دشمن ہو جائیں گے اور وہ ان کی پرستش سے
انکار کریں گے۔

اور جب ہماری آستیں روشن ان پر پڑھیں گی تو
بولے کافر قرآن برحق کے لیے جب آیا ان میں
یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

کیا یہ کافر کہتے ہیں یہ قرآن اپنے دل سے گھڑ لیا
ہے۔ آپ فرمائیے اگر میں نے اس کو دل سے گھڑ
لیا ہے تو تم خدا کے سامنے میرے کچھ کام نہیں
آسکو گے وہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں بناتے
ہو کافی ہے اس قرآن پر میرے اور تمہارے
درمیان گواہ اور وہی بخشنے رحم فرمانے والا ہے۔

آپ فرمادیجئے کہ نہیں ہوں میں انوکھا رسولوں
میں سے اور میں خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ
کیا کیا جائے گا اور نہ تمہارے ساتھ میں تو اسی
کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے اور
میں نہیں ہوں مگر صاف ڈر سنائے والا۔

فرمائیے بھلا بتاؤ تو اگر ہے قرآن کریم اللہ کے
پاس سے اور تم نے اس سے انکار کیا۔ اور بنی
اسرائیل کے ایک شخص نے ایسی شہادت دی
اور ایمان بھی لے آیا اور تم نے تکبر کیا بے شک

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

حل لغات

ختم لے مارو محمود	تَنْزِيلٌ - اتاری گئی ہے	اَلِكِتَابِ - کتاب	مِنْ اِلٰهِ - اللہ
الْعَزِيزِ غَالِبِ	الْحَكِيمِ - حکمت والے سے	مَا - نہیں	خَلَقْنَا - پیدا کیا ہم نے
السَّمَوَاتِ - آسمانوں	وَر - اور	الْاَرْضِ - زمین کو	وَر - اور
مَا جُو	بَيْنَهُمَا - انکے درمیان ہے	الْاَرْضِ - مگر	بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ
وَر - اور	اَجَلٍ - مدت	مُسْتَقًى - مقرر تک	وَر - اور
الَّذِينَ - وہ جو	كُفَرُوا - کافر ہوئے	عَمَّا - اس سے جو	اَنْذَرُوا - ڈرائے گئے
مُعْرِضُونَ - منہ پھیرنے والے ہیں	قُلْ - فرمائیے	ا - کیا	رَاَيْتُمْ - دیکھا تم نے
مَا جُو	تَدْعُونَ - پکارتے ہو	مِنْ دُونِ - سوا	اِلٰهِ - اللہ کے
اَرَدُوْا - دکھاؤ	فِي - مجھ کو	مَا اِذَا - کیا	خَلَقُوا - پیدا کیا انہوں نے
مِنْ الْاَرْضِ - زمین سے	اَمْرًا - یا	لَهُمْ - ان کا	شَرِكٌ - حصہ ہے
فِي السَّمَاوَاتِ - آسمانوں میں		اَيُّوْ - لاؤ	فِي - میرے پاس
بِكِتَابٍ - کتاب	مَنْ قَبْلِ - پہلے	هَذَا - اس سے	اَوْ - یا
اَثَرَةٍ - کوئی روایت	مَنْ عَلَيْهِ - علمی	اِنْ - اگر	كُنْتُمْ - ہو تم
صِدْقَيْنِ - سچے	وَر - اور	مَنْ - کون	اَضَلُّ - زیادہ گمراہ ہے
مَنْ - اس سے جو	يَدْعُوْا - پکارے	مِنْ دُونِ - سوا	اِلٰهِ - اللہ کے
مَنْ - اس کو جو	لَا رَهْ	يَسْتَجِيبُ - سنے	لَهُ - اسکی
اِلَى - طرف	يَوْمِ - دن	الْقِيَامَةِ - قیامت	وَر - اور
هُوَ - وہ	عَنْ دُعَائِهِمْ - ان کے پکارنے سے	عَفْلُونَ - بے خبر ہیں	وَر - اور
وَر - اور	اِذَا رَجَبٌ	خَشَوْا - ڈھسے کیے جائیں گے	النَّاسِ - لوگ
كَانُوا - تو ہو جائیں گے	لَهُمْ - ان کے	اَعْدَاءُ - دشمن	وَر - اور
كَانُوا - ہو جائیں گے	يَعْبَادُهُمْ - ان کے پکارنے سے	كُفْرًا - انکار کرنے والے	

حل لغاتِ نادرہ

اَثَرَةٌ مِّنْ عَلَمٍ: آثارہ ماثورہ ہے اثر سے جس کے معنی روایت کے آتے ہیں کہا جاتا ہے جَاءَ فِي الْأَثَرِ كَذَا كُنَّا أَشَارَ كُنْهٍ کی یہی وجہ ہے کہ لوگ اسے روایت کہتے ہیں۔
اِفْتَرَى: کہتے ہیں بات کو غلط طریقہ سے دوسرے کی جانب نسبت کرتا۔
بِدْعًا: ماثورہ از بدیع بمعنی ایک جدید اور انوکھی چیز۔

مختصر تفسیر اردو پہلار کو ع سورہ اتحاف ۲۶

لَحْمَهُ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ یہ کتاب آمانہ ہے اللہ عزت و حکمت والے کی طرف سے۔

حکم حروف مقطعات سے ہے۔ مفسرین اللہ اعلم بمرادہ فرماتے ہیں۔ مگر معنی تلویلی کے اعتبار سے ہم نے اس کے معنی حاء سے حامد اور میم سے محمود لیئے ہیں۔ آیت کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کسی کی کھڑی ہوئی کتاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔
مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ہم نے آسمانوں اور زمین کو ایک وقت معبود کے لیے آسمان و زمین کی تخلیق کی گئی جب وہ وقت آئے گا تو فرمایا یَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِّیْلِ لَنُكَلِّبَ اس دن آسمان تر کر لیے جائیں گے جیسے کاغذ کے جزو لپیٹ لیے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا یَوْمَ نَبْدَلُ الْأَرْضَ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ مَطْوِيَّاتٍ یَّمِیْنًا۔ اس دن زمین بھی بدل دی جائے گی اور آسمان لپیٹ لیے جائیں گے۔ اس سے مراد و زمین ہے اسی لیے یہاں بھی فرمایا وَأَجَلٍ مُّسَمًّى یعنی ایک مقررہ مدت تک کے لیے یہ ہم نے پیدا کیے اور ان کی پیدائش کی حکمت ہم سورہ جاثیہ میں بیان کر چکے ہیں۔

اور کفر و حسد کی بنا پر ڈر سنانے والی خالق سے بے خبر ہیں۔ ورنہ وہی میں یہ سمجھتے تھے کہ ان چیزوں کو پیدا کرنے والا ضرور ہے اور وہ ایسا یکتا ہے کہ اس کے مقابل کوئی نہیں ہو سکتا چنانچہ امام اعظمؒ کا ایک مناظرہ دہریہ سے ہوا۔ اس میں بھی اس کو اعتراف کرنا پڑا کہ خالق کل ایک ہی ہے چنانچہ واقعیوں نے

اس نے تین سوال رکھے اور اعلان کیا کہ ان کا جواب ہو جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے؟ دوسرا یہ کہ خدا کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ تیسرا یہ کہ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟ چنانچہ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ شمع اور دودھ لے چلے۔

مناظرہ گاہ پر پہنچ گئے اس نے جب پوچھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے؟ تو آپ نے شمع روشن کر دی اور فرمایا کہ یہ اس کی ایک مخلوق ہے اس کا رخ بتاؤ تو اس نے کہا اس کا کوئی رخ نہیں یہ تو سب طرف ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے خالق کا رخ کیسے ایک طرف متعین ہو سکتا ہے۔ تو جواب تسلیم کر لیا۔

دوسرا سوال شروع ہوا کہ وجود الہی کی کیا دلیل ہے؟ تو آپ نے دودھ سامنے کیا اور کہا کہ اس میں گھی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اس کے ترورے اور دسومت اس کا پتہ دیتی ہے کہ اس میں گھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ زمین و آسمان چاند و سورج کا طلوع و غروب اس سے بچے پتہ نہیں چلتا کہ کوئی ہے جو ان سب چیزوں کو حرکت میں لارہا ہے۔ یہ جواب بھی مان لیا۔

تو تیسرا سوال آیا کہ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تیرے دو سوالوں کا میں جواب دے چکا ہوں اب تو کمرسی خالی کر نیچے آ اور مجھے کمرسی دے اس نے مان لیا آپ خالی کمرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا کہ اس وقت خدا یہ کر رہا ہے کہ تجھے کمرسی سے اتار دیا اور مجھے تیری جگہ متمکن کر دیا۔ تینوں جواب سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

ایسے ہی غزالی کا واقعہ ہے کہ مناظرہ کے ٹائم سے آپ لیٹ پیچھے۔ مناظرے اعتراض کیا کہ آپ ذمہ دار ہو کر اس قدر دیر سے کیوں آئے۔ آپ نے فرمایا آتورہا تھا میں وقت پر ہی مگر راستہ میں ایک عجیب العقل واقعہ کا ظہور ہوا اس کے دیکھنے میں مجھے دیر لگ گئی اس نے واقعہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے زمین سے ایک درخت نکلتے دیکھا اور وہ بہت بلند ہو کر اپنے آپ کٹا اس میں سے تخت بنے اور وہ تختے آپس میں جڑے کھڑکیاں بنیں اور ایک مکان کی صورت اختیار کر لی۔

تو دوسرے کہنے لگا کہ آپ ایک قوم کے ذمہ دار فرد ہو کر ایسا مشاہدہ بیان کر رہے ہیں جس کو عقل تسلیم ہی نہیں کرتی

تو آپ نے فرمایا کس چیز کو عقل نہیں مانتی؟ دوسرے نے کہا کہ تختے اپنے آپ درخت سے بغیر کاٹنے والے کے نہیں کٹ سکتے پھر ان کا جڑنا بھی بغیر جڑنے والے کے ناممکن ہے لہذا یہ بیان آپ کا صحیح نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ پھر مناظرہ کی چٹاں ضرورت نہیں ہے تیرے سوال کا جواب خود ہی ہو گیا

اور بس۔ اور واضح کر دیا کہ جب ایک مکان بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتا اور اس کا وجود بغیر مصالح ناممکن تو یہ زمین و آسمان یہ چاند سورج ستارے ان کا وجود بغیر مصالح مطلق کیونکر ممکن ہے تو ثابت ہوا کہ ان کا بھی خالق ہے کسی نے خوب کہا ہے ۵

فلک کوکب ہے سلیقہ ستم شکاری ہیں کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں
اس لیے یہاں فرمایا مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ آسَمَانِ اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ہم نے پیدا فرمایا ہے اور ان کی پیداوار ایک حقیقت پر مبنی اور ایک مدت کے لیے ہے مگر کافر دل کو جس چیز سے ڈرایا جائے اسی سے اعراض کرتے ہیں بے پرواہی برتتے ہیں آگے ارشاد ہے
قُلْ أَتَيْتُمْ مَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ
اَيُّنِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمِنَا كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ آپ فرمائیں بھلا بتاؤ تو جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ کیا پیدا کیا انہوں نے زمین میں یا ان کا حصہ ہے آسمانوں میں میرے پاس اس سے پہلے کا لکھا ہوا لایا کوئی روایت علمی اگر تم سچے ہو۔

بتوں کے پوجنے والے اور غیر خدا کے پرستار اس میں مخاطب ہیں۔ یہاں تدعون کے معنی تعبد و عبادت کے ہیں یعنی جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ان میں کسی کو بتاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کیا پیدا کیا ہے؟ اور آسمان کے کارخانہ میں ان کی کتنی شرکت ہے۔ اگر یہ نہیں تو قرآن پاک سے پہلے کا لکھا ہوا کوئی نوشتہ (مضمون) دکھلاؤ یا کوئی روایت علمی پیش کرو اور جب سب کچھ ہی پیش نہیں کر سکتے تو تمہارا یہ عقیدہ باطل اور کاسد و فاسد ہے جسے اسلام شرمک کہتا ہے اور تمہارا جھوٹا ہونا یقینی ہے آگے ارشاد ہے۔
وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ
دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ۔ اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے علاوہ اوروں کی پوجا کرتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہیں دے سکتے اور وہ اس کی عبادت سے بے خبر ہیں۔

اس آیت میں بتوں کے پیاریوں کا رد کیا گیا اور بتایا گیا کہ وہ اپنی نگہی نہیں اڑا سکتے تو تم ان کی پوجا پاٹ کہہ کے ان سے کیا حاصل کر سکتے ہو وہ تو جادو محض ہیں ان کو تو تمہاری پوجا پاٹ کی بھی خبر نہیں اس سے مراد بت ہیں جن کو وہ اپنے ہاتھ سے گھر کر پوجا کرتے تھے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا اقْبَادًا يُّبْعَاثُونَ كَافِرِينَ۔ اور جب لوگوں کو حشر کے دن جمع کیا جائے گا اور ان بتوں کو بولنے کی قوت دی جائے گی تو وہ ان کے دشمن ہوں گے تو وہ ان کی پوجا پاٹ سے انکاری ہوں گے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تنوں کے علاوہ اکثر ذی روح جن کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ ان کے سخت
دل ہو کر ان کی پوجا پاٹ سے انکار کریں گے۔ آگے ارشاد ہے۔

فَرَادَا تُشَلِّي عَلَيْهِمْ اَيْتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِهَٰذَا حُجُوْبٌ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ تُوْحِيْبٌ
ان پر ہماری روشن آستینیں پڑھی جائیں تو کافر لوگ قرآن برحق کے لیے کہتے ہیں کہ یہ کھلا جادو ہے۔

یہ اس لیے کہ فصاحت و بلاغت قرآنی کے آگے عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء جو میدان
فصاحت میں کوس لمن الملک بجائے والے تھے اس کے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اور کچھ نہ بن پڑی
تو کہہ دیا بُدَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ ایک کھلا جادو ہے اور جادو اس لیے کہا کہ دماغ انسانی پر جادو کے منتر اور افسول
مستولی ہو جاتے ہیں تو وہ فاجر القفل ہو جاتا ہے تو انہوں نے گویا یوں کہا کہ اس کی فصاحت و بلاغت
کے آگے ہماری عقل عاجز ہے تو اس کے جادو ہونے میں شک ہی کیا ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَا كَا قُلُوْبَانِ افْتَرَيْتُمْ خُلَا تُسَلِّكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُوْنَ
فِيْهِ كَلٰمِيْهِ شٰهِيْدًا اَبِيْنِيْ وَبَنِيْكُمْ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن گھڑ کر بنا لیا ہے۔
آپ فرمائیے اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو اللہ کے سامنے میرا کچھ اختیار نہیں رکھتے اور وہی بطور گواہ
میرے اور تمہارے درمیان اس پر کافی ہے اور وہی ہے بخشش فرمانے والا رحم کرنے والا۔

مشرکین کا یہ بھی خیال تھا کہ معاذ اللہ حضور پر کوئی جن آتا ہے اور وہ آکر جو کچھ کہہ جاتا ہے اس
کا نام قرآن رکھ دیا گیا اس کا جواب دیا کہ یہ جو افتراء کا الزام تم رکھتے ہو اس کا جواب قرآن کریم نے
دے دیا ہے کہ تَنْزِيْلٌ اَنْكُنَا بِ مِنْ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔ بنا بریں تو ہم تمہارا باطل ہے اور اس
معاقلہ میں میرے اور تمہارے مابین اللہ ہی گواہ ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَاۤءِ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْٓ مَا يَفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ
وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ آپ فرمادیجئے کہ میں رسولوں میں من حیث الرسول کوئی انوکھا رسول نہیں
ہوں اور میں خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا میں تو پیروی نہیں کرتا
مگر اسی کی جو مجھے وحی ہو میں نہیں مگر ڈر سنانے والا۔

یہاں اس امر کا ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ عربی زبان میں اُدْرِیْ۔ درایت اور اَعْلَمُ۔ علم سے ہے
درایت کہتے ہیں شکل اور قیاس و قرائن سے کسی بات کو سمجھنا اور علم کہتے ہیں جلنے کو یہاں ما اُدْرِیْ فرمایا
ما اَعْلَمُ نہیں فرمایا تاکہ ذہن فیصلہ کرے کہ نبی کا کوئی فیصلہ درایتا شکل و قیاس سے نہیں ہوتا بلکہ قطعی یقینی
حتیٰ اذعان ہو تا ہے۔ اب آیت کا مفہوم ایک حدیث سے اور واضح ہو جاتا ہے جو حضرت عثمان

بن مظلوم کے متعلق ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔
 غسل دیا پیشانی جو می اور خود ہی قبر میں لٹایا تو آپ کی بیوی حضرت ام علی رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں
 اور آپ نے فرمایا کہ وہ تو جنت کی چڑیا بن گئے۔

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کہ چونکہ حضور نے حضرت عثمان بن مظلوم کے ساتھ
 یہ سلوک فرمایا کہ غسل دیا پیشانی جو می نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں خود ہی لٹایا ان تمام قرائن کے ساتھ
 آپ کی بیوی نے فرمایا صَادَ عَصْفُورًا مِّنْ عَصَا فِرْعَوْنَ عَثْمَانُ جَنَّ جَنَّتِ کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا
 ہو گئے تو حضور نے فرمایا کہ قرینے اور اٹکل قیاس سے ام علی نے کہہ دیا مگر میں جو کچھ بھی کہوں گا وہ یقینی
 جتنی ہوگا چنانچہ حضور کے یہ لفظ ہیں وَاللّٰهُ لَا اُخْذِيْ وَاللّٰهُ لَا اُخْذِيْ وَانَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يَفْعَلُ بِيْ وَلَا
 يَكُوْنُ قِسْمُ خَدَاكِيْ مِّنْ اُتْكَلٍ اور قیاس سے نہیں جاتا قسم خدا کی میں اٹکل اور قیاس سے نہیں جاتا حالانکہ
 میں اللہ کا رسول ہوں جو کچھ میرے ساتھ کیا جائے گا اور جو کچھ تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ یعنی حضور
 جو خبر دیں گے وہ قطعی ہوگی یقینی ہوگی اذعانی اور حتمی ہوگی اور ہم جو خبر دیتے ہیں وہ اٹکل اور قیاس سے
 دیتے ہیں اس لیے اس کا غلط ہونا بھی ممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے عقیدہ میں عشرہ مبشرہ کو جو جنت کی بشارت دی گئی وہ قطعی تھی نہ کہ
 قرائن سے فرمائی گئی تو ما اذری میں بعض جاہل یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنی ذات سے علم کی نفی فرما
 دی یہ غلط ہے بلکہ شطن و فطن اور قیاس کا رد کیا کہ میری خبروں میں شطن و فطن و قیاس نہیں بلکہ وہ قطعی
 و حتمی ہے میں اگر صدیق و فاروق و عثمان و علی وغیرہ کو جنتی کہتا ہوں تو اپنی قطعی معلومات کی بنیاد پر کہ
 میں حشر کے واقعات سناتا ہوں تو وہ اذعانی اور حتمی ہیں۔ اس تقریب کے بعد مسئلہ واضح ہو گیا جو بد اعتقاد
 علم مصطفیٰ میں ما اذری کہہ کر زور دیتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ اس لیے کہ اذری استعمال ہی اس جگہ ہوگا جہاں
 غیر یقینی بات ہو اور علم وہاں استعمال ہوگا جہاں یقین کا درجہ پورا ہو اور کیوں نہ ہو جبکہ خود ہی فرمادیا
 اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ میں کسی خیال و قیاس کا اتباع نہیں کرتا مگر اسی کا جو میری طرف وحی ہو۔ اور
 وحی چونکہ قطعی ہوتی ہے اس بنیاد پر اس میں واہمہ اور شائبہ شبہ اور غلطی کا نہیں ہوتا۔ اسی لیے فرمایا۔
 وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں نہیں مگر کھلا ڈر سناتے والا۔ جو اللہ تعالیٰ کی اطلاع اور خبر کے
 ماتحت ہے اگے ارشاد ہے۔

قُلْ اَدْبِئْتُمْ اِنْ كَانَ مِنَ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَا شَهِدًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرٰٓئِيْلَ عَلٰى
 مُثَلِّهٍ قَامَ وَاسْتَكْبَرَتْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ آپ فرمادیجئے بھلا دیکھو تو اگر

قرآن کریم اللہ کے پاس سے ہوا اور تم اس کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ گواہی دی ایک گواہ نے بنی اسرائیل میں سے اسی طرح کی ایک کتاب کے نازل ہونے کی اور وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

اس آیت کریمہ میں حضرت عبداللہ بن سلام جو حافظِ توریت اور یہود کے بہت بڑے عالم تھے ان کی قطعیتِ بیان کی گئی اور بتایا کہ وہ توریت کو سن کر اور قرآن پاک کی حقانیت سمجھ کر ایمان لے آئے اور انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یہودیوں میں میرا وقار اتنا بڑھا ہوا ہے کہ اگر میرے اسلام کی انہیں خبر پہنچ گئی تو ممکن ہے ان میں سے کچھ ایمان لے آئیں۔ حضور نے یہود کے سرداروں کو بلایا اور فرمایا عبداللہ بن سلام کو تم کیا سمجھتے ہو انہوں نے کہا هُوَ سَيِّدٌ نَا وَسَيِّدُ اَنْبِيَا دُنَا۔ وہ ہمارے سردار اور سرداروں کے سردار ہیں تو حضور نے فرمایا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر تمہیں مسلمان ہونے میں کیا غدر ہوگا انہوں نے کہا ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر ہمیں مسلمان ہونے میں کیا انکار ہو سکتا ہے؟

حضور نے حضرت ابن سلام کو بلایا وہ سامنے تشریف لائے اور کلمہ پڑھ کر تصدیقِ اسلام فرمائی تو ان کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ اپنا منہ کا اگلا نکل گئے اور برہم ہو کر بگڑ کر کہنے لگے کہ هُوَا دُخْلُنَا وَادْخُلْ اَدَا دِلْنَا یہ ہماری قوم کے ایک ذلیل ترین آدمی ہیں ہم ان کے اسلام لانے کو کیا سمجھتے ہیں تو قرآن کریم نے فرمایا وَشَهِدَ شَهِدًا مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ قَامَنَ وَاسْتَكْبَرُتُجْرَأَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ تو ان کے اسلام کو سن کر بجائے اس کے کہ اتباع کرتے تم نے استکبار کیا اور اس کی وجہ من یہ ہے کہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ جن کو ایمان ملنا تھا وہ مومن ہو گئے جو ظالم گمراہ تھے وہ اپنے ظلم اور گمراہی کی دلیل میں پھنسے رہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرے کوع سورہ اخلاف ۲۶

اور کافروں نے مسلمانوں کو کہا اگر اسلام بہتر ہوتا تو عوام جاہل ہم سے پہلے اس طرف نہ جاتے اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب سوائے اس کے اور کیا کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَحْنَاهُ هَتْدً وَّابٍ فَنَسِيحُونَ هَذَا إِفْلَکٌ قَدِيبٌ

وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانِ عَزِيزٍ لِّبْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۚ وَبَشْرَى الْمُحْسِنِينَ ۝

إِنَّ الْإِنْسَانَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝
أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَبَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ وَفِطْرُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اُسْدًا ۖ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنًا ۚ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي اتَّخِذْتُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ وَارِنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

حالانکہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب (توریت) کہ وہ بجائے خود دین کی پیشوا اور خدا کی رحمت ہے اور یہ قرآن بھی اسی طرح کی کتاب الہی ہے توریت کی تصدیق کرتی ہے اور عربی زبان میں ہے تاکہ سرکش لوگوں کو عذاب سے ڈرائے اور نیکو کاروں کو خوشخبری سنائے۔

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر آخر تک اس عقیدہ پر جمے رہے نہ ان پر کسی قسم کا خوف اور نہ وہ آئندہ خاطر ہونگے۔
یہی جنت والے ہیں کہ ہمیشہ ہمیشاں میں رہیں گے یہ ان کے عملوں کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے مشکل (تکلیف) سے اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا اور انتہائی تکلیف سے اس کو جنا اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا کم از کم تیس مہینوں میں جا کر پورا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب آدمی اپنی پوری قوت کو پہنچتا ہے یعنی چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے خداوند تعالیٰ مجھے کو فیق دے کہ تیری نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر ادا میرے مانبا پر کی اور میں وہ کام کروں جس سے تو راضی ہو اور میرے لیے میری اولاد میں صلاحیت پیدا فرماں تیری طرف ہی جھکتا ہوں اور میں مسلمانوں (فرمانبردار بندوں) سے ہوں۔

یہی ہیں وہ لوگ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے جنت والوں میں یہ وہ سچا وعدہ ہے جس کا ان سے اقرار کیا گیا تھا دنیا میں۔

اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا ان مجھے تم سے دل پک گیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر میں زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی امتیں گزر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں (اور بیٹے سے کہتے ہیں) تیری قربانی ہو یا بلا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ یہ کہتا ہے یہ کچھ نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہو چکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزرے ہیں جن اور آدمیوں سے بیشک وہ برباد ہونے والے ہی تھے۔

اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجے ہیں تاکہ خداوند کریم ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں دنیا میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے تو آج تمہیں بدلے میں ذلت کا غلاب ہے بوجہ اس کے کہ تم نے تم تکبر کرتے زمین میں ناحق اور بدلہ اس کا کہ تم بے راہ روی کرتے تھے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا حَبَلُوا وَتَتَجَاوَزُهُنَّ سِيَآتُهُمُ فِي أَصْحَابِ النَّجْمَةِ وَعَدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا اتَّعِدَا ابْنِي أَن أَخْرَجَ وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهَآئِثْتَانِ مِنِّي إِنَّكَ إِذَا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا يَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّهِمْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِم مِّنَ الْجِبِّ ذَالِذِينَ أَنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ

وَبِكُلِّ دَرَجَةٍ مَّا عَمِلُوا وَبِوَفِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَهُمْ لَا يُلْظَمُونَ

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَمْ تَكُنْ فِي حَيَاتِكُمْ أَلَدُّ نِيبًا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بغيرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ

حل لغات

و۔ اور	قَالَ۔ بولے	الَّذِينَ وَهَبُوا	كَفَرُوا۔ کافر تھے
لَئِنْ يَنْزِلَ	أَمَّنُوا بِمُؤْمِنٍ تَحْتَهُ	كُودُ۔ اگر	كَانَ۔ ہوتا
خَبْرًا۔ اچھا تو	مَارَنَ	سَبَقُوا۔ آگے بڑھتے	نَارِہِمُ۔ انہوں سے
إِلَيْهِ۔ اس کی طرف	و۔ اور	إِذَا حَبَسَ	لَهُ۔ انہوں نے
يَهْتَدُوا۔ ہدایت پاتی	بِهِ۔ اس کی	فَسَبَقُوا لَوْنٍ۔ تو عنقریب کہیں گے	و۔ اور
هَذَا۔ یہ ہے	أَفَلَا تَجْعَلُ جَهَنَّمَ	قَدْ لَبِثُوا۔ پرانا	و۔ اور
مِنْ قَبْلِهِ۔ اس سے پہلے	كِتَابٍ۔ کتاب تھی	مُؤْنِسِي۔ موسیٰ کی	إِمَامًا۔ پیشوا
و۔ اور	رَحْمَةً۔ رحمت	و۔ اور	هَذَا۔ یہ
كِتَابٍ۔ کتاب ہے	مُصَدِّقًا۔ تصدیق کرنے والی	لِسَانًا۔ زبان	عَرَبِيًّا۔ عربی میں
لِيُنْذِرَ تِلْكَ ذُرِّيَّتَهُ	الَّذِينَ۔ ان کو جو	ظَلَمُوا۔ ظالم ہیں	و۔ اور
بَشَرِيٍّ رِجْوَى شَجَرِيٍّ	لِلْمُحْسِنِينَ۔ نیکوں کے لیے	إِنَّ۔ بیشک	الَّذِينَ۔ وہ جنہوں نے
قَالُوا۔ کہا	وَبَنَاءِ بِنَارٍ	اللَّهُ۔ اللہ ہے	لَهُ۔ پھر
اسْتَقَامُوا۔ اس پر چبے	فَلَا تَوْنِيں	خَوْفٌ۔ خوف	عَلَيْهِمْ۔ ان پر
و۔ اور	لَا۔ نہ	هُوَ۔ وہ	يَجْعَلُونَ رِجْمًا كَمَا كَانُوا
أُولَئِكَ۔ یہ ہیں	أَفْهَبُ۔ صاحب	الْجَنَّةِ۔ جنت	خُلْدٍ۔ ہمیشہ رہنے والے
يَهْنَأُ۔ اس میں	جَزَاءً۔ بدلہ	بِمَا۔ اس کا جو	كَانُوا تَحْتَهُ
يَكْسِبُونَ۔ کماتے	و۔ اور	وَمَكِينًا۔ ہم نے حکم دیا	الْإِنْسَانَ۔ انسان کو
بِوَالِدَيْهِ۔ اس کے باپ سے	إِحْسَانًا۔ نیکی کرنے کا	حَسَنَةً۔ اچھا یا اس کو	أُمَّةً۔ اس کی ماں نے
كُرْهًا۔ مشکل سے	و۔ اور	وَصَفَةً۔ بجز اس کو	كُرْهًا۔ مشکل سے
و۔ اور	حَسَنَةً۔ اس کا اچھا	و۔ اور	وَفَضْلًا۔ دودھ چھوٹنا
تَلْثُونَ۔ تیس	شَهَدًا۔ مہینے سے	حَتَّى۔ یہاں تک کہ	إِذَا حَبَسَ
بَلَّغَ۔ پہنچا	أَشَدَّ۔ اپنی جوانی کو	و۔ اور	بَلَّغَ۔ پہنچا

اُدْعِيْنِ بِجَالِيْسِ	سَنَتَا سَالِ كُو	قَالَ - كَمَا	رَبِّ - اے میرے رب
اَوْزَعْنِيْ رُحْبَةً تَوْفِيْقٍ دُو	اَنْ رِيْ كَه	اَشْكُرُ مِنْ شِكْرِ كُرُو	نِعْمَتِكَ - تیری نعمت کا
اَلَّتِيْ دُجُو	اَلْعَمْتُ - تُوْنِ اَحْسَانِ كِيَا	عَلِيٍّ - مَجْدٍ پَر	وَر - اور
عَلِيٍّ - اُوپر	وَالِدَتِيْ بِمِثْرِ مَانَا بِكِي	وَر - اور	اَنْ رِيْ كَه
اَعْمَدٌ مِنْ عَمَلِ كُرُو	صَالِحًا نِيَك	تَوَضُّعًا جِسْمِيْ تَوَلِّدُ كَرِي	وَر - اور
اَصْلَحُ - درست کی دے	رَبِّيْ - میرے لیے	فِيْ - بِيَج	خُذْنِيْ - میری اولاد کے
رَافِيْ رُبَشِيْكَ مِيْنِ نِي	تُبْتُ - تُوْبِ كِي	اِلَيْكَ - تیری طرف	وَر - اور
رَافِيْ رُبَشِيْكَ مِيْنِ	مِنْ الْمُسْلِمِيْنَ - فَرَاغِ دَارُوں سِيْ هُو	اَدْلِيْكَ - يِه	وَر - اور
اَلذِيْنَ - وَه مِيْنِ كَه	نَتَقَبَّلُ بِهْمِ قَبُوْلِ كَرِيْ كِي	اَحْسَنَ - اِيْجِي	وَر - اور
مَا رُجُو	عَمِلُوْا - كَامِ كِي	نَتَجَادُوْا - دَرَكِزِ كَرِيْ كِي	وَر - اور
عَنْ رِي	سَيَا رَتْمُ - بَرَا بِيَاں	فِيْ اَصْحَبِ الْجَنَّةِ - جَنَّتِ وَالْوِلُوں مِيْنِ	وَر - اور
وَعْدَ - وَعْدِ هِي	الصِّدْقِيْ - سِجَا	اَلذِيْ - وَه جُو	وَر - اور
يُوْعَدُوْنَ - وَعْدِ دِيْ جِي	وَر - اور	اَلذِيْ - وَه جُو	وَر - اور
لَوَالِدَتِيْ - اِيْنِيْ مَانَا بِكِي	اَوْت - اَفْسُوْس	لَكُمَا - تَمِ پَر	وَر - اور
وِيْتِيْ هُو	اَنْ رِيْ كَه	اُخْرِجْ مِيْنِ اَلْطَّيْبِ اَجَاوْنِگَا	وَر - اور
قَدْ - بِيْشِيْكَ	خَلَّتْ - گِزِرِ كِي	اَلْقُرُوْنُ - كِيْ زَمَانِي	وَر - اور
وَر - اور	هَآ - وَه	يَسْتَعِيْنُ - فَرَا دِ كَرِي	وَر - اور
كَذَلِكَ - تَجْمِيْدِ اَفْسُوْس	اَمِنْ - اِيْمَانِ لَّا	اِنَّ - بِيْشِيْكَ	وَر - اور
اَللّٰهُ - اَللّٰهُ كَا	حَقٌّ - سِجَا هِي	فَيَقُوْلُ - تُو وَه كِهَتَا	وَر - اور
هَذَا رِي	اَلَا مَكْرُ	اَسَا طِيْرُ كِهَانِيَاں	وَر - اور
اَوَّلِيْكَ - يِه	اَلذِيْنَ - وَه مِيْنِ كَه	حَقٌّ - حَقِّ هُوِي	وَر - اور
اَلْقَوْلُ - بَابِ	فِيْ - بِيْج	اَمِيْرُ - اَمْتُوں كِي	وَر - اور
خَلَّتْ - گِزِرِ كِي	مِنْ قَبْلِيْ - اَنْ سِيْ پِي	مِنْ اَلْحَيِّ - جِنُوں	وَر - اور
اَلْاِنْسِ - اَلنَّاسُوں سِي	اَنَّهُمْ - بِيْشِيْكَ وَه	كَأَنُوْا - تَحِي	وَر - اور
وَر - اور	لِكُلِّ - ہر اِيْكِي كِي	دَرَجَتُ - دَرَجِي مِي	وَر - اور

یَوْمَ قُيِّمُ تَاكِرُ لِيُوَادَّ اَنْكُو اَعْمَا لَمْ مَرَّ اَنْ مَل	و۔ اور	عَمَلُو جو عمل کیسے
لَا رَنَ	مُحَرَّ وَه	و۔ اور
لِيُعْرَضَ بِمِشْ كَيْسَ جَانِئِئِ	يَوْمَ مَجْدِن	و۔ اور
اَلْاَيْنِ رَهْ جُو	عَلَى اَوِيَر	كَمْ فَا كَا فَرِيں
اَذْهَبْتُمْ لے چكے تم	فِي رِيَج	طَبِيبَا تَكْمُ پاك چيزیں اپنی
الدُّنْيَا دُنْيَا كِي مِيں	اَسْتَمْتَعْتُمْ فَا نَدَه اَكْهَا يَاتْم لے	و۔ اور
بِهْمَا اَنْ سَے	مُجْهَوْن بَدَلہ پاؤ گے	فَا لِيَوْمَ تَوَا ج
اَلْمُؤُونِ ذَلَّتْ كَا	كُنْتُمْ رَقْعے تَم	بِهْمَا بِر سبب اس كے جُو
تَسْكَبُوْن تَكْبَر كرتے	لِيَعْبُدَ لِيَعْبُر	اَلْاَرْضِ زَرْعِيْن كے
فِي رِيَج	كُنْتُمْ رَقْعے تَم	بِهْمَا بِر سبب اس كے جُو
و۔ اور		
اَلْحَقُّ حَق كے		
تَفْسُقُوْن كَنَاه كرتے۔		

حَلُّ لُغَاتِ نَادِرَہ

اِفْلَکْ قَدَرِیْہَ قَدِیْمی جھوٹ

اِمَامَا پشوا رہنا

کَمْ هَا بمعنی مشقت تکلیف

فِصَالُہ فِصَال اور فِصَل دونوں کے معنی دودھ چھڑانے کے ہیں۔

اَسْتَدَا کا پورسی قوت۔

اَوْزَعْنِی توفیق دے مجھے۔

اُف ایک آواز ہے جو اس وقت نکلتی ہے جب وہ کسی کو جھڑکتا ہے۔

وَيْلَکَ وِیْل ایک ایسا حکم ہے جو بددعا کے موقع پر تباہی و ہلاکت کے لیے بولا جاتا ہے

حَقّ پہنچتہ اور ثابت ہونے کے معنی دیتا ہے

عَذَابُ الْمُؤُونِ ہتوان سے ہے جس کے معنی حقارت و ذلت کے آتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ اخلاف پ ۲۶

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانُوا خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَحَرِهِنَّ هُنَا مُقَامُهُنَّ سَبَقُونَهُمْ هَذَا الْفُلُ قَدْ يَكُونُ - اور منکر مسلمانوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر دین اسلام بہتر ہوتا تو یہ عوام الناس ہم سے پہلے اس کی طرف نہ دوڑ پڑتے تو جب قرآن کے ذریعے ان کو ہدایت نہ ہوئی تو اب سولے اس کے اور کیا کہیں گے کہ یہ (تو ایک) قدیمی جھوٹ ہے۔

دعوت اسلام کے بعد حضرت عمار بن یاسر، صہیب رومی، بلال حبشی وغیرہ جب اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے اسی کو وجہ اعتراض بنالیا اور کہا لو کہ خیرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ، اگر تعلیم مصطفیٰ اور قرآن میں بھلائیاں ہوتیں تو ہم سے پہلے یہ غریبوں کو اسلام نہ لاتے۔ مگر چونکہ بھلائی نہیں اس لیے یہ ضغفاد و فقر عرب مسلمان ہو گئے اور ہم جو نیک جانتے ہیں کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے اس لیے ہم نے اسے قبول نہیں کیا علامہ آلوسی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

فَاخْرَجَ ابْنُ الْمُثَنَّى رَعْنُ عَوْنُ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ كَانَتْ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَةٌ أَسْلَمَتْ قَبْلَهُ يُقَالُ لَهَا زَيْنَرَةٌ فَكَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُضَرِّعُهَا عَلَى إِسْلَامِهَا وَكَانَ كَفَّارٌ قَرِيبٌ يَقُولُونَ لَوْ كَانُوا خَيْرًا مَّا سَبَقْتَنَا إِلَيْهِ زَيْنَرَةٌ فَأَتَتْهُ تَعَالَى فِي شَأْنِهَا - حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک لونڈی تھی جس کا نام زینرہ تھا وہ اسلام لے آئیں اور حضرت فاروق اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تو آپ نے اسے مارا اور کفار مکہ نے کہا کہ اگر اس اسلام میں بہتری ہوتی تو ہم سے پہلے زینرہ اسلام نہ لاتی۔ مگر یہ ضغفاد قوم کا ایک گروہ ہے جس میں یہ سب شریک ہو گئے ہیں تو قرآن کریم نے اس پر فرمایا۔

کہ جب یہ اسلام نہیں لائے تو یہی کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔ غرض کہ مشرکین نے اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن اسلام کو اپنی حقانیت کی روشنی میں پروان چڑھنا تھا چڑھا اور کثافت عالم میں اپنی نودریزی کی اسی پران کی بیدینی کا اظہار فرماتے کہ اور خدا ہوا کہ یہ اسی کے خلاف نہیں ہیں اس سے پہلی کتابوں کے بھی منکر رہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَدَحْشَةً وَهَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانِ عَمْرٍاءَ لِيُنْذِرَ الَّذِينَ آمَنُوا وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ - اور قرآن سے پہلے حضرت موسیٰ کی کتاب یعنی توریت نازل

ہو چکی کہ وہ بجائے خود دین کی پیشوا اور خدا کی رحمت ہے اور یہ قرآن بھی اسی طرح کی کتاب الہی ہے تو ریت کا مصدق عربی زبان میں تاکہ جو لوگ بڑے سرکش ہیں ان کو عذاب خدا سے ڈرائے یعنی تو ریت جب موسیٰ علیہ السلام پر آئی تب بھی یہ خلاف ہی رہے اور قرآن آیا تو بھی یہ مخالف رہے حالانکہ یہ مبارک کتاب عربی زبان میں اسی لیے آئی تھی کہ قوم کو ڈر سناٹے اور راہ راست پر لائے چنانچہ جو منصف مزاج تھے اور حق نوش و حق نیوش تھے مثل عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے انہوں نے علی الفور اسلام قبول کر لیا اور جو حسدورز اور عاند تھے وہ جب بھی خلاف رہے اور اب بھی خلاف اسی لیے یہ قرآن کریم نیکوں کو بشارت دیتا اور بدوں کو ڈر سناٹے ہے۔ چنانچہ آگے صاف لفظوں میں ارشاد باری ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر آخر وقت تک اس عقیدہ پر ثابت قدم رہے تو آخرت میں نہ تو ان پر کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح سے آزرہ خاطر ہوں گے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یہی لوگ تو اہل جنت ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

آپ کریمہ میں بتایا گیا کہ جو صدق نیت اور حسن عقیدت سے اللہ تبارک و تعالیٰ کو رب مان لے اور اس پر ہمیشہ کے لیے ثابت قدم رہے تو اسے کوئی خوف و غم نہیں بخوف کہتے ہیں اس کیفیت کو جو انسان پر اس سے زبردست کی طرف سے حائل ہو اور حزن اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل کرنے میں انسان سعی کرے اور ناکام رہے تو یہ دونوں باتیں ربنا اللہ کہنے والے کے لیے نہیں ہیں نہ اسے اپنے سے اعلیٰ و بالا کا خوف اور نہ اسے کسی چیز کے حاصل نہ ہونے کا ملال چنانچہ دوسری جگہ اس کو بالوفاحت فرمایا جو بارہ جو بیس میں مذکور ہے

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَلْهَوْا وَلَا تَلْهَوْا
وَابِشْرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ مَخْرُجًا أُولَٰئِكَ فِي الْجَنَّةِ الدَّائِمِينَ فِي الْأُخْرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا كُشْتُمْ أَنفُسُكُمْ وَلكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ نَزَّلَ مِنَ غَمُودٍ الرَّحِيمِ۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ربنا اللہ بالاستقامت کہنے والے پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اس کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔ آخرت کی طرف سے اس کو بے فکر کر دیتے ہیں و ابشروا بالجنة کہہ کر اور دنیا میں دنیاوی زندگی اور آخروی زندگی دونوں میں خدائی مدد کا وعدہ کیا گیا اور اسی زندگی کی طرف ضمیر کو لوٹا کر

پہنچ کر تے وقت رحم کیا اور دعا بھی تعلیم دی تو ابھی مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکریہ بجالاؤ جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائیں اور صلاحیت پیدا فرما میری بولاد میں نیکیوں کی اور مجھے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی استعداد دے تاکہ میں تازہ دست ان کا شکر گزار رہوں اور نیک عمل کروں میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں تیرا فرمانبردار ہوں۔ اس پر باری تعالیٰ عزا اسمہ کی طرف سے قبولیت کا وعدہ فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَقَبِلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَتَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْحَنَةِ وَعَدَّ الْعَذَابَ الَّذِينَ كَانُوا يُوعَدُونَ۔ یہی وہ ہیں جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمادیں گے جنتیوں کے شمول میں یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا تھا۔

آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے کہ نیکو کاروں پر سب گناہوں کے مغفرت اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا اور اس پر وعدہ حتیٰ ہے کہ یہ سارا سچا وعدہ ہے۔ آگے ارشاد ہے باعتبار سیاق مضمون والدین ہی کے حقوق پر ارشاد ہے وَاللّٰهُ يَقَالُ لَوَالِدَايَ اُفٍّ لَّكُمَا اَتَعْمَدَانِيْ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَيْتَ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَفِئِفْنِ اللّٰهَ وَيُلْكُ اِمْرًا اَنْ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا فَيَقُولُ مَا هَذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلٰىنَ۔ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تعف ہے تم دونوں پر کیا تم مجھے قبر سے نکل کر دوبارہ زندہ ہونے کا وعدہ دلا ہو حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کہ تیرے لیے خرابی ہو ایمان لے آئے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ فقط اگلوں کی کہانیاں ہیں (حقیقت نہیں) معاذ اللہ

یہ کسی خاص فرد کا ذکر نہیں ہے بلکہ عام افراد کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نصیحت بھی کریں کہ وہ انکار کرتے ہوئے ان کو جواب دیدیتے ہیں کہ اتنے مر گئے ان میں سے کوئی زندہ نہ ہوا تو میں کیسے زندہ ہوسکوں گا۔ اس پر جنہیں ایمان کا نور عطا ہوا وہ اسے سب کر تے ہوئے کہتے ہیں وَلَيْلَکَ تیری خرابی اِمْ اِنْ اِیْمَانِ لا اور ایسی باتیں نہ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں یہ کچھ نہیں یہ پرانے قصے کہانیاں ہیں۔ آگے ارشاد ہے اُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فَاَمْسَوْا وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ سَبْعُ نَجْعٍ وَاَلَمْ یَسِمْ کَانُوا لَخَسِرٰتٍ وَاَنْتَ لَا تَدْرٰی جَنَّتْ مِمَّا عَمِلُوْا وَهُمْ لَا یُظَلُّوْنَ۔ یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہو چکی ان گروہوں میں جو ان سے پہلے ہو گزرے جن اور انسانوں میں سے بے شک وہ دریاں کا رتھے اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے مطابق دے دیے ہیں اور خداوند کریم انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا مفہوم آیت واضح ہے آگے ارشاد ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَدْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ۔ اور قیامت کے دن جب کافر دوزخ پر پیش کیے جائیں گے تو ان سے فرمایا جائے گا کہ تم دنیا کی زندگی میں اپنے حصہ کی پاکیزہ چیزیں فنا کر چکے اور ان کو برت کر فائدہ حاصل کر چکے تو آج تمہیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کی سزا ہے کہ تم دنیا میں تکبر اور نافرمانی و حکم عدولی کرتے تھے۔

جب جہنم کی چیزیں جہنمیوں کو پیش کی جائیں گی تو وہ دنیا کی چیزوں کو یاد کریں گے تو ارشاد ہو گا وہ چیزیں تو تم دنیا میں کھا چکے اور دنیا میں لے چکے اس سے تمتع حاصل کر چکے آج کے دن تمہیں ذلت کے عذاب میں مبتلا کیا گیا ہے لہذا وہی چیزیں جو عذاب والوں کے لیے ہیں تم بھی لو تم دنیا میں تکبر کرتے تھے۔ اور بے حکم تھے اس کا بدلہ آج تمہیں ملے گا۔ مزید تشریح یہ ہے کہ لذائذ دنیا اور عیش دنیا سے مراد تندرستی اور جوانی ہے جو انہوں نے فسق و فجور میں ضائع کی۔

بعض نے کہا کہ النعمہ والطعمہ لذیذہ اس سے مراد ہیں بچانچہ حدیث میں ہے۔ باوجودیکہ آپ کا مقام و درجہ یہ ہے کہ

مالک کو نہیں ہیں گویا اس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ ہیں
خود بھی فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمام نعمتیں ہیا کر سکتا ہوں۔ مگر میں آخرت کو ترجیح دیتا ہوں۔ حضور کے دولت سرے اقدس میں حدیث کے مندرجات کے مطابق پورا پورا ہمینہ گزر جاتا کہ آگ نہ جلتی تھی چند کھجوروں اور پانی پر گزر جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں چاہتا تو تم سے اچھا کھانا کھاتا مگر میں اپنا عیش و راحت آخرت کے لیے باقی رکھنا چاہتا ہوں۔

با محاورہ ترجمہ تفسیر رکوع سورہ اخلاف ۲۶

اور یاد کیجئے عاد کے ہم قوم جب اس نے سرزمین
اختلاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈر
سنائے ملے گزر چکے اور اس کے بعد ڈر کہا کہ
خدا کے سوا مت پوجو بے شک مجھے تم پر بڑے حق
کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

وَإِذْ كَرِهَ آخَاعُ إِدُّ إِسْتَدَّ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ
وَقَدْ خَلَّتِ السَّكْرُ مِنْ يَدَيْهِ
مَنْ خَلْفَهُ أَنْ لَا تُعْبَدُ إِلَّا اللَّهُ إِنْ
أَفْ عَلَيْكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ

قَالُوا اجْتَنِبْنَا إِنَّا نَخَافُكَ عَنِ الرِّهْتِنَا فَأَتَيْنَا
بِنَا تَعْلَمُ مَا إِن كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ه

قَالَ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَإِلَٰهُكُمْ
مَّا أُوسِلْتُ إِلَيْهِ وَإِلَٰهُكُم قَوْمُ
مُجَاهِدُونَ ه

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ
قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّطَرٌ تَابِلٌ هُوَ
مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رَجِعْ فِيهَا عَدَابُ
الْبَٰئِثِ ه

ثُمَّ دُمِّرَتْ كُلُّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا
لَا يُرَى إِلَّا مَسَٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ
نَجِّنِي الْقَوْمَ الْفَٰسِقِينَ ه

وَلَقَدْ مَكَنَّا فِي مَآرِنٍ مَّكَنَّا فِيهَا
وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَآبْصَارًا
أَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ
وَلَا آبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ
إِذْ كَانُوا يَجْعُدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ
بِهِمْ مَا كَانُوا يَٰبِسُ هَٰؤُلَاءِ ه

وہ بولے کیا تم اس لیے آئے ہو کہ تم ہمارے معبودوں
سے ہمیں بھیرو تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو
اگر تم سچے ہو۔

اس نے فرمایا کہ اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے میں تمہیں
اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں ہاں میری دانست
میں تم نے جابل لوگ ہو۔

پھر جب انہوں نے عذاب کو بادل کی طرح آسمان
پر پھیلے ہوئے دیکھا تو کہا یہ بادل ہے جو ہم پر سے
گھا بیکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے ایک
آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے
تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ نظر نہ آتے تھے
مگر ان کے رہائشی مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں
مجرموں کو۔

اور بے شک ہم نے انہیں وہ مقدور دیے جو تمہیں
نہ دیے تھے اور ان کے لیے کان اور آنکھ اور دل
بنائے تو کچھ کام نہ آئے ان کے کان اور ان کی آنکھیں
اور ان کے دل جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے
تھے اور گھیر لیا انہیں اس عذاب سے جس کی وہ
سنسی بناتے تھے۔

حل لغات

عَادَ - عاد کا
بِالْأَحْقَافِ - احقاف

أَخَا - بھائی
قَوْمَهُ - اپنی قوم کو

أَذْكُرُ - تذکرہ کرو
أَتَذَكَّرُ ذُرَايَا اس نے

ذُرَّ - اور
إِذْ حَبِيبٌ

علاقہ میں	و۔ اور	قَدْ بَشَكَ	خَلَّتْ كَذِبُكَ
النَّارُ دُرَانِے وَلے	مَنْ يَبِينُ مَيْدَانِهِ۔ اس سے پہلے بھی	و۔ اور	و۔ اور
مَنْ خَلَقَ۔ اس کے بعد بھی	إِلَّا۔ یہ کہ نہ	لَعِبْدَاؤِ لَوْجُو	لَعِبْدَاؤِ لَوْجُو
إِلَّا۔ مگر صرف	اللَّهُ۔ اللہ کو	أَخَافُ۔ ڈرتا ہوں	عَظِيمٍ۔ بڑے سے
عَلَيْكُمْ۔ تم پر	عَذَابٍ۔ عذاب	يَوْمَ۔ دن	جُمُنَا۔ تو آیا ہمارے پاس
قَالُوا۔ بولے	آ۔ کیا	فَاتِنَا۔ تو لا ہمارے پاس	يَمَانِجُو
عَنْ إِلَهِنَا۔ ہمارے معبودوں سے	نَقْدُ۔ وعدہ دیتا ہے تو	إِنْ۔ اگر	كُنْتُ۔ ہے تو
مِنَ الصِّدِّيقِينَ۔ سچے لوگوں سے	أَلْعَلُّو۔ علم	قَالَ۔ فرمایا	إِنَّا۔ بات صرف یہ ہے کہ
أَبْلَغُكُمْ مِّنْ سَبِيحَاتِهَا	عَتَدَ۔ پاس	اللَّهُ۔ اللہ کے ہے	و۔ اور
و۔ اور	لِكُنِّي۔ لیکن میں	أُرْسِلْتُ۔ بھیجا گیا ہوں میں	یہ۔ ساتھ اس کے
يَهْمَلُونَ۔ جاہلوں کی	فَلَمَّا۔ تو جب	أَرَاكُمْ۔ دیکھتا ہوں تم کو	قَوْمًا۔ قوم
مُسْتَقْبِلِ۔ آتا ہوا	أَوْدِيَّتِهِمْ۔ ان کے میدانوں میں	رَأَوْكُمْ۔ دیکھا انہوں نے ایک	عَارِضًا۔ بادل
عَارِضٌ۔ بادل ہے	مُطِيرٌ۔ بارش برساتے گا	هَذَا۔ یہ	بَلْ۔ بلکہ
هُوَ۔ وہ ہے	مَا۔ جو	اسْتَعْجَلْتُمْ۔ جلدی کی تھے	يَسِرَ۔ اسکی
رَبِّجَ۔ آندھی ہے	فِيهَا۔ اس میں	عَذَابٍ۔ عذاب ہے	أَلِيمٌ۔ دردناک
تَدْرِكُهُ۔ توڑتی تھی	مَلَّ۔ ہر	شَيْءٍ۔ چیز کو	بِأَمْرِ۔ حکم سے
رَبَّنَا۔ اپنے رب سے	فَاَصْبَحُوا۔ تو ہو گئے	لَا۔ نہیں	يُرَى۔ نظر آتے تھے
إِلَّا۔ مگر	مَسِكْنُهُمْ۔ ان کے گھر	كَذَلِكَ۔ اسی طرح	فَيُخْرِجِي۔ بدلہ دیتے ہیں ہم
الْقَوْمِ۔ قوم	الْمُجْرِمِينَ۔ مجرم کو	و۔ اور	لَقَدْ بَشَكَ
مَكْنَهُمْ دِينَے انکو طاقت دی	فَيَمَّا۔ اتنی کہ	إِنْ۔ نہیں	مَكْنَهُمْ۔ طاقت دی تم کو
فِيهِ۔ اس میں	و۔ اور	جَعَلْنَا۔ بنائے ہم نے	لَمْ۔ ان کے
سَمْعًا۔ کان	و۔ اور	الْأَصْدَادَ۔ آنکھیں	و۔ اور
أَفْبَدَ۔ دل	فَمَا۔ تو نہ	أَغْنَى۔ کام آئے	عَنْهُمْ۔ ان کے

مُحَرِّمٌ - ان کی	اَيُّهَا الَّذِيْنَ	وہ اور	مُحَرِّمٌ - ان کے کان
مِنْ شَيْءٍ كَيْفَ	اَقْتَدَيْتُمْ - ان کے دل	لَا رَمَّ	وہ اور
بِآيَاتِ	يَجْعَلُوْنَ - انکار کرتے	كَانُوا رَحْمَةً	اِذْ يَجْعَلُ
بِهِمْ - ان کو	حَاقٍ - گھیر لیا	وہ اور	اللَّهُ - الہی کا
لِيَسْهَرُوْا نَفْسًا	یہ - اس کا	كَانُوا رَحْمَةً	مَا - اس نے کہ

حل لغات تاوہ

اَحْقَافٌ :- جمع حَقْف - اس ریت کے ٹیلے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک طرح کا ٹیرھا پن اور جھکاؤ ہو یہاں مراد وہ سرزمین ہے جس میں قوم عاد آباد تھی۔

نُذْرٌ :- جمع نَذیر بمعنی ڈرنے والا۔

لِتَاوَلَكُنَّ :- اَفْكَ کہتے ہیں پھینکے کو۔ بولا کرتے ہیں اَفْكَ عَنْ رَأْيِهِ اُمِّي صَرَفَ :-

عَادَ :- اس ابر کو کہا جاتا ہے جو ابتداء آسمان کے کناروں پر دیکھا جاتا ہے پھر پھیل کر سارے آسمان پر بچھا جاتا ہے۔

مُسْتَقْبَلٌ اَوْ دِيْنَهُمْ :- مستقبل بمعنی متوجہ ہونے کے۔ اَوْ دِيْنَهُ جمع وادی۔ کھلے میدان کو کہا جاتا ہے۔

مُطَهَّرٌ :- برسنے والا

تَنْقِطٌ :- تدمیر سے ہے۔ اکھاڑ کر پھینکنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو تفسیر اردو سورہ اَحْقَاف ۲۶

وَ اَذْكُرْ اَخَاعَادِ اِذَا اُنْذِرْتُمْ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ - اور یاد کیجئے عاد کے ہم قوم کو جب اس نے اپنی قوم کو سرزمین اَحْقَاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈرنا نے والے گزر چکے اور اس کے بعد بھی آئے اور یہ کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو بے شک مجھے تم پر بڑے عذاب کا

اندیشہ ہے۔

یہ قوم بدوی جنگل کی رہنے والی تھی اور جس جنگل میں رہتی تھی وہ نہایت نامہوار اور ٹیڑھا تھا اسی وجہ سے ہی اس جنگل کو احتفات کہتے تھے۔ عربی محاورہ میں احتفات ایسی سرزمین کو کہا جاتا ہے جو نامہوار افسح ہو۔ یہاں حسب موقع اس امر کا بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ سورۃ مبارکہ کا نام احتفات رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ ان کے متعلق یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ سورۃ قرآنیہ کے تمام نام بعد میں ہی رکھے گئے اور اس کے رکھنے کی صورت یہ رکھی کہ جس سورت میں جس کا ذکر اہمیت کے ساتھ بیان ہوا اسی نام کے ساتھ اس سورت کا نام ہو گیا مثلاً بقرہ اس میں چونکہ گلشے کے ذبح کرنے کا ذکر خاص طور پر ہے اور اِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً۔ اسی بنا پر اس کا نام بھی سورہ بقرہ رکھ دیا گیا۔ اور الحمد شریف کا نام سورہ فاتحہ اس بنا پر رکھا گیا کہ رکعات نماز میں اسی سے افتتاح ہوتا ہے۔ آل عمران اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں زیادہ ذکر آل عمران کا ہے۔

وقس علیٰ ہذا تمام سورۃ قرآنیہ کے نام اس سورت کے مضمون ہتم بالشان کے ماتحت ہی رکھا گیا ہے تمام قرآن اسی طرح سورتوں کے نام سے منہیں ہے مگر یہ وجہ کے ذریعہ نام نہیں ہے بلکہ بعد میں سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کو یہ نام رکھوئے۔ سورہ احتفات میں چونکہ قوم عاد کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا گیا اور وہ احتفات میں رہتے تھے تو سورۃ کا نام بھی احتفات ہو گیا۔

یہ قوم بدوی سرکش ضدی اور ہٹیلی تھی اس پر عذاب بھی ایسی ہی شان کا آیا کہ رات کو یہ آرام سے سوئے اور صبح ایک بھی نہ بچا صرف ان کے مکان ہی رہ گئے اسی کا تذکرہ فرمایا گیا۔ تو اس قوم کو حضرت ہود علیہ السلام نے ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تم عذاب الیم میں مبتلا نہ ہو جاؤ تو بچاؤ خوفزدہ ہونے اور آپ کی ہدایت قبول کرنے کے بگڑ گئے اور کہا۔

فَاٰلَکُمْ اٰجْتَنَّا لِنَأْتِیَکُمْ فَاْتِیْنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ بولے لائے ہیں آپ ہمارے پاس ایسی تعلیم جو ہمارے معبودوں سے ہمیں مخوف کر دے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ آپ جس عذاب سے ڈر رہے ہیں اسے پورے کیجئے اور اسے ہمارے اوپر آنے دیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّمَا اَعْلَمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَابْلَغُکُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَیْکُمْ وَلَیْسَ لَیَّ اَدَاکُمْ قَوْمًا جَہْلُوْنَ۔ اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو تمہیں اب رب کا پیغام پہنچاتا ہوں میری توفیق و دانست میں تم نہ بے جا ہلکے اور جہالت کا نتیجہ ہمارا ہی بنا ہی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ اپنی جہالت پر اڑے رہے اور حضرت

ہود علیہ السلام کی ذاتی تواہوں نے ایک ابرو دیکھا جو بہ سنے والا تھا مگر وہ ان کے اس مطالبہ کو پورا کرتے آیا تھا جو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے مانگا تھا کہ وہ عذاب ہم پر نازل کر دیجئے اس میں بجائے اس کے کہ پانی ہو اور ان پر برستا۔ ریح ضرر تند و تیز ہو جو آگ میں دھکی ہوئی گرم چٹان پر قرآن کریم فرماتا ہے رِیحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ وہ ایک ہوا تھی جس میں دردناک عذاب تھا وہ چلنے لگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریت بھر دہ چلی اور سب کچھ ہلاک کر گئی چنانچہ اس کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

نَذَرْنَا كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاجِدُهُمْ كَذَّبْتُمْ عَنْ يَمِينِ الْقَوْمِ الْخَبِيرِينَ سرخیز کو تباہ کر ڈالتی ہے تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان کا ایک بھی نظر نہ آتا تھا مگر ان کے گھر (تھے) ایسے ہی ہم غرموں کو سزا دیتے ہیں۔

ایک پیغمبر کا انکار کرنا اور ہدایت سے منحرف ہونے کا یہ نتیجہ ان کو ملا اور اب ان کا قصہ اور لوق قرآنی میں موجود ہے چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آندھی کے عذاب نے مردوں عورتوں چھوٹوں بڑوں سب کو ہلاک کر دیا ان کے اموال آسمان اور زمین کے درمیان اڑتے پھرتے تھے۔ چیزیں پارہ پارہ ہو کر ضائع ہو گئیں اور اڑتی تھیں اور حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے گرد ایک خط کھینچ دیا تھا جب ہوا اس خط کے اندر آتی تو نہایت نرم پاکیزہ فرحت انگیز سرور ہوتی اور وہی ہوا انفراتوں کے لیے موجب ہلاکت یہ حضرت ہود علیہ السلام کا معجزہ عظیم تھا۔ اگے ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَنَّاكُمْ فِمْقَارًا مَّكَنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ سَمْعًا وَابْصَارًا فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا اقْبُدَتْ لَهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْعُدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ اور بیشک ہم نے انہیں وہ مقدر دیے جو تمہیں نریے اور ان کے لیے کان ناک دل بنائے تو ان کے کان آنکھ اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں گھیر لیا اس عذاب نے جس کی وہ ہنسی بناتے تھے یعنی مکہ والوں سے عمر میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور مال میں بھی فارغ البیل تھے۔

تشریح احتاف

احتاف جمع حق ہے اس ریت کے ٹیلے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک طرح کا ٹیرا ملا ہے اور جھکاؤ ہو جب کوئی چیز ٹیرا ہی ہو جاتی ہے تو اسے حَقُّوقُ الشَّيْءِ بولا جاتا ہے۔ یہاں احتاف سے مراد سرزمین ہے جہاں قوم عدا آباد تھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ جگہ نمان و ہرہ کے درمیان واقع ہے۔ حضرت ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ اس بلادہ عادیہ کا نشت بالیہین و لہاؤ

كَانَتْ رِأْسَ ذَاتِ الْعِمَادِ - وَقَالَ ابْنُ اسْحَاقَ مَسَاكِنُهُمْ مِنْ عُمَانَ إِلَى خَضِرَ مَوْتِ - حضرت ابن عطیہ قوم عاد کی بستیوں کو یمن میں ظاہر فرماتے ہیں اور یمن کی بھی ایک مخصوص بستی جسے ارم سے تعبیر کیا جاتا ہے جہاں بڑے قد آدم لوگ آباد تھے۔ مگر ابن اسحاق قوم عاد کی سکونت گاہ عمان اور حضر موت کے درمیان بیان فرماتے ہیں۔ ماخوذ از روح المعانی۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورہ اخفاف ۲۶

اور بے شک ہم نے ہلاک کر ڈالیں تمہارے اس پاس کی بستیاں اور ہم طرح طرح کی نشانیاں ملے تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

تو کیوں نہ مدد کی انہوں نے جن کو اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کے لیے خدا ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ ان کا جھوٹ اور افتراء تھا۔

اور جبکہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے جو کان لگا کر قرآن سنتے پھر جب وہ وہاں ہوتے وہ آپس میں بولے خاموش رہو۔ تو پھر تلاوت ہو چکی تو اپنی قوم کی طرف ڈر سلتے ہوئے پلٹے۔

وہ بولے اے ہماری قوم ایک کتاب ہم نے سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حق اور سیدھی راہ دکھاتی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچائے۔

اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ ملے وہ زمین میں اللہ کے قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقَرْيِ
وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ

فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الْإِنِّينَ اتَّخَذُوا مِنْ
دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً بَلْ صَلَّوْا عَنْهُمْ
وَفَلَّحْ أَفْلَحُكُمْ وَمَا يَغْتَرُونَ

وَرَادَّ صَرْفْنَا إِلَيْكَ لَقَرًا مِّنَ الْجِنَّ يَسْتَمْعُونَ
الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوكَ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا
قَضَىٰ وَكَلَّمَا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ

قَالُوا يَا قَوْمِ مَنْ آتَا سَمْعًا كِتَابًا أَنْزَلَ
مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ
لِّيَقُومَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ
لِيُغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِبْكُمْ مِّنْ
عَذَابِ الْبُحْمِ

وَمَنْ لَا يُجِيبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ
فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي سُبُلِهَا وَمِنْ دُونِهِ آذِنَاءُ

أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

مقابل اس کا کوئی مددگار نہیں اور وہ کھلی گمراہی

میں ہیں۔

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے زمین و آسمان کو بنایا اور ان کے بنانے میں نہ تھکا قادر ہے کہ مردے زندہ فرمائے کیوں نہیں بلکہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (ان سے پوچھا جائے گا) کیا یہ حق نہیں؟ کیوں نہیں ہمارے رب کی قسم فرمایا جائے گا کہ چھو عذاب اپنے کفر کا بدلہ۔

تو آپ صبر فرمائیے جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کیجئے گویا وہ جس دن دیکھیں گے ہوا نہیں وعدہ دیا گیا ہے دنیا میں نہ ٹھہرے تھے مگر ایک گھڑی بھر دن کی۔ (یہ پہچانا ہے) تو کون ہلاک کیے جائیں گے مگر بے حکمے لوگ۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَكُنْ يَخْلُقْهُنَّ يَفْعَلْ عَلَىٰ أَن يُعْجِبَ الْمُؤْمِنِينَ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ

فَأُصْبِحُوا صَبْرًا ذُوقُوا الْعَذَابَ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَانَتْ لَهُمْ يَوْمَ يَوْمُ يَوْمٍ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَّغَ فَبَلَ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ

حل لغات

أَهْلَكْنَا - ہلاک کیں ہم نے مآ - جو
ذ - اور
عَذَابًا - طرح طرح سے بیان
يَزْجِفُونَ - لوٹیں
الَّذِينَ يَخْلُقُوا - اللہ تعالیٰ
قُرْبَانًا - قرب کا سبب
عَنْهُمْ - ان سے
و - اور

و - اور
خَوَّلَكُمْ - تمہارے ارد گرد میں
الَّذِينَ يَخْلُقُوا - اللہ تعالیٰ
قُرْبَانًا - قرب کا سبب
عَنْهُمْ - ان سے
و - اور

ذٰلِكَ يَرٰهٖ	اَفَلَمْ يَرَوْا اَنْ كَاجْهَوْنَ	وہ اور	مَا هُوَ
كَانُوا يَحْكُمُوْنَ	يَقْتَرُوْنَ - اَفْتَرَا كَرْتِ	وہ اور	اِذْ جَب
صَرَفْنَا اَبْصَارَهُمْ لَمَّا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَ	اِلَيْكَ - تِيْرِيْ طَرَفْ	لَقَدْ اٰتَيْنَاكَ اٰيٰتٍ جَمَاعَتٍ	مِّنَ الْجِبِّ - جَنُوْلَ كِي
لِيَسْتَمْعِنُوْنَ - وَهٖ سُنَّتِيْ رَہِ	اَلْقُرٰنَ - قُرْآنْ	فَلَمَّا - تَوَجِبْ	حَقْرُوْكَ - حَافِرْ مَوْثِلَ اسْكُو
قَالُوْا - تَوَلَّوْا	اَلْوَصٰتُورَ - غَامُوشْ رَہِ	فَلَمَّا - پَہْرَجِبْ	قُفْنٰی - پُوْر اہُوْگِیَا
وَلَوْ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ	اِلٰی - طَرَفْ	قَوْمِمْ بِاٰنِیْ قَوْمِ كِي	مُنْدِرِیْن - ڈِرْلے وَاَلْے
قَالُوْا - بَلُوْا	یَا - لے	قَوْمَنَا - ہِمَارِیْ قَوْمْ	اِنَّا - بَشِیْکْ ہِمْنے
سَمْعًا - سَنٰی	کِتَابًا - اِیْکْ کِتَابْ	مِّنْ بَعْدِ - بَعْدْ	مُوسٰی - مُوسٰی کے
مُصَدِّقًا - تَفْصِیْقْ کَرْتِ	لَمَّا - اس کِي جُو	بَيْنَ بِلَیْ	یَدَاہِ - اس سے ہے
یَهْدٰی - رَاہْ دَکھَا تِی ہے	اِلٰی - طَرَفْ	اَلْحَقِّ - حَقِّ کِي	وہ اور
اِلٰی - طَرَفْ	طَرِیْقْ - رَاہْ	مُسْتَقِیْمْ - سِیْدِہِیْ کِي	یَا - لے
قَوْمَنَا - ہِمَارِیْ قَوْمْ	اٰجِیْبُوْا - قَبُوْلْ کَرُو	خَاغِی - مَنَادِیْ	اَللّٰہُ - اللّٰہْ کے کُو
وہ اور	اٰمَنُوْا - اِیْمَانْ لِّلّٰہِ	بِہ - اس کے سَاکھْ	یَعْقُظْ - بَخْشْ دے گَا
لَکُمْ - تَمْ کُو	مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ - تہْمَارے گَنَہْ	وہ اور	اَلِیْمْ - دُرُوْکْ سے
مُجِیْبْ - بَیْجَلْے گَا	کَہْ - تَمْ کُو	مِّنْ عَذَابِ - عَذَابْ	مُجِیْبْ - قَبُوْلْ کَرے گَا
وہ اور	مَنْ جُو	لَا رَہْ	مُجِیْبْ - عَاجِزْ کَرنے وَاَلَا
خَاغِی - مَنَادِیْ	اَللّٰہُ - اللّٰہْ کے کُو	قَلِیْسَ - تُو نہیْس ہے وہ	لِیْسَ - نہیْس ہے
فِی - بَیْجْ	اَلْاَرْضِ - زَمِیْنْ کے	وہ اور	اَوَّلٰیْکَ - یہ لُوْکْ
کَدَ - اس کے لِیے	مِّنْ دُوْنِہَا کے سِوَا	اَوَّلِیَّاءَ - دُوسْتْ	اَوَّلِیْ کِي
فِی - بَیْجْ	مَضَلَّ - گمراہِیْ	مُبِیْنْ - ظَاہِرْ کے ہِی	اَللّٰہُ - اللّٰہْ
لَہْ - نہ	یَدْرَا - دِیکھا اُنہُوْل نے	اَنْ - کَر بَشِیْکْ	وہ اور
اَلَّذِیْ - وہ جِس نے	خَلَقَ - پِیْدَا کِیَا	اَلسَّمٰوٰتِ - آسْمَانُوْل	کِی - تھکا
اَلْاَرْضِ - زَمِیْنْ کُو	وہ اور	لَہْ - نہ	اَنْ - اس کے کَر
مُتَلَقِّہٖنَّ - اُنکی پِیْدَاش سے	یَقْدِرْ - قَادِرْ	عَلٰی - اوپر	اِنَّ - بَشِیْکْ وہ
مُجِیْبِ - زَندہ کَرے	اَلْمَوْتِ - مَرُوْلْ کُو	بَلٰی - کیُوں نہیْس	

قَدِيرٌ قَادِرٌ	شقی۔ چیز کے	محل۔ ہر	علیٰ اور
الذین۔ وہ جو	پیش کیے جائینگے	یوم جسدن	وہ اور
الیس کیا نہیں	النار۔ آگ کے	علیٰ اور	کفر کا۔ کافر ہیں
بلی۔ کیوں نہیں	قالوا۔ کہیں گے	بالمحقق حق	ہذا۔ یہ
قد دقوا۔ تو چکھو	قال کھگا	ربنا۔ ہمارے رب کی	وہ قسم ہے
تکفرون۔ کفر کرتے	گنہم۔ تم تھے	بما۔ بدلہ اس کا کہ	العذاب۔ عذاب
اولو العزم۔ ہمت والے	صبر کیا	گنا جیسا	فاصبر۔ تو صبر کریں
تستجیل۔ جلدی کر	لا۔ نہ	وہ اور	من الرسل۔ رسولوں نے
یزون۔ دیکھیں گے	یوم۔ جس دن	کاشم۔ گویا کہ وہ	ان کے لیے
یلبثوا۔ ٹھہرے وہ	یوعذون۔ وعدہ دیے گئے کہ نہ	ساعتاً۔ ایک گھنٹی	ما جو
بلغ۔ پہنچا نا ہے	من تناد۔ دن کی	یہ ملک۔ ہلاک ہوں گے	الا۔ مگر
الفسقون۔ بے حکمے	الا۔ مگر		قہل۔ تو

حلی لغاتِ نادرہ

قربانا:۔ ثواب کے لیے۔
 اقلکم:۔ جھوٹ ان کا۔
 یجرحو:۔ تمہیں بچلے
 کونجی:۔ از علی جس کے معنی تھکنے کے آتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ اہتاف پ ۲۶

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا خَلَقْنَا مِنْ الْقَمَرِ وَهَارَقْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ۔ اور بے شک ہم نے
 ہلاک کر دیں تمہارے اس پاس کی بستیاں اور طرح طرح کی نشانیاں لائے کہ وہ باز آئیں۔
 فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا لِلهِ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ وَذَلَّلُوا

اَقْلَمُہُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ تو کیوں نہ مدد کی انہوں نے جن کو خدا کے سوا قرب حاصل کرنے کو خدا
کھڑا رکھ رہے بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ انکا بہتان و افتراء ہے۔

آیہ کریمہ میں قریش کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ تمہارے ماحول میں جو بستیاں تھیں مثل حجر اور حمر
صالح علیہ السلام کی آبادی مدین ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور ہلاکت کی وجہ ان کا شرک تھا اس شرک میں
بتوں کی پرستاری کہ تے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے ذریعے خدا کا تقرب ہمیں حاصل ہوتا
ہے اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ غیر خدا کو خدا مانتا ہی شرک نہیں ہے بلکہ غیر خدا کو خدا کے ساتھ
شریک مانتا بھی شرک ہے۔ یہ عقیدہ کرنا بھی شرک ہے کہ یہ خدا تو نہیں ہیں مگر خدا کے مشیر اور اس کے
معاملات میں دخل ہیں تو ان کا یہ شرک تھا کہ وہ قربانا الہتہ کہتے تھے۔

اور ہم اہل سنت و جماعت اولیاء کرام کے ساتھ جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ اس لیے شرک نہیں کہ
انہیں اور ان کی قبروں کو سجدہ کرنا حرام سمجھتے ہیں خواہ وہ سجدہ عبودیت ہو یا تعظیمی۔

دوسرے ان کو اللہ کا بندہ مان کر مقرب خاص سمجھتے ہوئے ان کا تو تسل جائز سمجھتے ہیں اور مانتے خدا
سے ہیں نہ یہ کہ ہم اولیاء کرام کو نظام عالم میں متصرف بالذات سمجھتے ہیں۔ تصرف ذاتی سوائے ذات واجب
تعالیٰ شانہ کسی کو حاصل نہیں اور تصرف عطا فی جو اللہ کی طرف سے اس کے مقربوں کو ملے اس کے جائز
ہونے میں کلام نہیں تو معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ اور ان کے ماحول میں جو ہلاک کیے گئے ان کے اعتقاد اور
ہمارے اعتقاد کے مابین بون بعبید ہے۔ یہ بڑی جہالت ہے کہ کھینچ تان کر اچھے خاصے مسلمان کو کسی پہلو
سے مشرک قرار دیا جائے حالانکہ شرک کی تعریف ہی یہ ہے کہ خدا کی ذات یا صفات میں غیر خدا کو شریک
ماننا اس میں نہ غیر خدا شریک اور نہ صفات الہیہ کے ساتھ غیر خدا متعصب۔ باقی رہا نسبت اسمی یہ قطعاً
شرک نہیں ہے جیسے ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ذَٰلِكَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اور اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

حالانکہ وہ سمیع و بصیر ہے مگر یہ سماعت اور بصارت وہ سماعت و بصارت ہے جس پر ہمارے غزالی
اجاء العلوم میں فرماتے ہیں سَمِيعٌ لَا بِالْأُذُنِ بَصِيرٌ لَا بِالْأَعْيُنِ۔ نسبت اسمی کے اعتبار سے ہم بھی سمیع
و بصیر اور رب تعلقے شانہ بھی سمیع و بصیر مگر کس کسبہ شئی مانتا ہمارے لیے لازمی ہے اس لیے کہ ہماری
سماعت مختلف عطا اور آہ ہے۔ اللہ تعلقے عطا فرماتے اور کان کا سماخ اور مطرقۃ الاذن کی صحت
اس میں لازمی ہے اگر سماخ اذن خراب ہو جائے یا مطرقۃ الاذن بگڑ جائے تو ہم پھر سمیع نہیں رہتے بلکہ
ثقیل السماعت ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعلقے وہ سمیع مطلق ہے کہ وہ نہ کان کا مختلف درجے اس کی اعتلاج

بلکہ یہ سب کچھ اس کا بنایا ہوا ہے پیدا کیا ہوا ہے یہی کیفیت بصارت کی ہے کہ ہم محتاج صحت چشم ہیں اگر ہماری مردانک صحت ہے اس میں نزول یا غشا نہیں ہے تو ہم بصیر ہیں ورنہ اعمیٰ ہونے میں باوجود آنکھ ہونے کے کوئی شک نہیں۔ برخلاف ذات واجب تعالیٰ نشانہ کے کہ وہ مردانک کا محتاج اور نہ وہ زجاجہ عنیبہ شبکیہ وغیرہ کا محتاج یہ سب طبقات آنکھ میں انسی لیے پیدا فرمائے۔ اسی لیے غزالی نے کہا یَصْنَعُ لِرَبِّهِ الْغَيْثَ۔ علاوہ بریں ہماری آنکھ تندرست ہوتے ہوئے بھی ایک حد سے دیکھتی ہے اور ایک حد تک دیکھتی ہے اس حد سے ورے غایت قرب کی وجہ سے استتار پیدا ہوتا ہے اور اس حد سے غایت بعد موجب خفا و استتار ہو جاتا ہے۔

ذات واجب تعالیٰ شانہ کے لیے نہ قرب۔ قرب نہ بعد بعد وہ جہاں چاہے جہاں تک چاہے جیسے چاہے جس طرح سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور اس سے کائنات کا کوئی ذرہ مخفی و مستتر نہیں معلوم ہوا کہ مشترک صفت اسماء ہے نہ کہ حقیقت جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ مِّمَّنْ بَيْنَ سَائِغٍ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسمی صفات مستلزم شرک نہیں۔ اور صفات حقیقیہ میں کسی کو شرک یا تنایہ شرک جلی ہے تو وہ چونکہ کارخانہ قدرت میں غیر خدا کو شرک یا ملتے تھے اس بنا پر ہلاک کیے گئے۔

اور مَا تَوْكَلُمْ مِنَ الْاَقْرَبٰی سے مراد قوم ثمود اور قوم عاد اور قوم لوط اور قوم صالح کی بستیاں ہیں جو حجر و غیرہ میں تھیں چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں تَجِدُوْا ثَمُوْدَ وَاقْرٰی قَوْمَ صَالِحٍ اور ان کو نشانیاں پھیر پھیر کر دکھائی گئیں تاکہ وہ پلٹ کر آجائیں مگر جب انہوں نے راہ راست قبول نہ کی تو ہلاک کر دیے گئے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَلَوْلَا نَصْرُ اللّٰهِ لَظَلَّتْ اٰلُ اٰدَمَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَدْ اِنَّا اِلٰهَهُمْ طَبَلٌ صَلَّوْا عَلَيْهِمْ وَذٰلِكَ اِفْکُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔ تو کیوں نہ مدد کی انہوں نے ان کی جن کو انہوں نے اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے کے لیے خدا کو ٹھہرا رکھا تھا بلکہ وہ ان سے کم ہو گئے اور یہ ان کا بہتان و افتراء ہے۔

یعنی بتوں کو جو جادو محض اور لایعقل تھے انہیں تقرب الہی کا ذریعہ سمجھنا یہ بہتان تھا اور افتراء خالص۔ جب ان کو مصیبت پڑی تو صَلَّوْا عَلَيْهِمْ وہ ان سے کم ہو گئے اور کم ہونا ہی تھا اس لیے کہ پھر کسی جاندار کی کیا مدد کر سکتا ہے اور ان کا یہ افتراء خالص تھا کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب ان کے ذریعے حاصل ہونے کے مدعی تھے جو محض افک اور دروغ تھا اور اسی افتراء کی دلیل میں وہ پھنسے ہوئے تھے اور عام مشرک جو بتوں کے لیے هُوْلًا مِّنْ سَفْعَةٍ اَتٰهُنَّ اللّٰهُ کہتے ہیں یہ بھی تمام کے تمام مفتری کذاب اور جھوٹے ہیں۔ مندروں میں ہادیو

اور ٹنگنیش اور پاربتی سیتا بھیروں اور کالی کے بت جویدھڑے ہوئے ہیں یہ سب کے سب تھکے ٹکڑے ہیں ملن پر اگر سندھور لگا دیا جلائے تو جان نہیں آسکتی اور کنیر کے پھول چڑھا دیے جائیں تو وہ حرکت نہیں کر سکتے پتھر تو پتھر ہی ہوتا ہے۔

اس پر ایک عجیب و غریب اور پر لطف واقعہ ہمد رسالت میں ظہور پذیر ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بتوں کے جمادِ غرض ہونے پر تقریر فرما رہے تھے اور جو نئے مسلمان ہوئے تھے انہیں بتا رہے تھے کہ یہ تمہیں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچا سکتے تقرب الہی تو بہت بڑی چیز ہے یہ اپنی کھیاں اڑانے پر بھی قادر نہیں تو ایک نو مسلم صحابی بولنے لگے کہ حضور میرے بت نے تو مجھے فائدہ پہنچایا۔ حضور نے فرمایا وہ کیا؟

عرض کیا میرا بت ستوکا تھا میں سقر میں تھا جب مجھے بھوک نے ستایا تو میں نے اسے پانی میں گھول پی لیا میری بھوک جاتی رہی۔ اس پر تمام مجمع ہنس پڑا اور حضور نے بھی تبسم فرمایا حتیٰ کہ نواجذ علیا نظر آگئے تو بت سے یہی فائدہ پہنچ سکتا ہے اگر کسی کو مارنا چاہو تو اسے پھینک کر ضرب لگاؤ یا فرس کرنا چاہو تو تیرا کے باٹ بنا لو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں اسے قربانا آہستہ کہنا افک بواح نہیں تو اور کیا ہے آگے ارشاد ہے جس میں اس امر کا اظہار فرمایا جا رہا ہے کہ جنوں نے جب قرآن کریم سنا تو اپنی قوم میں جا کر انہوں نے اس کی حق نگرانی اور اسلام قبول کرنے کی تحریک شروع کر دی حتیٰ کہ جنوں میں سے پوری جماعتیں مشرف اسلام سے مشرف ہوئیں حیثِ قال۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِبِّ لِيَسْمِعُوا الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُواكَ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّندِرِينَ ۚ قَالُوا يَقُومُنَا إِنَّا سَمِعْنَا لَبًّا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ هُدًى إِلَى الْحَقِّ وَآلِ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ اور جبکہ ہم نے آپ کی طرف ایک جماعت جنوں کی پھیری لے کر محبوب ہو کر قرآن کان لگا کر سنتے تھے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب ختم کر دی گئی تلاوت واپس لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈرستائے ہوئے لے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے سیدھا راستہ دکھاتی ہے اور مضبوط راہ کی طرف بلاتی ہے۔

آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطنِ مخدہ میں رونق افروز تھے تو جنوں کی ایک جماعت جو سات یا نو افراد پر مشتمل تھی حاضر ہوئی اس وقت تلاوت قرآن ہو رہی تھی تو انہوں نے آپس میں اسے کان لگا کر سننے کے لئے کہا کہ خاموش ہو اور سنو جب وہ تلاوت ختم ہو گئی تو یہ یہاں

اپنی قوم میں آئے اور اگر کہا اِنَّا سَوْعَنَا كِتَابًا اَنْزَلْنَا مِنْ بَعْدِ مُوسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدٰیْهِ یٰۤهٰدِیْ
اِلٰی الْحَقِّ وَ اِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ آج ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک کتاب سنی جو پہلی کتابوں کی
تصدیق کرتی ہے اور ہدایت حق کے ساتھ طریق مستقیم کی راہنمائی فرماتی ہے۔ اور اس کے ساتھ
ہی یہ بھی کہا۔ یٰۤاَقْوَمَنَا اٰجِبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اَمْتُوا بِہٖ یُعْظَمُ لَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ وَ یُخَفِّرْ کُمْ مِنْ عَذَابِ
الْیَوْمِ۔ ہمارے قوم اس داعی الی اللہ کی ہوا پر ایمان لاؤ تاکہ تمہارے گناہ معاف ہوں اور عذاب
ایم سے بچا دے۔

اور اگر ایمان نہ لائے اور اپنی جہالت پر اڑے رہے تو اسی کتاب مقدس میں ارشاد ہے۔
وَمَنْ لَا یُجِیْبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءٌ اُولٰٓئِکَ
فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں اللہ کے قابو سے نکل کر جا
نہیں سکتا اور اللہ کے مقابل اس کا کوئی مددگار نہیں ایسے ہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آیہ کریمہ کا مفہوم منطوق واضح ہے کہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہ عذاب الیم
سے نجات پاکر بخشش کا مستحق ہو اور جو ایمان نہ لائے وہ اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا روئے
زمین میں اس کا سہارا کہیں نہیں وہ جہاں بھی ہوگا پکڑا جائے گا اور مبتلائے عذاب عظیم ہوگا۔ اس
لیے کہ نہ مٹنے والے کھلی گمراہی میں ہیں اور کھلی گمراہی میں رہنے والا لازمی طور پر مستحق عذاب ہے اس کا
مفصل واقعہ انتیسویں پارہ کی سورہ جن میں مذکور ہوگا آگے ارشاد ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ لَہٗ یُعِیْ بِخَلْقِہٖۡ یَقْدِرُ عَلٰی اَنْ
یُّخْرِجَ الْمَوْتٰی بَلٰی اِنَّ شَیْءًا قَدِیْدٌ۔ کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے
آسمان و زمین بنائے اور ان کے بنانے سے کچھ نہ تھکا۔ قادر ہے اس پر کہ مردے زندہ فرمائے کیوں
نہیں بیشک وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔

یعنی وہ جس کی قدرت کاملہ کتم عدم سے منصفہ شہود پر لانے کی قدرت رکھتی ہے وہ مردوں
کو چلانے میں بطریق اولیٰ قادر ہے۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھیے کہ جو شے اپنے وجود میں معدوم ہے اس کو
ظاہر فرمانے کی جو قدرت رکھتا ہے وہ اس مردے کو جس کا وجود ہے زندہ فرمانے کی قدرت نہ
رکھے اسی لیے فرمایا یَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یُّخْرِجَ الْمَوْتٰی۔ پھر ارشاد ہوا بَلٰی اِنَّ شَیْءًا قَدِیْدٌ۔ کیوں نہیں
وہ ذات تو وہ ہے کہ وہ اپنی قدرت مطلقہ سے سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَيَوْمَ نَعْرِضُ النَّارَ عَلٰی النَّارِ اَلَیْسَ ہٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا قَالْ فَاذْقُوْا

الْعَذَابِ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ اور جس دن کافر دوزخ پر پیش کیے جائیں گے (انہیں فرمایا جائے گا) کیا یہ حق نہیں وہ عرض کریں گے۔ کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم ہے ارشاد ہوگا تو اب چکھو عذاب جس کا تم انکار کرتے تھے۔

یعنی کافر مرنے کے بعد عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ سب کے منکر تھے تو ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن انہیں جہنم پر پیش کر کر ان کی زبان سے تصدیق کرائی جائے گی اور جب وہ اقرار کریں گے تو حجت قائم ہو جانے کے بعد ان کو فرمایا جائے گا کہ اب ہمیشہ یہ عذاب چکھتے رہو جس کا تم انکار کرتے تھے۔ اس کے بعد اپنے حبیب حبیب جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتنا کو تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

فَأَصْبِرْ كَمَا صَبَرْنَا وَأُولُوا الْعِزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلِغْ فَمَلَّ مِنْهُم مَّنْ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ۔ اے محبوب آپ صبر فرمائیے جیسے دیگر بلند ہمت رسولوں نے صبر کیا اور ان کے عذاب کے لیے عجلت نہ فرمائیے گویا وہ جسدن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا گیا دنیا میں نہ کھڑے گردن کی ایک گھڑی۔ یہ پہنچاتا ہے۔ تو کون ہلاک کیے جائیں گے مگر بے حکمے لوگ۔

اولوا العزم رسولوں میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ و حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ان کے ساتھ بھی قوم نے جو کچھ کیا انہوں نے صبر فرمایا۔ حضور کو بھی صبر ہی کا ارشاد ہوا۔ اور انجام اس کا دکھایا کہ جب وقت آئے گا تو وہ سمجھیں گے کہ ہم دن کی ایک گھڑی بھی دنیا میں نہ رہے یہ حکم پہنچاتے رہے ہلاک وہی کیے جائیں گے جو بے قانون تھے اور بے حکمے ہیں۔

سُورَةُ هَمْدُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ ہے اس میں چار کورع اربعین آیتیں یا تسوکلے اور دو

ہزار چھ سو چھتر حروف ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ پیلار کوہ سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶

جن لوگوں نے دین حق کو نہ مانا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا خدا نے ان کے عمل پر یاد کر دیا اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے اور قرآن کریم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر بھی ایمان لائے اور وہ حق ہے جو ان کے پروردگار ہی کی طرف سے نازل ہوا خدا نے ان کے گناہ ان سے اتار دیے اور ان کی (دینی دنیوی) حالت بھی درست کر دی۔

یہ (اختلاف حالت) اس لیے ہے کہ جن لوگوں نے دین حق سے انکار کیا وہ غلط راستے پر چلے اور جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کے ٹھیک راستہ پر چلے یوں اللہ لوگوں کے سمجھنے کے لیے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔

تو اے مسلمانو! جب لڑائی میں کافروں سے ٹکڑھٹڑ ہو تو (بے تامل ان کی) گردنیں مارے چلو یہاں تک کہ جب تم ان کا اچھی طرح زور توڑ ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو (یعنی قید کر لو) پھر قید کیے پیچھے احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے لیے ہتھیار چھوڑ دے۔

یہ (ہمارا ارشاد ہے جس کی تعمیل ضرور ہونی چاہیے) اور خدا چاہتا تو (لڑنے کی نوبت نہ آتی اور یوں ہی) ان سے بدلہ لے لیتا۔ مگر اس کو یہ منظور ہوا کہ ایک

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْلَأْنَا أَعْيُنَكُمْ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَأَمْتُوا بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَأَمْلَأْنَا بِآلِهِمْ

ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا
الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا
الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَٰلِكَ يَصْرَفُ
اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبُ
الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْمَنَّتُمْهُمْ
فَشَدُّ الْوُثَاقِ فَمَا مَنَّا
بَعْدَ وَفْدٍ أَوْ حَتَّىٰ تَضَعَ
الْحَرْبُ أَوْ ذَارَهَا

ذَٰلِكَ وَكَوَيْشَاءُ اللَّهُ
لَا تُضَارُّهُمْ وَلَا يَكُنْ لِيَبْكُو
بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ

قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ
أَعْمَالَهُمْ

کو ایک سے لڑوا کر تم سب کو آزمائش اور جو لوگ
خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو خدا ہرگز ہٹا
نہیں ہونے دیگا۔

سَيَهْدِيَهُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَهُمْ

بلکہ انہیں منزل مقصود پر پہنچائے گا اور ان کو خوش
حال کر دے گا۔

وَمِمَّنْ خَلَعْنَا عَنَّا لَهْمُ

یعنی ان کو جنت میں داخل فرمائے گا جس کا حال اس
نے ان کو پہلے بتا رکھا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتُورُوا
اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ
تمہاری مدد فرمائے گا اور دشمنوں کے مقابل تمہارے
پاؤں جمائے رکھے گا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ
أَعْمَالَهُمْ

اور جو لوگ دین حق سے منکر ہیں ان کے پاؤں اکھڑ
جائیں گے اور ان کے اعمال برباد کر دیے جائیں گے۔

ذَلِك بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ
فَاحْطِطْ أَعْمَالَهُمْ

یہ اس سبب سے کہ خدا نے جو دین اتارا اسے انہوں
نے پسند نہ کیا تو خدا نے ان کے عمل اکارت کر دیے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

کیا یہ لوگ اللہ کی زمین میں چلے پھرے نہیں تو دیکھتے
اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام خدا نے انہیں نہیں بتایا ہے۔

ذَلِك بِأَنَّ اللَّهَ مُوَلَّى الَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّكْفَرِينَ
لَا مَوْلَى لَهُمْ

یہ اس سبب سے کہ مسلمانوں کا حامی و مددگار تو اللہ
ہے اور کفاروں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

حل لغات

وَدَّ اور
أَضَلَّ ضائع کر دیے
آمَنُوا ایمان لائے
صَدُّوا روکا
أَعْمَالَهُمْ ان کے عمل
وَدَّ اور

الَّذِينَ كَفَرُوا کافر ہوئے
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ خدا کی راہ سے
الَّذِينَ كَفَرُوا وہ جو
وَدَّ اور

علموا عمل کیے

الطیحات۔ اچھے

و۔ اور

اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے

یہاں اس پر جو

تَوَلَّی۔ اتار اگیا

عَلٰی۔ اوپر

مُحَمَّدٍ۔ محمد کے

و۔ اور

كُفَرُوْا۔ وہ

الْحَقُّ۔ حق ہے

مِنْ رَبِّہُمْ۔ ان کے رب سے

كُفَرُوْا۔ درکریں

عَنْہُمْ۔ ان سے

بِیِّنَاتٍ۔ انکی برائیوں

و۔ اور

بِاٰیٰتِہٖ۔ اسلیے ہے کہ

اَصْلَحَ۔ درست کردی

بِاٰیٰتِہُمْ۔ ان کی حالت

ذٰلِکَ۔ یہ

اَلْبَاطِلُ۔ باطل کی

اَلدِّیْنِ۔ وہ جو

کُفَرُوْا۔ کافر ہیں

اَتَّبَعُوْا۔ پیروی کرتے ہیں

اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے

و۔ اور

اَنْ یَّشَکَّ

اَلدِّیْنِ۔ وہ جو

اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے

اَتَّبَعُوْا۔ پیروی کرتے ہیں

اَلْحَقُّ۔ حق کی

مِنْ رَبِّہُمْ۔ اپنے رب سے

کَذٰلِکَ۔ اسی طرح

یُضَرِّبُ۔ بیان کرتا ہے

اَللّٰہُ۔ اللہ

لِلنَّاسِ۔ لوگوں کے لیے

اَمْثَالُہُمْ۔ ان کی مثالیں

فَاِذَا۔ تو جب

لَقِیْتُمْ۔ ملو تم

اَلدِّیْنِ۔ ان کو جو

کُفَرُوْا۔ کافر ہیں

فَقَرِّبْ۔ تو بارو

الرِّقَابِ۔ گردنیں

حَتّٰی۔ یہاں تک کہ

اِذَا جَبَّ

اَتَخَفْتُمْ۔ زور توڑو

ہُمْ۔ ان کا

فَشَدَّوْا۔ تو سخت کرو

اَلْوَتَاقَ۔ انکی مشکیں

فَاِذَا۔ پھر یا تو

مَنَّا۔ احسان کرو

بَعْدُ۔ اس کے بعد

و۔ اور

اَمَّا۔ یا

فَدَاؤُ۔ فدیہ لو

حَتّٰی۔ یہاں تک کہ

تَضَعُ۔ رکھ دے

اَلْعَرَبُ۔ لڑائی

اَفْزَادُ۔ ہتھیار

ہَا۔ اپنے

ذٰلِکَ۔ یہ ہے

و۔ اور

کُو۔ اگر

یَشَاءُ۔ چاہتا

اَللّٰہُ۔ اللہ

لَا تُنْقِرُوْا۔ تو بدلہ لیتا

مِنْہُمْ۔ ان سے

وَلٰکِنْ۔ اور لیکن

لَیْسَ۔ تاکہ آزمائے

بَعْضُکُمْ۔ بعض تمہارے کو

بِبَعْضٍ۔ بعض سے

و۔ اور

اَلدِّیْنِ۔ وہ جو

قَاتِلُوْا۔ مارے گئے

فِی سَبِیْلِ۔ راہ

اَللّٰہِ۔ خدا میں

و۔ اور

لَنْ۔ ہرگز نہ

یُضِلَّ۔ ضائع کریگا

اَعْمَالُہُمْ۔ ان کے عمل

سَبِّحُوْا۔ عنقریب راہ

دکھائے گا ان کو

و۔ اور

یُصْلِحُ۔ درست کریگا

بِاٰیٰتِہُمْ۔ انکی حالت

و۔ اور

یَدْخُلُوْا۔ داخل کریگا انکو

اَلْجَنَّةَ۔ جنت میں

عَرَّہَا۔ جو تباہی ہے وہ

لَہُمْ۔ ان کو

یَا اَیُّہَا سَیِّدُ

اَلدِّیْنِ۔ وہ جو

اٰمَنُوْا۔ ایمان لائے ہو

اِنْ۔ اگر

تَضَرَّوْا۔ مدد کرو گے تم

اَللّٰہُ۔ اللہ کی

یُخَفِّضُ۔ تو وہ مدد کریگا

کُفَرُ۔ تمہاری

و۔ اور

یُثَبِّتُ۔ ثابت رکھے گا

اَقْدَامُکُمْ۔ تمہارے قدم

و۔ اور	الَّذِينَ	وہ جو	كَفَرُوا۔ کافر ہوئے	فَتَبَسَّ	تو ہلاکت
لَهُمْ۔ ان کے لیے	و۔ اور	بِأَنَّهُمْ۔ اس لیے کہ	أَصْلًا۔ ضائع کر دیئے	أَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل	
ذَلِكَ۔ یہ			كِرْهُوا۔ ناپسند کیا انہوں نے	مَا۔ جو	
أَنْزَلَ۔ اتارا	اللَّهُ۔ اللہ نے		فَأَجَبَطَ۔ تو ضائع کر دئے	أَعْمَالَهُمْ۔ ان کے عمل	
أَفْكَو۔ کیا نہیں	يَسِيرُوا۔ پھرے وہ	فِي۔ بیچ	الْأَرْضِ۔ زمین کے		
فَيَنْظُرُوا۔ کہ دیکھتے	كَيْفَ۔ کیسا	كَانَ۔ ہوا	عَاقِبَتُهُ۔ انجام		
الَّذِينَ۔ ان کا	مَنْ قَبْلَهُمْ۔ جو ان سے پہلے تھے		دَعَّرَ۔ ہلاک ڈالی		
اللَّهُ۔ اللہ نے	عَلَيْهِمْ۔ ان پر	و۔ اور	لِلْكَافِرِينَ۔ کافروں کے لیے		
أَمْثَلَهُمْ۔ مثالیں	ذَلِكَ۔ یہ	بِأَنَّ اس لیے کہ	اللَّهُ۔ اللہ		
مَوْلَى۔ حمایتی ہے	الَّذِينَ۔ ان کا	أَمْتُوا۔ جو ایمان لائے	و۔ اور		
أَنَّ۔ بیشک	الْكَافِرِينَ۔ کافر	لَا۔ نہیں ہے	مَوْلَى۔ کوئی حمایتی		
لَهُمْ۔ ان کا۔					

حل لغات نادرہ

صَدُّوا۔ اور روکا انہوں نے
 بِأَنَّهُمْ۔ بال کہتے ہیں حال کو
 أَتَخَنَّنُوهُمْ۔ اُئی اَغْلَطُوهُمْ۔ یعنی ان پر خوب سختی کرو
 فَتَبَسَّ وَالْوَثَاقُ۔ وثاق۔ وہ چیز جس سے کسی چیز کو باندھا جائے حاصل معنی مشکیں کشا۔
 تَعَسَّا۔ پاؤں اکھڑنا۔ ہلاک ہونا۔
 دَعَّرَ۔ تھس تھس کر دیا۔

مختصر تفسیر دو پہلا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۶

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَصْلًا لِّعَمَالِهِمْ۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ

کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے عمل برباد کر دیے۔

اس کے شان نزول میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ چھ آدمی تھے ان کا سردار ابو جہل تھا اور اس کے ساتھ منیبہ ابناہ الحجاج، عقبہ، شیبہ ابناہ ربیعہ، حوث ابناہ ہشام، انہوں نے مسجد حرام کے زائرین کے لیے سقایت اور کھانے کا انتظام کیا تھا اور یہ بظاہر نہایت اچھا کام تھا مگر اس کے ساتھ یہ لوگوں کو حضور کی اتباع سے روکتے تھے۔ تو کہا گیا اَصْلُ اَعْمَالِهِمْ ان کی تمام نیکیاں رائیگاں ہیں اور بقول مقاتل چھ اور بھی تھے۔ عامر بن نوفل، حکیم بن حزام، زمعہ بن اسود، عباس بن عبد المطلب، عقیل بن امیہ، ابوسفیان بن حرب جو اللہ کے راستہ سے روکنے میں پیش پیش تھے اور حجاج کی خدمت بھی کرتے تھے تو اس پر فرمایا ان کی تمام نیکیاں رائیگاں گئیں۔

بہر حال صورت مسئلہ یہ تھی کہ نیکی اور خیرات و صدقات اسی وقت مقبول ہیں جبکہ ایمان صحیح ہو اور اگر ایمان نہیں تو کتنی ہی نیکیاں کوئی کیے وہ سب رائیگاں اور فضول ہیں اسی بنا پر بموجب اسلوب بیان قرآنی اَصْلُ اَعْمَالِهِمْ کافروں کے حق میں فرما کر مومنوں کے حق میں ارشاد ہوا۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ
كَفَرْنَا عَنْهُمْ سُبْحَاتِهِمْ وَاصْلَحْ بِاَلَهُمْ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں معاف کر دیں اور ان کے حالات سنو اور دیے۔

یعنی ایمان لانے کے بعد زمانہ کفر کی خطائیں تمام معاف ہو جاتی ہیں۔ آگے ارشاد ہے جس میں کفار کے لیے تشدد کا حکم ہے اور اس کی وجہ فرمائی کہ کافر باطل کی پیروی کرتا ہے اور ایمان والا حق کی چنانچہ ارشاد فرمایا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ الدِّينَ كَفَرُوا وَاتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاتَّكَرَبَ الدِّينُ اٰمَنُوا اَتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ
كَانَ لَكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ فَاِذَا الْقِيٰمَةُ الدِّينَ كَفَرُوا وَافْتَرَبَ الرِّقَابَ حَقًّا اِذَا
اُخْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ فَاِمَّا مَنَّا بَعْدُ فَاِمَّا فِدَاءٌ حَتّٰی تَصْنَعَ الْحَرْبُ اَوْ زَادَ هَآءُ ذٰلِكَ
وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَاصْتَفَرْتُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قَتَلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَلَنْ يُضِلَّ اَعْمَالَهُمْ شَيْئًا مِنْهُمْ وَلِيُصْلِحَ بِاَلَهُمْ وَيَدَّخِلَهُمُ الْجَنَّةَ عَمَّا فَوَّكَهُمُ۔

یہ اس لیے کہ کافر غلط راستہ کے پیرو ہوئے اور ایمان والوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے اور لوگوں سے ان کے احوال پر پوری بیان فرماتا ہے۔

مفہوم منطوق آیت کا واضح ہے آگے فرمایا

فَاِذَا لَقِيتُمْ الْكٰفِرِيْنَ كَفَرُوْا وَاِلٰی حِیْبٍ کَافِرٍ مِّنْ سِیِّئٰتِہٖمْ مَّا کَانَ لَہُمْ اِلَیْہِمْ اِلٰہٌ اِلَّا ہُوَ یُخٰیضُہُمْ فَاَیُّکُمْ اَشَدُّ دٰخِرًا
تک کہ جب ان کا زور اچھی طرح سے توڑ ڈالو تو ان کی مشکلیں کس کو یعنی قید کر لو۔ پھر قید کیسے بھیجے یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے متحیّار رکھ دے۔ یہ ہمارا ارشاد ہے جس کی تعمیل بہت ضروری ہے اور خدا چاہتا تو لڑنے کی قوت نہ آتی اور بول ہی ان سے بدلہ لے لیتا۔ مگر اس کو تو منظور ہوا کہ وہ ایک کو ایک سے لڑوا کر تم کو آزمائے اور جو لوگ خدا کی راہ میں مار گئے ان کے اعمال کو خدا رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

کافر کے ساتھ لڑنے تشدد کا حکم ہے کہ اس کو مارا جائے اور اس کی مشکلیں کس دی جائیں یہاں تک کہ وہ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لے جب وہ آگنا مجبور ہو جائے تو اس کے بعد اختیار دیا گیا کہ خواہ احسان کر کے اسے آزاد کر دیا فریب لے کر اسے چھوڑ دو بہر حال اس سے متحیّار رکھوانے ضروری ہیں اور ضرب کا طریقہ بھی بتا دیا کہ کافر کو جب مارو اس کی گردن پر مارو جیسے دوسری جگہ نویں پارہ میں بھی طریقہ ضرب تعلیم دیا اور فرمایا۔ فَاَصْرِبُوْا فَوْقَ اَلْاَعْنَاقِ وَاَخْرِبُوْا مَنۢ مَّہْمُہُمْ کُلَّ بَنَاتٍ۔ انہیں جب مارو گردنوں پر بالوں کے جوڑوں پر ضرب دو۔ یہ فن سپہگرمی کے اصول ہیں جن کو قرآن کریم نے پیش کیا۔ اس کے بعد مجاہد اسلام کو بشارت دی گئی کہ اگر تم مارے بھی گئے تو شہید کہلاؤ گے اور یہ عمل تمہارا رائیگاں نہیں جائے گا چنانچہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ قَتَلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالُہُمْ۔ سَیَّہْدُوْہُمْ وَّیُصْلِحُ بَالُہُمْ وَّیَبْتَغُوْہُمُ الْجَنَّةَ فَمَا لَہُمْ۔ اور جو خدا کی راہ میں شہید ہوں تو ہرگز ان کے عمل ضائع نہ ہوں گے اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور انہیں خوشحال کر دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا جس کا حال ان پر پہلے ظاہر کر دیا گیا تھا۔

اس میں اس امر کی بھی بشارت ہے کہ جہاں فی سبیل اللہ کرنے والے اخروی مدارج حاصل ہونے کے ساتھ دنیا میں بھی خوشحال رہیں گے اور ان کے رزق میں فراخی ہوگی اور جنت کا وعدہ تو قطعی ہے آگے ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَصُورُوْا اللّٰہَ یَبْصُرُکُمْ وَّیَبْیِّنُ اَقْدَامَکُمْ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعَسٰۤی اَکْمَلُ اَعْمَالُکُمْ ذٰلِکَ بِمَا کُمْ مِّنۢ مَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَجْبُطْ اَعْمَالُکُمْ۔ اے ایمان والو اگر اللہ کے دین کی تم مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے پاؤں

اکٹھ بجائیں گے اور وہ تباہ ہو جائیں گے اور ان کی نیکیاں سب رائیگاں ہیں۔ یہ اس وجہ میں کہ ان کو کفر سے کہتے تھے اس سے جو اللہ نے نازل فرمایا تو ان کے تمام عمل برباد کر دیے۔

آیہ کہ یہ میں کافر مومن دونوں کا فرق دکھا کر ان کے عملوں کو مقبول دکھایا اور کافروں کے اعمال جھٹ اور رائیگاں ظاہر فرمائے اور اس کی وجہ صرف یہ دکھائی کہ یہ کافر تھے اللہ سے کراہت کرنے والے تھے آگے ارشاد ہے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ دَهَرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
وَالْكَافِرِينَ أَهْلًا لَّهُمْ. ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ. کیا یہ لوگ
ملک میں چلے پھرے نہیں دیکھتے پھرتے تو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا
ہوا کہ خدا نے انہیں نہیں نہیں کر دیا اور ایسا ہی کچھ ان کافروں کو بھی پیش آتا ہے یہ اس سبب سے کہ
مسلمانوں کا حامی و مددگار خدا ہے اور کافروں کا کوئی مددگار و حمایتی نہیں۔

پہلی امتیں انبیاء کرام پر ایمان نہ لانے کی بنا پر تباہ و برباد ہوئیں جن کے کھنڈر اور عمارتیں اب تک
ان کی مرثیہ خواں ہیں۔ ملک شام کی زمین اور قرب و نواح میں اس کے نظائر موجود ہیں تو یہاں اس امر
کو ظاہر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے وہ کامیاب و کامران ہے اور جو مخالفت کرے وہ تباہ
و برباد ہے اس لیے کہ اللہ کی حمایت و نصرت مومن کے لیے ہے اور کافر کے لیے کوئی حامی اور
مددگار نہیں ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرے رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶

بے شک اللہ تعالیٰ داخل فرمائے گا انہیں جو
ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان باغیچوں میں
جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور وہ جو کافر ہوئے
وہ دنیا میں فائدہ اٹھالیں اور کھالیں جیسے جانور
کھاتے ہیں اور آخر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اور کتنی ہی بستیاں تھیں جو ان سے کہیں زیادہ
سخت تھیں آپ کی بستی کے مقابلہ میں جس نے

إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ نَّجْوَى مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ
وَسَيُكُونُ لَهُمْ أُلْفَاءٌ
الَّذِينَ يُشَوِّوْنَ لَهُمْ

وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَرَبَيْتِهِمْ
أَشَدُّ قُوَّةً
مِّنْ قَرَبَيْتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتُكَ

أَهْلُكُمْ فَلَا تَأْتِرْكُمُوه

کہ آپ کو نکالا۔ ہم نے انہیں ہلاک کیا اور ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔

أَفَمِنْ كَأَن عَلَىٰ بَيْنِنَا مِثْرَةٌ كَمَا يَكُونُ
زُيِّنَ لَكُمْ سُوءُ عَمَلِهِمْ وَاتَّبَعُوا
أَهْوَاءَهُمْ

تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہوگا کہ جس کے برے عمل اسے اچھے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے

پیروں رہے۔

مَثَلُ الْجَنَنِ الَّذِي دُعِيَ دُعَا الْمُتَّقِينَ
فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ
وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ
طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمِيرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ
وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا
مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَاتَّبَعُوا مَعْزِرَةً
مِّنْ رَبِّهِمْ كَمَا هُوَ خَالِدٌ فِي
النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيئًا
فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ

احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پر مہنگا رول سے ہے اس میں ایسی نہریں ہیں پانی کی جو کبھی خراب نہ ہوگا اور دودھ کی نہریں جن کا ذائقہ کبھی نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں جس میں پینے والوں کو لذت ہے اور اس میں شہد کی نہریں ہیں جو صاف ہے اور ان کے لیے ان باغیچوں میں ہر قسم کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے کیا ایسے چین والے ان کے برابر ہو جائیں گے جو ہمیشہ آگ میں رہیں اور انہیں ایسا کھولنا ہو پانی پلایا جائے گا کہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَفِخُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ
إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا
لَٰكِن يَّئِن أَوَّلُوا لَعَلَّمُوا أَذًا قَالَ إِنِيقَا
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ

اور ان میں سے بعض آپ کے ارشاد سنتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ کے نکل کر جائیں تو علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر ہر کردی اللہ نے اور وہ اپنی ہی خواہشات کے پیرو ہو گئے۔

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى
وَأَتَاهُم تَقْوَاهُمْ

اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی اور انہیں پر مہنگا رول عطا کی۔

فَمَلَّ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاهُمَا

تو وہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں؟ مگر قیامت کا جوان پراچانک آئے گی اور بے شک اس کی علامتیں

فَإِنِّي لَهُمْ إِذَا حُجَّاءُ ثُمَّ ذَكَرْتُ لَهُمْ

تو آہی چکی ہیں تو پھر جب وہ آجائے گی تو پھر کہاں
وہ اور کہاں ان کا سمجھنا۔

فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
اسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبَكُمْ
وَمَثُوكُمْ

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اے
محبوب معافی طلب فرلیجئے (اپنے متبعین) مومن
مرد اور عورتوں کے لیے اور اللہ جانتا ہے دن کو
تمہارا پھرنا اور رات کو آرام کرنا

حَلَلَات

إِنَّ يَشِيكَ	اللَّهُ - اللہ	يَدْخُلُ - داخل کریگا	الَّذِينَ - ان کو
أَمَّنُوا - جو ایمان لائے	و - اور	عَمِلُوا - کام کیے	الطَّالِحَات - اچھے
جَنَّتْ - باغوں میں کہ	تَجَرَّتْ - چلتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا - ان کے نیچے	الْأَنْهَارُ - نہریں
و - اور	الَّذِينَ - وہ جو	كَفَرُوا - کافر ہیں وہ	يَتَمَتَّعُونَ - فائدہ اٹھالیں
و - اور	يَأْكُلُونَ - کھالیں	كَمَا - جیسے	تَأْكُلُ - کھاتے ہیں
الْأَنْعَامُ - جانور	و - اور	النَّارُ - آگ	مَتَوًى - ٹھکانہ ہے
لَهُمْ - ان کا	و - اور	كَابِتٌ - کتنی ہی	مِنْ قَرْنَيْتٍ - بستیاں تھیں
ہی - کہ وہ	أَشَدُّ - زیادہ سخت تھیں	قُوَّةً - طاقت میں	مِنْ قَرْنَيْتٍ - تیری بستی
سے	الَّتِي - وہ کہ جس نے	أَخْرَجْتُكَ - آپ کو نکال دیا ہے	فَإِذَا - کوئی مددگار
أَهْلَكْنَاهُمْ - ہم نے ان کو ہلاک کر دیا	أَقْنُ - تو کیا جو	فَلَا - تو نہیں ہے	عَلَى - اوپر
لَهُمْ - ان کا	مِنْ دَيْبٍ - اپنے رب کی طرف سے	كَانَ - ہے	كُنْتُ - وہ اس جیسا ہے کہ
بَيِّنَاتٍ - دلیل کے	لَهُمْ - اس کے لیے	سُوءٌ - برے	عَمِلَ - عمل اس کے
ذِينَ - خوشنما بنائے گئے	اتَّبِعُوا - پیروی کی انہوں نے	أَهْوَاءَ - خواہشوں	هَمُّ - اپنی کی
و - اور	الْجَنَّةِ - جنت کی	الَّتِي - وہ جس کا	دُعَى - وعدہ دیا گئے
مَثَلُ - مثال	رَفِئًا - اس میں	أَنْهَارُ - نہریں ہیں	مِنْ مَّاءٍ - پانی کی

غیور نہیں ہے

مَنْ لَيْسَ - دودھ کی

وہ اور

گھر کہ نہیں

اَنْهَاد - نہریں

ایسے خراب ہونے والا

وہ اور

یَنْتَغِيظُ - متغیر ہوگا

مَنْ تَجْمُ - شراب کی

وہ اور

لِلْمَشَارِبِ - پینے والوں کے لیے

وہ اور

مُصَفًّى - خالص کی

مَنْ تَحْلُ - ہر طرح کے

مَنْ دَبَّہم - ان کے رب سے

مَنْ عَسَل - شہد

فِيهَا - اس میں

مَغْفِرَةٌ - بخشش

ہو۔ وہ

وہ اور

خَالِدًا - ہمیشہ رہنے والا ہے

فِي - بیچ

سُقُوءًا - پلاٹے جائیں گے

مَاءٌ - پانی

هَمْز - ان کی

يُسْتَفْعَ - کان رکھتے ہیں

خَرَجُوا - نکلتے ہیں

لِلدِّينِ - ان سے جو

قَالَ - کہے

كَلْبَع - مہر کر دی

قُلُوْبِهِمْ - ان کے دلوں کے

وہ اور

هَمْز - ان کو

تَقُوْهُمْ - انکی پرہیزگاری

السَّاعَةِ - قیامت کا

فَقْدًا - تو بیشک

فَاتَى - تو کہاں ہوگا

ذِكْرًا - بھنا

لَا - نہیں

وہ اور

فَقَطَعَ - تو وہ کاٹ دیگا

مِنْهُمْ - بعض ان سے

حَتَّى - یہاں تک کہ

پاس سے تو

الْعِلْمِ - علم

أُولَئِكَ - یہ

عَلَى - اوپر

أَهْوَاءَ - خواہشوں

اِهْتَدُوا - ہدایت پائی

وہ اور

اَشْمَمَ - وہی ان کو

يَنْظُرُونَ - انتظار کرتے ہیں

تَأْتِيهِمْ - آئے انکے پاس

بَعَثَتْ - ناگہاں

اَشْرَاطُهَا - اس کی علامتیں

اِذَا جَب -

فَاعْلَمْ - تو جان لے

اَلَا - مگر

اَنْهَاد - کچھ نہریں

طَعْمًا - اس کا مزہ

لَذَّةً - لذت

اَنْهَاد - نہریں

لَمْ - ان کے لیے

وہ اور

كُنْ - کیا اس جیسے ہے کہ

النَّارِ - آگ کے

خَجِيمًا - گرم

وہ اور

اَلَيْكَ - تیری طرف

مِنْ جُنْدِكَ - آپ کے

اَدْتَوَا - دیے گئے

اِنْفَاءً - اب

اَللّٰهُ - اللہ نے

اَبْتَعُوا - پیروی کی انہوں نے

اَلدِّينِ - وہ جہنوں نے

هُدًى - ہدایت

فَمَلَّ - تو کیا

اَنْ - یہ کہ

جَاءَ - ہم چکیں

لَهُمْ - ان کے لیے

هَمْز - ان کا

اَلَا - کوئی معبود

اَسْتَعْفَفُ - بخشش مانگ

لَا تُنِیکَ۔ اپنے گناہ کی د۔ اور
لَا تُؤْمِنُ۔ مومن مردوں کے لیے
لَا تُؤْمِنُ وَنَاہِ۔ مومن عورتوں کے لیے د۔ اور
یَعْلَمُ۔ جانتا ہے مَتَقَلْبُکُمْ مِّنْہَا رَاجِعًا د۔ اور
اللہ۔ اللہ
مُتَوَکِّلٌ مِّنْہَا رَاجِعًا۔

حل لغات ناوہ

غیر اسین: جو متغیر نہ ہو
انفا: ابھی۔
اشراط: اشراط جمع یعنی علامت

مختصر تفسیر دو دوسرا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَكُونُ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَتَوًى لَّهُمْ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور
نیک عمل بھی کیے۔ بلاشبہ اللہ انہیں بہشت کے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری
ہوں گی اور جو کافر ہیں دنیا میں بے فکر ہی سے رہتے رہتے تھے اور جس طرح چارپائے کھاتے تھے ایسے ہی
یہ بھی انہیں شہاب کھاتے تھے اور ان کا آخری ٹھکانہ مذرخ ہے۔

آپ کریمہ میں مومنین کے لیے بشارت اس جنت کی دی گئی جس میں نہریں رواں ہوں گی اور اس کے
بعد کافروں کو عذاب شدید کی خبر دی گئی اور بتایا گیا کہ دنیا میں ان کا کھانا پیانا رہنا بسنا یہ سب ایسے ہی
ہے جیسے جانور کھاتا پیتا رہتا بسنا ہے۔ آخر ان کا ٹھکانہ جہنم بتایا گیا۔ اگے ارشاد ہے۔

وَكَايِنَ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ أَهْلُكُم فَلَا تَصِلَهُمْ
أَنْفَسٌ كَانَ عَلَىٰ بَيْتِهِمْ مِّنْ رَبِّكَ لَمَنْ زَيْنَ كَسْرُ سُورَةٍ عَلَيْهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ۔ اور اے
مہربان آپ کی بستی (مکہ) جس کے مکینوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا تھا بستی ہی بستیاں اس سے
بل بوتے میں بڑھی چڑھی تھیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا تو کوئی بھی ان کی مدد کو نہ کھڑا ہوا تو کیا جو لوگ

اپنے پروردگار کے سیدھے کھلے راستے پر ہیں ان کی طرح گئے گئے ہو سکتے ہیں جن کی بدکرداریاں ان کو بھلی کر دکھائی گئیں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں۔

آپ کو یہ ہیں مکہ والوں کو بطور عبرت فرمایا گیا کہ تم ان بستیوں کے مقابلہ میں طاقت نہیں رکھتے ہو تم سے پہلے گزر چکی ہیں جیسے عاد ثمود وغیرہ۔

شان نزول: آیت یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف لے جانے لگے تو حضور نے کعبہ کی طرف رخ فرما کر فرمایا کہ تو اللہ کو بہت پیارا ہے اور مجھے اللہ کی بستیوں میں سے تو بہت پیارا ہے اگر مشرکین مکہ مجھے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔ اس پر آپ کو یہ نازل ہوئی اور فرمایا کہ پہلی بستیاں مشرکین مکہ سے قوت میں کہیں زیادہ تھیں انہیں میں نے ہلاک کر دیا تو ان کا ہلاک کرنا میرے لیے کیا دشوار ہے لیکن حکمت ان کو ہلاک نہیں کیا جارہا بلکہ ان کو جھکا کر آپ کے قدموں میں لانا ہے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں بتایا کہ ان سے پہلی بستیاں جو طاقت میں شدید تر تھیں ہم نے انہیں ہلاک کر دیا تو یہ بستی جس سے آپ کو یہ نکال رہے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

تو جو اللہ کے روشن راستے پر ہے وہ خواہشات نفسانی کے پیرو کے برابر کیسے ہو سکتا ہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والا اور یہ ہمیشہ جنت کے باغیچوں میں رہنے والے اور یہ خواہشات نفسانی کا پیرو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا متبع۔ اس کو اپنے برے کام اچھے نظر آ رہے ہیں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اس فرق کو اگلی آیتوں میں ظاہر فرمایا

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَوٍ يَتَغَيَّرُ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءُهُمْ۔

جس بہشت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں بوکانا نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں کہ ذائقہ مطلقاً نہیں بدلا اور ایسی ہی پاک شراب کی نہریں جو پینے والوں کو بہت ہی خوش ذائقہ معلوم ہوں اور نیز صاف اور شفاف شہد کی نہریں اور ان کے لیے وہاں ہر طرح کے میوہ جات موجود ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے گناہوں کی معافی سوا لگ کیا ایسے بہشت کے رہنے والے ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں پڑے جلتے ہوں گے اور پیاس لگے تو ان کو بھلتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ ان کی انتہائیاں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اس آیت کریمہ میں مومن اور کافر کا مقام دکھایا گیا ہے۔ مومن کے لیے فرمایا کہ ان کو جنت جو ملے گی اس میں چار قسم کی نہریں ہوں گی ایک مصفی پانی کی نہر ہوگی دوسری دودھ کی نہر ہوگی تیسری پاک شراب کی اور چوتھی مصفی شہد کی پھر وہاں کی جتنی نعمتیں بھی ہیں ان نعمتوں کو جتنا چاہیں استعمال کریں بد مضمی اور تجمہ اور کوئی مرض وہاں نہیں ہوگی پھر جو چیز بھی وہاں ہے خواہ دودھ کی نہر ہو یا شہد کی اس کا ذائقہ نہیں بدلے گا ہمیشہ یکساں رہیں گی جتنی جتنا چاہے اس میں سے استعمال کرے اس کے استعمال میں اس کو کوئی ثقل یا بد مضمی قطعی نہ ہوگی۔

اب رہے جہنمی ان کو فرمایا کہ ان کے لیے ابلتا پانی پینے کو ہوگا اور اس کے پینے کے ساتھ آنتوں کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر دوسرے مقام پر پانچویں پارہ میں فرمایا گیا کہ آنتیں کٹ جائیں منہ جھلس جائے جلد جل جائے فوراً دوسری تمام چیزیں واپس ہو جائیں گی تاکہ وہ عذاب برابر چھتے رہیں اگر آنتوں کے کٹ جانے اور منہ کے جھلس جانے سے ان کا پیچھا چھٹ جائے تو بھی برائہ کھا مگر فرمایا کَلَّمَا نَفِخَتْ جُلُودُهُمْ بَدَلًا لِّمَا جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ جب کھال گل پڑ جائے۔ آنتوں کے ٹکڑے ہو جائیں۔ تو فوراً انہیں اور جلد نئی بدل دی جائے گی تاکہ عذاب برابر چھتے رہیں یہ دونوں فرق دکھلا کر مشرکین کی بد اعتقادی اور بے ایمانی کو ظاہر فرمایا گیا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنفَا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا إِذَا دَعَاهُمْ هُدًى وَآثَرَهُمْ تَقْوَاهُمْ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ اور اے محبوب ان میں سے بعض ایسے ہیں جو قرآن سننے کے لیے بظاہر آپ کی طرف کان تو لگاتے ہیں مگر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو جن لوگوں کو دینی معلومات دی گئیں ان سے پوچھتے ہیں (کیوں جی) انہوں نے ابھی کیا فرمایا تھا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں جب وہ قرآن پاک سنتے ہیں ان کو خداوند کریم اس قرآن پاک کی برکت سے اور ہدایت دیتا ہے۔ نیز انہیں یہ ہر نگاری کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

انہی مشرکوں میں سے ایسے بھی مسخرے مشرک تھے جو حضور کی خدمت میں آکر قرآن پاک سنتے تھے جب وہاں سے نکلتے تو اہل علم حضرت عبداللہ بن مسعود اور سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آکر پوچھتے کہ اس وقت حضور نے کیا فرمایا تھا اور یہ سوال ان کا منافقانہ ہوتا تھا یہ سوال چونکہ استہزاء ہوتا تھا۔ اس لیے قرآن پاک نے فرمایا کہ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

اَتَّبِعُوا اَهْوَاءَهُمْ۔ فرمایا یہ ہیں وہ لوگ جنکے دلوں پر الشرب نے ہر لگادی اور وہ اپنی خواہشات نفسانی کے پیرو ہو گئے اور اسی خواہشات نفسانی کی پیروی میں سب کچھ سن کر سنی ان سنی کر دیتے تھے بڑا غلط مومنین کے کہ انہوں نے جب قرآن پاک سنا تو اس سے ان کے لیے ہدایت کا راستہ ملا اور اللہ نے ان کی پرہیزگاری کو اور بڑھایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور خوش اعتقادی کے ساتھ قرآن پاک سننے والے ہدایت پلے ہیں اور استہزاء سننے والے اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے دوسری جگہ فرمایا یُضِلُّ بِہَا کَثِیْرًا فِیْہِ دِیْ بَہَا کَثِیْرًا ذَہَا یُضِلُّ بِہَا اِلَّا الْفَاسِقِیْنَ۔ اس قرآن پاک کو سن کر بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پرکتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں تو وہ بے حکمے بے دین لوگ جن کی نیت قبول ہدایت نہیں ہوتی گے ارشاد ہے جس میں تو بخیر ہے حیث قال۔

فَمَنْ یَنْظُرْ فَاِنَّ السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیْہُمْ بَغْتَةً فَفُتَّ جَاہًا اَشْرَاطُہَا فَاَنْیَ لَہُمْ اِذَا جَاؤْہُمْ ذِکْرًا ھُکْمٌ تُوکِیْہِہِ لَوْ کَ قِیَامَتِہِیْ کَے منتظر ہیں کہ ایک دم سے ان پر آنازل ہو۔ سو اس کی نشانی تو آ ہی چکی ہیں۔ پھر جب قیامت ان کے سامنے آ موجود ہوگی اس وقت ان کا سمجھنا کیا مفید ہوگا؟ یہ مشرکوں کا انتظار یعنی پرانکار تھا وہ چونکہ قیامت کے قائل ہی نہ تھے اس لیے بار بار کہتے کہ قیامت کب آئے گی؟ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اٰیَّ اَنْ مَّوْسِمًا۔ اے حبیب آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کے متعلق اسی آیت میں جواب دیدیا گیا کہ اس کی کوئی تاریخ تمہیں نہیں معلوم ہو سکتی مگر یہی کہ اچانک آئے گی اور ایسے حال میں آئے گی۔

حدیث میں حضور کا ارشاد مذکور ہے کہ کاروباری لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے کوئی دیواروں کو پوت رہا ہوگا اور کوئی تعمیر میں مصروف ہوگا کہ اچانک ایک عیبیت ناک آواز آئے گی جس کو فرمایا اِنَّ ذٰلَکَ لَکِنَّا السَّاعَةُ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۔ اس آواز سے یہ بدحواس ہو جائیں گے اور اس روز انہیں کچھ کیسے نہ بن پڑے گی تو یہاں ارشاد ہوا کہ یہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں قیامت کا؟ جو ان پر اچانک آنے والی ہے۔ مگر اس کی علامتیں جن کو شرائط ساعت کہتے ہیں وہ تو ظاہر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ حدیث جبریل میں آیا کہ جب روح الامین نے پوچھا کہ قیامت کب ہوگی تو حضور نے جواب میں فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْہَا بِاَعْلَمَ مِنْ السَّائِلِ۔ سوال کیا گیا اتنا ہی جانتا ہے جتنا سائل جانتا ہے یعنی تمہیں بھی تاریخ کی خبر نہیں اور مجھے بھی۔ تو روح الامین نے کہا تو کچھ علامات ہی بیان فرما دیجئے تو حضور نے فرمایا

أَنْ تَلِدَ الْأَمَةَ ذَبْتَهَا وَأَنْ تَتْرَى الْمُحْصَاةَ الْعُرَاةَ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُتِّيَانِ - یعنی لڑکیاں ماں کی سردار ہوں گی ایسی سرکش ہوں گی کہ ماں کی کچھ نہ سنیں گی اور ننگے پیر ننگے سر پھرنے والے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔

دوسری حدیث میں آیا یَتَمَادِجُونَ کَمَا تَمَارِجُ الْحَمَمِ عورت اور مرد ایسے بے حیا ہو جائیں گے جیسے گدھا اور گدھی کہ سر راہ انہیں متخرد مذاق سے عار نہ ہوگی۔ پھر ایک حدیث میں آیا کہ قرب قیامت میں تمام فرقے مسلمانوں کے درپے آنا رہوں گے اور وہ چاہیں گے کہ ایک بھی نہ بچے جیسے کھلنے والے چاولوں کو رکابی سے ایسے صاف کرتے ہیں کہ بلیٹ میں ایک دانہ بھی باقی نہیں رہتا۔

صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ اِذَا احْكُمْتُ قَلِيلًا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ حضور کیا اس وقت مسلمان بہت کم رہ جائیں گے؟

تو حضور نے فرمایا بَلْ أَنْتُمْ كَثِيرٌ وَلَكِنْكُمْ غَتَاءٌ كَفَتَاءُ السَّبِيلِ اس وقت نام کے مسلمان تو بہت زیادہ ہوں گے مگر ایسے ہوں گے جیسے موری کا ہتھکڑیا ہوا بھوسا۔ یعنی نام مسلمانوں کا ہوگا اور ان کے کردار بے دینی کے ہوں گے غرض کہ بہت سی علامتیں حضور نے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضور کی بعثت اور شوقِ قمر یہ بھی علامات قیامت سے آگے ارشاد ہے۔

فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ لِرَأْسِ الْأَمَةِ الْإِسْلَامِ وَأَسْتَغْفِرُ لِدُنْيَاكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ تو اے مجھ کو محبوب اچھی طرح ظاہر فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور معافی طلب فرمائیے اپنے متبعین کی مومن مرد اور عورتوں سے اور کام کاج کے لیے تم لوگوں کا چلنا پھرتا اور آرام کے لیے گھر گھر مناسب اللہ کو معلوم ہے۔

قیام قیامت کے بعد مشرکین اگر سمجھ بھی جائیں تو ان کے لیے وہ سمجھنا مفید نہیں ہے اگر توبہ بھی کریں تو نام مقبول چنانچہ قرآن کریم ہی میں ارشاد ہے کہ اس وقت مشرکین کہیں گے قَالُوا رَبَّنَا عَلِمَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ۔ الہی ہماری تشقاوتیں ہم پر غالب آگئیں اور ہم گمراہ ہو گئے اے ہمارے رب اب ہمیں اس جہنم سے نکال اگر جہنم سے باہر آکر بھی ایسی گمراہی میں آئیں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔

اس کا جواب دیا جائے گا اَحْسِنُوا فَيُهَاكُمْ لَا تَكْفُرُوا فرمایا جائے گا اپنے نقصان و خسران میں بڑھے رہو اور کوئی جواب نہیں ملے گا۔ اسی کو یہاں فرمایا آتی لَكُمْ اِذَا جَاءَتْكُمْ ذُكْرُكُمْ۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے فَاَعْلَمُ۔ جان لو اللہ وہ ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے اور پھر ارشاد ہوا۔

وَاسْتَغْفِرُ لَكَ رَبُّكَ جِسْمِ كَالْقَطْرِ تَرْجَمُهُ يَنْتَابُ بِهٖ كَمَا يَنْتَابُ الْغَنَاءُ بِمَنْعَتِهِ - بات یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کا غلام بنایا اور یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ غلام مافوق کا ہر فعل آفا کی طرف منسوب ہوتا ہے تمام تر ذمہ واری اتیار آتی ہے تو چونکہ حضور ہمارے آقا ہیں اور ہم حضور کے غلام تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تمام خطاؤں کو حضور کے سپرد کیا اور فرمایا وَاسْتَغْفِرُ لَكَ رَبُّكَ آپ اپنے غلاموں کی خطاؤں کے لیے آپ استغفار کریں اور ان کے لیے بھی جو مومن مرد اور عورتیں ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے مشاغل لیل و نہار ہماری معاش کے کردار سب کو جانتا ہے چنانچہ فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبُكُمْ دُمُومَكُمْ - اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور آرام کرنے کو خوب جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تفسیر رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶

اور سچے مسلمان تو یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں کہ جہاد کے بارہ میں کوئی سورت نازل ہو پھر جب کوئی سورت نازل ہو اور اس میں جہاد کا حکم اور لڑائی کا تذکرہ ہو تو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے انہیں آپ دیکھیں گے وہ آپ کی طرف ایسے دیکھ رہے ہوں گے جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا۔

کہ آپ کی اطاعت کرتے اور ابھی بات کہتے تو جب لڑائی ٹھن جائے تو اگر وہ خدا سے سچے ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔

تو کیا تم سے یہ بعید ہے اگر جہاد سے تم پیچھے پھیر جاؤ یہ کہ زمین میں فساد کرنے لگ جاؤ اور قطع کر دو ناطوں کو۔

یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی حق بات

وَيَقُولُ الَّذِينَ يَنْتَابُ الْغَنَاءُ لَوْلَا يُنَزَّلُ سُورَةٌ فَإِذَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ لِنَظَرِ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ

طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ قُلُوا صَدَقُوا إِنَّ اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ

أُوذِيَكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ

سننے سے بہرا اور راہ راست کے دیکھنے سے۔
 کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سوچتے
 کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔
 بے شک وہ لوگ جو پلٹ گئے اپنی ایڑیوں کے
 بل بعد اس کے کہ ظاہر ہو گئی تھی ان پر ہدایت
 شیطان نے انہیں فریب دیا اور دنیا میں ان کو
 مدتوں رہنے کی امید دلائی۔

یہ اس سبب سے کہ قرآن کو جو خدائے اتار رہے
 ناپسند رکھتے ہیں یہ ان سے کہا کرتے ہیں کہ ہم بعض
 باتوں میں تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان
 کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔
 پھر ان کا کیا ہوگا جب ان کی روحوں کو فرشتے
 قبض کریں گے تو ان کے مونہوں اور کولہوں
 پر باریں گے۔

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے پیروی کی اس کی جس
 پر اللہ کا غضب ہوا اور نہ جیسا ہی اس کی خوشنودی
 تو خدائے ان کے عمل رائیگاں کر دیے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى
 قُلُوبِهِمْ أَقْفَالُهَا
 إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا عَلَىٰ آذَانِهِمْ
 مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ
 الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ
 لَهُمْ

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا
 مَا أَنْزَلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ
 الْأُمُورِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ
 يُخْرِجُونَ وُجُوهَهُمْ وَآذَانَهُمْ

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسْتَعْطَا اللَّهُ
 وَكَرِهُوا رِضْوَانَنَا فَاحْبَطَ
 أَعْمَالَهُمْ

حل لغات

اور	یَقُولُ کہتے ہیں	الَّذِينَ وہ جو	أَمْثَلُ مومن ہیں
نہیں	تَذَكَّرُوا اتاری جاتی	سُورَةُ کوئی سورت	فَإِذَا توجب
اتاری گئی	سُورَةُ سورتہ	مَنْصُوب مضبوط	وہ اور
ذکر کیا ہوا	فِيہَا اس میں	الْقِتَالُ جہاد کا	رَأَيْتَ تو دیکھتا ہے تو
الَّذِينَ ان کو جنکے	فِي قُلُوبِهِمْ دلوں میں	مَرَضٌ بیماری ہے	يَنْظُرُونَ دیکھتے ہیں

اَلَيْكَ نِيرِي طَرَفَ نَظَرٍ دِكْھِنَا
 مَن مَّوْتِ مَوْتِ كِی فَاوَلٰی تَوَا فَرَسِ مَے
 وَ۔ اور قَوْلَ بَابِ
 عَزَمَ فَيَعْلَمُ مَوْتِ كِی اَلَا مَرُ كَامِ كَا
 اَللّٰهُ الشَّكُّ لَكَ لَكَ تَوَبُّو
 فَمَنْ لَوْ كِی عَسَيْتُمْ بَعِيدِے
 اَنْ يَكُ تَفْسِدُ فَا فَاوَدُ كُو
 وَ۔ اور تَقَطَّعُوا كَالْوِ
 اَلَّذِيْنَ دَمٍ مِّنْ جَنِّ پَر لَعَنَهُ لَعْنَتِ كِی
 وَ۔ اور اَعْمٰی اَنْدَ صَا كِی
 اَفَلَا تَوَكَّلُوْا عَلٰی اَلَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ غَوْرُ كَرْتِے
 اَلَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ غَوْرُ كَرْتِے قُلُوْبِ دِلُوْں كِے
 اَلَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ غَوْرُ كَرْتِے اَرْسَدُوْا پَھَر كَے
 مِّنْ يَّعْدِ بَعْدَ اِسْ كِے مَا جُو
 اَلْهُدٰی بِرَاٰیْتِ الشَّيْطٰنُ شَيْطٰنُ نَے
 وَ۔ اور اَعْمٰی رَا مِیْدَ دَلَاثِی
 يٰۤاَيُّهَا اِسْ لَیْے كَے اَنُھُوْں قَالُوْا كَہَا
 مَا اِسْ كُو جُو اَنْزَلَ اَتَا رَا
 كَے مَہَارَا فِی بَعْضِ الْاَمْرِ بَعْضِ كَامُوْں مِی
 اَللّٰهُ اَشَدَّ يَعْكُوْ جَا تَا بَے
 فَكَيْفَ تَوَكَّلُوْ كِی بُوگا اِذَا رَجَبِ
 يٰۤاَيُّهَا اِسْ لَیْے كَے اَنُھُوْں اِنْ كَے مَوْنُوْں پَر
 اَدْبَارُھُمْ اِنْ كِی پَھُیُوْں پَر ذٰلِكَ يَے
 اَتِيْوْا بِرَاٰیْتِ كِی اَنُھُوْں مَا كِی جُو اَسْخَطَ نَا لَیْنَدِ كِی
 وَ۔ اور كَہَا اَنُھُوْں نَے نَا لَیْنَدِ كِی رَضَا مَنْدِ كِی فَا حَبَطَ تَوْضَاعِ كَر دِیے

حل لغات ناوہ

سَوَّلَ :- مذہب کر دیا

اُمْلٰی :- ازرا ملا۔ اجمال اور املاء مہلت دینا۔ حاصل معنی دمازی عمر

مختصر تفسیر اردو تیسرا کوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ
ذُكِرَ الْقِتَالُ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغِشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَئِكَ لَهُمْ
اور سچے مسلمان تو یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں اے کاش جہاد کے لیے کوئی سورت نازل ہو اور جب سورت نازل
ہو اور اس میں واضح طور پر جہاد کا حکم ہو تو اے محبوب جن لوگوں کے دل میں نفاق کی بیماری ہے آپ انکو
دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف خوفزدہ ہو کر دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی پہوشی طاری ہو اور اس کی
آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

فَأُولَئِكَ لَهُمْ طَعْنٌ شَدِيدٌ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَأِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْصَدَّقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
تو ان کے حق میں بہتر یہ تھا کہ حضور کی فرمانبرداری کو تے اور کچھ پوچھیں تو صاف اور ابھی طرح جواب عرض
کریں اور اگر دلزدائی ٹھن جائے تو یہ لوگ اس صورت میں خدا سے سچے رہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔
آئیے کریمہ میں مومنین کو جہاد کے شوق میں یہ عرض کرنا محسوس ہوا کہ جہاں اور احکام آرہے ہیں وہاں
جہاد کے بھی احکام کیوں نہیں آتے۔ اس پر آئیہ کریمہ نازل ہوئی کہ ایمان والے تو یہ چاہتے ہیں کہ احکام جہاد
نازل ہوں مگر منافقین اسلام ان احکام کو سن کر ایسے غش ہوتے ہیں کہ گویا موت طاری ہو رہی ہے چنانچہ
ارشاد ہوا فَأُولَئِكَ لَهُمْ طَعْنٌ شَدِيدٌ کہ ایمان والوں کے لیے تو یہ بہتر ہے کہ وہ طاعت کرتے ہوئے قول معروف کی
پیروی کریں اور ان کے لیے یہ اجر بھی ہے کہ جب وہ جہاد کے لیے ننگی سے آگے بڑھیں تو ان کے لیے
بھلائیوں ہی بھلائیوں ہیں۔ لیکن یہ بے دین ان کا تو حال ہے کہ

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ

لَعْنَمُ اللّٰهُ فَاَصْحَمُ وَاَعْمٰی الْبَصَادُ هُوَ۔ تو منافق کیا تم سے یہ بعید ہے کہ جہاد کرنے سے تم بچو پھر بیٹھو تو اس صورت میں بھی ملک میں فساد کرنے لگ جاؤ اور اپنے رشتوں نا طول کو توڑ ڈالو یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور ان کو حق سننے سے بہرہ اور راہ راست کے دیکھنے سے ان کو اندھا کر دیا ان کا ماحول ایسا ہے کہ جب احکام جہاد ان تک پہنچیں تو آپس میں بھی جھگڑ بیٹھتے ہیں اور رشتے نلٹے توڑ دیتے ہیں اسی لیے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے کان جن فحش فحاشی سے بہرے کر دیے اللہ حق بات دیکھنے سے انہیں اندھا کر دیا۔ آگے تو بجا فرمایا۔

اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا الَّذِیْنَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيعُكَوْا فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاَللّٰهُ يَعْلَمُ اسْرَارَهُمْ۔ کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سمجھتے یا دلوں پر تلے لگا رکھے ہیں بے شک جن لوگوں کو دین کا سیدھا راستہ معلوم ہو گیا پھر وہ اپنے لٹے پاؤں پھر گئے شیطان نے ان کو دھوکے میں رکھا اور ان کی آرزوؤں کی رسیاں دماز کر دی ہیں اور یہ ان لوگوں کا بیٹھ بھیر بیٹھنا اس سبب سے ہے کہ جو لوگ قرآن کو جو خدا نے اتارا ہے اسے ناپسند کرتے ہیں (مثلاً یہود) یہ منافق ان سے کہا کرتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہاری ہی صلاح پر چلیں گے اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیات منافقین کے لیے نازل ہوئیں کہ وہ کفر کو ترجیح دیتے تھے اور حق کو قبول کرنے میں انحراف کرتے تھے گویا یہ فرمایا کہ ان کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں کہ حق بات نہیں پہنچتی اور کفر کو قبول کرتے ہیں تو جو لوگ اسلام میں آکر مرتد ہو گئے اور حقانیت دیکھ کر مغرب ہوئے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شیطان نے ان کو بھسلا دیا اور ان کی دنیا میں رہنے کی آرزوؤں کو دماز کر دیا۔ اسی لیے ان کے منہ سے یہی لفظ نکلتے ہیں کہ ہم اسلام کے دشمن کی حمایت کریں گے اور جو اللہ نے نازل فرمایا وہ ہمیں پسند نہیں اور ان کی یہ سرگوشیاں اور خفیہ سازشیں اچھی طرح جانتا ہے اور اپنے حبیب حبیب جناب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی منکشف فرما دیا۔ آگے تمہیداً ارشاد ہوا۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّيْتُمْ الْمَلَائِكَةُ يَخْرُجُونَ وُجُوْهُهُمْ وَاَذْبَارُهُمْ خِلَافَ مَا تَبِعُوْا مَا اسْتَخَفَّ اللّٰهُ وَاَكْبَرُ هُوَ اَرْضَوْنَ اَسْمًا فَاَخِطَ اَعْنَائَهُمْ۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی رو حیں قبض کریں گے اور ان کے موتوں اور کوہوں پر راستے ہوں گے اور ان کی یہ نوبت اس لیے ہو گی کہ جو چیز خدا کو بری لگتی ہے یہ اسی کے راستے پر چلے اور اس کی خوشی نہ چاہی تو خدا نے بھی ان کے

عمل علیا میٹ کر دیے۔

آپ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ حیات دنیا میں پرزگ رہیاں منالیں جب فرشتوں کے قبضہ میں جائیں گے تو ان کے چہرہ پر کوہوں پر ضربیں پڑیں گی پھر پھینٹائیں گے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ پاس لیے ایسا ہوگا جس چیز سے اللہ ناراض ہے اس کی طرف ان کا رجحان اور جن باتوں کی اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی اس سے نفرت کرتے ہیں اسی بنا پر فرمایا کہ اللہ کی رضا مندی سے کہ است کرنے والے وہ ہیں جن کے اچھے کام بھی سب رائیگاں اور بیکار ہیں۔

با محاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں تفاق کا روگ ہے
اس خیال میں ہیں کہ خدا ان کی دلی عداوتوں ظاہر نہیں
فرمائے گا۔

اور اے محبوب ہم جانتے تو تمہیں ان لوگوں کو ایسی
اچھی طرح دکھا دیتے کہ آپ ان کو ان کی صورت
ہی سے پہچان لیتے اور یوں بھی آپ ان کو ان کے
طرز کلام سے ضرور پہچان لو گے اور اللہ تعالیٰ تم
سب کے عملوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اور اے مسلمانو تم سب کو ہم ضرور آزمائیں گے کہ
تم میں جہاد کرنے والے افراد کو معلوم کر سکیں اور
لڑائی کی تکلیفیں جو برداشت کرنے والے ہیں
ان کو ٹھوک بجا کر (معلوم کر سکیں) تاکہ تمہارے
اصلی حالات کو ہم جانچ لیں۔

بے شک جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ
سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ
دین کا صاف راستہ ان پر ظاہر ہو گیا خدا کو یہ

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَمَزٌ
أَنْ لَّنْ يَخْرِجَ اللَّهُ أَصْفَانَهُمْ

وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكُمْهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ
بِسِيمَتِهِمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْجَاهِدِينَ
مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّ
أَجْسَادَكُمْ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنُكَفِّرَنَّ

يَقْرُءُوا لِلّٰهِ شَيْئًا وَّسَيُحِطُّ اَعْمَالُكُمْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمَالَكُمْ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ
سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا
فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

فَلَا تَهْتَفُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ
وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ
وَلَنْ يَّتْرَكَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ
وَأَنْ تَوْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ
أَجْرَكُمْ وَلَا يَسْئَلَكُمْ اَمْوَالَكُمْ

إِنْ يَسْئَلُكُمْ هَا فَيُؤْفِقْكُمْ تَجَلَّوْا
وَيُخْرِجْ أَصْغَانَكُمْ

هَٰذَا نَحْنُ هُوَ لَا تَدْعُوا لِنُفِقُوا
فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُنَكِّمُ مِمَّنْ يَجْعَلُ
وَمَنْ يَجْعَلُ فَإِنَّمَا يَجْعَلُ عَنْ
نَفْسِهِ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ
الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا
خَيْرَ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ لَا يَكُونُوا امْتَالَكُمْ

لوگ کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ
وہ انہی کے اعمال کو اکارت کر دے گا۔

اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر چلو اور اللہ کے
رسول کے حکم پر چلو اور رسول کی مخالفت کر کے
اپنے عملوں کو برباد مت کرو۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو خدا
کے راستہ سے روکا پھر کفر کی حالت ہی میں مر گئے
خدا انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

تو نہ سستی کرو اور آپس کی صلح کی طرف نہ بلاؤ
(اور یہ جانتے رہو کہ آخر کار) تم ہی غالب رہو گے
اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عملوں
کے ثواب میں کسی طرح کمی نہیں کریگا۔

یہ دنیا کی زندگی بس نرا کھیل اور تماشہ ہے اور اگر
خدا پر ایمان رکھو گے اور پرہیزگاری کرتے رہو گے
تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا اور اپنے لیے تمہارے
مال تم سے طلب نہیں کریگا۔

اگر وہ تم سے اپنے لیے مال طلب کرے اور تم سے
چھٹے (زیادہ طلب کرے) تو تم ضرور بخل کرو اور مال
سے تمہاری دلی عداوتیں ظاہر ہوں۔

تم لوگ (سن رکھو) کہ خدا کو تم کیا دو گے (تم تو ایسے
دل کے تنگ ہو) کہ تم کو (اپنے قومی فائدے کے لیے)
خرچہ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے خدا کے راستہ میں

اس پر بھی تم میں سے بہتیرے بخل سے کام لیتے ہیں
تو جو بخل کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنے سے بخل
کرتا ہے ورنہ اللہ بے نیاز ہے اور تم اس کے

محتاج ہوا اور اگر تم خدا کے حکم سے روگردانی کر دو گے تو خدا تمہاری جگہ دوسروں کو لا بیٹھائے گا اور وہ تم جیسے (دل تنگ بھی) نہیں ہوں گے۔

حل لغات

اَلَّذِيْنَ	ان لوگوں نے کہ فی بیچ	حَسِبَ	خیال کیا	اَقْرَبُ	کیا
اَنْ	بیر کہ	مَوْضِعٍ	موضع	قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں کے
اَضْعَا	انکا کینہ	اَللّٰهُ	اللہ	مُخْرِجٍ	نکلے گا
لَا رَيْبَ	تو دکھائیں آپ کو انہیں	نَشَاءُ	ہم چاہیں	لَوْ	اگر
بِسْمِ	انکی پیشانی سے	فَلَعَرَفْتُمْ	کہ پہچان لیں آپ ان کو	لَتَعْرِفَنَّهُمْ	ضرور ان کو پہچان لو گے
لَعَنَ	القول بات کے	وَاِنْ	اور	اَنْذَارُ	انذار کے
يَعْلَمُ	جانتا ہے	وَاِنْ	اور	اَعْمَاكُمْ	تمہارے عمل
لَنَبْلُوَنَّكُمْ	ضرور آزمائیں گے ہم تم کو	لَعَلَّكُمْ	ہم جانیں	حَقِّ	یہاں تک کہ
الْمُجَاهِدِيْنَ	جہاد کرنے والوں کو	وَاِنْ	اور	مِنْكُمْ	تم میں سے
الصَّابِرِيْنَ	صبر کرنے والوں کو	نَبْلُوْا	ہم آزمائیں	وَاِنْ	اور
اَخْبَارَ	خبریں	الَّذِيْنَ	وہ جو	اِنَّ	بے شک
كُفْرًا	منکر ہوئے	عَنْ سَبِيلِ	اللہ خدا کی راہ سے	صَدُّوا	روکا
وَاِنْ	اور	الرَّسُوْلَ	رسول کی	شَاوُوا	نا فرمانی کی
مَارَاسِ	کے کہ	لَكُمْ	ان کے لیے	بَيِّنَ	ظاہر ہو گئی
لَنْ	بہرگز نہیں	اَللّٰهُ	اللہ کا	يُضِلُّوا	بگاڑ سکیں گے
وَاِنْ	اور	اَعْمَاكُمْ	ان کے عمل	نَسْجُطَ	جلدی ضائع کر دے گا
يَا اَيُّهَا	اے	اَطِيعُوا	ایمان لائے ہو	الَّذِيْنَ	وہ جو
اَللّٰهُ	اللہ کا	الرَّسُوْلَ	رسول کا	وَاِنْ	اور
اِنَّ	بیشک	اَعْمَاكُمْ	اپنے عمل	لَا رَيْبَ	

حل لغات ناوہ

أَضَعَانَهُمْ يَنْقِنُ كِي مَعِي هَيْ كَيْنَه كِي مَعْنَى فِي مَسْتَعْلَمٍ هِي
لَحْنُ الْقَوْلِ - طَرْزُ كَلَامٍ
لَنْ يَبْقَى أَفَى كَنْ يَنْقُصُ - ہرگز کمی نہیں کریگا۔
فِيهِمْ كَمَنْ - از احوالہ بمعنی مبالغہ کرنا اور اس مقام میں زیادتی کرنا مراد ہیں

مختصر تفسیر اردو چوتھا رکوع سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرُوضٌ أَنْ لَنْ يَخْرِجَ اللَّهُ أَضْعَانَهُمْ يَكِيَا وَه لَوْ كَانُوا مِنْ
رُكْبَةٍ بِي لَفَاقِ كَا اس خیال میں ہیں کہ خدا ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہیں فرمائے گا۔
منافق جو عداوتیں مومنین کے ساتھ رکھتے تھے اس پر ان کا یہ گمان تھا کہ ہمارا راز مسلمانوں پر ظاہر نہیں
ہے فرمایا یہ گمان ان کا غلط ہے اللہ ان کی عداوتیں ظاہر فرمادے گا بلکہ اگر اللہ چاہے تو ان حاسد لوگوں
کو بھی دکھا دے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ وَلَتَعْلَمُنَّ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ وَلَسَوْتُكُمْ خَفِ
لَعَلَّكُمْ الْجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَتَبَلَّوْا أَخْبَارَكُمْ اور اے محبوب ہم چاہیں تو آپ کو وہ لوگ
اچھی طرح دکھا دیں کہ آپ ان کو صورت ہی سے پہچان لیں اور یقیناً آپ جانتے ہیں ان کی پیشانیوں
سے اور یقیناً آپ پہچانتے ہیں ان کے طرز تکلم کو اور اللہ تمہارے عملوں کو جانتا ہے اور ہم آزمائشیں گے
تمہیں یہاں تک کہ جانیں ہم مجاہدین کو اور تم میں سے صبر کرنے والوں کو اور ہم جانچیں گے تمہارے حالات۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تو منافقین کو حضور پر السیاطا ہر فرمایا کہ مسجد نبوی سے ستر منافق حضور
نے نکلوا دیئے اور قطعی فرمایا کہ اَخْرِجْ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ حَالًا كَلِمَةً انہوں نے اپنا لفاق اتنا عقی رکھا تھا کہ
مسجد نبوی میں آکر سنن و لوائل پڑھتے خطبہ سنتے ہوئے روتے مگر جب ارشاد ہوا وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ
مَرُوضٌ عَلَى الْبَقَا لَا تَعْلَمُهُمْ لَحْنُ تَعْلَمُهُمْ اہل مدینہ میں بہت سے وہ ہیں جو لفاق پر اڑے ہوئے
ہیں آپ انہیں جانتے ہوئے بھی نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ گویا آپ چشم پوشی فرماتے ہیں

حضور منبر سے اترے اور ستر بہتر کے قریب پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیے اور فرمایا کہ اُخْرُجْ فَاَنْذِرْ
مُتَافِقِي نَکْلِ تُوْ مَنَافِقٍ سَے۔ حالانکہ منافقانہ طریقہ اور نفاق کے طور ظاہر نہیں تھے مگر وہ جو فرمایا وَاَنْذِرْ
نَشَاءُ لَا دِیْنَکُمْ هُوَ اگر ہم چاہیں تو یقیناً آپ کو دکھلا دیں تو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور دکھایا اسی بنا
پر آگے فرمایا فَکُفُّوا عَنْ سَبِّیْہَا هُوَ آپ ان کو ان کی پیشانیوں سے جلتے ہیں اور ان کے طرز
تکلم سے آپ پہچانتے ہیں۔

آئیہ کریمہ سے واضح ہوا کہ نفاق منافقین حضور پر روشن تھا مگر اپنے غایت خلق کی بنا پر انہیں دلیل
نہیں کیا جاتا تھا تو جب حکم آیا لَا تَعْلَمُوْهُمْ تَحْنُ تَعْلَمُوْهُمْ تو یہ تعمیل حکم الہی مسجد نبوی سے تمام
منافق نکال دیے گئے اور اللہ تعالیٰ ان کے عملوں کو اور اس کی حقیقت کو خوب جانتا ہے کہ وہ
سنّتیں جمعہ میں آکر کیوں پڑھتے تھے اور خطبہ میں گریہ و زاری کیوں کرتے تھے آگے ارشاد ہے کہ ہم آزمائش
کے تمہیں یہاں تک کہ سچے جاننا مجاہد واضح ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مجاہدین اسلام میں کچھ
منافقین بھی شامل ہو جاتے تھے۔

ایک منافق کا واقعہ ہے کہ اس نے خوب میدان کیا حتیٰ کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ صحابہ نے اس
کی تعریف کی تو حضور نے فرمایا اگر وہ ایمان سے لڑتا تو اچھا ہے ورنہ جہنمی ہے۔ بغرض کہ ایسا ہی ہوا کہ
ہاتھ کی تکلیف سے مضطر ہوا اس نے اپنے کو ہلاک کر ڈالا اور جہنم میں گیا اور ایسے واقعات بہت
سے ہیں جن کو بخوف طوالت نقل نہیں کیا جاتا آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ کَفَرٌ دَا وَّصَلٰ وَاَعَنَ سَبِیْلَ اللّٰہِ وَاَسَاقُوا اللّٰہَ رَسُوْلًا مِّنْ بَعْدِ مَا بَیَّنَ لَہُمْ
اَلْہُدٰی لَنْ یُّغٰیروا اللّٰہَ شَیْئًا وَّسَیُجِبُطَ اَعْمَالُہُمْ۔ بے شک جن لوگوں پر دین کا سیدھا راستہ صاف
ظاہر ہو گیا اور ظاہر ہوئے پیچھے انہوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا اور رسول
کی مخالفت کی خدا کو تو یہ لوگ کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ وہ ان کے عملوں کو اکارت
اور برباد کر دے گا۔

آئیہ کریمہ میں صاف بتلایا کہ جو کافر ہوئے ان پر ہدایت کے راستے روشن تھے مگر کفر و عناد
پر ایسے جمے کہ انحراف کیا ان کے لیے ارشاد ہوا کہ وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے البتہ اللہ
ان کے عملوں کو جھٹک کر رائیگاں کر دے گا۔ اس لیے کہ اعمال صالح ہمیشہ ایمان کی شرط پر فائدہ مند
ہیں۔ اگر ایمان نہیں تو کتنا ہی دان پر کیا جائے کتنی ہی خیرات کریں اس پر وعید شدید ہے فَکُنْ
یَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ هُوَ وَاِلَّا فَمِنْ ذٰہِبًا اگرچہ وہ تمام روئے زمین سوئے سے پر کر کے خیرات

کہہ دیں تو ہرگز ہرگز قبول نہ کی جائے گی اسی بنا پر یہاں بھی ان کے عمل ضبط ہو جائیں گے اب ارشاد ہے جس میں مومنین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۚ اِئْتِ الْوَحْدَ اِطَاعَتِ كِر واور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور خدا و رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَصْحٰبُ سَبِيْلٍ لِّلّٰهِ لَشَرٌّ مَّا تُوَادُّهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ
بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکے رکھا پھر کفر کی حالت ہی میں مر گئے خدا انہیں ہرگز نہیں بخشنے گا۔

ہم یہ کہہ رہے ہیں بتایا گیا کہ اطاعت الہی و اطاعت رسالت پناہی عمل کی قبولیت میں شرط ہے اور جو بلا اطاعت عمل کرے اس کے تمام عمل رائیگاں ہیں اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو کافر ہیں اور اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد رکھتے ہیں باوجودیکہ معجزات باہر ان کے سامنے روشن ہو چکے حقانیت واضح ہو گئی اور اسی حالت میں وہ مرے ان کا کوئی عمل مقبول نہ ہوگا اب اس کے بعد تسلی دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۚ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتْرَكَكُمْ أَعْمَالُكُمْ
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَبِيسٌ وَلَهُوَ وَابٌ تُؤْمِنُوْا تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ أَجْرَكُمْ وَلَا تَسْكُنُوْا أَمْوَالَكُمْ اِنْ
يَسْأَلُكُمْ فِيهَا فَيَجْعَلْكُمْ تَخْلُوْا وَيُخْرِجْ أَضْعَافَكُمْ ۚ اور اے مسلمانو! تم بودے نہ بنو اور خود پیام دے
کر دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ اور یہ جان لو کہ آخر کار تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ
ہے اور تمہارے عملوں کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہ کیے گا۔ اور اگر (بالفرض) وہ تم سے (اپنے لیے)
مال طلب کرے اور تم کو اصرار سے چمٹے تو تم ضرور نکل کر واور اس سے تمہاری دلی عداوتیں ظاہر ہوں۔

بودے بن کر ان کو صلح کی دعوت مت دو تم ہمیشہ غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے
اور اعمال کے ثواب میں کمی نہ فرمائے گا۔ دنیا کی زندگی تو کھیل کو دہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری
اختیار کرو تو تمہیں تمہارے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ تمہارے مال طلب نہیں کرتا۔

غرض کہ مشرکین سے بے نیاز رہنے کی تعلیم اور مسلمانوں کو غالب رہنے کی بشارت ہے اور اپنی
بے نیازی کا مظاہرہ ہے کہ وہ تم سے اور تمہارے مالوں سے بے نیاز ہے اِنْ تَقْرَضُوا مِنَ اللّٰهِ قَرْضًا
جَسَدًا يُّوَفَّرَ بِآيَةِ بَنَدُوں پر کرم ہے کہ خیرات و صدقات کے دینے کو قرض حسنہ سے تعبیر فرمایا اور وہ

وہ ذات نہ قرض حسنہ لینے کی محتاج اور نہ اسے احتیاج یہ کرم خاص ہے کہ بندوں کو خیرات و صلوات کی تعلیم میں اپنی طرف قرض سے تشبیہ دی اور تبا بھی دیا کہ اگر تم تم سے لیتے اور اس پر اصرار فرماتے تو تم دل میں تنگ ہو جاتے اور تم بخیل بن جاتے اور تمہارے کیلئے ظاہر ہو جاتے۔ اب تم گے ارشاد باری ہے۔

هَٰذَا نَتَّبِعُ ۖ هُوَ لَا يَدْعُوْنَ لِيَتَنَفَّوْا فِی سَبِيلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَّجْعَلُ وَ مِّنْ يَّجْعَلُ فَاِنَّا
يَجْعَلُ عَنْ نَّفْسِهِ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ ۚ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَكَّلُوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ
لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ۔ ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو بعض
تم میں سے وہ ہیں جو بخل کریں گے اور جو بخل کریگا وہ اپنی ہی جان پر کرے گا اللہ قلعے غنی ہے
اور تم اس کے در کے فقیر اور اگر تم نے انحراف کیا تو بدل کر تمہاری قوم کو دوسری قوم لے لے گا
پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوگی۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنا عتاب الہی کا مستوجب ہے حتیٰ کہ اس پر یہ وعید
شدید آیا کہ اگر مال کی محبت کو ترجیح دی تو ہم تم سب کو ہلاک کر دیں گے اور تمہاری جگہ دوسرے
لائیں گے جو ایسے دہوں گے۔

تَمَّتِ السُّورَةُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سورة الفتح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بَا محاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورة فتح ۲۶

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

اے محبوب (حیدریہ کی صلح کیا ہوئی) حقیقت میں
ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کر دی۔

تاکہ اللہ آپ کے سبب سے گناہ بخشے اگلے
اور پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں آپ پر تمام کر دیں

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
وَمَا تَاَخَّرَ ۚ وَبِئْسَ نِعْمَتًا عَلَيْكَ

فِي هَذَا يَكْ حَرَامًا مُسْتَقِيمًا
وَيُضَارِكُ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ
الْمُؤْمِنِينَ لِيُذْخِرُوا إِيَّاهُ مَعَ
إِيْمَانِهِمْ وَبِاللَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْمَوَاقِفِ
قَمَرِي مَنْ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ
عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا

وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَ
الْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ
بِاللَّهِ طَلَّتِ السَّحَابُ عَلَيْهِمْ ذَاتُ السَّحَابِ
وَعُصِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ
لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

وَبِاللَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ
اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
وَمُنذِرًا

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ
وَتُوَفِّرُوهُ وَتَكْفُرُوهُ بِكُرْهٍ وَآجِيلًا

دے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے
اور اللہ آپ کی زبردست مدد فرمائے

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان
ڈالنا کہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی
کے ملک تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے ہیں
اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو داخل
فرمائے جنت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں
رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کے گناہوں
کا کفارہ کر دے اور یہ اللہ کے ہاں بڑی ہی
کامیابی ہے۔

اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ
پر گمان رکھتے ہیں برا گمان اب بھی مصیبت کے
چکر میں آگئے اور خدا کا غضب ان پر نازل ہوا
اور اس نے ان کو کھٹکار دیا اس کے علاوہ اس
نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت
بری جگہ ہے۔

اور آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کے لشکر سب
اللہ ہی کے ہیں اور اللہ زبردست حکمت والا ہے
اور اے محبوب ہم نے آپ کو شاہد عالم اور خوش
خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور
رسول کی تعظیم کرو اور ان کا وقار دل میں رکھو اور
صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ
 ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ
 کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو وہ عہد شکنی کا
 وبال اپنی جان پر لے رہا ہے اور جس نے پورا کیا
 وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد
 اسے اللہ پورا ثواب دیگا۔

إِنَّ الْإِسْلَامَ بَيْنُ يَبَايَعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ
 اللَّهَ يَدُ اللَّهِ قُوَّةٌ أَبَدِيَّةٌ فَمَنْ
 تَلَفَ فَإِنَّمَا يَتْلَفُ عَلَى نَفْسِهِ وَ
 وَمَنْ أَدَّى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ
 فَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

حل لغات

فَتَحْنَا فِتْحَ دِي	لَاكَ - آپ کو	فَتَحْنَا فِتْحَ
لِيَغْفِرَ تَاكَرُخْتِ	لَاكَ - آپ کو	اللَّهُ - اللہ
لَقَدْ مَّ - پہلے ہو چکے	مِنْ ذُنُوبِكَ - آپ کے گناہ	وَر - اور
تَاخَرُ - پیچھے ہیں	وَر - اور	يُتِمُّ - پوری کرے
عَلَيْكَ - آپ پر	وَر - اور	يَهْدِيكَ - راہ دکھائے جو
مُسْتَقِيمًا سِدِّ مِي	وَر - اور	يُنْفِصُ - مدد کرے
لَقَدْ مَّ - اللہ - مدد	عَنْ يَدَا زَبَرِ دَسْتِ	هُوَ - وہ
الَّذِي - اللہ وہ ہے جس نے	السَّكِينَتِ - تسلی	فِي - بیچ
قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ - مومنوں کے دلوں کے	لِيُزِدَ أَدْوَا - تاکہ زیادہ ہو	إِيمَانًا - ایمان میں
مَعَ - ساتھ	وَر - اور	اللَّهُ - اللہ ہی کے ہیں
مُتَوَدِّعًا - شکر	وَر - اور	الْأَرْضِ - زمین کے
وَر - اور	كَانَ - ہے	عَلِيمًا جَانِنًا وَالَا
حَكِيمًا حَكَمْتَ وَالَا	لِيُذْخِلَ خَلْ - تاکہ داخل کرے	وَر - اور
الْمُؤْمِنَاتِ مومن عورتوں کو	جَنَّتِ - باغوں میں کہ	مِنْ تَحْتِهَا - ان کے نیچے
الْأَنْهَادِ نَهْرٍ	خَلْدًا يَتَبَعُ شَرِّهِ	وَر - اور
يَكْفُرُ دَوْرَ دَرَكِ	عَنْهُمْ - ان سے	وَر - اور

ہے	ذٰلِكَ يَدِ	عِنْدَ تَرْدِيكَ	اللّٰهُ - اللّٰہ کے
قُوْرًا - کامیابی	عَظِيْمًا - بڑی	وَ اَوْر	يُعَذِّبُ - سزا دے
الْمُتَفِقِيْنَ - منافق مردوں	وَ اَوْر	الْمُنْفِقِيْنَ - منافق عورتوں کو	وَ اَوْر
الْمُشْرِكِيْنَ - مشرک مردوں	وَ اَوْر	الْمُشْرِكِيْنَ - مشرک عورتوں کو	الطَّائِفِيْنَ - جو ظن کرتے ہیں
بِاللّٰهِ - اللّٰہ کے متعلق	خَلَقَ ظَن	السَّوْدُ - برے	عَلَيْهِمْ - انہی پر ہے
كَادُوْة - گردش	السَّوْدُ - بری	وَ اَوْر	غَضِبَ ناراض ہوا
اللّٰهُ - اللّٰہ	عَلَيْهِمْ - ان پر	وَ اَوْر	لَعَنَهُمْ - لعنت کی ان پر
وَ اَوْر	اَعَدَّ - تیار کی	لَهُمْ - ان کے لیے	بَحْتَهُمْ - مفرخ
وَ اَوْر	سَاءَتْ - بری ہے	مَصِيْدًا - جگہ پھرنے کی	وَ اَوْر
بِاللّٰهِ - اللّٰہ کے لیے ہیں	جُنُوْد - لشکر	السَّمَوَاتِ - آسمانوں	وَ اَوْر
الْاَرْضِ - زمین	وَ اَوْر	كَانَ ہے	اللّٰهُ - اللّٰہ
عَزِيْزًا - غالب	حَكِيْمًا - حکمت والا	اِنَّا بَشِيْكَ بِمَنْ	اَرْسَلْنَاكَ - بھیجا تجھ کو
شَهِيدًا - گواہی دینے والا	وَ اَوْر	مُبَشِّرًا - خوشخبری دینے والا	وَ اَوْر
نَذِيْرًا - ڈرانے والا	لِتُؤْمِنُوْا - تاکہ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ - اللّٰہ پر	وَ اَوْر
رَسُوْلًا - اسکے رسول پر	وَ اَوْر	لَقَدْ رُوِيَ - تعظیم کرو اسکی	وَ اَوْر
تَوْفِيْرًا - توفیر بجا لاؤ	وَ اَوْر	تَتَّبِعُوْا - تسبیح بیان کرو	كَ - اس کی
مُبَكَّرًا - صبح	وَ اَوْر	اَصِيْلًا - شام	اِنَّ - بیشک
الَّذِيْنَ - وہ جو	مُبَايَعُوْنَكَ - بیعت کرتے ہیں آپ سے	يَدًا - لاکھ	اِنَّمَا - اسکے سوا نہیں
مُبَايَعُوْنَ وہ بیعت کرتے ہیں	اللّٰهُ - اللّٰہ سے	اَيَّدِيْهِمْ - ان کے اٹھوں	اللّٰهُ - اللّٰہ کے
فَوْق - اوپر	يُنْكُتُ - وہ توڑ رہے	عَلَى - اوپر	نَكَتَ - توڑا
فَاِنَّمَا - تو اسکے سوا نہیں	مَنْ جِسْنِ	اَوْفَى - پورا کیا	نَفْسِهِ - اپنی جان کے
وَ اَوْر	عَلَيْهِ - اس پر	اللّٰهُ - اللّٰہ سے	يَمَّا - جو
عَاهِدًا - عہد کیا تھا	عَظِيْمًا - بڑا		فَسَيُؤْتِيْهِ - تو دیگا اس کو
اُجْرًا - اجر			

حل لغات نادرہ

نکٹ: جس نے ہمد شکتی کی

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

سورۃ ندامتہ طیبہ میں نازل ہوئی اس میں چار رکوع ۲۹ آیتیں ۵۸۶ کلمات اور ۲۵۵۹ حروف ہیں
 اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ
 عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا۔ بے شک ہم نے آپ کے لیے
 روشن فتح دی تاکہ اللہ آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور آپ کے پھلوں کے گناہ بخش دے
 اور اپنی نعمتیں آپ پر تمام کر دے اور آپ کو سیدھی راہ پر قائم رکھے اور اللہ آپ کی زبردست مدد
 فرمائے۔

آیت کریمہ میں اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا فرمایا ہے یہ لام جو لیغفر پر ہے سببی سے۔ خازن اور
 روح البیان میں اسے لام سببی ظاہر کیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ بنے تاکہ بخش دے آپ کی ذات کے
 باعث آپ کے غلاموں کے پہلے پھلے گناہ۔ اور یہ وہی مضمون ہے جو سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
 پہلے بیان ہو چکا ہے اور اَسْتَغْفِرُكَ لِنَبِيِّكَ پر ہم لکھ چکے۔ یہاں اور وضاحت سے فرمادیا کہ آپ کے
 سبب سے آپ کے پہلے اور پھلے غلاموں کے گناہ معاف فرمائے اور اگر اس کے یہ معنی لیے جائیں کہ
 حضور کے گناہ معاف ہوں تو پھر عصمت انبیاء کا مسئلہ جو عقیدہ اہل سنت سے لغو ہو جائیگا۔ بناہیں
 لام سببی ہی ماننا پڑے گا اور گناہوں کی معافیاں غلام مصطفیٰ کی ہوں گی۔

شان نزول آیت کریمہ کا یہ ہے کہ سورہ اِنَّا فَتَحْنَا حَیْبِیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضور اور صحابہ نے اس کے نزول پر بہت بڑی خوشی منائی اور بخاری
 و مسلم و ترمذی کی روایات کے مطابق صحابہ نے حضور کو مبارک بادیں پیش کیں۔ حدیبیہ مکہ مکرمہ کے
 نزدیک ایک کنواں تھا۔ مختصر واقعہ یہ ہے کہ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ حضور مع اپنے اصحاب کے امن کے ساتھ
 مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے لی گئی اور عمرہ کیا۔ جملہ اصحاب کو

اس جواب کی خبر دی اور یہ بھی یہاں سمجھ لینا ضروری ہے کہ بنی کا خواب وحی کے درجہ پر ہوتا ہے وہ خیال یا افغناٹ احلام نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر حضور نے اس کی خبر صحابہ کو دی اور صحابہ کے اعتقاد میں چونکہ بنی کا خواب وحی تھا اسی وجہ میں سب خوش ہوئے۔ اور سمجھ گئے کہ یہ بشارت عظمیٰ ہے۔ چنانچہ حضور نے ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذی قعدہ ۳۳ کو عمرہ کا قصد فرمایا۔ مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں دو رکعت ادا فرماتے (یہ وہ مقام ہے جو مدینہ والوں کا میقات ہے مدینہ سے چل کر جب حاجی مکہ معظمہ آتا ہے تو اسی جگہ سے احرام باندھتا ہے اور بعض اصحاب نے مقام حجفہ سے احرام باندھا۔

راستہ میں پانی ختم ہو گیا حضور کے آقباہ کے سوا اور کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ حضور سے عرض کیا گیا تو آپ نے اپنا دست اقدس آقباہ میں رکھا تو انگشت ہائے مبارکہ سے چشمے جاری ہو گئے یہ حضور کا معجزہ تھا۔ تمام لشکر سیراب ہوا جب مقام عسفان پر پہنچے تو خبر موصول ہوئی کہ کفار قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہیں اور مقام حدیبیہ پر جب تشریف لے آئے تو پانی کی ضرورت پڑی اب پانی بالکل ختم تھا صحابہ نے عرض کیا حضور نے حدیبیہ کے کنویں میں کلی فرمائی۔ یہ دوسرا معجزہ ہوا کہ پانی کنویں کے اوپر ابل آیا سب نے پانی پیا اور اونٹنوں کو پلایا۔

یہاں کفار قریش کی طرف سے کئی شخص حضور کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجے گئے سب نے یہی کہا کہ حضور عمرہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں مگر اہل مکہ کو یقین نہ آیا۔ آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو سرداران طائف میں سے قبیلہ بنی ثقیف کے بڑے متمول اور معتد تھے ان کو یہاں بھیجا گیا۔ یہاں آکر انہوں نے جان نثاران صحابہ کا نقشہ دیکھا کہ وہ حضور کے ساتھ اس قدر واہمانہ عقیدت رکھتے ہیں کہ حضور کا غسالہ و غوزین پر گرنے نہیں دیتے اور لعاب دہن ہاتھوں میں لے کر تبرک اپنے بدن پر مل لیتے ہیں۔ حضور کے سامنے اتنے مودب ہیں کہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس نے واپس ہو کر اہل مکہ کو کہا کہ وہ یقیناً عمرہ کو تشریف لائے ہیں لیکن اگر وہ جنگ و جدال بھی فرمائیں تو ان کے ساتھ وہ جان باز ہیں کہ تم ان پر فتیاب نہیں ہو سکتے۔ میں نے شاہان فارس و روم کے یہاں یہ جلال و ہیبت نہیں دیکھا۔

اس پر اہل مکہ نے کہا ایسی بات مت کہو ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے۔ وہ اگلے سال آئیں۔ عروہ نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر کوئی مصیبت نہ آئے۔ عروہ یہ کہہ کر واپس ہو گئے اور بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد حضور نے صحابہ سے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بیعت کی خبر سن کر کفار خوفزدہ ہوئے تو انہوں نے صلح کی پیشکش کی حضور نے منظور فرمائی صلح نامہ پر دستخط ہو گئے سال آئندہ پر حضور کا تشریف لانا قرار پایا۔ اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی۔ اسی لیے قرآن کریم نے فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ چنانچہ اس سے اکثر مفسرین نے فتح سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے اور بعض نے تمام فتوحات اسلام جو آئندہ ہونے والی تھیں ان کی بشارت مراد لی ہے آگے ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيُذْأَدُوا اٰيْمَانًا مَّعَ اٰيْمَانِهِمْ وَبِاللّٰهِ جُنُودَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتِ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا اَنْهَارٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفَّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ قُوْرًا عَظِيْمًا وَيُعَذِّبُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقَتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّالِمِيْنَ بِاللّٰهِ ظُلْمَ السَّوْرِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا وَبِاللّٰهِ جُنُودَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ بڑھے ان کا ایمان ایمان کے ساتھ اور اللہ ہی کی ہلک ہے لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے تاکہ داخل فرمائے مومن مرد و عورت کو ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ان کی خطائیں درگزر فرمائے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے اور منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر عذاب فرمائے جو اللہ پر برا گمان رکھتے ہیں ان پر اس کی بری گردش ہے ان پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور ان کے لیے تیار ہے دوزخ جو بری جگہ ہے لوٹنے کی اور اللہ کے لیے لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

آیات کریمہ میں مومنوں کے لیے بشارت جنت اور منافق و مشرکین کے لیے وعید عذاب فرمایا گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہے جس میں اپنے حبیب جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو کائنات کا ناظر و حاضر بنا کر بشارت دینے والا اور ڈر سناتے والا ظاہر کیا اور یہ حقیقت ہے کہ بشارت دینا اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک بشیر خود مشاہدہ نعمت نہ کر لے اسی طرح نذیر اس وقت تک نذیر نہیں ہو سکتا جب تک عذاب کے نقشے نہ دیکھ لے تو یہاں ضمنًا اس بات کو

دکھلایا گیا کہ ہمارے محبوب نے جنت و دوزخ ہی نہیں ملاحظہ کی بلکہ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا
 فرمایا جس پر تنوین تنکیر لائی گئی چنانچہ ارشاد ہے۔
 اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَ مَشَاهِدًا ذُنُوبًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَ تَعَزَّوْا وَ تَتَّقُوْا
 وَ تَسْجُدُوْا وَ تَكْبِرُوْا وَ اَصِيْلًا۔ بے شک ہم نے آپ کو شاہد مطلق بنا کر بھیجا اور بشارت دیتا اور ڈر
 سناتا تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور رسول کی تعظیم کرو اور ان کا وقار دل میں رکھو۔
 اور اللہ کی تسبیح و تہلیل ہر صبح و شام کرو۔

آیہ کریمہ میں حضور کو شاہد افرما کر تنوین تنکیر کے ساتھ شاہد مطلق بنایا اور شاہد کے معنی حاضر کے
 ہیں تو گویا بالفاظ دیگر یوں ارشاد ہوا اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ حَاضِرًا اور جو حاضر ہوتا ہے اس کا ناظر ہونا
 لازمی ہے۔ بعض کوتاہ اندیش حاضر و ناظر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تساوی کا الزام
 دیتے ہیں۔ حالانکہ علامہ شامی نے تصریح کی کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنے والے پر کفر کا حکم نہ لگایا
 جائے اس لیے کہ لفظ حاضر و ناظر کی تاویل یا عالم یا من رآہ ہو سکتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نہ حاضر
 ہے نہ ناظر اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ایل حاضر و ناظر استعمال نہیں کیا گیا۔ نہ نالویں اسماء
 حسنی جو لکھے گئے اس میں حاضر و ناظر نہیں اس لیے کہ یہ صفت اس کی ہے جس میں غائب ہونے
 کی اہلیت ہو اور ناظر اس کی صفت ہے جو مقلہ چشم سے دیکھنے کا محتاج ہو اللہ تعالیٰ نہ مقلہ چشم
 کا محتاج اور نہ کبھی غائب و معدوم۔ لہذا ثابت ہوا کہ حاضر و ناظر بندے ہی کو کہہ سکتے ہیں نہ کہ اللہ
 تعالیٰ جل شانہ کو تو اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا کے معنی حاضر بالکل صحیح ہیں اور جو حاضر ہے اس کو ناظر ماننا
 لازمی ہے تو شاہد کے ماتحت حاضر و ناظر اگنا صحیح ہوگا۔

اور یہ جہالت خالص ہے کہ جو حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ لگاتے ہیں۔ وہ عالم
 ہے وہ کائنات کا دیکھنے والا ہے مگر کسی آلہ کا محتاج نہیں اور جب محتاج آلہ نہیں تو اس کو ناظر کہنا
 غلط ہے اس لیے کہ ناظر کا لغت ہی اس کے لیے ہے جو مقلہ چشم کا محتاج ہو اللہ تعالیٰ نے مقلہ
 چشم اور مردک حتیٰ کہ عین جسے کہا جاتا ہے سب بنائیں اور نہ وہ آنکھ کا محتاج نہ کان کا محتاج بلکہ وہ
 وہ ذات ہے جس کی صفت غزالی نے احوال العلوم میں کی کہ سَمِيعٌ لَا يَأْتِي الْاَذْنَ لِيَصْنُوْا لَا يَأْتِي الْعَيْنَ
 یہ تنگ نظر افراد اس طرح کے لایعنی اعتراض پہلو میں ڈال کر ایک ایسے مسلمان کو مشرک بنا ڈالتے
 ہیں اللہ ہدایت کرے اور اسی لیے حضور کی صفت بیان فرما کر تعظیم و توقیر کی ہدایت کی گئی اور
 اپنے لیے تسبیح و تہلیل کر کے شام تک تسبیح و تہلیل کرنے کا حکم ہوا۔ آگے ارشاد ہے اور اس واقعہ

کو ظاہر کیا جاتا ہے جو حدیبیہ میں حضور نے صحابہ سے بیعت لی تھی چنانچہ فرمایا۔

إِنَّ الدِّينَ يُبَایِعُونَكَ إِنَّهَا يُبَایِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فِئْتًا
يُنْكَثْ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيَنَّهُ أَجْرًا عَظِيمًا بے شک وہ
جنہوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ ہی سے بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا
ہاتھ تھا تو جس نے عہد شکنی کی تو اس نے اپنی جان پر عہد شکنی کا وبال لیا اور جس نے پورا کیا وہ عہد
جو اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑے ثواب عطا فرمائے گا۔

یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے اور مقام حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے لی تھی
اور ظاہر ہے کہ صحابہ کے ہاتھ پر حضور کا ہاتھ تھا مگر آیت کریمہ میں بتایا کہ وہ ہاتھ اللہ کا ہاتھ تھا۔
ایسے ہی دوسرے موقع پر جبکہ حضور نے ایک مٹھی کنکریوں کی پھینکی تھی وہاں بھی یہی فرمایا کہ وَمَا
ذَمِّتْ إِذْ ذَمِّتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذِيُ الْحِجَابِ۔ اے محبوب آپ نے وہ کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے
پھینکی تھیں لیکن اللہ نے انہیں پھینکا۔

اس سے ثابت ہوا کہ معجزانہ نشانیں جتنی بھی انبیاء سے ثابت ہوتی ہیں وہ پردہ نبی میں خدائی
قوت کے مظاہرے ہوتے ہیں اسی طرح وہ بیعت جو حضور نے لی اس پر قطعی طور پر حضور کا دست
اقدس صحابہ کے ہاتھوں پر رکھا۔ مگر اس بات کو موثق فرمانے کے لیے ارشاد ہوا کہ وہ بیعت آپ سے
نہیں ہم سے ہوئی اور وہ ہاتھ آپ کا نہ تھا بلکہ ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ تھا تو جب خدائی ہاتھ پر بیعت
ہو چکی ہو تو اس بیعت کو توڑنا اپنی جان پر وبال لینا ہے اور جو اس معاہدے کو پورا کرے اس کے
لیے وعدہ اجر عظیم ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

اب تم سے کہیں گے دیہاتی لوگ کہ میں ہمارے
مال اور گھر والوں سے جاتے سے مشغول رکھا
اب حضور ہماری مغفرت چاہیں اپنی زبانوں
سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں
نہیں ہے آپ فرمادیں گے کہ اللہ کے سامنے

سَيَقُولُ لَكَ الْخَافُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ
شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرُ
لَنَا يَقُولُونَ بِالسِّنْتِهِمْ
مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ
فَإِنَّ يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنْ

کون مختار ہے تمہارے لیے کچھ اگر وہ تمہارا
بر اچلے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ
اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

بلکہ آپ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول ہرگز
والپس نہ آئیں گے اور مومن اپنے گھروں میں
ہمیشہ کے لیے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا
سمجھے ہوئے تھے اور تم نے براگمان کیا اور
تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول
پر تو ہم نے تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے
بھڑکتی ہوئی آگ۔

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت
ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب
کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب
تم غنیمتیں لینے چلو کہ میں اپنے پیچھے آنے
دو وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔ آپ
فرما دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ آؤ۔ یونہی
اللہ نے پہلے فرما دیا ہے۔ تو اب کہیں گے بلکہ
تم ہم سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے
مگر غفوری۔

ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے فرما دیجئے
عنقریب ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف
بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو
جائیں اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا بدلہ

اللہ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ خَيْرًا اَوْ
اَرَادَ بِكُمْ شَرًّا لَّنْ يَفْعَلْ كَاَنَّ اللّٰهَ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرًا

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَنْقُذَ الرَّسُولَ
وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَى اٰهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ
زَيْنَ خُرَلَّكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ
ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ سَعِيْرًا

وَاللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَاءُ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
سَيَقُوْلُ الْخٰلِفُوْنَ اِذَا اُتِلْقَتْ اِلَى
مَغَانِمٍ لِّتَاْخُذُوْهَا ذُرُوْثًا تَّبِعُوْهُمْ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ قُلْ
لَنْ تَسْبِقُوْا كَذٰلِكَمُ قَالَ اللّٰهُ
مِنْ قَبْلِ مَّسِيْقُوْكُمْ بَلْ تَحْسُدُوْنَآ
بَلْ كَاُنُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا

قُلْ لِلْخٰلِفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
سُنْدَعُوْنَ اِلَى قَوْمٍ اُوْلٰى بَاسٍ
شَدِيْدٍ يُفَاتِلُوْهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ
فَاِنْ تَطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا

حَسَاوَانٌ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلِ يَعْنَى
عَنْ أَبِي الْيَمَاهِ

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ
حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَمَنْ
يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ
يَعْدِيهِ عَنْ أَبِي الْيَمَاهِ

دیگا اور اگر پھر جاؤ گے جسے پہلے پھر لئے تھے
تمہیں دردناک عذاب دیگا۔

کسی اندھے پر سختی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ
اور نہ بیمار کو مواخذہ اور جو اللہ اور اس کے رسول
کا حکم مانے اللہ اسے جنت کے باغوں میں
لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواہیں اور جو
پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

حل لغات

سَيَقُولُ اب کہیں گے	لَكَ بِرَبِّكَ	الْمُخْلَفُونَ پیچھے رہنے والے مِنَ الْأَعْرَابِ دیہاتی
لوگ	سَعَلْتُنَا ہمیں مشغول کیا	أَمْوَالَنَا ہمارے مالوں وَ۔ اور
أَهْلُوا بَیْتِہُمْ گھر والوں	فَاسْتَغْفِرْ۔ تو آپ بخش مانگیں	لَنَا ہمارے لیے
يَقُولُونَ کہتے ہیں	بِالْبَيْتِہُمْ اپنی زبانوں سے مَا۔ جو	لَيْسَ نہیں
فِي بَيْتِہِ	قُلُوبِہُمْ انکے دلوں کے	قَمَنْ تو کون
يَكْبُرُ بَعْدَہِ	لَكُمْ تمہارے لیے	شَيْئًا کچھ بھی
إِنْ۔ اگر	أَرَادَ۔ ارادہ کرے	عَنَّا۔ ضرر کا
أَوْ۔ یا	أَرَادَ۔ ارادہ کرے	نَفْعًا نفع کا
بَلْ۔ بلکہ	كَانَ ہے	بِئْسَ اس سے جو
كَعَمَلُونَ عمل کرتے ہو	خَيْرًا۔ خبردار	ظَنَنْتُمْ خیال کیا تم نے
إِنْ۔ یہ کہ	لَيْسَ۔ نہ گزرتا	الرَّسُولِ۔ رسول
وَ۔ اور	الْمُؤْمِنُونَ۔ مومن	أَهْلِہِہُمْ اپنے گھر والوں کے
أَبَدًا۔ کبھی بھی	وَ۔ اور	ذَلِكَ۔ اسی کو
فِي۔ بیچ	قُلُوبِہُمْ۔ اپنے دلوں کے وَ۔ اور	ظَنَنْتُمْ خیال کیا تم نے
ظَنَ۔ خیال	السَّوْءِ۔ برا	مَنْتُمْ۔ تم سے تم
	وَ۔ اور	

قَوْمًا قَوْمٌ
 بُودًا - ہلاک ہونے والی
 د - اور
 مَن جَو
 قَوْمٌ - ايمان لائے
 یومین - اللہ - اللہ
 د - اور
 دَسُولہ - اسکے رسول پر
 فَاِنَّا - تو ہم تے
 یومین - اللہ - اللہ ہی کی
 د - اور
 سَعِيدًا جَمْعُ کَثْرَتِیْ اَکْ
 اَلْاَرْضِ - زمین میں
 د - اور
 السَّمَوَاتِ - آسمانوں
 لِمَنْ جَسے
 لِسَاءٌ - چاہے
 د - اور
 مَن جَسے
 لِسَاءٌ - چاہے
 د - اور
 اَللّٰہُ - اللہ
 عَقُوْدًا - بخشنے والا
 اَلْمَخْلُقُوْنَ - پچھلے بننے والے
 اِذَا جَب
 مَعَالِمَ غَنِيْمَتُوْنَ کِی
 لِنَاخِذُوْا - تاکہ لو
 تَبْعُکُمْ - ہم تمہارے پیچھے
 یَوْدُوْنَ - چاہتے ہیں
 اَللّٰہُ - اللہ کا
 کَلَامَ کَلَام
 تَبْعُوْا - پیچھے آؤ گے
 نَا ہمارے
 اَللّٰہُ - اللہ نے
 مَن قَبْلُ - پہلے سے
 قَبْلُ - کہہ
 بَلْ - بلکہ
 کَانُوْا تَحْتِیْہِ
 لَادَہ
 قَلِيْلًا تَهْوَرَا
 قُلْ - کہہ
 مِّنَ الْاَعْرَابِ - دیہاتیوں میں سے
 اِلٰی طَرَفِ
 تَقَاتِلُوْہِم - تم اسے لڑو گے
 اَوْ رِیَا
 لَطِیْعُوْا - تم فرما کر داری کرو
 یُوْتِکُمْ - تو دیکھا تم کو
 د - اور
 عَسْنَا - اچھا
 کُنَّا جِسے
 اِنَّا عَذَاب
 اَلْیَمٰہِ - مرنے والی
 د - اور
 عَذَابِ - عذاب
 اَلْیَمٰہِ - مرنے والی
 د - اور
 مَن جَو
 لِدَکُمْ - کافرین کا قول کیلئے
 مُلْکٌ - بادشاہی ہے
 لَیْفُہُ - بخشے
 یُعَذِّبُ - سزا دے
 کَانَ جَسے
 سَیَقُوْلُ - جلدی کہیں گے
 اِلٰی طَرَفِ
 ذُرُوْثَا - چھوڑو ہمیں
 یُبَدِّلُوْا - بدل دیں
 لَکِنْ - مگر نہ
 قَال - کہا ہے
 فَیَقُوْلُوْنَ - تو اب کہیں گے
 بَلْ - بلکہ
 اِلَّا - مگر
 لَکُمْ - تمہارے
 سَتَدْعُوْنَ - اب بلائے جاؤ گے تم
 اَوَّلٰی بَابِ - لڑائی
 یُسَلِّمُوْنَ - وہ اسلام لائیں
 فَاِنْ - تو اگر
 اَجْرًا - اجر
 تَتَوَلَّوْا - تم پھر جاؤ
 یُعَذِّبُکُمْ - سزا دے گا تم کو
 عَلٰی - اوپر
 لَادَہ
 رَحِمًا - رحم کرنے والا
 اَنْطَلَقْتُمْ - تم چلو گے
 کَانَ - تھا
 اَنْ - یہ کہہ
 قُلْ - کہہ
 کُنْ لَکُمْ - اسی طرح
 فَیَقُوْلُوْنَ - تو اب کہیں گے
 تَحْسَدُوْنَ - تم ہم سے حسد کرتے ہو
 یَقْعُوْنَ - سمجھتے
 لَکُمْ - تمہارے
 سَتَدْعُوْنَ - اب بلائے جاؤ گے تم
 اَوَّلٰی بَابِ - لڑائی
 یُسَلِّمُوْنَ - وہ اسلام لائیں
 فَاِنْ - تو اگر
 اَجْرًا - اجر
 تَتَوَلَّوْا - تم پھر جاؤ
 یُعَذِّبُکُمْ - سزا دے گا تم کو
 عَلٰی - اوپر
 لَادَہ
 رَحِمًا - رحم کرنے والا
 اَنْطَلَقْتُمْ - تم چلو گے
 کَانَ - تھا
 اَنْ - یہ کہہ
 قُلْ - کہہ
 کُنْ لَکُمْ - اسی طرح
 فَیَقُوْلُوْنَ - تو اب کہیں گے
 تَحْسَدُوْنَ - تم ہم سے حسد کرتے ہو
 یَقْعُوْنَ - سمجھتے
 لَکُمْ - تمہارے
 سَتَدْعُوْنَ - اب بلائے جاؤ گے تم
 اَوَّلٰی بَابِ - لڑائی
 یُسَلِّمُوْنَ - وہ اسلام لائیں
 فَاِنْ - تو اگر
 اَجْرًا - اجر
 تَتَوَلَّوْا - تم پھر جاؤ
 یُعَذِّبُکُمْ - سزا دے گا تم کو
 عَلٰی - اوپر
 لَادَہ

عَلٰی، اوپر
 ل۔ نہ
 د۔ اور
 د۔ اور
 تَجْرِیٰ جلتی ہیں
 مَن جہو
 اَلِیْمًا۔ دردناک
 اَلْاَعْرَابُ۔ لنگڑے کے
 عَلٰی۔ اوپر
 مَن جہو
 دُسُوْلَہ۔ اس کے رسول کی
 مَن تَغْتَمٰہا۔ انکے نیچے
 یَتَوَلَّ۔ منہ پھیرے تو
 د۔ اور
 حَجَّج۔ تنگی
 اَلْمُرِیْعِیْنِ۔ بیمار کے
 یَطِیْع۔ فرمانبرداری کرے
 اَللّٰہُ۔ اللہ
 جَنَّتْ۔ باغوں میں کہ
 د۔ اور
 اَلْاَنْہَادُ۔ نہریں
 یُعَذِّبُہ۔ عذاب کرے گا
 عَذَابًا۔ عذاب

حل لغات نادرہ

اَلْمُخَلَّفُوْنَ۔ پیچھے رہ جانے والے
 بُودًا۔ جمع باثر ہلاک ہونے والے

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ فتح ۲۶

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
 يَقُولُونَ بِالِئْسَنَتِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ
 بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ لِيَمَّا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا

اب آپ سے دیہاتی لوگ پیچھے رہنے والے یہ کہیں گے کہ ہمارے مالوں اور گھروالوں نے ہمیں
 جانے سے مشغول رکھا۔ اب حضور ہماری بخشش مانگیں اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے
 دلوں میں نہیں ہے تو آپ فرمادیں گے کہ اللہ کے مقابل تم میں کسے اختیار ہے اگر وہ تمہارا برا چاہے
 یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

قبیلہ بنی غفار و مزینہ و جمینہ و اشجع و اسلم یہ حوالی مدینہ کے رہنے والے تھے انہیں باد
 نشین دیہاتی کہا جاتا تھا ان کو ظاہر طور پر معلوم تھا کہ حضور بنیت عمرہ قربانیاں ساتھ لے کر مکہ تشریف
 لے جا رہے ہیں مگر انہیں یہ خطرہ ہوا کہ قریش بہت زیادہ طاقتور ہیں ان کو واپس نہ آنے دیں گے اور
 جو ان کے ساتھ جائیں گے وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اس خطرہ سے وہ گھروں میں بیٹھ گئے اور حضور

تعالے کے علم میں ہے اور جو سرتابی حکم کرے تو اس کے لیے عذاب شدید کا وعید ہے۔
ارشاد ہے۔

وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَعْقُرُ لِمَنْ شَاءَ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ كَانَ اللَّهُ عَزُودًا ذِي جِمَاهٍ أَوَّلُ الشَّهْرِ ۖ كِي سُلْطَنٌ هُوَ أَسْمَانُ لَوِ اُزْدِينَ فِي جَسْمِهِ بَحْثُهُ أَوْ جَسْمِهِ بَحْثُهُ عَذَابُ كَرَمٍ أَوَّلُ الشَّهْرِ ۖ وَالْأَهْرَبَانِ هُوَ -

اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ علم اللہ میں سرخفیہ تدبیر اور مکاریاں روشن ہیں باتیں بنانے اور
عذر لاطائل کر کر اپنے کو بری ثابت کرنے سے علم الہی میں اس کی برادت نہیں ہو سکتی آگے ارشاد ہے
جن میں ان کا حرص مال ہونا اور دنیا طلبی کی طرف جانا واضح کیا گیا اور تو بیخ و ہتھکڑ سے انہیں بند
کر دیا گیا۔

سَيَقُولُ الْخَافِقُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِلِكُمْ لَتَذَرُونَا تَتَّبِعُكُمْ يَرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُلْ لَن تَتَّبِعُونَا كَذَبُكُمْ قَالَ اللَّهُ مَن قَبْلُ فَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسَدُونَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا قُلْ لِلْخَافِقِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سِتْرَةٌ عَنَ الْقَوْمِ الْأُولَىٰ بِأَسْ شَرِّهِمْ تَقَاتُلُوهُمْ أَوْ يَسْلَمُونَ فَاِنْ طَبِيعُوا يَؤُوتَكُمْ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

تو اب پیچھے بیٹھ رہنے والے یہ کہیں گے جب آپ غناٹم لینے چلیں گے ہمیں اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے پیچھے چلیں وہ جانتے یہ ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں فرما دیجئے کہ ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ ایسا ہی تمہارے معاملہ میں اللہ فرما چکا ہے تو اب وہ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی فرما دیجئے پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں کو عنقریب وہ وقت آ رہا ہے کہ تم بلائے جاؤ گے ایک ایسی قوم کی طرف جو انتہائی شدید ہے لڑائی میں تم ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں اگر تم نے اس کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم منحرف ہو گئے جیسے کہ پہلے ہو چکے ہو اللہ تمہیں دردناک عذاب دیگا۔

آپ کہ میرے میں ان کی دینی بد عہدی ظاہر فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جب مسلمان غنائم لینے کے لیے جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے پیچھے لگا لو تا کہ ہم بھی مال غنیمت حاصل کریں اس سے ان کا منشا فرمان الہی کو بدلنا ہے یعنی فرمان الہی میں تو وہ دنیا و آخرت میں محروم تھے مگر اب یہ چاہ رہے تھے کہ اس محرومی کو ہم مال حاصل کر کے بدل دیں گو یا ان کو اب بھی ساتھ نہ لینا جائے اگرچہ وہ یہ بھی

کہیں گے کہ تم ہم سے جل کر حسد کر رہے ہو مگر وہ نہیں سمجھتے کہ علم الہی کی اہمیت کیا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ پیچھے رہنے والے جنگلیوں کو آپ فرمادیں کہ اگر ایسا ہی ہے تو تیار ہو غنقریب تمہیں پھر دعوت دی جائے گی اور ایسی قوم سے مقابلہ کی ٹھہرے گی جو بڑے سخت اور شدید القوی ہیں اگر واقع میں تم سچے ہو تو ان سے مقابلہ کرنا اگر اس وقت تم نے مقابلہ کر لیا اور جم کر مقابلہ کیا تو تمہیں اچھا اجر ملے گا اور اگر اپنی بد باطنی کے ماتحت وقت پر پیچیدے گئے تو پھر تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا۔

یہ احکام سن کر انہوں نے کہا یہ تو بڑا سخت حکم ہے ہم میں لنگڑے بھی ہیں اور اندھے بھی ہیں اور بیمار بھی ہیں سب کیونکر جاسکیں گے تو ارشاد ہوا۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْ جَنَّةً يَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يَْعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا۔ نہیں ہے اندھے پر کوئی سختی اور نہ لنگڑے پر جواب طلبی اور نہ بیمار سے کوئی مواخذہ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے اللہ اسے داخل فرمائے گا ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جو انحراف کرے گا اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

آیت کریمہ میں یہ امر واضح کیا کہ اطاعت کرنے والا مستحق اجر ہے اور انحراف کرنے والا مستحق جزا ہے۔ مگر گئے معذوران کی تصریح فرمادی کہ اندھا لنگڑا بیمار اس کے اوپر حکم نافذ نہیں ہوتا وہ اگر میدان میں نہ جاسکے تو کوئی گرفت نہیں مقصد صرف اطاعت حکم دیکھنا ہے اور حکم میں جو رخصت دی گئی وہ رخصت بحالہ قائم ہے مگر مریض نہ ہو کہ مریض بننے والا اور عذر نہ ہوتے ہوئے عذر پیش کرنے والا وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا شروع سورۃ فتح ۲۶

بے شک راضی ہو گیا اللہ ان مومنین سے جنہوں نے آپ سے بیعت کی درخت کے نیچے تو جان لیا اللہ نے جو ان کے دلوں میں تو نازل فرمایا ان پر سکینہ (اطمینان) اور انہیں

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا

وَمَغَامٍ كَثِيرَةً يَأْخُذُ وَغَاوًا كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَامٍ كَثِيرَةً تَأْخُذُوهَا
فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ وَلَكَتْ أَيْدِي
النَّاسِ عَنْكُمْ وَلَيَكُونَنَّ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ
وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

وَأُخْرَى كَمْ تَقْدِرُونَ عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ
اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا
وَلَوْ قَاتَلْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا
الْأَذْبَارَ ثُمَّ لَا يُعِيدُونَ وَلَيَسَّ أُوْ
لَا تُصِيبُوهَا

سَمِعَ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ
وَلَنْ تَجِدَ لِسِرِّ اللَّهِ تَبْدِيلًا
وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ
أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ
أَنْ أَظْهَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرًا

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا كُمْ عَنِ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا
أَنْ يَبْلُغَ حَيْكُمُ وَلَوْ لَرِجَالٌ مُؤْمِنُونَ
وَرِثَاءُ مُؤْمِنَاتٍ لَمْ تُغْلَبُوا وَهُمْ أَنْ
تَطُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ
عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ
يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَنَذَرْنَا

جلد آنے والی فتح کا انعام دید

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا
کہ تم لوگ تو تمہیں بہت جلد عطا کر دیں اور
لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اس لیے
کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں
سیدھی راہ دکھائے۔

اور ایک اور جو تمہارے بل کی نہ تھی وہ اللہ
کے قبضہ میں ہے اور ہے اللہ ہر چیز پر قادر
اور اگر کافر تم سے مقاتلہ کریں تو وہ ضرور اپنی
کے بل واپس ہو جائیں گے پھر کوئی حمایتی اور
مددگار نہ پائیں گے۔

اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آ رہا ہے اور
ہرگز تم دستور الہی کو بدلتا نہ پاؤ گے۔
اور وہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے
روک لیے اور تمہارے ہاتھ ان سے وادی مکہ
میں بعد اس کے کہ تم ان پر پوری طرح قابو
پا چکے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا
ہے۔

وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد
حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے
اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر وہ ہوتے ایمان والے
اور ایمان والیاں عورتیں جن کی تمہیں خبر نہ تھی
کہیں تم ہی ان کو روند ڈالو تو پہنچے تمہیں ان سے
کوئی مکر وہ بات انجانی میں اللہ اپنی رحمت میں
جسے چاہے داخل فرماتا ہے اگر وہ جدا ہو جاتے

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَلِيمٌ

اُدْجَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ
الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ
وَالزَّكَاةَ كُلَّمَا اتَّقَوْا دُكُنُوا أَحَقُّ
بِهَا وَأَهْلُهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمًا

تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب
دیتے۔

جبکہ کافروں نے اپنے دل میں ضد رکھی زمانہ
جہالت کی۔ تو اللہ نے اپنا سکینہ نازل فرمایا
اپنے رسول اور مومنین پر اور ان پر پرہیزگاری
کا حکم نازل فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سنہارا
اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا
ہے۔

حل لغات

لَقَدْ بَشَّكَ	رَضِيَ - راضی ہوا	اللَّهُ - اللہ	عَنِ الْمُؤْمِنِينَ مَوْمِنِينَ
سے	اُدْجَعَلَ - جبکہ	مُبَايَعُونَكَ - وہ بیعت کرتے تھے	
تَحْتَ - نیچے	الشَّجَرَةَ - درخت کے	فَعَلِمَ - تو جانا	مَا - جو
فِي - بیچ	قُلُوبِهِمْ - ان کے دلوں کے	فَأَنْزَلَ - تو اتارا	السَّكِينَةَ - سکون
عَلَيْهِمْ - ان پر	وَالزَّكَاةَ - اور	أَتَاهُمْ - دی ان کو	فَتَحَّ - فتح
قَرِيبًا - قریب کی	وَعَدَ - وعدہ کیا	كُم - تم سے	اللَّهُ - اللہ نے
مَعَانِهِ - قیمتوں	كثِيرَةً - بہت کا	تَاخَذُوا - کہ تم لوگ انکو	
فَعَجَلَ - توجہ دی کی	لَكُمْ - تمہارے لیے	هَذِهِ - یہ	وَالزَّكَاةَ - اور
كَفَّ - روکے	أَبَدِيًّا - باقی	النَّاسِ - لوگوں کے	عَنْكُمْ - تم سے
وَالزَّكَاةَ - اور	لَتَكُونَنَّ - تاکہ ہو	أَيَّامًا - نشانی	لِلْمُؤْمِنِينَ - ایمانداروں
وَالزَّكَاةَ - اور	يَهْدِيَكُمْ - دکھائے تمکو	صَوَاطِئَ - رستہ	مُسْتَقِيمًا - سیدھا
وَالزَّكَاةَ - اور	أُخْرَى - ایک اور	كُم - کہ نہیں	تَقْدِيرًا - قرار دے
عَلَيْهَا - اس پر	قَدْ - بیشک	أَحَاطَ - گھیر لیا	اللَّهُ - اللہ
بِهَا - اس کو	وَالزَّكَاةَ - اور	كَانَ - ہے	اللَّهُ - اللہ

فَدَّيْنُوا قَدَّيْنُوا قَدَّيْنُوا	شُعَى حَبِيزِ كے	کلی - ہر	فَوْنِ اوپر
الَّذِينَ - وہ لوگ جو	قَاتَلَكُمْ لُوطَی تَم سے	لَوْ - اگر	۴ - اور
ثَمَّ - پھر	الَّذِينَ بَارِئِمْ	لَوْ كَوَا - تو پھیرتے	كُفْرًا - کافر ہیں
وَا - اور	وَلِيَّا - کوئی دوست	يَجِدُ دَن - پاتے	كَدَرَن
اللَّهُ - اللہ کا	مُسْتَا - طریقہ ہے	نَصِيرًا - مددگار	كَدَرَن
مِنْ قَبْلُ - پہلے	خَلَّتْ - گزر چکا	قَدْ - بیشک	الْقِي - جو
لَسُنًا - طریقے	يَجِدَ - پائے گا تو	لَنْ - بہرگز نہ	وَا - اور
هُوَ - وہ	وَا - اور	تَبْدِيلًا - تبدیلی	اللَّهُ - اللہ میں
عَنْكُمْ - تم سے	أَيُّ يَمُّ - انکے ہاتھ	كَفَّ - روکے	الَّذِي - وہ ہے جس نے
بِطْن - وادی	عَنْكُمْ - ان سے	أَيُّ يَكُ - تمہارے ہاتھ	وَا - اور
أَقْصَر - غالب کیا	أَنْ - اس کے کہ	مَنْ بَعْدَ - بعد	مَكَّتَ - مکہ میں
كَانَ - ہے	وَا - اور	عَلَيْكُمْ - ان سے	كُفْرًا - تم کو
تَعْمَلُونَ - عمل کرتے ہو تم	بِمَا اس سے جو	بِمَا اس سے جو	اللَّهُ - اللہ
كُفْرًا - کافر ہوئے	الَّذِينَ - وہ ہیں جو	كُفْرًا - تم کو	هَمْ - وہ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - مسجد حرام سے	الْقَدَى - قربانی	الْقَدَى - قربانی	صَدُّوا - روکا
مَعُكُوفًا - رکی ہوئی	فَعَلَّكَ - اپنے ٹھکانے پر	فَعَلَّكَ - اپنے ٹھکانے پر	وَا - اور
لَوْلَا - اگر نہ ہوتے	مُؤْمِنُونَ - مومن	مُؤْمِنُونَ - مومن	يَبْلُغُ - پہنچے
نِسَاءً - عورتیں	لَوْ كَرِهَ - نہ	لَوْ كَرِهَ - نہ	رِجَالًا - مرد
هُوَ - ان کو	تَطْشُو - روند ڈالو	تَطْشُو - روند ڈالو	مُؤْمِنَاتٍ - ایمان والی
فَصَيَّبَكُمْ - تو پہنچے تم کو	مَعْرَةً - تکلیف	مَعْرَةً - تکلیف	أَنْ - یہ کہ
عَلِمَ - جانے بوجھے	اللَّهُ - اللہ	اللَّهُ - اللہ	فَمِنْهُمْ - ان سے
رَحْمَةً - اپنی رحمت کے	لَيْسَ - چاہے	لَيْسَ - چاہے	لِيَدْخُلَ - تاکہ داخل کرے
تَوَلَّوْا - وہ نکل جاتے	الَّذِينَ - ان کو جو	الَّذِينَ - ان کو جو	مَنْ جَعَلْ
مِنْهُمْ - ان میں سے	أَلَيْهَا - درونا کی	أَلَيْهَا - درونا کی	لَعَذَابُنَا - تو ہم سزا دیتے
جَعَلَ - بنایا	إِذْ - جب	إِذْ - جب	عَذَابًا - عذاب

الَّذِينَ آمَنُوا	کفرُوا۔ کافر ہیں	فِي سَبْعٍ	قلوبہم۔ اپنے دلوں کے
الْحَبِيبَةِ	حَبِيبَةٍ۔ ضد	الْبَحْرِ	فَأَنْزَلَ
اللَّهُ	سَكِينَتَهُ	عَلَى	رَسُولِهِ
وَأَمَّا	عَلَى	الْمُؤْمِنِينَ	وَأَمَّا
الَّذِينَ آمَنُوا	كَلِمَةٍ	الْمُؤْمِنِينَ	وَأَمَّا
كَانُوا	أَحَقُّ	الْمُؤْمِنِينَ	وَأَمَّا
أَهْلًا	وَأَمَّا	الْمُؤْمِنِينَ	وَأَمَّا
بِكُلِّ	شَيْءٍ	الْمُؤْمِنِينَ	وَأَمَّا

حل لغات نادرہ

مَعْلُوقًا۔ اسی محبوباً ممنوعاً۔ روکا ہوا
 الْهَدَىٰ۔ قربانی کا جانور
 بَحْلَةٍ۔ اپنی جگہ
 أَنْ يَطُوهُمْ۔ کہ تم انہیں پا مال کر ڈالتے
 مَعْرُوفٌ۔ کے معنی مشقت و مکروہ
 كَوْنُ يَكُونُ۔ وہ جدا ہو گئے
 الْحَبِيبَةِ۔ ضد تکبر و بڑبڑ۔ اڑ
 سَكِينَةً۔ اطمینان

مختصر تفسیر اردو تیسارے کو سورۃ فتح ۲۶

لَقَدْ رَفَعْنَا لَكَ إِذْ بَايَعُونَكَ ثَمَّتِ السَّيْرَةَ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ
 السَّيْرَةَ عَلَيْهِمْ وَأَتَاهُمْ مَقَارِبُ بَيَاهٍ وَمَعَانِمٌ كَثِيرَةٌ يَأْخُذُ بِهَا كَانِ اللَّهُ عَزِيزٌ أَحْكَمُ
 وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَعَانِمٌ كَثِيرَةٌ تَأْخُذُ بِهَا كَانِ اللَّهُ عَزِيزٌ أَحْكَمُ

اَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ وَرَبِّهِمْ يَكْفُرُ مَا كُنَّا مُسْتَقِيمًا وَآخِذِي لِحُرَّتَيْهِمَا قَدْ آخَاطَ اللَّهُ بِهِمَا
كَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا

جب مسلمان گیکر کے درخت کے نیچے ہتھارے ہاتھ پر لڑنے کی بیعت کر رہے تھے۔ خدا
دیکھ حال دیکھ کہ حضورؐ ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان
کو اطمینان قلب عنایت کیا اور اس کے بدلے میں ان کو سر دست خیبر کی فتح دی۔ اور فتح کے
علاوہ بہت سی غنیمتیں جن پر ان لوگوں نے جاقبضہ کیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔
(مسلمانوں) اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرما چکا ہے کہ تم ان پر قابض ہو گے تو یہ (خیبر کی غنیمت)
تم کو سر دست دلوادی اور صلح حدیبیہ کی وجہ سے عرب کے لوگوں کے دست تعدی کو تم سے روکا
(سوا الگ) اور ایک مقصود یہ بھی تھا کہ یہ واقعات تم مسلمانوں کے لیے پیغمبر کی صداقت کی ایک
دلیل ہوں اور نیز یہ کہ خدا تم کو اسلام کے سیدھے راستے پر لے چلے اور کوئی ہتھارا مانع و مراعہ نہ ہو۔
اور اس کے سوا ایک اور فتح بھی ہوئی ہے جس پر اس وقت تم نے قابو نہیں پایا مگر وہ خدا کے اعظم
قدرت میں ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

رضوان الہی کی بشارت اور بیعت رضوان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اشرف قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا کہ انہیں خبر
دیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کی زیارت کے لیے بقصد عمرہ تشریف لائے ہیں آپ
کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں ان کو اطمینان دلا دیں کہ مکہ
مکرمہ عنقریب فتح ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔

قریش اس بات پر متفق رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال تو تشریف نہ لائیں اور
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ طواف کعبہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں حضرت عثمان رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بغیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کروں۔
یہاں مسلمانوں نے کہا کہ عثمان غنی بڑے خوش نصیب ہیں کہ کعبہ مکرمہ پہنچے اور طواف سے
مشرّف ہوئے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ عثمان ایسا ہرگز نہیں کریں گے جسب حکم حضرت عثمان نے فتح کی بشارت
کمزور مسلمانوں کو دی پھر قریش نے حضرت عثمان کو روک لیا۔ یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان شہید
کر دیے گئے اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے کفار

کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت کی اور یہ بیعت ایک بڑے خاردار درخت کے نیچے ہوئی جس کو عرب میں سمرہ کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ وہ درخت کیکر کا تھا جسے ام غیلان کہا جاتا ہے۔

ابتداءً بیعت میں حضور نے اپنا پایاں دست مبارک دامنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور فرمایا یا رب عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہیں۔ یہ واقعہ صراحتہً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور کو نور نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان شہید نہیں ہوئے اور صحابہ سے بیعت ان کے جوش کو کھنڈ کرنے کے لیے کی گئی۔ مشرکین بیعت کا حال شکر خائف ہوئے۔ انہوں نے حضرت عثمان کو بھیج دیا۔

حدیث مسلم شریف میں ہے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اس وقت صحابہ کا جوش ایسا تھا کہ وہ با آواز یہ رجز پڑھ رہے تھے
 نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا
 عَلَى الْجِهَادِ مَا يَقِينَا أَبَدًا

ہم وہ مسلمان ہیں جنہوں نے دست حق پرست مصطفیٰ پر ہمیشہ ہمیش کے لیے جہاد کی بیعت کی ہے۔

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بیت اللہ کی کنجی جس کے پاس تھی ان کا نام بھی عثمان تھا مگر ولایت کے اعتبار سے دونوں علیحدہ ہیں۔ یہ عثمان بن عفان ہیں جو خلیفہ رسول ہیں اور وہ عثمان بن طلحہ ہیں جو ابھی تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے تو جس وقت مکہ کے دن حضور مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے منگوائی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم ہوا کہ وہ ان سے جبراً لے لیں۔ یہ تعمیل حکم حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے وہ کنجی حاصل کی اور حضور نے طواف فرما کر حکم دیا کہ جس سے یہ کنجی لی گئی ہے اسے واپس کر دو۔ اس فراخ دلی سے متاثر ہو کر حضرت عثمان بن طلحہ بھی مشرف اسلام سے مشرف ہو گئے۔

بعض ابتداءً وطن عثمان کا نام لے کر حضرت ابن عفان پر یہ الزام رکھتے ہیں کہ انہوں نے طواف بیت اللہ کے لیے کنجی نہیں دی حالانکہ یہ سراسر غلط ہے اور اقل بین ہے یہ عثمان بن طلحہ ہیں اور وہ عثمان بن عفان ہیں۔ بہر حال واقعہ مطابق واقعہ ہے اور حضور اس سال واپس تشریف لے

آئے اور عمرہ نہیں فرمایا جو شرائط مشرکین نے پیش کیے ان پر حضور نے دستخط فرمادے جو اب کو بھی ناگوار گذرنا چاہئے حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا حضور اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا کیوں نہیں۔ آپ نے عرض کیا پھر یہ غیر منصفانہ شرط پر دستخط کرنے کے کیا معنی ہیں تو حضور نے حضرت فاروق کو جواب دیا اِنِّی عَبْدٌ مَّامُوْدٌ مِّنْ اللّٰهِ کے حکم کا بندہ ہوں مجھے ایسا ہی حکم ہے اس پر ارشاد باری ہوا۔

وَعَدَ كُمْ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَّأْخُذُوْنَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ الْاِيَةَ اور وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے بہت سے غنائم کا جو تم لوگ لے سکو تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے اور ایک اور جو تمہارے پس کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیہ کریمہ میں مغانم کثیرہ کا وعدہ فرماتے کے ساتھ ایک اور مقابلہ کی بھی بشارت دی جس پر غزایہ کو مسلمانوں کی قدرت نہ تھی۔ مغانم میں غنائم فارس و روم مراد ہیں۔ باختیر کی غنیمتیں جب مسلمان جنگ خیبر کو روانہ ہوئے تو اہل خیبر کے حلیف بنی اسد و غطفان نے چاہا کہ مدینہ بڑھ کر مسلمانوں کے اہل و عیال کو لوٹ لیں تو اللہ نے ان کے ہاتھ روک دیے اور اس کے ساتھ بتایا کہ جن تک پہنچنا تمہاری قدرت سے باہر تھا وہ بھی تمہیں عطا فرمائے یعنی مغانم روم و فارس وغیرہ بیشک اللہ نے سب کا احاطہ فرما رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّكُمْ اَللّٰہَ بِنَ کُفْرُوْا لَکُوْا اِلَکَذٰبًا لَّتَعْلَمُوْنَ وَیٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سُبِّحَ اللّٰہُ الَّذِیْ قَدْ خَلَقَ مِنْ قَبْلُ وَکُنْ یَّحْدَیْ سُبِّحَ اللّٰہُ تَبْدِیْلًا وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیْہُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ عَنْہُمْ وَکَانَ اللّٰہُ یَبْنٰی لَعْلُوْنَ یَصِیْرًا ہُمْ اَللّٰہَ بِنَ کُفْرُوْا وَصَدَّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْہَدٰی مَعْلُوْفًا اَنْ یَّبْلَغَ عِلْمًا وَّکُوْلًا رِّجَالًا مُّؤْمِنُوْنَ وَاَسَاءَ مُؤْمِنَاتٍ لَّہُمْ لَعْلُوْہُمْ اَنْ یَّطُوْہُمْ فَمُصِیْبُکُمْ مِنْہُمْ مَّعْرَکَہٗ یَغْیْرِ عَلَیْہِمْ لَیَدْخِلَ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَہٖ مَنْ یَّشَآءُ لَوْ تَرٰی لَوْ اَلَعَدَّ بَنَی الْاَلَمِیْنِ کُفْرًا مِنْہُمْ عَدَاۤیَا اِلَیْمًا

اور اگر کافر تم سے لڑیں تو ضرور تمہارے مقابلہ سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر وہ نہ کوئی حمایتی اور نہ ہی کوئی مددگار رہائیں گے اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آ رہا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک لیے لایہ مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو نہ تھا، اور اللہ تمہارے عمل دیکھتا ہے وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا

اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے ہوئے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند نہ ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانے میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کے قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم ان کے کافروں کو ضرور دردناک عذاب دیتے۔

اس میں بیشک کوئی فراموشی گئی کہ بنی اسد و غطفان اہل خیر یا مکہ والے اگر آپ کی طرف مقاتلہ کو آئیں گے تو وہ ایڑیوں کے بل پٹا دیے جائیں گے اور ان کا کوئی مددگار و ناصر نہ ہوگا یہ اللہ کا دستور پہلے سے چلا آ رہا ہے اس میں اس امر کو بھی بتایا کہ نبی کا جو فعل ہے وہ مرضی الہی پر موقوف ہے چنانچہ رضائے الہی یہی تھی کہ تنغیم کے گرفتار شدگان کہ ایسی نیت حملہ سے اسے موقع کی تلاش میں گرفتار بلا ہوئے جب بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے تو انہیں چھوڑ دیا جائے تو یہ چھوڑ دینا مشیت الہی پر ہوا اور اس کی تصدیق آیت کریمہ نے فرمادی۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ دَائِماً يُكَفِّرُهُمُ الْاِيَةَ بَطْنِ مَكَّةَ اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ جعفر فیاضی لحاظ سے تنغیم مکہ میں داخل ہے۔ گرفتار شدگان پر مسلمان فقیہ اب تھے مگر حکمت الہی میں ان کا چھوڑ دینا ہی بہتر تھا اسی لیے ارشاد ہوا مِنْ لَجْدٍ اَنْ اَظْهَرُكُمْ عَلَيْهِمْ بَعْدَ اس کے کہ تم ان پر مظفر و منصور تھے مگر ہم نے ہاتھ روک دیے اور یہ ہماری مرضی سے ہمارے جلیبے انہیں رہا کیا اللہ تعالیٰ کے علم میں سارے انسانوں کے عمل ہیں۔

گویا اس امر کو واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہاں چونکہ مسلمان مرد و عورت اور کافروں کے تمام قبائل غیر ممتاز تھے تو اس میں لازمی طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں سے مسلمان بھی قتل ہو سکتے تھے تو اپنی حکمت ظاہر فرمادی کہ یہاں ہم نے اس و بال عظیم سے تمہیں بچایا اور یہی ہماری حکمت تھی کہ تمہارے ہاتھوں سے تمہارے ہی آدمی نہ مارے جائیں آگے ارشاد ہے۔

اِنَّ جَعَلَ الْاٰدِیْنَ كَافِرًا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْاِجْمَاعِ هَلِیْتُمْ قَاتِلَ اللّٰهِ سَكِیْنَتُہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَّ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَكْرَمَهُمْ کَلِمَةَ الْفَقْوٰی وَاَكْفَوْا اَحْقَیْ ہَمَلُوا اَهْلَہَا وَاَنَّ اللّٰہَ یُجَلِّیْ شَیْءٌ عَلَیْہَا جَبَّ کَافِرُوْنَ لَہٗ لَیْنٌ دَلُوْا ہِیْ اَظْہَرُ کَلِمَۃَ جَاہِلِیَّتِہٖ کِی اُر تُو اللّٰہُ نَہِ اِنِہَا اَلِہِیَا لَیْنٌ رَسُوْلٍ اَوْرِ اِیْمَانٍ وَاَلُوْا پَر اَتَارَا اَوْرِ پَر ہِنِیْ گاری کا حکم ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار

اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اہمیت کریمہ میں زبائے جاہلیت کی اڑھینے بہت دھرمی اور انحرافت عن الحق تھا کہ رسول کریم اور ان کے اصحاب کو کعبہ معظمہ جانے سے روک دیا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مع صحابہ کے سکینہ نازل فرمائی گئی کہ وہ مائل بہ صلح ہو گئے ورنہ کافروں کی طرح ضد پر اڑنے سے ضرور جنگ ہو جاتی۔

کلمہ تقویٰ سے مراد اس مقام پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی کلمہ تقویٰ مومن کا خاص زیور ہے اور یہ ان کے لیے لازم ہے کہ یہ سیرکار بن کر اقرار توحید کریں اور وہ اس کے حقدار اور لائق تھے اور اللہ سب کے حالات بخوبی جانتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ چوتھا رکوع سورۃ فتح پ ۲۶

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن کے ساتھ بال منڈولنے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔

وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ ولے کافروں پر سخت ہیں آپس میں نرم دل۔ آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے سجدہ میں گرتے وہ اللہ کا فضل اور رضا جانتے ہیں ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَكُمْ الرُّسُلَا بِالحَقِّ
لَتَنذَحُكَنَّ السُّجُجَ العَرَامَ اِنْ شَاءَ
اللَّهُ اٰمِنِيْنَ يُخَلِّفِيْنَ رُءُوسَكُمْ و
مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعِلِمَ مَا لَكُمْ
لَعَلَّمُوْا فَعَلَّ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ
فَتَحَقَّرِيَّاهُ

هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَكُمْ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰى الدِّيْنِ
كُلِّهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا
هُمَّ ذَرُّوْا رُسُلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ
اَشِدَّاءُ عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ رَحْمَةً لِّبَيْنِهِمْ
تَرٰهُمْ رُكْعًا سَاجِدًا يَّبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِجَاهُهُمْ
فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَشْرَ السُّجُوْدِ

یہ ان کی صفت تو ریت میں ہے اور انجیل
میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھانکا لا
پھر اسے طاقت دی پھر دبیر ہوئی پھر اپنی
ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھی
لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں
وعدہ کیا اللہ نے ان سے جو ایمان لائے
اور اچھے کام کیے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

ذَالِ مَثَلِهِمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ
فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً
ثُمَّ أَذْرَكَ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَى
سَوْتِهِ يُغَيِّبُ الْمُرَّاعَ لِيُغَيِّظَ بِهِمُ
الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

حل لغات

لَقَدْ بَشَّرَ	صدق سچا کر دیا	اللہ - اللہ نے	دُسُولَہ - اپنے رسول سے
الَّذِينَ يَخُوبُونَ	بِالْحَقِّ سچا	لَتَنْزِلُنَّ كَرِهَ دَاخِلُ بَوَکِ الْمَسْجِدِ	اللہ - اللہ نے
الْحَرَامَ حرام	إِنْ اِکْر	شَاءَ جاپا	و۔ اور
الْمَنِيِّ۔ امن والے	مُخَلِّقِينَ۔ مرنے والے	دُعُوسُکُمْ اپنے سر	فَعَلِمَ۔ تو جانا
مُقَرَّرِينَ ترشواتے بال	لَا۔ نہ	تَخَافُونَ۔ ڈرو گے تم	يَجْعَلُ۔ تو بنائی
مَا۔ جو	لَمْ۔ نہ	تَعْلَمُوا۔ جانا تم نے	قَرِيبًا۔ نزدیک
مِنْ دُونِ۔ پہلے	ذَلِكَ۔ اس سے	فَتَخَافَتِ	دُسُولَہ - اپنا رسول
هُوَ۔ وہ	الَّذِي۔ وہ ہے جس نے	أَدْسَلَ۔ بھیجا	الْحَقِّ۔ حق دے کر
بِالْهُدَى۔ ہدایت	و۔ اور	دِينِ۔ دین	الَّذِينَ كُتِبَ۔ سارے دینوں کے
لِيُظْهِرَهُ۔ تاکہ غالب کرے	عَلَى۔ اوپر	بِاللَّهِ۔ اللہ	شَهِيدًا۔ گواہ
و۔ اور	کَفَى۔ کافی ہے	اللَّهُ۔ اللہ کے	و۔ اور
مُحَمَّدٌ۔ محمد	دُسُولُ۔ رسول ہیں	أَشَدُّ۔ سخت ہیں	عَلَى۔ اوپر
الَّذِينَ۔ وہ جو	مَعَهُ۔ اسکے ساتھ ہیں	يُنْجِمُ۔ آلیس ہیں	تَوَّارَ۔ دیکھے گا تو
الْكُفَّارِ۔ کافروں کے	وَحَسَابٍ۔ رحمت ہیں	مُسْجِدًا۔ مسجد کرتے	يَتَّبِعُونَ۔ ڈھونڈتے ہیں
هُدًى۔ ان کو	وَعَارٍ۔ کوع کرتے		

رَضَوَانَا رِضًا مَنَدِي	وَمِنَ اللَّهِ - اللہ کا	وَر - اور	فَضَّلًا فَضْل
وَجُودِهِمْ - انکے چہرہ دل کے	هُمُ - ان کے	فِي - بیچ	مِيمًا - نشان
مَثَلُهُمْ - ان کی مثال ہے	الْمُجُودِ - سجدے سے	ذَلِكَ - یہ	مِنْ أَثَرِ اثر
مَثَلُهُمْ - انکی مثال	التَّوَدَّاعِ - تورات کے	وَر - اور	فِي - بیچ
أَخْرَجَ - نکالی	الْإِبْهِيمِ - اخیل کے ہے	كَزَيْجٍ - جیسے کھیتی کہ	فِي - بیچ
تَوَكَّرِي ہوئی	فَأَذْكَا - پھر مضبوط ہوئی	فَأَسْتَغْلَظَ - پھر سخت ہوئی	سَطَاكَ - اپنی سوئی
الزَّرَّاعِ - بونے والے کو	سُوقٍ - اپنے تنے کے	يُغَيَّبُ - پسند آتی ہے	عَلَى - اوپر
وَعَدَ - وعدہ کیا	بِهِمْ - انکے ساتھ	الْكَفَّارَ - کافروں کو	لِيَغِيْظَ - کہ غصہ دلانے
وَر - اور	الَّذِينَ - ان سے جو	آمَنُوا - ایمان لائے	اللَّهُ - اللہ نے
مَغْفِرَةً - بخشش	الضَّلَاحَتِ - اچھے	مِنْهُمْ - ان میں سے	عَمِلُوا - عمل کیے
	أَجْوَا - اجر	عَظِيمًا - بڑے کا	وَر - اور

حل لغات ناوہ

سَطَاكَ - روئیدگی کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو پہلے پہل زمین سے نکلتا ہے۔
أَذْكَا - اسے طاقت دی۔

سُوقٍ - ساق پیڈلی کو کہتے ہیں یہاں مراد کھیتی کی نال ہے (تسا)
الزَّرَّاعِ - زارع بونے جو تنے والا

مختصر تفسیر جو تھار کو ع سورة فتح ۲۶

لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوَدَّيَا بِالْحَقِّ لَنَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِينَ
مُحَلِّقِينَ دُؤَسَكُو وَمَقْصِرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَكُمْ تَعْلَمُونَ فَبَعَثَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ قَتَا
قَرِيبًا بے شک اللہ نے سچا کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بیشک تم داخل ہو گے مسجد حرام
میں امن کے ساتھ ہر منڈانے بال پست کروا تے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم ہے

مقا۔ تو اس سے پہلے ایک نزدیک ہونے والی فتح رکھی۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ تشریف لیا جس سے قبل ایک خواب دیکھا کہ آپ مع صحابہ کے مکہ منظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں حلق و قصر کرایا۔ اس خواب کو سنکر صحابہ بہت خوش ہوئے اور حبیب حضور نے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ تو سب نے بعد مسرت و خوشی اس میں شرکت کی لیکن حدیبیہ سے مشرکوں کے مانع آنے پر واپسی ہو گئی جس کا واقعہ ہم پہلے رکوع میں بیان کر چکے ہیں تو منافقین جن کی جبلت میں اسلام کے خلاف کانٹ چھانٹ کی عادت تھی انہوں نے یہاں بھی طعن و تشنیع شروع کیا اور کہا کہ حضور نے تو خواب دیکھا تھا وہ کیا ہوا۔ آپ وہاں سے واپس کیوں آ گئے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس میں اپنے نبی کے خواب کی تصدیق فرمائی اور بتایا کہ خواب میں جو کچھ دیکھا وہ صحیح اور ضرور ہو کر رہے گا۔ منافقین کا یہ کہنا کہ اب کے کیوں نہ گئے یہ محض حاسدانہ خواب و خیال ہے ورنہ خواب میں حضور نے یہ کب فرمایا تھا کہ میں ابھی جا رہا ہوں خواب کی تعبیر میں حضور آئندہ سال تشریف لے گئے اس کے بعد جب اگلا سال آیا تو اللہ نے حضور کے خواب کا جلوہ دکھایا اور واقعات خواب کے مطابق رونما ہوئے اور مسلمان شان و شکوہ سے فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور یہ جو فرمایا کہ اس کے علاوہ اس سے عہد پہلے عنقریب ایک فتح اور ہوگی وہ فتح خیمہ ہوئی اس سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہوئے اس کے منافقین کا رد کرنے کے لیے ارشاد ہوا اور فرمایا گیا کہ ان کا کام اعتراض پہلو اٹھانا اور دلیل ہونا ہے چنانچہ فرمایا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا
وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

یہ نعمت من جانب اللہ اسلام کو ملی کہ تمام ادیان و ملل پر یہ غالب ہو عام اس سے کہ وہ کتابوں کا دین ہو یا مشرکین کا۔ اس کے متعلق دوسری جگہ غیر مبہم الفاظ میں فرمایا اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اللہ کے نزدیک کوئی دین ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے چنانچہ آخر میں یہاں بھی فرمایا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ اس میں گواہی کے لیے اللہ کی ذات کافی ہے یعنی دین اسلام کی حقانیت پر اور اس کے غلبہ کی تصدیق اور تائید موجود ہے اور اسی کی گواہی اس کے حق ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس دین کے مبلغ اعظم کون ہیں اس کو آگے ظاہر فرمایا اور بتایا کہ یہ ایک سلطنت کا نظام ہے جس میں یہ دین پھیلے گا اس کے بڑے تاجدار جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتناہیں اور اس سلطنت کے وزیر چار ہیں اور چاروں کی صفت علیحدہ علیحدہ ہے ایک وہ ہیں جنہیں وَالَّذِينَ مَعَهُ کہا یعنی جو حضور کے ساتھ سایہ کی طرح رہے حتیٰ کہ قبر میں بھی حضور کے ہم پہلو سو رہے ہیں انہیں صدیق اکبر کہا جاتا ہے دوسرے وزیر وہ ہیں جو دشمنان اسلام کے ساتھ دلیفنس کا نظام کرتے ہیں یعنی وزیر جنگ ان کا نام فاروق اعظم ہے اور تیسرے وزیر وہ ہیں جن کا تعلق تعلقات عامہ میں نظام رکھنے کا ہے یا یہی محبت و مودت کو عام کرنا ان کا نام عثمان غنی ہے چوتھے وزیر وہ ہیں جن کا تعلق اطاعت و عبادات سے ہے ان کا نام مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہے۔

چنانچہ سلسلہ وار فرمایا کہ اس کی سلطنت کے تاجدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور پہلے وزیر حضرت صدیق اکبر میں دوسرے فاروق اعظم میں تیسرے عثمان غنی میں چوتھے حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں چنانچہ ان کے فرائض اور صفات بھی آئیہ کریمہ میں بتا دیے۔ صدیق اکبر کے لیے فرمایا وَالَّذِينَ مَعَهُ اور فاروق اعظم کے لیے فرمایا اَشْدَّ عَلَى الْكُفَّارِ عثمان غنی کے لیے فرمایا رَحْمَةً بَيْنَهُمْ حضرت علی کی شان میں ارشاد ہوا اِنَّهُمْ رُكْعًا سَجْدًا يَتَّبِعُونَ فُضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا جِيسَا کہ آیت کریمہ میں سلسلہ وار ارشاد ہے کَمَا قَالَ تَعَالَى۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا يَلْبَعُونَ فُضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكُمْ مَثَلُ الْتَّوَّابِ وَمَثَلُ الْفَاسِقِ كَثِيرٌ أَوْخَرُ شَطَاةً فَافَرَّهَ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو ان کے ساتھ ہیں (صدیق اکبر) کافروں پر سختی فرمانے والے (فاروق اعظم) آپس میں نرم دل (عثمان غنی) آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں (حضرت علی) ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت نوریت میں ہے اور انجیل میں ہے جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھانکا لا پھر اسے طاقت دی پھر وہ دبیر ہوئی پھر وہ اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل حلین اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے بخشش اور بڑے ثواب کا

چنانچہ ہم میں سے ایک جماعت وہ ہے جو چوتھے وزیر کے سوا پہلے تین وزیروں کے خلاف ہے حالانکہ قرآن کریم مقتضائے بیان سے یہ تبارک ہے کہ چاروں کو ماننے والا اسلام میں ہے اور جو تین کو چھوڑ کر صرف چوتھے کو ماننے وہ درحقیقت اسلام میں رخنہ ہے وعدہ چاروں کے لیے ایک ہے مغفرت اور اجر عظیم کا تو جو ان میں سے ایک کے لیے مغفرت اور اجر عظیم مانے اور تین کے لیے نہ مانے وہ بیان منصوص کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا مخالف ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهَا۔

سُورَةُ الْحَجَرَاتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ پہلا رکوع سورۃ حجرات ۲۶

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا عَلَىٰ رَسُولٍ مَّا يَدْعِي اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَأَنفُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ ۚ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ يَّخْطَا عَمَّا لَكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۚ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے اور ان کے حضور میں باتیں چلا کر نہ کرو جیسے ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں تمہارے عمل کا رت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل خدانے پرہیزگاری کے لیے ابھی طرح جانچ لیے ہیں ان کے لیے گناہوں کی معافی اور بڑا اجر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَعْصُوْنَ اٰمِرَاتَهُمْ عِنْدَ رِسُوْلٍ اِلَيْهِ ۖ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰمَنَ اللّٰهُ قُلُوْبُهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ

إِنَّ الدِّينَ يُنَادُكَ مِن دُنَاكَ
الْحَجَرَاتِ أَكْثَرُ هُمْ لَا يَعْقِلُونَ ه

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ
إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ عَظِيمٌ ه

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا
بِمَا كَانُوا فَاعِلِينَ ه

وَأَعْلَمُوا أَن فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ
يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ
وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبَ إِلَيْكُمْ إِلَيمَان وَ
نَبِيَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّاهِيَّكُمْ
الْفُحْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ
هُمُ الرَّاكِبُونَ فَضَلًا مِّنَ اللَّهِ وَ
نَحْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ه

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا
فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا
عَلَى الْأُخْرَىٰ فَجَاهِلَا الْبَغِي تَنفِي حَتَّى
تَأْتِيَ إِلَىٰ أُمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا
بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ه

إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا

رہے محبوب) جو لوگ آپ کو آپ کے پیار کے
مجرموں کے باہر سے بکارتے ہیں ان میں اکثر ایسے
ہیں جنکو عقل ہی نہیں۔

اگر یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ ان خود مکمل کرانے
پاس تشریف لاتے تو وہ ان کے حق میں بہت
بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس
کوئی خبر لے کر آوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہ اس
کسی قوم کو بے جا اذیت دے بیٹھو پھر اپنے لیے
پر پھپھکتے رہ جاؤ۔

جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر بہت سے
معاملات میں یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور ہی
مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہیں ایمان
پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں راستہ
کر دیا ہے اور کفر خود دوسری اور ناقصی سے تم کو
نفرت دلادی ہے ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں اللہ
کے فضل و کرم سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے
اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان
میں صلح کر دو تو پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی
کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک
کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو اگر وہ پلٹ
آئے اللہ کے حکم کی جانب) تو ان میں انصاف
کے ساتھ صلح کر دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بے
شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔

مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں دو بھائیوں

بَيْنَ أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝
 میں میل جول کرادیا کرو اور خدا کے غضب سے
 ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حل لغات

يَا أَيُّهَا لے	الَّذِينَ - وہ جو	أَمَنُوا - ایمان لائے ہو	لَا - نہ
تَقْدِمُوا - بڑھو	بَيْنَ يَدَي رگے	اللَّهُ - اللہ	و - اور
رَسُول - اس کے رسول کے	و - اور	اتَّقُوا - ڈرو	اللَّهُ - اللہ سے
إِنَّ - بیشک	اللَّهُ - اللہ	نَمِيعٌ - سننے والا	عَلِيمٌ - جاننے والا ہے
يَا أَيُّهَا لے	الَّذِينَ - وہ جو	أَمَنُوا - ایمان لائے ہو	لَا - نہ
تَرَفَعُوا - بلند کرو	أَصْوَاتَكُمْ - اپنی آوازیں	فَوْق - اوپر	صَوْت - آواز
النَّبِيِّ - نبی کے	و - اور	لَا - نہ	تَجْمَعُوا - چلاؤ
لَهُ - آپ کے سامنے	بِالْقَوْل - بات میں	تَجْمَعُوا - جیسے چلائے	بَعْضُكُمْ - بعض تمہارا
بَعْضٍ - سامنے بعض کے	أَنْ - یہ کہ	تَجْمَعُوا - ضائع ہو جائیں	أَعْمَالُكُمْ - تمہارے عمل
و - اور	أَنْتُمْ - تم	لَا - نہ	تَشْعُرُونَ - سمجھتے ہو
إِنَّ - بیشک	الَّذِينَ - وہ جو	يَقْضُونَ - نبی رکھتے ہیں	أَصْوَاتَكُمْ - اپنی آوازیں
عِنْدَ - نزدیک	رَسُول - رسول	اللَّهُ - اللہ کے	أُولَئِكَ - وہی وہ ہیں
الَّذِينَ - جن کو	أَمْتَحَنَ - جانچ لیا	اللَّهُ - اللہ نے	قُلُوبَهُمْ - ان کے دلوں کو
لِلتَّقْوَى - پر ہیکاری کیلئے	أَنْتُمْ - ان کے لیے	مَغْفِرَةً - بخشش ہے	و - اور
أَجْر - اجر	عَظِيمٌ - بڑا	إِنَّ - بیشک	الَّذِينَ - وہ جو
يُنَادُونَكَ - پکارتے ہیں آپ کو	و - اور	مِنْ دُآءِ - دور	الْحَجَرَاتِ - حجروں سے
أَكْثَرُ - اکثر	هَهُ - ان کے	لَا - نہیں	يَعْقِلُونَ - عقل رکھتے
و - اور	لَوْ - اگر	أَنْتُمْ - وہ	صَبَرُوا - صبر کرتے
حَتَّى - یہاں تک کہ	تَحْزَنَ - آپ نہ سکتے	إِلَيْكُمْ - ان کی طرف	لَكِنْ - تو ہوتا
خَيْرٌ - بہتر	لَكُمْ - ان کے لیے	و - اور	اللَّهُ - اللہ

اَلْقُوا دُرُوۡدَ اللّٰہِ۔ اللہ سے لَعَنَکُمْ۔ تاکہ تم تَرْجُمُوۡنَ۔ رحم کیسے جاؤ

مختصر تفسیر دو پہلا رکوع سورۃ ہجرات۔ ۲۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْعُدُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى اللَّهِ وَلِرَسُولِهِ فَأَقِمْوْا لِلَّهِ أَتَّ اللَّهِ سَمِيعٌ عَلِيمٌ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے اے ایمان والو! نہ اونچی کر وانی آوازیں ہمارے نبی کی آواز پر اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

آیت کریمہ کے لفظی معنی کے اعتبار سے تو یہی معنی نکلتے ہیں کہ حضور سے آگے مت چلو اور یہ معنی ہی تعلیم ادب کے لیے مناسب ہیں۔ آیت کریمہ میں حضور کے ساتھ تعلیم ادب ہے عام اس سے کہ وہ آگے بڑھنا ہو یا اور کچھ۔ شان نزول آیت یہ ہے کہ۔

چند اشخاص نے عید اضحیٰ کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ اپنے نبی سے پہلے روزے نہ رکھا کرو۔

نیز آیت بالا میں حضور کا اجلال و اکرام ادب و احترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ مذاکرے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں جیسے نہ پکاریں۔ بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توحصیف و تکریم و تقاب و عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو تو رک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

شان نزول آیت جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی۔ انہیں نقل سماعت تھا اور آوازاں کی اونچی تھی بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ رہے

اور کہنے لگے کہ میں اہل نار سے ہوں حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں ان کو کوئی بیماری نہیں ہے۔ پھر آکر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا اور ثابت نے کہا یہ آیت نازل ہوئی اور تم یہ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا حضرت سعد نے یہ حال خدمت اقدس میں بیان کیا تو حضور نے فرمایا وہ اہل جنت سے ہیں۔

اسی بنا پر علامہ اسماعیل حقانی اندلسی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ آواز بلند کرنا ہی نہیں بلکہ نام پاک لے کر بیکارنا بھی جط عمل کا موجب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُنْ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ يَرْتَدُّ مِنْهُمُ الْجَنَّةُ فرماتے ہیں کہ یا محمد کہہ کر بیکارنا بھی منع ہے فرماتے ہیں بَلْ عَظُمُوا وَفَرَّقُوا مِثْلَ يَأْتِي اللَّهُ يَا خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ تعظیم و توقیر ذات اقدس اتنے مباہلے سے ہو کہ نام پاک لینے کے بجائے حضور کے مناصب کے ساتھ خدا ہو جیسے یا نبی اللہ یا حبیب اللہ یا خیر خلق اللہ۔

یہاں محمدؐ کو بھی منع کیا گیا یہ عظمت شان رسالت ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تمام قرآن میں تین طرح سے نام پاک لیا۔ جہاں ضرورت تھی کہ نام کے ساتھ ہی بیان ہو جیسے۔
اٰمَنُوْا بِمَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍؐ وَرِیَآئِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ۔ مَا کَانَ لِحُجَّتِہٖ اَیَّ اَحَدٍ مِّنْ دِجَآئِلِکُمْ بَاقِیَ تَمَامِ قُرْآنِہِیْنَ کہیں اللہ فرمایا کہیں یا ایہا المنزل ارشاد ہوا کہیں یا ایہا المدثر کہہ کر ندا دی گئی۔ غرض کہ تمام قرآن میں جہاں بھی آپؐ دیکھیں گے حضور کے القاب و آداب سے ہی غافلہ ملے گا اور یہ تین جگہ نام لینا لازمی تھا کہ کوئی تاویل کر کے کسی اور کی طرف اسے منسوب نہ کر دے۔
تو جب اللہ تعالیٰ خود اپنے حبیب کی عظمت شان کو اس طرح ملحوظ رکھتا ہے تو پھر زید بکر عمرو کے اوپر آداب و آداب لازمی اور ضروری ہے۔ اسی سلسلہ کے ساتھ اگلی آیت میں بھی ارشاد ہوا ہے۔
اِنَّ الدِّیْنَ لَیَعُضُوْنَ اَصْوَابُہُمْ عِنْدَ رُسُوْلٍ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الدِّیْنُ اَمْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبُہُمْ
یَلْتَقُوْیْ لَہُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ بے شک وہ لوگ جو اپنی آواز پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرستگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے
آیت یَا اَیُّہَا الدِّیْنُ اَمْتُوْا لَاسْمٰوٰتِکُمْ اَصْوَابُکُمْ کے نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ
عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور چند دیگر صحابہؓ بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔
ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بعد وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بدوی مسجد نبوی میں

بلند آواز سے باتیں کر رہا تھا۔ فاروق اعظم نے کنکریاں پھینک کر اسے بلایا اور فرمایا تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں بدوی دیہاتی ہوں۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ تیری بدویت کی وجہ سے میں تمہیں معاف کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا۔ اِنَّمَا تُحَنُّوْنَكَ عِنْدَ حُضُوْرِ النَّبِيِّ تَوْحِشُوْكَ يٰۤاَرَاۤهٍ مِّنْ اٰوٰزِ بَلَدٍ کہتا ہے گویا آواز بلند سے کلام کرنا بھی بارگاہ رسالت میں حین حیات ممنوع تھا اور بعد وفات بھی ممنوع رہا اور آج بھی ممنوع ہے۔

اسی لیے فرمایا کہ جو آوازیں ہلکی رکھتے ہیں ان کے دل تقویٰ اور پرہیزگاری سے بھرے ہوئے ہیں اور اس ادب کی وجہ میں ان کے واسطے مغفرت اور بھاری اجر ہے حتیٰ کہ عہد رسالت میں جو لوگ حضور کو حجرہ اقدس کے پیچھے سے آواز دے لیتے تھے انہیں بے عقل فرمایا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔ اِنَّ الْبٰدِيْنَ يٰۤاَدُوْنَكَ مِنْ قَدَلِ الْهَجْرٰتِ اَلَا تَرٰهُمْ لَا يَبْقٰوْنَ وَاَلَا تَرٰهُمْ صٰبِرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَ اَنْ خَلَاۤاَهُمْ وَاَلَا تَرٰهُمْ رَجِمَ بے شک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ از خود نکل کر یا ہر ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی یہ دو پہر کو دولت سر لشہ عالی پر حاضر آئے اور انہوں نے پکارنا شروع کیا حضور تشریف تو لے آئے مگر وہ قبیلہ میں حارج ہوئے اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہ آیا اور ارشاد ہوا کہ جو ہمارے حبیب کو حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں وہ بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر سے ادب کے ساتھ بیٹھے رہتے حتیٰ کہ حضور یا ہر خود تشریف لاتے تو ان کے لیے اچھا تھا اور یہ ادب کی تعلیم دے کہ احترام بنا کر فرماندیا واللہ مغفور رحیم تا واقفیٰ اور جہالت سے جو حرکت تم نے کی اسے اللہ بخشنے والا اور رحم فرماتے والا ہے۔ گویا یہ بتا دیا کہ یہ بے ادبی برہنہ جہالت جو تم سے ہوئی اسے تو ہم معاف فرماتے ہیں آگے کو ادب ملحوظ رکھنا۔

اس کے بعد آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ فاسق کی خبر بغیر اصول بتینہ ماننے کی ممانعت ہوئی۔ شان نزول آیت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق سے صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا تھا۔ انہوں نے جب معلوم کیا کہ حضور کا فرستادہ آیا ہے تو تعظیم و تکریم کے لیے اس کے استقبال کو آئے۔ ولید بن عقبہ اور بنی مصطلق میں پرانی عداوت تھی یہ سمجھے کہ یہ میرے قتل کے لیے آئے ہیں وہاں سے کسی طرح واپس ہو گئے اور حضور کو یہ خبر پہنچائی حالانکہ اس کی اصلیت کچھ نہ تھی چنانچہ ارشاد ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِمَهَالِهِ
فَتُصِيبُوا عَلَى قُلُوبِكُمْ ثَمْدٌ مِّثْلُ ه. اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس
کی خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیسے پر پھینکا۔ تھے رہ جاؤ
آیت کریمہ سے یہ امر بھی مستفاد ہوا کہ کسی خبر کو اڑانا اور قرینہ ماحول کے ماتحت اس کو برا
پر محمول کرنا یہ بھی فسق ہے۔ چنانچہ جب واقعہ معلوم ہوا تو ولید شرمندہ ہوئے اور اظہار ندامت کیا
انکے ارشاد ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَن فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُبَيِّعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَهْلِ لَعَنْتُمْ وَلَٰكِنَ اللَّهُ حَبِيبٌ
إِلَيْكُمْ الْإِيمَانُ فَذَرَيْنَا فِي قُلُوبِكُمْ ذِكْرًا إِلَيْكُمْ الْكُفْرُ وَالْقُسُوتُ وَالْعِصْيَانُ أُولَٰئِكَ فَمِ
الْأَرْشَادِ وَنَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَبِعَمَّةٍ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ہ اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر
وہ بہت سے معاملات میں تمہاری خوشی کیا کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے پیار کر دیا
ہے ایمان تمہارے لیے اور اس سے تمہارے دلوں کو آراستہ کر دیا ہے اور ناگوار کر دیا ہے تمہارے
لیے کفر۔ حکم عدولی اور نافرمانی کو وہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کے فضل و احسان سے اور اللہ تعالیٰ علم
وحکمت والا ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى
الْآخَرَىٰ فَتَأْتِ الْاُخْرَىٰ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَتَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ
وَأَقْسَطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ہ اِنما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم واتقوا
الله لعلكم ترحمون ہ

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کروادو پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے
تو زیادتی کرنے والے کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ
آئے تو ان میں انصاف سے صلح کروادو اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم
پر رحم کیا جائے۔

مورد آیت کا خاص ہوتا ہے مگر اس کا حکم عام رہتا ہے جب تک عرصہ نہ ہو تو آیت کریمہ کا مورد تو
خاص ہے کہ ابن ابی ناک ڈھک لی حضور کے دراز گوش (خچر) کے پیشاب کی بو سے اور حضرت عبداللہ
بن رواحہ نے اس کو پسند نہ کیا اور رغبت محبت میں فرمایا کہ تیرے مشک و زعفران سے اس دراز گوش کا

پیشاب بھی خوشبو رکھتا ہے اور آپس میں بات بڑھ جانے پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو حضور نے ان کی صلح کرادی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کا مورد خاص تو ابن رواحہ اور ابن ابی کے معاملہ میں تھا لیکن حکم اس کا عام ہے ہر مسلمان کو جبکہ آپس میں جھگڑا ہو جائے تو حکم ہے کہ صلح کرادے۔ اسی بنا پر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کی باہمی جنگ جو ہوئی اس میں بھی **فَاَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا** آتا ہے چنانچہ وہ صلح اسی اصول کی بنا پر کی گئی۔ اور اس کے آگے جو ارشاد ہے **فَاِنْ بَعَثَ اِحْدَاهُمَا عَلٰى الْاُخْرٰى** اور اگر اس صلح سے کوئی فریق راضی نہ ہو اور بغاوت حکم کرے تو اس کے لیے حکم ہے کہ اس سے مقاتلہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ اطاعت کرے اور اس بغاوت کو ترک کر دے۔ اسی بنا پر ہم حضرت معاویہ کو حضرت علی کے مقابلہ میں آنے کے بعد مصالحت کر لینے کی وجہ میں بے قصور قرار دیتے ہیں اور اہل سنت کا یہی مسلک ہے جو مقتضائے آیت کریمہ ہے۔

اور اسی کا فیصلہ قرآن کریم میں کیا گیا کہ **فَاِنْ خَالَتِ الْحِجْبَ** پلٹ آئے باغی گروہ تو ان کے مابین صلح کرادو تو جب حکم قرآن حضرت معاویہ اور حضرت علی کی صلح ہو گئی تو جو اس صلح میں رخنہ نکالتے ہیں وہ درحقیقت مقصد قرآن کے خلاف ہیں قرآن کریم دونوں کو بے قصور قرار دیتا ہے اسکے علاوہ دوسری جگہ بھی فیصلہ کیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ اُولَٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَلْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَكَلَّآ وَعَدَ اللّٰهُ الْحَسَنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ تم میں سے وہ جنہوں نے جان و مال قبل فتح مکہ خرچ کیا اور جہاد کیا یہ لوگ ان سے بہت بڑے درجے والے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبل فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور امیر معاویہ بعد فتح مکہ کے تو دونوں مرتبہ میں برابر تو نہیں رہے مگر وعدہ حسنی دونوں کے لیے ہوا اور جو وعدہ حسنی کے مقابلہ میں تاریخی جھگڑوں کو حائل کرے وہ قرآن کریم کے فیصلہ پر تاریخ کو ترجیح دیتا ہے اور یہ طریقہ غلط ہے۔ آگے ارشاد ہے۔ کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے مابین (شکر رنجی) کے موقع پر صلح کرادیا کرو اور اللہ کے غضب سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ آیت کریمہ کا مفہوم منطوق پہلی آیات سے مربوط ہے اس میں بھی اسی پر زور دیا گیا کہ مصالحت بہتر ہے اور مصالحت کے بعد کسی قسم کا تاریخی تنازعہ نکالنا خلاف مقصد قرآن ہے۔ رحم کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو حکم قرآن مجید کے

آگے نکلنا شروع ہے۔

بماوہ ترجمہ دوسرا کوع سورۃ حجرات ۲۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأَسْمُ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

اے ایمان والو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعن نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام دھرو بہت برا نام ہے مسلمان کھانا کھانا تو جو ان حرکات سے باز نہ آئیں وہی اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَشَمُّ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا يُمِيبُ أَحَدُكُمْ أَن يَبْأُكُلَ لَحْمًا خَيْرٌ مِّمَّا فَلَهِمْ هُمُوكُمْ وَالْقَوَا أَلَلَهُ إِنَّ أَلَهُ تَوَابٌ رَّحِيمٌ

اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت بہت شک نہ کرو (نہ گمان نہ کرتے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک گمان بد داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹول میں نہ رہا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو بھلا تم میں سے کوئی گوارہ کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یقیناً تم گوارہ نہ کرو گے تو غیبت کیوں گوارا ہو یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ إِنَّ اللَّهَ

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حواء) سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (دور نہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف

عَلَيْهِمْ خَيْرٌ

وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے بے شک اللہ
جاننے والا باخبر ہے۔

عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے
مے محبوب آپ فرما دیجیے کہ تم ایمان نہیں
لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو چکے اور
ایمان کا تو ہنوز تمہارے دل گذر تک نہیں ہوا
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کر دے
تو اللہ تمہارے اعمال کے ابو میں کسی طرح کی کاٹ
چھانٹ نہیں کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔

بے شک مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے
رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک شبہ
نہ کیا اور جہاد کیا اپنے مال اور اپنی جانوں سے
اللہ کے راستے میں وہی سچے ہیں۔

مے محبوب ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ
کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ اللہ تو آسمانوں
اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے اور
اللہ تو ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔
(مے محبوب) یہ لوگ آپ پر اسلام لانے کا
احسان رکھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر یہ
احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا بلکہ اللہ تم
پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے دین اسلام کا
راستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعوائے اسلام میں سچے ہو۔
بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی غیبی باتوں
کو جانتا ہے اور تم لوگ جیسے جیسے عمل کرتے

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا
وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا
يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ
وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا
يُغْنِيَكُمْ عَنْ أَهْلَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ
اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَأْتُوا
وَجَاهِدُوا وَأَيَّامُ الْوَالِمِ وَأَنْفُسِهِمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ
قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهُ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

يُؤْمِنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا
تُؤْمِنُوا عَلَى إِسْلَامِكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ
عَلَيْكُمْ أَنْ هَذَا كَمُ لِلْإِيمَانِ أَنْ
كُنْتُمْ صَادِقِينَ

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بَيْنَمَا

ہو اللہ ان (سب کو) دیکھ رہا ہے

تَمَمُّونَ

حل لغات

یَا اَیُّهَا اے	الَّذِیْنَ رَوَّهْجُو	اٰمَنُوا۔ مومن ہو	لَا۔ نہ
بِیْسَمِیْ دینسی کرے	قَوْمٌ۔ کوئی قوم	مِّنْ قَوْمٍ کسی قوم سے	عَسَى۔ قریب ہے
اَنْ۔ یہ کہ	یَکُونُوا۔ ہوں	خَبْرًا۔ بہتر	مِنْہم۔ ان سے
و۔ اور	لَا۔ نہ	نِسَاءً۔ کوئی عورت	مِّنْ نِّسَاءٍ کسی عورت سے
عَسَى۔ قریب ہے	اَنْ۔ یہ کہ	یُکُنَّ۔ ہوں	خَبْرًا۔ بہتر
مِنْہم۔ ان سے	و۔ اور	لَا۔ نہ	تَلْمِزًا۔ طعنہ دو
الْفَسْکُ۔ اپنی جانوں کو	و۔ اور	لَا۔ نہ	تَنَابُؤًا۔ ڈالو
بِالْاَلْقَابِ برے لقب	یُسُّ۔ برا	لِاسْمِ۔ نام	الْفُسُوقِ۔ فاسق ہے
بَعْدَ۔ بعد	الْاَیْمَانِ۔ ایمان کے	و۔ اور	مِّنْ۔ جو
کَمْ۔ نہ	یَتَّبِعُ۔ تو بہ کرے	فَاُولَٰئِکَ۔ تو یہی	ہُو۔ وہ
الظَّالِمُونَ۔ ظالم ہیں	یَا اَیُّهَا اے	الَّذِیْنَ رَوَّهْجُو	اٰمَنُوا۔ ایمان لائے ہو
اُجْتَنِبُوا۔ بچو	کَثْرًا۔ اکثر	مِّنَ الظَّنِّ۔ ظنوں سے	اِنَّ۔ بیشک
بَعْضَ۔ بعض	الظَّنِّ۔ ظن	اِنَّہُ۔ گناہ میں	و۔ اور
لَا۔ نہ	تَحْسَبُوا۔ سوچ کر دو	و۔ اور	لَا۔ نہ
لِیُتَّبِعَ۔ غیبت کرے	بَعْضُکُمْ۔ بعض تمہارا	بَعْضًا۔ بعض کی	ا۔ کیا
یُحِبُّ۔ پسند کرتا ہے	اَحَدٌ۔ کوئی	کَمْ۔ تم میں سے	اَنْ۔ یہ کہ
یَا کُلَّ۔ کھاٹے	لَحْمٍ۔ گوشت	اَرْجِئِہُ۔ اپنے بھائی	مِیْسًا۔ مردہ کا
فکر ہمو۔ تو ناپسند کر دے	کَ۔ اس کو	و۔ اور	اَلْقُوا۔ ڈرو
اللہ۔ اللہ سے	اِنَّ۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	تَوَابًا۔ توبہ قبول کرنے والا
رَحِیمٌ۔ مہربان ہے	یَا اَیُّهَا اے	النَّاسِ۔ لوگو	اِنَّا۔ بیشک ہم نے
ا۔ پیدا کیا	کَمْ۔ تم کو	مِّنْ ذَکَرٍ۔ ایک مرد سے	و۔ اور

اِنَّہٗ۔ اللہ	یٰمَنْ۔ احسان رکھتا ہے	عَلَيْکُمْ۔ تم پر	اِنَّ۔ یہ کہ
ہذا۔ ہدایت دی	کُمْ۔ تم کو	یٰلَایْمَان۔ ایمان کی	اِنَّ۔ اگر
کُنْتُمْ۔ ہو تم	صٰدِقٰیْن۔ سچے	اِنَّ۔ بیشک	اللہ۔ اللہ
یَعْلَمُ۔ جانتا ہے	غَیْب۔ غیب	السَّمٰوٰتِ۔ آسمانوں	و۔ اور
اَلْاَرْضِ۔ زمین کے	و۔ اور	اللہ۔ اللہ	یَصِیْرُ۔ دیکھتا ہے
بِمَا جُوتُمْ	تَعْمَلُوْنَ۔ عمل کرتے ہو۔		

حل لغات نادرہ

لَا یَنْفَعُ قَوْمٌ: پھر سے ہے آدمی کا اپنے بھائی کو وقعت کی آنکھ سے نہ دیکھنا اور اسے اس کے مرتبہ سے گرا دینا۔ قَوْم اسم جمع ہے اور اس کا اطلاق مردوں پر ہوتا ہے نہ عورتوں اور نہ بچوں پر کیونکہ یہ جمع ہے قائم کی جس طرح صوم صالح اور اثر کی۔

لَا تَلْمِزُوا اَنْفُسَكُمْ: نہ کہتے ہیں زبان سے طعنہ دینے کو
وَلَا تَنَابُؤُوا: نہ مہربانے نام سے پکارنے کو کہتے ہیں۔

وَلَا تَجَسَّسُوا: نہ خود از جس جس کے معنی طلب کے آتے ہیں تو تجسس کے معنی تفتیش کے ہوئے۔
لَا یَلْتَمِزُکُمْ: نہ خود از لات کمی کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے
ثُمَّ کَرُّوْا تَابُوا: اے لویشکو پھر شک نہ کیا انہوں نے

یَمْنُوْنَ: منت سے لیا گیا ہے۔ احسان رکھنے کے معنی دیتا ہے اور منت مانگو ہے من سے جس کے معنی قطع کے آتے ہیں۔ چونکہ احسان جانے سے قطع اجر ہوتا ہے اس لیے منت کو احسان جانے سے تعبیر کرتے ہیں۔

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ الحجرات۔ ۲۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَنَّ خَيْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابُؤُوْا بِالْاَنۡفَابِ

يَحْسَبُ لِأَنَّهُم مُّسْتَوْفُونَ يَعِدُ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتَّبِعْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ اے ایمان والو! فردوسوں پر نہ ہنسیں محب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر وہ ہنستی ہیں وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے کو طعن نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام دعو اور ایمان لائے چھپے فاسق کہلانا کس قدر برا ہے جو ان حرکات سے باز نہ آئیں وہی اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔

آیہ کریمہ میں کردار و اخلاق کی بلندی کی تعلیم دی گئی ہے یہ کام سفلہ خوش پوشاک لوگوں کا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ متشکر کرنا اور اپنے مقابلہ میں دوسرے کی تذلیل کے لیے ہونا اسلام اس کو پسند نہیں کرتا اسی لیے ارشاد ہوا کہ ایمان والو تمہارا کام متشکر اور کسی کو ذلیل نظر سے دیکھنے کا نہیں۔ اسی پر آیہ کریمہ ختم کی گئی۔ دوسرے مہذب قوموں کا یہ بھی طریقہ نہیں ہوتا کہ کسی کی برائی کسی کے آگے کریں جس کو غیبت کہا جاتا ہے۔ اور غیبت کی برائی قرآن پاک فرماتا ہے کہ کسی کی غیبت کرنا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ہے اگر تمہیں یہ پسند نہیں اور یقیناً پسند نہیں تو غیبت بھی پسند نہ کرو اور اپنے اخلاق کو بلند رکھو چنانچہ ارشاد ہوا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَشَدُّ مِنَ الْأَعْيُنِ وَلَا تَتَّبِعُوا لِبَعْضِكُمْ بَعْضًا أَيُّبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت بہت شک و گمان کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک داخل گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو یقیناً تم کو گوارا نہیں (تو پھر غیبت کیوں گوارا ہے یہ بھی ایک قسم کا مردار ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

یہ تمام آئین اصلاح اخلاق میں ہیں ان کو ایک ہی جگہ سمجھ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ پہلا درجہ بازاری اخلاق کا یہ ہے کہ ہر ایک سے متشکر کرنا اور اپنے کو بڑا سمجھنا۔ دوسرے طبقہ و تشنیع نفسیہ ہر ایک کا نام بدل کر تذلیل کرنا جیسا کہ بازاری کرتے ہیں کہ فلاں فرعون ہے فلاں گدھا ہے ایسے ذلیل خطاب دوسرے کو دینا یہ بھی اخلاق زدلیلہ کا ایک نمونہ ہے چوتھے ہر ایک کی غیبت کرتے رہنا یا بچوں ہر ایک کے ساتھ سوز و غم رکھنا کہ فلاں ضرور میرے خلاف یوں یا ایسا ویسا کرے گا جیسے کسی کے تحسین اور نقص میں رہنا یہ کہاں اور کیوں جارہا ہے یہ بات کیوں اور کیا کر رہا تھا؟

یہ چھ چیزیں ہیں۔ کسے اندر ہو جائیں اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے اور وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے والا ہی کہلائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان آیتوں میں ان چیزوں کا رد فرمایا اور بتایا کہ یہ فسق و فجور اور ذلت اخلاق اور اکل حرام کے مراد ہے چنانچہ آخری آیت میں إِنَّ بَعْضَ الظُّلُمِ الْأَكْبَرُ فَرَاکَ واضح کر دیا کہ کسی کی طرف سے گمان بدر کھنا گناہ ہے۔ کسی کے پیچھے تجسس اور نفخہ کرنا یہ مسلمان کا کام نہیں کسی کی غیبت کرنا یہ مردار خوری کے مترادف ہے اور منسخر کرنا کسی کو ذلیل کرنے کے لیے القاب بدلنا یہ بازار یوں کے کام ہیں مومن ان صفات سے ہمیشہ علیحدہ ہی رہے گا اس کے بعد ارشاد ہوا
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ درجہ اللہ کے مال تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ جانتے والا خبردار ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم منطوق بتا رہا ہے کہ تفاخر یا نسب یہ بھی مومن کی شان نہیں چنانچہ فرمایا دیا گیا کہ لوگو تمہیں ہم نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور مغل۔ پٹھان۔ شیخ۔ مرزا۔ اراٹیں۔ کبوتر وغیرہ یہ شاخیں تمہارے خاندانوں کی رکھیں تاکہ قبائل میں پہچانے جاسکو۔ رہا سید ہونا یہ محض بالنسبۃ الی الرسول موجب فخر ہے درجہ یہ بھی قبائل کا ایک شعبہ ہے اسی لیے فیصلہ کیا کہ اللہ کے نزدیک اکرم و اشرف تم میں وہ ہے جو اللہ کے حضور خوف و خشیت رکھے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خوف و خشیت رکھنے والے کون ہیں اور نہ درجہ خوف کون آگے ارشاد ہے۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ گنوار بولے ہم ایمان لائے آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں گذر اتک نہیں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کر دگے تو تمہارے اعمال کے اجر میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو خشک سالی کے زمانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا حالانکہ وہ ایمان نہ لائے تھے ان لوگوں کے مابین کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیے صبح و شام حضور کی خدمت میں آکر

اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے اور کہتے کہ ہمیں کچھ دیجئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: گویا میرے کہیں ہی کا ایک گروہ تھا جو اپنے کو مسلمان جتا کر دھوکہ دینا چاہتا تھا ان کی بدباطنی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے بازار کی اجناس مسلمانوں پر گراں کر دیں اور دینہ منورہ کے راستہ میں گندگی پھیلانی اور حاضر خدمت عالی ہوا کر اپنے اسلام لانے کا احسان حضور پر تجایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ فاش کر دیا اور فرمایا کہ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا بِهِ بَدْوًى جَبَلَىٰ أَكْرَعَ عَرَضَ كَرْتِمْ هِمْ كَهْمِ إِيْمَانِ لَے آئے۔ لے حبیب آپ فرمادیں کم تُوْمُنُوْا تَمِ إِيْمَانِ نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ زبانی ہم نے اسلام کا اعلان کیا۔ اسی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے لیے اقرار باللسان اور تصدیق بالجنان اور تعمیل بالارکان بشرط ہے یعنی زبان سے اقرار کرے دل میں اس کی تصدیق ہو اور اعمال صالحہ کرتا رہے تو مومن اسی کو یہاں فرمایا گیا کہ کم تُوْمُنُوْا تَمِ ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائے البتہ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے زبانی اقرار کیا پھر اس کے بعد دوسرا رویہ ان کی بے دینی کا یہ ظاہر ہوا کہ خدمت اقدس میں آئے اور ایسے وقت آئے جبکہ قحط سالی تھی تو عرض کیا کہ ہمیں اوروں کے مقابلہ میں زیادہ دیجئے کیونکہ ہم اول اسلام لائے ہیں اس پر ارشاد ہوا کہ تم مومن نہیں بلکہ محض زبانی اقرار کے مسلمان ہو جو تمہارا رے کردار اور اخلاق سے واضح ہو رہا ہے اسی لیے وَكَلَّيْنَا خُلْدَ الْإِيْمَانِ فِي قُلُوْبِكُمْ فرمایا کہ تمہارے دلوں میں ایمان کہاں سے آ سکتا ہے؟ یاد رکھو جو اللہ اور اس کے رسول کا پیرو ہو جائے اس کے اجر عمل میں ہماری طرف سے کانٹ چھانٹ نہیں ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ تم کیسے مسلمان ہو اور کیا عمل کر رہے ہو چنانچہ آگے ارشاد ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ قُلِ الْغُلَامُونَ اللّٰهُ بِدِينِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ هُمْ يَمْنُوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْكُمُوْا قُلْ لَا تُؤْمِنُوْا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمْنُنْ عَلَيْكُمْ اَنْ هٰذَا الْكُوْلُ لَا يُبَيِّنُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِصِيْرَتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ؕ

بے شک ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی قسم کا شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتلاتے ہو حالانکہ اللہ آسمان اور زمین میں کاسب کچھ جانتا ہے اور اللہ ہر چیز کے حال سے خوف واقف ہے لے محبوب وہ اپنے اسلام لانے کا احسان آپ پر جتلاتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ مجھ پر اسلام

کامیابان و جلاؤ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان و اسلام کی ہدایت بخشی بشرطیکہ تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

آیت کریمہ میں پہلے ایمان والوں کی صفت بیان فرمائی اور بتایا کہ ایمان لانے والوں کے دلوں میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے جان و مال سے اسلام پر فدا ہوتے ہیں۔ پھر انہی قبیلے والوں کا حال بتایا جو حضور کی خدمت میں احسان رکھنے کو آئے تھے یعنی قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ فرمایا کہ یہ لوگ جو اسلام کا احسان آپ پر رکھتے ہیں انہیں فرما دیجئے کہ مومن ہمارے اوپر احسان نہیں رکھا کرتا بلکہ اللہ کا احسان مومن پر ہے کہ اس نے ہدایت دی اور اسلام کی توفیق بخشی اگر تم بھی سچے ہوتے تو ایسا احسان نہ رکھتے اور اخیر میں فرمایا کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیوب پر حاوی ہے اور جو کچھ تم عمل کر رہے ہو اسے بھی دیکھ رہا ہے جس کے معنی واضح ہیں کہ تمہارا اسلام لانا اور دعویٰ اسلام کرنا محض دکھلاوا ہے جس کی حقیقت خداوند کریم پر روشن ہے۔

سورۃ ق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بامحاور ترجمہ پیلار کو ع سورۃ ق۔ پ ۲۶

ق

وَالْقُرْآنِ الْحَمِيدِ

بَلْ عَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ

عِزًّا إِذَا مَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيفٌ

اے قرآن اسلام شہ کفر میں

ہمیں قرآن مجید کی قسم ہے کہ آپ ہمارے بھیجے ہو پیغمبر ہیں مگر ان کافروں کو ان سے تعجب ہوا کہ ان میں ایک نے سنا ہے والا انکے پاس پیغمبر بن کر آیا تو یہ کافر کہنے لگے یہ تو عجیب ہے کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیگی تو لوٹنا بعد از عقل مردوں کے جن اجزا کو مٹی کھاتی اور کم کرتی ہے ہم کو تو معلوم ہی ہے اور ہمارے پاس کتاب (روح محفوظ

بھی موجود ہے، اور اس میں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے۔
مگر ان لوگوں کو ایک حق بات پہنچی تو اسے جھٹلا بیٹھے
تو وہ ایسی بات میں الجھ رہے (مذہب) میں جس
کو قرار نہیں۔

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نظر بھر کر نہیں دیکھا
کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے اور ستاروں سے اس
کو سجایا اور اس میں کہیں درز کا نام نہیں۔

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس کے اندر بھاری
بوجھل پہاڑیہاڑ کے لشکر ڈال دیے اور سب طرح
کی خوشنما چیزیں (یعنی ہر بارونق سورت) اگایا
تاکہ جتنے بندے ہماری طرف رجوع لانے والے
ہیں وہ ہماری قدرت کا تماشا دیکھیں اور عبرت
لیں۔

اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور اس
کے ذریعہ بلخ اگائے اور کھیتی کا اندج۔
اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کھڑکیں خوب گتھی ہوئی
ہوتی ہیں۔

بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے مینہ کے ذریعہ
مری ہوئی لستی کو چلا اٹھایا اسی طرح قیامت کے
دن لوگوں کو قبروں سے نکلتا ہوگا۔

ان لوگوں سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے
پیغمبروں کو جھٹلایا اور کنوئیں والوں نے اور ثمود
وعاد فرعون اور قوم لوط نے اور بن کے رہنے
والوں اور قوم تبع نے ان سب ہی نے اپنا پیٹ
پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا وعدہ عذاب ان کے

بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي
أَمْرٍ مَّرْجٍ ۝

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ
بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝

وَالْأَرْضِ مَدَدْنَاهَا وَالْقَنَبِ فِيهَا
دَوَاسِيَ وَابْنَيْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَوْجٍ
بِهَيْجٍ ۝

تَبَصَّرَةٌ وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا
فَأَنْبَتْنَا بِهِ خَبثٌ وَحَبُّ الْحَبِيدِ ۝
وَالنَّخْلُ لَيْسِقٌ لَهَا كَلْعٌ نَضِيدٌ ۝

رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً
مَّيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ۝

كَذَّبَتْ قَوْمُ يَدْمُ قَوْمٌ نُوْجٍ وَاصْطَبَ
الرَّسُولُ وَتَمُودَ وَعَادَ وَفِرْعَوْنَ
وَأَخَوَانِ لُوطَهِ وَاصْطَبَ النَّبِيَّةُ
وَقَوْمٌ تَبِيعَ كُلُّ كَذَبِ الرَّسُولِ
فَعَقَّ وَعِيدُهُ ۝

حق میں پورا ہوا۔

کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے کہ
قیامت کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکیں گے نہیں
بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شک
میں پڑے ہوئے ہیں۔

أَحْيَيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ
فِي كِبَرٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ

حل لغات

ق۔ لے قر اسلام شب کفر میں	و۔ قسم ہے	الْقُرْآنِ حُرَّانِ
الْمُجْبَدِ بزرگ کی	مُجْبُوا۔ تعجب کیا انہوں نے	أَنَّ يَكُونَ
جَاءَ آيا	مُنْذَرٌ ڈرانے والا	مِنْهُمْ۔ انہی میں سے
فَقَالَ۔ تو کہا	هَذَا۔ یہ	شَيْءٌ چیز
عَجِيبٌ عجیب ہے	إِذَا۔ جب	هَتْنَا۔ ہم مرجائیں گے
و۔ اور	تَوَابًا۔ مٹی	ذَلِكِ۔ یہ
رَجْعٌ۔ لوٹنا ہے	قَدْ۔ بیشک	عَلَّمْنَا۔ ہم نے جانا
مَا جَو	الْأَرْضِ۔ زمین	مِنْهُمْ۔ ان میں سے
و۔ اور	عِنْدَنَا۔ ہمارے پاس	كِتَابٍ۔ کتاب ہے
بَلْ۔ بلکہ	كَانَ بَوًّا۔ انہوں نے جھٹلایا	بِالْحَقِّ۔ حق کو
جَاءَ۔ آيا	هُم۔ انکے پاس	فَهْمٌ۔ تو وہ
أَفْرِ کَام کے	مَرِيجٍ۔ مترود ہیں	أَعْلَمُ۔ تو کیا نہ
إِلَى۔ طرف	السَّمَاءِ۔ آسمان کی	فَوَقَّعُ۔ اپنے اوپر
بَنَيْنَاهَا۔ ہم نے بنایا اسکو	و۔ اور	ذِينَ۔ زمینت دی
و۔ اور	مَا۔ نہیں	لَهَا۔ اس میں
و۔ اور	الْأَرْضِ۔ زمین کو	مَدَدْنَا۔ پھیلایا
و۔ اور	الْقَبْنَاءِ۔ ڈلے	فِيهَا۔ اس میں
		رَوَّاسِي۔ لنگر

و اور	اَنْبَتْنَا۔ اگائے ہم نے	رہنا۔ اس میں	مِنْ ثَمَرٍ۔ ہر طرح کے
ذُوْجِ۔ جوڑے	بُحْبُوحٍ۔ بارونق	تَجَارَةً۔ دیکھنے کے لیے	و اور
ذکر اہی نصیحت ہے	مِکْلِ۔ واسطے ہر ایک	عَبْدٍ۔ بندے	مُنْذِرٍ۔ رجوع کو نبوالے کے
و اور	نَزَّلْنَا۔ اتارا ہم نے	مِنَ السَّمَاءِ۔ بلندی سے	مَاءً۔ پانی
مُتَبَدِّلًا۔ برکت والا	فَاَنْبَتْنَا۔ تو اگائے ہم نے	یہ۔ اس سے	جَنَّتِ۔ باغ
و اور	حَبِّ سَوْنِ	الْحَصِيدِ۔ کٹنے والے	و اور
التَّحْلِ۔ کھجوریں	بِاسْقِیَّتِ۔ بلند	لَهَا۔ نکلے	طَلْعِ۔ خوشے میں
نَضِیْدًا۔ تہ بہ تہ	وَزَقَّا۔ رزق	لِلْعِبَادِ۔ بندوں کے لیے	و اور
اَحْيَيْنَا۔ زندہ کیا ہم نے	یہ۔ اس سے	بِلَدَاةٍ۔ شہر	مَبْنِیًّا۔ مردہ کو
کَذَا لَکَ۔ اسی طرح	الْخُرُوجِ۔ نکلنے سے	کَذَابٍ۔ جھٹلایا	قَبْلُہُمْ۔ ان سے پہلے
قَوْمِ۔ قوم	نُوحٍ۔ نوح نے	و اور	اَصْحَابِ الرَّیْقِ۔ کنویں
والوں نے	و اور	نَمُودٍ۔ نمودنے	و اور
عَادَ۔ عاد	و اور	فِرْعَوْنَ۔ فرعون	و اور
اِخْوَانُ۔ بھائیوں	لُوطٍ۔ لوط نے	و اور	اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ۔ یمن کے
رہنے والوں نے	و اور	قَوْمِ۔ قوم	تَبِعَ۔ تتبع نے
کُلِّ۔ سب نے	کَذَابٍ۔ جھٹلایا	الرُّسُلِ۔ پیغمبروں کو	فَحَقَّ۔ تو حق ہوا
وَعِیْدِ۔ بیمِ عذاب کا وعدہ	اَفْعِیْنَا۔ کیا ہم تھک گئے	و اور	بِالْخَلْقِ۔ پیدائش
اَلْاَوَّلِ۔ پہلی سے	بَلْ۔ بلکہ	ہم۔ وہ	فِیْ۔ بیچ
لَبِیْسٍ۔ مشک کے ہیں	مِنْ خَلْقٍ۔ پیدائش	جَدِیْدٍ۔ نئی سے۔	

حل لغاتِ نادرہ

ذُجَّجَ۔ لوٹ کر پیدا ہونا عقلاً بعید ہے۔
 تَبِعَ۔ کہتے ہیں مضطرب کو جسے قرار نہ ہو یعنی یہ کافر اس معاملہ میں مذنب ہیں۔
 فُرُوجٌ۔ جمع فرج کی جس کے معنی دروازہ درزہ کے ہیں۔

بَحْبَحٌ: خوشگوار
بَابُ الْحَصِيدِ: کھیتی کا اناج

بَاسِقَاتٍ: جمع باسقة ماخوذ از بسق۔ اونچا اور لمبا ہونے کو کہتے ہیں
طَلْعُ نَضِيدٍ: طلوع خوشہ۔ نصید اوپتلے ہونا۔ حاصل معنی خوشہ بھرا ہوا
اَقْعَيْنَا: غمی کہتے ہیں ٹھکنے کو
كَبَسَ: بمعنی شک

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورۃ قی ۲۶

ق ۱۰ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ۔ اے قرآن سلام۔ قسم ہے قرآن مجید کی
یہاں قی حروف مقطعات سے ہے جس کے معنی مفسرین اللہ اعظم فرمودہ کہہ کر آگے شروع
ہو جاتے ہیں معنی حقیقی تو یقیناً اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے مگر معنی تاویلی اس کے ہو سکتے ہیں
کہ حضور کی ذات سے ظلمت شرک مٹی اور شب بیکور کفر میں روشنی اسلام آئی اور وہ حضور کی
ذات تھی جس نے یہ روشنی پھیلائی تو آپ اسلام کے قمر لازماً ہوئے اس اعتبار سے ہم نے اس کے
معنی اے قرآن سلام کیے۔

وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ یہ قرآن کریم کو مقسم بہ بنایا گیا اور اس کی قسم یاد فرمائی پھر کفار کے اعتراضی
پہلو کو دکھایا ہوا انہوں نے کیا کہ جب ہم مرکز مٹی ہو جائیں گے تو یہ عجیب و غریب بات ہے کہ پھر
زندہ کیے جائیں گے یہ عقلاً بعید ہے۔ حالانکہ رجوع بعید جب ہو سکتا تھا جبکہ اس پر نظائر نہ پیش کیے
گئے ہوں۔ آگے کی آیت میں بتایا گیا ہے کہ میت کے جسم سے جو چیز فالح ہوتی ہے اور مٹی میں مل
جاتی ہے اس کا حساب ہمارے پاس کتاب حفظ میں ہے جسے لوح محفوظ کہا جاتا ہے تو ذرہ ذرہ
عالم کا علم اللہ میں ہے اور جو شے علم اللہ میں ہے اس کے لانے اور لوٹانے پر وہ قادر علی الاطلاق
ہے پھر اس پر نظیر پیش کی جس میں یہ مذہب تھے اور ارشاد ہوا۔

بَلْ عَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۚ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا
تُرَابًا ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۖ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيفٌ ۚ بَلْ
كُنَّا إِبْرَآءَ لَكُمْ لَمَّا جَاءَهُمْ فَمِنْ فِي أُمْدٍ مَرِيرٍ ۚ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ بَيَّنَّاهَا وَزَيَّنَّاهَا

مَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۚ وَالْأَرْضُ مَدَدُ نَاهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا دَوَابِّي وَابْنَتْنَا فِيهَا مِنْ مَجْلٍ
 ذُو جُنْحٍ ۚ تَبْحَرُهُ وَذِكْرِي لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۚ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا
 فِيهَا جَنَّتٍ وَحَبَّ الْعَصِيدِ ۚ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَخْيَيْنَا
 فِيهَا بَلَادَةً مُبْتَلَاً لَكُلِّ الْفَرُوجِ ۚ

بلکہ انہیں اس کا اچنبا ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا تو کافر لوے
 یہ تو عجیب بات ہے کیا جب ہم مرکز مٹی ہو جائیں گے پھر پلٹ کر خلاف عقل آئیں گے یہ بٹنا عقل
 سے بعید ہے ہم جانتے ہیں جو کچھ زمین ان مردوں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب لوح محفوظ
 بھی موجود ہے اور اس میں ذرہ ذرہ لکھا ہوا ہے مگر ان لوگوں کو ایک حق بات پہنچی تو اسے جھٹلایا تو وہ
 ایسی بات میں مذذب ہیں جسکو قرار نہیں کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نظر بھر کر نہیں دیکھا کہ
 ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ستاروں سے اس کو سجایا اور اس میں دزد کا کہیں نام تک نہیں اور زمین کو
 ہم نے پھیلایا اور اس کے بھاری بوجھل پہاڑوں کے لشکر ڈالے ہر قسم کے خوشگوار جوڑے اس میں
 اگائے اور ہم نے آسمان سے برکت کا پانی اتارا اور اپنے بندوں کو روزی دینے کے لیے
 اس پانی کے ذریعہ باغ اگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کی کھڑیں خوب گتھی ہوئی ہیں
 اور ہم نے پانی کے ذریعہ مری ہوئی ریعنی بنجر زمین بستی کو جلا اٹھایا اور اسی طرح قیامت کے دن
 لوگوں کو قبروں سے نکلنا ہوگا۔

آیات کریمہ کا مفہوم منطوق اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ وہ گھٹلی اور بیج جسے خاک میں ملا دیا جاتا
 ہے اسی سے سبز کو نپلیں نکلتی ہیں اور وہ چند دن میں سرسبز و شاداب درخت کی شکل اختیار کر لیتا
 ہے حتیٰ کہ پھل پھول دینے لگتا ہے تو اگر یہ چیزیں مٹی میں ملا کر سرسبز و شاداب کرنے پر جو قادر ہے
 وہ میت کو خاک میں ملا کر پھر دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں نہ قادر ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اِذَا بَنَّا لَكُمُ الْبَيْتَ وَكُنَّا تَرَابًا کہہ کر جو رجوع بعید اور استبعاد عقلی دوبارہ زندہ ہونے پر
 لاتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے اس لیے کہ میت تو پھر بھی جاندار تھی اور گھٹلی تو اول ہی سے بے جان ہے
 تو جب بے جان کو خاک میں ملا کر سرسبز و شاداب کر دینا اور اس سے پھل پھول نکالنا اللہ کے قبضہ قدرت
 میں ہوا تو میت کو نکالنا اور زندہ کر دینا کیوں خلاف عقل ہے؟

پھر اس کے ساتھ دوسری نظیر دی کہ ہم نے جو آسمان بنایا اس میں کوئی جوڑا ایسا نہیں جس میں کوئی شفا
 ہو تو یہ خلاف عقل ہی ہے کہ منہا شے نذر سے بھی پرے عریض و طویل چھت بنا دینا اور اس میں

کوئی دین نہ ہونا اور جوڑ کا نشان تک نہ ملنا یہ عقل کے کہاں مطابق ہے مگر ظاہر ہے کہ جو خالق عقل ہے اس کے کمال قدرت سے یہ چیز بھی بعید نہیں۔

پھر فرمایا کہ ہم بلندی سے برکت والا پانی برساتے ہیں عام اس سے کہ وہ آسمان سے ہو یا کسی اور طرح بہر حال سما بلندی کو کہتے ہیں تو بلندی سے پانی کا برساتا یہ من السماء ہو گیا اور اس کو برکت والا فرمانا قدرت کاملہ کا دخل دکھلانا ہے تو اسے بخر اور مردہ زمین پر حیب برسایا گیا تو اس سے باغ سرسبز و شاداب ہوئے اور لوگوں کی غذا کے لیے غلہ پیدا ہوا اور قدرتی حلوہ کھجور کی نازک تھیلیوں میں بھرا ہوا نکلا یہ سب چیزیں مٹی میں سے آئیں اور برکت والے پانی نے اسے اگایا اور بندوں کے لیے رزق بنایا اور وہ زمین پر مردہ تھی جس پر سبزہ نہ تھا اس کو زندہ کیا اور سرسبز و شاداب فرلایا یہی وجہ ہے کہ ارباب لغت نے بلدۃ میتہ کو زندہ کر دینے کے معنی میں موت کو عدم تحضر کے معنی میں بھی لیا اور بتایا کہ زمین کی موت عدم تحضر ہے اور اس کی زندگی اس کا سرسبز و شاداب ہونا ہے۔

راغب اصفہانی نے مفردات میں موت کو متعدد معنی میں لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: أَوَّلُ الْمَوْتِ بِحَسَبِ أَنْوَاعِ الْحَيَاتِ۔

فَالْأَوَّلُ مَا هُوَ بِأَزَادِ الْقُوَّةِ النَّامِيَّةِ الْمَوْجُودَةِ فِي الْإِنْسَانِ وَالْحَيَوَانِ وَالنباتِ ثُمَّ فِي الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ أَحْيَيْنَا يَهْ بِلَدَّةٍ مَيِّتًا۔

الثَّانِي زَوَالُ الْقُوَّةِ الْحَاسَّةِ قَالَ يَلْبِثُنِي مِثُّ قَبْلِ هَذَا۔

الثَّالِثُ زَوَالُ الْقُوَّةِ الْعَاقِلَةِ وَهِيَ الْجَمَالَةُ تَحْوَا وَمَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيِنَا۔ إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتِ۔

الرَّابِعُ الْحَزَنُ الْمَكْدَرُ لِلْحَيَاةِ وَإِيَّاكَ قَصْدَ يَقُولِهِ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ مَيِّتٌ۔

الخَامِسُ النَّمَاءُ فَقِيلَ الْمَوْتُ خَفِيفٌ وَالْمَوْتُ نَوْمٌ ثَقِيلٌ وَعَلَى هَذَا الْقَوْلِ مَتَاهَا اللَّهُ تَوْفِيًّا فَقَالَ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَقَّاهُ كَأَنَّهُ بِأَثَلٍ۔ أَلَمْ يَتَوَقَّ الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا وَقَوْلُهُ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا أَلَمْ

راغب نے پانچ موقعوں پر لفظ موت کے معنی پیش کیے۔

عدم تحضر۔ زوال عقل۔ زوال قوت حاسہ۔ ایسا غم جو زندگی کو مکر کر دینے والا ہو اور نیند تو معلوم ہوا کہ سبزہ نہ اگنا زمین کی موت ہے اور اس کا سرسبز و شاداب ہونا اس کی زندگی ہے

بہر حال نوحی الارض بعد موتہا بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر دیتے جسے معنی میں استعمال کیا گیا اور وہ
 کا فرج و خدا میں جل رہے تھے ان کو بھی مردہ کہہ کر انکے لاشیں کوئی فرمایا گیا حالانکہ وہ زندہ تھے
 مگر خدا و خدا کی آگ میں وہ اتنے جل رہے تھے کہ حضور کی حق بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے تو فرما
 دیا گیا کہ آپ اپنی آہ از انہیں نہیں پہنچا سکتے کیونکہ یہ بہرے گونگے ہیں اور ایک جگہ اندھا بھی فرمایا۔
 بہر حال قرآن کریم نے دلیل عقلی کے ساتھ مٹی میں مل کر زندہ ہونا ثابت فرمایا اور جو اسے تسلیم نہ
 کرے اسے مردہ کہا۔ آگے ارشاد ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ اصْحَابَ الرَّسِّ وَثَمُودَ وَعَادَ وَفِرْعَوْنَ وَاِخْوَانُ لُوطٍ وَاصْحَابُ
 النَّيْكََةِ وَقَوْمُ ثَمُودَ كُلِّ كَذَّابٍ الرَّسُّ فَحَقَّ وَعِيبُهُ اَفَعَيْنَا بِالْمَخْلُوقِ الْاَكْلِ بَلْ هُمْ فُلُوسٌ
 مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ۔

ان سے پہلے نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور خدق والوں نے اور ثمود۔ عاد اور فرعون اور قوم
 لوط نے اور بن کے رہنے والے اور تبع کے لوگوں نے ان سب ہی نے اپنے اپنے پیغمبروں کو
 جھٹلایا تو ہمارا وعدہ عذاب ان کے حق میں پورا ہوا کیا ہم اول بار پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ قیامت
 کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے) نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ (خلاف عادت) از سر نو پیدا کرنے
 کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

تو جھٹلانے والے جھٹلاتے رہے مگر قادر علی الاطلاق اپنی قدرت کاملہ کا ظہور فرماتا رہا اور اہل
 ایمان اس پر یقین کرتے رہے۔ قوم نوح پر طوفان آیا۔ اصحاب رس۔ یہ ایک کنوئیں کے پاس رہتے
 تھے۔ بہت پرستی کیا کرتے تھے یہ کنواں دھنسا اور ان کے اموال و عیال سب تباہ ہو گئے۔ قوم عاد
 وغیرہ کے تذکرے سورۃ فرقان چھ اور دھان میں تفصیل کے ساتھ گزر چکے ہیں۔

كُلُّ كَذَّابٍ الرَّسُّ فَحَقَّ وَعِيبُهُ میں فرمایا گیا کہ سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہماری وعید عذاب
 ان پر پوری ہوئی اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

اَفَعَيْنَا بِالْمَخْلُوقِ الْاَكْلِ اَلَمْ نَكُنْ لَّهِ كُوْنُ كُوْنٍ مِّنْ قَبْلِهِ وَهِيَ بِلَا شَيْءٍ قَادِرَةٌ۔
 جو شبہ میں رہے وہ بھی بے ایمان ہے۔ وہ خلق جدید اور خلق اول دونوں پر بلا شبہ قادر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ ہندو ہواں رکوع سورۃ ق۔ پلہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ
بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ
حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝

إِذْ يَتْلُوُ التَّلَاقِيَّاتِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ
الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝

مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ
عَتِيدٌ ۝

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ
مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعْدِ ۝
وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا
عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝

وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَىٰ عَتِيدٍ ۝

الْقِيَامِ فِي يَوْمِ كُلِّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۝

مَتَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَبَرٍ مُّرِيبٍ ۝

وَلَدَيْنَا جَعَلٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ إِلَٰهًا آخَرًا لِّقَبِي ۝

اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے
ہیں جو وسوسے سے اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم
اس کی طرف قریب ہیں دل کی رگ سے بھی زیادہ۔
جب اس سے لپکتے ہیں دو لینے والے ایک دائیں
طرف دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔

کوئی بات وہ زبان سے نہیں کہتا مگر اس کے قریب
ایک محافظ بیٹھا ہوا ہے۔
اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے
وہ بھاگتا تھا۔

اور صور پھونکا گیا ہے دن وعدے کا۔
اور آئے گی ہر جان اس کے ساتھ ہانکنے والا اور
گواہ ہوگا۔

بے شک تو غفلت میں تھا اس سے تو کھول دیا ہم
نے تجھ سے تیرا پردہ تو آج کے دن تیری آنکھ
تیز ہے۔

اور کہے گا اس کا ہم نشین فرشتہ یہ ہے جو میرے پاس
حاضر ہے۔

حکم ہوگا کہ دونوں کو جہنم میں ڈال دوسرے کش اور
ہٹ دھرم کو۔

جو بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا شک
کرنے والا ہے۔

جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا مانا تو ڈال دیا

فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتَنَا وَذَلَّكَ كَانَتْ
فِي ضَلَالٍ يَعْبُدُ

قَدْ لَقِيتُمُ الْوَالِدَ الَّذِي كُنْتُمْ تُبْغُونَ
إِيَّاهُ يَوْمَ هَذَا

مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلَ لَدَيَّ وَمَا أَنَا
بظَلَامٍ لِّلْعَالِيَيْنِ

اسے سخت عذاب میں۔

کہے گا اس کا ساتھی شیطان اے میرے رب
میں نے اسے نافرمان نہیں کیا لیکن یہ خود ہی دور
کی گمراہی میں تھا۔

فرمایا جائے گا مت جھگڑا کرو ہمارے حضور بے
شک میں پہلے ہی تجھے ڈرنا چکا تھا۔

نہیں بدلا جاتا میرا فرمان اور نہیں میں ظلم کرتے
والا اپنے بندوں پر۔

حل لغات

لَقَدْ بَشِك

د۔ اور

لَقَدْ بَشِكُوهُمْ جَانْتُمْ فِي
نَفْسِهِ اس کا نفس

د۔ اور

بہ۔ اسکو

أَقْرَبُ نِيَادِهِ قَرِيبٌ فِي

اڈہ جب

يَتَلَقَّى بَلْتُمْ فِي

د۔ اور

عَنِ الشَّمَالِ بَأَيْسَ

يَلْفِظُ بُولُتَا

مِنْ قَوْلٍ كَوْنِي لَفْظُ

بَعِيدٌ بَغْهَانِ فِي

عَبِيدٌ تَبَارِ

سَكْرَةً بِيَهْوِي

الْمَوْتِ مَوْتِ كِي

كُنْتُ تَوَكَّ

مَا وَهَبَ جَو

لَفْظٌ بَهْوَنَكَ بِيَا

د۔ اور

يَوْمَ دَلَّ بِي

ذَلِكَ بِي

مَلَّ بِي

جَاءَتْ بِي

د۔ اور

سَارَتْ بِي

خَلَقْنَا بِيَا كَيْبِمْ نِي

مَا بِي

د۔ اور

مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ بِيَا شَاهِ رُكَّ بِي

الْمُتَلَقِّيَانِ بِيَا بَلْنِي وَلِي

قَعِيدٌ بِيَهْوِي بِي

إِلَّا مَكْرُ

د۔ اور

بِالْحَقِّ بِيَا سَاكْحُ حَقِّ كِي

مَنْ بِيَا سَاكْحُ

فِي بِيَا

الْوَعِيدِ بِيَا عَذَابُكَ وَعَذَابُكَ

نَفْسِ بِيَا

شَهِيدٌ بِيَا كَوَاهِ بِيَا

الْإِنْسَانِ بِيَا

تَوَسَّوْا بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

بِيَا

مَنْ هَذَا - اس سے	غَفَلَتْ غَفْلَتِ كَيْ	فِي بَيْتِ	كُنْتُ تَهْتَازُ
لَكَ - تیرے	غَطَاءٍ - پردہ	عَنْكَ - تجھ سے	فَنَشْفَتْنَا - تو ہم نے کھولا
حَدِيدًا - تیز سے	الْيَوْمَ - آج کے دن	لَكَ - تیری	فَصَوُّ - تو نظر
هَذَا - یہ ہے	قَرْنِيَّةً - اس کا ساتھی	قَالَ - کہیگا	وَأُورِ
الْقَبَا - ڈال دو	عَتِيدًا - تیار ہے	لَدَيَّ - میرے پاس	مَا - جو
كَفَّارًا - کافر	كُلُّ - ہر ایک	جَهَنَّمَ - جہنم کے	فِي بَيْتِ
مُعْتَبِدًا - حد سے بڑھنے والا	مَنْعَ - منع کرنے والا ہے	مَنْعَ - منع کرنے والا ہے	عَتِيدًا - شدی کو جو
مَعَ - ساتھ	جَعَلَ - بنایا	وَالَّذِي - وہ جس نے	مُؤَيَّبٍ - شک کرنے والا ہے
فَالْيَقِينَةُ - تو ڈالو اسکو	أَخَذَ - دوسرے	إِلَهًا - معبود	اللَّهُ - اللہ کے
قَالَ - کہیگا	الشَّدِيدًا - سخت کے	الْعَذَابِ - عذاب	فِي بَيْتِ
الْطَغْيَةِ - سرکش بنایا میں اسکو	رَبَّنَا - ہمارے رب	مَا - نہیں	قَرْنِيَّةً - اس کا ساتھی
فِي بَيْتِ	كَانَ - تھا	لَكِنْ - لیکن	وَأُورِ
لَا - نہ	قَالَ - کہیگا	يَعْبُدُ - دور کے	صَلَاةٍ - گمراہی
قَدْ - بیشک	وَأُورِ	لَدَيَّ - میرے پاس	مُخَصَّصًا - جھگڑو
مَا - نہیں	بِالْوَعِيدِ - عذاب کے وعدے	إِلَيْكُمْ - تمہاری طرف	قَدْ مَتَّ - آگے بھیجے ہیں
وَأُورِ	لَدَيَّ - میرے پاس	الْقَوْلُ - بات	يُبَدِّلُ - بدلی جاتی
لِلْعَبِيدِ - بندوں پر	يُظْلِمُ - ظلم کرنے والا	أَنَا - میں	مَا - نہیں

حل لغات نادرہ

عَتِيدًا - آمادہ - تیار - کُنْتُ تَحِيْدًا تو گریز کرتا تھا - حَدِيْدًا بہت تیز ہے

مختصر تفسیر اردو دوسرے رکوع سورۃ قی - ۲۱

فَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْنَاهُ مَأْثُوْسٍ يَمْيُنْ يَمُنْ نَفْسًا وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ قَبْلِ

الْوَدَّيْنِ۔ اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دلی خیالات تک سے واقف ہیں۔ اور ہم اس کی شرک سے بھی زیادہ قریب ہیں مگر اس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کو اپنی طرف منسوب فرمادیا اور بتایا کہ اس کے پیدا کرنے کے بعد جو کچھ تو سوس اس کا نفس لاتا ہے اسے بھی ہم خوب جانتے ہیں اور اپنا قرب و رید سے بھی زیادہ قریب بتایا۔ و رید وہ رگ ہے جو انسان کے گلے میں ہے جس سے خون تمام جسم میں پھیلتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ انسان کے اعضاء و اجزا ایک دوسرے سے پردہ میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پردہ میں نہیں ہے آگے ارشاد ہے۔

اَذِیْتُنْفِی الْمَتَلَفِیَّاتِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدًا مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَّ یُیْدْرِیْ عَنِّیْدًا حَبَّ اس کی باتیں لیتے ہیں دو لینے والے ایک دہنے بیٹھا ہے اور ایک بائیں کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

دائنی طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف برائیاں اس میں اس امر کا بھی اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے لکھنے سے بھی مستغنی ہے وہ اخفی الخفیات کا جاننے والا اور خطرات نفس تک اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں فرشتوں کی کتابت حسب اقتضائے حکمت ہے کہ روز قیامت ناہما اعمال ہر شخص کے اس کے ہاتھ میں دے دیے جائیں انسان خواہ کسی حال میں ہو سوائے فضلے جہت اور وقت جامع کے یہ فرشتے آدمی کے لئے قضا و قدر کی ہر بات کے درمیان آدمی کو بولنا جائز نہیں تا کہ فرشتوں کو اس حالت میں لکھنے سے تکلیف نہ ہو۔ یہ فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے ہیں۔ بیماری میں کراہتا تک بھی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب اور گرفت و عذاب ہو۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو دائنی طرف والا فرشتہ دس نیکیاں لکھتا ہے تو جب بدی کرتا ہے تو دائنی طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے سے کہتا ہے کہ ابھی توقف کہ شاید شخص استغفار کر لے۔

منکرین لعن کا رد فرماتے اور اپنی قدرت و علم سے ان پر جہتیں قائم کرنے کے بعد نہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں وہ عنقریب ان کی موت اور قیامت کے وقت پیش آنے والی ہے اور صیغہ ماضی سے اس کی آمد کی تعبیر فرما کر اس کے قرب کا اظہار کیا جاتا ہے اب آگے ارشاد ہے۔

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمُ
الْوَعْدِ اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ اور صور پھونکا گیا یہ ہے وعدہ
عذاب کا دن۔

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ لِّمَا كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ
غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ اور ہر جان یوں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک
گواہ ہے بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔
موت کی سختی یقیناً عقل و حواس کو مختل کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے انسان گھبراتا اور
بھاگتا ہے مگر اس کا بھاگنا اور گھبرانے کا رہے یہ آتی ہے اور ضرور آتی ہے اور اس کے بعد لعنت کو
ظاہر فرمایا وَنُفِخَ فِي الصُّورِ اور جب کفۃ صور ہوگا تو اس میں زندہ ہو کر سب کو سامنے آنا ہے اسی کو فرمایا
ذَلِكَ يَوْمَ الْوَعْدِ اور یہی وہ دن ہے جس دن وہ لکھے اور اس کے ساتھ اس کا ایک ہانکنے والا اور
ایک گواہ ہوگا اس کو فرمایا کہ تو اس سے غفلت میں تھا تو اس دن اس کی غفلت کا پردہ اٹھا دیا جائے گا
اور اس کی نظر اتنی تیز ہو جائے گی کہ وہ ساری حقیقتیں دیکھ اور سمجھ لے گا۔

وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ۔ اَلْقِيََا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ مِّنْ لِّخَيْرٍ مُّعْتَدٍ مِّمَّ
بِالَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا الْخَرَفَا اَلْقِيََا فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ۔ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتَنَا
وَلَكِنْ كَانَتْ فِي ضَلَالٍ مُّعْتَدٍ۔ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدُنِّي وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعْدِ۔ مَا يُبَدِّلُ
الْقَوْلُ لَدُنِّي ذِمًّا اَنَا بَظُلْمٍ لِّلْعَبِيدِ۔

اور اس کا ہنشین فرشتہ کہے گا اس کا نامہ اعمال میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے اس پر ہم اپنے فرشتوں
کو حکم دیں گے کہ جہنم کا فرشتہ کی سے روکنے والے حد عبودیت سے بڑھے ہوئے ہیں دین میں شکوک پیدا
کرنے والے ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے دوسرے معبود ٹھہراتے تھے ان سب کو جہنم میں جھونک دو
اور اس مجرم کو بھی سخت عذاب میں لے جا کر ڈال دو۔ پھر اس کا ساتھی شیطان عرض کرے گا اے ہمارے
پروردگار میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا بلکہ یہ از خود پر لے درجہ کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ اس پر خداوند
کریم فرمائیں گے کہ ہمارے حضور میں ایسے رگڑے جھگڑے کی باتیں نہ کرو اور ہم تو تم کو پہلے ہی سے اپنے
عذاب کا ڈر سنوا چکے ہیں ہمارے ہاں جو ایک بات قرار پا چکی ہے پھر نہیں بدلا کرتی۔ اور ہم تو بندوں
پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتے۔

آیت کا مفہوم منطوق واضح ہے مزید وضاحت کی حاجت نہیں۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع پلک سورہ ق

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ
 هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ
 وَازْلِفَتْ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ
 بَعِيدَةٍ
 هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ اٰوَابٍ حَافِظٌ
 مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ وَجَاءَ
 بِقَلْبٍ مُنِيبٍ
 وَاَدْخَلُوْهُمَا السَّلَامَ ذٰلِكَ يَوْمُ
 الْخُلُوْجِ
 لَكُمْ مَّا يَشَاءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا
 مَزِيْدٌ
 وَلَكُمْ اَهْلًا مِّمَّنْ قَبْلَكُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ
 اَسَدٌ مُّثْمَرٌ يُّظْهَرُوْنَ فِي الْبِلَادِ
 هَلْ مِنْ مُّجِيبٍ
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَن كَانَ لَهَا
 قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ
 وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
 وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ
 مَسَّامِنٌ لِّغُوبٍ
 فَاَصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
 رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی۔ وہ
 عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے
 اور پاس لائی جائے گی جنت پر سبز گاروں کے
 کہ ان سے دور نہ ہوگی۔
 یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے جلتے ہو ہر رجوع
 لایموانے نگہداشت والے کے لیے۔
 جو رحمان سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا
 ہو ا دل ملایا۔
 ان سے فرمایا جائے گا جنت میں جاؤ سلامتی کے
 ساتھ یہ پیشگی کا دن ہے۔
 ان کے لیے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے
 پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔
 اور ان سے پہلے ہم نے کتنی شکستیں ہلاک فرما
 دیں کہ گرفت میں ان سے سخت تھیں تو شہر
 میں کاوشیں کیں ہے کہیں بھاگنے کی جگہ۔
 بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے
 جو دل رکھتا ہو یا کان لگاٹے اور متوجہ ہو۔
 اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور
 جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا
 اور تمکان ہمارے پاس نہ آئی۔
 تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف
 کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے

الْغُذُوبِ
وَمِنَ الْكَلْبِ فَتَحَهُ وَادْبَارَ التَّجْوِدِ

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ
قَرِيبٍ

يَوْمَ يَتِمُّونَ الصِّيْعَةَ بِالْحَقِّ ذَلِكَ
يَوْمَ الْخُرُوجِ
إِنَّا هُنَّ نَحْيٌ وَنَسِيتُ وَإِلَيْنَا
الْمَصِيرُ

يَوْمَ تَشَقُّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا
ذَلِكَ خُتُّ عَلَيْنَا لَنَسِيرَهُ
لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَتَذَكَّرَ بِالْقُرْآنِ
مَنْ يَخَافُ فَعِيبَهُ

پہلے اور دُوبنے سے پہلے۔
اور کچھ راست گئے اس کی تہنیت کرو اللہ عزوجل
کے بعد۔

اور کان لگا کر سنو جس دن پکاسنے والا پکار
گا ایک پاس جگہ سے۔

جس دن چنگھاڑ سنیں گے حق کے ساتھ یہ
دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔

بے شک ہم جلائیں اور ہم ماریں اور ہماری نگر
پھر نہ ہے۔

جس دن زمین ان سے پھٹے گی تو جلدی کرتے
ہوئے نکلیں گے یہ حشر ہے ہم کو آسان۔

میں خوب جان رہے ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں
اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن
سے نصیحت کرو اسے جو میری دھمکی سے ڈرے

حل لغات تیسرا گونچ ۲۶ سورہ ق

یوم جس دن	تقول ہم کہیں گے	تھنم روزخ کو	ہل کیا
امتلئت تو بھر گئی	و۔ اور	تقول کہیں گے	ہل کیا
من کچھ	مزید۔ اور بھی ہے	و۔ اور	انفقت قریب کی جاسکی
الجنہ جنت	للمتقين پر نیکو کاروں کیلئے	غیر نہیں ہوگی	بعید دور
ہذا یہ ہے	ما جو	تو وعدہ دن وعدہ دیے جلتے ہو تم	حققت نگہداشت والے کیلئے من جو
یکل واسطے ہر ایک	اداب رجوع کرنے والے	بالغیب بن دیکھے	و۔ اور
خشی ڈرا	الرحمن رحمان سے	منیب رجوع کرنے والا داخل ہوا	منیب رجوع کرنے والا داخل ہوا
جاء لایا	بقلب دل		

ہا۔ اس میں	یسلمو۔ سلامتی سے	ذالک۔ یہ ہے	یوم۔ دن
مخلود۔ ہمیشہ کا	ہم۔ ان کے لیے ہے	ما جو	یشاؤن۔ چاہیں گے
یہا۔ اس میں	و۔ اور	لدینا۔ ہمارے پاس	منہید۔ زیادہ بھی ہے
و۔ اور	کہہ کہتے ہی	اہلکنا۔ ہلاک کیے ہم نے	قلہم۔ ان سے پہلے
من قرن۔ زمانے	ہم۔ وہ	اشد۔ زیادہ سخت تھے	منہم۔ ان سے
بطشا۔ پکڑیں	فقتبوا۔ پھر پھیرے وہ	فی بیچ	البلاد۔ شہروں کے
ہل کیا	من محیص۔ پائی کوئی پناہ کی جگہ		ان۔ بیشک
فی بیچ	ذالک۔ اس کے	لدا کرہ نصیحت ہے	لہن۔ اسکے لیے
کان مکہ ہو	لدا۔ اس کے لیے	قلب۔ دل	او۔ یا
المقی ٹولے	الصح۔ رکان	و۔ اور	ہو۔ وہ ہو
شہید۔ حاضر	و۔ اور	لقد۔ بیشک	خلقنا۔ پیدا کیا ہم نے
السخوات۔ آسمانوں	و۔ اور	الارض۔ زمین کو	و۔ اور
ما جو	بینما۔ انکے درمیان ہے	فی بیچ	ستہ۔ چھ
ایام۔ دن کے	و۔ اور	ما۔	مستا۔ چہنچی
من لغوب کوئی تھکاؤ	فاصبر۔ تو صبر کر	علی۔ اوپر	ما۔ اسکے جو
یقولون۔ کہتے ہیں	و۔ اور	سید تسبیح بیان کر	بجد۔ ساتھ حمد
دبک۔ سب اپنے کے	قبل۔ پہلے	طلوع۔ طلوع ہونے	الشمس۔ سورج کے
و۔ اور	قبل۔ پہلے	الغروب۔ غروب ہونے کے	و۔ اور
من اللیل۔ رات کے کچھ حصہ میں		فنبجہ۔ اسکی تسبیح کر	و۔ اور
ادباز۔ پیچھے	السجود۔ سجدوں کے	و۔ اور	استمع۔ سن
یوم۔ جہدن	یناد۔ سوازدیگا	المناد۔ آواز دینے والا	من مکان۔ جگہ
قہریب۔ قریب سے	یوم۔ جہدن	یسمعون۔ نہیں گے	المصیحتہ۔ آواز
بالحق۔ حق کے ساتھ	ذالک۔ یہ ہے	یوم۔ دن	المخرج۔ نکلنے کا
انا۔ بیشک ہم	فجت۔ ہم	نحی۔ زندہ کرتے ہیں	و۔ اور
عمیت۔ مارتے ہیں	و۔ اور	الینا۔ ہماری طرف ہے	للمیل۔ پھرنا

یومِ جہنم	تشقق پھٹنے کی	الارض زمین	عقلم سان سے
سوانح جلدی سے	ذلت یہ ہے	خدا و جبر	علینا اور پرہیزگارے
بسیں آسان	غمن ہم	اعلم خوب جانتے ہیں	بما جو
یقولون کہتے ہیں	و۔ اور	ما نہیں	امت تو
علیم ان پر	بجبار جبر کرنے والا	فن کہ تو نصیحت کر	بالقرآن ساتھ قرآن کے
من اسکو جو	بجناف ٹوڑے	وعید میرے عذاب کے وعدے سے	

مختصر تفسیر تیسرا رکوع سورۃ ق۔ ۲۶

يَوْمَ نَقُولُ لِحَبَّئِمَّ هَلْ اٰمَنَلْتُمْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ قَبْلُ يَدِ جِسْ دِنِ هَمَّ جِنِّمَّ سَ فَرَا مِمْ كَے کیا تو بھر گئی وہ عرض کرے گی کچھ اور زیادہ ہے۔

یوم سے مراد وہ دن ہے جس میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن کو یوم الوعد کہا گیا ہے اور یہاں اس دن کے بعد جہنم سے کہا جائے گا۔ آلو سی کہتے ہیں کائنات قبل و تفرغ فی المصوّر یوم ظلیب کیشاد رب ذلک الی (یوم نقول) جیسا کہ کہا گیا کہ اس دن میں صور پھونکا جائے گا اور اسی پر اشارہ ہے اس کے ساتھ کہ اس دن کہا جائے گا یعنی جہنم کو کہا جائے گا اس دن کہ کیا تو بھر گئی۔ یہ اللہ کریم فرماتے گا۔

بیضاوی فرماتے ہیں کہ خداوند قدوس اور جہنم کے درمیان سوال و جواب صورتہ و تخیلاً بیان کیا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔

یہ تو جیہ اس صورت میں درست ہو سکتی ہے جب استفہام دلیل کو انکاری مان لیں لیکن اگر استفہام زیادتی چاہنے کے لیے قرار دیا جائے تو مطلب یوں ہوگا کہ دوزخ اس قدر وسیع ہوگی کہ سب کے داخل ہونے کے بعد بھی اس میں جگہ باقی رہے گی اور پُر نہ ہوگی، لیکن یہ محض تاویل ہے حقیقی سوال و جواب آیت مذکورہ پر مراد لیا جائے تو کسی طرح مانع نہیں کیونکہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

قَالُوا اَنْظَرْنَا اِنَّكَ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ۔ (پاؤ!) وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویا بنی۔ تو جہنم کو بولنے والا اور جواب دینے والا بنا دیا کیونکہ ممکن نہیں۔ آلو سی کہتے ہیں

فَقَالَ اَلَمْ تَاْنِ اَلْکَلَامَ عَلٰی حَذْفِ اَمْ تَقُولُ لِحَبَّئِمَّ وَتَقُولُ لِحَبَّئِمَّ وَتَقُولُ لِحَبَّئِمَّ۔ اور مانی نے کہا اس کلام میں مضاف حذف ہے یعنی جہنم کے داروغہ سے کہا جائے گا اور اس میں کوئی شے قابل اعتراض

جہنم۔ لیکن درستی یہی ہے کہ استفہام زیادتی کی طلب کو واضح کر رہا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں خلوق مسلسل ڈالی جاتی رہے گی اور جہنم کہتی رہے گی اہل من مزید آخر رب العزت اپنا قدم اس میں رکھیں گے۔ قدم رکھتے ہی دوزخ سمٹنے لگے گی اس کے حصے یا ہم سکڑنے لگیں گے اور وہ کہے گی بس بس تیری عزت و کرم کی قسم میں بھر گئی۔

امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پہنچے ہو چکا ہے لَا مَلَكٌ يَخْتُمُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ أَجْمَعِينَ کہ میں ضرور جہنم کو بھروں گا ان جنوں و انسانوں

سب سے۔

جب قیامت کے روز اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی طرف ہٹا کر لے جایا جائے گا اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو سب اندر چلے جائیں گے مگر دوزخ کسی چیز سے پر نہ ہوگی تو دوزخ عرض کرے گی اے پروردگار کیا تو نے مجھے پیر کرنے کی قسم نہیں فرمائی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھ دے گا اور فرلٹے گا کیا تو بھر گئی تو دوزخ کہے گی بس بس اب مزید گنجائش نہیں۔

یہاں آلو سی فرلٹے ہیں کہ یہاں اشکال واقعہ ہوتا ہے کہ یہ قول اہل من مزید لَا مَلَكٌ کے منافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے بَابُ لَا مَنَافَاةٍ لَانِ الْاَمْتِدَادِ قَدْ يَرَادُ بِاَنْ لَا يَخْلُو طَبَقَةً مِّنْهَا مَن يَسْكُنُهَا وَانْ كَانَ فِيهَا خَرَاغٌ كَثِيرٌ كَمَا يَقَالُ اِنَّ الْبِلَادَ هُمْلَاةٌ بِاهْلِهَا لَيْسَ فِيهَا دَارٌ خَالِيَةٌ۔ کہ وہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ بھر دینے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس میں کوئی طبقہ خالی نہ رہے جو وہاں رہیں گے اگرچہ اس میں کافی جگہ خالی ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شہر لوگوں سے بھر گیا ہے اور اس میں کوئی گھر خالی نہیں ہے۔ لہذا جہنم کا ایسا کہنا اہل من مزید استفہام تم تکاری نہیں ہے بلکہ طلب زیادتی پر محمول ہے۔

اور حدیث شریف میں ارشاد ہے لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا وَقَوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ اس پر نفی دلیل ہے۔ اور خداوند قدوس کے قدم کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد نسکین ہے جیسا کہ امر کے لیے کہا جاتا ہے اور بعض صوفیاء کا ارشاد ہے کہ قدم سے مراد صفت جلالی کا اظہار ہے۔

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَزَابٍ حَافِظٌ هُوَ
اور بہشت پاس لائی جائے گی پر سیزگاروں کے اور ان سے دور نہ ہوگی یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے

اجاتے رہے ہو ہر اس شخص کے لیے جو رجوع لانے والا اور پابندی کرنے والا ہو۔

کفار کے بیان کے بعد مومنین کے حال کا بیان ہے کہ جنت مومنین کے قریب لائی جائے گی کیونکہ اُولَئِكَ قُلُوبُهُمْ قَرِيبٌ بِرَدْلَالَتِ كَرْتَاہِے اور ایسا کہنا محاورہ ہے اس کا مطلب نہیں ہے کہ متقی جنت کے قریب کیے جائیں گے۔ غیر بعید میں موصوف محذوف ہے جو تاکید مزید ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل تقویٰ کی عزت افزائی یوں ہوگی کہ جنت ان کے نزدیک کر دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس امر پر قائل ہے کہ جنت کو آسمانوں سے زمین پر منتقل کر دے۔ جب اہل ایمان جنت کو قریب پائیں گے تو ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔ یعنی تمہارا اشارہ جنت کی طرف ہوگا اور تو وعدوں سے مراد دنیا میں وعدہ تھا کہ اگر تم نیکو کاری کرو گے تو خدا کو جنت میں داخل کرے گا جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَعَدَا اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنت کا وعدہ کیا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پٹ۔ اب اس وعدہ کے ایفا کا وقت ہوگا اور مومنین سے کہا جائے گا کہ یہ وہی جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہر اس مومن کے لیے جو اواب اور حفیظ ہو۔

آلوسی کہتے ہیں اواب سے مراد اَعَادَ جَاءَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا اور حفیظ سے مراد حَفِظَ ذُنُوبًا حَتّٰی دَجَّعَ عَنْهَا وہ شخص ہے جو اپنی تکبرداشت کرنے برائیوں سے یہاں تک کہ انہیں چھوڑ دے۔

امام مجاہد نے کہا اَلَا اَنْتُمْ بِالْاَوَابِ الْحَفِیْظِ؟ هُوَ الرَّجُلُ یَذْكُرُ ذُنُوبًا اِذَا خَلَا فَيَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰی مِنْہَا کیا میں تمہیں اواب اور حفیظ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اواب حفیظ وہ شخص ہوتا ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور پھر اپنے پروردگار سے معافی چاہے۔

فتحی کہنے اواب کا معنی تواب یعنی توبہ کی کثرت کرنے والا بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عطاء نے آیت کے معنی بَيَا جِبَالٍ اَقْبَى سے استدلال کرتے ہوئے کہا اواب سے مراد خدا کی یا کی و تعریف بیان کرنے والا ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ اواب سے مراد نماز پڑھنے والا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا اقامین کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹوں کے بچے اونٹوں سے الگ کر دیتے
جائیں حقیقت سے مراد ہر وقت حضور قلب رکھنے والا اور اللہ سے غافل نہ ہونے والا ہے۔
ابن عباس کا قول ہے اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھنے والا یہاں تک کہ توبہ کر لے
قتادہ نے کہا حقوق اللہ کی نگہداشت کرنے والا۔

اور سہیل بن عبد اللہ کا قول ہے طاعت کا پابند، فرمانبردار یعنی ہر اس شخص کے لیے جو ان
دونوں صفات کا حامل ہو جنت کا وعدہ ہے اور قیامت کے دن اسی بات کا جنت کی طرف
اشارہ کر کے یاد دلایا جائے گا۔ تاکہ ضمیر سے مراد جنت کی طرف اشارہ ہے کس حال پر داخل
ہو جاؤ ارشاد ہوگا۔

(یَسْلِمُ) اِیْ اَدْخُلُوْهَا مُتَبِیِّیْنَ لِسَلَامَتٍ مِنَ الْعَذَابِ وَ زَوَالِ النِّعَمِ وَ
بِتَسْلِیْمٍ وَ حَقِیْقَةٍ مِنْ اِلٰہِ تَعَالٰی وَ مِلْثَلُکُمْ۔

آلوسی فرماتے ہیں یعنی خوف خدا اور خلوص سے متوجہ الے اللہ ہونے والو جنت میں داخل
ہو جاؤ تمہارے لیے عذاب اور زوال نعمت سے سلامتی ہے یا تم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں
کی طرف سے تہنیت و مبارکبادی کے ساتھ جیسا کہ سورہ زمر کے آخر میں دار و غر جنت کے
حوالے سے کہا گیا۔

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ۔ اور ان سے کہا جائے گا دار و غر جنت کی طرف
سے سلام ہو تم پر تم خوب رہے۔

ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ۔ آلوسی فرماتے ہیں البقاء الذی لا انتہاء لہ ایداد اشارۃ الی
وقت الدخول بتقدیم مضاف الی ذٰلک یوم ابتداء الخلود۔ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے
کا۔ یعنی اس دن کے لیے بقاء ہے کہ اس کی انتہاء نہیں ہمیشہ رہے گا یا داخل ہونے کے وقت کا انتہاء
ہے مضاف کی صورت میں یعنی یہ وہ دن ہے جس سے دائمی نعمت کی ابتداء ہے یہ جنت میں داخل
کا دن ہے جس میں ہمیشہ جنت میں رہنے کا ارشاد ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی ہیں کہ کہا جائے گا
اہل جنت تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے

اب مزناہیں ہے۔
نَمَّ مَا یَشَاؤُنَ فِہَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدًا۔ ان کو وہاں ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے

پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

لَمْ تَأْتِ شَاؤُنَ فِيهَا - یعنی اہل جنت کو وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے۔ فیہا متعلق پریشاؤن کے ساتھ متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ جنت میں جو بھی چاہیں گے پائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ فرمائے گا میں نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ جس شخص کو جنت عطا کروں گا اس کے لیے وہ سب چیزیں ہمیا کر دوں گا جس کی اسے خواہش ہوگی اور اتنی ہی اور بھی

وَلَدَائِنَا مُزِيدًا - اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

آلو سی کہتے ہیں ہوما لا یخطر ببالہم ولا ینداج تحت مشیتہم من معالی الکرامات التي لا عین دأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر - یعنی وہ اللہ ایسے ہوں گے جن کا انہیں خیال بھی نہ آیا ہوگا اور نہ انہیں ان کی کبھی خواہش ہوئی ہوگی۔ نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا ہوگا اور نہ کان نے سنا اور نہ قلب انسانی پر اس کا کبھی خیال آیا ہوگا۔ ابن ابی حاتم نے کثیر بن مرہ سے روایت کیا۔

ان تمر السحاب تبہم فتقول ماذا اتريدون فامطره علیکم فلا یزیدون شیئا الا امطرت علیہم - ان پر سے ایک بادل گزرے گا پس کہا جائے گا تم جو کچھ بھی چاہتے ہو پس میں تم پر (انعامات کی) بارش کر دوں پس وہ جو بھی چاہیں گے ان پر نعمت بارش ہو جائے گی۔ امام بیہقی نے روایت میں اور دلیلی مولانا علی رحمہ اللہ تعالیٰ وجہ سرور دو عالم سے وَلَدَائِنَا مُزِيدًا کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یجبی لہم الدرب عندوجل - ان پر ان کا پروردگار بزرگ و بزرگتر بجلی فرمائے گا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے اندر تمہارا ادنیٰ مرتبہ یہ ہوگا کہ تمہیں رب کا حکم ہوگا اپنی خواہش کر لو۔ تم اپنی تمنا کر کے حق تعالیٰ فرمائے گا تم نے اپنی آرزو کر لی تم کہو گے جی ہاں تو رب کریم فرمائے گا تمہارے لیے وہ سب کچھ دیا گیا جس کی تم نے خواہش کی اور اتنا ہی اور بھی تمہیں دیا جائے گا۔

واخرج ابن المنذر وجماعہ عن انس انہ قال فی ذلک ایضا یجبی لہم الرب تبارک وتعالیٰ فی کل جمعة وجماع فی حدیث اخرجه الشافعی فی الام وغیرہ ان یوم الجمعة یدعی یوم المزید وقیل المزید اذواج من الحور العین علیہن تیجات ادنیٰ

لَوْلَا مَتَاتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَعَلَى كُلِّ سَبْعُونَ حَلَةً وَان
الناظر لينفذ بصره حتى يرى مخ ساقها من دلو ذلك - ابن المنذر اور ایک جماعت
نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے اس ضمن میں فرمایا ان پر ان کا پروردگار ہر جمعہ کو
تجلی فرماتے گا۔

اور حدیث میں آیا ہے جسے امام شافعی نے کتاب الام میں اور ان کے علاوہ لوگوں نے
روایت کیا کہ جمعہ کے دن کہ جسے یوم المزید کہتے ہیں اور کہا گیا ہے المزید (زیادہ) سے مراد حدیث میں
سے پییاں ہونگی جن پر قیمتی زیورات ہوں گے جن میں سے کتر موتیوں کے ہوں گے جن کی چمک
وصغائی سے شرق و غرب جگمگا اٹھے گا ان میں سے ہر ایک ستر جوڑے پہنے ہوگی اور دیکھنے والا
اس لباس کے اندر سے ان کی پنڈلیوں کا منظر اس طرح دیکھے گا جس طرح شیشہ کی صراحی میں شراب
سرخ نظر آتی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز
قیامت اللہ ایک منادی کرنے والے کو ندا کرنے کا جسے سب لوگ سنیں گے (وہ کہے گا) اے اہل
جنت تمہارے رب نے تمہارے لیے بہتر جزا اور زیادہ کا وعدہ فرمایا تھا (جیسا کہ قرآن میں ہے۔
لِلَّذِينَ احْسَنُوا الْحَسَنَىٰ وَزِيَادَتُهَا) تو اچھی جزا اور بہشت ہے اور پروردگار کا دیدار مزید یعنی
(زیادتی) ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ
هَلْ مِنْ مَّخِيجٍ - اور ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کیں جو قوت میں ان سے سخت
تھیں تو شہروں کو چھانٹتے پھرتے تھے کہیں بھگنے کی جگہ نہ ملی۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ) ای کثیرا اہلکنا قبل قومک یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی قوم سے پہلے ہم نے بہتوں کو ہلاک کیا۔ (مِنْ قَرْنٍ) قوماً متقدمین فی زمن واحد
انکار و بغاوت کرنے والے لوگ ایک ہی وقت میں (هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا) ای قوت کا
قیل و اخذ اشد ایدائی کل شئی کعاد و قوم فرعون یعنی قوت و طاقت میں جیسا کہ کہا گیا کہ
ہر ایک چیز میں زیادہ شدت و گرفت والے جس طرح کعاد اور قوم فرعون کے لوگ۔ یہ لوگ قوت
و اسباب و تصرف میں بہت بڑھ کر تھے۔

فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ) ساروا فی الارض و طوفوا فیہا حداد الموت۔ انہوں نے زمین

میں خوب سیر کی یعنی دوڑے بھاگے اور گھومنے پھرنے موت کے ڈر سے۔
 آؤسی کہتے ہیں فالنقب السیر و قطع المسافة كما ذكره الراغب وغيره وانشدوا لفرث
 بن حلزة۔

نقبوا في البلاد من حذر الموت و جالوا في الارض كل مجال
 تنقيب سے مراد سیر و سیاحت اور مسافتوں اور فاصلوں کا طے کرنا ہے جیسا کہ امام راغب اللہ
 اس کے علاوہ نے ذکر کیا اور حرث بن حلزہ کا شعر ہے
 وہ موت سے ڈر کر شہروں میں بھاگتے پھرے اور وہ زمین میں جہاں بھی گھومے پھرے لائی
 کو جگہ نہ ملی۔

یعنی وہ لوگ نفع و تصرف کے لیے جا بجا مارے مارے پھرے مگر انہیں رہائی کا مقام میسر نہ آیا
 نقبو میں باب تغیل کام کی کثرت (جگہ جگہ گھومنے پھرنے) کو واضح کر رہا ہے۔ اور قاسم مفہوم تنقیب کے
 لیے ہے (هَلْ مِنْ قَبِيضٍ) ای قاشلین هل لنا فخلص من الله تعالى او من الموت۔
 یعنی مارے مارے پھرنے والوں کو کیا خدا سے کوئی چھوٹ ملی۔ سوچ گئے یا موت سے رہائی ملی؟
 یہاں نقبو کی ضمیر فاعلی ہے جس سے مراد اہل مکہ بھی ہو سکتے ہیں تو ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں
 نے ملکوں کی خوب سیر کی ہے اور پچھلی امتوں کے نشانات دیکھے ہیں ان کے تذکرے و احوال سننے میں تو کیا
 تم نے نہیں دیکھا کہ کوئی شے بھی انہیں ہماری پکڑ سے نہ بچا سکی حالانکہ وہ قوت و شوکت، غلبہ و درندہ
 تصرف و قدرت۔ اسباب و وسائل میں اہل مکہ سے کہیں بڑھ کر تھے اور انہیں بچاؤ کی کوئی جگہ نہ مل سکی۔
 تو کیا تم ان سے بڑھ کر ہو مگر انہیں تو تمہارا انکار و بغاوت کیوں ہے تم کیوں ہوش سے کام نہیں لیتے۔
 جب تم یہ سب کچھ دیکھنے سننے سمجھنے کے باوجود انکار کرتے ہو تو کیا تم موت سے یا خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ گے
 یہ یہاں انداز موعظت و عبرت کے مفہوم میں ہے اور اہل مکہ کو دعوت فکر ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ آتَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۚ بے شک اس
 میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے یا کان لگا لے اور وہ متوجہ ہو۔
 إِنَّ فِي ذَلِكَ ۙ أَعْيَ الْإِهْلَآكِ ۚ أَمَّا ذِكْرُ فِي السُّورَةِ ۚ یعنی ہلاک شدہ اقوام کے کھنڈرات و
 نشانات ہیں یا پھر وہ جو اس سورۃ مبارکہ میں بیان کیا گیا۔

(لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِئِنْ كُنَّا إِلَّا نَعْبُدُكَ ۚ أَلَمْ نَكُنْ مِنْ قَبْلِكَ مَكْنُوعِينَ ۚ وَنُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۚ وَنُعْظِمْ ۚ أَلَمْ نَكُنْ مِنْ قَبْلِكَ مَكْنُوعِينَ ۚ)
 (لَذِكْرٌ لَّكَ ۚ أَعْيَ الْإِهْلَآكِ ۚ أَمَّا ذِكْرُ فِي السُّورَةِ ۚ) یعنی تیرے لیے نصیحت ہے اور وہ وسیع ہے۔
 (لَمَّا كَانَ لَكَ قَلْبٌ ۚ أَعْيَ الْإِهْلَآكِ ۚ أَمَّا ذِكْرُ فِي السُّورَةِ ۚ) یعنی تیرے لیے نصیحت ہے اور وہ وسیع ہے۔

الْعَدَم - یعنی اس شخص کے لیے جس کا دل یاد رکھنے والا اور حقائق کا ادراک کرنے والا ہو لیکن قلب
بہت چمکے والا نہیں یعنی سست رو نہیں اور نہ ہی سطحی و سرسری نظر سے دیکھنے والا۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قلب سے مراد عقل لیا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد قلب حاضر ہے۔
شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قرآنی نصائح سے فیضان کے لیے قلب حاضر درکار ہے جو لمحہ بھر
کے لیے بھی غفلت پذیر نہ ہو۔

(أَذَلَّتْ السَّمْعَ) اِنِّ اصْغَى اِلٰی مَا يَنْشَلِيْ عَلَيَّ مِنَ الْوَجْهِ - یعنی جو کچھ وجہ سے بیان ہو اس پر متوجہ ہو۔
اور بعض نے کہا قرآن نصیحت پر متوجہ ہو۔

وَهُوَ شَهِيدٌ - اور متوجہ ہو۔
آلوسی کہتے ہیں شہید بمعنی شاہد ہے یعنی کانوں سے سن کر دل سے تصدیق کرے اور نصیحت پکڑے
اور حضور قلب کی کیفیت طاری ہو خواہ خود بخود اور خواہ تکلف سے واضح مفہوم یہ ہے کہ اس سورۃ
مبارکہ میں جو کچھ بیان ہوا یا اہم گزشتہ کے جو نشانات ملتے ہیں اس کے مشاہدہ و تذکرہ سے اس شخص کے
لئے عبرت و نصیحت کا سامان ہے جو حضور قلب کے ساتھ بدول غفلت و سستی کے قرآن کو سنتا
ہے حقائق کا ادراک کرتا ہے اور دل سے تصدیق بھی کرتا ہے اور نصیحت قبول کرتا ہے تو یہی وہ ہے
جو حقیقتاً متوجہ و فیض حاصل کرنے والا ہے۔ اگرچہ اس کا متوجہ ہونا تکلف ہی سے کیوں نہ ہو۔
وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسْنَاهُمْ لُغُوبٌ اور بے
شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور نہکان ہمارے
پاس تک نہ آئی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا - اور بلاشبہ ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ
ان کے درمیان ہے - اے من اصناف المخلوقات خلق کیا (فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ) چھ دنوں میں اے مبداء
خلق العالم یوم الاحد و فرغ منه یوم الجمعة - یعنی اللہ نے عالم کی پیدائش کی ابتداء اتوار کے
دن سے کی اور تخلیق عالم کو پورا کیا جمعہ کے دن۔

(وَمَا مَسْنَاهُمْ لُغُوبٌ) وما اصابنا اور یہ بھی ہیں (من لغوب) تعب یعنی تھکاوٹ۔
وہذا کہا قال قتادة وغيره رد علی جہلتہ الیہود و دعوا انہ تعالی شانہ بذا خلق العالم
یوم الاحد و فرغ منه یوم الجمعة واستراح یوم السبت واستلقى علی العرش سبحانہ

تعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا۔

آلوسی فرماتے ہیں اس آیت کا شان نزول یہ ہے جیسا کہ قتادہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ یہود کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کائنات کی پیدائش کا آغاز اتوار سے کیا اور جمعہ کے روز اس سے فارغ ہوا اور ہفتہ کے دن اس نے عرش پر لیٹ کر آرام کیا اور اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک ہے جو وہ کہتے ہیں وہ بلند ہے عظمت والا چاہے تو ایک آن میں سارا عالم بنادے ہر چیز کو حسب اقتنائے حکمت ہستی عطا کرتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود نے خدمت گرامی میں خلق عالم کے بارے میں سوال کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۱۔ زمین کو اتوار کے دن۔

۲۔ سمندر و دریا کو پیر کے دن۔

۳۔ پہاڑوں اور ان میں کی اشیاء کو پیر کے دن۔

۴۔ درختوں، پانی، آبادیوں، دیرانوں اور بستیوں کو بدھ کے دن

۵۔ آسمان، شمس و قمر اور نجوم و کواکب کو جمعرات کے دن

۶۔ فرشتوں کو جبکہ یوم جمعہ کی تین ساعتیں باقی تھیں اس وقت پیدا کیا۔

اور پہلی ساعت میں اوقات موت کو پیدا کیا جس میں مرنے والے مرتے ہیں اور دوسری ساعت میں ان مصائب کو جو انسان کے نفع کے لیے نازل ہوتے ہیں پیدا فرمایا اور تیسری ساعت میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو جنت میں ساکن کیا اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے اور تیسری ساعت کے آخر میں اسے جنت سے نکال دیا۔

یہود نے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر کیا ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر استثنائی علی العرش فرمایا۔

یہودیوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا بیان نہیں کیا یعنی آپ کا بیان غیر مکمل ہے۔

اگر آپ بیان مکمل فرماتے تو صحیح ہوتا اس کے بعد اللہ نے آرام کیا۔

پس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگوار ہوا اور شدت غضب سے چہرہ انور پر مرنی نمودار ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لیے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

فَاَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَغْبَارَ السُّجُودِ تَوَانِ كِي باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے
اس کی پاکی و نور سورج چمکنے سے پہلے اور دھوپ سے پہلے اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو
اور نمازوں کے بعد۔

(فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ) اے ای ما یقول المشركون فی شأن البعث من الابطال
للبنیة علی الاستبعاد والانکار فان من قدر علی خلق العالم فی تلك المدة
السیرة بلا اعیاء قادر علی بعثهم والانتقام منهم اعلی یقول الیہود من مقالة
الکفر والتشبیہ۔

اُسی فرماتے ہیں یعنی اس پر صبر کیجئے جو وہ کہتے ہیں یعنی یہودیوں کے اس قول پر کہ اللہ تعالیٰ
تھک گیا پھر اس نے آرام کیا صبر کیجئے یعنی جو کچھ تخلیق عالم کے بارے میں مشرک لوگ جولا یعنی اور
باطل تاویلات پر مبنی انکار کرتے ہیں اس پر صبر سے کام لیجئے کیونکہ وہ بغیر تھکے ہوئے اس مدت میں
بآسانی آفرینش عالم پر قدرت رکھتا ہے اور ان کو دوبارہ زعمہ کرنے اور انے انتقام لینے پر
بھی قدرت رکھتا ہے یا اس پر صبر کیجئے جو کچھ کفر و تشبیہ کے طور پر یہود کہتے ہیں میں مشرک ہے
کہ یہود فاسدہ پر صبر کیجئے اور ان کی یہودگیوں کو خاطر اقدس
میں جگہ نہ دیں اور اس ذات پاک کی طرف متوجہ ہوں جو تمام لقائوں سے پاک ہے اس کے ذکر
سے آسودگی حاصل کیجئے چنانچہ ارشاد ہے۔

(وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ) وَسَبِّحْ اور پاکی بیان کیجئے۔ نماز پر سے وَقَبْلَ مَطْلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ
الْعُرُوبِ) ہما وقتا الفجر والعصر وفضیلتہما مشہورۃ۔ وہ دونوں اوقات ہیں اور فجر
اور عصر کی نمازوں کے جن کی فضیلت مشہور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قبل الغروب سے مراد ظہر و عصر کی نمازیں ہیں۔
امام مالک کا قول بھی یہی ہے اس لیے کہ دونوں نمازوں کا ضروری وقت ایک ہی ہے۔
حدیث شریف میں ہے رُكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا
سے بڑھ کر ہیں۔

اور بخاری شریف میں ہے الذی یفوت، صلوة العصر فکانسا و تراہلہ و مالہ
جس کی نماز عصر فوت ہو گئی تو گویا اس کا اہل و مال جاتا رہا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ان اوقات میں اپنے
پروردگار کی بندگی کیجئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور اس کی تعریف سے زبان کو تر رکھیے کہ یہ اوقات

بڑی ہی برکتوں کے حامل اور تقرب الی اللہ کے مواقع ہیں۔

(وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ) اور کچھ رات گئے اسکی تسبیح کیجئے اسی وسیعہ بعض اللیل (الوی) یعنی رات کے بعض حصہ میں تسبیح کیجئے۔ مغرب و عشاء کی نماز پڑھیں اور تہجد کے نوافل بھی۔

امام مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے۔

(قَادِبَارُ السَّجُودِ) ادبار کے معنی پیچھے جمع دُبر بضم فسکون اُو دُبر بضم تین۔ دُبر کی جمع ہے پیش کے ساتھ یاد و پیش کے ساتھ دُبر کی جمع۔ معنی بعد یا پیچھے اور یہاں مراد ہے واعقاب الصلوٰۃ اور نمازوں کے پیچھے۔

وقرأ ابن عباس وابو جعفر وشيبة وعيسى والاعشى وطلحة وشبلى و
الحرميات (ادبار) بکسر الهمزة وهو مصدر تقول: ادبرت الصلوة ادباراً
انقضت وامت والمعنى ووقت انقضاء السجود كقولهم۔ اور ابن عباس، ابو جعفر،
شعبة، عيسى، اعشى، طلحة، شبلى اور اہل حرم نے ادبار کے لفظ کو ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی
ادبار اور وہ مصدر ہے تو کہیں گے کہ نماز ختم کرنے کے بعد جو نماز پوری ہو جائے اور مکمل ہو جائے
اور معنی یہ ہوں گے جیسا کہ ان کا قول سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد۔

وقال ابن عباس الصلوة قبل طلوع الفجر وقبل الغروب الظهر والعصر ومن
الليل العشاءان وادبار السجود النوافل بعد الفرائض وفي رواية اخرى عنه
الوقت بعد العشاء۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طلوع فجر سے پہلے مراد نماز فجر اور غروب
سے پہلے مراد ظہر و عصر اور رات میں سے مراد نماز مغرب و عشاء اور سجود کے بعد سے مراد فرائض
کے بعد نوافل پڑھنا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ان ہی سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز
کے بعد وتر پڑھنا۔

مقابل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے رکعتان بعد العشاء یقرأ فی الاول (قل یا ایہا
الکافرون) وفی الثانیۃ (قل هو اللہ احد) عشاء کے بعد کی دو رکعتیں جن میں سے پہلی رکعت
میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے۔

اور ایک قول یہ ہے فیہ احتمال العموم لصلوة العشاءین والمخصوص بالتہجد
وهو الاظهر۔ اور اس میں نماز مغرب اور عشاء کا احتمال عموم ہے اور تہجد کا خصوص تو واضح ہے
بعض نے کہا یہ بھی درست ہے کہ اس جگہ سنجہ سے مراد سبحان اللہ پڑھنا مراد ہو۔

بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو شخص دن میں سو بار سبحان اللہ و
بحمدہ پڑھتا ہے اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔
اور شیخین انہی سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جلے ہیں جو زبان پر لگے چلکے
قیامت کے دن میزان کے پلڑے میں بخاری اور رحمن کو بڑے محبوب میں مودہ جلے ہیں سبحان
اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم

اور شیخین ان ہی سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فرض نماز کے بعد
۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھتا ہے اور پھر ان کی تکمیل کے لیے
ایک بار پڑھتا ہے لا الہ الا اللہ و الحمد للہ لا شریک لہ لا اکملک و لا الحمد و هو علی
کلی شئی قدير تو اس کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔
وَأَسْمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مَنْ مَّكَّانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَمْشُونَ الْمُصَيِّتَةَ بِأُتْحَىٰ ذَٰلِكَ يَوْمَ الْخُرُوجِ
اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے جس دن پکارائیں گے حق کے
ساتھ یہ دن ہے قبروں سے باہر آنے کا۔

(وَأَسْمِعْ) اور کان لگا کر سنو امر یا الاستماع یعنی حقیقتاً تو جسے سنو یَوْمَ جس دن بمبادل علیہ
خلک یوم الخروج ای یوم یُنَادِ الْمُنَادِ یخرجون من القبور یعنی اس حال ہے کہ یہ وہ دن
جس دن لوگ قبروں سے نکلیں گے۔

(يُنَادِ الْمُنَادُ) پکارنے والا پکارے گا وَالْمُنَادِ علی ماقی بعض الاثر جبرائیل علیہ السلام
ینفخ امرأ فیل فی الصور وینادی جبرائیل یا ایہا العظام الفخرۃ والحدود المقذقة والشعور
للتقطعة ان اللہ یا امرأ ان تجمعی لفصل الحساب

آلوسی کہتے ہیں۔ اور نہ اکر نے دلے بعض آثار میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں حضرت اسرافیل
علیہ السلام صور بھونکیں گے اور جبرائیل علیہ السلام پکاریں گے اے کلی ہوا بوسیدہ ہڈیو اور اے
ریزہ ریزہ شدہ کھالو اور اے پر اگندہ و شکستہ بالوبے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرمائے کہ تم قبیلہ
و حساب کے لیے جمع ہو جاؤ۔

امیر زید بن جابر سے روایت ہے ان اسرافیل علیہ السلام ینفخ فی الصور بے شک اسرافیل
علیہ السلام صور بھونکیں گے اور وہی پکاریں گے جیسا کہ اوپر کی روایت میں ذکر ہے یعنی جبرائیل علیہ السلام
نہیں بلکہ اسرافیل علیہ السلام ہی ندا کریں گے۔

مِنْ مَّكَّانٍ قَرِيبٍ (قریب کی جگہ سے)

آلوسی کہتے ہیں ہوصغرة بیت المقدس مکان سے مراد یہاں صغرة بیت المقدس ہے۔
اور کعب سے مراد ہے کہ زمین کا یہ ٹکڑا آسمان کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

کلبی نے کہا زمین کے دوسرے حصے آسمان سے جتنے فاصلے پر ہیں ان سب سے اٹھارہ میل زائد صفحہ آسمان کے قریب ہے۔

رَفِئَكُمْ يَوْمَ تَمُوتُونَ الصَّيِّغَةُ بِالْحَقِّ اِجْسُ دُن سَنِيں گے حَكِيمًا رَفِئِينَ كے سَاٲھ
 اور یہ قَطْعہ ثَانِيہ ہوگا یعنی اِس دُن جس دُن لوگ قَبُول سے اُٹھیں گے اور وہ رَفِئِينَ كے سَاٲھ سَنیں گے
 اور یہاں بِالْحَقِّ مِیں بِاَقْسَمِیہ ہے یعنی مُردوں كَا سَتْنَا بِالْحَقِّ ہوگا۔

یعنی اس روز بھگم خدا مردے سنیں گے۔ مردے ہوں یا جمادات وغیرہ سنتے ہیں زندوں کی طرح
میں تمام موجودات خواہ بے حس بے شعور اور بغیر نام کے ہوں یا نام والے ان سب کو کسی نہ کسی
طرح کی زندگی تو حاصل ہی ہے۔ اہل سنت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عذاب روح اور جسم دونوں پر
موتا ہے۔

بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقننہ بدر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا جو وعدہ تم سے تمہارے پروردگار نے کیا تھا کیا تم نے اسے صحیح پایا۔ ہم سے ہمارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے خوب پایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بے جان اجسام کو کس طرح خطاب کر رہے ہیں فرمایا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ مجھے جواب نہیں دے سکتے۔

اسرافیل علیہ السلام کا خطاب ہڈیوں اور کھالوں سے ہوگا اور ارواح کا نہ یہاں محل ہے نہ ذکر اور نہ ہی ان کو سننے کا فائدہ اور یسوعون میں سننے کی صراحت ہے اور حق سے مراد جزا و سزا کے لیے قیروں سے نکلنا ہے اور یہی وہ دن ہے جس کی آگے توضیح کی گئی ہے ذلک یوم الخروج اِنَّا نَحْنُ مَحْيٍ وَّمَمِيتٌ وَاٰیٰنَا الْمَصِيْرُ یَوْمَ تَشْفَقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ یٰۤاَعَاذُكَ حَسْبُ عَلَیْنَا یٰسِیْرُ

بے شک ہم جلائیں اور ہم ماریں اور ہمارے طرف پھرنا ہے جس دن زمین ان سے پھٹے گی تو جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے یہ جہت ہے ہم کو آسان۔

رَاثَاخُونَ مَحْيًى وَمَمَيَّتٌ) فی الدنیا من غیوان لیشارکننا فی ذلک احد۔ ہم ہی اب بھی زندہ رکھتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں یعنی دنیا میں یہ سب کچھ ہمارے ہی حکم سے ہے۔ اھ اس امر موت و

حیات میں کوئی بھی ہمارے ساتھ شریک نہیں۔ علی الاطلاق ہمارا ہی یہ حکم ہے جس کو جب چاہیں اور جب تک چاہیں زندہ رکھیں اور یونہی موت دیں اور کسی کو کسی طرح سے بھی ہمارے ساتھ اشتراک نہیں۔ ہم ہی مٹی اور ہم ہی مٹی ہیں اور یہ دونوں امر ہمارے افعال منفات کا مظہر ہیں۔

وَالْيَوْمَ الْمَصْبُورِ الرَّجُوعِ لِحُجَّتِ الْاُخْرٰی۔ یعنی آخرت میں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔ قیامت کے روز تمام مردے قبروں سے اٹھیں گے اور ہماری طرف لوٹیں گے اور یہ جزا کے لیے ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو دنیا میں کرتے رہے اور یہ لوٹنا ہمارے غیر کی طرف استقلالاً اور اشتراکاً نہیں ہوگا۔ بلکہ مطلقاً ہماری طرف ہوگا اور ہمارے لیے ہوگا۔ بے شک ہم موت و حیات اور بعث بعد الموت پر قادر ہیں۔

يَوْمَ تَشَقُّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرًّا عَا جًا جس روز زمین ان مردوں پر بھٹ جائے گی یعنی کھل جائے گی اور وہ جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے۔ یوم سے مراد حشر کا دن ہے جیسا کہ اگلے ٹکڑے میں واضح ہے۔ ذٰلِكَ حَتّٰی تَشَقَّقَ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرًّا عَا جًا۔ الارض۔ زمین عنہم ان پر یعنی مردوں پر۔ آؤسی کہتے ہیں۔ اخرج ابن المنذر عن مجاهد ان قال في الآية

تَطْرَأُ السَّمَاءُ عَلَيْهِمْ حَتّٰی تَشَقَّقَ الْاَرْضُ عَنْهُمْ وَجَاءَ اَنْ اَوَّلُ مَنْ تَشَقَّقُ عَنْهُ الْاَرْضُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ وَحُسْنُهُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْفُطْلُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَشَقَّقُ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ ابُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ اَهْلُ الْبَقِيعِ فَيُحْشَرُونَ مَعِيَ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ وَتِلْكَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرًّا عَا جًا

ابن منذر مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں کہا۔ ان مردوں پر آسمان پر سے بارش ہوگی یہاں تک کہ زمین ان پر کھل جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ سب سے پہلا میں ہوں گا جس کے لیے زمین شق ہوگی اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تحسین کی اور طبرانی اور حاکم نے اور اس کے الفاظ یہ ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا میں ہوگا جس کے لیے زمین شق ہوگی۔ پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پھر اہل بقیع پس وہ سب میرے ساتھ اٹھے ہوں گے پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرًّا عَا جًا جس دن زمین ان پر کھل جائے گی۔ اور وہ جلدی سے نکلیں گے۔ ذٰلِكَ حَتّٰی عَلَيْنَا نَسِيبُكَ يٰ حَشْرٌ ہے بعث و جمع

اس لیے کہ قرآن کے بغیر یہ سود مند نہ ہوگا۔ یعنی لوگوں کو قرآن پاک کے فائدہ و دعوت دیں اور ڈھکیس کیونکہ تفسیر قرآن انہی لوگوں کے لیے فائدہ مند اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے جو میرے عذاب کی دھمکی سے ڈرتے ہوں۔ اور بہ تذکرہ دعوت مسلمانوں ہی کے لیے باعث نفع ہے اور کھار کا طرز عمل تو عیاں ہے کہ وہ تہدید عذاب کے بلا وصف سرکشی و طغیانی میں پیش پیش ہیں اور اس سے غفلت میں ہیں جو ان کو پیش آنے والا ہے۔

سورہ مبارکہ کا تذکرہ قرآن سے اختتام اللہ جل شانہ کے قول **قَالَ وَالْقُرْآنُ الْمَجِيدُ** سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور یہی النسب ہے۔ بحمدہ تعالیٰ سورۃ ق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء

۱۱ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ بروز جمعہ

سورة ذاریات مکیہ

اس میں ساٹھ آیات اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورة ذاریات پ ۲۶

وَالذَّارِیْنَ ذُرَّوْاہ
فَالْحَبْلِیْتَ وَفَرَّاه
فَالْجَبْرِیْتَ یُسْرَآہ
فَالْمَقْسَمِیْتَ اَمْرَہ
اِنَّمَا تُوعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝

قسم ان کی جو کبھی کر اڑانے والیاں

پھر لوجہ اٹھانے والیاں

پھر نرم چلنے والیاں

پھر حکم سے پانٹنے والیاں

بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ

ضرور سچ ہے۔

اور بیشک انصاف ضرور ہوتا

آرائش والے آسمان کی قسم

تم مختلف بات میں ہو

اس قرآن سے وہی اوندھا کیا جاتا ہے جسکی قیمت

ہی میں اوندھا یا جاتا ہو۔

مارے جائیں دل سے تراشنے والے

جوشے میں بھولے ہوئے ہیں۔

پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔

اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائینگے

اور فرمایا جائے گا چکھو اپنا پتیا یہ ہے وہ جس کی

تمہیں جلدی تھی۔

بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہیں۔

وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْجُبِّ ۝
اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝
یُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝

قَتَلَ الْخَاصُّوْنَ ۝

الدِّیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝

یَسْأَلُوْنَ اٰیٰتِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

یَوْمَ هُمْ عَلٰی النَّارِ یُقْتَنُوْنَ ۝

ذُوقُوا قِسْمَتَکُمْ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہَا

تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنَّٰتٍ وَعِیُّوْنَ ۝

اِجْدِيْثَ مَا اَنْشَأْتُمْ دِيْنَكُمْ اَنْتُمْ كَانُوْا قَبْلَ
ذٰلِكَ مُّحْسِنِيْنَ ۝

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الْيَلْبِثِ مَا يَجْعَلُوْنَ ۝
وَبِالْاَنْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝
وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلْساۗئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝
وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝
وَفِي الْفُسْكَمۡ اَفْلَا تَبْصُرُوْنَ ۝
وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ ۝

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقُّ مِّثْلِ
مَا اَنْتُمْ تُنْطَقُوْنَ ۝

اپنے رب کی عطا میں لیتے ہوئے بے شک وہ
اس سے پہلے نیکو کار تھے۔

وہ رات میں کم سو یا کرتے۔
اور پھیلی رات استغفار کیا کرتے۔
اور ان کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا
اور زمین میں نشانیاں ہیں لقین والوں کو۔
اور خود تم میں تو کیا تمہیں سو جھٹتا نہیں۔
اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا
جانتے ہے۔

تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ
قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

حل لغات رکوع اول سورة ذاریات پ

و قسم ہے ان ہواؤں کی جو دائرت بھرتی ہیں	و قسم ہے ان ہواؤں کی جو دائرت بھرتی ہیں	و قسم ہے ان ہواؤں کی جو دائرت بھرتی ہیں	و قسم ہے ان ہواؤں کی جو دائرت بھرتی ہیں
و قرآن بوجہ	و قرآن بوجہ	و قرآن بوجہ	و قرآن بوجہ
کرنے والیاں	کرنے والیاں	کرنے والیاں	کرنے والیاں
لصادق سچا ہے	لصادق سچا ہے	لصادق سچا ہے	لصادق سچا ہے
لواقع ہونا ہے	لواقع ہونا ہے	لواقع ہونا ہے	لواقع ہونا ہے
والے کی	والے کی	والے کی	والے کی
مختلف مختلف ہیں ہو	مختلف مختلف ہیں ہو	مختلف مختلف ہیں ہو	مختلف مختلف ہیں ہو
افک پھیر گیا	افک پھیر گیا	افک پھیر گیا	افک پھیر گیا
ہم ہو	ہم ہو	ہم ہو	ہم ہو
یَسْأَلُوْنَ پوچھتے ہیں	یَسْأَلُوْنَ پوچھتے ہیں	یَسْأَلُوْنَ پوچھتے ہیں	یَسْأَلُوْنَ پوچھتے ہیں
ہم وہ	ہم وہ	ہم وہ	ہم وہ

فَاَلْحَمِلَتْ بِهَرَاثَتِیْ ہر اٹھاتی ہیں
فَاَلْمَقْسَمَتِ بِهَرَاثَتِیْ ہر قسم
تَوَعَدُوْنَ تم وعدہ دیے گئے
الذّٰیْنَ انصاف
ذَاتِ الْحِجْکِ راستوں
قَوْلِ بات
مَعِ جو
اللّٰہِیْنَ وہ کہ
سَآھُوْنَ بھولے ہیں
یَوْمِ جس دن
یُفْتَنُوْنَ تپائے جائینگے

دُرُوْا بکھیرنا
یَسْأَلُوْنَ پوچھتے ہیں
اَلْمَقْسَمَتِ اس کے سوا نہیں جو
اِنَّ بِشَکِ
السَّمَاءِ آسمان
لَقِنِ بَیْج
عَنْہٗ اس سے
الْحٰرِصُوْنَ انکل والے
عَمْرَہٗ مستی کے
یَوْمِ یَلْقٰیہِیْنِ اکھٹا
التَّارِکِ کے

و قسم ہے ان ہواؤں کی جو دائرت بھرتی ہیں
و قرآن بوجہ
کرنے والیاں
لصادق سچا ہے
لواقع ہونا ہے
والے کی
مختلف مختلف ہیں ہو
افک پھیر گیا
ہم ہو
یَسْأَلُوْنَ پوچھتے ہیں
ہم وہ

و قسم ہے ان ہواؤں کی جو دائرت بھرتی ہیں
و قرآن بوجہ
کرنے والیاں
لصادق سچا ہے
لواقع ہونا ہے
والے کی
مختلف مختلف ہیں ہو
افک پھیر گیا
ہم ہو
یَسْأَلُوْنَ پوچھتے ہیں
ہم وہ

ذُو قُوَّةٍ يَكْمُرُ	فَتَشْكُرُوا لَهَا	هَذَا يَوْمَ	الَّذِي يَوْمَ
كُنْتُمْ كَرَفِيقَةٍ	يَوْمَ رَأَى	تَسْتَعْلُونَ جلدی کرتے	لَنْ يَشْكُرَ
الْمُتَّقِينَ يَوْمَئِذٍ	فِي سَبْعِ	جَنَّتِ بَاغُونَ	وَأُولَئِكَ
مُعِينُونَ جَنَّتِ	أَخَذَ مِنْ	مَا جُو	أَتَتْهُمْ
دَبَّحُوا	أَنْتُمْ يَشْكُرُونَ	كَانُوا أَتَقَى	قَبْلُ يَوْمِ
ذَلِكَ اس سے	مُحْسِنِينَ يَكُونُ	كَانُوا أَتَقَى	قَبْلُ يَوْمِ
مِنَ اللَّيْلِ رات سے	مَا جُو	يَجْمَعُونَ سَوْتِ	وَأُولَئِكَ
بِالْأَسْحَارِ پچھلی رات	هَمْ وَه	يَسْتَقْفِرُونَ تَجَشَّسَ	وَأُولَئِكَ
فِي سَبْعِ	أَمْوَالِهِمْ لَنْ	حَقِّ حَقِّ	لِلْكَافِرِينَ
وَأُولَئِكَ	لَمْ يَكُنْ لَهُمْ	وَأُولَئِكَ	فِي سَبْعِ
الْأَرْضِ نَدِيمِينَ	أَيُّ شَأْنِيَا	لِلْمُؤْمِنِينَ يَتَقَرَّبُونَ	وَأُولَئِكَ
فِي سَبْعِ	أَنْفُسِكُمْ تَهَارِي	أَقْلَابُ كَيْفَ	وَأُولَئِكَ
وَأُولَئِكَ	فِي سَبْعِ	السَّمَاءِ آسَمَانَ	وَأُولَئِكَ
وَأُولَئِكَ	مَا جُو	تَوَعَّدُونَ تَمْرُ	وَأُولَئِكَ
وَأُولَئِكَ	السَّمَاءِ آسَمَانَ	وَأُولَئِكَ	وَأُولَئِكَ
وَأُولَئِكَ	لَحَقَّ حَقِّ	وَأُولَئِكَ	وَأُولَئِكَ
وَأُولَئِكَ	تَطْلُقُونَ بولتے ہو	وَأُولَئِكَ	وَأُولَئِكَ

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ فاریات ۲۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَالَّذِي بَرَأَ ذُرِّيَّتَكَ فَأَلْجِئْتُكَ وَقَرَأَهُ فَاَلْجُرِيَّتِ يَسْرَاهُ فَاَلْمُقْسِمَاتِ أَمْلَاهُ
إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٍ فَإِنَّ الذِّنِّ لَوَاقِعُهُ

قسم ہے ان کی جو بکیر کر اٹھانے والیاں، پھر لڑو اٹھانے والیاں، پھر نرم چلنے والیاں، پھر حکم سے بات
والیاں، بے شک تمہیں جس بات کا وعدہ دیا جاتا ہے ضرور سچ ہے اور بے شک انصاف ضرور ہوتا ہے۔

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے جیسا کہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا۔ اور اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور اس میں بالاتفاق ساٹھ آیات ہیں اور اس کی سورہ ق ہے مناسبت ہے کہ سورہ ق کا اختتام بعثت کے ذکر پر ہوا اور اس میں ہزار و ستر جنت و دوزخ کے احوال شامل تھے اور اس سورہ خازن آیات کا افتتاح بھی انہی امور سے ہوا کہ جن کا ذکر گذرا وہ حق ہیں اور قیامت کا وعدہ حق ہے اور ائمال کا بدلہ ضرور ملنے والا ہے۔

وَالَّذِي بَرَأَ ذَرِّيًّا اٰی السَّيَّاحِ الَّذِي تَذَرُوا التُّرَابَ وَغَيْرَ مَا مِنْ ذَا - الْمُعْتَلِ بِمَعْنَى
 فَرَقَ وَبَدَّدَ مَا رَفَعَهُ عَنْ مَكَانِهِ يَعْنِي ہوا میں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک خاک
 وغیرہ اڑاتی ہیں۔ ایک قول ہے ایسی عورتیں جو اولاد پھیلانے والی ہیں یا فرشتے اور دوسرے زمینی و آسمانی اسباب
 جو مخلوق کو پھیلاتے ہیں تاہم مستحق یہی ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہی ہیں جو خاک اڑانے والیاں ہیں۔
 وَفَالْجَبَلِ مَلَكًا اٰی حَمَلًا وَهِيَ السَّحَابُ الْحَامِلَةُ لِلْمَطَرِ - يَعْنِي وہ گھٹائیں اور بدلیاں
 جو بارش کا پانی اٹھاتی ہیں ایک قول ہے یادہ عورتیں جو حمل کا بوجھ اٹھانے والیاں ہیں تاہم مراد ہوائیں ہی ہیں۔
 (فَالْجَبَلِ مَلَكًا) اٰی جَرِيًّا سَهْلًا اِلٰی حَيْثُ سَيُورُ وَهِيَ سَفَنٌ - يَعْنِي وہ کشتیاں
 جو پانی میں آہستہ آہستہ چلتی ہیں یادہ ہوائیں جو سہولت رومی کے ساتھ چلتی ہیں یادہ عورتیں جو حاملہ ہونے کی وجہ سے
 اپنے خاوندوں کی خدمت میں مست چلنے والیاں ہیں یادہ سدا سے مراد ہیں جو اپنی منزلوں میں آہستہ آہستہ
 چلتے ہیں۔ (فَالْجَبَلِ مَلَكًا) اٰی الْمَلَكُ الْمَلَكُ الَّذِي يَقْضِي الْأُمُورَ بِإِذْنِ اللَّهِ عَلَى مَا أَمَرَ بِهِ -
 يَعْنِي فرشتوں کی وہ جماعتیں جو حکم الہی کے موافق مخلوقات میں امور تقسیم کرتی ہیں یادہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا کر
 بارش کی تقسیم کرتی ہیں یادہ تمام اسباب جو اشیاء کی تقسیم کرتے ہیں بعض مفسرین کا ارشاد ہے کہ یہ تمام صفات
 ہواؤں کی ہیں کہ وہ مٹی بھی اڑاتی ہیں بادلوں کو بھی اٹھائے بھرتی ہیں اور انہیں اٹھائے ہوئے بسہولت تمام
 چلتی ہیں پھر خداوند قدوس کے شہروں میں اس کے حکم کے موافق بارشیں تقسیم کرتی ہیں قسم کا مقصود تحقیقی اس چیز
 کی عظمت کا اظہار ہے جس کے ساتھ قسم فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء کمال قدرت الہی پر دلالت کرنے والی
 ہیں تاکہ سمجھ دار لوگ ان میں غور و فکر کر کے بعثت و جزا پر دلیل پکڑیں کہ جب ان کا پروردگار امور عجیبہ پر قادر ہے تو وہ
 اپنی پیدا کردہ اشیاء کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں کرتا رہے نہیں ہے۔ اگر ان آیات میں مختلف اشیاء
 الگ الگ مراد ہوں تو ہر آیت میں ف ترتیب اقسام کو واضح کر رہی ہے۔ اور اگر ایک ہی چیز مراد ہو تو
 فاء ترتیب افعال کے لیے ہے اور اس میں بھی کمال قدرت کا اظہار ہے۔ کیونکہ تمام اشیاء اظہار میں
 مختلف ہیں۔ اخراج البزاور۔ وَاللَّهُ قَطَنِي فِي الْأَعْرَادِ وَابْنُ مَرْوَانَ وَابْنُ عَسَاكِرَ

عن سعيد بن المسيب قال جاء صبيغ التميمي الى عمر بن الخطاب رضي الله
فقال اخبرني عن (الذَّائِبِ قَدْ قَامَ) قال هي الرياح ولولا اني سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول ما قلت ما قلت قال فاخبرني عن
(الحاملات وقرا) قال هي الحباب ولولا اني سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول ما قلت ما قلت قال فلخبرني عن (الجاريات يسرا) قال
هي السفن ولولا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما
قلت ما قلت قال فاخبرني عن (المقدمات اطر) قال هي المملكتا ولولا اني
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما قلت ما قلت ثم اهر به فضرب
ما شئت الخ -

الجزار اور دارقطنی اور ابن مودود اور ابن عساکر سعید بن حبیب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے
کہا کہ صبیغ تمیمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا مجھے الذریات ذروا کے بارے میں
بتلائیے۔ آپ نے فرمایا ہے یہ ہوا میں ہیں۔

اس شخص نے کہا پس مجھے الحاملات وقرا کے بارے میں بتلائیے آپ نے کہا یہ بادل ہیں اور اگر میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنا ہوتا تو تم سے نہ کہتا، اس نے کہا اب مجھے الجاریات یسرا
کے بارے میں بتلائیے آپ نے فرمایا یہ کشتیاں ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ
سنا تو تم سے نہ کہتا، اس نے کہا مجھے المقدمات اطر کی خبر دیجیے آپ نے کہا یہ فرشتے ہیں۔ اور اگر میں رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا نہ سنا تو تم سے نہ کہتا پھر اس شخص کو سو بیدار کرنے کا حکم دیا۔

اس روایت میں ہواؤں کے علاوہ امور کی تشریح بھی ہے اور سائل کو سزا دینے کی وجہ یہ تھی وہ طالب علم
کے لیے نہیں پوچھتا بلکہ نامعقول تھا تاہم یہ امر واضح ہے کہ اس سے مراد ہوا میں ہی ہیں اور ان کے افعال
میں ترتیب و یکسانیت ہے جیسا کہ حرف فارے مستفاد ہے اور اگر الگ الگ اشیاء مراد ہیں تو فارے
ترتیب اقسام کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ کمال قدرت کے اظہار کے لیے سب کی حالت یکساں
نہیں بلکہ بڑا فرق ہے اور یہ عظمت و قدرت ربانی پر دلالت کرتا ہے اور یہ قول صاحب کشف کا ہے۔
جیسا کہ آگوستی نے روح المعانی میں ذکر کیا۔

{ انما تؤعدون تصادقون } تم سے جو قیامت کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ وہ حق
سچ ہے اور اعمال کا بدلہ بالضرور ملنے والا ہے۔
ان الدین کو ارفع۔

”جواب القسم“ ما موصولہ والعائد عند موت اہل ان الذی توعدا وند توعدا من مبر یہ قسم کے جواب کے لیے ہے۔ اس آیت میں ما موصولہ ہے اور عائد مذکور ہے یعنی بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا اور جس چیز کے تم وعدہ کئے گئے یعنی قیامت وہ بالکل حق ہے۔ اور سورہ ق کے آخری لفظ وعد سے بھی یہ بہت ہی مناسبت رکھتا ہے۔ اگر ا وعدہ سے مضارع مراد ہو۔

یعنی قیامت کا وعدہ سچا ہے اور اعمال کا بدلہ یقینی ہے اور وہ تمام اشیاء جو کمال قدرت کو ظاہر کر رہی ہیں ان کی قسم فرما کر وضاحت کی جا رہی ہے کہ یہ ہمارا استدلال ہے۔ قدرت پر کہ ہم قیامت پر بالکلیہ قائل ہیں۔ اور عقلمند لوگوں کے لیے اس میں بڑی نشانیاں ہیں اور دلائل بھی اور تو عدول میں کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ خدا کے بعد بعث و ہزرا کے بارے میں شک و شبہ میں پڑ کر انکار کرتے تھے اور قدرت الہی پر نظر نہیں کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر امر پر قادر ہے۔ اور ان اشیاء کی پیدائش و صنعت کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْجُبُلِ ۚ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ يُؤْتِيكَ مِنْهُ مِمَّنْ أَمْلَكُ ۚ
قَتَلَ الْغَاصُّونَ ۙ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۙ يَسْأَلُونَ آبَاءَ
يَوْمِ الْمَدِينِ ۙ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُجْتَنُونَ ۙ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا
الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَجِبُونَ ۙ

آرائش والے آسمان کی قسم ۙ تم مختلف بات میں ہو ۙ اس قرآن سے وہی اونڈھا کیا جاتا ہے جس کی قسمت میں ہی اونڈھایا جاتا ہو ۙ مارے جائیں دل سے تراشنے والے ۙ جو نشے میں پھولے ہوئے ہیں پوچھتے ہیں ۙ انصاف کا دن کب ہوگا۔ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے ۙ اور فرمایا جائے گا پھوٹنا پھوٹنا یہ وہ ہے جس کی تمہیں عکاسی تھی ۙ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْجُبُلِ اور آرائش والے آسمان کی قسم ای طریق جمع حبیکتا طریقتہ، اوجبالہ کشال و مثل و يقال جبك الملاء للتكسر المجادى فيلما اذا امرت عليه السراج۔

یعنی راہوں والا حبك حبیکتا کی جمع ہے جیسے طرق طریقتہ کی جمع ہے۔ یا جیسے مثال کی جمع مثل ہے اور کہا گیا ہے پانی میں نہریں جب اس پر سے ہوا کا گزر ہو صاحب قلموس لکھتے ہیں جبك المزمع ریت کی دھاریاں جبك الشعرا گھونگر یا لے بال جبك السماء ستاروں کی راہیں مراد ہیں، بیضاوی نے لکھا ہے، راستوں والا اور راہوں سے مراد محسوس راستے ہیں یعنی عقلی راستے جن پر چل کر مقالات معرفت تک رسائی ہوتی ہے مفہوم آیت یہ ہے کہ آسمان کی قسم جس میں

فرشتوں کے چلنے کے راستے ہیں یا جس کو ستاروں سے مزین فرمایا ہے اور قسم کا یلو فرمانا اظہار قدرت و عظمت کے لیے ہے اور اس میں اہل بصیرت کے لیے راہیں ہیں۔

وَأَنْتُمْ لِقَوْلِي مُتَّخِفُونَ أَنْتُمْ لَيْسَ بِشَيْءٍ تَكْفُرُونَ عَنْهُ لَكُمْ عَنْهُ عِلْمٌ وَإِنَّ كُفْرًا بِهِ لَسَاءُ عَمَلٌ
صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہو۔

(لِقَوْلِي مُتَّخِفُونَ) ای متخالف متناقض فی امر اللہ عزوجل حیث تقولون۔ انجل شانہ

خالق السموات والارض وتقولون بصحة عبادة الاصنام معه سبحانه وفي امر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

تقولون تارة انه يموت واخرى انه ساحر ولا يكون الساحر الا قلاوی فی امر المحشر فتقولون تارة لا خسر ولا

حیوة بعد الموت اصلاد تنعمون اخرى ان اصنامکم شفعاؤکم عند الله يوم القيمة لی غیر ذلک من الاسوال المتخالف

یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارے قول مختلف و متناقض ہیں کبھی تم کہتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ جل شانہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور کبھی تم بتوں کی بندگی کو اللہ کی بندگی میں شریک ٹھہراتے ہو اور اُسے صحیح مانتے ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کبھی کہتے ہو کہ وہ ساحر ہیں اور مجادو گر نہیں ہوتا مگر عقلمند اور حشر کے بارے میں سرے سے نہ کوئی حشر ہوگا اور نہ ہی مرنے کے بعد زندگی اور تم یہ بھی گمان رکھتے ہو کہ تمہارے بت اللہ کے نزدیک تمہارے سفارشی ہیں قیامت کے دن اور اسی طرح کے مختلف اقوال میں جن میں وہ ایمان کے ساتھ تکلیف دیئے گئے ہیں۔

تاہم یہ واضح مفہوم ہے کہ کفار کے اقوال خدا رسول قرآن اور حشر کے بارے میں مختلف و منافی

ہیں کبھی تو خدا کو خالق مانتے ہیں مگر اس کی بندگی میں بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو کبھی دیوانہ اور کبھی شاعر کبھی مجادو گر اور کبھی دیوانہ کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور اسی طرح قرآن حکیم کو کبھی کہانت

کبھی پرانے قصے کبھی شاعری بتاتے ہیں (معاذ اللہ) اور یونہی حشر کے انکار میں کبھی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد

کس طرح زندہ ہوں اور کبھی سرے سے اس کا انکار کرتے ہیں، اَلَوْ سِیَ کَیْتِیْہِ۔ فی ذلک القسم تشبیہ اقوالہم

فی اختلافہا وتنافی اعراضہا بطریق السموات فی تباعدہا واختلاف ہیأتہا۔

اس قسمیہ جملہ میں کفار مکہ یا منکرین و کفار کے قولی اختلافات اور اعراض و مقاصد کی منافیات کو آسانی

راہوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ سہل راہیں بھی مختلف ہیں اور ان میں بڑی دوری ہے اور غایات کا

اختلاف ہے۔

رَبُّنَا كَذَبْتُمْ عَنْهُ مَنْ أَفْكٌ) اس سے وہی پھر دیا جاتا ہے جس کا پھرنا علم الہی میں مقدر ہو چکا ہے۔ اس میں

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرنا چاہتا اور عنیت ایمانی کا اظہار کرتا تو کفار مکہ اس شخص

کے راستے میں روکاؤ میں ڈالتے اور اسے روک کر کہتے کہ تم اسلام کیوں قبول کرتے ہو اور جس کو تم رسول سمجھ رہے ہو۔ وہ تو پاک گل ہے، دیوانہ ہے، ساحر ہے، اکاہن ہے (معاذ اللہ) اور اسی قبیل کی باتیں کر کے اُسے ایمان دایمان داسلام کی راہوں سے موڑنے کی کوشش کرتے۔ لیکن جس کے لیے اللہ کی طرف سے ہدایت مقدر ہو چکی اور حقیقت واضح ہو چکی وہ ان کے ان اقوال مختلف کی پردہ کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ حبیبہ میں حاضر ہوتا اور شرف ایمان اور دولت اسلام سے مالا مال ہو جاتا اور جو شخص اللہ کے علم ازلی میں محروم ہوتا ہے تو وہی محروم رہتا۔ یعنی جو محروم ازلی ہے اس سعادت سے محروم رہتا ہے اور بہکانے والوں کے بہکانے میں آتا ہے (قتل الخواصون ۵) مارے جائیں دل سے تراشنے والے جو نشے میں مجھولے ہوئے ہیں۔

(الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۵)

قتل۔ مارے جائیں اُکوسی کہتے ہیں۔ دفیہ بحث و حقیقت۔ القتل۔ معرفت والمراہ بقتل۔ الدعاء علیہم مع قطع النظر عن المعنی الحقیقی اور اس میں بحث ہے اور حقیقت ہے قتل یعنی مارا جانا معروف ہے اور اسی سے مراد بھی قتل ہی ہے تاہم اس کے حقیقی معنوں سے قطع نظر یہ ان پر بدعما ہے۔ لیکن دعا کرنے والے کے عجز کو ظاہر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ عجز سے پاک ہے تو اس جگہ دعا سے مراد لعنت ہے یعنی رحمت باری سے محرومی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے۔

قال ابن الانباری۔ وانما كان القتل بمعنى اللعن هنا اور ابن الانباری نے کہا ہے کہ یہاں قتل سے مراد فقط لعنت ہی ہے تو واضح مفہوم یہ ہوا کہ مارے جائیں یا ہلاک ہوں رحمت الہی سے محروم ہیں (الخواصون ۱) ای الذن ابون من اصحاب القول المختلف یعنی بڑے چھوٹے یعنی وہ کافر جو خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم کے بارے میں مختلف باتیں کہتے تھے، واصل الخواص الظن والتعمین ثم تجاوز به عن الکذب۔ اور خرم کی اصل ظن اور اندازہ گمان ہے پھر چھوٹ کے ساتھ اس پر اضافہ ہے۔ اما اراغب کے نزدیک خرم کا معنی ہے کہ محض گمان و اندازہ کسی بات کو تراش لینا خواہ وہ اُس کے مطابق ہو یا مخالف ایک غلط سلط چھوٹا تصور بنالینا اور جو بات صحیح دلیل پر مبنی ہو اس میں اعتقاد کرنا۔ الذین هم في غمرة ساهون جو نشے میں مجھولے ہوئے ہیں الذین موصوله ہے یعنی وہ لوگ جو دل سے تراشنے والے ہیں مراد کفار ہیں هم في غمرة ساهون وہ نشے میں ہیں، غمرۃ۔ فی جمل عظیم یعنی بہت بڑی غفلت و جہالت میں ہیں۔ ساهون۔ غافلون عما مروا بہ۔ یعنی اس سے غافل ہیں جس کے ساتھ انہیں حکم دیا گیا ہے۔ فلما رد بالسہو مطلق الغفلۃ تاہم اُسے مراد غفلت

اور جہالت ہے۔

ماضی مفہوم یہ ہوا کہ وہ لوگ جو بڑے جھوٹے ہیں اور خدا پر سول و قرآن کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہیں انکے پچھوانوں پر یقین رکھتے ہیں۔ ماضی امور کا انکار کرتے ہیں یا تمسخر اسیا کہتے ہیں وہ رحمت الہی سے محروم ہیں اور ہلاکت و بربادی ان کے لیے مقدم ہو چکی ہے جو اپنی جہالت کے نشے میں آخرت کو فراموش کئے ہوئے ہیں۔ درحقیقت وہ بڑی سخت جہالت میں پڑے ہیں اور انکی عقلیت و جہالت انکا بغض انکار استہزاء و فساد انہیں دھندلے ہوئے ہے۔ اور یہی امر ان کے قبول حق میں مانع ہے۔

ایستلزون ایان یوم الدین (پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہوگا۔ یسٹلزون ای بطریق الاستہجال استہزاء۔ یعنی قیامت کے جلدی واقع ہونے کی بطور تمسخر و انکار محبت کرتے ہیں۔ ایان یوم الدین۔ ای فیقولون متی وقوع یوم المجزاء۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ قیامت کب واقع ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ کفار کا گردہ بطور استہزاء و انکار پوچھتا ہے کہ قیامت جلد کیوں نہیں آجاتی اور یہ کہ ائمہ کے بدلے کا دن کب ہوگا۔

یوم ہر علی الناس یفتنون۔ یہ کفار کے سوال کا جواب ہے کہ اس دن ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے ای یحرقون یعنی جلائے جائیں گے یا پھر کفار کے سوال کا حصہ ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ وہ دن کب آئے گا جب وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ اور اگر اصل صورت ہے تو جواب ہے جیسا کہ آلو سی کہتے ہیں لا انتقدیدو السؤال فی ای وقت یقع وجوابہ الاصلی فی یوم مکنہ۔ سوال کی صورت میں یعنی وہ جزا کا دن کب ہوگا تو اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ اس دن جبکہ ایسا ہوگا کہ وہ لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے اور اگر صورت ثانی ہے تو کفار کا ایسا کہنا بطور استہزاء کہ ہے کیونکہ وہ حشر اور یوم جزاء کے منکر تھے۔

خذو قوافتنتکم (ای جزاء کفو کہو۔ اس دن کہا جائیگا اپنے کفر کا بدلہ یعنی سزا کا مزہ چکھو یعنی اس عذاب کو چکھو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (ای عذابکم المعد لکم) (ہذا الذی کنتم بے تستعجلون) ای ہذا العذاب کنتم بے تستعجلون بے بطریق الاستہزاء۔ یعنی وہ عذاب ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ اور اس کے لیے جلدی چلتے تھے تو آج کے دن یہ عذاب وہی ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ اور جس کا تم تمسخر اڑا کر تھے پس انے کفر کی سزا کا مزہ چکھو

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَجُودٍ هَاجِدِينَ مَا أَتَمُّ رِثَمٌ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُعْجِبِينَ

بے شک پرہیزگار بائوں اور چشموں میں ہیں اپنے رب کی عطائیں لیتے ہوئے بے شک وہ اس سے پہلے نیکو کار تھے۔

ان الملتقین فی جنت و عیون) بے شک وہ نیکو کار لوگ باغات اور چشموں میں ہیں۔
 پرہیزگار نیک کام کرنے والے، جنت۔ جنت کی جمع ہے، باغات۔ عیون عین کی جمع ہے
 چشمے، یعنی مومنین متقیین بہشت کے اندر باغات اور چشموں میں ہیں۔ انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوازے
 جائیں گے جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا سکتا اور نہ ان کی حقیقت تک پہنچنے کی قدرت و طاقت ہے

(اِخْدِیْنِ مَا اَنْتُمْ حُرِّثُھُمْ) ای قابلین لکل ما اعطاھم عز و جل راضین
 بہ۔ - یعنی جو اجر ثواب اور عزت و لغت بھی انہیں ان کے پروردگار کی طرف سے عطا ہوں گی وہ
 اس کو خوشی کے ساتھ قبول کریں گے۔ یعنی انہیں جو کچھ عطا کیا جائیگا وہ اس پر راضی ہوں گے بلکہ خوشی ان کے چہروں
 سے عیاں ہوں گی جس سے وہ راحتیں پائیں گے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ عطاءے الہی اعلیٰ و پسندیدہ
 ہوگی اور ان کی طرف سے حسن سلوک قبول ہوگا۔ اظہار فرحت و رضا ہوگا۔

(کَانُوا قَبْلَ ذَٰلِکَ) وہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں یا جنت سے داخل ہونے سے پہلے محسنین
 جمع محسنین احسان کرنے والے، بھلائی کرنے والے، خالص اللہ کے لیے عبادت کرنے والے
 رضائے الہی کے طالب

یعنی یہ مومن و متقی لوگ جو دنیا میں نیک کام کرتے رہے اور خدا کی رضا کے طلبگار رہے، خلوص سے
 اس کی بندگی بجالاتے رہے۔ انہیں ان طاعتوں کا بدلہ ملے گا جو انہوں نے دنیا میں بجالائیں اور اسی کے وہ
 مستحق تھے اور یہ ان کے احسانوں کا بدلہ ہوگا جو بہت بڑی کامیابی ہے۔

کَانُوا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۚ وَہ لوگ رات کو کم سویا کرتے۔
 مَا یَهْجَعُوْنَ۔ مازائد ہے، جیسا کہ الکوسی کہتے ہیں (مَا) اما مزید تا۔ الہجوع۔
 سے مراد النوم رات کو سونا ہے جیسا کہ ہام راغب نے کہا۔ قَلِيْلًا۔ مفعول فیہ۔ یا مفعول
 ہی ہے۔ ای ہجوعاً قَلِيْلًا۔ یعنی رات کو تھوڑا سوتے ہیں قال الحسن کا بدوا
 قیام اللیل لاینامون مند حسن نے کہا وہ لوگ ہمیشہ رات کو قیام کرتے ہیں اور اس میں نہیں سوتے مگر
 بہت کم الا قَلِيْلًا۔

وَعَن عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رَوَاحَةَ هَجَعُوا قَلِيْلًا ثُمَّ قَامُوا وَفُورًا فِیْ بَیْنِ مَا لَکَ الْاٰیۃُ کَمَا رَوٰہَا جَمَاعٌ
 عِنْدَ مَعْصُومِ الْحَاکِمِ فَقَالَ کَانُوا یَصْلُوْنَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَلَا هٰی لَا تَدُلُّ عَلٰی الْاَقْصَا

علیٰ ذلک (الکوسی) اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ لوگ مختصر ہی رات
 اقام کرتے ہیں پھر عبادت (قیام) کرتے ہیں اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کی جیسا کہ ایک
 جماعت نے ان سے روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح کی، فرمایا وہ لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز
 پڑھتے ہیں اور یہ اس آیت کے اختصار پر دلالت نہیں کرتی تاہم آیت کا واضح مفہوم یہ ہی ہے کہ وہ لوگ
 رات کو بہت کم سوتے ہیں معمولی نیند کے بعد زیادہ حصہ نماز پڑھتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں کی
 رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذرتا ہے خواہ وہ اول یا درمیانی شب یا پچھلی رات میں عبادت کریں اور
 ساری رات نیند نہیں کرتے۔ عن عطاء انه قال فی الایۃ کان ذلک اذا مروا بقیام

اللیل کله فکان ابوذر یعتد علی العشاء فمکثوا شہرین ثم
 نزلت الرخصۃ فما قرعوا ما تیسر منہ اور عطاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
 انہوں (اس آیت کے بارے میں کہا) کہ یوں تھا کہ جب وہ لوگ تمام رات کے قیام کا حکم دے گئے
 اور ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ عشاء کا سہارا لیتے یہاں تک کہ دو مہینے گذر گئے پھر رخصت نازل ہوئی
 پس جو کچھ تم سے میرے سوا کے تلاوت کرو تو یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ رخصت کے بعد بھی وہ لوگ ساری
 رات نہ سوتے۔

وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۔ وہ پچھلی رات استغفار کرتے
 اسحار سحر کی جمع، رات کا آخری حصہ یا صبح سے پہلے کا وقت، یَسْتَغْفِرُونَ وہ بخشش مانگتے ہیں
 الکوسی کہتے ہیں ای حرم مع قلة هجوهم وکثرة تہجدہم یدادمون
 علی الاستغفار فی الاسحار کا نہم اسقوا فی لیلہم الجوامع ولم یغفروا فید یعنی وہ لوگ اپنے کم سونے
 اور اکثر رات کو عبادت کے باوجود سحر کے وقت میں ہمیشہ استغفار کرتے ہیں گویا وہ خیال کرتے ہیں کہ رات
 کے سونے کے باعث ان سے کوئی بڑا قصور سرزد ہو گیا اور عبادت کے لیے فارع کیوں نہ ہو سکے۔
 صحت کہتے ہیں کہ وہ مختصر ہی رات سوتے ہیں پھر مستعد ہو کر سحر ہی تک عبادت کرتے ہیں اور بخشش مانگتے
 ہیں۔ وَقِیْلُ الْمُرَادُ طَلَبُهَا بِالْمَغْفِرَةِ بِالصَّلَاةِ اور کہا گیا ہے ان کا بخشش کا مانگنا نماز کے ساتھ
 ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اخر اللیل فی التہجد احب الی من اولہ
 لان اللہ تعالیٰ یقول رَبِّ اسْأَلْهُمْ یَسْتَغْفِرُونَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 میرے نزدیک رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنا (عبادت کرنا) رات کے پہلے حصہ کی نسبت زیادہ
 پسندیدہ ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور وہ پچھلی رات استغفار کرتے ہیں بخاری و مسلم میں

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر رات کو جب تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ تو اللہ کریم آسمان دنیا پر نزول اجمال فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے میں ہی مالک ہوں کوئی ہے جو مجھ سے دعا ملے اور میں اُس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اُس کو عطا کروں کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگے۔ اور میں اُس کے گناہ بخش دوں۔ آیت کا واضح معنی یہ ہے کہ وہ لوگ یعنی رات چہرہ اور شب بیداری میں گزارتے ہیں اور بہت بخوشی دیر سوتے ہیں اور ہر شب کا آخری حصہ استغفار میں گزارتے ہیں اور ملتے سوجھنے کو بھی قصور سمجھتے ہیں۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔ اور ان کے مالوں میں حق تھا مسکین اور بے نصیب کا (للسائیل) الطالبینہم ان لوگوں سے طلب کرنے والے (والمحروم) وہو المتعفف الذی یحسبہ الجاہل غنیا یحرم الصدقة اور جو مانگنے سے حیا کی وجہ سے امتراز کرتے ہیں باوجودیکہ وہ حاجت مند ہوں اور نادان لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں پس وہ ایسے اکثر لوگوں کو دینے سے رکے رہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے محروم سے مراد وہ شخص ہے جسے غنیمت یا فتنے کے مال سے حصہ نہ ملا ہو۔ وہ لوگ اپنی دولت و مال سے ان لوگوں کو جو سوال کرنے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کو بھی جو حیا، سوال نہیں کرتے پہچان کر ان کو بھی دیتے ہیں اُلوسی کہتے ہیں ای نصیب وافر یستوجبونہ علی انفسہم تقریبا الی۔ اللہ عزوجل و اشفاقا علی الناس فہو غیر الزکاة کما قال ابن عباس و مجاہد یعنی وہ مال جو ان کی ضرورتوں کے بعد بڑا ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے اور لوگوں پر مہربانی کے طور پر بکثرت خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی کہ ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ نے فرمایا۔ اور چہرہ کا بھی قول ہے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت اصلی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اور مقدار مدینہ طیبہ میں یعنی صدقات و خیرات مراد ہیں۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي الْفَسْكَمِ افلا تبصرون ۝ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَيُورِبُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو ۝ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سمجھتا نہیں ۝ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ۝ تو آسمان اللہ میں کذب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے۔ (وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ) اُلوسی کہتے ہیں، دلائل من انواع المعاون والنباتات والحیوانات اور

دلالت من الدخول ارتفاع بعضها من الماء واختلاف اجزائها في الكيفيات والخصائص . قال لیل علی الدلیل
ما فی الارض من الموجودات والظرفیة حقیقیة والجمع علی ظاهره وعلى الثانی الدلیل نفس الارض
الجمعیة باعتبار وجه الدلال واحواله والظرفیة من طرفیة الصفة فی الموصوف والدلالة علی
وجود الصانع جل شانہ وعلمہ وقدرتہ ارادته و وحدتہ وفطر رحمۃ عزوجل .

مفہوم یہ ہے کہ زمین میں نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو معدنیات، نباتات اور حیوانات کی انواع
سے ہیں یا انسانوں کے لیے زمینی رہنے کے لیے اس کے بعض حصے پانی سے بلند کی پر ابھار دیئے گئے اور
زمین بچھا دی گئی اور یہ کہ زمین کے مختلف حصوں کی مختلف کیفیات اور خواص کیا ہیں۔ پس پہلی نشانی تو اس
سے متعلق ہے جو زمین میں سے موجودات سے اور کیفیات و حالات اور مستفاد خاصیات کہیں کر ہیں اور
دوسری نشانی نفس زمین ہے کہ اس کے اوپر نباتات و حیوانات، انواع انبیا کی کثرت و دلالت کر رہی ہے
کہ ان کا نباتات والا واجب الوجود کا علم متناہی اور قدرت کاملہ کا مالک ہے اور اس نے اپنے فضل و رحمت
سے ان تمام کائنات کو خلق کیا ہے۔

بعض علماء تفسیر کا قول ہے کہ حرف و عطف ہے اور تمام آیات جو او سے شروع ہوئی ہیں درحقیقت
انکرم نفی قولی مختلف ، سے متعلق ہیں کیونکہ کفار کو ان امور میں اختلاف و انکار تھا جب کہ حقیقت یہ نہیں
ہے عطف مدحیہ آیات پر ہے جو محسنین کی تشریح میں مذکور ہے جس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے
لیے زمین میں علم الہی، قدرت نامہ اور خلایق و ربوبیت کی واضح نشانیاں ہیں اور وہ ان علامات و نشانات قدرت
کو دیکھ کر غور و فکر کرتے ہیں۔

(للموقنین) للموحدین الذین سلكوا الطريق السوي البرهاني الموصل
الى المعرفة فهم نظارون بعيون باصرة وافهام نافذة۔

یعنی وہ لوگ جو ایک خدا کو ماننے والے ہیں اور اس راہ پر چل رہے ہیں جو دلائل سے معرفت کے ساتھ مربوط
ہے پس وہ اپنی بنیاد نکھیل اور عقل نامہ کے ذریعہ ان امور کا نظارہ کر رہے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہوا کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت و حکمت کے نشانات ہیں جو
اس کی عظمت پر دلالت کر رہے ہیں اور اہل عقل و بصیرت اس کا نظارہ کرتے ہیں۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۔ اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ اِیٰ فِی دُرِّ اَنْفُسِكُمْ اَیَاتٌ ۔ یعنی تمہاری ذاتوں میں نشانیاں ہیں مفہوم یہ ہے کہ تمہاری
خلقت و پیدائش میں اور تمہارے بدنی و جسمانی تغیرات میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے

ایسے بے شمار عجاائب و غرائب ہیں جن سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و ربوبیت کا پتہ چلتا ہے اور شان معلوم ہوتی ہے انسانوں کی مشکلوں، زبانوں، رنگوں، طبائع، مزاجوں، عقل و دانش، فہم و حوراک، قبول حق و الہیہ چلنے کی قابلیت کا تفاوت اہل بصیرت کے لیے بہت بڑی نشانیاں ہیں اور بے ساختہ کہتے ہیں

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (اَفْکَلًا تَبْصُرُونَ) مچھ کر یا تم کو دکھائی نہیں دیتا، اَلَوْسَى کہتے ہیں اِیْ
اَلَا تَنْظُرُونَ فَلَا تَبْصُرُونَ بعین البصیرت مراد ہے کہ تم نہیں دیکھتے پس کیا تم نگاہ بصیرت سے نہیں دیکھتے
اس میں یا تو مشکروں سے خطاب ہے یا پھر مومنین کو نگاہ بصیرت سے دیکھنے کی دعوت ہے یعنی اے جسکی ہانکنے والو (کفار) تمہیں وہ نشانیاں نظر نہیں آئیں جو اہل یقین اور پرمیزگاروں کو نظر آتی ہیں۔

واضح معنی یہ ہے کہ تمہارے اپنے دھرم میں قدرت و عظمت الہی کے بے شمار نشان ہیں جو اہل بصیرت پر روشن ہیں اور مشکروں کو دعوتِ نظارہ دیکھ رہے کہ تمہیں یہ باتیں کیوں نظر نہیں آئیں حالانکہ اہل یقین اُسے بخوبی دیکھتے ہیں اور عظمت پروردگار کا اقرار کرتے ہیں کہ تمہیں یہ باتیں کیوں نظر نہیں آئیں حالانکہ اہل یقین اُسے بخوبی دیکھتے ہیں اور عظمت پروردگار کا اقرار کرتے ہیں کہ بے شک وہی خالق ہر دو عالمِ عظمت و بکیت والا ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ • اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا ہوا ہے
وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے، اَلَوْسَى کہتے ہیں اِلٰی تَقْدِيرٍ وَتَعِينِهِ اِد
اسباب رزقکم من النیرین والکواکب والمطالع والمغارب التي تختلف بها الفصول التي هي
مبادی الرزق فالکلام علی تقدیر مضاف اور لغوی جعل وجوہا لاسباب فیہا کجود المسبب،
ذهب غیر واحد الی ان السماء السحاب وهي سما غنة والمواد بارزق والمطر فانه سبب الاوقات وروی تفسیره بذلك مرفوعاً

یعنی اللہ نے جو مقدور متعین فرمایا ہے یا تمہارے پھر اسباب ہیں رزق مراد ہیں پھاندا سورج، ستاروں اور مٹی کے طلوع و غروب اور پھر ان سے پیدا ہونے والے مفید و مضر امور سبقت الہی کی آفاقی نشانیاں رزق کے پیدا ہونے کا سبب ہیں پس یہ گفتگو بر تقدیر معنی ہے یا مراد یہ ہے کہ اُس پروردگار نے یہ سبب اسباب بنائے ہیں اور یہی سبب اسباب کے وجود پر دلیل بھی ہیں اور بعض نے کہا سماء سے مراد اسباب (بادل) سے اور بعض نے لغت سے مراد اس سے مراد بادل کے ساتھ رزق ہے کیونکہ وہی ان اقوات کا مالک ہے اور اس کی تفسیر مراد عامرونی ہے۔

بعض آدمی نے اسرار سے مراد بادل اور رزق سے مراد اسباب
رزق ہیں۔

(وما توعدون) عطف علی رزقکما والوہی توعداً وندہ من خیر وشر کما روی عن مجاہد و فی روایۃ اخری عنہ وعن الضحاک — ما توعدون — الجنة والنار وهو ظاهر فی ان النار فی السماء وفيہ خلاف وقال بعضهم وهو الجنة وهي على ظہر السماء السابعة تحت العرش، وقيل: امر الساعة، وقيل: الثواب والعقاب فانہما مقداران معينان فیہا۔

(و) رزقکما پر عطف ہے یعنی وہ امر جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو خیر و شر سے جیسا کہ مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ایک دوسری روایت میں ان سے اور ضحاک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ما توعدون سے مراد جنت اور دوزخ ہے اور وہ اس میں ظاہر ہے کہ دوزخ آسمان میں ہے اور اس میں اختلاف ہے اور بعض نے کہا کہ وہ جنت ہے جو ساتویں آسمان کی پشت پر عرش کے نیچے ہے اور کہا گیا مراد امر قیامت ہے اور کہا گیا مراد ثواب و عذاب ہے کیونکہ یہ دونوں امور اس میں مقدر و معین ہیں جہاں تک ان اقوال کا تعلق ہے سب ثواب میں سوائے صغاک کے قول کے کہ اس سے مراد جنت و دوزخ ہیں کیونکہ جنت تو بلاشبہ آسمان پر ہے مگر دوزخ زمین کے نیچے ہے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے تاہم اس تاویل کی ضرورت صرف اسی صورت میں ہے جب مخاطبین صرف مومنین و محسنین ہوں اور اگر خطاب میں مومن و کفار دونوں مراد ہوں تو اس تاویل کی گنجائش نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے اسباب رزق معین و مقرر کر رکھے ہیں اور آسمان سے بارش کر کے رزق سے نوازے۔ اور آخرت کے ثواب و عذاب کا وعدہ تفصیل سب آسمانوں میں مکتوب ہے تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (فَوَيْلٌ لِلْكَافِرِينَ مِنَ الْيَوْمِ الَّذِي يَأْتِيهِمُ الْمَوْتُ فِي الْآثَرِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ) تو آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے، و قسم یہ ہے جو کلام کو موکد کرنے کے لیے ہے اور بیخار کا یہی طریقہ ہے کہ مخاطب کا انکار جس درجہ کا حق ہے خبر دینے والا کلام کو اسی قدر موکد کر کے بیان کرتا ہے، ال (لحق) تاکید سی ہے اور فرمایا بار بار ہے یہاں اسی طرح حق و جواب ہے جس طرح انسان کا اپنا بولنا اور کلام ایک واضح روشن اور محسوس و معلوم حقیقت ہے یہاں مثل (تشبیہ) کا استعمال اس لیے ہے کہ روشن حقیقت کا انکار مشکل ہوتا ہے جس طرح انسان کا نطق و کلام واضح و محسوس ہے اسی طرح وہ باتیں جو کچھ آیات کی تفصیل میں نشانات اللہ آیات الہی، وعدہ عذاب و ثواب، غیر و شر اور رزق کے بارگاہیں گزریں حق ہیں اور خداوند قدوس نے قسم یاد فرما کر اس بیان کو قوی و موکد کر دیا ہے اور ابن ابی ساتمہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جن کے لیسان کے پروردگار نے قسم یاد فرمائی پھر بھی

انہوں نے اسے سچا نہ سمجھا، تو اس آیت میں تشبیہ و قسم اظہارِ صفائیت، اتقاقِ حق اور تاکیدِ حق کے لیے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ ذاریات ۲۶

ہل اَشْكُ حَدِيثَ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمَكْرَمِيْنَ ۝	اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز جہانوں کی خبر آئی۔
اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا مَّقَالٍ سَلَامٍ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝	جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناسا لوگ ہیں۔
فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهِ فَبَاذِلٍ يَّعْجَلِ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَدْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۝ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۝ رَبُّنَا الَّذِيْ يُعَلِّمُ عَلِيْمٌ ۝	پھر اپنے گھر گیا تو ایک فریب بھڑلے آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔
فَاَقْبَلَتْ اِمْرَاَتُهُ فِيْ صَوْرَةٍ فَضَلَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ مَجْجُوْا عَقِيْمٌ ۝	اس پر اس کی بی بی چلاتی آئی۔ پھر اپنا ماتھا کھونٹکا او بولی کیا بڑھیا یا بچہ۔
قَالُوْا كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ وَاِنَّهُ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝	انہوں نے کہا تمہارے رب نے یونہی فرمادیا ہے اور وہی حکیم دان ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ ذاریات ۲۶

هَلْ كِیَا	اَشْكُ اُٹھتی تیرے پاس	حَدِيْثُ بَابُ	ضَيْفٌ جہانوں
اِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کی	الْمَكْرَمِيْنَ عزت والوں کی	يَّوْجِبُ قَدْرٌ	دَخَلُوْا داخل ہوئے
عَلَيْهِ اس پر	فَقَالُوْا بولے	سَلَامًا سلام	قَالَ کہا
سَلَامٌ سلام	قَوْمٌ قوم تھی	مُنْكَرُوْنَ نا پہچان	فَرَاغَ تو گیا

الی طرف	اہلہ اپنے گھر کی	نجات تو لایا	بجلی بچھا
سمیں موٹا	فقربہ پھر قریب کیا اسکو	ایہم انکی طرف	قال کہا
الہ کیا نہیں	تاکلون کھاتے تم	فادجن تو چھپایا	منتم ان سے
خیفہ ڈر کو	مقالوا بولے	لانہ	تخف ڈر
و اور	بشرو بشارت دی	اسکو	بقلام لڑکے
علیم علم والے کی	فاقلت تو آئی	اھرتہ اسکی بیوی	رفا بیچ
صوتہ حیرت کے	فصکت تو اسنے ہاتھ مارا	وجھہ اپنے چہرے پر	و اور
قالت بولی	عجوز بڑھیا	عقیم بائجھ	قالوا کہنے لگے
کذاب اسی طرح	قال کہا ہے	ذکرتیرے رب نے	انہ بیشک وہ
هو وہی	الحکیم حکمت والا	العلیم جانتے والا ہے	

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورۃ ذاریات

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّسْكِرُونَ ۝ فَرَأَىٰ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ فَأَوْحَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَخْرَةٍ فَصَكَتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ قَالُوا كَذَابٌ لِّكَ ۖ قَالَ رَبِّكُمُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی ۝ جب وہ اس کے پاس آکر بولے سلام کہا سلام ناشناس لوگ ہیں ۝ پھر اپنے گھر گیا تو ایک ذریعہ پھر طالع آیا ۝ پھر اسے ان کے پاس رکھا کہا کیا تم نہیں کھاتے ۝ تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈریے نہیں ۝ اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی ۝ اس پر اس کی بی بی چلائی پھر اپنا ماتھا کھٹو لگا اور بولی کیا بڑھیا بائجھ انہوں نے کہا تمہارے بے یونہی فرما دیا ہے اور وہی حکیم و داناس ہے ۝

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۖ اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز

(هَلْ أَتَاكَ) استفہام انکاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کی خبر بندہ بعدی دی جا

چکی ہے۔

رَحَدِيثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيمَ عِدَّتْ بِمَعْنَى سَكَايَتِ وَقَصْرِ ضَيْفٍ، اَلْوَسَى كَقَوْلِهِمْ فِي اَلْاَصْلِ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى اَلْمِيلِ وَ لَذَلِكَ يُطْلَقُ عَلَى الْوَاحِدِ وَ الْمُتَعَدِّدِ 'اَصْلٌ فِي لَفْظِ ضَيْفٍ مَصْدَرٌ'، مہانوں کے معنوں کے ساتھ ادراکی لیے اس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے اور متعدد پر بھی ان مہانوں کی تعداد کیا تھی تو اس میں اختلاف ہے اَلْوَسَى کہتے ہیں۔ قیل: كانوا اثني عشر ملكاً، وقيل: ثلاثة جبرائيل وميكائيل و اسرافيل عليهما السلام وسموا ضيفاً لانهم كانوا في صورته الضيف ولان ابراهيم عليه السلام جهم كذلك کہا گیا ہے کہ وہ بارہ فرشتے تھے۔

اور کہا گیا کہ تین تھے جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور انہیں مہان کا نام دیا گیا اس لیے کہ وہ مہانوں کی صورت میں تھے اور اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ایسا ہی گمان کیا، محمد بن کعب کا قول ہے جبرائیل اور ان کے ہمراہ سات فرشتے اور تھے جبکہ سدی کا قول ہے کہ یہ گیارہ فرشتے تھے نورانی چہرہ کے ساتھ مرد لڑکوں کی صورت میں۔

(۱) المکومین) معزز۔ اَلْوَسَى کہتے ہیں اِیْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ کَمَا قَالَ الْحَسَنُ فَهُوَ کَقَوْلِهِ تَعَالٰی فِي الْمَلٰٓئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ) اور عند ابراہیم علیہ السلام اِذَا خَدَمَهُمْ بِنَفْسِهِ وَ زَوْجَةٍ لِّعْنَى مَعْزَرِ اللّٰهِ کے نزدیک جیسا کہ حسن نے کہا پس وہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ علیہم السلام کے باریں قول کی طرح ہے۔ یعنی وہ معزز بندے ہیں یا پھر حضرت ابراہیم کے نزدیک جبکہ انہوں نے اور ان کی زوجہ نے خود ان کی خدمت کی تھی۔

رَاۤذَ خَلَوْا عَلَيْهِ) جب وہ اُس کے پاس آئے یعنی کہ جب مہان اُسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے

(فَقَالُوا سَلَامًا) پھر بولے سلام یعنی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کو سلام کہتے ہیں (قَالَ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ السَّلَامُ عَدَلَ بِهٖ اِلَى الْوَفْعِ بِالْاِبْتِدَاءِ لِقَصْدِ الثَّبَاتِ حَتّٰی یَكُوْنَ تَحِیَّۃُ اَحْسَنٍ مِنْ تَحِیَّتِهِمْ اِخْتِذَا بِمَنْزِلِ الْاَدَبِ وَالْاِکْرَامِ

یعنی تم پر سلام ہوا سلام بطور اجلہ اسمیہ کہا تاکہ سلامتی کی دعا بھیجی کیلئے اور ان کا جواب سلام ملائکہ کے سلام سے بہتر ہو جائے اور ایسا ادب اکرام کیلئے تھا کیونکہ سلام کا بہتر جواب بلاشبہ الہیہ کے موافق ہے اور صالحین کا یہی طریق ہے۔

(قوم منکون) ناشناس لوگ، اُلوسی کہتے ہیں وانہ علیہ السلام قالہ فی تفسیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اپنے جی میں کہا تھا کہ ناشناس لوگ ہیں۔ ایک قول ہے لان اذماہم واشکالہم متکلمین علیہم آپ نے ناشناس لوگ اس لیے کہا کہ ان لوگوں کی وضع قطع اور شکل و صورت جس پرکہ وہاں کے لوگ تھے مختلف تھے۔

(فَوَاعَ إِلَىٰ أَهْلِهِ) اذْهَبَ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ خَفِيَةٍ مِنْ ضَيْفٍ، یعنی مہمانوں سے پوشیدہ طور پر اپنے گھر والوں کے پاس گئے تاکہ مہمانی سجالائیں۔ اہل سے مراد گھر والے ہیں یا فقط حضرت سارہ سلام اللہ علیہا فجاءَ بِمِجْلٍ سَمِينٍ ہ پس آئے ایک فریہ بچہ کے ساتھ۔ مِجْل گائے کے بچہ کو کہتے ہیں۔ جب بڑا ہو جائے تو ثور (بیل) کہتے ہیں، سین محتلی الجمد بالشعر واللحم جس کا جسم گوشت سے بھرا ہوا ہو۔ اور چربی والا ہو۔ فجاءَ پس وہ آئے ف عجلت کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلدی سے ایک فریہ بچہ کو ذبیح کیا اور بھون کر (پکوا کر) لے آئے کیونکہ ان کے ہاں یہی مولیٰ تھے۔ (بیل گائے۔ بچہ وغیرہ)

(فَقَرَبَ إِلَيْهِمْ) بھرا سے ان کے پاس رکھا۔ یعنی کھانا مہمانوں کے پاس لا کر کھا، اُلوسی کہتے ہیں بان وضعہم لدیہم وفیہ دلیل علی ان من الکلام الضیف ان یقدم لہ اکثر مما یأکل وان لا یوضع ویدعی الضیف الیہ۔ یعنی آپ نے کھانا لا کر مہمانوں کے پاس رکھا۔ یعنی اور اس میں دلیل یہ ہے کہ مہمان کی تکریم میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ کھانا اس کے سامنے لا کر رکھے تاکہ اس میں جس قدر چاہے، متبادل کرے اور یہ نہیں کہ کھانا کسی اور جگہ لگا دے اور مہمان کو کھانے کی طرف بلائے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ لگانا اور مہمانوں کو کھانے کی طرف بلانا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں فیض بن گیا ہے۔ سنت کے خلاف ہے (قال الا تاكلون) کہا کیا تم کھاتے نہیں جب فرشتوں نے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم کھاتے نہیں اُلوسی کہتے ہیں۔ قیل، عرض الا کل فان فی ذالک تانیسا للضيف، وقیل انکار لعدم ترضیہم الا کما گیا ہے کہ آپ نے انہیں کھانے کے لیے کہا تاکہ اس میں مہمانوں کے لیے انیت دہن ہو اور بلا جھجک مشغول ہوں اور کہا گیا ہے فرشتوں کے طعام کو نہ کھانے کی وجہ سے کہا کہ وہ پس پیش یا انکار نہ کریں اور کھائیں میں کہتا ہوں کہ الا تاكلون میں تعریف بھی ہے کیونکہ اگر وہ حقیقتاً مہمان ہوتے تو بالضرور کھاتے اور چونکہ انہوں نے کھانے سے تعرض کیا تو آپ نے کہا کیا تم کھاتے نہیں یعنی فرشتے ہو اس لیے فرشتوں کو طعام کی حاجت نہیں اور اس سے وہ پاک ہیں انکی خوراک ذکر الہی ہے۔ اور اگلی آیت میں خوف کی علت یہی ہے۔

فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ ط وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝

نواسنے جی میں ان سے ڈرنے لگا وہ بولے ڈرے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔
 (فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً) فادجس دی میں غموس کیا خیفۃ ڈر خوف تو اپنے جی میں ان سے ڈرنے لگا اُکوسی
 کہتے ہیں فاضل فی نفسہ منہم خوفاً لما رای علیہ الصلوة والسلام امرأہم عن طعمہ وظن ان ذالک لشر
 یرید ونہ فان اکل الضیف اُمنة ودلیل انبساط نفسہ وللطعام حرمة وزمان والامتناع منہ وحشة ملا حجة
 لظن الشر وعن ابن عباس انہ علیہ السلام وقع فی نفسہ انہم ملائکة ارسلوا للعباد فاجاب حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ کھانے کی طرف رغبت نہیں کرتے اور پہلو تہی کرتے ہیں تو گمان کیا کہ یہ معاملہ خرابی پر
 مبنی ہے جو وہ چاہتے ہیں (دشمن ہیں) پس اگر دھماں کھا لیتے تو خیر ہوتی اور ان کے دل کے لیے یہ امر بہ خوش ہوتا
 اور کھانے کے لیے بھی تکریم ہوتی اور کھانے سے رکنا اور مائل نہ ہونا وحشت انگیز امر تھا جس سے خرابی کا گمان
 ہوا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ فرشتے
 ہیں اور ان کو عذاب کے لیے بھیجا گیا ہے۔ پس آپ کو خوف ہوا۔
 (قَالَ لَا تَخَفْ) وہ بولے ڈرے نہیں۔

قَالُوا فَرِشْتَةٌ بَرَاءٌ لَا تَخَفْ ۖ ڈرے نہیں۔ اُکوسی کہتے ہیں انہوں نے کہا انا رسل اللہ تعالیٰ۔
 کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں وقیل مع تحقیق انہم ملائکة اور تحقیق سے کہا گیا ہے
 کہ بے شک وہ فرشتے تھے یعنی ان فرشتوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اس لیے آپ خوف نہ کریں۔
 وبشروہ اور اُسے خوشخبری دی ای بواسطہم یعنی فرشتوں کے واسطے سے یہ خبر دی۔
 بِغُلَامٍ سَامِعٍ طَائِفٍ ۖ غلام کے مراد یہاں حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں، اُکوسی کہتے ہیں هو عند الجہود
 اسحق بن سائرۃ وهو الحق للتصمیم علی انہ المبرورۃ فی سورۃ ہود والقصة واحدة علم کے مراد یہاں جمہور کے
 نزدیک حضرت اسحق علیہ السلام ہیں جو سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور نص کے مطابق یہی حق ہے
 کیونکہ سورہ ہود میں بشر کے مراد یہی ہیں اور یہ قصہ بھی ایک ہی ہے لہذا یہاں کوئی اشکال نہیں۔
 عَلِيمٍ ۖ علم والا۔ اُکوسی کہتے ہیں عند بلوغہ واستوانہ وفیہ تبشیر لحياتہ۔ یعنی بالغ ہو کر اس
 لڑکے کو کمال علوم حاصل ہوگا۔ اقداس میں انہی طول عمر کی بھی بشارت ہے۔

(فَاقْبَلَتْ آمْرًا فِي حَسْرَةٍ) اس پر ان کی بی بی سہلائی آئی۔

فَاقْبَلَتْ پس آئی امراء اس کی بیوی یعنی سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا۔ فی حسرة سہلائی ہوئی

اُکوسی کہتے ہیں سارة لما سمعت بشارتهم الی بیتہا وکانت فی زاویۃ تنظر الہم وفی التعمیر والتکبیر انہا کانت فی خد متہم
 فلما تکملوا مع زوجها بولادتها استرحیت واعرضت عنہم فذکر اللہ تعالیٰ خلقہ بلفظ الاقبال علی الاہل دون الوہاب وعن الملائکة

جب سیدہ سارہ نے اپنے گھر میں ان کی خوشخبری سنی اور وہ پورے سے انہیں دیکھ رہی تھیں اور تعجب کر رہی تھیں کہ وہ یعنی حضرت سارہ ان کی خدمت میں مشغول تھیں پس جب فرشتوں نے ان کے شوہر سے بیٹے کی ولادت کے بارے میں گفتگو کی انہیں حیا آئی اور آپ نے ان سے (فرشتوں سے) اعراض کیا پس اللہ تعالیٰ نے اُس کا بیلن لفظ اقبال کے ساتھ کیا ہے اور فرشتوں سے اور ادبار کے ساتھ نہیں کیا مطلب یہ ہے کہ سارہ ایک جگہ سے دوسری جگہ آئیں نہیں بلکہ وہیں چلانا شروع کیا یہ چلانا کیا تھا وقیل، قولھا اذ وقیل، یا ویلتی، انہوں نے کہا، ہائے خرابی۔ فَصَلَّيْتُ وَجْهَهَا، پھر اپنا تھا

مخوٹا آ لوسی نکھتے ہیں قال مجاہد، حُرِيتْ بِيَدِهَا عَلَى جِبْهَتِهَا وَقَالَتْ، يَا وَيْلَتَا هَذِهِ امْرَأَةٌ جَدَّتْ حَوَارَةُ الدَّمِ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا مِنَ الْحَيَاءِ وَقِيلَ: اِنَّهَا لَطَمَتْهُ تَعْجَبًا وَهِيَ فَعَلَ النِّسَاءُ اِذَا تَعَجَّبْنَ مِنْ شَيْءٍ، مجاہد نے کہا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا ہائے خرابی اور کہا گیا ہے انہوں نے حیض کے خون کی گرمی محسوس کی تو شرم سے منہ ڈھاٹک لیا اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے تعجب کی وجہ سے اپنا منہ چھپا لیا اور یہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے جب وہ کسی چیز سے متعجب ہوتی ہیں یا عجیب و غریب امر دیکھتی ہیں تو شرم کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔

(وقالت عجوز) ای انا عجوز انہوں نے کہا کہ میں بوڑھی ہوں۔

(عقیم) بانجھ۔ عاقراً تکلیف الد یعنی بانجھ ہوں کیونکہ جنوں کی حضرت سارہ کی عمر اس وقت نوے سال تھی۔

(قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ) بولے تمہارے رب نے یونہی فرما دیا ہے

ای مثل ذالک القول الکرم الذی اخبرنا به یعنی یہ رب کریم کے فرمان کے مطابق ہے جس کی ہمیں خبر دی گئی۔ قال ربک) وانما نحن معبودون تخبرک به عنده عزوجل لا انا نقول من تلقاء انفسنا۔ اور ہم تمہیں اسی بات کی خبر دے رہے ہیں جس بات کی پروردگار جل جلالہ نے خبر دی ہے اور ہم اپنے پاس سے یا اپنے جی سے بنا کر نہیں کہہ رہے ہوں یعنی یہ پروردگار کا فرمان ہے کسی کہتے ہیں روایت ہے کہ پیرائیل علیہ السلام نے سیدہ سارہ سے کہا اپنے گھر کی چھت کی طرف دیکھو پس انہوں نے دیکھا کہ اُس کی بڑی پتوں اور پھلوں سے لدی ہیں۔ اس میں قدرت ربانی کی طرف اشارہ تھا۔

انہ ہوا الحکیم العلیم۔ بے شک وہ حکمت والا دانہ ہے۔ یعنی صنعت و ایجاد میں حکیم ہے اور العلیم سے مراد یہ ہے کہ وہ ماضی و حال و مستقبل سب کو جانتا ہے اور اس کا علم لا متناہی ہے اور اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ بعضہ تعالیٰ آج ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۶ ۲۶ پارہ مکمل ہوا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ فاریات کی

قَالَ فَاصْطَلِبُكُمْ رَبُّهَا الْمُرْسَلُونَ
قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حُمُودًا مِّنْ طِينٍ
مَّسْمُومَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ

ایراسیم نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام ستائے۔
بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔
کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر پھوڑیں۔
جو تیرے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے
لیے نشان کیے گئے ہیں۔

فَاخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

تو ہم نے جو اس شہر میں ایمان والے تھے وہ
نکال لیے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بِلَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ
وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ
الْأَلِيمَ

تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔
اور ہم نے اس میں نشانی رکھی ان کے لیے جو دردنا
عذاب سے ڈرتے ہیں۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِينٍ

اور موسیٰ میں جب ہم نے اسے روشن سند لے کر
فرعون کے پاس بھیجا۔

فَتَوَلَّىٰ بُرْكُوبَةً وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ

تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادو گر ہے یا
دیوانہ۔

فَاخَذْنَا مَسَدًا وَجَنُودًا فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ
وَهُوَ مُلِيمٌ

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال
دیا اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ
مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَنتَ عَلَيْهِ إِلَّا جَعلَتْهُ
كَالْعِصِيِّ

اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔
جس چیز پر گذرتی اسے کلی ہوئی چیز کی طرح کر کے
چھوڑتی۔

وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْعُوا فِي جِبِئِكُمْ
فَاسْتَعْصَمُوا

اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک
برت لو۔

تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کرکڑی آگیا۔
تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ ہی وہ بدلہ لے سکتے تھے۔
اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

فَعْتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذْنَا مِنْهُمُ الصُّوْفَةَ
وَهُمْ يَنْظُرُونَ
فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا
مُنتَصِرِينَ
وَقَوْمُ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا
فَاسِقِينَ

حل لغات رکوع دوم سورۃ ذاریات پ

قَالَ كَلِمًا الْمُرْسَلُونَ فَرَسُوهُ وَلَّى طَرْفَ عَلَيْهِمْ اِنْ مَسْقُوتَةً نَّشَارٍ وَالْوَلَّى لِيَسْ فِيهَا اِسْ وَجَدْنَا بِآيَاتِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِيهَا اِسْ الْعَيْنَ قَبْلَ عَذَابِ مُوسَى مُوسَى اِلَى طَرْفِ قَتَلَى تَوْبَهُ مَعْرِ جَادٍ وَجَنُودُهُ اِسْ	فَمَا يَحْكُمُ قَالُوا بَلَى قَوْمٌ قَوْمٌ جَاهِدَةٌ عِنْدَ نَزْدِيكٍ فَمَا خَوْجُنَا تَوْنُكَلِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِيهَا اِسْ آيَةُ نَشَانِ الْأَلِيمِ اِذْ جَبَّ فِرْعَوْنُ فِرْعَوْنِ بِأَنَّهُ لَكَرْسِيَّتِ أَوْ فَبَنَدُومٍ فَبَنَدُومٍ	خَطْبُكُمْ كَامٍ أَنَا مَجْرُمِينَ مِنْ طِينٍ رَبِّكَ فَمَا خَوْجُنَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِيهَا اِسْ آيَةُ نَشَانِ الْأَلِيمِ اِذْ جَبَّ فِرْعَوْنُ فِرْعَوْنِ بِأَنَّهُ لَكَرْسِيَّتِ أَوْ فَبَنَدُومٍ فَبَنَدُومٍ	آيَاتِهِ أَرْسَلْنَا لِنُرْسِلَ مِنْ طِينٍ رَبِّكَ فَمَا خَوْجُنَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِيهَا اِسْ آيَةُ نَشَانِ الْأَلِيمِ اِذْ جَبَّ فِرْعَوْنُ فِرْعَوْنِ بِأَنَّهُ لَكَرْسِيَّتِ أَوْ فَبَنَدُومٍ فَبَنَدُومٍ
---	--	---	--

فَقِيلَ لَهُمْ تَوْبَتُمْ لَكُمْ فَتُجَنَّبُكُمُوهُ وَهُوَ قَتْلُ	فی بیچ	الْیَمِّ دَرِیَاکے
وَأُورِ	محلیم۔ ملامت کیا گیا	و۔ اور
فَیْ یُجِ	اِذْ جَبَّکَہ	اَلْاَسْلَمَ یُجِی بہنے
عَلِیْمُہُ اِنْ یُرِ	اَلْعَقِیْمُ بَابِجھ کرنے والی	مَا۔ نہیں
کَیْ دَ جِیو رخی تھی	اَنْتَ کہ آئی	عَلِیْمَ۔ اس پر
اَلَا بَکَہ	کَا لَرِیْمِ۔ بوسیدہ	و۔ اور
فَیْ یُجِ	اِذْ جَبَّکَہ	قِیْلُ کہ گیا
کَم۔ اِن کے لیے	حَتّٰی۔ ایک	حِیْن۔ وقت تک
فَعَتُوا۔ تو سرکشی کی انہوں نے عَنْ اَمْرِ حَکَمِ	دِہم اپنے رب سے	فَاَخَذَ تَوْبَتُہُ۔ تو پکڑا انکو
اَلْحَقِیْقَۃُ کَرک نے	ہُو۔ وہ	یَنْظُرُوْنَ۔ دیکھتے تھے
فَمَا تَوَہ	اَسْتَطَاعُوا۔ طاقت رکھی انہوں نے	مِنْ قِیَامِ۔ کھڑا رہنے کی
و۔ اور	کَا تَوَا۔ ہوئے وہ	مَنْتَصِرِیْنِ۔ بدلہ لینے والے
و۔ اور	نُوح۔ نوح	مِنْ قَبْلِہُ اِن سے پہلے
اَنہُمْ بَدِیْکَہ	نُومَا۔ لوگ	قَسِیْحِیْنِ۔ فاسق

مختصر تفسیر اردو دوسرا رکوع سورہ ذاریات پ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝

کہا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے۔

قَالَ حَضْرَتُ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے کہا

فَمَا خَطْبُكُمْ یعنی تمہارے آنے کی وجہ کیا ہے یا یہ کہ اس بشارت کے سوا تمہارا اور کیا کام ہے

ایہا المرسلون اے بھیجے ہو یعنی معزز فرشتو

واضح مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معزز فرشتوں سے ان کے آنے کا مقصد دریافت

کیا کیا یادہ صرف حضرت اسحق علیہ السلام کی بشارت ولادت کے لیے آئے ہیں یا پھر کسی اور مہم کے لیے بھی آئے

آئے ہیں۔

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۖ بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔
قَالُوا وہ فرشتے بولے۔ انہوں نے جواب دیا۔

اَنَا اور سنا ہم بھیجے گئے ہیں۔ یعنی ہماری آمد کا مقصد یہ ہے ایک مجرم قوم کو عذاب دیں۔
اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ایک مجرم قوم کی طرف، یعنی قَوْمِ لُوطِ عَلَیْہِ السَّلَام، اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہے جو کندے انغال میں مبتلا و مشغول تھی یہ لوگ ڈاکو اور لٹیڑے تھے۔ یہ ملا بے حیائی کا مظاہرہ کرتے اور لوگوں کیساتھ برے کام کی ابتدا انہوں نے ہی کی، انہوں نے لوط علیہ السلام کی تکذیب کی اس لئے مجرم قوم کہا کہ ان کے جرائم شدید و تبلیغ تھے اور وہ انتہائی مفسد و بے باک تھے۔

لَنُرْسِلَ عَلَیْہِمْ حَآجَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۚ کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر پھوڑیں۔
مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِنَمْلِكُ مِنْہُمْ فِیْہِ ۚ جو تمہارے رب کے پاس حصے بڑھنے والوں کے کے لیے نشان کر رکھے ہیں۔

لَنُرْسِلَ عَلَیْہِمْ تاکہ ہم ان پر برسائیں (چھوڑیں)

یعنی ان کی بستیوں کا اوپر کا حصہ ادا ان کے نیچے کا حصہ کر دیں یعنی بستیاں اُلٹ پلٹ دیں یا اوپر نیچے کر دیں۔

(حَجَارَةٌ مِّنْ طِیْنٍ) اسی طین متعجرو و هو السجیل - یعنی وہ مٹی جو پتھر بن جاتی ہے اور وہ کنکر ہے، پتھر کے کنکر، سنگریزے۔

فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم قوم لوط کی بستیوں کو اوپر نیچے کر دیں اور پتھر کے کنکر ان پر برسائیں۔

مُسَوَّمَةً نشان لگا ہوا معلّمۃ من السومۃ وہی العلامة علی کل واحدۃ منها اسم من یہلک بہا وقیل: اعلمت بانہا من حجارة العذاب بعلامة تدل علی انها لیست من حجارة الدنیا

وہ ناموں سے نشان زدہ تھے اور یہ نشانی تھی اس امر کی کہ ان میں سے ہر ایک جسے ہلاک کرنے کا حکم ہے ہلاک ہو گا اور کہا گیا ہے وہ نشان دار تھے کیونکہ وہ عذاب کے پتھر تھے اور کہا گیا نشان دار سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کے پتھروں میں سے نہ تھے، قنادہ نے کہا کہ ان پر سب سے بڑے خطوط تھے جب حسن سعدی کا قول ہے ان پر مہر لگی ہوئی تھیں۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ ہلاک ہونے والا کا نام پتھر پر مقرر تھا۔

(عِنْدَ رَبِّكَ) تمہارے رب کے پاس انہا فی علم اللہ تعالیٰ معنٰی وہ اللہ تعالیٰ کے علم

میں متعین و مقرر تھا۔

(المسرفین) حد سے بڑھنے والوں کے لئے۔ المجاوزین الحد فی الجور، یعنی ان لوگوں کے لیے جو فسق و فجور کے امور میں حد سے گزر گئے تھے مراد قوم لوط کے لوگ ہیں جو جلال کو چھوڑ کر حرام میں مبتلا ہوئے لواطت جیسے حلیث فعل کے مرتکب ہوئے اور تمام حدود کو بھلا کر گئے۔
فَاَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ تو ہم نے اُس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال دیے۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان

پایا۔

فاخرجنا پس ہم نے نکالے، فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے گھر کے لوگ راتوں رات چلے جائیں اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے، یعنی ان کا نکلنا ہمارے امر سے تھا یا یہ کہ ہم نے فرشتوں کو اس کی ہدایت کی تھی۔ لہذا ہم نے ہی نکالا اور نکلنے کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔
(مَنْ كَانَ فِيهَا) (جو اس شہر میں تھے) ای فی قری قوم لوط واضمارھا بغیر ذکر شہر تھا

یعنی جو قوم لوط کی بستیوں میں تھے بستیوں کے لئے ضمیر کے ساتھ ذکر اس لئے کہا کہ وہ مشہور تھیں۔
(مَنْ الْمُؤْمِنِينَ) مَن اَمِنَ بِلَوْطَ عَلَيْهِ السَّلَامُ یعنی ان لوگوں میں سے جو لوط علیہ السلام پر ایمان لائے واضح مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ لوگ رات کے آخری حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے نکل جائیں اور آپ لوگوں میں سے کوئی منہ پھیر کر نہ دیکھے، البتہ تمہاری زوجہ منہ پھیر کر دیکھے گی تو اُس پر بھی ہلاک ہو نہ والوں کی طرح کا پتھر پڑے گا اور وہ بھی ہلاک ہو جائیگی تو یہ لوگ راتوں رات بستی سے نکال دیے گئے اور یہی آیت کا مقتضی ہے۔

(فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ) پس ہم نے وہاں ایک ہی گھر پایا ای غیر اهل بیت للبيان لقوله

یعنی ایک گھر والوں کے سوا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

(مَنْ الْمُسْلِمِينَ) مسلمانوں سے، فالکلام بتقدیر مضاف وجوزان یواو بالبيت نفس الحاجة مجازاً

پس کلام بر تقدیر مضاف ہے اور جو مجاز اولالت کرتا ہے کہ بہت گھر سے مراد کچھ لوگ ہوں اور انہی سے مراد ہے مسلمانوں سے، اُلو سی کہتے ہیں کما اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم۔ عن مجاهد لوط وابنتاه جیسا کہ ابن منذر اور ابن حاتم نے مجاہد سے نسخہ کی ہے کہ من المسلمین سے مراد لوط علیہ السلام اور انکی دو بیٹیاں تھیں، واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر انه قال، کانوا ثلاثة عشر۔ اور ابن ابی حاتم

نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وہ تیرہ لوگ تھے۔

ماضیہ مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں نے ان بستیوں میں ایک ہی گھر مسلمانوں کا پایا اور اس گھر کے لوگ لوط علیہ السلام اور اہل دو صاحبزادیوں پر مشتمل تھے جب کہ بعض نے کہا کہ وہ تیرہ شخص تھے امدان کے لوط سبھی کفار فساق و فجار تھے جن کے لیے ہلاکت مقدر ہو چکی تھی۔

وَتَوَكَّنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ۝

اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں (وَتَوَكَّنَا فِيهَا) اور ہم نے باقی رکھی اِی فی القرطی یعنی ان بستیوں میں، مطلب یہ ہے کہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کے بعد ان بستیوں میں نشانی رکھی۔

(آیۃ) نشانی۔ علامہ حالۃ علی ما احصاہم من العذاب، قال ابن جیح، حی اجار کثیرۃ منصورۃ وقیل، تلک الاجار القاہلکوا بہا، وقیل، ما رمتن قال الشہاب، کانه جعیۃ طبریہ

یعنی نشانی جو دلالت کرتی ہے اس پر جو انہیں عذاب سے پہنچا، ابن جبریل نے کہا وہ کثرت کیساتھ پتھروں کے ڈھیر ہیں اور کہا: وہ پتھر تھے جن کے ساتھ وہ ہلاک کئے گئے۔ اور کہا گیا کالاسر، بدبودار پانی شہاب نے کہا گویا کہ وہ بیکھرہ طہریہ ہے، یہ نشانی عبرت کے لیے رہنمائی دیتی۔

لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں، اَلوَسٰی کہنے میں ای من شانہم ان یخافوا السلاخۃ فطرحہم ورقۃ قلوبہم من عذابہم من خوی القلوب العاسیۃ فانہم ولا یعتدون بہا ولا یعدونہا آیۃ، یعنی جو لوگ اپنی فطرتی سلامتی کے لیے لور رقت قلبی کو جوہرے اس سے ڈرتے ہیں اور انہیں دشمن جانتے ہیں برعکس ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں سچ ہے وہ نہ تو اس کا خوف رکھتے ہیں اور نہ انہیں اس سے عبرت ہوتی ہے، ماضیہ مفہوم یہ ہے کہ یہ نشانی ان لوگوں کے لیے عبرت و نصیحت ہے جو اللہ نے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ ان نشانات کو دیکھ کر گریہ ناری کرتے ہیں اور سلامتی کے طلبگار ہوتے برعکس ان لوگوں کے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں اور وہ فکر آخرت سے بے گانہ ہیں اور سرکش ہیں۔

وَفِی مَوسٰی اِذَا رَسَلْنٰہُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝

اور موسیٰ میں جب ہم نے سناٹے روشن سند دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔

وَفِی مَوسٰی اور موسیٰ میں بھی عطف علی (وَتَوَكَّنَا فِيهَا) یتقدیر علی لہ اِی وجعلنا فی مَوسٰی

عطف تَوَكَّنَا والی آیت ہر ہے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارسال میں بھی ایک نشانی تھی اور

جملہ مکمل معطوف ہے اور یہ فیما بر عطف ہے یہاں کہ آیت میں عامل کے مناسب ہے۔
 (اذا رسلنا) جب ہم نے اُسے بھیجا وقیل بعد حذف ای کائنۃ وقت ارسلنا اور کہا گیا
 ہے کہ محذوف کے ساتھ یعنی بھیجنے کے وقت میں جو کچھ تھا واضح معنوم یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام
 فرعون کی طرف بھیجے گئے اس وقت آپ کو نشانبات مل گئے
 لای فو محنون بسلطان قبین ساتھ کھلی دلیل فرعون کی طرف - حوماً ظہر علی ید یدہ من المعجزات
 وہ یہاں کہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ پر عظیم معجزات کی صورت پر ظاہر ہوا یعنی عصا، ید بیضار، سمندر میں راستے، پتھر سے
 چشموں کا بھونٹا وغیرہ۔

فَقُولِي بَرِّكْنِي وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝

تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادو گر ہے یا دیوانہ۔

رَقُولِي بَرِّكْنِي) تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا، فتولی پس وہ پھر گیا۔ بَرِّكْنِي اپنے لشکر کے ساتھ اور
 فتاوہ نے کہا الرکن بمعنى القوم رکن قوم کے معنی میں ہے وقیل: قولی بقوتہ وسلطانہ والوکن يستعار
 للقوة اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی قوت شرکت اور قوم کی وجہ سے پھر گیا اور رکن میں قوت کی طرف اشارہ ہے
 آلوسی کہتے ہیں فاعرض عن الايمان بموسى عليه السلام پس فرعون نے اپنے بھتیجے کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام پر
 ایمان لانے سے اعراض کیا۔

وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝

وقال اور کہا یعنی فرعون نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ساحر جادو گر ہے یا دیوانہ۔

(او مجنون) یا دیوانہ، آلوسی کہتے ہیں کان اللعین جعل ما مظهر علی ید یدہ علیہ السلام من الخوارق
 العجیبة منسوبة الى الجن وتروى في انه حصل باختیاره فيكون سحرًا او بغير اختیاره فيكون
 جنونًا وهذا مبني على دعيه الفاسد والافالسعوليس من الجن كما بين في محله فاقول للشك وقيل
 الابهام وقال ابو عبيدة: هي بمعنى الواو لأن اللعين قال الامرين قال: ان هذا الساحر عليم وقال
 انه رسول كمال الذي ارسل اليكم لمجنون وانت تعلم ان اللعين يتلون ملعون الحمار فلا ضرورة بعد عوالت جعلها بمعنى الواو
 فرعون نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست کرم پر عجیب خوارق ظاہر دیکھے تو شک جن کی
 طرف منسوب تھا اس میں متردد ہوا کہ اگر انہوں نے اپنے اختیار سے حاصل کیے ہیں تو یہ جادو ہوگا اور اگر
 ان کے اپنے اختیار کے بغیر ہے تو یہ جنون ہے اور یہ اس کے فاسد گمان و وہم پر مبنی تھا اور یہ سحر (جادو) تو وہ
 جن سے نہیں ہوتا یہاں کہ اس موقع و محل سے واضح ہے پس "او" شک کے لئے کہا اور کہا گیا کہ ابہام کے لئے

اور ابو عبیدہ نے کہا یہاں او داؤ کے معنی میں ہے کیونکہ لعین نے وہ باتیں کہیں کہ یہ تو علم والا سجادو گرسے اور کہا بے شک تمہارا رسول وہ شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر دلو اس ہے اور معلوم کرنا چاہتے ہو کہ لعین نے ایسا بلا ضرورت کہا اور اس نے یہاں اوتے سے مراد وہی لیا ہے۔

تاہم میں کہتا ہوں کہ اس کے دونوں قول متضاد تھے، مجنون کیوں کہ جادوگر ہو سکتا ہے۔ اور سادو گرسے ہوتا ہے اور عقلمند کا مجنون کہنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے، درحقیقت فرعون، لعین خود عقل سے گورائھا اور سادو گرسے کا حکم علیہ السلام کے دست کرم سے معجزات قاہرہ و باہرہ کا صدور دیکھ کر بے ہنگمی ہانکنے لگا اور خیالات غدار میں الجھ گیا اور حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔

فَاَخَذْنَاهُ وَجُنُوْدَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلَيَّمُهُ وَفِي عَادٍ اِذَا ارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَةَ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَنْتَ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلْنَاهُ كَالْزَمْيْمَةِ

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو بکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس چیز پر گذرتی اسے گلی ہوئی پھیر کی طرح کر چھوڑتی۔ (فَاَخَذْنَاهُ وَجُنُوْدَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ) تو ہم نے اُسے اور اس کے لشکر کو بکڑ کر دریا میں ڈال دیا پس ہم نے اُسے بکڑ لیا یعنی فرعون کو، (وجنودہ) اور اس کے لشکروں کو بکڑ کر فرعون کے لشکر کو جو موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کا تعاقب کر رہا تھا۔ (فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ) ان کو غرق کر دیا۔

(فِي الْيَمِّ) فی البحر یعنی دریا میں

آپ کو پس رکھتے ہیں والمواد فاغرقناہم فیہ، وفی الکلام من الدلالة علی غایۃ عظم شان القدرۃ الوہابۃ نہایت حماقت فرعون وقومہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا اور یہاں کلام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمتوں کی غایت وجہ دلالت ہے اور فرعون اور اس کی قوم کی انتہائی سرکشی کا اظہار ہے۔

(وَهُوَ مُلَيَّمُهُ) اور وہ اپنے کو ملامت کر رہا تھا، آکوسہی کہتے ہیں ویکون الملام علیہ ہذا الکفر و

الطغیان هو الذی یقتضیہ حال فرعون وهو ما یختلف باعتبار من وصف بہ فلا یتوہم انہ کیف وصف اللعین بما وصف بہ ذوالنون علیہ السلام۔

اور یہاں ملامت کرنے سے مراد کفر و طغیان (سرکشی و بغاوت) ہے جو کہ فرعون کے خیال کی مقتضی ہے اور وہ اس کے اوصاف کے اختلاف کے اعتبار سے ہے پس یہاں یہ وہی ہے جو فرعون کی انتہائی سرکشی کا اظہار ہے۔

اس طرح خود کو ملامت کرنے لگا جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ قرآن عظیم میں ہے۔
 فَالْقَمَّةَ الْخَوْتُ وَهُوَ مَلِيمٌ۔ پھر اُسے (حضرت یونس علیہ السلام) کو ٹھپلی نے لگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت
 کرتا تھا یعنی انہوں نے نکلنے میں جلدی کی اور قوم سے الگ ہونے میں امر الہی کا انتظار نہ کیا۔ لیکن یہاں فرعون
 کا خود ملامت کرنا مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ قابل ملامت افعال کے ارتکاب کی وجہ سے ملامت کا
 مستحق تھا اور بعض نے کہا کہ وہ خود کو ملامت کرتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لایا اور یہ ان پر کیوں
 طعن کیا جیسا کہ اُس کے کلام سے بھی ظاہر ہوا قرآن عظیم میں ہے حتیٰ اذا درکنا الفرق قال امنت انت لئلا
 الا انی امنت بہ بنی اسرائیل الخ یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آیا، بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے
 جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ لیکن اس کا ایسا کہنا حالت اختیار میں نہ تھا بلکہ اضطراب میں تھا اور وہ ایمانی
 وقت کو کھو چکا تھا تاہم واضح مفہوم یہی ہے کہ وہ خود ہی اپنے کفر و کبر اور سرکشی کی وجہ سے قابل ملامت تھا۔
 لا و فی عاد اذ ارسلنا علیہم اعداؤنا من قبلنا فوجہم فوجہم۔

(و فی عاد) اور قوم عاد کی ہلاکت میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان پر اُنڈھی بھیجی۔

اذا ارسلنا علیہم جب کہ ہم نے ان پر بھیجی۔ یعنی قوم عاد پر اُنڈھی بھیجی۔

والرحم العقیقہ ریح لا بركة فیہا ولا متفعة ولا یزول غیث ولا یلقع بہا شجر۔

ایسی ہوا جس میں برکت و بھلائی نہ ہو اور نہ ہی نفع ہو اور نہ ہی اُس سے بارش برے اور نہ ہی درختوں

کو فائدہ پہنچے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت میں نشان قدرت ہے اللہ نے اس قوم پر ایسی اُنڈھی بھیجی جس

میں خیر و برکت نہ تھی اور اس نے انہیں ہلاک و برباد تہس تہس کر دیا اور ان کی بڑی کاٹ دی۔ یہاں عقیقہ

کے لفظ سے عورتوں کے بانجھ پن کی طرف بھی اشارہ ہے یعنی جس طرح سے عقیقہ عورت سے نسل نہیں

برہتی بلکہ منقطع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے قوم عاد پر ایسی ہوا بھیجی جو ان کی نسل کو کاٹ دینے والی تھی

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ نصرت بالصبا و اهلکت عاد الدبور میری صبا

کے ساتھ مدد کی گئی اور قوم عاد کھجوا (پچیم) کی ہوا سے ہلاک کی گئی۔

ما تَدْر من شیء انت علیہ جس چیز پر گزرتی۔

(ما تَدْر من شیء) ما تَدْر شیء نہ چھوڑا کسی شے کو یعنی اُس ہوا نے نہ کسی شے کو چھوڑا

(انت علیہ) جوت علیہ جس چیز پر بھی وہ گزرتی یعنی وہ ہوا جس چیز پر سے بھی گزرتی اُس نے اُسے

برباد کر دیا۔

(الاجعلتہ کالرمیم) مگر اُسے بناؤ الاریزہ ریزہ خاک کی طرح۔

(جعلتہ الآ) مگر اُس کو بنایا حایہ والشیٰ حنا عامر مخصوص اسی میں شیٰ ارحام اللہ تعالیٰ تدبیر
واہلکۃ من ناس او حیاء او شجر او غیر ذلک روی ان الوج کانت تجر بالناس فیہم الوجل من عاففت فرعۃ من ینہر
وتہلکۃ الا یہاں حال یہ ہے اور غشی یہاں عام مخصوص ہے۔ یعنی جس چیز کا بھی اللہ نے تباہ ہلاک کر کے ارادہ
فرمایا انسانوں میں سے یا بستیوں میں سے یا درختوں میں سے یا ان کے علاوہ اشیاء کا ارادیت ہے کہ آندھی لگیں
میں سے گزند فی جن میں قوم عاد کے لوگ ہوتے تو انہیں ان کے درمیان ہی ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہلاک کر دیتی
(کالرمیم) مگر ہوئی شے کی طرح، ریزہ ریزہ خاک کی طرح۔

رمیم کالفظ تم سے مشتق ہے، رَمَمَ کے معنی گل سہانا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، فرسودہ ہونے کے ہیں
ک تشبیہ کے لیے وفسر السدی حنا بالتراب اور یہاں سد سی نے تفسیر کی ہے کہ خاک کی طرح ریزہ
ریزہ ہو گئی اور فتادہ نے کہا پودہ پودہ ہو گئی واضح معنوم یہ ہے کہ وہ ہوا قوم عاد کے لوگوں پر عذاب بن کر آئی اور جس
شے پر سے بھی اُس کا گذر ہوا خواہ وہ آدمی ہو یا اموال و سمان و غیرہ جن کے لیے بھی ارادہ الہی ہلاکت کا ہوا۔
اُسے گلا کر رکھ دیا اور یوں کر دیا جیسے ریزہ ریزہ خاک ہو یا مدتوں کی فرسودہ ہو یا اس آندھی نے سب کو جلا کر رکھیا
وَفِی ثَمُودَ اِذْ قَبِلَ لَهُمْ تَمَتُّوعًا حَتِّیْ ۚ
فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذْنَا تَهُمُ الصَّیْغَةَ
وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ۚ
فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِیَاسٍ وَمَا کَانُوْا
مَنْتَصِرِیْنَ ۚ

(و فی ثمود) اور ثمود میں یعنی قوم ثمود کے ہلاک میں بھی نشانیاں ہیں۔

راذیل لهم تمتعوا حتیٰ حین جب انہیں کہا گیا ایک وقت تک برت لو۔

آلوسی کہتے ہیں اخرج البیہقی فی سنتہ عن قتادۃ انه ثلاثۃ ایتام والیہ ذهب الفرار وجماعۃ
امام بیہقی نے اپنی سنن میں فتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ثمود کی قوم کو تین دن کی مہلت دی
گئی یعنی ان لوگوں سے کہا گیا کہ اپنے گھروں میں تین دن تک عیش کر لیں اور حیات زندگانی کے مزے لے لیں
اور فرار اللہ ایک جماعت اسی طرف گئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے قول کی تفسیر ہے جیسا کہ
ارشاد ہے تمتعوا فی دارکم ثلاثۃ ایتام کہ تم لوگ اپنے گھروں میں تین روز تک فائدہ اٹھاؤ آلوسی
کہتے ہیں۔ واستشکل بان هذا التمتع مؤخر عن العتول لقوله تعالیٰ فعقولها قتال تمتعوا وراس میں اشکال

یہ ہے کہ تہمت "فائدہ اٹھانا منبرے اٹھانا" عتو (نافرمانی) سے منحصر ہے یا پہلے جیسا کہ ارشاد باری ہے پس جب انہوں نے اوٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو فرمایا تم فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین روز تک۔ وقلہ تعالیٰ افعتو عن امرہم یدل علی ان العتو امر عبادہ لئلا یتعدوا تعالیٰ کا قول کہ پس انہوں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی دلالت کرتا ہے کہ عتو منحصر ہے۔ تاہم یہ مہلت کا زمانہ (تین دن) ان کی نافرمانی کے بعد ہی مستحق ہے اور اس مقام پر حکایت کے طور پر بیان ہے جس سے مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ قوم شہود کو مہلت اس لیے دی گئی تھی کہ پہلے ہلاکت کے لیے منتظر رہیں یا بدائیت قبول کریں لیکن انہوں نے صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا نہ ان پر ایمان لائے اور نہ ہی ان کی اطاعت کی اور اٹھا اوٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور بعض نے کہا عتو احشائیں سے مراد وقت موت تک زندگی کی مہلت ہے اور اس سے اشکال ہے

بے ہی نہیں رہتا۔
فَعَتَوْ عَنْ أَمْرٍ رَبِّهِمْ پس انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔
یعنی قوم شہود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، آپ پر ایمان نہ لائے اور آپ کی دعوت حق قبول نہ کی اور اسی حد تک سرکشی کا مظاہرہ کیا کہ صالح علیہ السلام کی اوٹنی جو نشانات قدرت سے تھی اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا۔

فَاخَذَ تَهُمَا الصَّعْقَةَ وَهَرَيْنِظَرُونَ۔ پس انہیں آگیا کڑک نے ان کی آنکھوں کے سامنے۔
فَاخَذَ تَهُمَا الصَّعْقَةَ، اى اهلكتهم، روى ان صالحا عليه السلام وعدهم
الاهلاك بعد ثلاثة ايام وقال لهم تصبغ وجوهكم غدا مصفرة وبعد غد
محمدة واليوم الثالث مسودة ثم يصبعكم العذاب ولها روايات الايات التي بينهما عليه
السلام عمدوا الى قتله فجاه الله تعالى فذهب الى ارض فلسطين ولما كان صخرة
اليوم الرابع تحفظوا ونكفوا بالانقطاع فاتهم الصاعقة وهي نار من السماء وقيل صيحه منها فهلكوا۔
یعنی انہیں ہلاک کر دیا، روایت ہے کہ صالح علیہ السلام نے ان سے تین دن کے بعد ہلاکت کا وعدہ کیا تھا
اور ان سے کہا تھا کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور کل کے بعد سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو
جائیں گے پھر تمہیں عذاب پہنچے گا اور جب انہوں نے اس مہلت کے درمیان نشانیاں دیکھیں تو ان لوگوں
نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا پس اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا تو ارض فلسطين کی طرف پہلے گئے اور جب چوتھے
دن دوپہر کا وقت ہو گیا تو اودھ اپنی سرکشی و بغاوت میں اڑتے پھرتے تھے کہ اچانک انہیں کڑک نے آلود
اور سیاہ آسمان سے آگ تھی اور کہا گیا آسمان سے چنگھ اڑیا خوفناک آواز تھی جس سے سب ہلاک ہو گئے۔

روہم ینظرون) اور ان کی آنکھوں کے سامنے (یعنی وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے)
وان المراد ینظرون الیہا وقال مجاہد ینظرون) بمعنی ینتظرون ای وہم ینتظرون الاختصاص
لعذاب فی تلك الايام الثلاثة راویہا علامۃ وانتظار العذاب الشد من العذاب۔
اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور ایمان مجاہد نے کہا
یہاں ینتظرون کے معنی میں ہے، یعنی وہ بیٹھے جانے اور عذاب کے منتظر تھے ان تین دنوں میں انہوں
نے عذاب کی علامتیں دیکھ لی تھیں۔

اور وہ عذاب کے منتظر تھے اور عذاب کا انتظار عذاب سے شدید تر تھا
واضح مفہوم یہ ہے کہ انہیں تین روز کی ہولت دی گئی اور اس کے بعد ان کی آنکھوں کے سامنے
آسمان سے خوفناک آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور سارے ہلاک ہو گئے۔
رفما استطاعوا من قیامہ تو وہ کھڑے نہ ہو سکے
یعنی جب عذاب نازل ہوا تو اس سرعت کے ساتھ اور اتنا اچانک آیا کہ انہیں اٹھ کر بھاگنے کی ہولت
بھی نہ ملی اور قنادر کا قول ہے کہ زمین سے اٹھ بھی نہ سکے

روما کانوا منتصرین ہ) اور وہ نہ بدلے سکتے تھے۔
یعنی ان کی عاجزی و بے بسی کی یہ حالت تھی کہ وہ خود کو عذاب سے نہ بچا سکے اور نہ ہی بھاگ سکے بلکہ
غایت درجہ سرکش تھے اور بے باک تھے۔ لیکن ان پر عذاب اس طرح مسلط کیا گیا کہ وہ بے بس ہو کر رہ گئے
اور انہیں دوزخ کے لیے کچھ بھی نہ بچھا، اور ہلاکت سے بچ نہ سکے۔
وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ کَانُوا قَوْمًا فَسِقِیْنَ ع
اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ
فاسق لوگ تھے۔

رو قوم نوح) : اور قوم نوح : اور قوم نوح کی ہلاکت میں بھی عبرت اور نشانی ہے۔
(مِّنْ قَبْلُ) پہلے سے ای من قبل هؤلاء المہلکین یعنی ان ہلاک ہونے والوں
سے پہلے پہلے کہ قوم لوط، فرعون، قوم عاد، اور قوم ثمود کی ہلاکت سے پہلے ہم نے قوم نوح کو بھی ہلاک کیا تھا ان
کی نافرمانیوں کی وجہ سے۔

اِنَّهُمْ کَانُوا قَوْمًا فَسِقِیْنَ ہ بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔ اَلوسی کہتے ہیں۔
خارجین عن الحد و دینما کَانُوا قَوْمًا فَسِقِیْنَ من الکفر والمعاصی قوم نوح کے لوگ کفر و معاصی کی وجہ سے حدود سے
بھاگ گئے تھے۔ یعنی سرکشی و بغاوت میں مدد سے بڑھ چکے تھے۔

بما حاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ ذاریات پک

اور آسمان کو ہم نے ماکھوں سے بنایا اور بیشک ہم وسعت دیئے والے ہیں۔
اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔
اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے تاکہ تم دھیان کرو۔

تو اللہ کی طرف بھاگو بیشک میں اس طرف سے تمہارے لیے صریح ڈرنا کے والا ہوں۔

اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ کھڑے بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈرنا کے والا ہوں۔
یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔

کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ رہے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں ہے۔

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔
اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا دیں۔

بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ۝

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ ۝

وَلَا تَقْبَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ مَّرْجُونٌ ۝

أَتَوْا أَصْوَابَهُ بِقُلُوبٍ غَاغِيَةٍ ۝

فَقَوْلُ غَنَمٍ قَمَآءٍ أَنتَ بَشَرٌ مِّثْلُهم ۝

وَذَكَرْنَاكَ الذِّكْرَ الَّتِي تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝
وَمَا خَلَقْتَ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

مَا أَرِيدُ مِنْهُم مِّن ذَرْفٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطِيعُونِ ۝

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝

تو بے شک ان ظالموں کے لیے عذاب کا ایک
باری ہے جیسے کہ ان کے ساتھ والوں کے لیے
ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔
تو کافروں کی غلری ہے ان کے اس دن سے
کا وعدہ دیے جاتے ہیں۔

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ
أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَهْلِكُونَ •

مُؤْمِلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ اللَّهِ يَوْمَ هُمْ
يُوعَدُونَ •

حل لغات رکوع سوم سورۃ ذاریات پ ۲

و۔ اور	السَّمَاءِ - آسمان	بَنَيْنَاهَا بَنَاءً مِمَّنْ اسکو بانیوں سے
و۔ اور	إِنَّا - بیشک ہم	لَمُوسِعُونَ - وسعت دینے والے ہیں۔
و۔ اور	الْأَرْضِ - زمین	فَرَشْنَاهَا - بچھایا ہم نے اسکو قِشْم - تو لپھے ہیں
و۔ اور	الْمَاهِدُونَ بچانے والے	مِنْ بَرٍّ - جس ایک
و۔ اور	تَحْتَ جَنَّتِ بچنے کے	لَكُمْ لَكُمْ تَمَ - تم کو تم کو
و۔ اور	تَحْتَ جَنَّتِ بچنے کے	اللَّهُ - اللہ
و۔ اور	إِنَّا - بیشک میں	نَدْبُورُ - ڈرانے والا ہوں
و۔ اور	مَبِينٍ - ظاہر	أَتَحْلُوا - بناؤ
و۔ اور	مَعَ - ساتھ	أَحْمَرُ - دوسرا
و۔ اور	إِنَّا - بیشک میں	مَعْدُورُ - ڈرانے والا ہوں
و۔ اور	مَبِينٍ - ظاہر	أَتَى - آیا
و۔ اور	الْأَدْيِينَ - لکے پاس	مِنْ دَسُوكِ - کوئی رسول
و۔ اور	الْأَمْرِ - امر	أَدْبَا -
و۔ اور	تَجَنُّونَ - دیوانہ	بِهِ - اس کی
و۔ اور	بَلَدٍ - بلکہ	طَاغُونَ - سرکش
و۔ اور	فَتَوَلَّوْا - تو منہ پھیر	أَنْتَ - تو

بِمَلُومٍ مَّامُوتِ کیا گیا
 الذِّکْرُ ہی نصیحت
 دے۔ اور
 تَنْفَعُ فائدہ دیتی ہے
 خَلَقَتْ پیدا کیا میں نے
 الّا نگر
 اَدْبُدُ چاہتا میں
 دے۔ اور
 يَطْعَمُونَ کھانا کھلاتی ہیں مجھ کو
 هُوَ وہی ہے
 الْمُتَيْنِ قدرت والا
 مِثْلُ مِثْلُ
 يَسْتَعْجِلُونَ جلدی کریں مجھ سے
 كَفَرُوا کافر ہوئے
 يَوْمَ عَدُوْنِ وعدہ دیے جاتے ہیں۔
 فَاَتَى بَشِك
 دے۔ اور
 كَيْعْبُدُ كُنْ تاکہ وہ میری عبادت کریں
 هُمْ اُن سے
 مَا يَنْهَى
 الرِّزَاقِ روزی دینے والا
 فَاَن تَوْبِيْشِك
 دُؤْب باری
 خَدُّ صَاحِبِ
 لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوا ظَالِمُوْنَ کُتْلِيْ
 اَحْبَبْتُمْ اُنکے ساتھیوں کے
 فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ خَرَابِيْ
 اَلَّذِيْ کہ اس کا
 اَلَّذِيْ کہ اس کا

مختصر تفسیر اردو تیسرا کوع سورہ ذاریات پک

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَهَا يَآيُدِ وَإِنَّا لَمُوْسِعُونَ ۝ وَالْأَرْضَ فَوَّشْنَهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ۝
 اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں ۝ اور زمین کو ہم نے فرش
 کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔
 وَالسَّمَاءَ اور آسمان ای وبنینا السماء یعنی ہم نے آسمان کو بنایا۔
 بَنَيْنَهَا يَآيُدِ ہم نے ہاتھوں سے بنایا ای بقوۃ یعنی قوت کے ساتھ اور ایک قول ہے دست
 قدرت کے ساتھ اور یہاں آيُدِ کا لفظ مجازاً کہا گیا ہے۔
 وَإِنَّا لَمُوْسِعُونَ اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔
 ای لقادرون من الوسع بمعنی الطاقة یعنی ہم قوت اور طاقت والے ہیں اور وسع یہاں
 طاقت کے معنی میں ہے۔
 وَقِيلَ لِّلَّذِيْنَ بَنَيْنَا بِرِزْقٍ وَاسِعَةٍ اَوْ رَقِمْ يَوْمَ تَكُونُ الْاَرْضُ رَاقًا ثُمَّ تُنْفَسُ كَمَا نَفَسُ
 قَوْمٍ يَوْمَ يَكُونُ الْاَرْضُ رَاقًا ثُمَّ تُنْفَسُ كَمَا نَفَسُ قَوْمٍ يَوْمَ يَكُونُ الْاَرْضُ رَاقًا ثُمَّ تُنْفَسُ

اور ایک قول یہ ہے کہ مشرک و شرک کے بار میں جو کچھ پیچھے گزرا یہ سب پروردگار جل و علا کی ایجاد و تخلیق ہے اور وہ قیامت کے روز مردوں کو زندہ کرنے پر بالکل قادر ہے اور جو بھی ان امور کے اندر غور و فکر کرے گا۔ اس پر عظمت قدرت مدین ہو جائیگی۔

فَقَرَأَ إِلَى اللَّهِ طِرَافَ لَكُمْ مِنْهُ
نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝
تو اللہ کی طرف بھاگو، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

فَقَرَأَ إِلَى اللَّهِ ط - تو اللہ کی طرف بھاگو۔
اگر کسی کہنے میں تفریع علی قولہ سبحانه (وَلَا تَكْفُرُوا بِالْآيَاتِ الَّتِي تَذَكَّرُونَ) وَهُوَ تَحْشِيلٌ لِلْإِعْتِسَامِ بِهِ سبحانه وتعالى و بتوحید و عزوجل والمعنی قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقرأ إلى الله) یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ یعنی شاید کہ تم دھیان کرو کی ہی تصریح ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اسوہ کو چھوڑ کر اللہ اور اس کی توحید کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اسی ہی کی بندگی کرو اور مراد یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو صرف حق تعالیٰ ہی کی طرف بھاگو اور تمام چیزوں سے منہ موڑ لو، اور متوجہ رہو اللہ ہو جاؤ۔ اسی کی عبادت کرو اور یہی حقیقت نفس الامری کا مقتضا ہے۔

رَافِ لَكُمْ مِنْهُ بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے۔
ای من عقابہ تعالیٰ المعدلین لیسیر فی الیہ سبحانه ولعمریہ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کی توحید کا اقرار نہیں کرتا اس کے لیے ہے حق تعالیٰ کی طرف سے عذاب و سزا ہے اور یہ کہ میں تمہیں اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں کیونکہ نافرمانی کا منطقی نتیجہ عذاب الہی کا نزول ہے۔
نَذِيرٌ مُبِينٌ) صریح ڈرانے والا ہوں۔

بین کونہ مندر آمن اللہ سبحانه بالمعجزات، اور بین) ما یجب ان یحذر عنہ) یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن دلائل اور معجزات کے ساتھ آیا ہوں اور تمہیں صریحاً یعنی کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں اور تمہارے لیے واجب ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میری دعوت قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ طِرَافَ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ كَذَلِكَ مَا آتَى
الذَّائِقِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ ۝ أَنْتَ أَصَوَابٌ بَلَدٌ
هُمْ قَوْمٌ طَاعُونَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ۝

اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر

سنانے والا ہوں یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی کہہ کر بھاگ کر
 ہے یا دیوانہ کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہہ رہے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں تو اسے بڑبڑ
 تم ان سے منہ پھرو، تم پر کچھ الزام نہیں

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔
 عَظُفٌ عَلَى الذَّمِّ وَهُوَ مَعَى الشِّرْكِ صَرِيحًا عَلَى نَحْوِ وَحْدُوهِ وَلَا تَشْرِكُوا وَمِنَ الْإِفْكَ
 الْمَأْثُومَةِ: لِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔

یہاں امر بے عطف (واؤ) ہے اور اس سے مراد ہے کہ ذات باری اور استحقاق معبودیت میں کسی کو
 شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ تم شرک نہ کرو اور اذکار ماثورہ سے ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ نہیں
 ہے کوئی معبود مگر اللہ جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

رَافٍ كَحَرْفَتِهِ تَذِيْرٌ مَبِينٌ، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے ڈر سننے والا
 ہوں۔

وكرر قوله تعالى الله تعالى نے اپنے اس قول کو دہرایا ہے، اور یہاں تکرار تاکید کے لیے ہے،
 آؤسی کہتے ہیں لا اتصال الا قول بالامو واتصال هذا بالنبی والغرض من كل ذلك الحث على التوحيد والمبالغة
 كلام الہی کا تکرار یہاں متصل ہے اول امر کے لیے اور اس جگہ یعنی مہی مومنہ کے لیے اور اس سب کا مقصود
 توحید پر زور دینا ہے اور نصیحت میں مبالغہ و تاکید کرتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ لوگ شرک اور گناہوں سے
 باز رہیں اور اللہ کی طرف متوجہ رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب الہی سے ڈرنے والے ہیں۔

(كذلك) اسی طرح، یونہی ای الامر مثل ذلك تقریر و تاکید علی عامر یعنی یہ معاملہ یونہی رہا ہے
 جیسا کہ گذشتہ آیات میں گذار اور کفار کا طریقہ کچھ پیغمبروں سے یونہی رہا ہے جیسا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ
 (مَا آتَى الَّذِينَ مِنِّي فليعلم من رسول) جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا

آؤسی کہتے ہیں الاشارة الى تكذيبهم الرسول عليه الصلوة والسلام وتسميتم اياه وحشا سحرًا ومجنونًا
 اس میں اشارہ ہے کفار کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے کی طرف اور آپ کو ساحر یا مجنون کہنے کی طرف مبالغہ
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایسے نہیں تھے لیکن کفار کا یہی خیوہ رہا کہ وہ خدا کے رسولوں کو یونہی ساحر و مجنون کہتے
 رہے اور من قلیلہم سے مراد یہاں قبل قریش ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قریش نے ہی ایسا نہیں
 کہا بلکہ قریش سے پہلے جو لوگ سراقہ میں ہو گئے ہیں ان کی طرف جو بھی رسول آئے ان لوگوں نے انہیں اسی طرح
 کہا اور ان کی تکذیب کرتے رہے من رسل سے مراد ان رسول من رسل اللہ یعنی جو بھی اللہ کی طرف سے

رسول بن کر آیا ان لوگوں نے اُسے ساحر و مجنون کہا اور لغات و سرکشی میں وہ لوگ بھی ایسے ہی تھے۔
 (اَلَّذِیْنَ قَالُوا سَاحِرٌ وَّجُنُونٌ) مگر یہ لے جادوگر ہے یا دیوانہ۔
 (اَلَا قَالُوا) فی حقہ یعنی اس رسول کی شان میں بے ہودہ ہو چکے۔

اور بحر میں ہے کہ یہ ساحر اور مجنون کہنے میں تفصیل ہے کیونکہ بعض نے کہا جادوگر اور بعض نے کہا دیوانہ اور بعض نے جادوگر اور دیوانہ کہا تو ضمیر میں سب کہنے والے جمع ہو گئے اور یہی دلالت کر رہا ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ صرف قریش اور کفار مکہ پر ہی منحصر نہیں بلکہ ان سے پہلے جتنی قومیں اور لوگ گذرے جب بھی خدا کے رسول میں سے کوئی ان کے پاس امر بالمعروف نہ کر مبعوث ہوا تو ان لوگوں نے اس رسول کی تکذیب کی اور اس کی شان میں نازیبا الفاظ کہے، بعض نے جادوگر کہا، بعض نے دیوانہ کہا اور بعض نے جادوگر اور دیوانہ کہہ کر ان کی مخالفت کی اگر قریش بھی اس طرح کہتے ہیں تو اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اور اچھے کا ہے۔ کیونکہ اگلے پچھلے کافروں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ رسولوں کی مخالفت میں یہی کچھ کہتے رہے ہیں۔

وَأَتَوَا صُوبَهُ كَمَا أَلِيسَ مِنْ أَمْرِ دُوسَرِ كَوِیَ بَاتِ كَبَرِ رَسَمِ هُنَّ
 تَعَجِبُ مِنْ أَجْمَاعِهِمْ عَلَى تِلْكَ الْعِلْمَةِ الشَّيْعَةِ أَفَ كَانَ الْإَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ
 إِذْ هِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِهَذَا الْقَوْلِ حَتَّى قَالُوا جَمِيعًا

کفار کے ان بے ہودہ کلمات (ساحر و مجنون کہنے) کے کہنے پر اجماع انتہائی تعجب خیز ہے یعنی کفار نے پہلے اپنے کچھلوں کو یہ وصیت تو نہیں کی کہ تم انبیاء و رسول کو بھٹکانا اور ان کی شان میں اس طرح کی نازیبا اور بیہودہ باتیں بنانا، لیکن چونکہ سرکشی و لغات کی علت اگلے اور پچھلے کافروں میں ایک جیسی ہے لہذا گمراہی کے طوفان میں بہہ کر ایک جیسا ہی کہتے ہیں اور رسولوں کی مخالفت میں ان کی یہودہ کوئی ایک دوسرے کے موافق ہو گئی اور ایک قول یہ ہے (اِنَّكَ لَتَتَوَاصَوْنَ اَحٰی مَا تَوَاصَوْا) کہ ہمزہ سوالیہ انکار کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگلے کافروں نے ایک دوسرے کو وصیت نہیں کی تھی کہ تم (بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَآغُوتٌ) بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

اَخْرَابُ عَنْ اَنْ التَّوَاصَى جَامِعُهُمْ اِلَى اَنْ الْجَامِعَ نَهَى عَلَى ذَلِكَ الْقَوْلِ مَشَارَكَتُهُمْ فِي الطَّغْيَانِ
 باہم وصیت کرنے سے یہ مراد ہے کہ ان کفار نے باہم وصیت نہیں کی تھی کیونکہ ان کے درمیان زمانے کا جادو تھا بلکہ یہ لوگ فی نفسہ سرکش و باغی تھے اور ان کی ذاتی شرارت و عناد و بغض نے انہیں حق سے دور کر دیا۔

بندگی کا مکلف بنانا ہے یعنی ان میں بندگی کی قابلیت رکھی ہے نہ کہ بندگی کے لیے پیدا کیا ہے جب ان میں معرفت ربانی اور عبادت کی استعداد رکھ دی گئی ہے تو ان سے یہی مقصود ہے کہ وہ حق بندگی بجالائیں۔

وقال مجاہد ان معنى (ليعبدون) (ليعرفون) اور مجاہد کے نزدیک لیعبدون سے مراد لیعرفون یعنی میری پہچان حاصل کریں اس پر براہِ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خداوند قدوس نے کہا ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ اگر ان سے پوچھیں کہ تم کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ۔ اور یہاں واضح اشارہ کفار و مشرک کی طرف ہے جس سے روشن ہے کہ وہ بھی اللہ کو پہچانتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ صرف پہچان کر لینا کافی نہیں بلکہ پہچاننے کے بعد حق معرفت ادا کرنا ہے جو بندگی و طاعت کا تقاضا کرتا ہے لہذا آیت کا مقصود درمفہوم یہی ہے۔ وگرنہ ہر شخص فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے مگر لوگ اسے مذہب و طریق پر ڈھال لیتے ہیں تو اصل مقصد صرف پہچان ہی نہیں بلکہ اس معرفت کی حقیقت کو سمجھنا اور اس کا حق بجالانا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے بات یکی ہوگی کہ معرفت و پہچان تو سب کو حاصل ہے اور یہ نہیں استعداد و قابلیت بھی مگر اصل مقصود تو اس معرفت کی حقیقت کو اپنانا ہے استعداد اور حیرت ہے اور استعداد کا استعمال ایجنز سے اور یہاں اس استعداد کا ذکر ہے اور دعوت اس کے مثبت استعمال کی ہے اولیٰ اس کی ضرورت اللہ تعالیٰ اور جنوں کی سرکشی و بغاوت اور عدم طاقت کے باعث ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی بندگی و طاعت سے بے نیاز ہے اور دعوت کا مقصد ہدایت و نلاح ہے جو کہ جنوں اور انسانوں کے مغلا میں ہے۔ اور گزشتہ آیت کے پیش نظر کہ نصیحت میں ایمان رکھنے والوں کے لیے قائم ہے اس آیت کا یہی معنی مستفاد کہ انسانوں اور جنوں کو اسی مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے جس مقصد کی تذکر و نصیحت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اور جنوں کا انسانوں سے پہلے ذکر کرنا ان کی پیدائش میں تقدیم کی طرف اشارہ ہے۔

مَا أَرْبَدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرْسِيْدُ أَنْ يَطْعَمُوْنَ ہ

میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں

وقیل: المراد قل لهم بعض علمائے کہا ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیں کہ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ لفظ قل یہاں محذوف ہے، اگر یہ شبہ وارد ہو کہ صیغہ خطاب میں قل محذوف کیونکر ہے، کہ رسول کی بات خدا ہی کی بات ہے البتہ رسول کی طرف امر کی نسبت نہیں فرماتا اور اس کی لفظ قرآن حکیم میں قل لست املکم علیہ اجوا ہے از مجبوری نے کہا ہے ان المعنی ما اربد منهم من رزق لی و کہتم اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں ان سے اپنے لیے اور ان کے لیے رزق نہیں چاہتا اور سحر میں ہے۔ اِنَّ اَنْ يَرْزُقُوْا اَنْفُسَهُمْ وَلَا يَرْزُقُوْا اَنْ يَطْعَمُوْنَ اَنْ يَطْعَمُوْا

دیتا ہے۔

واخرج ابن جریر، وابن حاتم والبیہقی فی الشعب، والضیاء فی المختار وجماعة من طریق مجاهد عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قال بما نزلت رقتل عنہم فماتت بملوم لم یبق منا احد الا یقن بالعلکة اخامی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یتول عنا فنزلت (وذکوفان الذکوی تنفع المومنین) فطابت النفسا وعن قتادة انہم ظنوا ان الوحي قد افقطع وان العذاب قد حضر فاذنزل اللہ تعالیٰ روذکوی الخ۔

اور ابن جریر، ابن حاتم اور بیہقی نے شعب میں اور ضیاء نے مختار میں اور ایک جماعت نے مجاہد کے واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت پڑھیں ان سے بے رخی کیجیے آپ پر کوئی الزام نہیں نازل ہوئی تو ہم میں سے ہر ایک کو ملاکت کا یقین ہو گیا کیونکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے اعراض کرنے کا حکم دے دیا گیا، پس جب یہ آیت و ذکر الخ نازل ہوئی تو ہمارے دل خوش ہو گئے (اور غلطو ٹل گیا) اور قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے گمان کیا کہ اب وحی کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور بے شک عذاب آئینوالا ہے، تو اللہ نے یہ آیت و ذکر الخ نازل فرمائی۔

نصیحت کے جاری رکھنے کے ساتھ مومنین کی تشفی یوں فرمائی کہ سمجھنا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے اوسی کہتے ہیں۔ اَیُّ الذِّیْنِ فَسَاءَ اللَّهُ وَتَعَالَىٰ اِیْمَانُهُمْ اِذَا الْمُؤْمِنَتِیْنِ بِالْاِفْعَالِ فَاِنْهَا تَزِیْدُھُمْ یعنی جن لوگوں کے لیے اللہ نے ایمان مقید کیا ہے یا ایمان والوں کو بالفعل نصیحت سے فائدہ پہنچے گا یعنی ان کی بعیرت میں زیادتی ہوگی۔ اور ان کے یقین کی قوت ترقی پذیر ہوگی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ نصیحت جاری رکھیے اور تذکیری عمل کو نہ چھوڑیے اور کھار کی پرواہ نہ کیجیے خواہ فائدہ اٹھائیں یا محروم رہیں البتہ آپ کی نصیحت سے اہل ایمان کو بالضرور نفع ملے گا جو ان کی قوت یقین اور بعیرت کو ترقی دے گا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي (اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا باعث بیان کیا گیا ہے، لغت میں عبادت سے مراد معنی التذلل والخضوع بالتسبیح والہدی اور الخضوع وخشوع ہے اور فرمانبرداری ہے، اگر یہ معنی مراد لیے جائیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ ان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ میرے حضور سرکشی نہ کریں اور عاجزی و انکساری کریں، لیکن یہاں شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب تخلیق کا مقصد یہی ہے تو ان سے بغاوت و سرکشی، کفر و طغیانی کیونکر مقصور ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ قرآن عظیم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ یعنی انہیں صرف ایک معبود کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفسیر میں منقول ہے کہ تخلیق کا مقصد حکم عبادت اور

خلق فہو علی حذف مضافاً قالہ ابن عباس یعنی میں نہیں چاہتا کہ نہ اپنے آپ کو یاد و سر دل کو رزق پہنچائے اور دماغاً اور دماغاً ان یطعمون سے مراد ہے کہ وہ میری مخلوق کو رزق پہنچائیں اور اس صورت میں ہے جب مصنف محذوف ہو۔
اسے ابن عباس نے کہا یہاں طعام کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کھانے سے پاک ہے اور اس کے بندوں کو کھانا اللہ ہی کو کھانا ہے جیسا کہ حدیث میں بارشاد ہے کہ اللہ فرمائے گا اے بنی آدم میں مجھ کو کھاؤ تو تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، بندہ عرض کرے گا پھر وہ کہے گا تو تیرا رزق ہے تو نہ لے گا فلاں بندے نے مانگا تھا تو تو نے اسے نہ کھلایا اگر اسے کھلاتا تو مجھے ہی کھلاتا، واضح مفہوم یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے یہ نہیں چاہتا کہ میرے بندوں کو روزی دین یا سب کی نہیں تو اپنی ہی روزی خود پیدا کریں کیونکہ رزاق میں ہوں اور سب کی روزی کا فیصل میں ہی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بندوں سے ویسا تعلق نہیں جو آقاؤں کا غلاموں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ غلاموں سے خدمت لیتے ہیں اور ان کے ذریعہ رزق حاصل کرتے ہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے بڑا و مشرہ پاک ہے۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرِّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينِ ہ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرِّزَّاقُ) بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا۔
اُوسی کہتے ہیں اَللّٰہِ یَرْزُقُ کُلَّ مُتَّقٍ اِلٰی الرِّزْقِ لِغَیْرِہٖ سُبْحَانَہٗ اِسْتِقْلَالًا وَاِشْتِرَاکًا وَفِیْہُمْ مِّنْ خَلْقِ اِسْتِغْنَاءٌ عَنِ الرِّزْقِ وَہٗ ذَاتِہِیْ ہر رزق کے طلبکار کو مستقل بلا شرکت غیرے روزی رساں ہے اور خود رزق سے بے نیاز ہے اس سے اللہ کریم کی عظمت و جلالت اور شان بے نیازی واضح ہے۔
(ذو القوۃ) قوت والا، اتی القدرۃ یعنی قدرت و اختیار والا، یعنی رزق پہنچانے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔

(المتین) قدرت والا اتی شدید القوۃ یعنی بڑی طاقت والا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا روزی رساں ہے اور وہ مستقل اور بدون شریک کے رزاق ہے وہ بڑی قوت و طاقت کا مالک ہے اور عظیم قدرت والا ہے خود رزق سے غنی و بے نیاز ہے جبکہ مخلوق اس کی محتاج ہے گزشتہ آیت میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ میں تم سے روزی نہیں چاہتا اس لیے کہ میں خود ہی سب کی روزی کا فیصل ہوں اور نہ میں تعلق تم سے دنیا کے آقاؤں جیسا ہے کہ میں تم سے کوئی طلب رکھیں بلکہ میں ان امور سے بے نیاز ہوں اور میں بڑی عظمت و قدرت کا مالک ہوں۔

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ فَوَيْلٌ
لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝

تو بے شک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری سب جیسے ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری
حق تو مجھ سے جلدی نہ کریں۔ تو کافروں کو خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔
(فان للذين ظلموا) تو بے شک ان ظالموں کے لیے، اُلوسی کہتے ہیں۔ ای اخذت ان الله تعالى
ما خلق الجن والانس الا ليعبدوه وانه سبحانه ما يريد منهم من رزق الى اخره ما تقدم فان للذين ظلموا
انفسهم باشتغالهم بغير ما خلقوا له من العبادة واشراكهم بالله عز وجل وتكذيبهم رسول عليه الصلوة والسلام وهم اهل مكة
واضواءهم من كفار القرع یعنی یہوب واضح ہو گیا کہ بلاشبہ اللہ نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ اس کی طاقت
و عبادت بجالائیں اور کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ان سے رزق کا طلبگار نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا تو ان ظالم لوگوں سے مراد
وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان افعال کو اپنایا جس کے لیے وہ پیدا نہیں کئے گئے تھے یعنی خدا کے سوا کی بندگی
اور اس کے ساتھ شرک و کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اور ان لوگوں سے مراد اہل مکہ اور کھد مشرکین
عرب ہیں۔

(ذُنُوبًا) عذاب کی باری ای نصیباً من العذاب یعنی عذاب کا حصہ،

(مِثْلَ ذُنُوبِ) ای نصیب - یعنی حصہ، راجح نے کہا ذُنُوب سے مراد حصہ ہے۔

رَأَصْحَابِهِمْ ان کے ساتھیوں کی ای نظراستم من الامم السابقة یعنی گزری ہوئی قوموں
میں انکی نظر میں ہیں۔ جیسے قوم عاد و ثمود، قوم لوط، قوم نوح،

(فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ) تو مجھ سے جلدی نہ کریں آئی لَا يَطْلُبُوا مِنِّي أَنْ أَجْعَلَ فِي الْأَيَّامِ بِهِ۔

یعنی مجھ سے نہ مانگیں کہ ان کے پاس میں عذاب لانے میں جلدی کروں اور بعض نے کہا ہے کہ کفار کے قول
مِثْلُ هَذَا الْوَعْدِ ان کتم صدقین (یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو) کے جواب میں ہے کہ کفار مجھ سے
جلد راجع کی طلب نہ کریں اور فرما اِلَى اِمَّا لَلَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ اللہ کا حکم آپ کا پس تم جلدی نہ کرو، یعنی عذاب
آپ نے وقت پر واقع ہو گا۔ اور جب واقع ہو گیا تو تمہیں اس سے خلاصی کی راہ نہیں ملے گی۔ یہاں بھی کفار سے
بھی کہا ہے کہ عجلت نہ مانگو اگلی آیت میں جواب ارشاد فرمایا ہے۔

(فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا) تو کافروں کے لیے خرابی ہے اَخْ فَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِ یعنی ان کے لیے ہلاکت ہے

جو ان کے کفر و معاصی کا صلہ اور عبادت و سرکشی کا انجام ہے۔ اور یہ ان پر بڑا عذاب ہو گا، جس سے رہائی ممکن
نہ ہو گی۔

(وَمَنْ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرْ) اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں اس دن سے مراد یوم بدر ہے کیونکہ ذنوب سے مراد حصہ اور عذاب کا یہ حصہ ان کے لیے علم باری میں مقرر ہے اور یعنی تم نہیں وعدہ بدر کا عذاب کا مزا چکھائیں گے وقیل، یوم القیامة اور بعض نے کہا قیامت کے دن جیسا کہ اس سورۃ مبارکہ کے آغاز میں اور درمیان میں تفصیل سے گزرا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کے لیے عذاب مقرر ہے بالکل اسی طرح جس طرح ان سے پہلے کفار کے لیے واقع ہو گا اس کی مثالیں، قوم عاد، ثمود، قوم نوح، قوم لوط ہیں لہذا کفار نہ یا مشرکین عرب بھی جان لیں کہ ان کے لیے بھی عذاب مقرر متعین ہے کہ اور وہ اپنے وقت پر واقع ہو گا جب اس کا وقوع ہو گیا تو رہائی ممکن نہیں ہوگی پس بظالم لوگ مجھ سے (اللہ سے) عذاب میں جلدی کا مطالبہ نہ کریں اور سرکشی نہ دکھائیں پھر ان کے اس مطالبہ کے جواب میں واضح فرمایا ہے کہ کفر کے ہلاکت و بربادی مقرر ہو چکی ہے۔ اور یہ ہلاکت انہی کے شرک و کفر، سرکشی و بغاوت کا معصیت کا صلہ ہے جس کا کچھ حصہ دنیا میں یوم بدر کو دیکھ لیں گے۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے اور قیامت کے دن دیکھ لیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں اگرچہ وعدہ قیامت کے دن کے ساتھ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حق مات قامت لہ القیامہ جو مر گیا اس کے لیے قیامت قائم ہوگی تو روز قیامت کی جگہ یوم بدر کا مفہوم زیادہ روشن ہے کہ اس دن سے ہی تمہاری ہلاکت و بربادی کا وعدہ پورا ہو گا اور تم وعدہ الہی کی حقانیت دیکھ لو گے اس لیے تمہیں اللہ کی رحمت سے جو عجلت مل رہی ہے تمہیں لازم ہے کہ اسے غنیمت سمجھو مگر تم ہو کہ سرکشی میں وقوع عذاب کی عجلت چاہتے ہو مگر جب عذاب آگیا تو پھر رہائی کی صورت نہ رہے گی۔

بجہ تعالیٰ آج سورۃ الذاریات ختم ہوئی

۱۸/۸۶

۸ صہادی الثانی ۱۳۵۶ھ

سورۃ طور مکیہ

اس میں دو رکوع۔ انچاس آیتیں یقیناً سو بارہ کلمات اور ایک ہزار پانچ سو حروف ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا محاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ طور پر

طور کی قسم
اور اس نوشتہ کی
جو کھلے دفتر میں لکھا ہے
اور بیت معمور
اور بلند چھت
اور سنگاٹے ہوئے سمندر کی
بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہوتا ہے۔
اسے کوئی ملنے والا نہیں۔
جس دن آسمان پلٹا سا ہلے گا۔
اور پہاڑ چلنا سا چلیں گے۔
تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے
وہ جو مشغول میں کھیل رہے ہیں
جس دن جہنم کی طرف دھکاوے کر دھکیلے جائیں گے
یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔
تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوچتا نہیں۔
اس میں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم
پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ ملے گا جو تم کی

وَالطُّورِ
وَكَيْتٌ مَّسْطُورٌ
فِي ذِي قُنُودٍ مَّنشُورٌ
وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ
وَالسَّعْفِ الْمُرْوُوعِ
وَالْجِبْرِ الْمَسْجُورِ
إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ
مَا لَمْ يَنْدَافِعْ
يَوْمَ يُمَدُّ السَّمَاءُ مَوْرًا
وَتُسِيرُ الْجِبَالُ سِيرًا
فَوَيْلٌ لِلْيَوْمِينَ الَّذِينَ كَانُوا يَكْفُرُونَ
الَّذِينَ هُمْ فِي حُوزٍ يَبْعُونَ
يَوْمَ يُبَادُّونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاءَ
هَذِهِ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ يَمَانِكُنَّ بِئْسَ
أَفْسَحُ لِكُلِّ قَوْمٍ
أَصْلُوها قَاصِبُونَ أُولَئِكَ يُصِيبُهمُ أَسْوَأُ
عَلَيْكُمْ إِنَّا نَجْزِي مَنْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ
فَلَا كِهْنِينَ بَيْنَا أَتَهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ
عَذَابَ الْجَحِيمِ

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
مُتَكِبِينَ عَلَى سُرُرٍ مَصْقُوفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُمْ
بِغُورٍ عِينٍ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ
بِإِيمَانٍ الْحَقَنَاهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا آتَيْنَاهُمْ
مِنْ عِلْمِهِمْ مِنْ شَيْءٍ هَكَذَا أَفَرِيءَ بِمَا
كَسَبَ رَهْبَيْنِ

وَأَمَّا دُنَاهُمْ فَبَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مَّا يَشْتَهُونَ

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوِ فِيهَا وَلَا
تَأْتِيهِمْ

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ
مَكْنُونٌ

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلَ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ

فَمَنْ أَلَّهْ عَلَيْهِمْ دَاوُدَ وَفُتْنَاهُمْ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ
الْبَرُّ الرَّحِيمُ

کرتے تھے۔

بے شک پر مہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔
اپنے رب کی دین پر شاد شاد اور انہیں ان کے
رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

کھاؤ اور پیو خوشگوار سے صلہ اپنے اعمال کا۔
تختوں پر تکیہ لگا کر جو قطار لگا کر بچے ہیں اور ہم نے
انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان
کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے
ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب
آدمی اپنے کیسے میں گرفتار ہیں۔

اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے
جو چاہیں۔

ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ پہونگی
اور نہ گنہگاری۔

اور ان کے خدمتگار لڑکے ان کے گرد پھریں گے
گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔

اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا
پوچھتے ہوئے۔

بولے بے شک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں
سہمے ہوئے تھے۔

تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب
سے بچا لیا۔

بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت
کی تھی بے شک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے

حل لغات رکوع اول سورۃ طور پ

کتاب کتاب	۵۔ اور	الطور۔ طور کی	۵۔ قسم ہے
مُنشور۔ کھلے کے	رق۔ دفتر	فی بیچ	مسطور۔ لکھی ہوئی کی
۵۔ اور	المعور۔ معمر کی	البيت۔ بیت	۵۔ اور
البحر۔ سمندر	۵۔ اور	المرفوع۔ بلند کی	المسقف۔ چھت
ربک۔ تیرے رب کا	عذاب۔ عذاب	ان۔ بیشک	المسجود۔ سجدے ہوئی
من۔ کوئی	لدا۔ اسکو	عما۔ نہیں	لواقع۔ ضرور ہونا ہے
السماء۔ آسمان	تمود۔ بلے گا	یوم۔ جس دن	دافع۔ ٹالنے والا
المجال۔ پہاڑ	تسیر۔ چلیں گے	۵۔ اور	مورا۔ ہلنا
لکن۔ یقین جھٹلانے	یومئذ۔ اس دن	قویل۔ تو خرابی ہے	سیار۔ چلنا
فی۔ بیچ	ہم۔ وہ	الکذین۔ وہ کہ	والوں کی
یکعون۔ دھکا دیے	یوم۔ جس دن	یلجئون۔ کھیلتے ہیں	فوض۔ مشغلہ کے
جہنم۔ جہنم کی	نار۔ آگ	الی۔ طرف	جائیں گے
التي۔ وہ ہے	النار۔ آگ	ہذا۔ یہ	دعا۔ دھکیلنے کے لیے
افسح۔ کیا پھر جاوے	نکد۔ بون جھٹلاتے	ہما۔ اس کو	کتتم۔ کرکھے تم
لا۔ نہیں	انتم۔ تم	آم۔ یا	هذا۔ یہ
فاصبروا۔ تو صبر کرو	ہا۔ اس میں	اصلو۔ داخل ہو	تصبرون۔ دیکھتے
سوا۔ برابر ہے	نصبروا۔ صبر کرو	لا۔ نہ	او۔ یا
تجزون۔ بدلہ دے جاوے	ان۔ بیشک	انما۔ سوال کے نہیں	علیکم۔ تم پر
المستقین۔ پرہیزگار	۵۔ اور	تعلون۔ عمل کرتے	کنتم۔ تھے تم
تعیم۔ نقوش میں ہونگے	انتم۔ دیا انکو	جنت۔ باغوں	فی۔ بیچ
ربکم۔ انکے رب نے	ربکم۔ انکے رب نے	بہا۔ اس سے جو	فاکہید۔ خوش ہونگے
عذاب۔ عذاب		وقم۔ سجایا انکو	۵۔ اور

[illegible]

وَالطُّورِ ذِكْرٌ مَّسْطُورٌ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ وَالتِّينِ الْمَعْمُورِ وَالشَّعْرِيفِ الْمُرْفُوعِ
وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ان عذاب دیک لواقع طور کی قسم اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے اور بیت محمود
کی قسم اور بلند بھٹ کی قسم اور سلگائے ہوئے سمندر کی قسم بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہوتا ہے
مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ طور پ

سورہ طور کی سورت ہے۔ اس میں دور کوغ اور انچائیں آیات ہیں اس کی ابتدا میں وقوع عذاب کی خبر دی گئی
ہے اور متعدد قسمیں یاد فرما کے وقوع عذاب کو موکد کیا ہے پچھلی سورہ مبارکہ (الذاریات) میں کفار کے اس مطالبہ
کہ عذاب کا وعدہ پورا کیوں نہیں ہوتا اور یہ کہ عذاب کب آئے گا یہ جواباً ارشاد ہوا کہ کفار اس امر میں عجالت نہ کریں
عذاب تو مقرر و متعین ہے اور اس کا وقوع حتمی و یقینی ہے جب عذاب واقع ہوگا تو پھر ملنے یا دہائی کی صورت
باقی نہ رہے گی اور وہ عذاب یوم بعد یوم قیامت ہوگا دنیا میں اس کا آغاز یوم بعد سے ہوگا۔ اور قیامت کے دن
کہ جس کا کفد سے وعدہ کیا گیا ہے وہ عذاب الہی کو بر ملا دیکھیں گے اور پھر اس سے رہائی نہ پاسکیں گے اس معقول
کا اور انداز سے تکرار ہے اور اس حقیقت کا بیان ہے اور پچھلے مضمون سے مناسبت کے ساتھ ہے جو غلط کلام
اور ربط کلام کا خصوصی العجز ہے۔

روالطون طور کی قسم، الطور اسم لكل جبل على ما قيل، في اللغة العربية عند الجمهور، و
في اللغة السريانية عند بعض، ورواة ابن المنذر وابن جرير عن مجاهد، والمراد به هنا (طور سينين) الذي
كلم الله تعالى موسى عليه السلام عند ذلك ما هو يقرب التيه بين مصر والعقبة۔
لغت عربی میں جمہور کے نزدیک اور سرباتی لغت میں بعض کے نزدیک طور ہر پہاڑ کو کہتے ہیں اور اسے ابن
المنذر اور ابن جریر سے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس سے یہاں مراد طور سینین ہے اللہ نے جہاں موسیٰ علیہ السلام
سے کلام فرمایا اور وہ آج کل بھی اسی نام سے مشہور ہے اور وہ الیہ کے نزدیک مصر اور عقبہ کے درمیان ہے۔
ایک قول ہے۔ جَبَلٌ مِّنْ جِبَالِ الْجَنَّةِ وہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور ابو
حسان نے کہا کہ اس سے مراد جنس ہے کوئی متعین پہاڑ نہیں اور یہی قول مجاہد اور قلیبی کا ہے، بعض نے کہا کہ طور
سربیز و شاماب پہاڑ کو کہتے ہیں اور سربانی زبان طور کے معنی یہی ہیں۔ ایک قول ہے ملک شام میں جو طور نامی پہاڑ
ہے وہ طور سینا ہے، بعض نے کہا یہ مدین کا پہاڑ ہے، قسم اس لیے یاد فرمائی ہے کہ پہاڑوں پر اللہ تعالیٰ کی
خاص مہربانی ہے، اور اگر متعین پہاڑ طور مراد لیا جائے تو طور کی عظمت ظاہر ہے کہ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام
خاص کلام الہی سے نوازے گئے۔

وَكُتِبَ مَسْطُورٌ اس نوشتہ کی: اَلَوْسِي كَقْتِ فِي مَكْتُوبٍ عَلَى وَجْهِ الْاِنْتِظَامِ فَان السَّطْرَ تَرْتِيبُ الْحَرْفِ مَكْتُومَةٌ

پھر کہ سطر لکھے ہوئے حروف کی ترتیب ہوتی ہے لہذا اس نظم و ترتیب کی وجہ سے یہاں سطور سے مراد مکتوب ہے یعنی وہ کتاب لکھی ہوئی ہے اور قرآن کے نزدیک کتاب سے مراد وہ نوشتہ ہے جس میں اعمال ہوں گے۔ اور قیامت کے روز بندے کو دائیں یا بائیں ہاتھ سے دیا جائے گا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مِنْشُورًا اور قیامت کے روز اس کے لیے ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا۔ وقال الکلبی: هو التوراة، وقیل: هی والانجیل والزبور وقیل: القرآن، وقیل: اللوح المحفوظ اور کلبی نے کہا مراد تورات ہے۔ اور کہا گیا توراة انجیل اور زبور یا قرآن حکیم بالوح محفوظ مراد ہے

(فی رقی منشور) کھلے ورق پر
 رقی۔ ہرن کی جھلی یا کھال کو کہتے ہیں پرانے وقتوں میں کھالوں کو گر کر باریک اور چمکدار بنا لیتے تھے اور
 اپنی پر لکھتے تھے یہی طریقہ دھاتوں کے لیے قدیم دوا ساز سی میں کھانے کے لیے ورق کی صورت میں بھی معروف
 ہے۔ لیکن کتا بت و تمہیر کے لیے بالعموم کھال کو ہی باریک و روشن بناتے تھے تاہم اس سے ہر وہ شے مراد ہے
 جس سے تمہیر کا فائدہ لیا جاسکے۔

منشور۔ کھلی ہوئی چونکہ کتاب کی صفت مکتوب (مسطور) یہانی ہوئی ہے اس لیے یہاں لوح محفوظ مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ لوح محفوظ اس حال پر نہیں اور منشور مبسوط ہوتا چونکہ نصف کتاب ہے اس لیے اس میں کتاب کی صحت خطائے سلامتی کی طرف اشارہ ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد قرآن حکیم ہے کبھی کا قول زیادہ واضح ہے وہ کہتے ہیں طور کی مناسبت سے یہاں تورات مراد لینا زیادہ صحیح ہے کیونکہ تورات پر ہی موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ اس کتاب کی قسم جو کھلے ہوئے کاغذ پر لکھی ہے، یاد فرمائی ہے اور کتاب سے مراد قرآن حکیم یا تورات یا انجیل یا لوح محفوظ یا کلاما کا تبیین کے لکھے ہوئے نوشتے ہیں جو روز قیامت بندوں کو دیئے جائیں گے۔ اور ہر شخص اسے بخوبی دیکھ لے گا کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو درست نہ ہو،

(والجیت المعمور) اور بیت معمور کی قسم: اگوسى کہتے ہیں۔ ہو بیت فی السماء السابعة یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک لا یعودون الیہ حتی تقوم الساعة کما اخرج ذلک ابن جریر وابن المنذر والحاکم وصحہ وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن انس مرفوعاً۔

وہ ساتویں آسمان میں ایک مکان ہے جس میں ہر روز صتر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ کبھی نہیں آتے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگی جیسا کہ اس کی تفسیر کی ہے ابن جریر اور ابن منذر اور حاکم نے اسے صحیح کہا ابن مردودہ میں اور بیہقی نے شطب میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا۔

حدیث صحیح میں بر طاعت صحیح سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المعمور کو ساتویں آسمان پر ملاحظہ کرنا منقول ہے بیضاوی نے کہا کہ بیت المعمور سے مراد قلب امون ہے جس کی رونق خلوص و معرفت سے ہے ایک قول ہے کہ بیت المعمور سے مراد خانہ کعبہ ہے جو طواف و استکاف کرنے والوں سے آباد ہے حضرت علی کا قول ہے کہ یہ عرش کے نیچے ساتویں آسمان پر ایک مکان ہے جسے خراج کہتے ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے کہ بیت المعمور کعبہ کی عین سیدہ میں واقع ہے گویا چھت کی طرح ہے اگر اس سے کوئی پہنزر لائی جائے تو وہ عین سیدہ میں کعبہ کی چھت پر گرے معمور سے مراد آباد، بھرا ہوا، آباد ہوا، یعنی ایسا گھر جس میں پہل پہل ہو۔

والسقف المرفوع اور بلند چھت۔ ای السعۃ کما رواہ جماعة اس سے مراد آسمان ہے جیسے ایک جماعت نے روایت کیا وعن ابن عباس هو العرش وهو سقف الجنة اور ابن عباس سے مروی ہے کہ السقف المرفوع سے مراد عرش ہے اور وہ جنت کی چھت ہے، قرآن عظیم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وجعلنا السماء سقفا مرفوعا اور ہم نے بنایا آسمان کو بلند و بالا چھت اس سے واضح ہو گیا کہ سقف المرفوع سے مراد آسمان ہی درست ہے اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت صحیحہ یونہی نقل کیا ہے۔

والبحر المسجور اور سنگائے ہوئے سمندر کی ای الموقد ناراً یعنی آگ سے بھڑکتے ہوئے سمندر کی قنادہ نے کہا المسجور المدلو مسجور سے مراد بھرا ہوا یا بھڑکتا ہوا يقال مسجوراً ای ملئاً کہا جاتا ہے اُس کو بھردیا یعنی پر کر دیا یا گرم کر دیا، اور ابن عباس سے منقول ہے انه فسق بالمحبوس انہوں نے اس کی تفسیر محبوس سے کی یعنی سمندر کا پانی رکا ہوا یا گھرا ہوا ہے کہ وہاں سے بہہ نہیں سکتا۔ اور ایک قول ہے کہ عرش کے نیچے ایک سمندر یا دریا ہے لہذا کہا گیا کہ اسی سے مراد نہر حیات ہے جس سے نفعہ اوئی کے بعد چالیس روز تک بندوں پر بارش ہوگی جس سے بندے اپنی قبروں میں جاگیں گے (زندہ ہوں گے) ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندوں کو آگ کر دے گا جس سے جہنم کی آگ میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ ابن جریر نے سعد بن مسیب سے نقل کیا کہ حضرت علی نے ایک یہودی سے فرمایا ابن موضع النار فی کتابک قال البحر فقال علی کو مر اللہ وجعلنا الارض الاصلاد قوا البحر المسجور تمہاری کتاب میں آگ کا مقام کہاں ہے۔ اس نے کہا سمندر تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا میں نے اس کو زندہ کیا مگر سچا اور بھرا ہوا آیت کریمہ والبحر المسجور تلاوت کی بھیقی نے علی بن امیہ سے سفایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر جہنم ہے، سورۃ الشکویر میں ارشاد ہے۔ (واذا البحار سجرت) اور جب سمندر سنگائے جاگیں گے، واضح معنی یہی ہے کہ روز قیامت تمام سمندر آگ بنا دیے جائیں گے اور آتش دوزخ میں زیادتی ہو جائے گی، بابہ کہ قیامت کے روز سمندر خشک ہو جائیں گے اور پھر قیامت کے روز بھڑکائے جائیں گے، لہذا کہ تم کا یاد فرمانا کفار کے جواب میں ہے جو دوزخ

عذاب کے لیے عجلت چاہتے تھے یا وقوع قیامت کے منکر تھے اس لیے غالب معنی یہی مراد ہوں گے کہ جب وقوع عذاب ہو گا تو مستند کی یہ کیفیت ہو گی نہ یہ کہ موجودہ حالت یہ ہے جو کہ خلاف ہے اور اگر موجودہ حالت مراد لی جائے تو معنی یہ ہوں گے سمندر کی قسم جو بانی سے لبریز ہے اور یہی بات اولیٰ بھی ہے کہ نحس طرح تم سمندروں میں بانی کو محسوس دیکھتے ہو اور سمندروں کی لبریزی ایک حقیقت ہے بعینہ وقوع عذاب و قیامت بھی ایک حقیقت جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی عذاب الہی رک سکتا ہے ۔
 اِنَّ عَذَابَ سَرِّكَ نَوَاقِعُ مَا لَكَ مِنْ دَافِعٍ ۔

بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہوتا ہے، اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں
(ان عذاب رقیقہ واقع) بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہوتا ہے، یعنی جس عذاب کا کفر
سے وعدہ کیا گیا ہے وہ بالضرور واقع ہوگا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اِضَافَۃَ اِلَی الْوَبِّ مَعَ اِضَافَۃِ الْوَبِّ اِلَیْ ضَمِیْرٍ
عَلِیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَمَانٌ لِّہٖ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَاِشَارَۃٌ اِلَیْ اَنَّ الْعَذَابَ وَاقِعٌ مِّنْ کَذِبَتۡہٗ اَوْرَدَ رَبِّکِی
طَرَفِ اِضَافَتِیْ مِیْنِ مَّحِ اِضَافَتِ رَبِّکِی ضَمِیْرٍ سَرُورٍ دُوْ عَالَمِ کِی طَرَفِ مَرْجِعِ ہُوْ نَحْمِیْسِ بِہِ نِکْمَتِہٖ ہَے کہ اَبِّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
اَوْرَدَ اَبِّ کَے غَلَامُوں کَے لَیْ اَمَانِ ہَے اَوْرَ اِشَارَہٗ بَہِیْ ہَے کہ عَذَابُ بِالْفُرُورِ اَنَّ لُوْکُوں بِرِوَاقِعِ ہُوْ کَا مَجْہُوں
نَے اَبِّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کُوْ جھٹلَا یا۔

(مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ) اُس سے کوئی ٹانسنے والا نہیں، یعنی ایسا عذاب واقع ہوگا جو روکنے والا نہیں ہے اور مزید تاکید کے لیے جب عذاب الہی واقع ہوگا تو کوئی بھی اُسے نہیں روک سکتا، تاہم اس سے یہ امر مستحق ہے کہ ایسا قیامت کے روز ہوگا اور بعض نے کہا یوم بدر کو ہوا۔ واخرج احمد وسعيد بن منصور وابن سعد عن جابر بن مطعم قال: قدمت المدينة على رسول الله صلى الله عليه وسلم لا كلمه في اسارى بدر فدافعت اليه وهو يصلي باصحابه صلوة المغرب فسمعة يقرأ (والطوبى الى ران عذاب ربك لواقع ماله من دافع) فكانما صدع قلبي وفي رواية فاسلمت خوفاً من نزول العذاب وما كنت اظن ان اقوم من مقامى حتى يقع بي العذاب وهو لا يابى ان يكون المراد الوقوع يوم القيا

احمد اور سعيد بن مسفور اور ابن سعد نے جابر بن مطعم سے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا میں مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لیے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے آپ سے سورہ طور کی مالا من دافع تک قرأت سنی تو قریب تھا کہ میرا دل بھٹ جائے اور ایک روایت میں سے کہ میں نے نزول عذاب کے ڈر سے اسلام قبول کر لیا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے

(المکذبین) جھٹلانے والوں کے لئے، یعنی ان لوگوں کے لئے جو رسولوں کو جھٹلاتے تھے اور آخرت کے منکر تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب عذاب واقع ہوگا تو ان لوگوں کے لئے جو رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور عذاب الہی کے منکر تھے سخت نخرابی ہوگی، ان لوگوں کو اس وقت انبی جاگت و بادی حقیقتاً نظر آئے گی مگر اب ان کے لئے سچاؤ کا کوئی سہارا نہ ہوگا۔

الذین هم فی خوض یلعبون ۵ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔
 (الذین هم) وہ لوگ جو، یعنی کفار و مشرکین، اہل اصل یہ ممکنہ بین ہی کی تشریح ہے یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے عذاب قیامت کے منکرین۔

(فی خوض یلعبون) مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔ حاصل الخوض المشی فی الماء اور خوض کا اصلی مفہوم پانی میں گھرنے کا ہے، راعب کے نزدیک اس سے اشارہ ہے ناپسندیدہ کام کا شروع کرنا، مطلب یہ ہے کہ کفار و مشرکین کا بھلن اور انداز سوچ غیر سنجیدہ ہے۔ وہ فرامین الہیہ اور دعوت رسول کو کھیل مشغلہ سمجھتے ہیں اور محض شغل کے طور پر رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور فضول و لغو باتوں میں لگے رہتے ہیں اور ان کے اعترافات بھی زبانی جمع خرچہ اور تفریح طبع کا سامان ہیں وہ نہ تو حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ان کا یہ مقصد ہے چنانچہ جب قیامت کے دن عذاب دیکھیں گے تو ان پر نہ صرف حقیقت روشن ہو جائیگی بلکہ انہیں شدید حسرت ہوگی مگر اس وقت یہ سب کچھ بیکار ہوگا اور وہ بربادی سے بچ نہ سکیں گے اور ان کا شغل ہی اس تباہی کا باعث ہوگا چنانچہ سورۃ الملک میں ارشاد ہے کہ وہ اس امر کا برملا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي اصْحَابِ السَّعِيرِ اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے،

یوم یدعون الی نار جہنم دعا جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے۔

(یوم) جس دن، روز قیامت، یہاں لفظ یوم مکرر کر دیا ہے اس دن یہ کیفیت ہوگی،

یدعون الی نار جہنم دعا، جہنم کی طرف دھکا دیکر دھکیلے جائیں گے۔

ای یدفعون دفعا عقیقا شديداً بان تغل ایدیهم الی اعناقهم وجمع نواصیهم الی

اقد امھرقیدفعون الی النار ویطرحون فیھا۔

یعنی وہ سختی کے ساتھ زبردستی دھکے دے کر اس حال میں جہنم کی طرف لے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ

ان کی گردنوں سے بندھے اور ان کی پیشانیوں ان کے پاس پاؤں کے اٹلی ہوں گی اور وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے۔

لَٰذِئِكَ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ يَهْتَدُونَ . یہ ہے وہ آگ جسے تم بھٹلاتے تھے۔

قیامت کے روز فرشتے محبوب کفار کو زنجیروں میں پکڑ کر ان کے ہاتھ گردنوں سے باندھ کر انکی بیٹیاں ان کے پاؤں سے ملا کر انہیں دھکے دیتے ہوئے زبردستی دوزخ کی طرف لا رہے ہوں گے تو کفار دُشمن کیوں منکرینِ کذبین سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ یعنی جہنم جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔ مذاق اڑاتے تھے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، بلکہ اس میں داخل ہو جاؤ تم پر حقیقت کھل رہی ہے لیکن اس وقت کا اقرار یا معذرت بے فائدہ ہوگی۔

أَفَبِعَذْرَاكُمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ . تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوچتا نہیں۔

افصحو هذا، تو کیا یہ جادو ہے؟ استفہامِ انکاری ہے جو تو زنج کے لیے ہے اور خدا تعالیٰ ہے یعنی اب بھی تمہیں جادو نظر آتا ہے دنیا میں تم اسے جادو کہتے تھے اور یہ کہ دنیا میں تم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سحر کی نسبت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہماری نظروں پر افسوس کر دیا گیا ہے، لیکن اب یہ تمہارے سامنے روشن حقیقت ہے تو کیا تمہارے خیال میں یہ بھی افسوس و سحر ہی ہے۔ ایسا کہنا کفار پر زبرد و تو بیخ کے لیے ہوگا۔

(أَمْ أَنْتُمْ تُنْفِرُونَ) یا تمہیں سوچتا نہیں۔ اَمْ اَنْتُمْ تُنْفِرُونَ عَنْ الْمُنْذِرِ بِمَا كُنْتُمْ فِي الْاَلْيَامِ عَمِلَا عَنِ الْغَيْبِ

یعنی کیا تم جو خبر دی گئی ہے اس سے اندھے ہو ای طرح جس طرح تم دنیا میں اس حقیقت سے اندھے تھے واضح مفہوم یہ ہے کہ اب تمہاری نظریں حقیقت دیکھ رہی ہیں یہ جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے اور یہ تمہارا خیال فاسد دنیا میں تھا کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے یا یہ کہ ہماری نظریں افسوس زدہ ہو گئی ہیں اب تم خود دیکھ لو کیا یہ جادو یا افسوس ہے یا حقیقت جادو صرف نظر آتا ہے اور حقیقت نہیں ہوتی۔ تو آگے بڑھو دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ تمہیں حقیقت بھی معلوم ہو جائیگی یہ باطل نہیں بلکہ حقیقت ہے اور اب شک کی گنجائش نہیں کہ تم خیال کرو کہ یہ محض نظر آ رہا ہے بلکہ یہ عذاب حقیقت ہے پس اس کا مزہ چکھو اور یہ تمہاری تکذیب و سرکشی کی سزا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

أَصْلَوْهَا فَأَصْبَرُوا أَوَّلًا تَصْبِرُوا . اس میں جاؤ اب سہا ہے صبر کرو یا نہ کرو سب سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ ؕ إِنَّمَا تَجْزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ . تم پر ایک سہا ہے۔ تمہیں اسی کا بدلہ ہو تم کرتے تھے۔

(أَصْلَوْهَا فَأَصْبَرُوا أَوَّلًا تَصْبِرُوا) اس میں جاؤ اب سہا ہے صبر کرو یا نہ کرو

اِیْ اَدْخُلُوْهَا وَاقْمُوا شِدَادَهَا فَاَفْعَلُوا مَا شِئْتُمْ مِنَ الصَّبْرِ وَعَدَمِهِ یعنی تم لوگ اب دوزخ میں

اصل ہو جاؤ اور اس کی سختیوں کا مزہ اچکھو تو کرو جو تم چاہو خواہ صبر کرو یا نہ کرو۔

(سواء علیکم) سب تم پر ایک سا ہے، ای الامان سوار علیکم فی عدم النفع اذ کل نفع العذاب لا یضغظ لجنی دونوں باتیں تمہارے لیے عدم نفع میں کیساں میں کیونکہ وہ سب تم سے نہ تو عذاب کو روکنے یا دور رکھنے والی ہیں اور نہ ہی عذاب میں کمی کرنے والی ہیں مطلب یہ ہے کہ عذاب پر خواہ تم صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے کسی صورت کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی عذاب سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی عذاب کم ہو سکتا ہے، ایک قول ہے کہ سواء بغیر ہے اور مبتدا مخذوف ہے، جب کہ لجن نے کہا سواء دراصل مصدر ہے اور بعض نے کہا مصدر معنی فاعل تو بہر نوع مطلب یہ ہوا کہ دونوں صورتیں تمہارے لیے برابر ہیں نہ تو وہ عذاب کے خلاف ہو سکتا ہے اور نہ ہی تمہاری سزا تبدیل ہو سکتی ہے کسی صورت بھی تمہیں رہائی نہیں۔

(انما تجزون ما کنتم تعملون) تمہیں اُسی کا بدلہ ہو تم کرتے تھے۔
اگر کسی کہتے ہیں، تعلیل الاستواء فان الجزاء حیث کان متعتم الوقوع لسبق الوعد بد وقضائہ سبحانہ ایاء بمقتضی عدلہ کان الصبر وعدمہ مستومین فی عدم النفع۔

یکسانیت کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کی سزا تو بالضرور ہوتی ہے اور اس سے پہلے کفار کو اس کی وعید سنائی جا چکی ہے اور اللہ کا فیصلہ یہی ہے اور یہی اُس کے عدل کا تقاضا ہے مطلب یہ ہے کہ کفار کو عذاب کی ہفزدی جا چکی تھی اور وہ دنیا میں جو کفر و تکذیب کرتے رہے اُس کی سزا ضرور ملنی ہے اور وہ کسی صورت میں نہیں سکتی اور نہ ہی اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ایسا فرمائے گا، لہذا جب کفار دوزخ میں جھونکے جا رہے گے تو فوہ بھیج دیا کرے یا صبر و برداشت سے کام لیں کسی صورت فائدہ نہ ہوگا بلکہ دونوں صورتیں بے سود و لا حاصل ہوں گی نہ عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ہی عذاب سے رہائی ملے گی اور ہمیشہ اسی عمل پر رہیں گے۔

ان المتقین فی جنّت و نعیمہ بے شک پرہیزگار باخلاق اور عین میں ہیں۔
فکہین بما آتھم ربھم و وہم ربھم اپنے رب کی دین پر شاد اور انہیں ان کے رب عذاب الجحیم۔
نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

(ان المتقین فی جنّت و نعیمہ) بے شک متقی لوگ باخلاق اور عین میں ہیں۔
کفار کا حال بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کا تذکرہ ہے جیسا کہ نہ مرید و ترغیب کے سلسلے میں قرآن عظیم کی روش ہے، اہل ایمان باغات میں ہوں گے اور ان کے لیے سامان عیش ہوگا انہیں ہر قسم کی راحتیں عالی قدر نعمتیں حاصل ہوں گی، جنّت و نعیم میں تنوین تعظیم پر دلالت کر رہی ہے جس سے مراد ہے کہ وہ بڑی عزت و عظمت کے ساتھ انعامات سے نوازے جا رہے گے اور بڑے آرام و چین میں ہوں گے۔

فَاِيَكَيْنَ يٰمَآ اَتٰهُمُ رٰبِعُ دَوْرٌ مِّنْهُمْ سُبْحًا يُّوَدُّ عَذَابُ الْجَحِيْمِ •
خوش خوش اور امھیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

(فما کہیں) خوش خوش ای مُتَلَذِّذِینَ یعنی لذت پانہ والے یا مزے میں بہرے گے۔
(وَمَا أَتَلَهُمْ دَبَسًا) اس پر جو ان کے پودہ کار نے عطا کیا۔ مِنَ الْإِخْطَانِ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے
کرہ و مہربانی سے جو بھی انہیں عطا فرمائے گا اس پر براہی و مسرور ہوں گے۔

دو قہر دہر عذاب الجحیم اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچالیا
عطف علی (فی حیات) علی تقدیر کو نہ خیرا کا نہ قیل استقوار فی جنات) پر عطف ہے
اس تقدیر پر کہ اس کی خبر (جزا) ہو گویا کہا جا رہا ہے تم باعز میں رہو، اور تمہیں تمہارے پروردگار نے
جہنم اور اس کے عذاب سے بچالیا یعنی تمہارے ساتھ رب کا وعدہ تھا کہ تمہیں دوزخ اور اس کے عذاب
سے بچائے گا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور اپنے فضل و لغت سے شادمان کرے گا سو اس
نے انبا وعدہ پورا کیا لہذا تم اب جنت میں عزت و تکریم سے رہو۔ تمہارے لیے راحت ہی راحت ہے
بی بیچین اور انعام ہی انعام ہیں۔

کھاؤ اور پیو خوشگوار سے صلہ اپنے اعمال کا
رکھو اور اشیاء حنیئہ آتم کھاؤ اور پیو خوشگوار سے ۔ ای یقال ہم رکھو اور اشیاء ۔

یعنی اہل ایمان سے کہا جائے گا کہ تم کھانا پیو، منے اٹاؤ، حینٹا خوشگوار سی کے ساتھ والہ ہنسی کل
ملا لیتے ہیں وہ مشقہ ولا یقرب وخامۃ، اور حق ایسی شے کو کہتے ہیں جس کے کھانے اور پینے میں کوئی
تکلیف نہ ہو اور نہ ہی کھانے کے بعد ناگواری یا بدہضمی ہو، یعنی خوش ذائقہ لذت آفرین اور فرحت بخش ہو۔
دیکھا کہ تم نے عمل اپنے اعمال کا، یعنی یہ بیزاؤد العا م ہے تمہارے ان کاموں کا جو تم نے دنیا
میں کیے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انکی فرائ پر درسی کی۔

یہاں یہ وہم نہ ہو کہ صلہ و ایثار، انعام و جنت صرف اچھے اعمال پر ہی منحصر ہے بلکہ سب سے اچھا یہ ہے کہ جنت اور اس کی نعمتوں کا حصول بفضل الہی کے بغیر مقصور نہیں اور اعمالِ فضلِ باری کے حصول کا ذریعہ ہیں اور اعمال کی قبولیت بھی اللہ کے کرم سے ہے وگرنہ نیک عمل سے اعمالِ صالحہ میں جو لغزشیں آگوتابیاں سرزد ہوتی ہیں وہ صریح قبول کے قابل کہاں ہوتے ہیں مگر ایمان والوں پر اللہ کا فضل ہے کہ ان فتنے ناقص و غیر معیاری اعمال بھی قبول کر لیے جاتے ہیں کیونکہ ایمان کے تعلق نے انہیں فضل کا مستحق بنا دیا ہے۔ وکان اللہ بالمومنین رحیماً۔

مُتَّكِئِينَ عَلَى سُرُجٍ مَصْفُوفَةٍ
وَمِنْ وَجْنِهِمْ جُجُودٌ عَيْنٌ ۝
(مُتَّكِئِينَ) تکیہ لگائے، یعنی جنت میں متقی لوگوں کا یہ حال ہوگا۔
اور ہم نے بیاہ دیا انہیں بڑی آنکھوں والی عورتوں سے

(عَلَى سُرُجٍ مَصْفُوفَةٍ) سُرُجِ معروف چار پائی کی جمع ہے یعنی حب اہل جنت النعامات سے
نوازے جائیں گے تو فرحت و سرور کیساتھ ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ آرام وہ پیٹگیوں پر تکیہ لگائے ہوئے خوش
و فرح ہوں گے۔

رَمَصْفُوفَةٍ جو قطار لگا کر کچے ہیں۔ جَعُودَةٌ عَلَى صَفٍّ وَخَطَّ مَسْتَوٍ یعنی وہ پیٹگ صاف کی صورت
میں ایک سیدھے خط میں کچے ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ ترتیب سے قطار میں لگے ہوں گے،
(وَمِنْ وَجْنِهِمْ جُجُودٌ عَيْنٌ) اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی عورتوں سے۔ الیٰ قَوْضَاهُمْ جَعْن
یعنی ہم انہیں ان کے ساتھ بیاہ دیں گے زوجہ ہم ماضی ہے مگر مستقبل کے معنی دے رہا ہے، جَعْن کے معنی ہیں
گوری جلی رنگت والی خوبصورت بڑی اند سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے بیاہ دیں گے، یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ
جنت میں عقد کے ساتھ تزویج کیونکر ہوگی جب کہ جنت محل تکلیف نہیں ہے تو یہاں تزویج بالتعقد لغو ہے
اور یہاں اُس سے محض نکاح ہی مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں جوڑے جوڑے بنادیں گے
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ
بِإِيمَانٍ الْحَقْنَاءُ بِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ وَمَا الشَّهْرُ مِنْ
عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلٌّ فِي مَا كَسَبَ
رَحِيمٌ۔
اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے
ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے
ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی
اپنے کئے میں گرفتار ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا اور جو ایمان لائے جو نہ کہ اہل جنت کا بیان جاری ہے اس لیے یہ گروہ بھی اہل
جنت سے ہی مراد ہیں مومن لوگ، متقی، اہل جنت۔
(وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ الْحَقْنَاءُ بِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ)۔ اور ان کی اولاد نے ایمان کے
ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی یعنی ان مومن لوگوں کی اولاد میں سے جنہوں نے ان کی پیروی
کی ایمان کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے باپ دادا کے ساتھ جمع کر دے گا ذُرِّيَّتُهُمْ میں لفظ ذریت
کا معنوم میں واحد کثیر دونوں کو شامل ہے یعنی اولاد میں سے ایک ہو یا زیادہ اگر انہوں نے ایمان کے ساتھ پیغمبر کیا
تو وہ اپنے بزرگوں سے جنت میں ملحق ہوں گے، با ایمان میں شریک ہو کر ہیں جس سے واضح ہے کہ بزرگوں سے

الحاق میں صرف ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان حکمی بھی کافی ہوگا ایسا کرنا اہل ایمان کے ساتھ باعث مسرت اور ان کی خوشی کے لیے ہوگا اگرچہ اولاد کے درجات بزرگوں کی نسبت کم تر ہوں، الحقنا یہ سب سے مراد فی الدنیا ہے یعنی ان کے درجہ میں جمع ملا دیں گے اور طبرانی میں ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا دخل الرجل الجنة سأل عن ابويه زوجته وولده فيقال له: انهم معك في الجنة. درجتك وعلك فيقول يا رب قد عملت لي ولهم قيوماً يا الحاقهم به۔

جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ، بیوی، اور بچوں کے بارے میں پوچھے گا تو اس سے کہا جائیگا کہ وہ تیرے درجہ و عمل کو نہ پہنچ سکے تو وہ کہے گا اے پالنے والے میں نے اپنے اور ان کے لیے تو یہ کیا کیا تو حکم دیا جائے گا کہ انہیں اس کے ساتھ یکجا جمع کر دو (اکٹھے کر دو)

روما القنهم من عملهم من شیء) اور ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے
روما القنهم ای وما نقصنا الا بما عدا الحاق یعنی ہم اولاد کو بزرگوں کے ساتھ جمع کرنے کے ان کے ثواب میں کمی نہیں کریں گے یا کمی واقع نہ ہوگی (من عملهم) ای من ثواب عملهم یعنی ان کے ثواب کے میں کمی نہ ہوگی، (رحمن شیء) ای شیئاً بأن اعطينا بعض مشوباً ہم انہما هم فتنقص مشوباً ہم وتنقص درجاتهم وانما نقصناهم الى منزلتهم بحض الفضل والاحسان۔ یعنی ہم نے ان کی اولاد کو جو بعض مشوبات عطا کئے ہوں گے تو ہم نہ ان کے ثواب میں کمی کریں گے اور نہ درجہ میں بلکہ ہم انہیں ان کے ابا کے درجہ میں بلند کریں گے محض مہربانی اور احسان کے طور پر واضح مغفرت یہ ہے کہ ایمان والوں کی مومن اولاد اپنے ابا کے ساتھ ایک درجہ و منزلت میں ہوگی اگرچہ ان کے اعمال و مشوبات ان جیسے نہ ہوں اور ایسا محض اللہ کے فضل و احسان کے طور پر ہوگا تاکہ مومنوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی اولاد ان کے ساتھ شامل ہونے سے انہیں فرحت نسکین مزید حاصل ہو اور اولاد کے درجہ میں یہ ترقی اللہ کے فضل سے ہوگی نہ یہ کہ ابا کو بچے درجے میں اولاد کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ یہ صورت نہ ہوگی کیونکہ جنت مقام فضل و نعمت ہے اور وہاں کمی مقصور نہیں اور آیت کا اقتضا بھی یہی ہے

كُلُّ اقْرَبَىٰ بِمَا كَسَبَ رَهِيمٌ۔ سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں۔

یہاں ہر شخص سے مراد کافر ہے۔ جو اپنے کفر و شرک کی بنا پر جہنم میں ڈالا جائے گا اور اس کی سزا دوسرے کو نہیں ملے گی ہر شخص کو اس کے عمل کے موافق جزا و سزا ہے، مومنوں کی اولاد جو ایمان سے محروم رہی اور کفر و شرک و معاصی پر ہی مرے وہ جہنم میں سوائیں گے نہ ان کے سفارش ہوگی نہ سنجشش، کفار کی اولاد بھی اگر کفر و شرک پر مری تو ابا کے ساتھ عذاب جہنم میں شامل ہوگی اور اگر اس کا عمل شامل نہیں ہے تو ابا کے ساتھ

شامل نہیں ہوگا اور یہ کافر اپنے کفر کے عمل کی پاداش میں گرفتار رہے۔
وَأَمَّا ذُنُوبُهُمْ فَبِأَكْثَرِ كُفْرِهِمْ وَمِمَّا
يَشْتَهُونَ ۝

اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے۔
علیٰ ماکہ لہم من بلاد النعم وقتا فو یعنی ہم ان کی نعمتوں میں وقتاً فوقتاً اضافہ فرماتے رہیں گے۔
رِمَمًا يَشْتَهُونَ) جو وہ چاہیں من فنون النعم واللوان الا لاد یعنی قسم قسم کی نعمتیں اور میوے رنگارنگ
یا کھانے کی اشیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ متقی لوگ جنت میں مختلف قسم کی نعمتوں اور رنگارنگ میوے سے نوازے جائیں
گے ان کے لیے وہاں اعلیٰ قسم کے پرندوں کا گوشت ہوگا اور یہ نعمتیں وقتاً فوقتاً ترقی پذیر ہوتی رہیں گی یعنی اضافہ
ہی ہوتا رہے گا کمی نہ ہوگی اور جو بھی اہل جنت تمنا کریں گے یا جس چیز کی بھی خواہش و رغبت کریں گے ان کے
لیے حاضر ہوگی اور بطور احسان دم بدم نعمتیں عطا کیے جائیں گے۔

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا تَغْوِيهِمَا
وَلَا تَأْخِذُهُ

دیتنازعون فیہا کاسا ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ ہو
ای يتجاذبونها في الجنة هم وجلساء هم تاجذب ملاعبة كما يفعل ذلك
التداعي بينهم في الدنيا لشدة مسرورهم۔

یعنی خوش طبعی کے طور پر وہ اور ان کے ہم نشین ایک دوسرے سے شراب سے بھرے ہوئے جام ایک
دوسرے سے جھپٹ لیں گے جس طرح کہ شرابی دنیا میں باہم لذت و مسرور کے طور پر کیا کرتے تھے۔
(یَتَنَازَعُونَ فِيهَا) وہ لیتے ہیں، لغت میں نزاع کے معنی کھینچ لینے اور اور پھینچنے کے ہیں مطلب
یہ کہ جتنی لوگ ساتی سے جام شراب چھین لیں گے یا یہ کہ ہر شخص اس کے لینے میں پہل کرے گا اور ایسا کرنا خوش
طبعی کے طور پر ہوگا اور لذت و سرور، کیف و نشاط کے مظاہرہ کے طور پر ہوگا۔

(کاسا) جام، پیالہ، الکاس غمر کی موٹنٹ سماں ہے اور جس طرح کہ مشہور ہے وہ جام نہیں کہلاتا
سوائے اس کے جب وہ شراب سے بھر جائے یا بھر جانے کے قریب ہو اور اعقب نے کہا ہے۔

الکاس الا انما قید من شرا کاس وہ برتن ہے جس میں شراب ہو اور دونوں کو یعنی برتن کو بھی اور شراب
وہی کل واحد منہا بانفرا کاسا سے بھرے ہوئے برتن کو بھی انفرادی طور پر کاس ہی کہا جاتا ہے۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ برتن ہے جس میں شراب ہو اور بعض نے کہا مطلق شراب مراد ہے
(لَا تَقْوِيَهَا) جس میں نہ بے بردگی ہوگی۔ ای فی شربھا حیث لا یتکلمون فی اثناء الشرب بلغوا الحدیث
وسقط الکلام یعنی اس شراب کے پینے کے دوران نہ تو بے ہودہ گفتگو کریں گے اور نہ ہی جھگڑایا کالی گلوچ۔
وَلَا تَأْتِشُرْ اور نہ گنہگاری ولا یفعلون مایؤثم بہ فاعلمہ نیسب الی الاثم لو فعلک
فی دار التکلیف کما هو دیدان الندای فی الدنیاء وانما یتکلمون بالحکم واحسن الکلام ویفعلون مایفعلہ الکرام
وہ ایسا کام نہیں کریں گے جس پر گناہ کا اطلاق ہو اور یہاں لفظ اثم اس لیے بولا گیا ہے کہ اگر اسے دنیا میں
کیا جاتا جس طرح کہ شرابی دنیا میں کرتے ہیں یعنی بے ہودہ بکواس تو وہ دنیا میں گناہ کہلاتا لیکن یہاں تو وہ لوگ
کیونکہ اس سے محفوظ ہوں گے لہذا گناہ کیسے تو لفظ اثم صرف نسبت کے طور پر ہے نہ کہ حقیقتاً، بلکہ وہ وہاں احکام
اور حسن کلام کے ساتھ گفتگو کریں گے اور وہ کام کریں گے جو نیکو کار کرتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ شراب پینے کی وجہ سے جنتی لوگ گنہگار نہ ہوں گے، ایک قول یہ ہے جیسا کہ خدا
کی شراب میں قسم قسم کے مقاصد تھے جنت میں نہ ہوں گے، شراب جنت کے پینے سے نہ عقل زائل ہوگی نہ
پر کوئی نوحہ و شکوہ اور نہ ہوگا نہ پینے والا بے ہودہ بول سکے گا اور نہ ہی گنہگار ہوگا، کیونکہ جنت ایسا محل نہیں ہے۔
و یطوف علیہم غلمان یھمُّونہم
اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے
گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے۔

(و یطوف علیہم غلمان) اعلان پر پھریں گے ای بائکاس یعنی جنتی لوگوں پر ان کے خدمت گار شراب
سے مہرے بہام لیے پھریں گے۔

(غلمان یہاں) ان کے خدمت گار ای مالک مختصون ہم کما یؤذن بہ الامر ان کے لیے
خاص خادم ہوں گے جو ان کی ملکیت ہوں گے جیسا کہ لام سے واضح ہے۔
انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کم ترین درجہ کا جنتی وہ ہوگا جس کی خدمت میں دس ہزار بہرہ وقت خدا کا
موجود ہوں گے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک ہزار ہوں گے اور ہر ایک الگ الگ خدمت پر
مأمور ہوگا۔

(کامنہم لو تو ممکنون) گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے، مصون فی الصدق لم تتلہ الایدی
یعنی وہ خدمت گار ایسے ہوں گے جیسے سیپ کے پوشیدہ موتی جنہیں کوئی ہاتھ ہی نہ لگا، ابن جبر نے کہا
وجہ السد البیاض والصفار کہ الشیہ کی وجہ ان کی سفیدی، صفائی اور حسن ہے اور ابن المنذر، ابن جریر
عبدالرزاق نے قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا حبیب خادم کے حسن صفا کا یہ عالم ہوگا تو خدمت

کیسا ہو گا تو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ان فضل مابینہم کفضل القمر لیلة البدر علی سائر النجوم اکب (یقیناً مخدوم کی فضیلت ان کے درمیان اس طرح ہوگی جس طرح چودھویں رات کے چمکتے ہوئے مہانڈ کی تمام ستاروں پر) واضح مفہوم یہ ہے کہ مخدوم مثل ماہتاب کے اور خدام مثل کواکب کے ہوں گے۔ اور مخدوم کی صفائی اور حسن سب پر واضح، روشن اور فائق ہوگی۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۚ اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔

فَانْصَبَّ آبًا كَمَا قَبْلُ فِي آهِنَا مُشْفِقِينَ ۚ ہمارے ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہے ہوئے تھے۔
فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَّعَا عَذَابَ السَّمُومِ ۚ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔
إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۚ بے شک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی بے شک وہی احسان فرمائیو الا مہربان ہے
إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۚ

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۚ اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔

وَأَقْبَلَ ۚ اور منہ کیا، متوجہ ہوئے، اگرچہ اقبل صیغہ ماضی ہے لیکن مراد مستقبل ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے۔

بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ ان میں سے بعض بعض سے پوچھتے ہوئے یعنی جنتی لوگوں میں سے ہر ایک دوسرے سے یا ان میں سے بعض بعض سے متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔

آلوسی کہتے ہیں۔ اُنی یسال کل بعض منهم بَعْضًا آخِرًا عَنْ احوالہ و اعمالہ فیکون کل بعض سائلًا و مستولًا لِانہ یسال بعض معین منهم بَعْضًا آخِرًا معینًا لہ ہذا السَّؤَالُ فِي الْجَنَّةِ کَمَا هُوَ الظَّاهِر۔

یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے سے دریافت کرے گا اُس کے احوال و اعمال کے بارے میں پس سب

ہیں سے بعض سائل ہوں گے اور بعض مسئلہ ہوں گے اور یوں نہیں کہ ان میں سے متعین بعض خاص بعض نہیں
سے پوچھیں گے۔ پھر یہ پوچھنا جنت میں ہوگا جیسا کہ آیت سے واضح ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ جنت میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے

کیا عمل کرتے تھے۔
قَالُوا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ
اَهْلًا مُّشْفِقِيْنَ ۝

بقول ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے
تھے۔
(قَالَ) وہ کہیں گے، اے المستودون وہم کل واحد منہم فی الحقیقتہ یعنی وہ جو پوچھے جائیں
گے اور درحقیقت ان میں سے ہر ایک شخص پوچھا جائیگا، مطلب یہ ہے ہر کوئی ایک دوسرے سے پوچھے
گا اور وہ کہیں گے۔

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ اس سے پہلے تھے اے قیل هذا الحال یعنی اس حال سے پہلے جنت
میں آنے سے پہلے دنیا میں۔

فِيْ اَهْلًا مُّشْفِقِيْنَ اپنے گھروں میں سہمے ہوئے اِرْقَارُ الْقُلُوبِ خَائِفِيْنَ مِنْ عَمِيَانِ
اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَعْتَنِيْنَ بِطَاعَةِ سُبْحَانَہٗ اَوْوَجَلِيْنَ مِنْ الْعَاقِبَةِ۔

یعنی ان کے دل ڈرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کے باعث اور نیکیوں کے عدم قبل
کے اور غمزدہ فکر آخرت کے سبب ہے۔

واضح معنوم یہ ہے کہ جنتی لوگ جنت میں باہم پوچھنے پر بتائیں گے کہ دنیا میں وہ سہمے ہوئے اور ڈرے
ہوئے تھے وہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے خوف فزہ تھے اور نیکیوں کے بارے میں امید کے باوجود یہ
خطرہ محسوس کرتے تھے کہ شاید قبول نہ ہوں، آخرت میں گرفت کا ڈر بھی تھا اور نفس و شیطان سے ایمان میں
خلل کا ڈر بھی تھا۔

فَمِنْ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَوَقْنَا عَذَابَ
السَّمُومِ۔

فَمِنْ اللّٰهِ عَلَيْنَا، تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اے بِالْوَحْمَةِ وَالْتَوْفِيقِ یعنی اللہ نے اپنے
لطف و مہربانی سے ہم پر کرم کیا اور ہماری سختی فرمادی۔

(وَوَقْنَا عَذَابَ السَّمُومِ) اور ہمیں لو کے عذاب سے بچالیا۔ وَقَالَ الْحَسَنُ: (السَّمُومُ) اسم من
اَسْمَاءِ جَهَنَّمَ اور حسن نے کہا کہ سُمُومِ جہنم کے ناموں میں سے ہے، یعنی ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالیا، اُلو سی کہنے

ہیں۔ ای عذاب النار النافذة فی المسام نفوذ السموم وهو الريح الحارة المعروفة یعنی ایسی آگ کے عذاب سے جو لو کی طرح جسم کے مسامات میں سرایت کرنے والی ہے اور عرف میں اسے گرم لو کہتے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ہم پر لطف کرم کیا اور ہمیں گرم لو کے عذاب دوزخ سے نجات دی اور ہماری سعی اپنے فضل سے قبول فرمائی اور ہمیں جنت عطا فرمائی۔

انا کنا من قبل ندعوہ بے شک ہم نے پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی۔
انه هو البتر الوحیم ہ بے شک وہی احسان فرماتے والا مہربان ہے

انا کنا من قبل ندعوہ بے شک ہم نے پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی۔
ای انا کنا من قبل ذلك تعبدك وتعلیٰ ونسلكه الوقایة یعنی اس سے پہلے ہم دنیا میں پروردگار جل و علا کی بندگی کرتے تھے اور اس سے دعا مانگتے تھے کہ ہمیں عذاب دوزخ سے بچا لے۔
انه هو البتر الوحیم بے شک وہی احسان فرماتا والا مہربان ہے۔

یعنی اس رحیم و کریم غایت درجہ مہربان پروردگار نے ہماری التجاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ہمیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، جنت عطا کی اور اپنے فضل سے سرفراز کیا۔ بلاشبہ وہی احسان کرنے والا اور ہمیشہ لطف کرم اور مہربانی کرنے والا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرے رکوع سورۃ طہ

تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔

یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں میں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے۔

تم فرماؤ انتظار کیسے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔

کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں۔

یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بنایا بلکہ وہ ایمان

فَذَكَرْنَا أَنَّكَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا
مَجْنُونٍ

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرْتَلِيهِمْ رَبِّيبِ
الْمَنُونِ

قُلْ تَرْتَلِيهِمْ فَاِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُرْتَلِينَ

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَاءُ مُهْمِلِينَ هَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ
طَاغُونَ

أَمْ يَقُولُونَ نَقُولُهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ

نہیں رکھتے۔

تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر وہ سچ

ہیں۔

کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنائے
والے ہیں۔

یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں
یقین نہیں۔

یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں یا نہ
کروڑے ہیں۔

یا ان کے پاس کوئی زمین ہے جس میں چڑھ کر سہلے
ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔
کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے
بوجھ میں دبے ہیں۔

یا ان کے پاس غیب ہیں جس سے وہ علم لگاتے
ہیں۔

یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں ہی پر
داؤ پڑنا ہے۔

یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی
ان کے شرک سے۔

اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دیکھیں تو کہیں
گے تہ بہ تہ بادل ہے۔

تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے
بلیں جس میں یہوش ہوں گے۔

جس دن ان کا داؤں کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان

فَلْيَاثُوا يُخَذُّ يَوْمَ مِثْلِهِمْ إِنْ كَانُوا مُصِدِّقِينَ

أَمْ خَلَقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْمُخَالِقُونَ ۝

أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلًا لَا
يُوقِنُونَ ۝

أَمْ عِنْدَ هُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ
هُمُ الْمُصِيطِرُونَ ۝

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ لِّيُصْعِقُونَ بِهِ فَلْيَأْتِ
مُسْتَعِثُّهُمْ بَسُلْطَنٍ مُبِينٍ ۝
مُمْ لَّهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمْ الْبَنُونَ ۝

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَقْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝

أَمْ عِنْدَ هُمْ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا
هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝

أَمْ لَهُمْ آلَاءُ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ۝

فَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا
سَحَابٌ مَرْكُومٌ ۝

فَذَرْهُمْ حَتَّى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ
يُصْعَقُونَ ۝

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ

کی مدد ہو۔

اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک
غائب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔
اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر بھڑکے
رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو اور
اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو
جب تم کھڑے ہو۔
اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے
پیچھے دینے۔

يَتَقَوَّنَ

وَأَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ
النُّجُومِ

حل لغات دوسرا رکوع سورۃ طور پ

فَدَكَّرَ كَيْفَ نَفِیَحْتُ كَرُو	فَمَا تَوْنِیْسِ	أَنْتَ تَوْنِیْسِ	بِنَعْتِ نَعْتِ
رَبِّكَ اپنے رب کی سے	بِكَاهِنِ بَکَاہِنِ	وَأَوْرَ	لَا تَوْنِیْسِ
مَجْتَوْنِ دِلْوَانِ	أَمَّ یَا	یَقُولُونَ کہتے ہیں	شَاعِرِ شَاعِرِ
نَتَوَقَّصُ بِہم انتظار کرتے ہیں یہ اس کے متعلق	فَإِنِّ تَوْنِیْسِکَ میں بھی	رَبِّکَ گردش	الْمُتَوْنِ زانے کا
قُلْ لَکُمُ	تَرْتَوْنِیْسِ انتظار کرو	فَإِنِّ تَوْنِیْسِکَ میں بھی	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ
مِنَ الْمُتَوَقَّصِیْنَ انتظار کرنے والوں سے ہوں	أَحْلَامُہُمْ اُنْکِ غَفْلِیْنَ	أَمَّ یَا	تَمَامُ حُکْمِ دیتی ہیں
ہم وہ	قَوْمُ لَوْکِہِ میں	طَاغُوْنَ سرکش	أَمَّ یَا
یَقُولُونَ کہتے ہیں	تَقُولُکَ بنا لیا ہے خود اس نے اسکو	قَلْبًا تَوْنِیْسِکَ	بَلْ بَلْ
لَا تَوْنِیْسِ	یَوْمِیْنِ اِیْمَانِ لاتے	کَانُوا ہیں وہ	حَدِیْثِ ایک بات
مَثَلِہِ اس جیسی	اِنْ اَرْکِ	مَنْ غَیْبِ بَغِیْرِ کِسی	صَدِیْقِیْنَ سچے
أَمَّ یَا	خَلَقُوا پیدا کیے گئے ہیں	الْمُخَالِفُونَ پیدا کرنے والے	شَتَّى چیز کے
أَمَّ یَا	ہم وہ ہیں		أَمَّ یَا

خَلَقُوا پید کیا انہوں نے
 بلی بلکہ
 عتد پاس
 آم یا
 لہم انکے پاس
 فلیکھ تلوے تے
 آمر یا
 لہم تمہارے لیے
 آجوا مزدوری
 آم یا
 فہم سووہ
 کیدا مکر کرنا
 المکیدون مکر میں آئینگے
 غیر سوا
 ہما اس سے جو
 یروا دیکھیں
 یقولوا کہیں
 ہما ان کو
 الذی وہ
 یومر جسدن
 کیدا مکر ان کا
 لا نہ
 ان بیشک
 دوت سوا
 اکثر اکثر
 السموات آسمانوں
 کلا نہیں
 ہما ان کے
 ہما وہ ہیں
 مستلھم سیرھی ہے کہ
 مستلھم انکا سننے والا
 لہ اسکے لیے
 البنون بیٹے
 فہم تو وہ
 عتد پاس
 یکتون لکھتے ہیں
 فالذین تو وہ جو
 آمر یا
 اللہ اللہ کے
 یشرکون شرک کرتے ہیں و۔ اور
 کسفا مکر
 نجاب بادل ہے
 حتی یہاں تک کہ
 فیہ جس میں
 لا نہ
 ہما انکا
 ہما وہ
 بلذین انکے لیے جو
 ذلک اس کے بھی
 ہما ان کے
 و۔ اور
 یوقنون یقین کرتے
 خزائن خزانے ہیں
 المصیطرؤن زمرہ دار
 کیستعمون سن لیتے ہیں
 بسطن کوئی دلیل
 البش بشیاں ہیں
 آم یا
 من مخرم تلو ان سے
 ہما انکے
 آم یا
 کفروا کافر ہوئے
 لہم ان کے لیے
 سبحن پاک ہے
 ان اگر
 من السماء آسمان سے
 مڑ کو ف تہ بہ تہ
 یلقون بلیں
 یمنقون بیہوش ہو جائیں گے
 یغفر کام آئے گا
 ہینا کچھ بھی
 یصورون سدوے جائینگے و۔ اور
 ظلموا ظالم ہیں
 و۔ اور
 لا نہیں
 عذابا عذاب ہے
 لکن لیکن
 یعلمون جانتے

اَصْبُوْا صَبْرًا ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝
 فَاِنَّكَ بِرَبِّكَ لَآتٍ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝
 وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝
 وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۝

مختصر تفسیر دوسرا رکوع سورۃ طور پر

فَذَكَرْنَاكَ نِعْمَةً رَبِّكَ ۝ بَكَاهُنَّ وَلَا مَحْجُونُونَ ۝
 اَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ مِّثْلُ بَهِ
 نَزَّابِ الْمُنُونِ ۝
 قُلْ تَرَبُّصُوا فَاِنِ مَعَكُمْ
 اَلْمُنْتَصِرِينَ ۝
 فَذَكَرْنَاكَ نِعْمَةً رَبِّكَ ۝ بَكَاهُنَّ وَلَا مَحْجُونُونَ ۝
 اَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ مِّثْلُ بَهِ
 نَزَّابِ الْمُنُونِ ۝
 قُلْ تَرَبُّصُوا فَاِنِ مَعَكُمْ
 اَلْمُنْتَصِرِينَ ۝

پس آپ نصیحت سے جو آپ پر قرآن حکیم کی آیات اتاری گئی ہے جسے ربیہ اور کفار جو کچھ کہتے ہیں
 ان سے پریشان نہ ہوں کیونکہ اس میں نہ تو جھگڑائی ہے اور وہ بے سرو پا باتیں ہیں بعض نے کہا خدا کی
 میں سب سے ہے اور غلط نصیحت کے کام کا باعث ہے اور آپ اس امر پر مامور ہیں یعنی آپ
 کفار کی بے بنیاد اور شرانگیز باتوں سے دل برداشتہ یا رنجیدہ نہ ہوں اور آپ اپنا کام دعوت ارشاد و وعظ
 و نصیحت کرتے رہیں۔

(فَمَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ) کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو۔
 (فَمَا أَنتَ) تو نہیں ہیں آپ، یعنی آپ نہ ہی کاہن اور مجنون ہیں بلکہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں
 کفار کی باتوں پر توجہ نہ فرمائیں آپ لوگوں کو نصیحت کریں فَمَا میں ف بطور تفسیل کے وارد ہے جو مضمون

ہے کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں

(بنیعت ربکا) اپنے پروردگار کے فضل سے یہاں نعمت سے سراہا نبوت اور عقل سلیم ہے
ترجیح میں بطور خاص فضل اپنے کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو ہر طرف
درسالت سے سرفراز فرمایا اور عقل سلیم کمال عطا فرمائی ہے

(ربکا) نہ ہی کاہن، اس میں بے تائید کے لیے یعنی آپ کاہن نہیں، کاہن کبار سے میں کہا
گیا ہے کہ کاہن وہ ہوتا ہے جو انکل سے غیب کی خبریں دے اور امام راغب نے کہا کاہن وہ شخص ہے
جو اسی طرح گندی ہوئی پوشیدہ باتیں بتائے یا پھر لوہی مستقبل کی خبریں دے۔ والمشہور فی اکھانتہ
الاستعداد من الجن فی الاخیار من الغیب اور کہانت کے بارے میں کہ جنوں سے غیب کی خبریں ہیں
مدرسے، کفار آپ کو کاہن کہتے تھے حالانکہ جانتے تھے کہ آپ نہ ہی کاہن ہیں اور نہ ہی آپ میں کوئی کاہنوں
جیسی بات ہے آپ نبی در رسول ہیں اور نبوت اور کہانت میں کیا تعلق ہے سوئے اس کے کہ محض الام
تراشی ہو جو فی نفسہ باطل اور گھٹیا حرکت ہے کفار کبھی کاہن کہتے اور کبھی جنوں اور اس تضاد سے ان کی
بے بودگی واضح ہے کہ کاہن نہ جنوں ہو سکتا ہے اور نہ ہی جنوں کاہن اور آپ دونوں باتوں سے پاک
و منزہ اس لیے کہ آپ نبی در رسول ہیں اور آپ کو جو صداقت و سچائی، عقل کی وہامت حاصل ہے وہ کسی کو عطا نہیں
ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ نعمت کے ساتھ بے قسمیہ ہے جو عظمت نعمت اور شرافت و کرامت پر دلالت
کرتی ہے اور ایک قول ہے جیسے کہ مضمون سے ظاہر ہے اور مطلب ہے کہ کفار کا یہ مقولہ انتہائی
لچر و لغو ہے اور فی نفسہ انکی خود خدمت کرتا ہے، کفار میں جس شخص نے آپ کو کاہن کہا شیعہ بن ربیعہ تھا۔

(ولا یجنون) اور نہ ہی جنوں، جنوں وہ شخص ہوتا ہے جس کی عقل میں خرابی ہو اور وہ غور و فکر کی استعداد
نہ رکھتا ہو، کفار میں سے عقبہ ابن ابی معیط نے یہ کہو اس کی حالانکہ تمام کفار کو آپ کی عظمت کلام، و فہم عقل اور
اعلیٰ بصیرت کا اعتراف تھا ان کا مقصد صرف آپ کو رنج پہنچانا تھا، تو اس آیت میں ان کے لغو و اقوال کی تائید
کی اور اپنے فضل و نعمت کا تائید کر کرتے ہوئے آپ کی تشفی فرمائی اور اس رنج سے آپ کو دور کیا جو آپ کی شان
جمو بیت پر دلالت کرتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ محبوب ان لوگوں کی بے ہودہ باتوں کو خاطر اقدس میں جگہ نہ دیجیے اور
اپنا عظم و نصیحت (تذکر) جاری رکھیے اور اس پر جھجھ اور ڈٹے رہیے۔

راہ یقولون شاعری یا وہ شاعر کہتے ہیں ای بل یقولون - یعنی وہ یہ بھی کہتے ہیں

(شاعری) ای ہوشیاری یعنی کہ وہ (آپ) شاعر ہیں، حالانکہ وہ بخوبی جانتے کہ جو کچھ آپ انہیں پیش کرتے ہیں وہ کلام الہی
ہے نہ کہ شاعری ہے اور نہ ہی شاعری سے اس کا کوئی رشتہ و تعلق ہے، شاعر کہہ کر اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں

(فَتَرْبِصُ بِهِ مَرَبِّبَ الْمُنُونِ) ہمیں ان پر حوادثِ زمانہ کا انتظار ہے۔

(فتربصی) اے منتظر یعنی ہم منتظر ہیں۔ ربہ ربیب المنون (اے الٰہی الٰہی) اے الٰہی الٰہی
فعل من المن بمعنی القطع لانہ یقطع الاعمار وغیرہا ومنہ جبل متین اق
مقطع والربیب مصدر رابہ اذا اقلعہ ارید بہ حوادث الٰہی وصروفہ
لانہا تقلق النفوس۔

یعنی زمانہ اور منون منکر اسم مفعول ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں کیونکہ زمانہ یا موت زندگی اور اس
کے علاوہ کو کاٹ دیتا ہے اور اسی سے جبل منین کٹی ہوئی رسی مراد ہے اور ربیب ذات کا مصدر
ہے جس کا مطلب ہے مضطرب اور پریشان کرنا یا رنج میں ڈال دینا اس سے مراد زمانہ کے حوادث اور حالات
کی تبدیلی ہے جو انسان کو بے رحمہ کرتی رہتی ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ منون سے مراد دھرم (زمانہ) ہے اور ابن
عباس کے نزدیک اس سے مراد موت ہے یعنی آپ بھی ایک شاعر ہیں جس طرح دوسرے شاعر مر گئے
اور ان کی موت نے ان کے ساتھیوں کو پرگندہ کر دیا یہ بھی اسی طرح ہو جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ کفار کہتے
تھے کہ حضرت کے والد نے عین شباب میں انتقال کیا ان کے ساتھ بھی ایسا ہو گا اور ہم اسی وقت (آپ کی
موت) کے منتظر ہیں۔

(قل تربصوا) تو فرماؤ انتظار کیے جاؤ تمکم ہم و تمہدید ہم یعنی آپ بطور تہدید ان سے کہہ دیں اگر
یونہی ہے تو انتظار کئے جاؤ یہاں تک حکم الہی ظاہر ہو جائے

(وانی معکم من المتربصین) اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

اتربص ہلاکم کما تتربصون ہلاکی وفیہ عدۃ کرمیۃ باہلاکم
میں بھی تمہاری ہلاکت کے انتظار میں جس طرح تم مجھ پر حوادثِ زمانہ کے انتظار میں ہو اور اس میں کفار کی ہلاکت
کی واضح وعید ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اسی خیال میں ہو کہ مجھ پر حوادثِ زمانہ واقع ہوں تو بڑی اچھی بات
ہے تم انتظار کرو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ اس وقت کا منتظر ہوں جب ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے
گا کہ کون سچائی پر تھا اور کون گمراہی پر میں بھی تمہارے لیے حکم الہی کا منتظر ہوں بالآخر بدر کے روز یہ
عدہ پورا ہو گیا۔ اند یوم الفرقان (روزِ بدر) حق و باطل کا امتیاز ہو گیا۔

کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش
لوگ ہیں۔

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَخْلَاؤُهُمْ بِهَذَا

أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ

یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بتالیا بلکہ وہ ایمان
اور یقولون تقولہ بل لا یؤمنون

فلیاتوا بعدیث مثله ان کالوا صدقینہ
 نہیں رکھتے
 تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

رامتاوہما حلامہم بہذا، کیا ان کی عقلیں ان کو یہی بتاتی ہیں۔
 ای عقلوہم وکانت قریش یدعون اہل الاحلام والنہی۔
 یعنی ان کی عقلیں اور قریش کے لوگ اہل عقل و دانش جانے جاتے تھے۔ (بہذا) التناقص
 فی المقال الکاهن والشاعر یکونان ذاعقل تام و فطنہ وقادہ والمجنون مغطی
 عقلہ مختل فکر۔ ان کے اقوال میں تناقص ہے کہ کاہن اور شاعر تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو بڑے
 عقلمند اور ذہین اور دقیقہ نظر ہوتے ہیں اور مجنون وہ ہوتا ہے جو بے عقل اور کواس سے عاری ہو۔
 واضح مفہوم یہ ہے کہ قریش مکہ جو عقلمند مشہور ہیں اور لوگ انہیں سمجھدار جانتے ہیں کیا انہیں عقلمند اور مجنون
 میں فرق دکھائی نہیں دیتا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن، کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہتے ہیں تو کیا
 ان باتوں میں کوئی ربط ہے اور کیا یہ تضاد اقوال اہل دانش کا طریقہ ہے ظاہر ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ایسا
 صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ حسد و عناد میں بہت دور جا چکے ہیں اور اپنی حاسدانہ روش میں انہیں حق و
 باطل کا فرق یہ نہیں کہ نظر نہیں آتا بلکہ وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ وگرنہ ان متضاد باتوں کی گنجائش کہاں ہے۔
 رامہم قوم طاعون) یادہ سرکش لوگ ہیں۔

مجاوزون الحد و فی المکابوۃ والعناد، یعنی کفار مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت اور عناد میں صدد
 کو پھیلاؤ چکے تھے اور وہ واضح اور روشن دلائل کے باوصف غلط سلط اور بے سرو پا باتوں کے بنانے میں
 مصروف ہوئی تفسیر ان کی بے عقلی پر دلالت کر رہی ہے اور دوسری طرف پیغام رسول کی حقانیت کو روشن
 سے روشن کر رہی ہے۔

راہر یقولون تقول، یا یہ کہتے ہیں انہوں نے قرآن بتالیا۔
 ای اختلقنہ من تلقاء نفسہ یعنی وہ کہتے ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے
 قرآن کو کھڑ لیا ہے اللہ کی طرف سے یہ نازل نہیں ہوا، کفار کا یہ مقولہ عناد و دشمنی کی وجہ سے ہے اور یہ
 بھی پہلی باتوں کی طرح ہے کہ آپ معاذ اللہ ساحر، شاعر یا مجنون ہیں۔
 (بیل لا یومنون) بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے

فلکیفرہم و عنادہم یرمون بہذا الا باطیل کیف ومارسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم الا واحد من العرب فكيف آتی بما عجز عنه كافیہ الامم من العرب والعجم
تو کفار کا ایسا کہنا کہ حضور نے خود قرآن بتالیا، ان کے غایت درجہ کفر و عناد کی وجہ سے ہے کہ اس طرح کی الزام
تراشیاں کرتے ہیں جیسی کوئی اصل نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں جیتا ہوئے اور کوئی ایسا نہ ہوا
جو ان کی طرح لایا جس کے سامنے عرب و عجم کے لوگ عاجز ہو گئے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کہہ اور قریش کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو اپنے دل سے بتالیا
ہے اور یہ پروردگار کے ہاں سے نازل نہیں ہوا بلکہ انہی باتوں کی طرح ایک تہمت تراشی ہے جس طرح کہ وہ
لوگ آپ کو بغیر سوچے سمجھے شاعر و ساحر کا ہن یا مجنون کہہ دیتے ہیں ان کا یوں کہنا صرف اور صرف حسد
و عناد کی وجہ سے ہے جس میں وہ حدود کو پھلانگ چکے ہیں اور حق و باطل میں فرق نہیں کرنا چاہتے حالانکہ نجی
سمجھتے ہیں کہ یہ حق ہے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قرآن کو دل سے بتالیا ہوتا تو عرب کے فصحاء
بلغاء و شاعر کو کیا ہوا کہ وہ اس کی مثل نہ لاسکے صرف وہ ہی نہیں بلکہ انہیں اس کا پیچیلج دیا گیا ہے مگر نہ تو وہ
انفرادی طور پر اور نہ ہی اجتماعی طور پر مثل قرآن لاسکے اور نہ ہی کلام بلاغت، اخبار غیب، پیش کر سکے جو قرآن کا
خاصہ ہے۔ اگلی آیت میں اسی امر کا اعادہ ہے۔

(فلما تواجدت مثلہ) تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں۔

مماثل القرآن فی النعوت التي استقل بها من حيث النظر ومن حيث المعنى۔
یعنی حسن و خوبی، فصاحت و بلاغت، نظم و معنی میں قرآن کی مثل لائیں، یہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ
کفار میں کاہن بھی تھے اور شاعر بھی اگر قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا ہے تو تم ایسا
کیوں نہیں بتالائے رہی مجنون کی بات تو وہ خود کفار کے قول کی نفی کرتی ہے ساحر و شاعر کا ہن عقلمند ہوئے
اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کا ہن بھی شاعر بھی ہو اور مجنون بھی، آخری الزام یہ تھا کہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود قرآن بتالیا تو اب کھلی دعوت ہے کہ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو تم قرآن کی مثل لاؤ جو فصاحت و
بلاغت، نظم و معنی، اسما و اختصار اور اخذ میں اس کی مثل ہو۔

دَانُ كَمَا نُوَا حُلْدَقَيْنِ اِذَا رَسَمَ هُنَّ

اگر کفار اپنے دعویٰ میں کوئی صداقت رکھتے ہیں تو پھر انفرادی یا اجتماعی طور پر قرآن کی مثل کیوں نہیں
لے آتے کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور عرب کے رہنے والے ہیں اور شعر و سحر، کہانت، فصاحت و بلاغت
نظم و شعر کے خوب سمجھنے جانتے والے ہیں جب وہ اس کا جواب لانے سے قاصر ہیں اور نہ ہی لاسکتے
ہیں تو ان کا جھوٹا ہونا اور بے سرو پا تمہیں گھڑنا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور کفار اپنے ہی اقوال باطلہ کی

روشنی چھوٹے ثابت ہو گئے لیکن مانتے اس لیے نہیں کہ عباد و تعصب دشمنی عداوت نے اندھا کر رکھا
 اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمْ
 الخالقون ؕ

یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں
 یقین نہیں۔

یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ
 المصیطرون ؕ

اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ۔ کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے
 والے ہیں۔

(اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ) کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے۔

ای ام احداثا و قدس و اهذا التقدير البديع من غير مقدور و خالق یعنی کیا یہ لوگ بغیر کسی
 پیدا کرنے والے کے از خود پیدا ہو گئے ہیں اور طبری نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی غیر زندہ سے
 سے پیدا کئے گئے ہیں کہ انہیں عبادات کی طرح نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جاسکے اور ایک قول ہے کہ کیا
 وہ ماں باپ سے پیدا نہ ہوئے جماد بے عقل ہیں کہ ان پر کوئی حجت قائم نہ کی جائے گی حالانکہ ایسا انہیں یا مطلب
 یہ ہے کیا رب نے انہیں نطفہ سے پیدا نہیں کیا ہے۔ معدوم سے موجود ہوتا بغیر موجودہ خالق کے کیونکر ممکن
 ہے۔ اور ایک قول ہے کہ بلا وجہ پیدا نہیں کئے گئے بلکہ شرعی احکام کے مکلف پیدا کئے گئے ہیں۔

(اَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ) یا وہی بنانے والے ہیں۔ اَفَی الَّذِیْنَ خُلِقُوا اَنْفُسُهُمْ فَلِذَا لَکَ
 لَا یَعْبُدُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا یُتَّقُونَ اِلٰی رَسُوْلِهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

یعنی کیا ان لوگوں نے اپنے کو خود پیدا کیا ہے پس اس لیے عزوجل کی عبادت نہیں کرتے اور اس کے
 رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ اللہ کے بغیر ان کا پیدا ہونا کیونکر ممکن ہے جب یہ عمل
 ہے تو انہیں ماننا چاہیے کہ اللہ نے پیدا کیا پھر اللہ کے سوا کونسا کی بندگی کی کیا وجہ ہے۔ یعنی ان کی بت پرستی
 کا کیا سبب ہے۔

اَمْ خُلِقُوا السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ بَلْ
 لَا یُوقِنُونَ۔

یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں
 یقین نہیں۔

(اَمْ خُلِقُوا السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ) یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے

وقال ابن عطية: المراد اهل الدين خلقوا الاشياء فلهذا لك يتكبرون
 ثم خص من تلك الاشياء السموات والارض لعظمهما وشرهما في المخلوقات و
 فيه ما سمعته.

ابن عطیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا انہوں نے وہ تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے وہ
 تکبر کر رہے ہیں اور معزود ہو رہے ہیں پھر ان اشیاء یعنی آسمانوں اور زمین کی عظمت و بزرگی کو بطور خاص
 ذکر کیا ہے جو انہیں مخلوقات میں ہے۔ اور اس میں جو ذکر ہوا اس میں واضح دلیل ہے کہ جس طرح آسمان و زمین
 کو انہوں نے نہیں بنایا بلکہ رب العزت نے پیدا کیا یونہی وہ از خود پیدا نہیں ہوئے بلکہ انہیں بھی رب العزت
 ہی نے خلق کیا تو ان پر لازم تھا کہ قدرت رب پر یقین رکھتے اور اللہ کی بندگی کرتے۔

(بل لا یوقنون) بلکہ انہیں یقین نہیں۔ ای اذا ستلوا من خلقکم وخلق السموات و
 الارض؟ قالوا، اللہ و هو غیر موقنین بما اذ لو كانوا موقنین لما اعرضوا عن
 عبادتہ تعالیٰ فان من عرف خالقہ و ايقن به امثل امرہ و
 انقاد له

یعنی جب پوچھیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا اور آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے
 لیکن وہ پختہ یقین نہیں رکھتے اس لئے کہ اگر وہ یکا یقین رکھنے والے ہوتے تو اللہ کریم کی بندگی سے ہرگز منہ نہ
 موڑتے پس جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور اس پر یقین کیا وہ اس کی بندگی اور اس کی اطاعت سے
 کیونکر رک جاتا ہے۔

ام عندہم خزائن ربک ام ہم یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا
 المصیطرون۔ وہ خود مختار ہیں۔

(ام عندہم خزائن ربک) یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں۔
 ای خزائن رزقہ تعالیٰ و رحمۃ حتی یرزقوا النبوة من شاء و او میسکوها
 عن شاءوا۔ وقال الروماني: جزائہ تعالیٰ مقدور ائمہ سبحانہ وقال ابن
 عطیہ المعنی ام عندہم الاستغناء عن اللہ تعالیٰ فی جمیع الامور لان المال و
 الصعة والعزة وغیر ذالک من الاشياء من خزائن اللہ تعالیٰ، وقال الزہری یرید
 بالخزائن العلم واستغنائه ابو حیان۔

یعنی کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رزق اس کی رحمت کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں ثبوت عطا کر دیں

اور جس سے چاہیں نبوت کو روک دیں اور ربانی کے کہا کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے اختیارات کے خزانے ہیں
یعنی قضاء و قدر کے اختیار ہیں اور ابن عطفیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کیا ان کے پاس تمام امور میں ہر ایک
مال صحت اور عزت اور اس کے علاوہ خزانہ رب کی اختیار میں سے وغیرہ کی دولت و قدرت ہے کہ ہر ایک
کریں اور نہ ہری نے کہا خزانہ سے مراد رب کے علم کے خزانے ہیں اور ابو حبان نے اس کی تفسیر کی ہے
مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے پاس علم و حکمت الہی کے خزانے ہیں جس سے وہ جان لیں کہ استحقاق نبوت کس
کے لیے ہے اور کس کے لیے نہیں۔

(امرهم المصيطرون) یا وہ گڑبڑے (خود مختار ہیں)

یعنی کیا وہ لوگ خود مختار ہیں اور یہاں تک کہ احکام ربانی اور امور الیہ پر قبضہ و تسلط رکھتے ہیں اور تمام
پیرزوں کا اپنی خواہش اور ارادہ کے مطابق حکم دیتے ہیں، مفسر کے معنی غالب و تسلط رکھنے والے کے ہیں۔
طالع مضموم یہ ہے کہ کیا وہ خود مختار ہیں جو چاہیں کرتے پھریں انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو جب ایسا نہیں ہے
تو پھر خدا اور رسول پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

أَمَلَهُمْ سُلْمٌ كَيْسَمَعُونَ فِيهِ فَلَیَاتِ
مَسْمَعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مَبِیْنٍ ۝

یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے
ہیں تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

أَمَلَهُ الْبَنَاتُ وَكُمُ الْجَنُونَ ۝

کیا اس کو بیٹیاں اور تم کوئی بیٹے

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ
مُثْقَلُونَ ۝

یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ پٹھوں کے بوجھ میں
دیے ہیں۔

أَمْ لَهُمْ سُلْمٌ مِیَا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس پر چڑھ کر سن لیتے ہیں فہو ما یوصل بہ الی الامکنۃ الولیۃ
یعنی کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جو انہیں اونچے اور بلند مکانوں تک پہنچانے یا ملانے والی ہے یا وہ
اس سیڑھی کے ذریعہ آسمانوں تک چڑھ کر فرشتوں کا کلام سن لیتے ہیں اور ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے
کونسا امر حق ہے۔

(یستمعون فیہ) ای ماعدین فیہ یعنی اس سیڑھی کے ذریعہ چڑھ کر آسمان کی خبریں سن لیتے ہیں۔
(فَلَیَاتِ مَسْمَعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مَبِیْنٍ) تو ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

راہی بحجة واضحة لصدق استماعہ یعنی واضح اور روشن دلیل کے ساتھ اس دعویٰ پر کوئی سند لائے
واضح مضموم یہ ہے کہ کیا کفار کے پاس آسمان تک پہنچانے والی کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی
باتیں سن سکیں اور اخبار غیب ان تک پہنچیں اور انہیں اس امر کا علم ہو گیا کچھ واقعہ ہونے والا ہے اور کونسی

بالتحقیق ہے اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانیں اگر ایسی بات کا دعویٰ کافروں کو ہے تو ان میں سے جو اس کلام کے سننے کا مدعی ہے وہ واضح اور روشن دلیل پیش کرے اور جب ان کے پاس کوئی بھی ایسی بات نہیں اور نہ ہو سکتی ہے تو پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیوں نہیں کرتے اور اپنی بے بسی کے باوصف حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے۔

راہلۃ البنت ولکم البنون) کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے۔

تسفیہ لہم وترکیک لعقولہم وفیہ ایذان بان من ہذا بہ لا یکاد یعد من العقلاء
فضلاً عن الترقی الی عالم الملکوت وسماع کلام ذی العزۃ والجبروت والالتفات الی الخطاب
تشدیداً والتوبیخ۔

آلوسی کہتے ہیں ان کفار کی عقلیں کس قدر لپٹ اور یہ لوگ کتنے سر پھرے ہیں اور ان لوگوں کو عقلمند
تو کجا باہوش بھی نہیں کہا جاسکتا حالانکہ یہ لوگ حق تعالیٰ سبحانہ کے کلام کے سننے مدعی اور عالم ملکوت تک رسائی
کے دعویٰ دار بننے کی کوشش کرتے ہیں اور حال ان کا یہ ہے کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں جب کہ خود
بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہیں اور خدا کی طرف ناپسندیدہ بات معیوب کرتے ہیں اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں
ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جو غایت درجہ بے وقوف اور معیار عقل سے کہیں گرا ہوا ہے اور اس پر مزید یہ کہ
دعویٰ عالم ملکوت تک روحانی پہنچ کار کھتے ہیں۔

وَأَمَّا تَسْلَامُ أَخْبَرُوا فَهُمْ مِنْ مَغْرِبٍ
یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں
دے رہے ہیں۔

وَأَمَّا تَسْلَامُ أَخْبَرُوا یا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو آلوسی کہتے ہیں اسی علی تبلیغ الرسائل
وہو رجوع الی خطابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعراض عنہم۔

یعنی کیا آپ تبلیغ رسالت کا کوئی معاوضہ ان سے طلب کر رہے ہیں اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف خطاب کیا گیا ہے و کفار سے اعراض کیا گیا ہے۔

فہم پس وہ لاجل ذلک یعنی اس وجہ سے کفار

(من مغرب) چٹی کے بوجھ میں۔ مصدر میعی عن الغرم والغرامة وهو کما قال
الراغب ما یتوب الانسان فی مالہ من ضرر بغیر جناۃ منہ فاعلام بتقدیر مضا
من التام مغرم۔

مغرم غرم اور غرامت سے مصدر میعی ہے اور اس سے مراد جیسا کہ امام راعغب نے کہا یہ ہے کہ انسان اپنے

مال سے جو تکلیف محسوس کر کے ادا کرے اور اسے ایسا کرنا بلا ضرورت یا خواہ مخواہ ہو اور یہ کام بتقدیر مصافحہ سے یعنی مغرم (چٹھی) کے التزام سے ہے۔

(مُثْقَلُونَ) دبے ہیں۔ ای محملون الثقل فلن لك لا يتبعونك۔

یعنی بوجھ تلے دبے ہیں اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیا ان سے رسالت کی تبلیغ کا کوئی معاوضہ یا کوئی مطالبہ ان کفار سے کر رہے ہیں جس کی چٹھی انہیں پڑ رہی ہے اور یہ اس چٹھی کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں اور اسی وجہ سے آپ کا اتباع نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کو اتباع کرنی چاہیے۔ کیونکہ نہ تو ان پر کوئی چٹھی ہے اور نہ ہی کوئی بوجھ جو اتباع میں جارح ہو سکے تو پھر ان کے پاس کوئی عذر ہے۔

۴۱ عندہم الغیب فہم یکتبون ہ یا ان کے پاس غیب میں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں۔

(۱) عندہم الغیب یا ان کے پاس غیب میں ای للوم المحفوظ المثلث فیہ الغیوب۔ یعنی کیا

ان کے پاس لوح محفوظ ہے جس میں تمام غیوب کا اندراج ہے۔

(فہم یکتبون) جس سے وہ حکم لگاتے ہیں منہ ویخبرون بہ الناس۔

یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے جس میں غیبوں کا اندراج ہے اور جس سے یہ لوگوں کو خبریں دے رہے ہیں وفسر بعضهم (یکتبون) یحکمون اور بعض نے یکتبون کی تفسیر حکمون سے کی ہے یعنی حکم لگاتے ہیں ابن عطیہ نے کہا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جس سے شرعاً وہ حکم لگاتے ہیں جو وہ لوگوں کے لیے خیال کرتے ہیں جیسے بتوں کی بندگی ہے اور اشتھانوں کی قربانی ہے اور اسی قبیل کی باتیں ہیں اور فتاوہ نے کہا کیا ان کے پاس اس بات کا علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب وصال فرمائیں گے جس کا انہیں انتظار ہے اور ایک قول یہ ہے کیا ان کے پاس علم غیب ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے بعد انہیں گے اور اگر اٹھے بھی تو ان پر عذاب نہیں ہوگا۔

أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ الْمَكِيدُونَ ہ یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں ہی پر داؤں پڑتا ہے۔

رامریریدون کیداً یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں۔ بک وبشرعک وهو ما حکان منهم فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم بدارالندوة مما هو معلوم من السیر وھذا من الانبیاء بالغیب فان قصة دارالندوة وقعت فی وقت الهجرة وکان نزول السورة قبلھا کما تبدل علیہ الآثار۔

یعنی کیا یہ کافر لوگ آپ کے ساتھ اور آپ کی شریعت کے ساتھ کوئی سازش نہ کر رہے ہیں اور کیا سازش سے اشارہ کفار کی طرف سے دارالندوة میں مشورہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا ہے۔
تھا جیسا کہ سیرت کی کتب سے ظاہر و معلوم ہے اور یہ امر اخبار غیب سے ہے کیونکہ دارالندوة کا مطالبہ ہجرت کے وقت واقع ہوا اور اس سورت مبارکہ یعنی سورۃ طہ کا نزول اس سے بہت پہلے ہوا جیسا کہ آثار سے دلالت کرتا ہے۔

(فَالَّذِينَ كَفَرُوا) تو کافروں ہی پر ہم المذکورون المریدون کیدۃ علیہ الصلاۃ والسلام یعنی سازش کرنے والے کافر جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکر کرنا چاہتے ہیں۔
(رَهُمُ الْمَكِيدُونَ) انہی پر داؤں پڑتا ہے۔ ای الذین یحییٰ بہم کیدہم ویعود علیہم وبالہ
لَا مَن ارَادُوا اَنْ یَّکِیدُوْهُ وَکَانَ وِبَالَهُ فِیْ حَقِّ اَوْلَئِکَ قَتَلَهُمْ یَوْمَ بُدٍ فِی السَّنَةِ
الْخَامِسَةِ عَشْرٍ مِنَ النَّبُوۃِ۔

یعنی مکر کرنے والے لوگوں پر ہی ان کا مکر لڑے گا اور وہ اس وبال میں مبتلا ہوں گے اور ان کے حق میں اس سازش کا وبال ان کا بد کے دن مقتول ہونا تھا جو نبوت کے پندرہویں برس تک واقع ہوا۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ سازش و مکر کرنے والوں پر خود ہی ان کے مکر و فریب کا وبال پڑے اور اس میں غیب کی خبریں بھی ہیں کہ یہ لوگ یوم بدر کو جائیں گے اور اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا مگر میں بھی اور جب آپ نے ہجرت فرمائی اور یوم بدر کو بھی غلبہ عطا کیا گیا مگر کافروں کو رسوائی ہوئی۔
اَمْرُهُمُ الْاِلٰهَ غَیْرَ الْاِلٰهِ سَبَّحَنَ اللّٰہُ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاک کی ان کے
عما یشرکون ہ۔

اَمْلَهُمُ الْاِلٰهَ غَیْرَ الْاِلٰهِ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے یعنی ہم و جبرسہم من عند ایدہ عزوجل
یعنی کیا اللہ کے سوا ان کافر لوگوں کا کوئی اور اللہ ہے جو انکی مدد کرے اور انہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے بچا سکے۔

(سَبَّحَنَ اللّٰہُ عَمَّا یَشْرَکُونَ) اللہ کو پاک ہے ان کے شرک سے۔ ای عن اشارہ کہہ ان ما
مصدہید او عن شوۃ الذی یشرکون علی انہا موصولة یعنی ان کی شرک کی باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل ان جملہ امور
سے پاک ہے اور یہ مفہوم اس تقدیر پر ہو گا جب کہ ما صد یہ سمجھا جائے اور اگر ما موصولہ ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ
جن کو یہ کفار خدا کا شرک مانتے یا ٹھہراتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔
وَاِیْنَ یُرُوۡا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گر تادیکھیں تو کہیں گے

يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝
 وان يروا كسفاً من السماء ساقطاً اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں اے اے ان یروا کسفاً عظيماً
 یعنی اگر کفار آسمان سے کسی بڑے ٹکڑے کو گرتا دیکھیں، یہ دراصل کفار و مشرکین کے اس قول کا جواب ہے
 جو وہ کہتے تھے کہ اگر آپ سچے اور برحق ہیں فاسقط کسفاً من السماء تو آسمان سے ایک ٹکڑا گرو
 اگر یہ کفار و مشرکین آسمان سے ٹکڑا گرتا دیکھیں تو پھر بھی یہی کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جس سے ہم سیراب ہوا
 گے جیسا کہ قوم عاد نے بھی کہا
 (يَقُولُوا) وہ کہیں گے من فرط طغيانهم وعنادهم یعنی مشرکین اپنی حد درجہ سرکشی و تنہا
 وعناد کی وجہ سے کہیں گے۔

(سحابٌ مَرْكُومٌ) تنہا بہ تہ بادل متراکم ملتی بعضہ علی بعض اے ہم فی الطغیان
 مشرکین کفار کہیں گے کہ یہ تو تنہا در تنہا بادل ہے یعنی جس کا بعض حصہ سے ملا ہوا اور پورے سے جھپٹ کر کہ یہ خود
 بغاوت و سرکشی میں تنہا بہ تہ ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر ہم ان کے عذاب کے لئے آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا بھی دیں تو یہ اپنے مکمل
 بغض و عناد کی وجہ سے کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جس سے نفع ہوگا پھر بھی اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے بالآخر
 ہلاکت ہی ان کا مقدر ہے۔

فَذَرَهُمْ حَتَّى يَلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي
 فِيهِ يَصْعَقُونَ ۝
 يَوْمَ لَا يَخْنَعُ عَنْهُمْ كَيْدُ شَيْئٍ
 لَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝
 تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے
 ملیں جس میں بے ہوش ہوں گے۔
 جس دن ان کا داؤں کچھ نہ کام دے گا۔ اور نہ ان کا
 مدد ہو۔

(فَذَرَهُمْ) تو تم انہیں چھوڑ دو، یعنی ان کفار کو موت تک چھوڑ دیجیے اور ان پر عذاب نہ ملے گی۔
 (حَتَّى يَلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي
 فِيهِ يَصْعَقُونَ) یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں
 بے ہوش ہوں گے۔

(حَتَّى يَلْقُوا يَوْمَهُمُ) یعنی وہ دیکھ لیں یا اس دن کو پہنچ جائیں یوم کے ساتھ ہم کی ضمیر واضح کر دی
 ہے، کفار جب تک موت کے دن کو دیکھ نہ لیں نہ یہ کہ نفی اولیٰ تک ان کو مہلت ملے، اور آکوسی کہتے ہیں۔
 والمراد بذلك اليوم يوم بئدر یہاں یوم سے مراد بدر کا دن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے
 مراد نفی اولیٰ ہے جس میں بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اسے رسول ان کفار کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان کو موت آجائے یا یہ کہ اور بے ہوشی سے مراد مسکرات موت کی بے ہوشی ہے۔ واللہ اعلم۔

یوم بدر کو ہلاک ہوں اور ان کے لیے فوری عذاب نہ مانگیئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار کو چھوڑنا اس وقت کے لیے ہے جب تک کہ جہاد و قتال فرض نہ ہوا تھا کیونکہ سورہ طور کی ہے اور مکہ میں قتال کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور نہ ہی اہل ایمان بھی اس حال کو پہنچے تھے یعنی مغلوبیت تھی اور کفر کا زور غلبہ تھا۔

(یوم لا یغنی عنہم کیدہم شیئاً) جس دن ان کا داؤں کچھ کام نہ دے گا۔

یوم لا یغنی بمل ہے یوم مہم سے یعنی جس دن کفار کو موت آئے گی اور ان پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہوگی یا یہ کہ بدر کے دن جب ہلاکت و موت ان کو گھیرے گی تو اس دن ان کا کوئی داؤں کوئی حیلہ کوئی صہرہ یا نہیں مطلقاً فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی وہ عذاب سے بچ سکیں گے یہاں کید کی مناسبت سے بدر کا دن ہی زیادہ حذروں معلوم ہوتا ہے کہ اس روز کفار اپنی تمام تدابیر کے باوصف ہلاکت سے نہ بچ سکے یوم سے مراد نفثہ اولیٰ الذین رست نہیں ہے۔ رب ان کا بے ہوش ہونا تو اس کا اختصاص زندوں کے ساتھ ہے اور مردے بھی بے ہوش ہوں گے اور وہ آیت کے عزم میں داخل ہیں اور کہا گیا ہے اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور مہمور کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

(وَلَا هُمْ يَصْرُونَ) اور نہ ہی مدد کی ہمت رکھتے ^{وَعَن} دَفْعِ الْعَذَابِ عَنْهُمْ یعنی کوئی بھی ان سے

عذاب کو دور نہ کر سکے گا اور نشان کو کسی قسم کی مدد حاصل ہو سکے گی۔

كَأَن لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا بَآدُونَ اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

(وَأَنَّ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا) اور بے شک ظالموں کے لیے ایک عذاب ہے یا تو عام کفار ہیں یا ان میں سے کے خاص لوگ بعض کے نزدیک خاص کفار ہی مراد ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔ اور اس تقدیر پر دونوں قول درست ہیں۔

(عَذَابًا بَآدُونَ ذَٰلِكَ) اس سے پہلے ایک عذاب ہے دون مالا قوۃ من القتل ای قبلہ اس کے سوا جو انہیں نہیں پہنچا قتل سے پہلے (مرنے سے پہلے) وقال مجاہد القحط الذی احیاہم سبع سنین اور مجاہد نے کہا کہ عذاب سے مراد قحط ہے جو ان کو (کفار کو) سات برس تک پہنچا۔

وَمِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ مَا لَمْ عَلَيْهِم اور ابن عباس کے نزدیک ان کے لیے وہ ہے جو انہیں بدر کے دن پیش آیا اور یوم بھی فتح تک کے وقت یوم بدر والفتح۔

وقرودون ذلك، يقبل يوم القيامة بناءً على كون يومهم الذي فيه تصفون ذلك وعنه أيضاً وعن البرابر عازب أنه عذاب القبر وهو مبنی علی نحو ذلك التفسیر وذهب الیہ بعضہم بناءً علی ان دون ذلك - بمعنی وکاف ذالک

اور دُونَ ذَلِکَ کی تفسیر میں کہہ کہ قیامت کے دن سے پہلے اور یہ اس تقدیر پر کہ یَوْمِہُمُ الدُّنْیَا سے مراد قیامت کا دن ہے اور ابن عباس اور ہزار بن عازب سے مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب القبر ہے اور وہ بھی اسی تفسیر پر مبنی ہے جب کہ یَوْمِہُم سے مراد قیامت کا دن یا نعمۃ اولیٰ کا دن ہو اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد اس کے علاوہ ہے یعنی مرنے کے علاوہ عذاب ہے۔ بہر صورت عذاب القبر جب ہی درست ہو سکتا ہے جب یَوْمِہُم سے مراد نعمۃ اولیٰ کا دن تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ قبر کا عذاب مرنے سے پہلے کیونکر مقصور ہو سکتا ہے۔ وَلَکِنِّی اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ

اور ہاں ان میں سے اکثر کو معلوم نہیں چونکہ یہ ظالم کفار اپنے کفر و طغیانی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیے انہیں ان کے کفر کے باعث عذاب ہو گا اور انہیں تعصب کی وجہ سے اس کا احساس نہیں کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔

وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ
فَاِنَّکَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّکَ حَیْثُ تَقُوْہُ

اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے
رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ اور
اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بولو جب
تم کھڑے ہو۔

رواصبر لحکم ربک) اور اے محبوب اپنے پروردگار کے حکم پر ٹھہرے رہو یا مہا الہم الی یوم الموعود یعنی ان ظالم کفار کو جو ان کے وعدہ کے دن تک مہلت دی گئی ہے تو آپ اس وقت تک ٹھہرے رہیں اور ان کی بے بودگیوں پر کبیدہ خاطر نہ ہوں جب مقررہ وقت آجائے گا تو تمہارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو گا لہذا آپ جب تک برداشت فرمائیں۔

(فَاِنَّکَ بِاَعْيُنِنَا) بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو ای فی حفظنا وحواسنا یعنی آپ ہماری حساست و نگہداشت میں ہیں یہ کہ کفار آپ کو کچھ ضرر تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے قَابِضِیْنِ حَازِعِیْنِ الْحَفِظِ اور عین سے مراد حفاظت ہے یعنی آپ مکمل طور پر ہماری حفاظت و نگہداشت میں ہیں اور ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں وسیع محمد ربک حین تقوٰ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو ای قل سبحان اللہ ملحقاً بجمدہ تعالیٰ علی نعمائہ یعنی آپ کہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام

نعمتوں پر اس کی تعریف بیان کریں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تکبیر اولیٰ کے بعد ثناء کا پڑھنا ہے یا یہ معنی ہے کہ جب آپ سو کر اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کیا کریں عطاء نے کہا کہ حین تقوم سے مراد مجلس سے اٹھنے کا وقت مراد ہے اور حین تقوم (جب بھی آپ کھڑے ہوں) میں یہ بات واضح ہے کہ خواہ نماز کے لیے کھڑے ہوں یا سو کر اٹھ کھڑے ہو یا کسی مجلس سے کھڑے ہو خواہ کئی مرتبہ ہو تو آپ اپنے رب کی پاکی اور تعریف بیان کریں کیونکہ یہ تسبیح و تحمید مجلس کی بڑی باتوں کا کفارہ ہو جائیگی بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ایسی جگہ بیٹھا ہو جہاں شور و غیرو ہو تو پھر وہ شخص اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے کہے سبحانک اللہم و بحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک تو جو اس مجلس میں ہو کچھ ہو گا یہ کلمات دعا اس کا کفارہ ہوں گے۔

ومن الیل فصبحہ وادبار اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ
الصبح

ومن الیل فصبحہ) اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو و قیل التسبیح من الیل صلوة
المغرب والعشاء۔

اور کہا گیا ہے رات میں تسبیح سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز میں ہیں رات کے خصوصی ذکر سے بعض نے تہجد کی نماز مراد لی ہے کہ رات کی عبادت میں ریا کو دخل نہیں ہوتا اور نفس پر بھی دشوار ہوتی ہے۔
روادبارالصبح اور تاروں کے غائب ہونے پر اسی وقت ادبارھا من اخر للیل اسی غیبتھا
بضم و الصبح اور رات کے آخری حصہ میں تاروں کو پیٹھ دینے کے وقت سے مراد ان کا صبح کی روشنی
سے چھپ جانا ہے یعنی فجر کا وقت، صبحا کے نزدیک اس سے نماز فجر مراد ہے اور بعض کے نزدیک
رکعتا الفجر نماز فجر سے پہلے کی دو سنتیں جیسا کہ صحیحین میں ہے
کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ اور حضرت عمرؓ علیؓ ابی ہریرہؓ اور حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے
کہ رات کے وقت تسبیح سے مراد نوافل اور ادبارالصبح سے مراد فجر کی دو رکعتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بامحاورہ ترجمہ کو ع اول سورۃ نجم پ

وَالْقُرْآنُ إِذَا هُوَ

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معرور
اترے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ
إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
عَلَيْهَا شَيْدُ الْقُوَىٰ
ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ
وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ

تمہارے صاحب نہ بکے نہ بے راہ چلے۔
اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے
وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔
انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔
پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا۔

اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔
پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا۔
تو اس جلوے اور اس محبوب ہیں دو ہاتھ کافا صمد را بلکہ

اس سے بھی کم۔

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔
دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔
تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔
اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔
سدرۃ المنتہی کے پاس۔

اس کے پاس جنت المادی ہے۔

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔
آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حل سے بڑھی۔

بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔
تو کیا تم نے دیکھا لات اور عذری۔

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ
أَفَتَمْتَرُونَ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ
وَلَسَدَرًا تَلَوتَهُ أُخْرَىٰ
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ
عِنْدَ حَاجَةِ الْمَادَىٰ
إِذْ يُغَشَّى السِّدْرَةَ مَا يُغَشَّى
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ
لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ
أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ

وَمَوْتَهُ الثَّالِثَةَ الْآخِرَىٰ

أَنكُمُ الذَّكَرُ وَلَكُمُ الْأُنثَىٰ

تِلْكَ إِذْ أَقْسَمْتُمْ ضُرَىٰ

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ

وَأَنبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ

سُلْطَانٍ ۚ إِنَّ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى

الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ

الْهُدَىٰ

أَمَّا لِلنَّسَاءِ مَا غَنَىٰ

فِي اللَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ

اور اس تیسری مناسبت کو۔

کیا تم کو بیٹیا اور اس کو بیٹی۔

جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے۔

وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ

دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں

آماری وہ تو بے گمان اور نفس کی خواہشوں کے

پچھے ہیں حالانکہ بے شک ان کے پاس انکسب

کی طرف سے ہدایت آئی۔

کیا آدمی کو مل جائے گا جو کچھ وہ خیال باندھے۔

تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ نجم ۲۱

و قسم ہے	الْبَيْتِ - حارے کی	إِذَا جِبْ	ہوئی جھکے
ماتہ	فَلَّ - بیکے	صَاحِبُكُمْ - تمہارے ساتھی	و۔ اور
ماتہ	غَوَىٰ - بے راہ ہوئے	و۔ اور	ما نہیں
يَنْطَلِقُ - بولتا وہ	عَنِ الْهَوَىٰ - اپنی خواہش سے	و۔ اور	ان نہیں
ہو۔ وہ	إِلَّا - مگر	و۔ اور	یوچی سوچی کی گئی
عَلَّمَ - سکھایا اسکو	شَدِيدَ سَخْتٍ	الْقَوَىٰ - قوت دہنے	ذو۔ صاحب
مَرَّةً - طاقت نے	فَأَسْتَوَىٰ - پھر قصبہ کیا	و۔ اور	ہو۔ وہ
بِالْأَفْقِ - کنارے	الْأَعْلَىٰ - بلند پر تھا	و۔ اور	دنا۔ قریب ہوا
قَدَّ لِي - پھر لپکا	مَكَانٍ - پھر ہو گیا	قَابَ - امانہ	قوسیدہ۔ دو گمان کا
آویا	أَدْنَىٰ اس سے بھی قریب	فَادَىٰ - تو وحی کی	الی۔ طرف
عبدہ اپنے بندے کی	مَا جَو	أَوْحَىٰ - وحی کی	ما نہیں
كَذَّبَ جِثْلًا	الْفَوَادُ - دل نے	مَا جَو	دایا اس نے دیکھا

مختصر تفسیر اردو پہلا رکوع سورہ النجم پارہ ۲۷

اس سورت نام النجم بھی ہے بغیر واو کے اور النجم بھی اور یہ سورہ مبارکہ علی الاطلاق مکی ہے اور علامہ جلیل الدین سیوطی نے الاتقان میں سوائے آیہ مبارکہ الذی یجبون... اتقی کے باقی سورہ مبارکہ کو مکی اقرار دیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ افوات الذی قویٰ سے ۹ آیات مکی نہیں ہیں اور طبری نے حسن سے عجیب قول نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے لیکن یہ بے اصل ہے، اس سورہ مبارکہ کی باسٹھ آیات ہیں۔ قرار کوئی کے نزدیک اور ان کے علاوہ کے نزدیک اسٹھ ہیں جو ساٹھ کلے اور چار سو پانچ خود اور تین رکوع ہیں۔ ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تحریر کی ہے کہ یہ وہ پہلی صورت ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلاوت کے ساتھ اعلان فرمایا اور حرم کعبہ میں پڑھا اس سال میں کہ مشرکین سن رہے تھے اور بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صفایت کیا ہے کہ پہلی سورت جو نازل ہوئی اور اس نایت میں سجدہ ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور تمام لوگوں نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے جس کو میں نے دیکھا کہ اس نے مشیت بھر خاک اٹھائی اور اس پر سجدہ کیا بعد میں میں نے اسے دیکھا کہ وہ بھٹکتا فرما رہا گیا اور وہ امیہ بن خلف تھا اور بھر میں ہے کہ بلاشبہ سرور دو عالم نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مومنین و مشرکوں اور جنوں انسانوں نے سجدہ کیا سوائے ابی لہب کے تو اس نے امٹھی بھر مٹی اٹھائی اور کہا مجھے یہی کافی ہے تو ان روایتوں سے احتمال ہے کہ ابولہب اور امیہ بن خلف دونوں نے ہی ایسا کیا ہوا اور اس سورہ مبارکہ کی اس سے جو پہلے گزری (والطور) سے شدید مناسبت ہے کیونکہ والطور اللہ کے قول اذ بار النجوم پر ختم ہوئی اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول والنجم سے اس کا افتتاح ہوا اور اس میں افتتاح سورہ میں کفار کا ان کے اقوال کا رد ہے جس کی نسبت وہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے یعنی کامن، شاعر اور مجنون اور ابوجہان سے کہا کہ اس سورہ مبارکہ کے نزول کا سبب مشرکین کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم گھڑ لیا ہے۔

(وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ) اس پیارے چمکتے ستارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔
روالنجم اذا هوٰی اور قسم (مطلق) ستارے کی جب یہ معراج سے اترے۔

انجم میں الف لام صنبی ہے نجم کے معنی ہے ظاہر ہونا یا باہر نکل آنا اور ہر نکلنے والی شے کو نجم کہتے ہیں جیسکہ کہتے ہیں النجم المسنن دانت نکل آیا اور حسن ابو ہریرہ نے کہا اقسام سبحانہ بالجودہ اذا انتشرت فی القیامۃ آت میں وہ ستارے مراد ہیں جو قیامت کے روز بکھر جائیں گے اور ابن عباس سے ایک روایت میں ہے۔ اذا نقصت فی اثر الشیاطین مراد وہ تارے ہیں جو شیاطین پر گرتے ہیں جب کہ وہ اہل سما کی باتیں سننے اور جباتے ہیں وقیل: المراد بالنجم معین اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد معین تارے فقال مجاہد وسفیان حوالہ الثریما علمایا تعلیم لہما مجاہد اور سفیان نے کہا وہ ثریا ہے اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت کے موافق ہے۔ فرار کا قول ہے المقدار النازل من القرآن علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مراد ہے قرآن حکیم کی وہ مقدار ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی ہو ہدایت کا کوکب تابندہ ہے۔ وقال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ: هو النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو ہم تزلزل من السماء لیلة المعراج اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہوئی سے مراد ان کا آسمانوں سے شب معراج اترنا ہے تفسیر خازن میں بھی اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے نجم سے مراد حضرات صحابہ کرام ہیں یا علماء امت اور ہوئی سے مراد تحقیق کی بلند یوں تک ان کا جانا انکار کے مستندوں کی انتہائی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر اہل راہ کے موتی برآمد کرتا ہے واضح معنی یہ ہے کہ پروردگار نے ذات گرامی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی جب کہ وہ معراج سے اترے اور اگر دوسرے تمام مذکور معانی مراد لیئے جائیں تو سب وجود الہی اور عظمت ربانی اور صفت باری پر واضح دلیل ہیں اور اگر معین ذات یعنی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد لی جائے تو معراج کے بعد آپ کا نیچے تشریف لانا اور مخلوق کو ہدایت کرنا اللہ کریم کا بے مثل احسان و انعام ہے۔

(ما ضل صاحبکم وما غوی) تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے

ما ضل صاحبکم تمہارے صاحب نہ بہکے، ای ما عدل عن طریق الحق الذی هو مسلک والاخرۃ فهو استعارة وتمثیل لکونه علیہ الصلوٰۃ والسلام علی الصواب فی اقوالہ وافعالہ۔

صاحبکم سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی آپ نے کبھی بھی حق و ہدایت کے راستہ کو ترک نہ کیا جو آخرت کی کامرانی کا ذریعہ ہے اور اس میں اشد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقوال وافعال میں ہمیشہ راہ صواب پر گامزن اور طریق حق پر فائز و متمکن ہیں اور آپ کے وامن عصمت پر کسی بھی امر مکروہ اعتقاد فاسد کی گرد نہ پہنچی اور ہمیشہ اور ہر وقت اپنے رب کریم کی توحید و عبادت میں رہے۔

وَمَا غَوَى اور نہ بے راہ چلے ای دَمَا اعتقاد باطل قط یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی بھی اعتقاد فاسد کی گرد نہ پہنچی۔

اس میں گروہ قریش سے خطاب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ تمہارے ساتھ گزرا ہے اور تمہیں ان کے اقوال، افعال اور اقوال کی تفصیلاً خبر بھی ہے پھر تم اس باطل خیال میں الجھے ہوئے ہو کہ آپ کو یہ کہا ہوا یا یہ راہ سمجھتے ہو حالانکہ آپ ہمیشہ سے راہ صواب پر گامزن ہیں راہ حق پر متشکک ہیں آپ ہر امر مکروہ سے محفوظ رہے اور اعتقاد فاسد سے معصوم ہیں تو کیا تمہیں انکے ہادی و مہدی ہونے میں کوئی شک ہے جو پہلے ہی طریق حق پر قائم ہیں اب وہ کیسے راہ حق سے بہک سکتے ہیں اے گروہ قریش یہ تمہاری کج فہمی، کج برد اور اعتراف حقیقت سے فرار ہے جو تم ایسا خیال کرتے ہو۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنْ الْهَوَىٰ (الہوئی) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

وَمَا يَنْطِقُ (ای النبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ لتقدم ذکوة فی قوله سبحانه ورجا حکم) و

النطق مضمون معنی الصد و رقلذ اعدی بمن فی قوله تعالیٰ: (عن الہوئی) وقیل ہی بمعنى البأولیس بذاک ای ما یصدر نطقه فیما اتاکم بہ من جهة عز وجل کالتقران، اومن القرآن عن الہوئی نفسہ وراہ اصلاً

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ حق سبحانه و تعالیٰ نے آپ کا ذکر فرمایا یعنی صاحب کبر (تمہارے صاحب کبر کر اور لظہ (الوفا) مضمون ہے قولی الہی میں کچھ کہنا (میلان نفس کے تحت) اور عن الہوئی (خواہش سے) اس بارے میں کہا گئی کہ اس کے معنی ہیں اپنی رائے سے کچھ کہنا اور آپ سے ایسا ہرگز نہیں یعنی آپ ہر درکار کی طرف سے قرآن میں جو کچھ تمہارے پاس لائے ہیں اس میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے یا قرآن میں اپنی مرضی یا میلان نفس کے تحت کوئی بات نہیں بتاتے اور نہ رائے کے تحت کچھ بولتے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں خواہ وہ قرآن ہو یا آپ کے فرمودات (حدیث) وہ سب مسجانب اللہ ہیں یہاں تک کہ امور اجتہاد یہ میں بھی امر الہی کے تحت ناطق ہوتے ہیں یہ جملہ اہل کی دلیل ہے کہ حضور کا بے راہ چلنا ممکن و مقصور ہی نہیں کیونکہ آپ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں اور یہ امر آپ کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے مراتب نفس میں اعلیٰ ترین یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہش ترک کر دے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ فنا فی اللہ کے اس درجہ پر ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا اور آپ کی بات حق تعالیٰ کی بات ہو گئی ہے جیسا کہ کلام ربانی میں دیگر نظائر سے ظاہر ہے۔ مَنْ يَطْعَمْهُ الْوَسْطُ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ (تَابَايِعُونَكَ) اللَّهُ - کفار کا یہ طعن کہ آپ نے قرآن حکیم کو کھڑ لیا ہے، فضول و لغو ہے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ وَحْشٌ يُّوحِشِي رَه تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

ان کو وہ تو نہیں ای ما الذی یطلق بہ من ذالک او القرآن وکل ذالک مفہوم من سیاق یعنی جو کچھ بھی آپ گفتگو فرماتے ہیں یا قرآن سے بیان کرتے ہیں وہ سیاق سے اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا فرمانا مخالف نص

وہی الہی ہے جو انہیں بھیجی جاتی ہے اور وہ اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتے
(الادھی) مگر وہی الہی من اللہ عزوجل یعنی اللہ کی طرف سے

(یوحی) جو انہیں کی جاتی ہے یوحیہ سبحانہ و تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں وحی فرماتا ہے۔
واضح معنوم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں وہی الہی کے تحت فرماتے ہیں اپنی منشاء و مرضی کے تحت
سہلی اور نہ ہی اپنی رائے سے کچھ کہتے ہیں ان کا ارشاد وحی خالص ہے خواہ وہی جلی ہو یا غنی یا امور عکری و اہم ہادی
ان حوالہ وحی یوحی کے مجرے و ماینطق عن الہوی کی تائید ظاہر ہے۔

عَلَّمَكَ شَدِيدُ الْقُوَىٰ (انہیں سکھایا سخت قوتوں والے نے

ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ طاق و درتے پھر اس جگہ نے قصد فرمایا

(عَلَّمَكَ) انہیں سکھایا۔ الضمیر للرسول صلی اللہ علیہ وسلم والمفعول الثانی نَحَذِفُ اِلَى الْقُرْآنِ اَوَالِیْ دُجُز
الوحيان كون الضمير للقرآن وان المفعول الاول نَحَذِفُ اِلَى اِطْلَعِ الْوَسْوَطِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔

ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یعنی وہ مفعول اول میں مطلب یہ ہے کہ انہیں سکھایا
اور مفعول ثانی محذوف ہے یعنی قرآن یا وحی (انہیں قرآن سکھایا یا وحی تعلیم کی) اور البوحیان نے کہا کہ ضمیر قرآن
کی طرف راجع ہوئے اور مفعول اول محذوف ہے یعنی قرآن سکھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔
(شداید القوی) سخت قوتوں والے۔ ہو جبریل علیہ السلام کا قال ابن عباس و

قتلہ و الریغ فأنه الوسطة فی ابداء الخوارق وناهیك ولیلاً علی شدة قوته انه قلم قرنی
قوم روط من الماء الاسود الذی تحت الثری وحملها علی جناحه ورفعها اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَلِمًا،
وصاح بشود صیحه فاصبحوا ثمین وکان هبوطہ علی الانبیاء علیہم السلام وصعودہ فی
اسرع من رجلة الطرف فهو لعمری اسرع من حركة ضیاء الشمس علی ما فروع فی الحکمة الجدیدہ

اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ ابن عباس، قتادہ اور ربیع نے کہا کیونکہ وہ خوارق کے
ظہور میں واسطہ ہیں اور ان کا امر الہی میں گرفت فرمانا ان کی شدت قول پر دلیل ہے۔ بیشک انھوں نے قوم وطکی
پانچویں بستیوں کو بحیرہ اسود کے پانی سے جو کہ نچلے طبقہ زمین سے تھا۔ اپنے ایک پر کو اٹھایا اور آسمانوں تک
لے گئے۔ اور پھر اُٹھ دیا اور قوم ثمود کو ایک ہی چیخ میں ہلاک کر دیا۔ گھروں میں اونٹ سے پڑے رہ گئے۔
اور وہ انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوتے تھے اور ان کا اوپر چڑھنا (بلند ہونا) ٹپک جھپکنے سے زیادہ سریع
ہوتا پس وہ رفتار میں سورج کی شعاعوں کی حرکت، جیسا کہ حکمت جدیدہ کے ماہروں نے قرار دیا ہے،
سے بھی زیادہ سریع تھے۔

ذو مِرَّةٍ طاق و درتے ذو حصافۃ و استقامۃ فی العقل کما قال بعضهم یعنی زور و اور عقل میں مضبوط

ہیہا کہ بعض نے کہا، قتادہ نے کہا ذو عرقا سے مراد لمحہ قدس الاحسین ہے۔ مجاہد نے کہا من الملائکۃ کذاب والا، بعض مفسرین کے نزدیک یہ جبرائیل علیہ السلام کی صفت ہے۔ اسمہیا کہ سیاق کلام سے ظاہر یعنی شدید القویۃ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ذات الہی ہے اور معنی یہ ہیں کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے واسطہ تعلیم فرمائی (روح البیان)

(فاستوی) میرا اس جلوہ نے قصد فرمایا اسی فاستقام علی صورتہ الحقیقۃ التي خلقہا اللہ تعالیٰ علیہا وذلك عند حوائی مبادی النبوة وكان له عليه الصلاة والسلام یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی حقیقی صورت پر قائم ہوئے جس پر کہ اللہ نے انہیں پیدا فرمایا اور ایسا غار حرا کے قریب ہوا منہوت کے آغا میں اور ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا، لیکن ظاہر تفسیر سے مراد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان اور منازل ربیعہ میں استوی فرماتا ہے اور یہ سب کے فاعل کی تقدیر پر ہے۔

وهو بالافق الاعلیٰ اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔
 (وهو) اور وہ، اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض نے کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

وبالافق الاعلیٰ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ ای الجہۃ العلیا من السماء المقابله للناظر یعنی آسمان کی انتہائی بلندیوں پر جو دیکھنے والے کے مقابل تھیں۔
 مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غایت درجہ رفیع پر متمکن اور آپ کی استعداد نقطہ کمال پر تھی۔

امام رازی کے نزدیک یہ حال سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ آپ آسمانوں کی انتہائی بلندی پر تھے اور تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی عام مفسرین نے کہا ہے یہ حال جبرائیل علیہ السلام کا تھا لیکن صاحب تفسیر روح البیان نے کہا کہ وہ تو سداۃ المنتہی پر رک گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں سر مو آگے بڑھوں تو تجلیات ربانی مجھے جلاؤ الہیں گی جب کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فوق السموات ہی نہیں بلکہ مستواۃ عرش سے بھی آگے گئے لہذا مفسرین کا یہ قول کہاں تک صواب ہے میں کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جیسا کہ فرار نے کہا ان هو عطف علی الضمیر المستوفی استوی وهو عاید الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان ذلک عائداً لجلیل علیہ السلام استوی میں ضمیر مستوفی پر عطف ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اسی طرح راجع ہے جس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام کی طرف، تو بالافق الاعلیٰ کے تناظر میں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہی ہونی چاہیے۔ واللہ اعلم۔
 ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَجِئَهُ جُلُودٌ نُّزُودٌ بِرُوحٍ مُّسْتَوٍ

رَشَدَنَا مَعْرُودَهُ نَزْدِيكَ هُوَا۔

اَلَوْسِي کہتے ہیں اِیْ ثُمَّ قَرِبَ جَبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یعنی پھر جبرائیل علیہ السلام بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (قریب) نزدیک ہوئے ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ و تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے اور بعض نے کہا اللہ کریم نے اپنے حبیب مکرم کو اپنے قرب کی نعمت عطا کی اور میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو قرب کی نعمت بخشی جیسا کہ اگلی آیت کے ظاہر ہے۔

فَادْحٰی اِلٰی عَبْدٍ مَّا اَدْحٰی اَدْحٰی کَا فَاَعْلَ اللہ ہے اور عبدہ کی ضمیر مجرور الی واضح کر رہی ہے کہ اس سے مراد بھی اللہ ہی کی ذات ہے اور اگر اَدْحٰی کی فاعلی ضمیر سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہوں تو ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے جو نظم قرآن کے موافق نہیں اور ضحاک کا قول بھی یہی ہے کہ دَفِی فِتْنَتَیْ کی ضمیریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجح ہیں۔

(فَتَدَلٰی) پھر خوب اتر آیا

یعنی جبرائیل علیہ السلام اور بعض نے کہا اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد باری تعالیٰ ہے جو لطف و کرم کے ساتھ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور اس میں کرم بالائے کرم فرمایا اور قرب میں مبالغہ فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور اس کی تائید بخاری و مسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے اور خازن کہتے ہیں کہ فتوٰی سے مراد حضور کا قرب الہی سے فیضیاب ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونا ہے

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا

بلکہ اس سے بھی کم

(فَكَانَ) تو رہا اِیْ جَبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یعنی جبرائیل علیہ السلام بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے اور بعض نے کہا اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے پروردگار کے قریب ہوئے یا مقام قرب پر فائز ہوئے اور سجدہ طاعت بجالائے بخاری و مسلم میں ہے کہ پروردگار دو عالم قریب ہوا بغوسی نے شریک بن عبد اللہ سے روایت کی کہ رب العزت قریب ہوا پھر اتر آیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہوا جیسے دو کانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی قریب یہ حدیث غریب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں جبرائیل علیہ السلام مراد لیتا کیونکہ صواب ہے حبیب کہ جبرائیل علیہ السلام مفضل ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل و برتر اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر بھی ہیں تو بادشاہ کے

(فاو حنی) اب وحی فرمائی اُوسی کہتے ہیں ایی جبریل علیہ السلام یعنی جبریل علیہ السلام روح الہیہ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وحی فرمانا ہے واسطہ تھا لہذا اُوسی کا قول صواب نہیں اوحی کی غالی ضمیر اور عبدہ کی ضمیر مجرور سے ذات باری مراد ہے
(الاعقاب) اپنے بندہ خاص کو ای عبد اللہ و هو النبی صلی اللہ علیہ السلام یعنی اللہ کے بندے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(ما اوحی) جو وحی فرمائی روح الہیان میں ہے کہ یہ خدا اور اس کے رسول کے درمیان اسرار ہیں جو پران کے سوا کسی کو اطلاع نہیں اور یہی حق ہے بعض علماء نے کہا کہ آپ کو جو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے ایک علم شریعت جس کی تبلیغ سبھی کے لیے ہے دوسرے علم معرفت الہیہ جو خواص کے لیے ہے تیسرا علم الحقائق اور اسرار ذوقیہ جو خواص کے لیے ہے۔ غرضیکہ ان علوم کا کما حقہ ادراک واسطہ نہیں ہو سکتا خدا اور رسول ہی ان اسرار کو جانیں اور یہ سب باتیں قیاسی، ذوقی و جہانی ہیں "ما" شخص کو ظاہر کر رہا ہے اور ساتھ ہی انخفا بھی ظاہر ہے لہذا وحی خصوصی میں درک علماء فہم عرفار کو کیا دخل اور یہی وہ مقام ہے جہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ محبوبیت اور شان تقرب الی اللہ عیاں ہے اور میں کہتا ہوں یہاں فاو حنی سے اور جبرائیل السلام مراد لینا کیونکر درست ہو سکتا ہے جب کہ وہ سدقا المنتہی سے نجاؤں ہی نہ ہوئے
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا آتَىٰ ذَلَّ

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا آتَىٰ ذَلَّ ای فواد محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر مادائی جو دیکھا مادہ بصرہ عن سورۃ جبریل علیہ السلام یعنی انہوں نے اپنی آنکھوں سے جو شکل جبرائیل علیہ السلام سے دیکھا۔

مطلب یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک نے جو دیکھا قلب اطہر نے اس کی تصدیق کی اور اسے مجبوت نہ کہا۔ یعنی جو دیکھا قلب نے اسے کہا۔ اور مجبوت کا خطرہ تک نہ گذرا۔ مَا آتَىٰ ذَلَّ ای جو دیکھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دیکھا تو اکثر معصومین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت میں دیکھا حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل السلام کو دیکھا کہ ان کے چہرے سو پر نفھے حضرت انس حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے پروردگار کو دیکھا، بصری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلقت سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی راویت

سے خاص کیا اس سلسلہ میں مذہب محقق یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الہی نصیب ہوا: تاہم علماء کا اختلاف رویت قلبی اور رویت چشم میں ہے ایک طبقہ کا قول ہے کہ چشم دل سے دیکھا۔ جب کہ دوسرے کا چشم سر سے مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو اپنے قلب اطہر سے دوبارہ دیکھا تو بندہ نے کعب احیار سے بھی یونہی مروی ہے۔ البتہ اہل المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رویت باری کا انکار کیا اور آیت مبارکہ لا تدس کئے الابصار تلاوت فرمائی۔ اب جبکہ صحابہ سے نفی و اثبات کے اقوال موجود ہیں تو اس صورت میں اثبات کا قول ہی قابل ترجیح ہے۔

چونکہ نفی عدم سمع کو مستلزم ہے اور مثبت کو تقدم حاصل ہے کہ اس میں یقینی سماعت ہے۔ اور راجح ہے۔ اور لا تدس کئے الابصار میں نفی ادراک ہے اور رویت کی نفی نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ کچھلی آیت فادجی الخ عبدہ میں فاعلی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجح ہے۔ لہذا روایت بھی اس کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے تو اعتراض کہاں رہ جاتا ہے کیونکہ نفی روایت تو مخلوق کی طرف ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتی مگر اس میں یہ کہاں ہے کہ اللہ چاہے تو نہیں دکھا سکتا۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عرض کرنا ہے رَبِّ اِنِّیْ اُورِیْہَاہُ ہے لَنْ تَرٰہُ یعنی تو نہیں دیکھ سکتا۔ تو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ہم کسی کو نہیں دکھا سکتے یا کوئی بھی دیکھ نہیں سکتا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیکھنا خاص ہے جیسا کہ حدیث کعب میں گننا اور یہ خصوصیت انعام الہی سے ہے اور آپ سے مروی ہے رَاٰیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِیْ وَبِقَلْبِیْ میں نے اپنے رب کو انہی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔ (مسلم) اور اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ آنکھ سے دیکھا۔ دل سے پہچانا۔ اور محقق مان لیا۔

اَفْتَرَدْنٰہُ عَلٰی مَا یَرٰہُ تَوَکِّیْا تَمَّ اَنْ سَے اُن کَے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو

(اَفْتَرَدْنٰہُ تَوَکِّیْا تَمَّ اَنْ سَے جھگڑتے ہو۔ (اُ) استفہام انکاری ہے اور تَوَکِّیْا کے لیے ہے

سے مشتق ہے جس کے معنی محاذ لہ (جھگڑنے) کے ہیں، آلو سی کہتے ہیں۔

یعنی تم مشرکین ان کو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) جھگڑاتے ہو اور ان سے اس امر پر جھگڑا کرتے ہو جو انہوں نے مشاہدہ فرمایا، یعنی شب معراج کے واقعات کا انکار کرتے ہو۔

وَلَقَدْ مَّا اَنزَلْنَاہُ اَخْرٰی ۝ اور انہوں نے وہ جلوہ دوبارہ دیکھا

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ سدرۃ المنتہی کے پاس

(وَلَقَدْ مَّا اَنزَلْنَاہُ) اور انہوں نے اُسے دیکھا۔ اے سائی النبی جبریل فی صورۃہ التي خلَقَہ

اللہ تعالیٰ علیہا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس

بِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی نے ان کو پیدا فرمایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ضرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قلب مبارک سے رب تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور نے آنکھ سے دیکھا
رَبُّكَ دَاخِيٌّ دُوْبَارٌ عَلَوُهُ اَيُّ مَرَّةٍ اَخْرَجَ مِنَ النَّوْلِ یعنی دوسری مرتبہ نزول کے وقت، مطلب یہ ہے اس دفعہ رویت نازل اور قرب کی حالت میں واقع ہوئی، نیز آخری سے مراد رویت کو صرف دو مرتبہ میں سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس سے مراد تعدد ہے جس کا ادنیٰ درجہ دو کا عدد ہے۔ اور یہ رویت لیسۃ الاسریٰ میں ہوئی۔

(عند سدرة المنتهى) سدرة المنتهى کے قریب، اُلوٰسی کہتے ہیں شجرۃ بنی عن یمین العرش فی السمار السابقہ علی المشہور یہ عناب کا درخت ہے۔ ساتویں آسمان میں عرش کے دائیں جانب جیسا کہ مشہور ہے۔ اور امام احمد، مسلم اور ترمذی کی روایت میں کہ یہ چھٹے آسمان میں ہے۔ اس کے ہجر کے بیٹے کی مانند ہیں اور اس کے پتے باغی کے کانوں کی طرح ہیں جن کے سائے میں چلنے والا سوار ستر برس چلتا ہے تو منقطع نہ ہو اور اسما رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو برس تک چلتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو دو بار دیکھا۔ اور یہ دیکھنا قلب اطہر سے تھا یا چشم سر سے اور یہ رویت سدرة المنتهى کے قریب ہوئی۔ اسے منتہی اس لیے کہتے ہیں کہ مخلوق کے اعمال پہنچنے کی یہ آخری حد ہے اور اس سے پرے جو ہے وہ غیب ہے، سدرہ سے آگے ملائکہ اور ارواح، شہداء و وصیاء نہیں بڑھ سکتے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوٰی ۵

اُس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔

(عِنْدَهَا) اُس کے نزدیک الی عند سدرۃ یعنی سدرہ کے قریب (جَنَّةُ الْمَاوٰی) الماویٰ الیہا المتقون یوم القیامۃ كما روی عن الحسن وہ جگہ جہاں قیامت کے روز پرہیزگاروں کو جہانگاہ کے لیے لہایا جائے گا جیسا کہ حق سے مروی ہے۔ ماویٰ اسم مکان ہے اور جنت کی طرف اصنافِ بیانہ عطار سے مروی ہے کہ وہ ایسی جنت ہے جو فرشتوں اور جبریل علیہ السلام کے بوٹنے کی جگہ یا مکان ہے۔ فتاویٰ نے کہا وہ جنت ہے جس کی طرف شہداء کی روئیں جمع ہوتی ہیں یا رہتی ہیں وہ جنت نہیں جس کا کہ متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور حسن کی روایت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ بلاشبہ جنت آسمانوں میں ہے۔

اِذْ یُخَشٰی السِّدْرَةَ مَا یُخَشٰی ۶

جب سدرہ پر چھارہ ہوتا تھا جو چھارہ ہوتا تھا۔

اُلوٰسی کہتے ہیں متعلق سِرّاً یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے متعلق ہے۔ (مَا یُخَشٰی) یہ یَخَشٰی کا فاعل ہے۔ جواز کے بعد آیا (اِذْ یُخَشٰی) الغاشی امور لا یحیط بہ لطاق البیان و

یا تسعد اوردان النعمانی گھیرنے والا۔ امر وہ تھا جس کے احاطہ و بیان سے زبانیں قاصر اور اذہان کی پرواز عاجز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سدرہ کو جو خوشے گھیرے ہوئے عقی اس کے حسن، ہمہ گیری اور اس کی کثرت تک رسائی نہ ہو نیکی و جبر سے کوئی بھی اس کو جیسا کہ وہ عقی بیان نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس تک فکر و عمل کی پہنچ ہے جو خوشے گھیرے ہوئے عقی اس کے بارے میں چند اقوال یہ ہیں جو اُلوسی نے نقل کیے۔

۱۔ حسنؑ نے کہا عشیہا نور رب العزۃ جل شانہ فامتدات غریبا لجلالہ پروردگار کا نور اس پر بھجایا جس سے وہ جگمگا رہا تھا۔

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بغشاها نور الخلاق سبحانہ اسے (سدرہ) پھر شے کمپیڈ کرنے والے پاک اللہ کے نور نے اسے گھیر لیا۔

۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عشیہا رب العزۃ عز وجل وهو من المتشابہات (سدرہ) کو رب العزۃ عز وجل سبحانہ نے گھیر لیا یا اپنی تجلیات سے جگمگا دیا۔ اور یہ متشابہات سے ہے۔

۴۔ ابن مسعود، مجاہد، ابراہیم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یغشاها جواد من ذهب سدرہ کو سونے کی ٹھیاں (پتے) گھیرے ہوئے تھیں۔

۵۔ اور مجاہد سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ ان ذلک تبدل اغصانها قوتوا و یا قوتاً و ذبوحاً ان میں سے یعنی گھیرنے والی اشیاء میں سے درختوں کی شاخیں تھیں جو کبھی موتیوں اور کبھی یا قوت اور کبھی ذبوحہ میں بدلتی نظر آئیں یا یہ کہ درختوں کی شاخیں ان چیزوں کی تھیں اور سدرہ کو گھیرے ہوئے تھیں۔

۶۔ عبد بن حمید سے سلمہ سے تخریج کی ہے کہ پروردگار جل و علا سے فرشتوں نے اجازت مانگی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنا چاہتے ہیں (نظارہ جمال کرنا چاہتے ہیں) تو انہیں اجازت عطا ہوئی تو تمام فرشتوں نے سدرہ کو گھیر لیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال روشن کو دیکھیں۔

۷۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے سدرہ کے پتوں میں سے ہر پتے پر ایک فرشتے کو کھڑے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے دیکھا۔

۸۔ اور کہا گیا یغشاها من فرق من طر خفی سدرہ کو سبز رنگ کے پرندوں سے منقش پتھروں نے گھیر رکھا تھا۔

مَا شَرَعَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۝

دما زاغ البصر آنکھ نہ کسی طرف بھری ای ما مال بصر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ عماراۃ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نہ بھری اس سے جو آپ نے دیکھا۔

(وَمَا تَجَاوَزْ لَإِثْبَاتِهِ ثَبَاتُ مَا صَحِّحًا) اور نہ ہی آپ کی نظر حد سے بڑھی بلکہ ثابت ثابت ہوئے اور جس نور کا دیار مقصود تھا اُس سے مشرف ہوئے۔

اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور کمال قوت کا اظہار ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں عقلیں حیران و سرگرداں ہیں اور ادراک کی رسائی نہیں مگر آپ صرف ثابت قدم ہی نہ رہے بلکہ نور ذات سے مشرف ہوئے نہ کسی طرف توجہ ہوئی اور نہ ہی مقصود سے آنکھ پھیری اور نہ ہی حال سے باہر ہوئے مگر طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر حال سے گزر گئے۔ بلکہ اُس مقام عظیم میں اس طرح ثابت رہے کہ

موسىٰ نہ ہوش رفت بیک پر تو صفات تو عین ذات می نگاری در تبسمی

لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں
ای واللہ لقد رآی لآیات الحکبری من آیاتہ تعالیٰ و عجائبہ الملکیۃ و

المکتوبۃ لیلہ المعراج یعنی سبلا انہوں نے شب معراج اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں، عجائب، ملک و ملکوت کا ملاحظہ فرمایا، آکوسی مزید کہتے ہیں عجائب ملک و ملکوت سے مراد انبیاء کرام، ملائکہ، آسمانوں اور سرمد قلعہ کا دیکھنا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیکھا اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر حاوی ہو گیا اور بعض روایات میں اس امر کا تعین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا بخاری، ابن جریر اور ایک جماعت نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیات کے بارے میں (نشانوں) کے بارے میں (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمائیں) کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز زخرف کو دیکھا جس نے افق کو مسدود کر رکھا تھا اور ابن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو جب مکان کی صورت ہے اس میں دیکھا۔ اس آیت میں آیات کے لفظ سے شبہ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے رب کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم اس پر محض نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ نشانات عظمت میں سے صرف ایک تھے۔ اور یہاں بعض نشانات مراد ہیں تو تخصیص کیونکر ہوئی اور تعین پر تھہر کیوں اور یہ امر تو واضح ہے کہ آیات کا دیکھنا ذات کی رویت کے منافی نہیں اور باطنی صورت حال کی صراحت کر دی ہے کہ آیات کو ملاحظہ کر کے جب مقصود تک رسائی ہوئی تو نہ نگاہ پھیری نہ حد سے بڑھی کسی اور شاعر نے خوب کہا کہ

مَا نَظَرَ الْعَيْنُ إِلَىٰ غَيْرِکُمْ أَتَسْبِعُ بِاللّٰهِ وَايَاتِهِ

اللہ اور اُس کی آیات کی قسم میری آنکھ تمہارے غیر کی طرف نہ پھری یعنی فقط تمہیں کو دیکھا۔

اَقْوَيْتُمْ اَللَّهَ وَالْعَزِيْزَ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةِ
 الْاُخْرٰى۔ الْكُفَّةُ كَرُوْلُهُ الْاُنْثٰى ہ
 تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزی اور اس تیسری منات
 کو کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔

(اَقْوَيْتُمْ) کیا تم نے دیکھا، استغناء انکار کی تنبیہی ہے اور اس کا عطف مخذوف جملہ پر ہے۔ گویا یوں
 خطاب کیا کہ تم نے اپنے محبوبوں لات اور عزی کو نظر عائد دیکھا اور اگر تم انصاف و تحقیق سے مشاہدہ کرو گے تو تم جان لو
 گے کہ بے بس اور بے قدرت ہیں تو قادر مطلق رب العزت کو چھوڑ کر ان بے حقیقت و بے بس جمادیموں کو پوجنا کھلا ظلم
 اور خلاف عقل و بصیرت ہے۔ تو کیا تمہیں حقیقت حال کا نظر انصاف علم نہیں ہوتا۔ اور تم حق کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟
 رَاللَّهِ وَالْعَزِيْزِ) لات اور عزی تمہوں کے نام ہیں مشرک ان کی پوجا کرتے تھے۔ آ لوسی لکھتے ہیں۔
 قتادہ رضی نے کہا طائف میں نبوت ثقیف لات کی پوجا کرتے تھے۔ ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا کہ وہ کعبہ میں تھا اور ابن زید نے
 کہا لات سوق عکاظ کے قریب نخلہ میں تھا اور قریش اس کی پوجا کرتے تھے۔ اور کہا گیا کہ یہ بت ایک مرد کی صورت پر
 تھا جو حجاج کو ستویلا تھا۔ اس کے مرنے پر لوگ اس کو پوجنے لگے اور لوگوں کا خیال تھا کہ اس کا نام ابن الفرب تھا
 عزی غطفان میں تھا اور اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ یعنی عزی نخلہ میں ایک کوٹھڑی تھی یا درخت تھا۔ ضماک کا
 قول ہے کہ یہ بنی غطفان کی آبادی میں ایک بت تھا۔ السانی نے ابو الطفیل سے روایت کی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حضرت خالد بن ولید کو نخلہ کی طرف جہاں کہ عزی تھا مامور فرمایا تو وہ وہاں پہنچے اور وہ تہی بھلا
 تھیں جنہیں انہوں نے کاٹ ڈالا اور اس مکان کو گلا دیا جو عزی کہلے تھا۔ پھر اگر حضور علیہ السلام کو خبر کی تو آپ
 نے کہا واپس جاؤ کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پس وہ دوبارہ گئے جب مجاوروں نے انہیں دیکھا تو پھیل گئے۔ اور
 وہ کہنے لگے اے عزی، اے عزی۔ پس آپ اس کی طرف بڑھے تو وہ ایک ننگی، بکھرے ہوئے بالوں والی
 عورت تھی جو اپنے سر پر خاک ڈال رہی تھی۔ حضرت خالد نے توار مار کر اسے ختم کر دیا۔ پھر حاضر خدمت اقدس ہوئے
 تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عزی تھی اور وہ اب کبھی بھی پوجی نہ جائے گی۔ ابن زید نے کہا کہ عزی نامی بت
 طائف میں تھا اور ابو عبیدہ نے کہا کہ کعبہ میں تھا اور انہوں نے ابو سفیان کے قول سے تائید پکڑی ہے جو اس نے
 بعض مشاہدات میں مسلمانوں کے مقابل کہا کہ ہمارے لیے عزی ہے۔ اور تمہارے لیے کوئی عزی نہیں۔

وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةِ الْاُخْرٰى ہ اور اس تیسری منات کو، آ لوسی کہتے ہیں رقیل صحرا کانت
 لَعْدِيْلٍ وَخَزَاعٍ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ لَثَقِيْفٍ وَعَنْ قَتَادَةَ لَاَنْصَارٍ لَقَدِيْدٍ وَقَالَ اَبُو
 عَبِيْدَةَ كَانَتْ بِالْكُفَّةِ اَيْضًا،

کہا گیا کہ بنو ندیل اور بنو خزاع کا بت (برجی قبہ) تھا ابن عباس نے کہا کہ یہ ثقیف کا بت تھا۔ اور
 قتادہ نے کہا یہ قدید میں انصار کا بت تھا اور ابو عبیدہ نے کہا کہ یہ بت بھی کعبہ میں تھا۔ ابو حیان نے اس سے اخذ

کہا کہ یہ تینوں بت کعبہ ہی میں تھے کیونکہ افراد یتیم میں اللہ کے مخاطب قریش ہیں، کفار اس کے پاس اکٹھے ہوتے تھے اور اس بت کو بابرکت جانتے تھے اور بربکت چاہتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ بارش مانگتے تھے۔ اور مشرکین اس بت کے قریب قربانیاں بھی کرتے تھے الاغریٰ منات کی صفت ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد حضرت ومرتہ بھی منجملہ درجہ پر ہوتا ہے یعنی لات و منات سے اس کو کم تر مانتے تھے، مشرکین بتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہتے تھے۔

ان تینوں بتوں کے حوالے سے قریش کو انتباہ ہے کہ تم نے ان بتوں کو تحقیق کی نظر سے بھی کبھی دیکھا ہے، اگر تم نیشیم بصیرت سے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ نہ تو کوئی قدرت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی تصرف کی کوئی طاقت انہیں حاصل ہے۔ یہ جہاد محض ہیں۔ ان کو پوجنا اور قادر مطلق برحق خداوند قدوس سے منہ موڑنا کہاں کا انصاف ہے اگر تم میں ذرہ برابر بھی عقل و خرد ہے تو تم اس حقیقت کا انکار کیونکر کرو گے۔ لہذا تمہیں رب قادر و قیوم کی طرف ہی متوجہ ہونا لازم ہے کہ وہی ذات بندگی کے لائق ہے۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس عظیم رسول سے انحراف کرتے ہو جس نے معبود برحق کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یعنی حق کی راہ چھوڑ کر باطل پر چلے ہوئے ہو تو کیا اے قریش تم نے حقیقت کا کبھی ادراک کیا ہے تو گویا یہ استقامت انکاری تنہی ہے اور دعوت غور و فکر اور قبول حق کی طرف آتے۔

اَلْاِسْمُ الَّذِیْ کُوذِلَ الْاُنْثٰی
کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی۔

تِلْکَ اِذَا قِسْمَةٌ ضِیْرٰی
جب تو یہ سخت بے جا تقسیم ہے۔

مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ کلیبی نے نقل کیا ہے کہ مشرکین بتوں کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے، حالانکہ مشرکین عرب کا یہ حال تھا کہ بیٹی کی پیدائش کو انتہائی بُرا جانتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض اس قدر انتہا پسند متعصب اور ظالم تھے کہ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل یا زندہ در گور کر دیتے تھے۔ سورۃ نکویر میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد ہے۔ اِذَا الْمَوْءُذَةُ سُئِلَتْ بِأَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ اور جب زندہ دبائی ہوئی ہے پوچھا جائیگا کہ وہ کس خطا پر ماری گئی اور سورۃ زخرف میں مشرکین کے اس وطیرہ کا یوں ذکر ہے اور جب ان میں سے کسی کو بشارت دی جائے لڑکی کی جسے رحمن کے لیے بیان کرتے ہیں تو دن بھر اس کا منہ کالا ہے اور غم کھاتا ہے۔ مشرکین بیٹی کے معاملہ میں انتہائی ناگوار می کا اظہار کرتے تو اس آیت میں ان سے خطاب ہے کہ جس شے کو تم اس قدر ناگوار جانتے ہو اس حق تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہو۔ حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ جو کچھ کہ یہ ظالم بیان کرتے ہیں تو یہ تقسیم کیسی ٹیڑھی ہے۔ آلو سمی کہتے ہیں۔ وقیل المعنی: اخبرونی عن الہتکم من ہل لہا شیء من القدرۃ والعظمتۃ الّتی وصف بہا رب العزت۔

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ مجھے تباؤ اپنے اصنام کے بارے میں کہ کیا ان میں کوئی
 ویسی قدرت و عظمت ہے جس کے ساتھ کہ رب العزت کی توصیف ہے ظاہر ہے کہ بت جہاد محض ہیں اور قدرت
 و عظمت سے غالی تو رب العزت قادر و قیوم کے مقابل ان کو ماننا، اور حق تعالیٰ سے کفر کہاں کا انصاف ہے۔ اور
 پھر یہ تمہاری تقسیم کو نکر ہے۔ استفہام انکاری تنبیہی ہے ضیضی کو ضیضی بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی
 ظلم یا حق تلفی ہے جب کہ مجاہد کے نزدیک اس کا معنی ٹیڑھی تقسیم ہے۔

اِنَّ هِيَ اِلَّا اَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ
 وَابَاؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ سُلْطٰنٍ
 اَنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا
 تَهْوٰى اَلْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَ
 هُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْهُدٰى ۝

وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا
 نے رکھ لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے انکی کوئی سند نہیں
 اتاری وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے
 پیچھے لگے ہیں۔ حالانکہ بے شک ان کے پاس
 ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت آئی۔

راۓ (ہی) وہ تو نہیں الضمیر الاصنام ای ما الاصنام باعتبار الالوهیۃ التي تدعو
 ہی کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے یعنی تمہارے بت کیا ہیں جہاد محض بے قدرت ہیں اور جو تم ان کی الوہیت
 کے مدعی ہو تو کیا وہ الوہیت کے قابل ہیں۔

رَاٰ اَسْمَاءُ مٰلَکَ کَیْۤسَ فِیْہَا شَیْءٌ مَّا اَصْلًا مَعْنٰی الْاِلٰوْہِیۃِ یعنی برائے نام ہیں
 فرضی اور گمراہ ہوئے نام ہیں اور ان میں کوئی قدرت و طاقت نہیں۔ اور نہ الوہیت کی کوئی بات ہے
 (سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَابَاؤُكُمْ تَمَّ نَے اور تمہارے اباؤ اجداد نے رکھ دیئے۔

کی ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے اور نام رکھنے سے مراد بتوں کی صفات ہے یعنی تم نے اور تمہارے بڑوں نے جو
 ان کو اپنے شفیع، الہ اور خدا کی بیٹیاں وغیرہ کا جو نام دے رکھا ہے وہ بلا وجہ اور بغیر کسی دلیل کے ہے۔ اور یونہی جو
 بتوں کے نام عزائم، منات، لات مقرر کر رکھے ہیں باطل محض ہیں ورنہ حقیقت میں نہ تو ان میں کوئی بات الوہیت
 کی ہے اور نہ ہی معبود ہونے کی یہ صرف تمہاری مخترعات ہیں۔

(مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ سُلْطٰنٍ) اللہ نے انکی کوئی سند نہیں اتاری، یعنی اللہ نے ان
 سے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی اصنام کے بارے میں یہ سب کچھ تمہارا خود ساختہ ہے، بلا اصل و بے دلیل ہے
 (اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ) وہ تو نرے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔

یعنی تم لوگ صرف فرضی قصے کہانیوں اور خیالات کے پیچھے لگے ہو اور باپ دادا کے طرز عمل کی
 پیروی میں اس گمان پر قائم ہو گئے ورنہ حقیقت حال کے بارے میں تمہیں طلب ہی کب ہوئی۔

وَمَا قُوَىٰ الْإِنْفُسِ اور جو تمہارے نفس ہیں۔

یعنی تم خواہشات نفس کے پیچھے لگے ہو اور تمہوں کے بارے میں تمہارے خیالات اسی نفسانی خواہش کے تابع ہیں یہ سب تمہارا واہمہ اور خواہشات نفس کا تانا بانا ہے وگرنہ ان تمہوں میں کوئی شے ہے جو تمہاری الوہیت و معبودیت پر مائل و فائل کرتی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ آيَاتٌ
الہدٰی ۵

یعنی قرآن حکیم نازل ہو چکا اور رسول تشریف لائے جو راہ ہدایت کی طرف راہنمائی فرما رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے اور راہ ہدایت اختیار نہیں کرتے۔ حالانکہ نبی طور پر وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ان کا پہلی راہ ہدایت سے دور ہے اور وہ گمراہی پر ہیں مگر رسول کی بات اس وجہ سے نہیں مانتے کہ انہیں باپ دادا کا طریقہ چھوڑنا منظور نہیں اور نہ ہی اولیاء تشائیک اور فرضی کہانیوں کے گردابوں سے نکلتا پسند ہے۔ اور وہ فریب نفس میں مبتلا شیطان کے اسیر ہیں اور سمجھنے کے باوجود انکے بیچو اور بے اصل امور کی طرف راعب و گامزن ہیں ظاہر ہے کہ یہ طین باغیانہ ہے۔ اور غیر منفیانہ ہے۔ اور طلب حق سے بیگانہ ہو۔

أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمْنَىٰ ۖ
فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۖ

کیا انسان کو مل جائے گا جو کچھ وہ امید باندھے
تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے

(اھ) منطقہ مقدمہ ہے اور سہزہ استفہام انکاری ہے یعنی انسان کو وہ سب کچھ نہیں مل سکتا جس کی کہ وہ تمنا کرتا ہے اور جس کے اس کا نفس رغبت رکھتا ہے۔ انسان سے مراد کافر ہی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ مشرک و کفار جو اصنام سے امیدیں باندھے ہوئے ہیں کہ وہ ان کے کام آئیں یا ان کی سفارش کریں گے وہ صرف خیال باطل ہی نہیں ان کا وہم محض ہے کفار و مشرکین اپنے بتوں کو شفیع جانتے تھے اور قرآن حکیم کے بارے میں یہ بھی کہتے تھے کہ یہ طائف اور مکہ کے بڑے سرداروں پر کیوں نہ نازل ہوا تو یہ سب خرافات و توہمات ان کے خیالات آرزوئیں اور امیدیں تھیں جن کا رد کیا گیا ہے کہ کفار جن امیدوں کے سہارے قائم کیے ہوئے ہیں وہ باطل محض اور سراب ہیں۔

فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ (تو آخرت اور دنیا اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ تعلیل لا انتصار خلیل)

فان اخصاص من ملك اموال الآخرة والاولى جيثا به تعالى مقتضى لانتقار ان يكون
 للاختصاص امر من الامور بل ما اشاراد تعالى له كان وما لم
 يشاء لم يكن ه تعليل سے انتقار (نفع) کی طرف اللہ کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے کہ آخرت
 اور دنیا سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت کو مقتضی ہے کہ جس انسان کو جو چاہے دے دے اور جو نہ چاہے تو نہ دے اُس کے
 دینے نہ دینے میں کسی خواہش کو کیا دخل ہے جب تک وہ نہ چاہے کسی کا چاہنا نہ چاہنا کچھ بھی حقیقت ہے۔
 واضح معنوم یہ ہے کہ دونوں جہاں اللہ کی ملکیت ہیں اور اُس کے چاہے بغیر کسی کو کچھ بھی حاصل
 نہیں ہوتا اور کفار کی معروضہ امیدیں بس اُنکل بچو ہیں اور وہ خیالی گھوڑے دوڑا رہے ہیں جن کا تحقیق سے دور
 کا بھی تعلق نہیں ملک اللہ کا، بادشاہت اللہ کی، مرضی اللہ کی، جس طرح چاہے دے وہ علی الطلاق بالک ہے آخر
 کا دنیا سے پہلے ذکر کرنا کفار کے تصورات کے رد میں اہتماماً ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ان کی آندروں کی وضاحت
 ہے۔

بامحاورہ ترجمہ دوسرا رکوع سورۃ نجم چا

وَكَمْ مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي
شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَن لَّعِنَ أَن تِيَادَن
اَللّٰهُ لَمَن يُشَاقِقْ وَيَرْضٰى ۝

اِنَّ الدِّينَ لَا يُوَسُّوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيَسْتَمُوْنَ
اَلْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاِنْسٰى ۝

وَمَا لَہُمْ بِہِ مِنْ عِلْمٍ اِنَّ یَتَّبِعُوْنَ اِلَّا
اَلظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُعِنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۝

فَاَعْرِضْ عَمَّن تَتَوَلٰۤی ۚ عَنْ ذٰکِرٍ نَّادٍ یُّرِیْدُ
اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝

فَلِکَ مَبْلَغُہُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ
اَعْلَمُ بِمَنۢ صَلَّی عَنْ سَبِیْلِہِ وَہُوَ اَعْلَمُ
بِمَنۢ اٰهْتَدٰی ۝

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
یَجْزِی الدِّیْنَ اَسَآءُوا اِیْمَا عَمِلُوْا یَجْزِی
اَلَّذِیْنَ اٰخَسَتُوْا بِالْحَسَنِ ۝

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کِبْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ
اِلَّا اَللَّہَ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۝
ہُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذَا نَشَاکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
وَ اِذَا نَسَّمُ اَجْنَتَ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّہٖتْکُمْ فَلَا
تَزْکُوْا اَنْفُسَکُمْ ۚ ہُوَ اَعْلَمُ بِمَنۢ اَتَقٰی ۝

اور کہتے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کمان کی سفارش
کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دیدے جس کے
لیے چاہے اور پسند فرمائے۔

بیشک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں لاکھ
کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں۔

اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں وہ تو نرے گمان کے
پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام
نہیں دیتا۔

تو تم اس سے متنبھیو جو ہماری یاد سے بھر اور
اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

یہاں تک ان کلم کی پہنچ ہے بے شک تمہارا
رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ
خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے اللہ
نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں
مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بے شک
تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں

خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب
تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آب اپنی
جانوں کو ستم نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرستیز گاری میں

حل لغات دوسرا کوع سورة نجم پ

و۔ اور	کَمُوتٍ مِّنْهُ هِيَ	تَمْلِكُ فَرَشَتِهِ	فِي سَبْعٍ
السَّمَوَاتِ آسَانُ	لَا نَبِيَّ	تَعْنِي كَامِ آتِي	تَشْفَعُ عَنْهُمْ فِي سَفَارَتِهِ
تَشْفَعُ كَمُوتٍ	إِلَّا مَكْرَهُ	مِّنْ بَعْدٍ بَعْدُ	أَنْ رَّكْعَةٍ
يَبَاقُ اجازت دے	اللَّهُ - اللَّهُ	لَمَنْ جِسْمِ كُو	يَشَاءُ - چاہے
و۔ اور	يَوْمَ يَبْدَأُ	أَنْ - بَشِكْ	الَّذِينَ - وہ جو
لَا نَبِيَّ	يَوْمَ مَوْتٍ - ایمان لاتے	بِالْآخِرَةِ - آخرت پر	كَيْسَمُوتٍ دَافِعِ مَكْتَبِهِ
لِللَّهِ فَرَشَتِهِ	كَمُوتٍ - نام	أَلَا تَشْفَعُ عَوْرَتُوكِ	و۔ اور
کما نہیں	کَمُوتٍ - کو	بِه - اس کا	مِنْ عِلْمٍ كَوْنِي عِلْمٍ
وَنَبِيَّ	يَتَّبِعُونَ - پیروی کرتے	إِلَّا مَكْرَهُ	الظَّنَّ ظَنَّنِي
و۔ اور	أَنْ بَعْدُ شَكْ	الظَّنَّ ظَنَّنِي	لَا نَبِيَّ
يَقْبِي كَامِ آتَا	مِنَ الْعَقْلِ حَقِّ	تَشْفَعُ كَمُوتٍ	فَاعْرِضْ سَوْنَهُ بَعْدُ
عَنْ - اس سے	هَقِّ جِسْمِ نَبِيَّ	قَوْنِي - مَنَّهُ بَعْدُ	عَنْ ذِكْرِ - یاد
نَا - ہماری سے	و۔ اور	كَمُوتٍ	يَرُدُّ - چاہا
إِلَّا مَكْرَهُ	الْحَيَاةِ - زندگی	الدُّنْيَا - دنیا کی	ذَلِكَ - یہ ہے
مَبْلَغُ كَمُوتٍ	مِنَ الْعِلْمِ عِلْمِ	أَنْ - بَشِكْ	رَبِّكَ - تیرا رب
هَوْدُ	أَعْلَى - خوب جانتا ہے	بِمَنْ - اس کو جو	مَنْ لَمَّا هُوَا
عَنْ سَبِيلِهِ - اس کی راہ سے	و۔ اور	أَهْتَدَى - راہ پائی	هَوْدُ - وہ
أَعْلَى - خوب جانتا ہے	بِمَنْ - اس کو جس نے	فِي - بیچ	و۔ اور
بَلَدِهِ - افسر ہی کہے	مَّا - جو	لِي - بیچ	السَّمَوَاتِ - آسمانوں
و۔ اور	مَّا - جو	أَسْأَلُوا - برے ہیں	الْأَرْضِ - زمین کہے
يَعْمُرُ تَنَازُلُ - تاکہ بدلہ دے	الَّذِينَ - ان کو جو	يَعْمُرُ تَنَازُلُ - بدلہ دے	يَمَّا - اس کا جو
عَبَدُوا - انہوں نے کیا	و۔ اور		الَّذِينَ - ان کو

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار و مشرکین یہ امیدیں باندھے ہوئے ہیں کہ ہم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں اور اپنے بتوں کو بھی یوں ہی سمجھتے ہیں اور ہمارے بت اور فرشتے ہمارے لیے خدا کے حضور ہماری سفارش کریں اور ان کی شفاعت مقبول ٹھہرے گی جب کہ حق یہ ہے آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ اللہ کے حضور ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اجازت شفاعت عطا نہ فرماوے اور یہ اجازت بھی فرشتوں کو صرف اہل ایمان یعنی مومنوں کو صرف ہی عطا فرمائی جائے گی نہ کہ کفار و مشرکین کے لیے مومنین میں سے کسی کی لیے اجازت مرحمت ہوگی جس کے لیے خداوند قدوس پسند کرے اور اس کے نزدیک وہ سفارش کے قابل ہو۔ ملائکہ جو بارگاہ رب العزت میں خوب قدر و منزلت رکھتے ہیں جب اس کے لیے سفارش کریں گے جس کیلئے مرضی الہی ہو اور اجازت عطا ہو تو بتوں سے شفاعت کی امید رکھنا غایت درجہ باطل و لاعینی ہے جب کہ انہیں نہ تو قرب الہی حاصل ہے اور نہ ہی وہ سفارش کے اصل وہ تو جہاد محض ہیں اور قدرت و تصرف سے کورے اور قرب حق سے خالی ہیں۔ اور یوں ہی یہ کافرین فرشتوں کو پوچھتے ہیں وہ بھی سفارش نہ کریں گے مگر اہل ایمان کی اور وہ بھی جب اذن و رضائے الہی حاصل ہو تو کفار کی امیدیں محض جھوٹ اور رسوائے نفس کا فریب ہیں۔ اس آیت سے کفار و مشرکین کے خیانت کی تفصیلی تردید ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ کفار کے لیے نہ تو شفاعت ہے نہ وہ شفاعت کے قابل اور نہ ہی ان کے لیے شفاعت ممکن ہے۔ ان کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

ان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ
یسْمُونَ الملائکۃ التّٰمِیۃ الاُنثٰی
ان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ بے شک وہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ ملائکہ کا نام عورتوں کا سار رکھتے ہیں۔

وَجَافِیہَا مِنَ الْعِقَابِ عَلٰی مَا یَتَعَاطَوْنَہٗ مِنَ الْکُفْرِ وَالْمَعَاصِی اور اس میں ان لوگوں کے لیے جو کچھ کہ وہ کفر و معاصی کرتے تھے زجر و شدت ہے یعنی کافروگ یا مراد مشرکین عرب یا کفار مکہ جو پر حضرت پر یقین نہیں تھا۔ یا وہ مرنے کے بعد زندگی کے قائل نہ تھے۔

رَیْسُمُؤْنِ الْمَلَائِکَۃِ فرشتوں کا نام رکھتے ہیں یعنی فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یا انہیں عورتوں کے نام سے یاد کرتے تھے۔

تَسْمِیۃُ الْاُنثٰی عورتوں سے نام فانہم کالذّٰلِیْقُولُنِ الْمَلَائِکَۃُ بنات اللہ سبحانہ و تعالیٰ عَمَّا یَقُولُوْنَ عوام میں سے ہر شخص فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں اور ایک قول ہے فرشتوں کے نام عورتوں کے نام پر رکھے ہوئے تھے اور یہ نظم قرآن کے زیادہ موافق ہے۔ کفار بتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں بتاتے اور کہتے تھے اور بتوں کے نام بھی عورتوں کے سے تھے جیسے لات، منات اور عزیٰ کے اسماء سے ظاہر ہے۔

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ
أَن يَتَّبِعُونَ إِلَّا نطقًا وَاثًا

اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں۔
وہ نہ گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان

الظَّنُّ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں۔ ای یسمونہم اناثًا، والحال
انہم لا علم لهم بما يقولون اصلاً، وقولاً ابی بھا ای بالتسمیة او بالملائکة۔

یعنی کفار و مشرکین انہیں (فرشتوں) کو بیٹیوں کا نام دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو اس بات کا
اصلاً کوئی علم نہیں ہے اور ابی رضی اللہ عنہ نے پھر پڑھا یعنی انہیں نام رکھنے (ناموں) یا ملائکہ کے بارے میں کچھ بھی حقیقت
معلوم نہیں ہے۔

(أَن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ) وہ تو نہ گمان کے پیچھے ہیں۔

(أَن يَتَّبِعُونَ) ای ما یَتَّبِعُونَ فی ذلک یعنی اس بات میں جس پر وہ لگے ہوئے ہیں یا پیروی

کر رہے ہیں۔

(إِلَّا الظَّنَّ) ای التَّوْحَمَّ البَاطِلَ یعنی باطل توہمات و خیالات

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار و مشرکین صرف خیالات پر چل رہے ہیں اور ان توہمات اور بے اصل باتوں

کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔

(وَأَنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا) اور بلاشبہ گمان یقین کے جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

ظن یعنی گمان یقین (حق) کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ ہی سودمند ہے۔ یہاں ظن سے مراد

کفار کے بے اصل خیالات اور فاسد توہمات اور ان کے ابار کے تراشیدہ خرافات و معنوات ہیں اور حق (یقین) سے
مراد علم قطعی ہے۔ یعنی ایسا امر جو پاک اور واقع کے مطابق صحیح ہو اور امر واقعی کے مقابل گمان
کی کیا حیثیت ہے البتہ اہل ایمان کے لیے عملیات میں اتباع ظن شرعاً درست ہے بشرطیکہ وہ دلیل قطعی سے متعارض
و متضاد نہ ہو ورنہ ظن بھی باطل ہوگا اور مفید نہ ہوگا، علم بہر حال قوی اور گمان ضعیف ہے اور ضعیف قوی کے مقابل
کیا کام دے سکتا ہے، دلیل ظنی اسی وقت مفید ہے جو دلیل قطعی حاصل نہ ہو اور یہاں کفار کا معاملہ تو بجز وائہ و خیال
سے بڑھ کر کچھ نہیں اور خدا کے رسول کی بات حق ہے۔ یقینی اور قطعی ہے اور اس کا علم و بیان قوی، شبہ سے پاک دلیل حق
ہے۔ اور کافروں کی خرافات و کجواسات کو حق سے کیا علاقہ۔

فَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى هَ غَنُ
ذِكْرًا وَلَمْ يَرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ه
ذَلِكَ مِمَّا يَتْلَفُ هُمْ مِنَ الْعِلْمِ ط إِنَّ
رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ
وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اهْتَدَى ه

تو تم ان سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے بھلا اور
اُس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔
یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔ بے شک تمہارا
رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکلاؤ
وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

رَفَاعُضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى هَ غَنُ ذِكْرًا؛ تو تم (اُس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے بھلا
اُسی کہتے ہیں۔ اسی فاعرض عن من تولى عن ذکرنا المفید للعلم الحق وهو القرآن العظیم

المنطوق علی بیان الاعتقادات الحقہ المشتمل علی علوم الاولین و
الآخرین المذکور لاخرۃ ما فیہا من الامور المرغوب فیہا والمرغوب
عنها والمراد بالاعراض عند ترک الاخذ بما فیہ وعدم الاعتناء بہ
وقیل : المراد بالذکر الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبالاعراض عنہ
ترک الاخذ بما جاز بہ وقیل : المراد بہ الایمان وقیل : هو علی ظاہرہ
والاعراض عند کنایۃ عن الغفلة عند عز وجل۔

یعنی اُس سے منہ موڑ لیجئے جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے کیونکہ ہمارا ذکر قطعی و صحیح علم کے لئے
مفید ہے اور وہ ذکر قرآن عظیم ہے جو اعتقادات حقہ کا واضح اور روشن بیان ہے۔ اور اولین و آخرین کے علوم پر مشتمل
ہے۔ آخرت اور جو کچھ ان میں مرغوب امور ہیں۔ اور خوف کی ہمہ خوف و ڈر سے متعلق ہیں کی یاد دلائم والا سے۔ اور
اس سے (روگردانی) سے مراد اُس پر کرنے والی چیز کو چھوڑنا ہے جو اُس (قرآن) میں ہے اور اس سے لاپرواہی
برتنا ہے اور کہا گیا کہ ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اعراض سے مراد اس چیز کو چھوڑنا ہے۔
جس کے ساتھ وہ تشریف لائے اور کہا گیا کہ ذکر سے مراد ایمان ہے۔ اور کہا گیا کہ وہ اس کے اظہار پر ہے۔ اور اُس
سے اعراض حق تعالیٰ عزوجل شانہ سے غفلت پر کنایہ ہے۔

وَلَمْ يَرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا اور اُس نے چاہی مگر دنیوی زندگی

والمراد من الامر المذکور النہی عن المبالغۃ فی الحرص علی ہکذا ہم اور اس سے علو
یہاں کفار کی ہدایت کی بجائے حد درجہ بڑھی ہوئی دنیا کی حرص ہے، جیسا کہ کفار میں نضر بن حارث اور ولید بن مغیرہ
دنیا کی زندگی اور اس کی خواہشات کے سوا کسی چیز کے چاہنے والے نہ تھے، ان کا تمام انہماک دنیا کے لیے ہے ہدایت کی
طرف کیونکہ متوجہ ہوں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جب کفار و مشرکین ہدایت ربانی سے لاپرواہ ہیں اور آبار کے غلط سلا، فاسد
اور بے اصل توہمات و خیالات پر جے ہوئے ہیں تو آپ بھی ان کی پروا نہ کریں اور ان کے عدم توجہ پر غمگین نہ ہوں کیونکہ
ان کا تمام تر مقصود دنیوی زندگی اور اس کی خواہشات کا حصول اور یہ اسی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ذٰلِكَ بِمَا رَدَّهَا بِهَا، اِی اُمِّ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا الْمَفْهُومِ مِنَ الْكَلَامِ لِذٰلِكَ اِسْمُ الْاِشَارَةِ
یعنی جیسا کہ کلام الہی سے مفہوم ہے اس سے مراد دنیا کی زندگی اور اسی لیے یہاں اسم اشارہ لذلک بیان
ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے اشارہ سے مراد وہ گمان ہے جس کی وہ پیروی کرتے تھے۔ اور کہا گیا ہے اشارہ سے مراد ان
(کفار) کافرشتوں کو خدا کی بیلیاں بتایا ہے۔

مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ كَانَتْ شَيْءٌ اِی مَتَلٰی عِلْمُهُمْ لَعَلَّمْ فَوْقَ اعْتِرَاضٍ
مقدور المضمون ما قبلها من قصر الاسرا دة علی الحيوة الدنيا۔

یعنی یہ ان کے علم کی انتہا ہے اور اس سے بڑھ کر انہیں کچھ علم نہیں یعنی اوپر جو مضمون گذرا کفار پر
اس کی تکرار ہے یعنی ان کا مبلغ علم صرف دنیا ہے اور دنیوی زندگی کی خواہشات ہی ان کا مقصود و مطلوب ہے
ان سے یہ کہ ہوا علم ضل عن تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون راہ سے بھٹکا
سبیلہ و ہوا علم بمن اھتدی ہوا ہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون راہ ہدایت
پر ہے۔

یعنی اللہ کو گمراہوں کا خوب علم ہے اور اس میں کفار پر گذشتہ مضمون کے تحت زبردہ ہے یعنی انہیں عقوبت
سے رہائی نہیں اور یونہی حق کے قبول کرنے والوں اور راہ ہدایت کے طالبوں کا بھی خوب علم ہے۔ اور اس میں اشارہ
العام و مغفرت کا ہے یعنی جو حقیقت کو ماننے اور سیدھی راہ چلنے اس کے لیے نوازش ہے۔ اور یہ کفار کا بزم خویش صحیح
مونا تو وہ نقص گمان ہے اور دانشور بے عقلی ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الْاَرْضِ ۗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا
بِمَا عَمَلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو کچھ
زمین میں ہے تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا
بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھی جزا دے

احسنوا بالحسنى ۝
(وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ)

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو
زمینوں میں ہے۔

اِى لَهْ ذٰلِكَ عَلَى الْوَجْهِ الْاَتَمِّ اِى خَلْقًا وَمَلَكًا لَا لِغَيْرِهِ عَزَّ وَجَلَّ اَصْلًا
لَا اسْتِقْلَالَ وَلَا اشْتِرَاكَ ۚ وَيُشْعِرُ بِفَعْلٍ يَتَعَلَّقُ بِهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى -

یعنی اللہ ہی کے لیے ہے مکمل طور پر اگرچہ مخلوق ہو یا ملک اور حق عز و جل کے غیر کے لیے استقلال یا
اشتراک کی طور پر کچھ بھی نہیں اور جاننا چاہیے کہ یہ حق تعالیٰ کے فعل و اختیار کیساتھ متعلق ہے جیسا کہ آگے ہے۔
لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمَلُوْا تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا بدلہ دے
اِى خَلْقٍ مَا فِيْهِمَا لِيَجْزِيَ الضَّالِّيْنَ بِعِقَابٍ مَا عَمَلُوْا مِنَ الضَّلَالِ الَّذِى
عَبَدُوْهُ بِالْمَسَارَةِ بَيَانًا لِّحَالِهِمْ اَوْ بِمَثَلٍ مَا عَمَلُوْا اَوْ لِسَبَبٍ مَا عَمَلُوْا عَلَى اَن
اِلَّا رَصْلَةُ الْجَزَاءِ يَتَقَدَّرُ مَضَافٌ اَوْ لِلْسَبَبِيَّةِ بِلَا تَقْدِيرٍ -

یعنی ان دونوں میں (آسمانوں اور زمین میں) جو پیدا کیا ہے تاکہ گمراہوں کو سزا سے بدلہ دے انکی گمراہی
کے کاموں کا جس کی تعبیر گناہوں کے ساتھ کی گئی ہے اس سال کے بیان کے لیے یا اللہ کے اعمال کی طرح بدلہ دیا ان
کے اعمال کے سبب سے کیونکہ بھائی میں جب جزا کا صلہ مضاف کی تقدیر پر یا بلا تقدیر سبب کے طور پر ہے
وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنِ اور نیکی کرنے والوں کو خوب اچھی سزا دے۔

وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت قبول کی یعنی سیدھی راہ پر چلے اور اچھے عمل
کئے۔

(بِالْحَسَنِ) اِى بِالْمَتَوَبَةِ الْحَسَنِ الَّتِىْ هِىَ الْجَنَّةُ یعنی اُن کو اچھے ثواب سے نوازے اور وہ جنت ہے

واضح مفہوم یہ ہے کہ سرکشوں کی کفر و طغیانی اور گناہوں کے باعث سزا دے اور ایمانداروں کو اچھا
ثواب یعنی جنت دے ان کے اعمال صالحہ کے سبب سے اور یہ جزا ہوا ان کے اخلاص و عمل کی اور اللہ تعالیٰ ہی کو
سب اختیار ہے مخلوق اُس کی، بادشاہت اُس کی، اُس کے غیر کے لیے کیا ہے کچھ بھی نہیں وہ ہی علی الاطلاق مالک
و مختار ہے اور باقی سب بندے، عاجز و خوار ہیں۔

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَرِ الْأَيْمِ وَالْفَوَاحِشِ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنتَاكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذَا أَنْتُمْ أَجْتُهُ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ۝

وہ جو گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہوں کے پاس گئے اور رک گئے بیٹھ آپ کے رب کی بخشش وسیع ہے۔ وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں عمل تھے۔ تو تم اپنی جانوں کو سترانہ بناؤ۔ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

(الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَرِ الْأَيْمِ وَالْفَوَاحِشِ) وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں۔

گذشتہ آیت میں نیکی کرنے والوں کی جزا کا ذکر ہوا۔ یہاں یا تو ان کا ہی ذکر ہے یا ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو گناہوں سے اور بے شرمی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ اَشْمَر کے معنی گناہ کے ہیں۔ اور کہا گیا (الاشْمَر) الفعل المبطئی عن الثواب وهو الذنب وہ کام جو ثواب سے دور یا اسے مٹا دینے والا ہو وہ گناہ ہے۔ وکباثرہ ما یکبر عقابہ اور گناہوں میں بڑے وہ ہیں جس کی سزا بھی بڑی ہو کسائی کا قول ہے بکیر الاثم سے مراد زنا یا شرک ہے۔ فواحش فحش کی جمع ہے۔ اور اس کا مطلب ہے حد سے بڑھی ہوئی بُرائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فواحش اور کبائر دونوں مترادف ہیں۔ یعنی ایک جیسے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کبیرہ گناہ ہی فواحش ہیں کبیرہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن پر وعدہ عذاب دیا گیا۔ جیسے چوری، زنا اور قتل،

(إِلَّا اللَّمَمَ) مگر اتنا کہ گناہوں کے پاس گئے اور رک گئے ماصغ من الذنوب جو گناہوں میں سے چھوٹے (معمولی) ہیں واصلہ ما قبل قدس کی اور اس کی اصل یہ ہے کہ جو کچھ گھبرنے میں معمولی ہو یعنی معمول نہ ہو کبھی کبھار مادر موبجائے اور کہا گیا معناه الذنوب من الشیء دون اس تکاب لہ اس کا معنی ہے کہ کسی کام کے قریب ہونا۔ لیکن اس کا ارتکاب نہ کرنا اس سلسلہ میں اقوال کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱۔ کسی کو یہی نظر سے دیکھنا یعنی کسی نامحرم عورت کو منظر شہوت دیکھنا لم ہے۔

۲۔ غمزہ یعنی آنکھ سے اظہارِ رغبت، لم ہے۔

۳۔ نامحرم پر دوبارہ نظر ڈالنا لم ہے۔

۴۔ گناہ کا ارادہ کرنا مگر ارتکاب نہ کرنا اور یہی حدیث نفس بدول ارتکاب یا وقوع لم ہے۔

۵۔ ابن المسیب نے کہا لم سے مراد زنا نہ جاہلیت میں کیے ہوئے شرک و معاصی کے کام ہیں۔ اسلام قبول

کرنے سے پہلے یعنی بعد میں مسلمان ہو گیا تو پہلے گناہ جو حالت کفر میں ہوئے وہ مراد ہیں۔
۶۔ مطلق گناہ مراد ہے۔

۷۔ ابن المسیبؓ نے کہا لم سے مراد وہ خطرہ ہے جو قلب پر گذرے۔

۸۔ کلمی نے کہا کبیرہ گناہ میں پڑ جانے والا جب توبہ کر لیتا ہے تو وہ بھی لم میں شامل ہے۔

(ان سبک واسع المغفرة) بے شک تمہارے پروردگار کی مغفرت وسیع ہے

یعنی تمہارے پروردگار کی بخشش ہے وسیع جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے۔ لیکن کرم کی انتہا یہ ہے کہ اُس نے خود فرمایا ہے جیسا کہ حدیث قدسی ہے سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میری ندامتگی پر سبقت لے گئی یعنی رحمت کی بارش لا متناہی ہے گزری ہوئی آیت میں کفار کے لیے وعید اور مومنوں کے لیے نوید تھی۔ اب سب کو صراحت کے ساتھ لطف و کرم کی خوشخبری دی گناہ بے شک صغیرہ ہوا کبیرہ بری بات، اپنا ضروری ہے۔ لیکن یہ خیال نہ کر کے رحمت الہی سے مایوس ہو جانا کہ بڑا گناہ مستوجب سزا ہے۔ نادرست اور قرین حق نہیں معتزل کبیرہ گناہوں کے مرکب کا فرماؤ اُس کے لیے عذاب کو واجب جانتے تھے۔ اصل سنت کا مذہب یہ ہے۔

۱۔ گناہوں سے توبہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

۲۔ صغیرہ گناہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اور استغفار سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور اللہ پر کوئی شے واجب نہیں یعنی کہ ضرور بخش دے یا ضرور عذاب کرے۔

۳۔ اللہ کبیرہ و صغیرہ گناہوں کو معاف کر دے گا بشرطیکہ توبہ کر لے۔ لیکن وہ توبہ کے بغیر بھی بخش دے گا۔ اور یہی مومن کے ایمان کی برکت ہے۔

۴۔ رحمت باری سے مایوسی یہ وہ گناہ ہے جس کی معافی نہیں اور یہی حقیقی گمراہی ہے۔

۵۔ نیکیوں پر مغرور ہونا بھی بُری بات ہے ہو سکتا ہے کہ وہ نیکیوں پر مغرور نہ کر نیکوالوں کو بھی پکڑ لے اور جو پکڑ گیا اس کے لیے غیر کہاں ہے۔

۶۔ ایمان خوف و رجاء کے درمیان ہے۔

۷۔ گناہوں سے جزوی توبہ بھی درست ہے اور توبہ کے بعد پھر گناہ میں مبتلا ہوا تو پھر بھی توبہ درست ہے رحمت الہی وسیع ہے اور وسیع کا مفہوم ہمارے شعور و ادراک سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور گناہ گار کا آسرا یہی ہے۔

وہو اعلم بکم اذا نشاکم من الارض وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔

دھوا علم یکم وہ تمہیں خوب جانتا ہے ای باحوالکم من کل احد یعنی وہ تم میں سے ہر ایک کے احوال کو جانتا ہے۔

اذا انشاءکم من الارض جب تمہیں مٹی سے پیدا کیا را خدا انشاء کہ فی ضمن النشاء ایکہ آدم علیہ السلام یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یعنی تمہارے حالات سے جب سے کہ ہے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے، لہذا من الارض سے مٹی کی طرف اشارہ ہے اور کہا گیا ہے کہ لوگوں کا زمین سے پیدا ہونا اس اعتبار پر ہے کہ جو غذائیں زمین میں پیدا ہوتی ہیں انہی سے مٹی پیدا ہوتی ہے جو آدمی کا مادہ خلقت ہے، اور مٹی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پیش آنے والے جملہ حالات سے واقف تھا۔ یعنی جب تم زندگی سے بھی نوازے نہ گئے تھے۔ اور تمہیں پیدائش سے قبل بلطفہ میں کیونکر واقفیت ہو سکتی تھی وہ جب سے تمہیں جانتا ہے۔ یعنی اُس کا علم تمہاری سب کی ابتدا و انتہا کو محیط ہے (وَ اِذَا اَنْتُمْ اَجْنَحٌ فِیْ بُطُونِ اُمَّهَاتِکُمْ) اور جب تم ماؤں کے پیٹوں میں عمل تھے۔

یعنی اُس وقت سے جب تم ماؤں کے پیٹ میں جنین کی صورت تھے اور اس میں اشارہ ہے کہ ان عادات و اطوار کی طرف جو ہم نے اس کی طرف ودیعت کئے۔ اور علم کی اس میں شان نمایاں ہے کہ ماں کا پیٹ بدوہ غایت تاریکی (ظلمت ہے) سناری و مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ خلقت حکم مادر میں جوڑا جاتا ہے۔ بصورت نطفہ چالیس روز تک بھر جا ہوا خون ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک بھر لو غل ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک بھر اللہ اُس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے جو اُس میں روح پھونک دیتا ہے۔ فِتْوَمُ بِارْبَعِ کَلِمَاتٍ اور اسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اُس کی اجل (مدت قیام) عمل رزق اور شقاوت و سعادت لکھ دیتا ہے۔ قسم پروردگار کی جس کے ہو کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص خلقی لوگوں سے کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے اور محبت کے درمیان ایک ہاتھ (ذراع) یا اگر کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ فیسبق علیہ الکتب تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے۔ اور وہ دوزخیوں جیسے کام کرتا ہے۔ اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور یونہی کوئی دوزخی لوگوں سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ تو لکھا (تقدیر) غالب آ جاتا ہے اور وہ خلقی لوگوں جیسے عمل کرتا ہے اور محبت میں داخل ہو جاتا ہے۔

واضح مفہیم یہ ہے کہ پروردگار جل و علا تمہارے اعمال سے

تمہارے اخلاق و اطوار سے تمہاری سعادت و شقاوت سے جب سے واقف ہے کہ تم اپنی مادر میں انہی صورت جنین تھے اور تمہیں ظلمت رحم میں سے تنویر زندگی بھی نہ ملی تھی۔ اور یہیکہ یہ جان میں روح بھی نہ پڑی تھی۔

فَلَا تَزِرُكُوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ
 اعلم بین ثقی ۵) تو تم خود کو پاکیزہ نہ بناؤ و خوب جانتا ہے جو

پہنیزگار ہیں۔
 فلا تزکوا انفسکم اپنے نفس کو ستھرا بنانے سے ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم (گناہوں) کے بارے میں نہ پکڑنے (عدم مؤاخذہ) کا ذکر ہوا یعنی تمہارے نفوس گناہوں سے پاک ہونے پر حریف نہ کریں کہ تمہیں انجام کار معلوم نہیں، کبھی نے کہا لوگ اچھے اعمال جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر تفاخر کرتے تو ستائش سے نہیں لگتی۔ اور صلب آدم سے استخراج سے قبل اللہ جانتا تھا کہ کس کا انجام نیک ہے اور کس کا خراب، لہذا اندہ کو لازم ہے کہ وہ اعمال پر نازاں نہ ہو اور ہر وقت مہربانی کی التجا کرتا رہے۔

بامحاورہ ترجمہ تیسرا رکوع سورۃ نجم پ ۲

اَخْرَآتِ الَّذِي تَوَلَّى
 وَاعْطَى خَلِيلًا وَكَدَّآیَ
 اَعْنَدَ لَا عَلِمُوا الْغَيْبِ فَمُؤَيَّرِیَ

تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا۔
 اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔
 کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

اَمْ لَكُمْ شَيْءٌ بِنَا فِي مَخْفٍ مَّوْءِیَ
 وَاَبْرَاهِیْمَ الَّذِی دَفَّی
 اَلَّا تَزِدُّوْا ذِرَّةً وَّ ذِرَّةً اُخْرٰی

کیا اسے خبر نہ آئی جو مخفیوں میں ہے مونی کے
 اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔
 کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔

وَاَنْ لِّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
 وَاَنْ سَعِیْہٖ سَوْفَ یُؤْرِی
 ثُمَّ یُخْیَرُہٗ اِلَیْہِ اِلَّا اَوَّلٰی
 وَاَنْ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتٰی
 وَاَنْہٗ ہُوَ اَخْلَعَكَ وَاَبْلٰی

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔
 اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔
 پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائیگا۔
 اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔
 اور یہ کہ وہی ہے جس نے بنایا اور رلایا۔

وَأَنشَأَ هَؤُلَاءَ قَوْمًا نَّاجِيَةً
وَأَنَّهُ خَلَقَ الذُّرِّيَّاتِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ
مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ
وَأَنَّهُ عَلَّمَ النَّشْأَةَ الْآخِرَىٰ
وَأَنَّهُ هُوَ أَعْلَىٰ دَاقِقُهَا
وَأَنَّهُ هُوَ دَيْبُ السَّعْءِ
وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادَ الْأُولَىٰ
وَقَوْمَ دِفْعَةَ الْبَقَىٰ
وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ
أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ
وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ
فَغَشَّاهَا مَا عَشَىٰ
فَيَا أَيُّهَا الرَّحْمَنُ لَا تَمْدِدْ
هَذِهِ الْقَوْمَ مِنَ الْبُذُرِ الْأُولَىٰ

أَذِفْتَ الْكَرْفَتَهُ
لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ
أَقِمْنَ هَذَا الْعَهْدَ يَتَّقِيْنَ
وَلَا تَكُونَنَّ
وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ
فَاسْجُدْ وَابْتَغِ اللَّهَ وَاعْبُدْ

اور یہ کہ وہی ہے جس نے مارا اور جلایا۔
اور یہ کہ اسی نے دو خور سے بنائے نر اور مادہ
نطفہ سے جب ڈالا جائے۔
اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے پھیلا اٹھانا۔
اور یہ کہ اس نے غمی دی اور قناعت دی۔
اور یہ کہ وہی ستارہ شعری کا رب ہے۔
اور یہ کہ اسی نے پہلی عا کو ہلاک فرمایا۔
اور ثود کو تو کوئی باقی نہ چھوڑا۔
اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے شک وہ ان
سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔
اور اس نے اللہ والی بستی کو نیچے گرایا۔
تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔
تو اسے سننے والے اپنے رب کی نعمتوں میں سے
کس میں شک کریگا۔
یہ ایک ڈر ستارے والے ہی لگے ڈرانے والوں
کی طرح۔

پاس آئی پاس آنے والی۔
اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔
تو کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو
اور سننے ہو اور روتے نہیں۔
اور تم کھیل میں پڑے ہو۔
تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو۔

اَلَّذِي يَهْدِي	اَهْلَكَ - هلاك کیا	عَادَن - عاد	اَلَّذِي يَهْدِي
اَبْنِي - باقی چھوڑا	قَوْمُ ثَمُودَ کو	كَمَا - پھر نہ	اَبْنِي - باقی چھوڑا
مِنْ جِبَلٍ - ان سے پہلے	قَوْمٍ - قوم	نُوحٍ - نوح کو	مِنْ جِبَلٍ - ان سے پہلے
اَظْلَمَ - بڑے ظالم	كَانُوا تَحْتَهُ	هَؤُلَاءِ - وہ	اَظْلَمَ - بڑے ظالم
اَلْمُؤْتَفِكَةَ - الٹائی گئی رستی کو	اَطْعَى - بڑے سرکش	و - اور	اَلْمُؤْتَفِكَةَ - الٹائی گئی رستی کو
غَشَى - چھایا	فَقُتِلَ بِمَا كَفَرَ	مَا - جو	غَشَى - چھایا
تَتَمَارَى - ٹوٹ کر گیا	اَلْاَوَّلِ - نعمت	رَبِّكَ - اپنے رب کا	تَتَمَارَى - ٹوٹ کر گیا
اَلَّذِي يَهْدِي	نَذِيرٌ - ڈرانے والا ہے	مِنَ النَّارِ - در اینہا لوں	اَلَّذِي يَهْدِي
اَزِفَتْ - قریب آئی	اَلْاَزْفَةُ - قریب آنے والی	لَيْسَ - نہیں	اَزِفَتْ - قریب آئی
مِنْ دُونِ - سوا	اَللّٰهِ - اللہ کے	كَاشَفَ - کوئی کھولنے والا	مِنْ دُونِ - سوا
هَذَا - اس	اَلْمُحَدِّثِ - بات سے	تَعِجُونَ - تعجب کرتے ہو	هَذَا - اس
تَضَعُونَ - ہٹتے ہو	و - اور	لَا - نہیں	تَضَعُونَ - ہٹتے ہو
و - اور	اَنْتُمْ - تم	سَابِقُونَ - کھیلنے والے	و - اور
بِلِلّٰهِ - اللہ کو	و - اور (اسی کی)	اَعْبُدُوا - عبادت کرو	بِلِلّٰهِ - اللہ کو

مختصر تفسیر اردو تیسرا رکوع سورہ نجر ۲۵

اَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَدْعُو
وَاَعْطَى قَلِيلًا وَاَكْذٰبًا
(اَفَرَأَيْتَ) تو کیا آپ نے دیکھا جو پھر گیا۔
اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔
ای من اتباع الحق والبراء علیہ من جس شخص نے حق کی پیروی سے منہ پھیرا اور اس پر جھنسنے سے روگردانی کی۔ مجاہد اور
ابن زید نے کہا یہ اب ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ولید ابتدا میں قبول حق پر آمادہ ہو گیا تھا مگر کفار کے شرم دلائے
پر پھر گیا اور مشرک ہی مرا (العیاذ باللہ تعالیٰ)
وَاَعْطَى قَلِيلًا) اور کچھ تھوڑا سا دیا۔

مجاہد نے کہا یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں اترنا وہ نازل ہوا۔ اور حضور علیہ السلام کو اس کے
اتباع کی توقع ہوئی تو مشرکوں نے اسے شرم دلائی کہ باپ دادا کا دین چھوڑ کر انہیں گمراہ کہتے ہو۔ ولید نے کہا مجھے خوف

عذاب ہے تو ایک مشرک بولا اگر تم باپ و دادا کے دین پر (شرک پر) لوٹ جاؤ۔ تو تم اتنا مل دو اور ربم خوف
عذاب تو میں تمہاری جگہ اس کے لیے تیار ہوں چنانچہ ولید پھر گیا اور اس نے حسب وعدہ صل سے کچھ دیا۔ اور باقی
روک لیا۔ محمد ابن کعب کے نزدیک اس شخص سے مراد ابو جہل یعنی سعدی کے نزدیک عاص بن وائل سہمی اور
حناک کے نزدیک نصر بن حارث ہے جو مرتد ہو گیا تھا (دراکری) اور روک رکھا، حائل ہونے والی سخت
شے کو جس کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے۔ ولید نے اقرار کے باوجود کچھ دیا اور باقی روک رکھا مطلب یہ ہے
کہ وہ کسی قدر حق کا اقرار کرنے کے باوجود ایمان نہ لایا۔ قدر سے حق کو مانا اور پھر قبول حق سے رک گیا۔ یا کعب گیا۔

(أَعِنْدَكَ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهَوِي) کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے
(أَعِنْدَكَ) کیا اس کے پاس (ا) استغما انکاری ہے اور (ا) کی ضمیر الذی قویٰ کی طرف
راجع ہے۔ کیا اس کے پاس یعنی ولید بن مغیرہ کے پاس (علم الغیب) علم بالامور الغیبیہ یعنی کسی
صحیح ذریعہ سے پوشیدہ امور کا علم یعنی علم غیب ہے۔

(فہو یؤی) غاسپی ہے۔ مطلب ہے کہ ولید کے پاس کسی صحیح ذریعہ سے علم غیب ہے جس کی بناء
پر اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اگر میں اس شخص کو جس نے اس کے عذاب کا بوجھ اٹھانے کا وعدہ کیا تھا۔ بشرطیکہ
وہ اسے اس قدر مال دے تو کیا کچھ مال دینے سے وہ شخص اس کے کفر و شرک کا بار اٹھالے گا،

یا اس کو اس کی جہیزہ آئی جو صحیفوں میں

أَمْ لَكُمْ يُتَنَبَّأُ بِمَا فِي

صُحُفٍ مُّوسَىٰ ۝

موسیٰ کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے

وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي

بجھالایا۔

وَفِي ۝

(أَمْ لَكُمْ يُتَنَبَّأُ) یا اسے اس کی جہیزہ آئی آئی بِلِّ السَّحْرِ يُخْبِرُ یعنی کیا اسے جہیزہ ہوئی۔

بما صحف موسیٰ جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے وہی التوراة اور اس سے مراد تورات ہے۔

(وَإِبْرَاهِيمَ) اور ابراہیم کے وَبِمَا فِي صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ الَّتِي نَزَّلَتْ عَلَيْهِ اور جو کچھ ابراہیم علیہ السلام

کے صحیفہ میں ہے جو آپ پر اتارا گیا۔

(الَّذِي وَفِي) جو احکام پورے بجھالایا، ای و فرو اتحرما امربہ، ادب بالغ فی

الوفاء بما عاهد علیہ اللہ تعالیٰ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے پوری پوری سچا آدمی کی
جس چیز کا بھی وہ حکم دیئے گئے۔ یا اللہ نے ان سے جس چیز کا بھی وعدہ لیا انہوں نے اس کی مکمل تعمیل کی صحف موسیٰ
علیہ السلام یعنی تورات کا صحف ابراہیم علیہ السلام پر تقدم شہرت کی کثرت کی بنا پر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
تعمیل احکام میں منتہائے کمال پر تھے۔ بیٹے کی قربانی، آتش مزد میں استقامت وغیرہ اس کی نظیریں ہیں۔

اَلَّذِي تَزِدُّ وَاِزْرَارَهُ وَذُرِّيَّهُ
اٰخِرِي ۝
کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا
بوجھ نہیں اٹھاتی۔

(اَلَّذِي تَزِدُّ وَاِزْرَارَهُ وَذُرِّيَّهُ اٰخِرِي) والمعنى انه لا يواخذ احدًا بذنب غيره
ليتخلص الثاني عن عقاب ولا يصرح في ذلك قوله صلى الله عليه
وسلم من سئ سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها
الى يوم القيامة۔

اھ مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا تاکہ دوسرے کو اس کی سزا
خلاصی ہو۔ اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مخالف نہیں ہے کہ جس شخص نے کوئی بُرا طریقہ
تعمیل کیا تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور قیامت تک ان لوگوں کا بھی بوجھ اُسی پر ہوگا۔ جنہوں نے اس برے طریقہ
پر عمل کیا، اس ارشاد کا مخالف نہ ہونا اس لیے کہ موجد بدعت سیئہ پر تو گناہ کا بوجھ تو ہے ہی جو شخص اس بدعت
سیئہ پر عمل کرے گا اس کا بوجھ گناہ پر عمل کے باعث موجد پر بھی ہوگا اور عامل بھی۔ اور عامل اس عذر پر خلاصی نہیں
پائے گا کہ اسے بدعت سیئہ کے بارے میں علم نہ تھا کیونکہ بُرائی واضح اور روشن ہے۔ اور جس عمل کو صالحین بُرا جانے
تو وہ بُرا ہی ہے۔ اگرچہ عامل اسے ایسا نہ سمجھے۔ بہر حال گناہ گناہ ہی ہے۔ اور عامل اُس سے بری کیونکر ہو سکتا ہے
اور جو نہی شرع کے عاملوں اور پرہیزگاروں کا لوگوں سے بُرائی کو نہ روکنا بھی گناہ ہے۔ جو ان پر عذاب کے لئے
کافی بات ہے۔ یعنی مجرم و نیکو کا۔ سبھی بُرائی اور بُرائی سے منع نہ کرنے کی وجہ سے مافوق ہوں گے۔ اس آیت میں
اس مشرک کے قول کا ابطال ہے جس نے ولید بن مغیرہ سے حمل عذاب کا وعدہ لیا تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ میت
پر گھڑالوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ خاصاً اختلافی ہے۔ اھ اس آیت کے منافی ہے یہی حدیث
عائشہ صدیقہ میں میت پر اہل خانہ کے رونے سے عذاب کی نفی ہے اور عذاب کی کافر کے ساتھ تخصیص ہے۔ تاہم
حق یہ ہے کہ آیت کا حکم عام ہے اور اس میں تخصیص نہیں۔ اور ابن جریر نے کہا ہے کہ اہل خانہ کے بکرا سے میت
کو دکھ یا تکلیف ہوتی ہے نہ کہ عذاب اور اکثر علماء نے اسی بات کی تمحیص کی ہے۔ اور بعض نے کہا اس میت پر عذاب
ہوگا جس نے اہل خانہ کو بکاد سے منع نہ کیا ہوگا۔ یا رونے کو کہا ہوگا تو یہ عذاب اُس کے کہنے یا نہ روکنے کی وجہ سے
ہوگا۔ لیکن ہمارے نزدیک ابن جریر کی تاویل پسندیدہ ہے۔

وَاَنْ كَيْفَ الْاِنْسَانُ الْاِلٰهًا
سَعٰی ۝
اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش

بیان لعدما ثابتة الانسان بعمل غيره اثر بیان عدم مواخذتہ بذنب
بغير فعلہ اس میں بیان ہے کہ کسی شخص کو بھی دوسرے کے عمل کا ثواب نہیں ملے گا اور یونہی کسی دوسرے

کے گناہ یا فعل کا اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا، سلا انسان میں لام علی کے معنی پر ہے جس سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ انسان کو صرف اس کی برائی ہی تکلیف دے گی۔ اور یہ معنوم گذشتہ آیت کے موافق اور نظم کلام کے مطابق ہے۔

المبتدئ اشکان ہے کہ دوسروں کے اچھے عمل کا ثواب بھی بندے کو مل سکتا ہے یا مرنے کے بعد پہنچ سکتا ہے یا نہیں، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد اور محمد بن علی رسل و خلف کا اس امر پر اجماع ہے کہ دوسروں کے اچھے عمل کا ثواب انسان کو پہنچتا ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک نہیں پہنچتا اور ان کی دلیل یہی آیت ہے، اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے رجوع کر لیا تھا کہ پہنچتا ہے جیسا کہ اکثر شوافع قائل ہیں۔ اور علامہ سیوطی تو اس کے بڑے مؤید ہیں حتیٰ یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے۔ اور یہ حکم صحف موسیٰ و ابراہیم میں تھا۔ مگر امت سرور دو عالم کے لیے منسوخ ہو گیا اور کثرت سے احادیث صحیحہ اس امر کی تائید ہیں کہ دوسروں کے اعمال صالحہ کا ثواب انسان کو پہنچتا ہے جسے نفع بخش علم صدقہ جاریہ، اولاد صالحہ کی دعا کی یا اہل ایمان کی مغفرت کی دعائیں، یونہی حج بدل، تلاوت قرآن، نماز، خیرات وغیرہ کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ اور یہ سب صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور ایمان اس شخص کا اپنا فعل اور اعمال صالحہ اس کے تابع ہیں۔ لہذا دوسروں کی نیکی اس شخص کے ایمان کے تابع میں ہے تو کیونکر نفع نہ پہنچے، امام عزالدین عبد السلام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ قائل نہ تھے مرنے کے بعد لوگوں سے کہا (خواب میں بیان کیا) کہ ہم قائل نہ تھے لیکن یہاں برزخ میں اگر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پہنچتا ہے، ورنہ درود شریف کا پڑھنا اور نماز جنازہ کا پڑھنا جائز نہ ہوتا، حالانکہ درود شریف واجب اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور بعض نے دونوں کو فرض کہا۔ اگرچہ ایک دفعہ درود کا پڑھنا یا چند لوگوں کا نماز جنازہ پڑھنا ہی کفایت کرتا ہے۔ لیکن درود کی کثرت واجب ہے، تاہم درود کا ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے۔

اور یہ کہ اس کی کوشش جلد ہی ہی جلد دیکھی جائے گی۔

وَأَنْ سَعِيكَ سَوْفَ يُرَىٰ

ای معرض علیہ ویکشف لہ یوم القیامہ فی صحیفۃ و میزانہ من آیتہ الشی و فی البحر راہ حاضر و القیامۃ ویطلعون علیہ تشریفاً للمحسن و توبیخاً للمسی۔

اگر کسی کہتے ہیں کہ اس کی کمائی اس پر عیش کی جائے گی۔ اور قیامت کے دن اس پر کھولی جائے گی اس کے دفتر میں اور اس کے ترازو جو کچھ بھی دیکھنا ہو۔ اور سب میں ہے کہ وہ اپنی کوشش کو قیامت کے دن موجود دیکھ لے گا۔ اور جس کے لیے بطور اعزاز کے اس کی اطلاع ہوگی۔ اور گناہگار کے لیے بطور سزا کے دیکھنا ہوگا۔ واضح معنوم یہ ہے کہ مومن آخرت میں اپنی کمائی کو سامنے دیکھ لے گا رہا کافر تو اس کی نیکیوں کا بدلہ

دنیا میں ہو چکا آخرت میں اُس کے لیے سبز ہلاکت کے کچے نہیں اور وہ کیا دیکھے گا سوائے عذاب کے اور یہ سب کچھ اُس کے شرک و کفر کا نتیجہ ہوگا۔ اور اگر یہ مطلب لیا جائے کہ ہر شخص کو خواہ کافر ہو یا مومن اُس کی کٹائی دکھا دی جائے گی۔ یعنی جو کچھ کیا ہے۔ وہی کچھ پائے گا تو بھی منافی نہیں۔ اور کافر کو دکھانا حسرت اور شدت عذاب کے لیے ہوگا۔ واللہ اعلم فیہ فیصل مہول ہے اور فاعل محذوف ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ جل جلالہ ہی ہر شخص کا کیا دھرا کرنا لائے گا تاکہ مومن کو بہتر بدلہ و انعام دے اور کافر کو زبرد توہین کرے اور سزا دے اور یہ آخرت میں ہوگا اور حقیقت سال روشن ہو جائے گی۔

ثُمَّ يَجْزِيهِ الْجَزَاءَ الْأُولَىٰ ۝ پھر اُس کا اجر پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ثُمَّ يَجْزِيهِ اِیْ جِزْیَ الْاِنْسَانِ سَعِیْہِ یعنی انسان کو اُس کے کئے ہوئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

(الجزاء الاولیٰ) پورا پورا بدلہ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اُس کے اعمال و کوشش کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔
وَ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ۝ اور یہ کہ تمہارے رب ہی طرف انتہا ہے۔

اٰی اَنْ اَنْتَہَا الْخَلْقِ وَ رَجُوْهُمُ اِلَیْہِ تَعَالٰی لَا اِلٰہَ اِلَّا عِیْبٌ سُبْحٰنَہُ اسْتِقْلَالًا ۝
وَلَا اِشْتِرَاکًا یعنی مخلوق کی انتہا اور اُس کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ نہ کہ اُس کی ذات پاک کے
غیر کی طرف۔ نہ استقلالی طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ اَنْتَ عَزَّ وَ جَلَّ
منتہی الافکار بے شک ذات پاک تک تمام افکار کی انتہا ہے یعنی سب افکار اُس تک نہیں پہنچ
سکتے۔ اور ان کی رفتار و دماں ختم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا گزرنے والے لوگوں پر
ہوا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں (ذات و صفات الہیہ) غور کر رہے تھے۔ تو فرمایا مخلوق میں غور و فکر کرو اور خالق میں
غور و فکر نہ کرو کیونکہ تم اُس کی قدرت نہیں رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی مخلوق (پیدائش) غور و فکر کرو۔
اللہ (ذات و صفات الہیہ) میں غور و غور نہ کرو کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ۔ انسان کی سوچ، غور و فکر محدود و اقصا ہی ہے
وہ لا محدود عظمتوں والے مدب کا احاطہ کسے کر سکتا ہے۔ اس لیے کہا گیا کہ وہ ذات کہ برتر از وہم، گمان، قیاس و
عقل، شان ذوالجلال ماورائی العزائم ماورائی الوردی ہے اور اس کی عظمتوں قدرتوں کی انتہا نہیں۔

وَ اَنْتَ هُوَ اَخْتَمْتَكَ وَاَبْسَلٰی ۝ اور یہ کہ وہی ہے جس نے منہسایا اور رلایا

وقال الطیبی: المراد خلق السرور والحزن او مایسترو حیث من
الاعمال الصالحات والطالحات۔

اور طیبی نے کہا کہ اس سے مراد خوشی اور غم کی تخلیق ہے یا نیک اعمال سے جو خوشی ہوتی ہے یا

نہرے اعمال سے جو غم ہوتا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ ہی ہے جو جنت میں جتنی لوگوں کو مسرور کرے گا اور کفار کو جہنم میں لائے گا۔ واضح معنوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا بھی خالق ہے اور خوشی غمی بھی اُس کی ہی پیدائی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات پیش نظر ہے کہ لا یرضی لعبادکم الکفر کہ اللہ بندے کے کفر سے راضی نہیں یعنی بندے کے اعمال صالحہ تو اللہ کے فضل و توفیق سے ہیں اور حصولِ رضا کا ذریعہ ہیں اور ہے۔ بُرے اعمال تو وہ بندے کے اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اور بندے کا قصور، اللہ نہ بُرائی کا حکم دیتا ہے اور نہ بدی و برائی سے راضی لہذا بندے کی برائی اُس کا اپنا کسب اور خدا کی ناراضگی کا باعث ہے اور اسی لیے اس پر عقوبت و شدت و غضب ہے

وَأَنْتُمْ هُمْ أَهْلُ مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَاءُونَ ۖ فَاغْلِبُوا ۚ

اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔

یعنی دنیا میں موت دی اور آخرت میں زندگی عطا فرمائی، اور یہ بھی کہا گیا کہ ابوالعباد کو وفات دی اور ان کی اولاد کو حیات بخشی اور ایک قول ہے کہ کفار کو موت سے ہلک کیا اور اہل ایمان کو ایمان کے ساتھ زندگی عطا کی اور موت و حیات پر خدا کے سوا کسی کو قدرت حاصل نہیں وہی مارتا ہے وہی زندگی بخشتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد بھی یہی نقل ہوا دَرِيءَ الَّذِي يَخْتِي وَيُعِيَّتْ مِيرَابُوهَ ہے جو زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔

اور ہنسنے اور رونے میں ایک تعلق بھی بلاشبہ موت کے بعد رونا تعاقب کرتا ہے۔ اور غالب آتا ہے اور پیدائش کے وقت لوگوں کو خوشی ہوتی ہے یعنی جب انسان کو موت آتی ہے تو لوگ روتے ہیں۔ اور جو کسی کی ولادت ہوتی ہے تو وہ روتا ہے۔ اور لوگ خوش ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

وَلَدْتُكَ اَمَلًا يَا ابْنَ اٰدَمَ بَاكِیَا
وَالنَّاسَ حَوْلَكَ یَفْعَلُونَ سِرًّا

فاجهد لنفسك ان تكون اذا بكوا
فی یوم موتك ضاحكاً مسروراً

اے ابنِ آدم تجھے تیری ماں نے جنانہ طور پر روتا تھا اور لوگ تیرے ارد گرد خوشی سے ہنستے تھے۔ تو اپنے نفس کے ساتھ خوب بھلائی کر جب تیری موت کا دن ہو تو لوگ روتے ہوں اور تو خوشی سے ہنستا ہو سچا نے اسی کا منظم ترجمہ کیا ہے۔

وقتِ ناول تو ہم غذاں بودند تو گریاں

وقتِ مردن تو ہمہ گریاں تو غذاں

اقبال لکھتے ہیں۔

نشانِ مردِ مومن یا تو گوئم جو مرگ آید تبسم بربلب دوست

فَإِنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَوَا
الْأُنثَىٰ ۖ مِنْ نَظْفَتٍ إِذَا تَمَنَّى ۚ
وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّثَاءَ الْأُخْرَىٰ ۚ

اور یہ کہ اُسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ
لطفے سے جب ڈالا جائے۔
اور یہ کہ اُسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہی نوع انسان سے اور حیوانات وغیرہ سے نر اور مادہ پیدا فرماتا ہے، یعنی جب رحم
میں قطرہ منی ڈالا جاتا ہے تو اللہ ہی اُس سے مذکر و مؤنث پیدا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ
زندہ کرے گا، علیہ میں علی وجوب پر دال ہے۔ لیکن اہل سنت کا مذہب ہے کہ اللہ بہ کوئی امر واجب نہیں لہذا
یہاں علی سے مراد دوبارہ پیدائش پر زور دینا اور نوکھ کرنا ہے یعنی نرہوں یا مادہ قیامت کے روز دوبارہ
زندہ کیے جائیں گے۔ اور یہ امر وعدہ الہی ہے۔

وَأَنَّكَ هَوَ أَغْنَىٰ وَاقْنَىٰ ۚ
(اغنی) کاموس میں ہے تغنی یعنی اپنے اغنیات پورے کر لے، اور جو بچاؤ اکٹھا کر لیا
اقتنی اغنی ہی کے معنوں میں ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی دولت مند بناتا ہے۔ اور وسعت و کشادگی
عطا فرماتا ہے۔ بعض نے اغنی کا ترجمہ محتاج کیا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ ہی مالدار بناتا
ہے۔ اور وہی کم دیتا ہے یا محتاج کرتا ہے۔ قنادہ نے کہا اقتنی سے مراد مذمت کا ر عطا کرتا ہے۔
وَأَنَّكَ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۝

اور یہ کہ وہی رب ہے شعری کا

شعری ایک ستارے کا نام ہے (الشعری) العجور یفتح العین یہ شعری
عبود ہے عین کی زبر کے ساتھ شعری دو ستاروں کا مجموعہ ہے ان میں ایک کو عبور کہتے ہیں جب کہ دوسرے کو
قمیص اور یہاں شعری سے مراد عبور ستارہ ہے جو آسمان کے برج جوزا کے پیچھے طلوع ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت
میں مشرک و کفار اس کی بندگی کرتے تھے۔ آیت میں دب الشعری سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ
ستاروں کا رب ہے کیونکہ ستارے رب کی پیدائش میں اور خلق میں عبادت کے لائق کیونکہ ہو سکتی ہے۔
بعض نے کہا صحف ابراہیم میں اس کے تذکرہ کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ اسے پوجتے تھے۔ جب
شعری کا سبب بھی اللہ ہی ہے تو اسی ہی کی عبادت لازمی ہے نہ کہ شعری کی۔

وَأَنَّكَ أَهْلَكَ عَادَانَ الْأُولَىٰ ۚ

اور یہ کہ اُسی نے پہلی عادی کو ہلاک کیا۔

عاد اولیٰ سے مراد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ لوگ عاد بن اسم بن عوف بن
سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور یہ قوم نوح کے بعد سب سے پہلی قوم ہے جو ہلاک ہوئی۔ طبری نے کہا ہے کہ یہ
لوگ اولیٰ کے ساتھ موصوف مذکور ہوئے ہیں اور یہ قبائل عرب میں سے ایک دو مشرق قبیلہ عاد نامی تھا۔ اور

یہ قبیلہ مکہ میں عیالیتوں کے ساتھ رہتا تھا اور یہ لوگ بنو نعیم بن مضرال تھے مہربانوں نے کہا ہے۔ عاد و الاخریٰ سے مراد ثمود ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ یہ لوگ جباروں تھے (سنت احمد و ابوداؤد تھے) اور ایک قول ہے عاد و الاخریٰ عاد و الاخریٰ کی اولاد ہیں اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ اس سے مراد قوم ہود ہے اور الاخریٰ سے مراد ارم، یہ لوگ باد صحر سے ہلاک کیے گئے۔

وَتَمُودَ فَمَا أَبْقَا ۝ اور ثمود کو تو باقی نہ چھوڑا

ثمود عاد و الاخریٰ تھے اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی جو ہولناک آواز (چینچ) سے ہلاک کئے گئے۔

مَا أَبْقَىٰ مِنْهُمْ أَحَدًا ۚ تو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا یعنی سب کے سب ہلاک کیے گئے۔

وَقَوْمَ نوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ ذَاتِ لُحْمٍ ۚ كَانُوا هُمْ أَكْثَرًا ظَالِمِينَ ۝ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بے لحم وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔

نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے۔ ان کی قوم پہلی قوم ہے جو سرکشی اور ظلم و بغاوت میں مدد دہ برہمن ہوئی تھی وہ عرق کئے گئے۔ اس آیت میں ان کی سرکشی و شرارت کی شدت کا بطور خاص تذکرہ ہے کہ وہ ظلم و کفر، طغیان عدوان میں قوم عاد و ثمود سے بھی بڑھے ہوئے تھے ان پر طوفان آیا اور پالیس روز مسلسل بارش برسی کہ اونچی نیچی جگہیں برابر ہو گئیں اس طوفان میں عرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ اور بعض نے کہا کہ انھیں میں ضمیر عاد و ثمود اور قوم نوح تینوں کی طرف عود کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سبھی اقوام ظلم و سرکشی میں قریش سے کہیں بڑھ کر تھیں جب وہ ہلاک و برباد ہوئے تو یہ اسی راہ پر چل کر کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس میں حسیب کم مصلی اللہ علیہ وسلم کی جمعیت خاطر مقصود ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ ۖ أَهْوَىٰ ۝ اور اٹھنے والی بستی کو نیچے گرایا۔

فَغَشَّاهَا مَا عَشَّىٰ ۝ تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا۔

(والموتفكة) یعنی قوی قوم دوط سمیت بذلت نہا اٹھتکت یا اٹھتکت ای اٹھتکت بہم یہ قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ وہ اسی نام سے موسوم ہیں۔ کیونکہ وہ پیشگوئوں کے ساتھ بلدی سے الٹا گرائے گئے یا ان کے ساتھ اٹل پٹل کئے گئے۔ (داحوی) ہجراتیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو پپر پڑھا کر آسمان تک لے گئے اور اٹل دیا۔

فَغَشَّاهَا مَا عَشَّىٰ ۝ ما کا ابہام شدت ہلاکت اور ہیبت عذاب پر دلالت کرتا ہے۔ اور تکثیر

مبالغہ کے لیے ہے، غشی یعنی نشان زدہ پتھر برسائے ہر پتھر پر ہلاک ہونے والا کائنات لکھا تھا۔ یہ لوگ لوگوں کے ساتھ بد فعلی میں مبتلا تھے۔ اور نہایت بے حیا، بے باک، سرکش تھے۔ شہوتوں میں غایت و ہر بدست تھے۔ ان کی پانچ بستریاں تھیں، عورتوں کی طرف رغبت نہیں کرتے تھے اور غلام باندی میں اندھے ہو چکے تھے ان پر عذاب آیا اور ہیرائیل علیہ السلام نے بحکم الہی انہیں اٹھا کر اونڈھا ڈال دیا۔ اور دیر و زبر کر دیا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ
تولے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں
میں شک کرے گا۔

فلما رآہی کا معنی ہے تو شک کرے گا۔ یہ خطاب عام ہے مطلب ہے کہ کسی کو پروردگار کی واضح نعمتوں میں شک و شبہ کرنا زیب نہیں دیتا اور بعض نے کہا اس سے مراد خاص کفار یا ولید بن مغیرہ ہے یہ لوگ آیات الہی کو جھٹلاتے تھے تو واضح مفہوم یہ ہی ہے کہ اے سننے والے (جو کوئی بھی ہو) تو اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلائے گا اور اس کی قدرت میں شک کرے گا۔

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِرِ الْأُولَىٰ
یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈرانے والوں
کی طرح

الوسی کہتے ہیں۔ الاشارة الى القرآن وقال ابو مالك الى الاخيار عن الامراء الاشارة الى الرسول الله صلى الله عليه وسلم۔

اس میں قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور ابو مالک نے کہا کہ گذشتہ امتوں کی خبریں مراد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

اور هذا نذیر من سمراند الاولیٰ کی جنس ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن پاک پہچلی کتابوں کی طرح تنبیہ و محبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ رسولوں کی جنس میں سے ہیں۔ یعنی ان کی طرح یہ بھی ایک رسول اور ڈر سنانے والے ہیں۔ نذیر یہاں بطور مصدقہ اور وصف کے آیا ہے۔ لہذا قرآن یا رسول کی تنبیہ اس کی پہچ پر ہے جیسا کہ رسولوں کا طریقہ رہا یا سابقہ کتب و صحائف میں جس طرح سے محبت بیان ہوئی

أَمَّا الْإِزْفَةُ ۖ لَيْسَ لَهَا مَجْزُؤٌ
قرب آئی پاس آنے والی
اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں

(إِزْفَةُ) ای قریب الساعة الموصوفة بالقریب یعنی وہ جلد آنے والی گھڑی پاس آگئی۔ یعنی قیامت کی گھڑی نزدیک ہو گئی۔ اور یہاں قرب بطور وصف مذکور ہوا ہے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی بہت قریب ہو گئی۔

(لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ) ای غیر اللہ تعالیٰ اوالا ملہ عزوجل

یعنی اللہ کے سوا کوئی نہیں ظاہر کر سکتا۔

(اِشْفَتْ) نفسِ قادسہ علیٰ کشفها اذ وقعت لکنہ سبحانہ لا یکتفها،

ذات الہی ہی اُس کے کھولنے پر قادر ہے جب وہ واقعہ ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اُسے نہیں

مٹائے گا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کا وقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور اُس کے سوا کوئی نہیں جانے والا۔
قیامت کی ٹھڑی قریب آگئی ہے۔ اور اللہ اُس کے معرکہ وقت پر اسے ظاہر فرمائے گا افتادہ کا قول ہے کہ اس
سے مطلب ہے کہ اہل ایمان پر قیامت کی شدتیں اللہ کے سوا کوئی مٹانے والا نہیں۔ اس میں کفار کو زبرد
تنبیہ ہے۔

أَفَیْ هَذَا الْحَدِیْثِ تَعَجُّوْنَ ۚ
وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۚ
وَأَنْتُمْ سَمِیْدُوْنَ ۚ

تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو۔
اور ملتے ہو اور روتے نہیں۔
اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

رَأَفِیْنَ هَذَا الْحَدِیْثِ (ای القرآن یعنی قرآن حکیم
(تَعَجُّوْنَ) انکار یعنی انکار کرتے ہو۔

رَأَفِیْنَ) میں استفہام انکاری ہے۔ اور تنبیہ کے لیے ہے، واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا تم لوگ
اس کتاب کریم کا انکار کرتے ہو اور سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔
(وَتَضْحَكُوْنَ) اِسْتَهْزَءُواْ مَعَ كَوْمَا الْعِبْدِ شَیْءٍ مِنْ خِلَالِ یعنی قرآن حکیم کے وعدہ و وعید کو
سن کر اس کے بعد بھی منہسی اُڑاتے ہو۔ اور ہدایت سے دور ہوتے ہو۔

رَوَّلَا تَبْكُوْنَ) حَزَنًا عَلٰی مَا فَرَطْنَا فِیْ شَانِهِ وَخَوْفًا مِنْ اَنْ یَّحِیْقَ بِكُمْ
ما حاق بِالْاَمَمِ الْمَذْكُوْرَةِ۔

اور تم اس پر غم نہیں کرتے جو تم سے اُس کے بارے میں (قرآن حکیم) تقصیر ہوئی اور خوف
نہیں کھاتے اس سے کہیں تمہیں پر بھی وہی نزالٹ پڑے جو گذشتہ امتوں کیساتھ پیش آیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اُسے گروہ کفار کیا تم قرآن حکیم کی اخبار غیبیہ، مواعد کو سن کر بھی ہوش کے ناٹن
نہیں لیتے اور منہسی اُڑانے میں مشغول ہو کیا تم اس امر کا کوئی خوف نہیں کہ کہیں تمہیں بھی اسی طرح کا عذاب
نہ گھیرے جس طرح کہ گذری ہوئی امتوں پر مسلط ہوا۔ وہ بھی تمہاری طرح ہدایت سے روگردانی کرتے سرکشی

دکھاتے، پھبتیاں کہتے اور رسولوں کو ہٹلاتے۔ چاہیے تو یہ کہ تمہیں اپنی روش پر افسوس ہو تا اور تم ڈر جاتے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے اور دودل کے ساتھ روتے۔ اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہوتے مگر تم اس کے برعکس غفلت میں پڑے اڑے ہو۔

(وَأَنْتُمْ سَاهُونَ) ای لاہون یعنی کھیل میں پڑے ہو۔

امام راغب نے کہا ہے۔ السامد الاحمی الواقع راساً ساد سے مراد کھیل میں پرنے والا اور سرائٹھا کر چلنے والا ہے۔ ہر یلہ بنت بکر کا شعر ہے۔ ہوا اس نے قوم عاد کے مرثیہ میں کہا ادریے ابن عباس نے نافع بن الارزق کے جواب میں روایت کیا۔

لَيْتَ رَعَادًا قَبِلُوا الْحَقَّ وَكَرِهُوا جَعْدًا

قِيلَ: قَرَفَانِظَرَالِيَهُمْ ثُمَّ دَعَا عَنْكَ (السمودا)

کاش عادیق کو قبول کر لیتے اور وہ ہرگز رد گردانی (جھکڑا، سرکشی) نہ کرتے۔

کہا گیا، طھر ذرا ان کو دیکھو۔ مہجران کو چھڑ سرائٹھا کر چلنے والے (متکبر)

واضح معلوم یہ ہے کہ اے گروہ کفار تم غفلت میں پڑے ہو اور معاہدہ قرآن کے سلسلہ میں تمہارا طر عمل کھلندڑوں کا سا ہے۔ یا تم متکبر بنے ہوئے اور تم حقیقت حال سے بے خبر ہو یا تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو اور تم کو معلوم نہیں کہ کیا پیش آنے والا ہے۔

فَأَسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝ تَوَالِدُ كَيْفَ سَجَدَ اِدْرَاسِ كِي بُنْدِ كِي كِرْد

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اسی کے حضور سجدہ ریز ہو جس نے قرآن حکیم اُملا اور رسول معظم کو مبعوث فرمایا، اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے نہ لائق نہ مستحق ہے، یہ آیت سجدہ ہے جس سے واضح ہے کہ اللہ کے وعدہ ثواب اور وعید عذاب پر اعتماد کرتے ہوئے خالص اسی کے حضور جک جاؤ۔ اور اطاعت بجا لاؤ۔ اکثر اہل علم کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت پر سجدہ کیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے اول سورت جس میں سجدہ ہے نازل ہوئی وہ سورۃ النجم ہے۔ اور آپ نے اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں (مومن و کافر سبھی نے) سجدہ کیا۔ سوائے ایک شخص کے اور وہ شخص امیہ بن خلف تھا حدیث زید بن ثابت میں ہے کہ آپ کے سامنے و انجم پڑھی گئی۔ اور آپ نے سجدہ نہ کیا۔ اس سے بعض سجدہ تلاوت کو سنت قرار دیتے ہیں جب کہ جمہور کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے۔

سورة القمر مکیہ

اس سورہ میں تین رکوع پچپن آیات اور تین سو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو تیس حرفیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورة القمر

پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند
اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیر گئے اور کہتے ہیں
یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے
پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔
اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں
کافی روک تھام۔

انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے
والے۔

تو تم ان سے منہ پھیر لو جس دن بلائے والا ایک
سخت بے سہانی بات کی طرف بلائے گا۔
نیچی آنکھیں کٹے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا
وہ ٹڈی میں پھیلی ہوئی۔

بلائے والے کی طرف لپکتے ہوئے کافر کہیں گے
یہ دن سخت ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاُنْشَقَّ الْقَمَرُ
وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ

مُسْتَقَرٌّ

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ

مُتَنَفِّرَةٌ

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهَا

مُزِدَجَةٌ

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ السُّدُورُ

قَتُولَ عَنْهُمْ مَّيُومَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى

شَيْءٍ تُكْفِرُ

مُخْشَعًا أَبْصَارَهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرَةٌ

مُطَاعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَاذِبُونَ

هَذَا يَوْمُ غَيْرِهِ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا
وَقَالُوا يَحْنُوكَ وَإِذْ دَجْوَهُ

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے
بندے کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے
اور اسے جھڑکا۔

فَدَاوَدَ بَشَرًا مِّنْ مَّغْلُوبٍ فَاتَّخِذْهُ

تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب
ہوں تو میرا بدلہ لے۔

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَا كُنْهُمْ فِيهِ

تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے اور
کہتے پانی سے۔

وَنَجَّيْنَا الْإِنْسَانَ مِمَّا قَالَتْهُ السَّمَاءُ عَلَى
أَهْلِ قَوْمِهِ

اور زمین چھینے کے بہادی تو دونوں پانی مل گئے
اس مقدار پر جو مقدار تھی۔

وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَّاحِ وَدُسِيرِهِ

اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی
دکشتی پر۔

نَجَّيْنَا بِأَعْيُنِنَا ذُرِّيَّتَكَ لِمَنْ كَانَتْ
كُفْرُهُ

کہ ہماری نگاہ کے رو برو تھی اس کے صلہ میں جس
کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ

اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان
کرنے والا۔

فَلْيَكْفِكَ كَانَ عِدَاؤِي وَنُذْرِهِ
وَلَقَدْ يَتْرُكُ الْكَافِرِينَ لِلَّذِينَ هُمْ مِنْ
مُّذَكِّرٍ

تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں
اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان
کر دیا تو ہے کوئی یاد کرتے والا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عِدَاؤِي وَنُذْرِهِ

عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرے
دلائل کے فرمان۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا مَّرْصَرًا فِي يَوْمٍ
ثَبَتَتْ فِيهِ

بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے
دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔

تَتَّبِعُ النَّاسُ مَا كَانُوا أَفْهَارًا يُخْلِلُ مُنْقَعِرِهِ

لوگوں کو یوں دے مانتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی
کھجوروں کے ڈنڈے ہیں۔

تو کیا ہوا میرا عذاب اور دُر کے فرمان۔
اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے
لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

كَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَتُذْرِي
وَلَقَدْ يَتْرِكُ الْفَرَانَ لِلَّذِينَ كُوفِرُوا مِنْ
مُنْذُرٍ كَبِيرٍ

حل لغات رکوع اول سورة القمر پکے

اَقْرَبَتْ قَرِيبًا	و۔ اور	السَّاعَةُ قِيَامَت	و۔ اور	اَلْأَنبَاءُ خَبَرِیں	و۔ اور	اَلْأَنبَاءُ خَبَرِیں	و۔ اور
اَلْقَمَرُ جَانِد	و۔ اور	يَعْرِضُونَ تَوَمَّنَ يُخِیرِیں	و۔ اور	حِكْمَةً حِکْمَت تھی	و۔ اور	حِكْمَةً حِکْمَت تھی	و۔ اور
اَيُّهَا كُوْنِي نَشَانِي	و۔ اور	مَسْتَقَرٍّ جَلَّ آتَا	و۔ اور	اَلتَّذٰرُ دُر لے وَلے	و۔ اور	اَلتَّذٰرُ دُر لے وَلے	و۔ اور
سَحَرٌ جَاوِدٌ هَے	و۔ اور	هَمٌّ اِن كے پَاس	و۔ اور	يَدْعُ پَكَارِ پَكَا	و۔ اور	يَدْعُ پَكَارِ پَكَا	و۔ اور
جَاءَ آتِيں	و۔ اور	مَرْجُو تَنْبِيْه تھی	و۔ اور	فَكَرَ نَا پَچَا ن كی	و۔ اور	فَكَرَ نَا پَچَا ن كی	و۔ اور
فِيهِ اِن مِیں	و۔ اور	تَغْنِ كَام	و۔ اور	يَخْرُجُونَ تَكْلِیں گے	و۔ اور	يَخْرُجُونَ تَكْلِیں گے	و۔ اور
فَمَا پَھر نَہیں	و۔ اور	يَوْمَ حِسَدِن	و۔ اور	مَتَشٰوِرٌ پَچَلِ ہوئی	و۔ اور	مَتَشٰوِرٌ پَچَلِ ہوئی	و۔ اور
عَنَّم اِن سے	و۔ اور	شَيْءٌ خَیْر	و۔ اور	اَلدَّاعِ پَكَارِ نے وَلے كی یَقُولُ كَہیں گے	و۔ اور	اَلدَّاعِ پَكَارِ نے وَلے كی یَقُولُ كَہیں گے	و۔ اور
اِلٰی طَرَف	و۔ اور	هُوَ اِن كی	و۔ اور	غَسِرَ مُشْكِل ہے	و۔ اور	غَسِرَ مُشْكِل ہے	و۔ اور
اَبْصَارٌ اَنكھیں	و۔ اور	جَوَادٌ مَدِي ہیں	و۔ اور	نُوح نوح نے	و۔ اور	نُوح نوح نے	و۔ اور
كَانَہُمْ گویا كہ وہ	و۔ اور	اَلدَّاعِ پَكَارِ نے وَلے كی یَقُولُ كَہیں گے	و۔ اور	يَوْمَ دُن	و۔ اور	يَوْمَ دُن	و۔ اور
اِلٰی طَرَف	و۔ اور	يَوْمَ دُن	و۔ اور	قَوْمٌ قَوْم	و۔ اور	قَوْمٌ قَوْم	و۔ اور
كُنَّا یہ	و۔ اور	قَوْمٌ قَوْم	و۔ اور	نَا ہمارے كہ	و۔ اور	نَا ہمارے كہ	و۔ اور
قَبْلَہُمْ اِن سے پہلے	و۔ اور	نَا ہمارے كہ	و۔ اور	اَزْجَا جھڑك مِیَا گِیا	و۔ اور	اَزْجَا جھڑك مِیَا گِیا	و۔ اور
عَبْدٌ بِنْدے	و۔ اور	اَتٰی بَشِك مِیں	و۔ اور	مَغْلُوبٌ مَغْلُوب ہوں	و۔ اور	مَغْلُوبٌ مَغْلُوب ہوں	و۔ اور
مُجْنُونٌ دیوانہ ہے	و۔ اور	اَتٰی بَشِك مِیں	و۔ اور	اَلسَّمَاءِ آسمان كے	و۔ اور	اَلسَّمَاءِ آسمان كے	و۔ اور
لَا اِنے رب كہ	و۔ اور	اَتٰی بَشِك مِیں	و۔ اور	فَجَرْنَا پَچَاڑا ہم نے	و۔ اور	فَجَرْنَا پَچَاڑا ہم نے	و۔ اور
فَفَتَحْنَا تُو ہم نے كھول دیا اَبْوَاب دروازے	و۔ اور	اَتٰی بَشِك مِیں	و۔ اور	اَلْاَرْضِ زَمِیں كہ	و۔ اور	اَلْاَرْضِ زَمِیں كہ	و۔ اور
مَنْہم گرنے وَلے كے	و۔ اور	اَتٰی بَشِك مِیں	و۔ اور				

مختصر تفسیر سورۃ القمر چپ

سورۃ القمر مکی ہے، اور اس سورہ مبارکہ کا نام اقربت بھی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توہرات میں یہ سورہ مبارکہ "الْمُبْتِطُصَّة" کے نام سے لکھاری جاتی تھی یہ اپنے پڑھنے والے کے چہرے کو روشن کر دے گی جس دن چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔ لیکن کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔ اور کہا گیا اس میں سے ہے جو یوم بدر نازل ہوا۔ اور مقاتل نے کہا مکی ہے سوائے تین آیات اَمْ يَقُولُونَ سے دائرہ تک اور بعض سوائے آیت سیدہنہ الجمع کے اقتصار کیا ہے۔ طبرانی نے واسطہ میں اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تردید کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت سیدہنہ الجمع کو بدر سے بہت پہلے مکہ میں اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی جماعت شکست سے دوچار ہوئی پس جب بدر کا دن آیا اور قریش کو ہزیمت ہو گئی تو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریش کے مقتولوں کے درمیان تلہراٹھائے دیکھا۔ اور آپ فرماتے تھے۔ سیدہنہ الجمع ولولون السدور، درمشور میں بخاری سے بحوالہ عائشہ رضی اللہ عنہا درج ہے کہ یہ سورہ مبارکہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں نازل ہوئی جب کہ میں کھیلنے والی گویا تھی، اس سورۃ مبارکہ میں تین رکوع اور پچیس آیات ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ کی گذشتہ سورہ مبارکہ النجم سے مناسبت اس طرح ہے کہ النجم کے آخر میں کہلکیت فتر اذنت الانفة اور اس سورۃ کی ابتدا اقربت الساعۃ سے ہوئی۔ اور نجم و قمر کے ناموں میں بھی ایک حسن تماشق و تناسب ہے، سورہ نجم میں عاد و ثمود اور قوم نوح کی ہلاکت کا اجمالی تذکرہ ہوا۔ اس سورہ مبارکہ میں تفصیل ہے۔ بغوی نے کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اہل مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو حضور نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے کہ کوہِ حرا میں ٹکڑوں کے درمیان نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر کفار نے کہا چاند پر جاؤ کر دیا گیا۔ اس پر آیت اقربت الساعۃ کا نزول ہوا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ القمر چپ

پس آئی قیامت اور تماشق ہو گیا چاند
اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھرتے
اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

اَقْرَبَّتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ
وَانْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا
سِحْرٌ مُّسْتَمَرٌّ

(اَقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ) پاس آئی قیامت، اسی قربت چٹا یعنی بت ہی نزدیک آگئی۔
(وَاَنْشَقَّ الْفُتُورُ) اور پھٹ گیا چاند الفصل بعضہ عن بعض و صار فرقتین و
ذلک علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الهجرة۔

یعنی چاند کا بعض حصہ اس کے بعض سے الگ ہو گیا۔ اور دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور ایسا ہجرت سے
پہلے زمانہ رسالت میں واقعہ ہوا۔ ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ کی درخواست کی تو آپ نے چاند شق کر کے دکھایا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے
کوہ حرا کو ان ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ صحیحین اور اس کے علاوہ کتب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
محضور علیہ السلام کے زمانے میں چاند پھٹ گیا اور دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا اس کے پرے
ہوا تو آپ نے فرمایا گواہ رہو، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ عہد نبوی میں چاند پھٹ گیا تو قریش
نے کہا یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ انتظار کرو جب تک کہ مسافر یا آنے والے قافلے نہ
آجائیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر جادو کی طاقت نہیں رکھتے (نظر بندی کی طاقت نہیں رکھتے) پس
جب قافلے پہنچے تو انہوں نے اس کی خبر دی کہ ہم نے اسے دیکھا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ شق القمر کا واقعہ
لیلۃ القدر یا چودھویں رات کو پیش آیا۔ یہ معجزہ احادیث متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور اس درجہ شہرت کو
پہنچا ہوا ہے کہ اس کا انکار بے دینی اور بے عقلی ہے۔

وَاِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا
اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے۔

فَاِنَّهُ يَفْقَهُ اَنَّ الْاِنْشِقَاقَ آيَةٌ رَاَوْهَا وَاَعْرَضُوا عَنْهَا

تو یہ دلالت کر رہا ہے کہ چاند کا پھٹ جانا نشانی ہے۔ جسے کفار نے دیکھا اور اس سے منہ پھیر لیا۔
یعنی کفار کا وہ یہ ہے کہ اگر نشانی یا کوئی معجزہ محصور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق و نبوت پر دلالت کرنے
والا ہے۔ تو یہ اس میں غور کرنے اور ماننے سے پھر جاتے ہیں۔ اور تصدیق کرنے سے کتراتے ہیں۔ اور
حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے۔

(وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمَرٌّ) اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے پیلا آتا۔

ای ہذا ادھوای ما نراہ سحر یعنی یہ اور وہ جو ہم نے دیکھا ہے جادو ہے
یعنی بے حقیقت جادو ہے جو جاتا رہے گا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں جو صداقت، نبوت اور غلبت نبوت پر دلالت
کرتی ہے۔ تو تصدیق کرنے کی بجائے روگردانی کرتے ہیں۔ اور اعتراف حق سے کنی کتراتے ہیں۔ بلکہ اس کے

برعکس کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو وقت کے ساتھ جاتا ہے گا حالانکہ وہ حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اشتقاق حق ہے۔ جادو یا نظر بندی نہیں اگر ایسا ہوتا تو وہ قافلے والوں سے شوق القمر کی رویت و تصدیق نہ مانگتے۔ ان کا یہ جلیں مہٹ و صرمی پر مبنی ہے کہ حضور کی تصدیق سے ان کی سرداری لوگوں میں مسلم ہو جائے گی اور ہماری قدر و منزلت باقی رہے گی۔

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ
اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور بہکام قرار پا چکا ہے۔

وَكُلُّ أُمَّرٍ مُّسْتَفِرٍّ
اور انہوں نے جھٹلایا۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم وَاٰخِرُهَا اَظْهَرَ

اللہ تعالیٰ علی يدہ من الآيات۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا اور جو نشانیاں آپ کے ہاتھ سے اللہ نے ظاہر کیں۔ اس کا انکار کیا وَاٰخِرُهَا اَظْهَرَ اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے۔ اَلَّتِي زَيَّنَّهَا الشَّيْطَانُ تَهْمٌ یعنی جو کچھ شیطان نے ان کے لیے سہانا دکھایا۔ اُس کے پیچھے ہو لیے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کفار نے جو یہ کہا کہ چاند پر جادو کر دیا گیا۔ یا ہماری نظر بندی کر دی گئی یہ ہی وہ بات تھی جس کے پیچھے وہ ہو لیے۔

وَكُلُّ أُمَّرٍ مُّسْتَفِرٍّ اور بہکام قرار پا چکا ہے۔

استقرار سے مراد انتہا پر پہنچ کر ٹھہرنا ہے مطلب یہ ہے کہ جس امر کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ بالضرر ہو کر رہے گا۔ ایک قول ہے کہ دنیا میں کامرانی یا نامرادی اور آخرت میں نیک سبقتی یا بد سبقتی اپنی انتہا پر ہے۔ اور ایک قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ اور اس کے غلبہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور وہ مقررہ وقت پر ہو کر رہے گا۔ کفار جو چاہیں کہتے رہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار نے ان معجزات کو جو سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست سے ظاہر ہوئے محض عناد و بغض کی وجہ سے نہ مانا۔ شوق القمر کے معجزہ قابرہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوصف اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے گئے رہے اور حق کو قبول نہ کیا۔ بلکہ الٹا یہ کہتے رہے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے ان کا تصدیق نہ کرنا محض اس خدشہ کی وجہ سے تھا کہ اگر انہوں نے تصدیق آیات کی تو حضور کا دین غالب آجائے گا۔ اور ان (کفار) کی قدر و منزلت و میوی و فارصٹ جائے گا۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ اللہ کے نزدیک ہر امر طے پا چکا ہے۔ اور دین حق کا غلبہ اپنے وقت پر ہو کر رہے گا کفار جو چاہیں کہتے رہیں جس طرح چاہیں مذاحت کرتے رہیں۔ اسلام کا غلبہ طے شدہ امر ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ مُّزْدَجَرٌ
اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئی۔ جن میں کافی عبرت تھی۔

حِكْمَةٌ بَإِفْتٍ قَمَاتُفٍ
انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں۔ ڈر
سنائے والے۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ اور بے شک ان کے پاس آیا فی القرآن یعنی قرآن کے پاس قرآن حکیم میں
گذری ہوئی قوموں کی باتیں اور ان کے تذکرے آچکے۔

رَمَنَ الْأَنْبَاءِ خبروں میں سے اُنی اخبار القرون الخالصة او اخبار الاخرتہ۔

یعنی گزری ہوئی قوموں کی خبریں۔ یا آخرت کی اطلاعات

رَمَا فِيهِ مَوْءَجَسٌ بھی میں کافی عبرت تھی۔ لَقَدْ جَاءَهُمْ كَاتِبًا مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا

فِيهِ اَزْدَجَادَهُمْ۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس ہونے والے یا ہو چکنے والے واقعات کی خبریں آچکیں جو انہیں حق
حق سے روکنے کے لیے کافی ہیں۔ انہد سے مراد عذاب و وعید کی اطلاعات ہیں۔ مَوْءَجَسٌ مصدر ہے۔ اور
اس کے معنی منع کرنے روکنے یا انتباہ کرنے کے ہیں۔

(حِكْمَةٌ بَإِفْتٍ) انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت

یعنی غایت درجہ انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت کی باتیں جن میں کوئی غلطی (غرابی) نہیں۔

رَمَا تَغْنِ النَّذْرُ پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے۔

ما سوالیہ انکا ترجمہ، نَذْرٌ نذیر کی جمع ہے جس کے معنی ڈرانے والے یا ڈرانے کے ہیں، مطلب

یہ ہے کہ رسولوں کے آنے یا ان کے ڈرانے کا کیا فائدہ ہوا۔ یعنی انہوں نے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا۔

واضح معلوم یہ ہے کہ کفار کے پاس گذشتہ قوموں کے قصے آچکے اور ان کی خبریں قرآن میں بیان ہو چکیں

اگر کفار ان واقعات سے نصیحت پکڑنا چاہتے تو عذاب و وعید کی یہ خبریں انہیں مخالفت حق سے روکنے کے

لیے کافی تھیں۔ یہ انتہائی دانائی کی بات تھی جس میں کسی طرح کا غلط نہ تھا۔ مگر رسولوں کے ڈرانے کا ان لوگوں

نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور نہ ہی رسولوں کو عقیمت سمجھا۔ اور اپنی روش کافرانہ پر یکسٹ دوڑتے رہے اور

مخالفت حق پر جے ہے۔ حالانکہ اہل عقل کے لیے اس میں نصیحت و عبرت تھی۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ تو تم ان سے منہ پھیر لو۔

إِلَى شَيْءٍ تُكْبِرُ جس دن بلائے والا ایک سخت جگہ یعنی بات

کی طرف بلائے گا۔

قَتُولَ عَنْهُمْ تُوَ اُپ اُن سے منہ پھیر لیں، فنا سبب سے اور التوٰی مستبب سے یا اس کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ اور سبب عدم الافتاء ہے یعنی کفار کا فائدہ حاصل نہ کرنا وجہ ہے۔ اور تُوٰی سے مراد قتال سے ابھی رکنا ہے۔ اور یہ حکم قتال کے حکم سے پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ آیت قتال سے اس آیت (قَتُولَ عَنْهُمْ) کا حکم منسوخ ہے۔

رَيَوْمَ يَدْعُ السَّالِقَ اِجْ جِس دن بلانے والا بلائے گا پھر سے مراد روز قیامت ہے۔ پھر والا سے مراد عظیم فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر بلا لیں گے۔ رالی شئی مَنُکُو ایک سخت ناگوار چیز کی طرف ای قطع تنکرة النفوس لعدم العهد بمثلہ وَهُوَ هُوَ الالقیامۃ۔

اتنی ناگوار شے کہ لوگوں کو اس کی نظیر معلوم نہ ہو اور وہ قیامت کی مصیبت ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے رسولِ معظم ان کفار سے رُخ انور پھیر لیجیے۔ کیونکہ یہ لوگ نصیحت سے یا ڈرانے سے فائدہ اٹھانے والے نہیں۔ اور انہیں ان کی سرکشی و طغیانی پر جے رہنے دیکھئے اور ان سے قتال نہ کیجیے کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا، آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کا غلبہ اس حال کو نہیں پہنچا تھا کہ کفار سے قتال کی اجازت ملتی تاہم بعد میں آیت قتال سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ روز قیامت جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر بکاریں گے تو ان کفار کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ اور جب ان کو حشر کے لیے بلایا جائے گا تو یہ انتہائی ناگوار اور عظیم التکیر امر ہو گا۔ اور یہ ہول قیامت کی تاب نہ لا سکیں گے جس کے یہ منکر تھے اس دن اللہ کے رسولوں کی نصیحت اور ڈرانے کی قدر معلوم ہو جائیگی۔ مگر اب اس کا کیا فائدہ کہ وقت جا تا رہا۔

خُشَعًا ابْصَارًا هُمْ يَخْرُجُونَ

نیچی آنکھیں کئے ہوئے قبروں سے نکلیں

مِنَ الْاَجْدَاثِ كَانَهُمْ جُرَادٌ

گے گویا وہ ڈنڈیاں ہیں پھیلی ہوئی۔

مُنْتَشِرٍ مُّطْعِنٍ اِلَى الدَّاعِ ط

بلانے والے کی طرف پکارتے ہوئے کافر

يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ مَّسْرُورٌ

کہیں گے یہ دن سخت ہے۔

رَخْشَعًا ابْصَارًا هُمْ يَخْرُجُونَ

نیچی آنکھیں کئے ہوئے، یہ کفار کا حال ہو گا کہ خوف و ذلت کی وجہ سے ان کی نظریں نیچے ہوں گی جس طرح کہ مجرموں کی نگاہیں نیچی ہوتی ہیں۔

يَخْرُجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ) قبروں سے نکلیں گے، یہ نغمہ ثانیہ ہے جو مردوں کے اٹھانے

کے لیے ہو گا۔ اور اس کے ساتھ ہی زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے۔

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا
فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ
وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا اور زمین چٹھے کر کے بہادی، وجعلنا الأرض كلها كائنها
عُيُونًا مُتَجَفِّرَةً۔

اور ہم نے ساری زمین کو بنا دیا گویا کہ وہ بہتے ہوئے چشمے ہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ زمین کے
سارے چشمے بہا دیئے۔ روایت ہے کہ چالیس روز تک ایسا ہوتا رہا۔

فَالْتَقَى الْمَاءُ تَوَدُّدًا تَوَدُّدًا تَوَدُّدًا اسی ماء السماء وما الأرض یعنی آسمان اور زمین
کا پانی باہم مل گیا۔

اور دونوں پانیوں میں سے ہر ایک کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ ان کا ملنا بطریق مجاورت نہ تھا بلکہ
بطریق امتداد و اتحاد تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اشادہ ہے کہ زمین کا پانی اس قدر قوت و زور سے نکلا اور
بلند ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آسمان کے پانی سے مل گیا اور ایسا بطور مبالغہ کے بیان کیا گیا ہے۔

(عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ) اس مقدار پر جو بمقدور تھی۔ اسی کا مینا علی حال قد قدرھا
اللہ تعالیٰ فی الانزل

یعنی اللہ نے ازل سے جو مقدر فرمایا تھا اس کے مطابق ہو گیا اور یہ بھی کہا گیا اَنَّ مَا نَزَلَ عَلَى
قَدْ رُحِمَ۔

جتنا برس اسی قدر زمین سے نکلا یعنی آسمان اور زمین کے پانی کی مقدار یکساں ہو گئی، واضح مفہوم یہ
ہے کہ کفار (قوم نوح) کی ہلاکت کے لیے جس مقدار کی ضرورت تھی اس قدر پانی مل گیا۔

وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْوَاخِ وَدُشِيرِهِ
تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ
تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ
كُفِّرَہ

اور ہم نے اسے سوار کیا ای نوحاً علیہ السلام یعنی نوح علیہ السلام کو
اور ہم نے اسے سوار کیا ای نوحاً علیہ السلام یعنی نوح علیہ السلام کو
کہ ہماری نگاہ کے دروبرو بہتی اس کے صلہ
میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

وَحَمَلْنَاهُ (اور ہم نے اسے سوار کیا ای نوحاً علیہ السلام یعنی نوح علیہ السلام کو
(عَلَى ذَاتِ الْوَاخِ) تختوں والی پر اخشاب عریضہ چوڑے پچھے، یعنی ایسی کشتی پر جو
چوڑے پچھلوں سے بنائی گئی تھی۔

وَدُشِيرِهِ اور کیوں والی پر اسی متساوی یعنی وہ کشتی کیوں سے مخلوق کی گئی یا چوڑی گئی تھی۔

ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ دوسرے دسار کی جمع ہے جس طرح کتاب کی جمع کتب ہے۔ اور کہا گیا سقف کی جمع سُفُف ہے۔

واصل الدسر الدفع الشدید بقصر اور دُسر کا مطلب ہے سختی کو شدت سے ہٹانا اور کہا گیا ہے۔ جبال من لیف تشد بها السفن بٹے ہوئے رتے جس سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔ اور لیث نے کہا خیوط تشد بها الواحها لوہے کی کیلیں جس سے کشتی کے پھٹے (تختے) مضبوط ہوئے گئے۔ مجاہد نے کہا کہ دُسر سے مراد کشتی کے عوارض تھے۔ یعنی وہ پھٹے ہو کشتی کے درمیانی حصے میں موجوں کو روکنے کے لیے جوڑے گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کشتی کے اضلاع تھے جس نے کہا کہ وہ کشتی مقادیم تھے۔ یعنی اُس کے اگلے حصے اور سینے کو موجوں سے بچاؤ کے لیے لگائے گئے تھے۔ (تجری بأعیننا ہمارے نگاہ کے روبرو بہتی ای تجری فی خلک المار بحفظنا وکلانا یعنی وہ کشتی اس پانی میں ہمارے حفاظت و نگاہ میں چلتی تھی۔ اور ایک قول ہے کہ ہمارے اولیاء کو لیے چلتی تھی۔ اور اولیاء (دوستوں) سے مراد نوح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی تھے، جیسا کہ اہل عرب بولتے ہیں صلت عینج من عینون اللہ تعالیٰ اللہ کے دوستوں میں سے ایک دوست کا انتقال ہو گیا۔ اور صحیح کہا گیا ہے کہ وہ کشتی فرشتوں کی نگرانی میں چلتی تھی۔ جنہیں اللہ نے اپنا دوست فرمایا اور انہی طرف اس کی خدمت و نسبت کی۔

(جزآد لیتن مکان کفرہ) اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

ای فعلنا ذلک جزا لما النوح علیہ السلام فانہ کان نعمة انعمها اللہ تعالیٰ

علی قومہ فکفر بها وکذا کل نبی نعمة من اللہ تعالیٰ علی امتہ۔

یعنی ہم نے ایسا نوح علیہ السلام کے بدلے میں کیا بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت تھے۔ جو اللہ نے ان کی قوم پر انعام فرمائی تھی۔ مگر انہوں نے انہیں جھٹلایا اور یونہی ہر نبی اپنی امت پر اللہ کی نعمت پر سرکھڑا ہے۔ یہ عذاب و حقیقت اس سلوک کا بدلہ تھا۔ جو قوم نوح نے اپنے پیغمبر سے کیا اور نوح علیہ السلام جو اللہ کی عظیم نعمت تھے۔ اس نعمت عظمیٰ کی ناقصدی، ناشکری اور کفر و بغاوت کی سزا ملتی۔ جو ان کو دی گئی۔
وَلَقَدْ تَرَكْنَهَا آيَةً فَهَلْ
مَنْ مُدَّ كَرَهُ
اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تو وہ کفر کیا اور اسے
کر لے والا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي
تو کیا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں
وَلَقَدْ تَرَكْنَهَا آيَةً (اور ہم نے اسے نشانی چھوڑا تھا اے اللہ کی عظیم نعمت یعنی کشتی)

کو باقی رکھا۔

(ایۃ) بنا د اعلیٰ ماروی عن قتادة والنقاش انه بقى خشبها على الجودی

حتى رآه بعض افاضل هذه الامة او ابقينا خبرها

نشانی میا کہ فتاوہ و نقاش سے مروی ہے کہ بلاشبہ اس کشتی کے تختہ جوڑی پہاڑ پر باقی ہے۔ یہاں

تک کہ اس آیت کے شروع میں بعض لوگوں نے اسے دیکھا یا اس کی اطلاع باقی رہی۔

تَوَكَّنَا سے مراد جَعَلْنَا ہے (ہم نے بنایا) اور جائز ہے کہ منمیر فعل کے لیے بھی ہوں اور وہ

نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا طوفان سے نجات پانا ہے۔ اور کافروں کا عذوق دہاک ہونا ہے۔

فَعَلْ مِنْ مَّذَكِرٍ تو ہے کوئی توجہ کرنے والا، فتاوہ نے مَذَكِرٌ کو مَذَكِرٌ تذکرے

کاف کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی ہے کہ، ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا، یاد دہان کرنے والا اور

استفہام ترغیب کے لیے ہے۔

(فکیف کان عذابنا و نذُر) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں استفہام تعظیم

و تعجیب ای کان اعلیٰ کیفیت ہائے لا یحیط بها الوصف،

استفہام عظمت عذاب اور اس کی عزابت کے بیان کے لیے ہے۔ یعنی ایسی صورت عذاب واقع

ہوا جس کے بیان کا اساطیر نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ اور بلاشبہ ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا۔

فَعَلْ مِنْ مَّذَكِرٍ تو ہے کوئی یاد کرنے والا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ اور بے شک ہم نے قرآن کو آسان فرمادیا۔ ای و باللہ وَلَقَدْ

سهلنا القرآن لقومك بآتِ أَنْزَلْنَاهُ عَلَى نَفْسِهِمْ وَشَحْنَاهُ بِأَنْوَاعِ الْمَوَاعِظِ وَالْعِبَرِ

وَصَرَفْنَاهُ مِنَ الْوَعِيدِ وَالْوَعْدِ۔

یعنی سہلایم نے قرآن حکیم کو آپ کی قوم کے لیے سہل (دشوار کی ضد) بنا دیا اس لیے کہ ہم نے اسے اعلیٰ

لغت پر نازل کیا۔ اور اسے قسم قسم کے مواعظ اور عبرت کے واقعات سے بھر دیا اور اس میں وعدے اور دھمکیاں

بیان کیں۔

(لِلذِّكْرِ) یاد کرنے کے لیے ای للتذکرہ کو الاعتاظ یعنی تعلیم و تعلم، حفظ اور وعظ و نصیحت،

کے لیے۔

(فَعَلْ مِنْ مَّذَكِرٍ) تو ہے کوئی یاد کرنے والا، مہذب کا قول ہے يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ هُوَ نَاقِرُ أَرْثِهِ

ہم نے قرآن کو تلاوت کیجئے آسان بنا دیا ہے، اس میں استفہام تہنہ بھی ہے اور استفادہ ہے۔ قرآن حفظ کرنے والے کی اللہ مدد فرماتا ہے۔ اور قرآن کے سوا کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں جو سہولت سے یاد ہو جائے، ابن الحاتم نے ابن عباس سے تمخریج کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کو انسان کی زبان پر آسان نہ بنا دیتا تو مخلوق میں سے کسی ایک کو اللہ کے کلام کے ساتھ بولنے کی قدرت و طاقت نہ ہوتی۔

كَذَّبَتْ ثَعْلَابٌ بِطَغْيِهَا
عَادَ لَهَا وَنَذَرَهُ
عَاد لے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور
میرے ڈر دلانے کے فرمان۔

رَكَذَّبَتْ ثَعْلَابٌ بِطَغْيِهَا، حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مبعوث کئے گئے۔ عاد نے ان کی دعوت قبول نہ کی اور انہیں جھٹلایا۔

(فکیف کان عذابی ذنبا) تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈرانا، ثَعْلَابٌ عادات ذنبا کی نصیحت کے لیے ہے۔ اور سننے والوں کے دلوں کو متوجہ کرنا ہے مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے نہیں سنا یا یہ کہ سن لو کہ میرا ڈرانا اور عذاب ان کے لیے کیسا تھا۔ یا ان کی ہلاکت بعد میں آنی والوں کو کیسی معلوم ہوئی۔ فرار نے کہا نذر اور اخطار ہم معنی مصدر ہیں اور یہاں مراد ڈرانے والی باتیں ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا
بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی

فِي يَوْمٍ رَئِيٍّ مَسْتَمِرٍّ
ایسے دن میں جس کی خواست ان پر ہمیشہ کے

لِیَوْمٍ رَئِيٍّ مَسْتَمِرٍّ
لیے رہی۔ لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ

تَنَزَّاعُ النَّاسُ كَانَهُمْ
گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ٹنڈ ہیں۔

أَعْمَازُ نَخْلٍ مُنْقَعٍ
راٹا اڑنا علیہم ریحاً صرصراً بے شک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سخت سرو ہوا تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کی آواز شدید تھی

رَفِیْ یَوْمٍ رَئِيٍّ مَسْتَمِرٍّ ایسے دن میں جس کی خواست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی مُثَوِّرٌ عَلَیْهِمْ یعنی ان

کے لیے سنسوس۔

(مستمتر) ہمیشہ کے لیے رہی، ان کے لیے اس کی خواست یوں ہمیشہ کے لیے رہی کہ ہلاکت کے

بعد برزخ میں عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز جہنم میں داخل ہوں گے۔ اور یوم سے مراد

مطلق زمانہ ہے۔ اور مشہور ہے کہ وہ بدبو کا دن اور مہینے کی آخری تاریخ تھی۔ مستمر کا معنی شدید المراد

سنت کرہا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے "مستمتر" دن کی صفت ہے۔ یعنی ایسا دن جو قائم

رہے۔ یہاں تک کہ انہیں ہلاک کر دیا۔ اور ان میں سے چھوٹے بڑے کسی کو نہ چھوڑا، خطیب بغدادی نے ابن عباس

سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ پہلے کا اٹھری بدھ دامن منخوس ہے۔ اور اسی کو اکثر لوگوں نے لے لیا۔ اور اسے منخوس سمجھنے لگے اور انہی مصلحتوں کے پیش نظر بدھ و جہد چھوڑ دی، البتہ حاتم نے کہا اس حدیث میں راوی مسلمان ملت متروک ہے اور ابن ہوزی نے اس روایت کو وضعی قرار دیا ہے بہت سی نے شعب میں نقل کیا ہے کہ بدھ کے روز زوال کے بعد دعا قبول کی جاتی ہے۔ برصان الاسلام نے تعلیم المتعلم میں صاحب ہایہ سے بیان کیا ہے کہ کسی کام کی ابتدا جب بدھ کے روز کی گئی تو وہ پہلا ہوا۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے نوح کو پیدا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ درس و تدریس کی ابتدا کے لیے اسی روز کی نشست پر متفق و مستعد ہیں فردوس ثنائیہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہے اگر میری اُمت کے لیے ناگوار نہ ہوتا تو میں حکم فرماتا کہ وہ بدھ کے روز سفر نہ کریں۔ ابن ماجہ نے ابن عمر سے مرفوعا اور حاکم نے تخریج کی ہے کہ کوڑھ یا برص کی ابتدا نہیں ہوتی۔ مگر بدھ کے دن اور بعض آثار میں بدھ کو ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی ہے کہ اس سے برص کے مرض کا خطرہ ہے۔ اور بعض نے بدھ کے روز مریض کی عیادت کو ناپسند فرمایا ہے۔

بدھ کے بارے میں اقوال دونوں طرف ہیں۔ لیکن واضح مفہوم یہی ہے کہ یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے اور مستمر اس کی صفت ہے۔ اور اس کا مطلب بس یہی ہے کہ اس دن کا قیام اس وقت تک رہا جب وہ لوگ ہلاک نہ ہو گئے یا یہ اس دن کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی کہ ظہور عذاب سے لے کر دخول جہنم تک معذب رہیں گے اور دخول جہنم کے بعد تو دائمی عذاب ہے نہ اُس میں کوئی مہلت نہ تخفیف بلکہ شدت بلائے شدت اعادنا اللہ جہذا۔

(تَنْزِعُ النَّاسِ) لوگوں کو یوں سے مارتی تھی۔

یہ آئندہ صی کی صفت ہے اور تَنْزِعُ کے معنی قلع کے ہیں۔ یعنی اکھاڑنے، پیچھاڑنے اور ٹپکنے کے آویسی کہتے ہیں۔ روی انہم دخلوا الشعب والحضر وتمسک بعضهم ببعض فقلعتهم الريح صرتم موقکہ قوم عاد کے لوگ گھائیوں اور غاروں میں گھس گئے۔ اور ان میں سے بعض بعض کے ساتھ لیٹ گئے تو آئندہ صی نے انہیں اکھاڑ دیا۔ اور پیچھاڑ کر ہلاک کر ڈالا۔

(كَانَتْهُمْ) عجاذ غیل منقعبہ گویا کہ اکھڑی ہوئی کھجور کے ڈنڈیں۔

نخل کے معنی کھجور کے درخت کے ہیں۔ اور ان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ عجاذ کے معنی ہیں کٹے ہوئے تنے منقعر کے معنی ہیں اکھڑے ہوئے آئندہ صی اس قدر شدید اور ہولناک تھی کہ کفار کے جسم بے جھڑکے لاشوں کی طرح کھجورے پڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کھجور کے درخت جن کی شاخیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہوں۔ اور ان کے تنے (ڈنڈے) جڑوں سے اکھڑے کھجورے غنڈے پڑے ہیں۔ تو عجاذ جس طرح کی سرکش تھی عذاب بھی اسی

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ قمر پر

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ
فَقَالُوا ابْتِئْزَامُنَا فَاِجْدَا لَنَا مَبْعُوثًا اِذَا
نُفِیْ صَلَی وَسَلْعُهُ
عَاثُوْا الَّذِیْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ
كَذَّابٌ اَشْرَرُ
سَیَعْمُوْنَ غَدًا مِّنْ اِلَکْذَابِ الْاَشْرَرِ

اِنَّا مُرْسِلُوْا النَّاقَةَ فِتْنَةً لِّهَمْ فَارْتَقِبْهَا
وَاصْطَبِرْهُ
وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ النَّاءَ مِثْمَةً لِّیْنِهِمْ ۚ كُلُّ شَاۤءٍ
مُّحْتَضَرٌ
فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى وَّعَقَرَ

فَلَمَّیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذْرِیْ
اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاجِدًا
فَكَانُوا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ

وَلَقَدْ یَسِّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ
مُّدَّکِرٍ
كَذَّبَتْ قَوْمٌ لُّوطٍ بِالنُّذُرِ
اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّا اِلَّ لُّوطٍ
فَنَجَّیْنَاهُ لِنَجْرِیْ

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا
تو بولے کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کی تابعداری
کریں جب تو ہم کو فرستگراہ اور پوچھنے میں۔
کیا ہم سب میں اس پر ذکر کرتا رہا گیا بلکہ یہ سخت
جھوٹا اترنے والا ہے۔
بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا
اترنے والا۔
ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو لے صالح
توراہ دیکھ اور صبر کر۔
اور انہیں خبر دیدے کہ پانی ان میں حصوں میں ہے
ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔
تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لیکر
اس کی کوچیں کاٹ دیں۔
پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔
بے شک ہم نے ان پر ایک جگھاڑ بھیجی تھی وہ
ہو گئے جیسے گھیر بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس
سوکھی روندی ہوئی۔
اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے
لیے تو بے کوئی یاد کرنے والا۔
لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔
بیشک ہم نے ان پر پتھر اور بھیجا سوائے لوط
کے گھر والوں کے ہم نے ان کو رات کے کھلے
پہر بچا لیا۔

اپنے پاس کی نعمت فرا کر ہم یونہی صلہ دیتے ہیں
لے جو شکر کرے۔

اور بے شک اس نے ان کو ہماری گرفت سے
ڈلایا تو انہوں نے ڈکے فرالوں میں شک کیا۔
اور بیشک انہوں نے لے اس کے ہمانوں سے
پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں
وہاں چھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔
اور بے شک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا
تو چھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔
اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے
کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

نِعْمَةً مِّنْ عِنْدِهِ نَادَكَ ذَٰلِكَ فَجِئْنِي مِّنْ
شُكْرِهِ

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ هِمًّا نَّطْمِسُ نَفَاثَتَ مَا رَوَّاهُ
بِالنُّذُورِ

وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ صَوِّفٍ فَعَثِمْنَا
أَعْيُنُهُمْ فَذُوقُوا عَذَابَ ابْنِ دَاوُدَ

وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ
فَذُوقُوا عَذَابَ ابْنِ دَاوُدَ

وَلَقَدْ يُسَبِّحُنا الْقَرَأَنُ لِلَّذِي هُوَ مِنْ
مُّدْكِرِهِ

حل لغات رکوع دوم سورۃ قمر پر

کتابت مجھلایا	نمود۔ نمودنے	بالتنذر رسولوں کو	فَقَالُوا تَوَلَّوْا
ایک	بشور۔ ایک آدمی کی	منا جو ہم میں سے ہے	وَاحِدًا۔ ایک
نیتہ ہم اس کی پیروی کریں انا بیشک ہم		اذا۔ اس وقت	لَقَدْ يَفْقَهُنَّ
فصل مگر	تو دور	سفر دیوانے	ع۔ کیا
اتنی ڈالا گیا	لذکر۔ ذکر	علیہ۔ اس پر	مِّنْ بَيْنِنَا
پل۔ بلکہ	ہو۔ وہ	کہ اب جھوٹا ہے	أَشْرُ اتزلنے والا
سے علموں جلدی جانیں گے	غدا۔ کل	میں کون تھا	أَلَكُنَّ ابَّ جھوٹا
الشر۔ اتزلنے والا	انا ہم	موسلوا بھیننے والے ہیں	الناقص۔ اونٹنی
مستہ برائش	تمہارا کہ لیے	فاروقہم سو انتظار کریں گا	
اور	اصطبر صبر کر	و۔ اور	بشم خبر دے انکو
ان بیشک	السلو۔ بانی	قسمت تقسیم کیا گیا ہے	بینہم۔ انکے درمیان

کلی۔ ہر
 صابغہم اپنے ساتھی کو
 کان ہوا
 اتنا بیشک
 یاد کا ایک
 المختصر سوکھی ہوئی
 القرآن قرآن کو
 والا اس کو
 بالندہ رسولوں کو
 خاصاً انکریں کی بارش
 بنجینہم ہم نے نجات دی انکو بھری سحری کے وقت
 طرف سے
 شکر۔ شکر کے
 ہم ان کو
 قائم
 عن ضیفہ اس کے معانوں سے
 فذوقوا تو کچھ
 د۔ اور
 عذاب عذاب آیا
 د۔ اور
 یسوزان کیا
 فعل تو کیا
 شریب بھری
 قحطاً گئی تو اس نے پکڑا
 عذابی میرا عذاب
 ارسلتا ہم نے بھیجی
 قحطاً تو ہو گئے
 د۔ اور
 للذکر یاد کرنے کے لیے
 گذشتہ جھٹلایا
 اتنا بیشک
 الا مگر
 گذشتہ اسی طرح
 د۔ اور
 بظہنتنا ہماری پکڑ سے
 نقد بیشک
 عذابی میرا عذاب
 نقد بیشک
 مستقر ٹھہرنے والا
 مند میرا ڈرانا
 نا ہم نے
 من ہے کوئی
 قحطاً باری والا حاضر ہو
 قحطاً آؤ۔ تو انہوں نے ڈرنا
 قحطاً اور کو نہیں کاٹ دیں
 قحطاً میرا ڈرانا
 صبیحہ جھٹلایا
 د۔ اور
 علیہم ان پر
 گھٹیم جیسے چورا چورا گھاس
 نقد بیشک
 فعل تو کیا ہے
 قوم قوم
 ارسلتا ہم نے بھیجی
 ال گھروا لے
 نعمت نعمت تھی
 نجرئی بدلہ دیتے ہیں ہم
 نقد بیشک
 قحطاً تو شک کیا
 داود و پھسلایا انہوں نے کا۔ اسکو
 قطعنا تو ہم نے ٹھا دیں
 د۔ اور
 صبح صبح
 فذوقوا تو کچھ
 د۔ اور
 القرآن قرآن
 مذکر یاد کرنے کیلئے
 قحطاً باری والا حاضر ہو
 قحطاً اور کو نہیں کاٹ دیں
 قحطاً میرا ڈرانا
 صبیحہ جھٹلایا
 د۔ اور
 علیہم ان پر
 گھٹیم جیسے چورا چورا گھاس
 نقد بیشک
 فعل تو کیا ہے
 قوم قوم
 ارسلتا ہم نے بھیجی
 ال گھروا لے
 نعمت نعمت تھی
 نجرئی بدلہ دیتے ہیں ہم
 نقد بیشک
 قحطاً تو شک کیا
 داود و پھسلایا انہوں نے کا۔ اسکو
 قطعنا تو ہم نے ٹھا دیں
 د۔ اور
 صبح صبح
 فذوقوا تو کچھ
 د۔ اور
 القرآن قرآن
 مذکر یاد کرنے کیلئے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ القس ۲۷

اعتبار سے شدید دھمکانک اور گردن توڑ تھا۔ اُنڈھی نے انہیں ہاک و پر اگندہ کر دیا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي ۚ تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

عذاب کی شدت دھمکانی کے بیان کے لیے دوبارہ ارشاد فرمایا، مطلب یہ ہے کہ یہ تو دنیا میں ہانک کی صورت تھی۔ اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ شدید ہو گا۔

وَلَقَدْ يَكْسِرُ نَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ ۚ ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے۔ تو

فَهَلْ مِنْ مُدَّاكِرٍ ۚ ہے کوئی یاد کرنے والا۔

یعنی ہم نے قرآن حکیم کو تعلیم و تعلم، حفظ و قرات، وعظ و نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے۔
كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۚ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔

بالوسل علیہم الصلاة السلام فإن تکذیب احدہم وَهُوَ صالح علیہ السلام هنا تکذیب وکل لا تقا قہم علی اصول الشرائع۔

نُذْرٌ یا تو مصدر ہے یا نذیر کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے المنذر یعنی ڈرانے والا یا ڈر ستانے والا۔ انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی۔ اور اگر ان میں سے ایک کو جھٹلایا تو مراد صالح علیہ السلام ہیں۔ جو ان کی طرف

نبی مبعوث ہوئے۔ یہاں جھٹلانے سے مراد تمام انبیاء کی تکذیب ہے کیونکہ تمام رسل اصول شریعت میں یکساں ہیں۔

فَقَالُوا أَجِئُوا مِنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ ۗ تو بولے کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کی تابعداری

إِنَّا آذَاءٌ لِّغِي ضَلَّلٍ وَسُعِيرٍ ۚ کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

فَقَالُوا أَجِئُوا مِنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ ۗ تو بولے کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کی تابعداری کریں

إِنَّا كَانَتْ مِنَّا جُنُبًا عَلَىٰ یعنی ایسے شخص کی جو ہماری مجلس سے ہے۔ یہاں جبار اور مجبور

بشر (انسان) کی صفت میں آئے ہیں اور فعل کے ساتھ انتساب اس کی توضیح کرتا ہے۔ یعنی تتبع کہ ہم اس کی پیروی

کریں۔ اتباع فعل منقب ہے تو معلوم یہ ہوگا اُتبع بشراً کیا ہم ایک آدمی کی پیروی کریں (واحداً) ای

منفرداً لا تتبع لہ یعنی جو تنہا ہے اور کوئی اس کا تابع نہیں اور واحد من آحادہم لا من اشرا فہم یا

ان کے تنہا افراد میں سے ایک ہے اور ان کے امراء میں سے نہیں ہے۔ یعنی رئیس تو بزرگ شخص نہیں تتبع ہم

اس کی تابعداری کریں۔ یہ بدعتیہ کا لٹکانی ہے۔ مجہولالت کرتا ہے کہ وہ (صالح علیہ السلام) کو معمولی آدمی سمجھ کر تابعداری

سے گریز کر رہے تھے۔ ہاں کوئی بڑا رئیس ہوتا تو ان لیتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول کسی امیر کبیر رئیس و سردار کو ہونا

پا جیے تھا۔ اور یونہی کفار مکہ بھی کہتے تھے۔

لَا تَأْتِي إِذًا لِّغِي ضَلَّلٍ وَسُعِيرٍ ۚ جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں

قوم ثمود کے کفار نے حضرت صالح علیہ السلام کے کلام کو جواباً لوٹا یا کیونکہ آپ نے انہیں کہا تھا۔ اگر تم نے میری پیروی کی تو تم گمراہ و بے عقل ہو، کفار نے کہا اگر ہم نے ان کی تابعداری کی جب تو ہم ضرور بڑی گمراہی۔ اور پگل بن کا منظر ہر کریں گے، سسخر کے معنی جنوں کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ انصاف کی راہ سے چلنے یا دور ہونے کے ہیں۔

وَأَلْقَى الذِّكْرَ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا
بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرُّهُ
کیا ہم سب میں سے اُس پر ذکر کرتا گیا۔ بلکہ یہ سخت جھوٹا اترانے والا ہے۔

وَأَلْقَى الذِّكْرَ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا
الوحی من بَيْنِنَا وَفِينَا مِنْ هُوَ أَحَقُّ مِنْكَ بِذَلِكَ۔
یعنی کیا ہم میں سے اسی پر ذکر کرنا لگ سلا کہ ہم میں ایسے لوگ ہیں جو اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ یعنی حضرت صالح علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی اور کوئی ہم میں اس قابل ہی نہ تھا۔

بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرُّهُ
بلکہ یہ سخت جھوٹا اترانے والا ہے ای شدید البطر یعنی بہت زیادہ اترانے والا۔

یعنی صالح علیہ السلام کا ذکر نبوت ہم سے تعظیم کی طالب کے لیے ہے۔ اور یہ ہم میں بڑا غنا پاتے ہیں۔
قوم ثمود نے حد درجہ سرکشی بے باکی اور بے ہودگی کا منظر ہر کیا۔ اور آنجناب کو کذاب یعنی بڑا جھوٹا اور اشی یعنی بہت اترانے والا جو صریحاً بہتان اور ظلم تھا، انبیاء کے ساتھ بے ہودہ گفتگو اور الزام تراشی کفار کا طریقہ رہا ہے۔

سَيَعْلَمُونَ عَذَابَ الْكَذَّابِ
الْأَشِرُّهُ
بہت جلد کل جان جائیں گے۔ کون تھا بڑا جھوٹا اترانے والا۔

سَيَعْلَمُونَ عَذَابَ الْكَذَّابِ
بہت جلد کل جان جائیں گے۔

سَيَعْلَمُونَ الْعَذَابَ عَنْ قَرِيبٍ
یعنی بہت جلد زمانہ قریب میں عذاب کل والمراد بالعد وقت نزول اور کل سے مراد دنیا ہی میں عذاب کے نزول کا وقت ہے۔ یعنی جب عذاب میں مبتلا ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عذاب سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ابن عامر، حمزہ، طلحہ، ابن وثاب اور امش نے سَيَعْلَمُونَ کو سَتَعْلَمُونَ پڑھا ہے۔ اور تار خطاب کے لیے یعنی قوم ثمود کو صالح علیہ السلام نے جواباً کہا کہ جلد ہی کل تم میں جاؤ گے اور کشف میں ہے کہ یہ کلام دستعملون برسمیل التفات ہے۔

مَنْ الْكَذَّابِ الْأَشِرُّهُ كَوْنُ قَتْلِهِ جَهَنَّمُ اَتْرَانِ وَالْمَرَادُ سَيَعْلَمُونَ اَنَّهُمْ هُمُ الْكَذَّابُونَ لِأَشْرِهِ

اور مطلب ہے کہ انہیں جلدِ معلوم ہو جائیگا کہ وہ خود ہی بڑے بھوٹے اور شیخی لگھارنے والے ہیں، یعنی تمہارے الزام کی حقیقت کھل جائے گی۔

اِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ
فَاَرْقُبْهُمْ وَاصْطَبِرْ
ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو (تو لے
صالح) (تو راہ دیکھ اور صبر کر۔
اِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ) ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں۔

قومِ ثمود نے صالح علیہ السلام سے معجزہ مانگا اور کہا کہ پتھر سے ایک ناقہ نکال دیجیے۔ آپ نے ان کے ایمان کے لیے اسے مشروط ٹھہرایا، اللہ نے ناقہ کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا چنانچہ صالح علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں۔

(فِتْنَةً لَّهُمْ) ان کی جانچ کو امتحاناً یعنی ہم اس نشانی سے امتحان لیں گے کہ آیا وہ احقاقِ حق کے بعد ایمان لاتے ہیں یا سرکشی دکھاتے ہیں۔

فَاَرْقُبْهُمْ (تو لے صالح) (تو راہ دیکھ) فَاَنْتَظِرْهُمْ وَتَبْصُرْ مَا هُمْ فَاعِلُونَ
تو آپ (صالح علیہ السلام) ان کا انتظار کیجیے اور دیکھیے کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔

(وَاصْطَبِرْ) اور صبر کر، عَلٰی اِذَا هُمْ وَلَا تَجْهَلْ حَتّٰی يَأْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

یعنی آپ (صالح علیہ السلام) کفار کی اینٹوں پر صبر کریں اور عجائبات نہ چاہیں یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

آجائے۔

ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو، تو لے
صالح (تو راہ دیکھ اور صبر کر۔

اور انہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں حصوں

کے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔ تو

انہوں نے اپنے ساتھی کو بکرا تو اس نے لیکر اس کی

کو چھین کاٹ ڈالیں۔ پھر کیسا ہوا میرا عذاب

اور گھر کے فرمان۔

اِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً

لَهُمْ فَاَرْقُبْهُمْ وَاصْطَبِرْ

لَنَبْنِيَهُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ

كُلٌّ شَرِبَ مَخْضَرُهُ فَنَادَوْا

صَاحِبَهُمْ فَنَقَطَ عَلَىٰ عَقْرِهِ فَكَيْفَ

كَانَ عَذَابِي وَنَذْرِي

اِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں اسی انا لمرسوا الناقۃ اتی سالو صامن خیمتہ

یعنی ہم ناقہ کو پتھر سے لکال دیں گے جس کے بائے میں کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں، قوم صالح نے صالح علیہ السلام

سے مطالبہ کیا۔ کہ آپ پتھر سے ایک اونٹنی لکال دیں جو سرخ رنگ کی ہو اور گاہیں ہو اور آپ لے ان کے ایمان

کی شہادت منظور کر لی جس پر یہ وعدہ فرمایا گیا کہ اے صالح علیہ السلام ہم مطلوبہ نفاقہ کو تجھ سے بڑا کر دیں گے
(فِئْتَنَةً لَهُمْ) ان کی جانچ کو امتحاناً یعنی قوم صالح کی آزمائش کے لیے۔

(فَارْتَقِبْهُمْ) تو اے صالح تو راہ دیکھ ای فانتظرهم و تبصر ما هم فاعلمون
یعنی اے صالح علیہ السلام آپ ان لوگوں کے بار میں انتظار فرمائے اور ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیا کرنے
والے ہیں۔

(وَاصْطَبِرْ) اور صبر کر علی آفائهم وَلَا تَعْجَلْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ تَعَالَى۔
ان کی سختیوں اور آفاتوں پر صبر فرمائیں اور عجلت نہ کریں۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔
(وَنَبِّئُهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ) اور انہیں خبر دے کہ پانی ان میں حصوں کے ہے۔
وَ اخبرهم بأن ماء البئر التي لهم مقسومٌ لها يومٌ وَلَهُمْ يَوْمٌ۔
اور اے صالح علیہ السلام انہیں آگاہ کر دیجیے کہ ان کے کنویں کا پانی ان کے لیے باری باری ہے ایک
دن نفاقہ کے لیے اور ایک دن قوم کے لوگوں کے لیے۔

(كُلُّ شَرِبٍ مُحْتَضِرٌ) ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے (كُلُّ شَرِبٍ) نصیب و حصہ
منہ یعنی جس کی باری ہے وہ اپنی باری کے روز اپنے حصہ کے لیے کنویں پر حاضر ہو (محضر) يحضر
صاحبہ فی نوبتہ فتحضر الناقۃ قارۃ و محضرونہ آخری۔

یعنی جس کی باری ہے وہ باری پر حاضر ہو ایک روز اونٹنی حاضر ہوگی اور دوسرے روز وہ لوگ حاضر ہوں
گے۔

(فَنَادُوا) تو انہوں نے پکارا ای فادسلنا الناقۃ و کاذوا علی ہذا و الوتیرۃ من
القسمۃ فملوا ذلک و عزموا علی عقرا الناقۃ و فنادوا لعقرها۔

یعنی ہم نے نفاقہ برآمد کی اور وہ لوگ پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں اسی حال پر تھے کہ انہوں نے گڑ بڑ کی
اور نفاقہ کی کوئیں کھانے کا ارادہ کیا۔ اور انہوں نے نفاقہ کے قتل کے لیے پکارا۔

(صاحبہم) اپنے ساتھی کو ھو وقت دار بن سلف وہ قدر ابن سالف تھا۔ جسے پکارا گیا
(فَتَعَاطَى فَعَقَرَا) تو اُس نے لے کر اس کی کوئیں کاٹ دیں فتعاطی السیف فقتلھا
تو اُس نے تیز تلوار سے نفاقہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابُهُمْ وَ شَدِيدٌ) پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور درد کے فرمان۔
آیت مکرر ہے مراد عذاب کی شدت اور ہولناکی بتانا ہے یعنی قوم ثمود کو ہولناک عذاب نے گھیر لیا۔ اگے عذاب

کی تفصیل ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً
فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝

بے شک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی۔
جیسی وہ ہو گئے جیسے گھرا بنانے والے کی
بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ
فَعَلَّ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝

اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے
کے لیے تو بے کوئی یاد کرنے والا۔

لَإِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً
صَيْحَةُ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَاحَ يَوْمَ الْاِحْدِ ۝

یہ میرا نبی علیہ السلام کی ہولناک پہنچ تھی جو انہوں نے اتوار کو صبح کے وقت بلند کی۔

(فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ) یعنی وہ ہو گئے (قوم ثمود کے لوگ)

کھشیم الْمُحْتَظِرِ جیسے گھرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس سوکھی روندی ہوئی۔

ای کا لشیر الیابس الذی یجمعه صاحب الحظیرۃ لما شیتہ فی الشتاء

یعنی سوکھی ہوئی (بھس) کی طرح جسے پرواہ ہے سردیوں میں مولیشیوں کے لیے جمع کر کے رکھتے ہیں

یا اس روندی ہوئی گھاس کی طرح جسے چوپائے پاؤں سے ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔ یعنی قوم ثمود کے لوگ

عذاب کے بعد روندی ہوئی بکھری ہوئی توڑی یا گھاس کی طرح ہو گئے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن

یاد کرنے کے لیے تو بے کوئی یاد کرنے والا۔

مِتْ مُدَّكِرٌ ۝

یعنی نصیحت پکڑنے والوں کے لیے ہم نے اس کتاب کریم کو آسان بنا دیا ہے جو اہم سابقہ کے

احوال کو بیان کر رہی ہے، قوم ثمود کے تذکرہ کے بعد کفار مکہ کو ترغیب دلائی گئی ہے۔

(كَذَّابَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ)

لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا ۝

بے شک ہم نے ان پر تھپڑا بھیجا۔

لُوطٌ نَجَّيْنَاهُمْ لَيْسَ لَهُ

سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے انہیں بچلے

نِعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَّابٌ

پھر بچالیا۔ اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یوں ہی

نَجَزَىٰ مَن شَكَرَ ۝

صلہ دیتے ہیں جو شکر کرے۔

كَذَّابَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ) لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یعنی لوط علیہ السلام کی قوم نے

نے بھی رسولوں کی تکذیب کی اور لوط علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ان کی دعوت کا انکار کیا۔

(لَا تَأْتِيكُمْ عَلَيْهِمُ الْمَآئِمَةُ) بے شک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا، ملحقاً علی ماقبل۔

یعنی سیسا کہ کہا گی کہ فرشتہ بھیجا۔ جس نے ان پر پتھراؤ کیا، یہ معنی اس تقدیر پر ہوں گے، جب عاصب بمعنی ماعل لیا جائے، یعنی شگباری کرنے والا، اُلوسی کہتے ہیں۔

وہ ان پر پتھر برساتا تھا، یا اس سے مراد مذہبی کاناک ہے جس سے سنگریزے برستے تھے۔

(لَا آتِيكُمْ عَلَيْهِمُ الْمَآئِمَةُ) سوائے لوط کے گھر والوں کے خاصۃ المؤمنین بہ اس سے مراد ان پر ایمان

لانے والے ہیں اور کہا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو صاحبزادیاں مراد ہیں۔

(فَجَبَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ) ہم نے انہیں کچھلے پہر بچالیا۔

ای فی السحر وهو الخوالیل یعنی سحر کے وقت جو رات کا پچھلا حصہ تھی۔

واضح معنوم یہ ہے کہ ہم نے انہیں پو پھٹنے سے پہلے عذاب سے محفوظ کر لیا۔

(نِعْمَةٌ مِنَّا) اپنے پاس کی نعمت فرما کر ای انعاماً مثلاً وهو علیہ لنجینا۔

یعنی ہماری طرف سے انعام کے طور پر اور یہی سبب ہے۔ نَجِّینَا کا، یعنی ان کو نجات دینا ہماری طرف سے بطور انعام تھا۔

(كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَوَا) ہم یونہی صلہ دیتے ہیں جو شکر کرے۔

یعنی جو ایمان و اطاعت کا اظہار کرتا ہے اور فرمانبردار رہتا ہے تو ہم اُسے صلہ دیتے ہیں جس طرح ال لوط کو عطا فرمایا اور انہیں عذاب سے محفوظ رکھا۔

(وَلَقَدْ آتَيْنَاهُم مَّا يَشَاءُونَ) اور بے شک اس نے انہیں ہماری گرفت

سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں

شک کیا۔

(وَلَقَدْ آتَيْنَاهُم مَّا يَشَاءُونَ) اور بے شک اس نے انہیں ہماری گرفت

سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں

شک کیا۔

(وَلَقَدْ آتَيْنَاهُم مَّا يَشَاءُونَ) اور بے شک اس نے انہیں ہماری گرفت

سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں

شک کرنے لگے۔

وَلَقَدْ رَاَوْهُمُ عَنْ ضَيْفٍ
فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا
عَذَابِي وَنُذِرْهُ

انہوں نے اسے اُس کے مہانوں سے پھیلانا چاہا۔
تو ہم نے انکی آنکھیں میٹ دیں دمایا۔ پکھو
میرا عذاب اور ٹور کے فرمان۔

(وَلَقَدْ رَاَوْهُمُ عَنْ ضَيْفٍ) انہوں نے اُسے اس کے مہانوں سے پھیلانا چاہا
مَرَقُوا عَنْ رَاَيْهِ فِيهِمْ وَطَلَبُوا الْفَجْرَ تَتَابَعًا۔

قوم لوط کے لوگوں نے ان مہانوں کے بارے میں لوط علیہ السلام کی باتوں کی مطلق پرزانی کی۔ اور نصیحت
ارادہ کے ساتھ مہانوں کا مطالبہ کیا۔

یہ مہان فرشتے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی ان میں شامل تھے۔ یہ ملائکہ خوش رو اور خوش چل
لوگوں کی صورت میں آئے تھے قوم کے لوگوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان کو تالے بھالے کر دیں
اور آپ بھاگے اور ان مہانوں کے درمیان حائل و دخیل نہ ہوں۔ انہوں نے ایسا بدکاری کے ارادہ سے
کہا حضرت نے بہت سمجھایا۔ مگر اہل قوم نہ مانے اور آپ کے گھر میں دروازہ توڑ کر گھسنے لگے جس پر آپ
بہت پریشان اور فکر مند ہوئے تو ان مہانوں (فرشتوں) نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کے پروردگار کے
بیچے ہوئے فرشتے ہیں۔ آپ انہیں اندر آنے دیں۔ چنانچہ اہل قوم بہ نیت فاسد اللہ گھس آئے۔
(فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ) تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں ای ازلنا اثرها وذلك بمسحها
تسويتها كساثر الوجه۔

یعنی ہم نے انکی نظروں کا دیکھنا زائل کر دیا۔ اور ان کی آنکھیں سائے چہرے کی طرح ہموار و برابر کر
دیں۔ یعنی آنکھوں کا نشان بھی نہ رہا۔ اور مروی ہے کہ جس رات قوم لوط کے لوگ آئے اور لوط علیہ السلام
کے گھر کے دروازہ کو توڑ کر اندر گھس آئے۔ تو پروردگار جل و علا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ
ان پر سے ایک جھپٹ ماریں۔ چنانچہ انکی جھپٹ پر وہ لوگ اندھے ہو گئے اور حیرت زدہ سرگرداں پھرتے
تھے۔ لیکن گھر کا دروازہ نہیں سمجھا دیتا تھا۔ بالآخر لوط علیہ السلام نے انہیں اسی حالت پر باہر نکال دیا۔

(فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذِرْ)
ای فَقُلْنَا لَهُمْ ذَٰلِكَ عَلَى السَّيِّئَةِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

یعنی ہم نے فرشتوں کی زبانی ان لوگوں سے کہا کہ جس امر سے تمہیں لوط علیہ السلام ڈراتے رہے تھے

اب اس کا اور میرے عذاب کا مزہ چکھو۔

اور بے شک صبحِ طے کے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمُ نَكْرٌ عَذَابٌ

مُسْتَقَرٌّ فَذَوْقُوا عَذَابِي وَنَذِيرًا
وَلَقَدْ كُتِبْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ
مِنْ مُذَكِّرٍ

تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان
اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے
لیے تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً
الصباح یعنی صبح سویرے یا صبح سویرے پہلے یادن ہوتے ہی یا پوچھتے ہی جو صبح کا اول وقت ہے۔
عَذَابٍ مُسْتَقَرٍّ مَکْثُورٍ وَالْعَذَابُ يَسْتَقَرُّ بِهِمْ وَيَدَامُ حَتَّى يَسْلَمَ حَلَالِ النَّارِ
لَا يَنْفَعُ عَنْهُمْ إِذْ يَلُغُ عَذَابُهُمْ

یعنی ایسا عذاب جو ان پر قائم ہے گا۔ اور ہمیشہ ہے گا یہاں تک کہ وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں یا
مراد ہے ان پر سے نہ ہٹنے والا عذاب مراد ہمیشہ طاری رہنے والا عذاب یا مراد ہے کہ ایسا عذاب جو انہیں
اس کی غایت درجہ و انتہا تک پہنچا دے۔ یعنی مرنے کے بعد بھی جہنم میں سبالت عذاب ہی داخل ہوں اور
ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں پتھروں سے ہلاکت و بربادی، پھر عذاب برزخ و قبر اور پھر ہمیشہ ہمیش کے لیے
جہنم کا عذاب۔

فَذَوْقُوا عَذَابِي وَنَذِيرًا

تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان۔

قَوْمِ لَوْ طُوعَ تَذَكُّرُهُمْ لَعَلَّكُمْ تَرْجُوهُمُ
وَلَقَدْ كُتِبْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُذَكِّرٍ

اور وہ عجز حاصل کریں۔
اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن پڑھنے
کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

یعنی قرآن حکیم ذکر و نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے۔ تو کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے۔ یعنی
رجبت حق رکھنے والا ہے۔

بامعاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ قمر پ ۲

اور بیشک فرعون والوں کے پاس رسول آئے۔
انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں تو
ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور
عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

کیا تمہارے کافران سے بہتر ہیں یا کتابوں میں
تمہاری جھٹی لکھی ہوئی ہے۔
یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے۔
اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پٹھیں پھیر
دیں گے۔

بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت
نہایت کڑی اور سخت کر دی ہے۔
بے شک مجرم گمراہ اور دیوانہ ہیں۔
جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر تھیسے جائیں
گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آگ۔
بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا
فرمائی ہے۔

اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے
پلک مارنا۔

اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ التَّنْذِرُ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ
مُقْتَدِرٍ

أَلْقَيْنَا كُفْرَهُمْ خِرْقَةً أَدْلِيكُمْ أَمْرًا بَرَّادَةً
فِي السَّيْرِ
أَمْ يَقُولُونَ هُمْ جَمِيعٌ مَّنْصَرَةٌ
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذًى
وَأَمْرُهُ
إِنَّ الْجَحِيمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ
يَوْمَ يُنْفَخُ السَّيِّدُونَ فِي النَّارِ أَلِيٍّ دُوبِهِمْ ذُوقُوا
مَسَّ سَعِيرِهِ
إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ
بَالْبَصَرِ
وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا شِيَأَكُمْ فَمَا زَنْ

دیے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔
اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے
اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔
بیشک پرہیزگار باغوں اور بہر میں ہیں
سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے
حضور۔

مَذْكُورَهُ
وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ
وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ
إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ
فِي مَقْعَدٍ صَدِيقٍ حَمِيدٍ
مُقْتَدِرٍ

حل لغات رکوع سوم سورۃ قمر پل

و۔ اور	لَقَدْ بے شک	جَاءَ آئے	اَلْ- قوم
فَرَحُونَ۔ فرحوں کے پاس	النَّارُ۔ ڈرانے والے	كَذَّبُوا۔ جھٹلایا انہوں نے	بِأَيَّتِنَا۔ ہماری ساری
كَلِمًا۔ آیات کو	فَاَحَدٌ نَّهُم۔ توہم نے ان کو پکڑا۔		اَحَدٌ۔ پکڑنا
عَزِيزٌ غَالِبٌ	مُقْتَدِرٌ۔ قدرت والے کا	آ۔ کیا	كَفَارٌ۔ کافر
كَمُ۔ تمہارے	خَيْرٌ۔ بہتر میں	هِنَ۔ ان	اُولَئِكَ۔ لوگوں سے
اَمُ۔ یا	لَكُمْ۔ تمہارے لیے	كَوَادِرَ۔ بڑا ست ہے	فِي۔ بیچ
الزُّبُرِ۔ کتابوں کے	وَاَمُ۔ کیا	يَقُولُونَ۔ کہتے ہیں	تَحَنُّنٌ۔ ہمم
جَمِيعٌ۔ سب مل کر	مَنْصُورٌ۔ بدلہ لینے کے	نَسِيَهُمْ۔ جلدی شکست کا	الْمُجْمَعُ۔ جماعت
و۔ اور	يُؤْتُونَ۔ پھیریں گے	الدَّابُّورُ۔ پیٹھ	بَلٍ۔ بلکہ
السَّاعَةِ۔ قیامت	مَوْعِدٍ۔ وعدہ ہے	هَمُ۔ ان کا	و۔ اور
السَّاعَةِ۔ قیامت	اَوْحٰی۔ بڑی کر دی ہے	و۔ اور	اَمْوٍ۔ بڑی کر دی
اِنَّ۔ بیشک	الْمُجْرِمِينَ۔ مجرم	فِي۔ بیچ	ضَلِيلٌ۔ گمراہی
و۔ اور	سُعُرٍ۔ دیوانگی کے ہیں	يَوْمَ۔ جس دن	يُحِبُّونَ۔ گھسیٹے جائیں گے
فِي۔ بیچ	النَّارِ۔ آگ کے	تَحٰی۔ اوپر	وَجَوْهَمُ۔ اپنے مونہوں کے

مَسْ- آج	سَقَرِ دوزخ کی	مَنَا بَشِکِ ہم نے
شَیْءِ چیز کو	خَلَقْنَا پیدا کیا ہے ایک	مَنَا بَشِکِ ہم نے
وَ- اور	مَا- نہیں	أَمْ- حکم
الَّا- مگر	وَاحِدًا- ایک	کَلِمَ جھپکنے
وَ- اور	لَقَدْ- بے شک	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کیے
فَہَلْ- تو کیا	مِنْ- کوئی ہے	مَدَکِ- درمیان کرنے والا
کُلِّ- ہر وہ	شَیْءِ- چیز جو	فَعَلُوا- کی انہوں نے
فِی- بیچ	الزَّيْبِ- کتابوں کے	وَ- اور
صَغِيرٍ- چھوٹی	و- اور	کَبِيرٍ- بڑی
أَنْ- بیشک	الْمُتَّقِينَ- پرہیزگار	فِی- بیچ
وَ- اور	نہمہ- نہروں کے ہونگے	فِی- بیچ
صِدْقِ- صدق کے	عَبْدًا- پاس	مَلِیْکِ- بادشاہ
مَقْعِدِ- مقام		
مَقْعِدِ- قدرت والے کے		

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ قمر ۲۷

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَلْهًا فَآخَذْنَاهُمْ
أَخَذًا عَزِيزًا مُّقْتَدِرًا

اور بے شک فرعون والوں کے پاس رسول آئے
انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائی تو
ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے
اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔

اور بے شک فرعون والوں کے پاس رسول آئے

(وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ)

و قسم ہے اور لَقَدْ تاکید کے طور پر مزید ہے۔ یعنی فرعون والوں کے قصہ میں تو کید قسمی صادر ہوئی
ہے جو ان کے کفر و منکال اور طغیانی و سرکشی کے اظہار پر صادر کرتی ہے کہ باوجود ڈر سنانے یا رسولوں

کی تشریف آہ لکھا کے ماہ ہماینت پر ہمارے نہ ہوئے اور ایمان نہ لائے، اہل فرعون سے مراد فرعون والے ہیں اور فرعون ان میں شامل ہے۔ اس لیے اس کو الگ ذکر نہیں کیا گیا۔ فرعون کی اولاد زمزمہ نہ تھی اور مال سے ملا جس کے متبعین ہیں۔ اور عبود (فرعون) کو الگ ذکر کرنا ضرور نہ تھا۔

النڈی اگر تبتیر کی جمع ہے تو اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو فرعون کی طرف مبعوث کئے گئے اور اگر النڈی مصدر ہے تو مراد نصیحت کی باتیں، عذاب کی خبریں وغیرہ ہیں۔ جو رسولوں نے انہیں ارشاد فرمائیں تاکہ قبول حق پر آمادہ ہوں، مگر وہ انہیں جھٹلاتے ہیں۔
رَكَدَ بُوَا يٰ اَيُّهَا كَلٰهَا
وہی آیات الانبیاء کلہم علیہم السلام فان تکذیب البعض تکذیب
للکھل اوی الایات التسع،

اور یہاں آیات سے مراد تمام انبیاء کے فرمودات و معجزات ہیں کیونکہ حضرات انبیاء میں سے بعض کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تکذیب سب انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہے۔ یا اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارے گئے نو۔ احکام ہیں۔
فَاَخَذْنٰهُمْ اَخَذًا عَزِيزًا
تو ہم نے ان پر گرفت کی جو ایک عزت والے
اور عظیم قدرت والے کی شان تھی۔
(مقتدیر)

(فَاَخَذْنٰهُمْ تو ہم نے ان پر پکڑ لی۔ اہل فرعون و زعم بعضی ان ضمیر (کذبا) و ضمیر اخذنا ہم عائد ان علی جمیع من تقدم مذکور من الامر و قهر الکلام عند قوله تعالیٰ، (النڈی) ولیس بشیء و الفاء للتضییع ای فَاَخَذْنٰهُمْ و قهرنا ہم و اجل تکذیبہم۔
یعنی ہم نے فرعون والوں کو پکڑ لیا اور بعض نے کذب و کذب کی ضمیر اور اخذنا ہم کی ضمیر سے گمان کیا یہ دونوں ان سب قوموں پر عائد ہوتی ہیں جن کا ذکر پیچھے گذرا اور حق تعالیٰ نے کلام کا خاتمہ لفظ نذر پر فرمایا ہے اور وہ کسی شے کے ساتھ خاص نہیں اور فاء تفریع کے لیے ہے۔ یعنی ہم نے ان کی پکڑ لی اور ان کے جھٹلانے اور نہ ماننے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا اور غضب فرمایا۔

اخذ عزی (پکڑ غلب کی یا عزت والے کی لا یغالب یعنی ایسی پکڑ کی جس پر کوئی غلبہ نہ پا

سکے

(مقتدیر) عظیم قدرت والے کی لا یعجزہ شیء یعنی ایسے عظیم قادر کی گرفت جس کو کوئی عاجز و مغلوب نہ کر سکے یا روک نہ سکے۔

واضح معہوم یہ ہے کہ پروردگار جل و علا نے جو عزت و عجبے والا ہے۔ اور عظیم قدرت والا ہے۔ فرعون والوں کو کچل دیا جس طرح کہ اس کا شان معضی تھا اور فرعون جو کہ مدعی الوہیت تھا اور غلبہ و شوکت میں مدیم النظیر تھا۔ اور جو اپنی قوت و شوکت کے گرفت الہی کو نہ روک سکا نہ خود بیچ سکا۔ اور نہ ہی کسی کو بچا سکا۔ اور اس پر اپنے دعویٰ کی حقیقت نہ صرف کھل گئی بلکہ بے بسی کے عالم میں اپنے متعین سمیت غرق و ہلاک ہو گیا۔ اور داخل جہنم ہوا۔

اَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكَ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ
کیا تمہارے کافران سے بہتر میں یا کتبوں میں تمہاری چھٹی لکھی ہوئی ہے۔
اَكْفَارُكُمْ کی ضمیر یا تو اہل ایمان کی طرف راجع ہے یا اہل عرب کی طرف یعنی اہل عرب تمہارے کفار یا اے مومنو کیا کفار مکہ یا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب ہے کہ اے رسول معظم آپ کے جہان والے لوگ

خَيْرٌ مِّنْ وَلِيكُم ان سے بہتر والمواد الخیریتہ باعتبار الدنیا و زینتہا
کثرة القوة و الشدة و قوس العدد والعدة۔

اور یہاں بہتر سے مراد دنیا اور اس کی زیریت کے اعتبار سے برتری ہے جس طرح کہ قوت و شدت کی بہتات اور نفری اور تعدادی قوت کی کثرت۔

استقامت انکاری ہے جس کا واضح مطلب ہے کہ کفار مکہ اقوام گزشتہ مثل قوم نوح، عاد، ثمود اور آل فرعون سے ظاہری کبر و فرشتان و شوکت، قوت و تعداد، ضلال و طغیان میں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان میں سے بعض کا قول نقل فرمایا "مَنْ اَشَدُّ مَنَاوِقَةً" (مناوِقہ) کہ وہ اپنے بڑھ کر کسی کو قوی نہ جانتے تھے تو کفار مکہ کیونکر عذاب سے بچ سکتے ہیں جب کہ ان سے اشد اقوام نہ بچ سکیں۔

اَمْ تَكْفُرُ بَرَاءَةً فِي الزُّبُرِ
یعنی کیا تمہارے لیے آسمانی نوشتوں میں (تقدیر) عذاب سے رخصت مکتوب ہے کہ تم رسولوں کو عیبناؤ، کفر کرو، سرکشی و بغاوت کرو اور تمہیں پھلانگ دیا جائے۔ واضح مطلب یہ ہے کہ خدا کی سنت تبدیل نہیں ہوتی جو قوم بھی رسولوں کی نافرمانی کرے، کفر و سرکشی دکھائے۔ اور آیات الہی کا انکار و تمسخر کرے اس کا انجام ہلاکت و عذاب ہے۔ اور کفار مکہ اس سے کیونکر بچ سکتے ہیں ان میں امتیاز اور مغفرت ہے۔

اَمْ يَقُولُونَ كُنْ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ
یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے۔
(اَمْ يَقُولُونَ) یا وہ کہتے ہیں۔ یعنی کفار مکہ ابوہریرۃ اور موسیٰ الاسود ی کے تقوُّوْکَ پڑھا

یعنی تائے خطاب سے یعنی تم کفار مکہ یہ کہتے ہو۔

(نحن جميع هم سب، نحن جماعة لا يرام ولا يضام
هم سب میں یعنی ایسے لوگ ہیں جن کا معاملہ اٹھایا ہے نہ مغلوب ہوں گے اور نہ ہی بکھیریں گے
مُنتَصِرٌ محفوظ، من الاعداد لا يغلب او متناصرين نصر بعضاً بعضاً۔

دشمنوں سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یا ہم باہم ایک دوسرے کی مدد کر نوا لے ہیں۔
واضح معنوم یہ ہے کہ کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط اور قوی ہے۔ اور دشمن ہم پر غالب
نہیں آ سکتا یا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ان کا سب کا مقصد و معاملہ ایک ہی ہے۔ ابن جریر
سے مروی ہے کہ یوم بدر کفار نے یہ بڑباز کی تھی۔ اور بڑے کدفر سے یہ کہا تھا نحن جميع منتصر تو آیت
سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيُوَدُّونَ الذِّبْنَ نازل ہوئی، کفار کا یہ کہنا کہ ہمارا ٹولہ ایک ہی ہے۔ اور ہمارا امر اجتماعی
اپنی شوکت کے اظہار کے لیے تھا۔ اور وہ بزرگم فلولش سمجھتے تھے کہ ہم مل کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
انتقام لے لیں گے اور غالب و منصور رہیں گے۔

سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيُوَدُّونَ الذِّبْنَ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں
پھیر دیں گے

(سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت

یوم بدر کفار نے کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور سورہ قمر کی یہی آیت
مدنی ہے جو یوم بدر اتاری اور کفار کے جواب میں فرمایا گیا۔ اس تاکید اور عہد کی کے اظہار کے لیے ہے یعنی ابھی
بھگائی جاتی ہے الجمع سے مراد جتنا یعنی کفار مکہ کا جتنا ابھی ترتر ہوتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرور دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر اپنے پروردگار کے حضور دعا میں بہت مبالغہ فرمایا اور زرہ پہنے ہوئے تیزی
سے عریش سے ہرآمد ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيُوَدُّونَ الذِّبْنَ اور جتنا ابھی جیسا فرمایا
تھا ویسا ہی ہوا۔ کفار مکہ نہریت اٹھا کر پشت پھر کر بھاگے۔
(وَيُوَدُّونَ الذِّبْنَ) اور پیٹھ پھیر دیں گے۔

بدر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہو گئی اور سخت نہریت اٹھاٹی اور بھی پشت دکھا کے بھاگے
اور بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔

یہی کہا گیا ہے کہ کفار مکہ نے عہد کی میں کہا تھا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو باری تعالیٰ سے

یعنی تائے خطاب سے یعنی تم کفار مکہ یہ کہتے ہو۔

(نَحْنُ جَمِيعٌ) ہم سب، نحن جماعتہ امرونا مجتمع لا یرام ولا یضام
ہم سب میں یعنی ایسے لوگ ہیں جن کا معاملہ کٹھا ہے نہ مغلوب ہوں گے اور نہ ہی بکھیریں گے
(مُنْتَصِرٌ مَحْفُوظٌ، من الاعداء لا یغلب او متناصر ینصر کَعْضًا بَعْضًا۔

دشمنوں سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یا ہم باہم ایک دوسرے کی مدد کر نیوالے ہیں۔

واضح معنوم یہ ہے کہ کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط اور قوی ہے۔ اور دشمن ہم پر غالب
نہیں آ سکتا یا یہ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ان کا سب کا مقصد و معاملہ ایک ہی ہے۔ ابن جریر
سے مروی ہے کہ یوم بدر کفار نے یہ بڑبڑانگی تھی۔ اور بڑے کرد فر سے یہ کہا تھا نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ تو آیت
سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ دِیُونِ الدِّجْنِ نازل ہوئی، کفار کا یہ کہنا کہ ہمارا ٹولہ ایک ہی ہے۔ اور جابلا امر اجتماعی
اپنی شوکت کے اظہار کے لیے تھا۔ اور وہ بزم غم و فحش سمجھتے تھے کہ ہم مل کر سرور و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
انتقام لے لیں گے اور غالب و منصور رہیں گے۔

سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ دِیُونِ الدِّجْنِ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں
بھیر دیں گے۔

(سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ) اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت

یوم بدر کفار نے کہا تھا کہ ہم سب مل کر مدد لے لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی اور سورہ قمر کی یہی آیت
مدنی ہے جو یوم بدر تری اور کفار کے جواب میں فرمایا گیا جس تاکید اور سبلی کے اظہار کے لیے ہے یعنی ابھی
بھگائی جاتی ہے الجمع سے مراد اجتماع یعنی کفار مکہ کا اجتماع بھی تتر بتر ہوتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرور و دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر اپنے پروردگار کے حضور دعا میں بہت مبالغہ فرمایا اور زور پہنے ہوئے تیزی
سے عریش سے برآمد ہوئے اور آپ فرما رہے تھے۔ سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ دِیُونِ الدِّجْنِ جیسا فرمایا
تھا ویسا ہی ہوا۔ کفار مکہ نہر بیت اٹھا کر پشت پھیر کر بھاگے۔

(دِیُونِ الدِّجْنِ) اور پیٹھ پھیر دیں گے۔

بدر کے روز کفار مکہ کی جماعت منتشر ہو گئی اور سخت نہر بیت اٹھاٹی اور سبھی پشت دکھا کے بھاگے
اور بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار مکہ نے عہد ملی میں کہا تھا کہ ہم سب مل کر مدد لے لیں گے تو باری تعالیٰ سے

ارشاد ہوا کہ کفار جلد بھاگیں گے اور پشیمان پھیر دیں گے اور اس آیت کا کئی جو نادلائل نبوة سے ہے۔ اگر اسے
کئی تسلیم کیا جائے تو اندری صورت یہ پیش کی گئی باخبر ہوگی کیونکہ اس وقت تک جہاد و قتال شروع نہ ہوا
تھا۔ البو حیوة اور موسیٰ الاسواری نے گذشتہ آیت یَقُولُونَ كَوْتَقُولُونَ اور سَتَقُولُونَ کو سَتَقُولُونَ
پڑھا ہے اس قراءت پر صورت خطابی ہے کہ اگر تم یہ کہتے ہو تو تم جلد ہی نبریت سے دوچار ہو سکتے اور
متبدلی جماعت منتشر ہو جائے گی اور تم سب بیٹھیکر بھاگو گے۔ واللہ اعلم۔

بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدًا هُمْ
وَالسَّاعَةِ أَذًى وَأَكْرَمُ
رَبِّ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ) بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے۔
اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کر دی
رَبِّ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ) ای یسٰی ہذا اتمام عقوبتہم
بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَهَذَا مِنْ طَلَاتِعِ

یعنی یہی سب کچھ نہیں کہ ان کی سزا پوری ہو گئی بلکہ ان سب کے عذاب کا مقررہ وعدہ تو روز قیامت
ہے اور دنیا میں جو انہیں (کفار کہ) پیش آیا۔ آخرت کے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور اس عذاب دنیوی
کے بعد روز قیامت عذاب کا سبب وعدہ ہے۔

(وَالسَّاعَةِ أَذًى) اور قیامت نہایت کڑی۔

ای اعظم داحیۃ وہی الذی المنکر الفطیع الذی لا یہتدی الی الخلاص
عند یعنی قیامت بہت بڑی اور کڑی مصیبت ہے۔ اور ایسا امر ہے جس کا تدارک ممکن نہیں اور نہ ہی
اس سے رہائی اور خلاصی کا کوئی راستہ ہے۔

(وَأَكْرَمُ) اور کڑوی و اشد مواردة فی الذوق۔

اور وہ چکھنے میں سخت تلخ اور ناگوار ہے۔

فاصلی معنوم یہ ہے کہ دنیوی عذاب حتمی اور نہایت بڑا عذاب کا وعدہ روز قیامت ہے۔ اور یہ عذاب
جو دنیا میں پہنچا ہے۔ یہ عذاب آخرت کی تہید ہے اور دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے سامنے گویا
عذاب ہی نہیں اور قیامت کا عذاب بڑی کڑی مصیبت اور انتہائی تلخ و ناگوار ہے جس سے رہائی و خلاصی
کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

إِنَّ الْمَجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعْرٍ

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى

وُجُوهِِهِمْ ذُقُوا مَسَّ

بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔

جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر کھسیٹے

سوائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دنگ

کی آنج۔

سَقَرًا
رَأَتْ الْمَجْرِمِينَ بَعْدَ مَعْرَمٍ مِنَ الْأُولِينَ وَالْآخِرِينَ يَعْنِي مَيَلُونَ سَعًى أَوْ مَيَلُونَ سَعًى
تمام کافر لوگ خواہ پہلے ہوں یا پچھلے۔

فِي ضَلَالٍ مُّكَرَّمَةٍ أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّكَرَّمَةٍ أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّكَرَّمَةٍ
یا پھر حق سے پھرے ہوئے ہیں سیدھا سادہ کھوئے ہوئے ہیں
(وَسُعْبُرٍ) اور دیوانے ہیں قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي خُسْرَانٍ وَجَنُونَ
گھائے میں ہیں اور دیوانے ہیں حَسَنٌ لِّمَنْ كُفِّرَ عَنْهُ لَمَّا كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّكَرَّمَةٍ أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّكَرَّمَةٍ
مراد عذاب بھی ہے۔

رَبِّهِمْ كَيْفَ يَكُونُ جَسَدٌ دَنُوعٌ كَيْفَ يَكُونُ جَسَدٌ دَنُوعٌ
روز قیامت کفار دوزخ کی طرف گھسیٹے جائیں گے۔
رَفِ الثَّانِ) آگ میں یعنی دوزخ میں۔
(عَلَى دُجَاهِهِمْ) موہوں ہر منہ کے بل یا نغمہوں کے بل یعنی اُٹھ کر کے منہ کے بل دوزخ
میں ڈالے جائیں گے۔

ذَوُ قُوَّامَتٍ سَقَرًا) چکھو دوزخ کی آنج
روز قیامت کفار سے کہا جائیگا ذَوُ قُوَّامَتٍ چکھو سَقَرًا آگ کی گرمی یا عذاب جہنم کا مزہ چکھو
إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ) بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے
پیدا فرمائی۔

لَا تَأْكُلُ شَرْبًا) بے شک ہم نے ہر چیز من الاشیاء یعنی ہر ایک شے سے
(خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ) ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اِیْ مَقْدَرًا مَكْتُوبًا فِی اللُّوحِ قَبْلَ دُوقَعِهِ
فَالْقَدَرُ بِالْمَعْنَى الْمَشْهُورِ الَّذِي يُقَابِلُ الْقَضَاءَ۔

یعنی وہ خاص اندازہ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس کے وقوع سے پہلے اور قدر کے مشہور
معنی یہاں وہی ہیں جو قضا کے مقابل ہیں یعنی حسب اقتضائے حکمت حسن کا قول ہے قدر کا مطلب ہے
ہر شے کا تخلیق سے پہلے وہ خاص اندازہ جو مقتضائے حکمت الہی ہے۔ اور اس شے کو دلیا ہی ہونا چاہیے
یہ آیت مبارکہ مسئلہ تقدیر پر فیض ہے، اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے خواہ ذوات ہوں یا افعال اہل سنت و جماعت
کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ہر بھلائی بُرائی اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرمادی ہے یعنی جیسا ہونے والا تھا

اور جو جیسا کرے والا تھا۔ اللہ نے اپنے علم سے جاننا اور وہی کلمہ دیا تو ایسا برگزیدہ نہیں کہ اللہ نے جو کلمہ دیا ہم کو دلیا کرنا چاہتا ہے بلکہ جیسا ہم کرے وہی ہے۔ جیسے اس نے کلمہ دیا اللہ کے علم یا نوشتہ تقدیر نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ قضا و قدر میں زیادہ غور و فکر موجب ہلاکت ہے۔ شیخین کہ یہ ہیں جیسے بزرگ اس میں بحث سے منع کیے گئے۔ امام لوگوں کی کیا حیثیت ہے، آدمی کو ایک نوع کا اختیار ہے کہ چاہے ایک کام کرے یا نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل نفع و نقصان کی پہچان بھی عقل کی گئی ہے۔ سلمان و اسباب جیسا ہیں۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ اسی قسم کے سامان جیسا ہو جاتے ہیں۔ اور اسی کسب پر مواخذہ ہے۔ آدمی کا خود کو بالکل مجبور یا مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔ صدر اول میں دو فرقے گذرے ایک جہریہ دوسرے قدیریہ دونوں ہی گمراہ تھے۔ اور حق کا راستہ وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا یہ آیت قدر یہ کہ میں اتری۔ یہ قدر یہ مذکورہ فرقہ نہ تھے۔ بلکہ قریش کے بعض لوگ یا مشرکین تھے جو مسئلہ تقدیر میں سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے آئے تھے۔ اس فحاشی کی تفصیل امام احمد نے اپنی مسند مسلم نے اپنی صحیح اور ترمذی وابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے قدر یہ قدرت الہی کے منکر ہیں۔ اور عبادت کو کوکب و عیوہ سے منسوب کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میری امت کے دو گروہ ہیں اور ان دونوں کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں۔ وہ مرجہ اور قدر یہ میں متعدد احادیث میں انہیں اس امت کا جو کسی کہا گیا اور ان سے مہالست، موانست، ثلثت و رباعست، عبادت و تعزیت سختی سے منع فرمائی گئی اور انہوں صاحب و رجال اور بدترین خلق فرمایا گیا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے ہر ایک شے کو اپنی اقتضائے حکمت کے موافق پیدا کیا ہے۔
وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ
بِالْبَصَرِ۔
پلک مارنا۔

(وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ) اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے۔ اے ما شائنا الا فعلہ واحدۃ علی نبی لا یختلف و تیرہ لا تعدد وہی الا یجاد بلا معالجہ و مشقۃ او ما امرنا الا کلمۃ واحدۃ وہی قولہ تعالیٰ (کُنْ) فالامر مقابل النهی و واحد الامور فاذا اراد عزوجل سبحانه شیاء قال لے کن فیکون،

یعنی ہمارا کوئی کام نہیں مگر ایک فعل ایسے طریق پر جو نہ مختلف اور نہ ہی بار بار کہنے کی ضرورت اور وہ کسی شے کا موجود ہونا ہے بغیر معالجہ و مشققت کے یا ہمارا امر صرف ایک بات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کن ہو جا) اور امر نہی کے مقابل ہے اور ایک ہی بات، پس جب پروردگار جلا و علا کسی شے کا ارادہ فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے جس شے کے پیدا کرنے کا ارادہ ہو وہ حکم کے

کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے۔

(کَلِمَتُكَ يَا بَصَرَ) جیسے ایک مارنا ای فی السیرۃ السریعة، وقیل: هذا فی قیام الساعة
فَهُوَ مَعْفُوكَ تَعَالٰی: (وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَهَاجٍ عَالٍ)

یعنی تیزی اور جلدی سے بسرعت تمام جس طرح کہ ایک کا جھپکنا، اور کہا گیا ہے: یہ قیام قیامت
کے لیے ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ارشاد ہے، اور قیامت کا حکم ایک جھپکنے سے بھی بڑھ کر تیز ہوگا۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاءَكُمْ اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک

فَعَلَ مِنْ مِّدَّ كِرِه کر دیئے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاءَكُمْ اور بلاشبہ ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر دیئے۔

ای اشیا حکم فی الکفر من الامم السالفتہ۔

یعنی کفر میں تم سے ملتے جلتے لوگ جو گذشتہ امتوں میں ہوئے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

فَعَلَ مِنْ مِّدَّ كِرِه تو ہے کوئی دھیان کرنے والا منعظ بذلک

یعنی ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

واضح مضمون یہ ہے کہ اے کفار مکہ تم سے پہلے تمہاری وضع کے لوگ جو تمہاری طرح کفر و سرکشی
کرنے والے تھے۔ ہم نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔ تو تمہیں ان لوگوں کے انجام سے عبرت پکڑنی چاہیے تو
کیا تم نصیحت پکڑتے ہو یہاں استفہام نصیحت و رغبت ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الذُّبُرِ اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے

(وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ) اور انہوں نے جو کچھ کیا۔ من الکفر المعاصی والضمیر المرفوع

للاشیاع کما روی عن ابن عباس۔

یعنی کفر و معاصی سے اور ضمیر اشیاع کی طرف راجع ہے یعنی پہلی امتوں کے کفار نے جو کچھ کفر و سرکشی
دکھائی اور معاصی کے مرتکب ہوئے۔

(فی الذُّبُرِ) سب کتابوں میں ہے۔ ای کل شئی فَعَلُوهُ فی الدنیا مکتوب فی

کتب الخفظ غیر مغفول عنہ

یعنی جو کچھ ان کفار نے کیا وہ محفوظ اعمال فرشتوں کے نوشتوں میں لکھا ہوا ہے۔ بغیر کسی لا پرواہی کے
اور زبر سے مراد لوح محفوظ بھی لیا گیا ہے یعنی ان کے اعمال و افعال لوح محفوظ میں بھی مکتوب ہیں۔

فَعَلَ صغیر و کبیر مُسْتَطَرٌّ اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

وَكُلُّ صَافٍ وَكَبِيرٍ اِذَا هَرَجُوْهُ بَرِيْ شَعْبًا

من الاعمال كما روى عن ابن عباس وقيل ومن كل ما هو كائن الى يوم القيامه
جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے اعمال و افعال سے ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے یعنی لوح محفوظ
میں اور کہا گیا ہے اور ہر وہ شے جو قیامت تک ہونے والی ہے خواہ اس میں بڑی ہے یا چھوٹی لوح محفوظ
میں درج ہے۔

(مُسْتَطَرَق) لکھی ہوئی۔ مسطور مکتب فی اللوح بتفصیلہ

لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے اپنی تفصیل کے ساتھ۔

واضح معنوم یہ ہے کہ گذشتہ کافروں نے جو افعال و اعمال کیے وہ سب کے سب کرنا کاتبین کے نوشتوں
میں بغیر کسی شے سے غفلت کئے ہوئے بالتفصیل اور بالکل لکھے ہوئے ہیں۔ یا لوح محفوظ میں درج و مرقوم
ہیں، میں کہتا ہوں کہ اقوام ماضی کی تاریخ بھی ان کے واقعات و قصص کی امین ہے اور ان کے کرتوتوں پر
شاید ہے اور یونہی گذشتہ کتب سماویہ میں بھی ان کی تفصیل عبرت دلانے کے لیے کم نہیں۔ اور ان کے ماکن
سکونت بھی نصیحت پکرنے والوں کو تا قیامت دعوتِ فکر دے رہے ہیں اور لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی شے
درج ہے گویا کفار مکہ کو اتنا تباہ ہے کہ تمہاری وضع و چین کے گذشتہ کافر جب ہلاک و برباد ہو گئے اور ان کی ہر بات
مرقوم ہے جو روز قیامت ان پر عیاں اور پیش ہوگی۔ تو تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے حالانکہ تمہارے سامنے ظاہر
شواہد بھی موجود ہیں، لہذا تم یہ بھی جان لو کہ تمہارے افعال و اعمال لوح محفوظ میں بھی مرقوم ہیں اور فرشتوں
کے نوشتوں میں درج ہو رہے ہیں۔

بے شک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں
سیح کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ
کے حضور۔

ان المتقين في جنّٰتٍ وَّ نَهْرٍ
فِي مَقْعَدٍ وَّ حِدْقٍ عِندَ
مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ع

(ان المتقين) بے شک پرہیزگار ای من الکفر و لعاصی، وقيل من الکفر
یعنی کفر اور گناہوں سے بچنے والے لوگ اور کہا گیا کفر سے بچنے والے یعنی پرہیزگار و مومن یا
جنتی لوگ۔

(فِي جَنَّاتٍ) باغوں میں عظیم الشان ایسے باغ جو عالی شان ہوں گے

(وَنَهْرٍ) اور نہر، ای انہا كذلك یعنی جنت کی نہر میں، سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں چار نہروں
کا ذکر ہے۔ دودھ، شراب، شہد اور میٹھے پانی کی نہر میں۔

واخرج الحکیم والترمذی فی نوادر الاصول من محمد بن کعب قال :
(ونہی) ای فی نوادر ضیاء

اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں محمد بن کعب سے تخریج کی ہے انہوں نے کہا اس سے مراد
روشنی اور چمک ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا لا ظلمہ ولا یل عندہم نہ ہی ان پر تاریکی ہوگی اور نہ رات
ہوگی۔

فی مقعد صدق) سچ کی مجلس میں عثمان البتی نے پڑھا فی مقاعد یعنی جمع پڑھا
(مقعد۔ مقاعد) مقاعد کے معنی میں مقام اور صدق مقام کی صفت ہے جس کی خداوند قدوس نے اپنے دوستوں
کو بشارت دی ہے۔ اس مقام پر اللہ کریم ان پر تجلی فرمایا گا۔ اور وہ دیلبر الہی سے مشرف ہوں گے۔

عند مملک بادشاہ کے حضور ای ملک عظیم
یعنی ایسے بادشاہ کے حضور جس کی حکومت عظیم ہے، پروردگار بخل و عطا
(مقتد پر) عظیم قدرت والے
عظیم قدرت والے قادر اللہ کے حضور

واضح مفہوم یہ ہے کہ خفی لوگ باغات اور بہروں میں ہوں گے یا ہمیشہ روشنی میں ہوں گے۔ اللہ کریم کے
حضور سچے مکان میں ہوں گے۔ جہاں کوئی لغو بات نہ ہوگی۔ اور عظیم شہنشاہ اور بڑی قدرتوں کے مالک
کے حضور سچی مجلسوں سے سرفراز ہوں گے۔ یعنی بارگاہ رب العزت کے مقرب ہوں گے۔ اور قرب الہی
میں رہیں گے جو فکر و علم کی پہنچ سے باہر ہے۔ کفار کے مسلسل تذکرہ اور مغرب اقوام کے ذکر کے اہل
جنت کا ذکر ہے تاکہ ایمانداروں کو راحت اور دوسروں کو رعبت ہو۔ واللہ اعلم،

بعضہ تعالیٰ سورہ قمر کی تکمیل ہو گئی اللہ تعالیٰ قبول اور آخرت کا سرمایہ بنائے
الحمد للہ رب العالمین بجرمتہ نبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فقیر قادری امین اسحٰت سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی،

سورة الرحمن مکیہ

اس میں تین رکوع اور چھتر یا اٹھتر آیتیں اور تین سو اکیاون کلمات اور ایک ہزار چھ سو پچیس آیتیں ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ الرحمن پ ۲

رحمن نے (اپنے محبوب کو)
سکھایا قرآن۔

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا
ماکان مایکون کا بیان انہیں سکھایا۔
سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

اور سبزے اور پیر سجدہ کرتے ہیں۔
اور آسمان کو اٹھانے بند کیا اور تر از رو رکھی۔

کہ تر ازو میں بے اعتدالی نہ کرو
اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ
گھٹاؤ۔

اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔

اس میں میوے اور غلات والی کھجوریں ہیں
اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول۔
تو اے جن والنس تم دونوں اپنے رب کی کونسی
نعمت جھٹلاؤ گے۔

الرَّحْمٰنُ ۝

عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانُ ۝

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانُ ۝

وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝

وَالْاَرْضُ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝

فِيَا اَيُّ الْاَوْدِيِّكُمْ اَنْتُمْ كَذِبْنَ ۝

اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری
اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے
تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب
تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
اس نے دو سمندر بہا شے کر دیکھنے میں معلوم ہوں
ملے ہوئے۔

اور ہے ان میں روک کر ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں کہ دریا میں اٹھی ہیں
جیسے پہاڑ۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ
وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّرْجٍ مِّنْ نَّارٍ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
مَرْجَ الْعَرَبَيْنِ يُلْقَيْنِ

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنَ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
يُخْرِجُ مِنْهَا اللُّؤْلُؤَ وَالْمَرْجَانُ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ

حل لغات رکوع اول سورة الرحمن پک

الْحَرَمَيْنِ	عِلْمِ سکھایا	خَلَقَ	پیدا کیا
الْإِنْسَانِ	عِلْمِ سکھایا اسکو	الْقُرْآنَ	قرآن
وَالْجَنِّ	الْقَمَرِ چاند	الْبَيِّنَاتِ	بیان کرنا
وَالْجَنِّ	وَالْقَمَرِ چاند	بِحُسْبَانٍ	حساب سے ہیں
وَالْجَنِّ	وَالْقَمَرِ چاند	الشَّجَرِ	درخت
وَالْجَنِّ	وَالْقَمَرِ چاند	رَفَعَهَا	بلند کیا اسکو
وَالْجَنِّ	وَالْقَمَرِ چاند	الْأَلْفَ	یکہ یہ
وَالْجَنِّ	وَالْقَمَرِ چاند	أَقْبُوا	قائم کرو

فمختصر تفسیر رکوع اول سورۃ رحمن چہ

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے۔ اس میں ۷۸ آیات اور تین رکوع ہیں، موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے آباء الکرام الاطہار سے نقل کیا ہے کہ سورہ مکی ہے اور جمہور کا قول یہی ہے، بیہقی نے دلائل البتۃ میں نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے۔ مقاتل کا قول بھی یہی ہے، ابن عباس کا دوسرا قول ہے کہ سوائے آیت یسألہ من السموات کے باقی سورت مدنی ہے۔ تاہم جمہور کے نزدیک سورہ مبارکہ مکی ہے۔ بیہقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اس سورہ مبارکہ کا نام عروس القرآن ہے۔ الرحمن اسمائے صفات میں سے ہے اس کے معنی ہیں غایت درجہ مہربان، الرحمن صیغہ مبالغہ ہے۔ کفار مکہ نے کہا تھا کہ رحمن کیا ہے ہم نہیں جانتے۔ اس پر اللہ کریم نے یہ سورہ مبارکہ الرحمن نازل فرمائی کہ رحمن جس کا تم انکار کرتے ہو۔ وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا، تفسیر خازن میں ہے کہ کفار مکہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بشر لکھتا ہے تو سورہ مبارکہ کی آیات کا نزول ہوا اور اللہ نے فرمایا کہ رحمن نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا۔ اور رحمن وہی اللہ ہے جس نے ابتداء سے انتہا تک تمام دنیوی اور اخروی نعمتیں عطا فرمائیں اور اسی مناسبت سے اس سورہ مبارکہ میں نعمتوں کا بالکلیہ ذکر ہے اور یہ تکرار حسن کلام ہے اور کلام عرب میں اس طرح تکرار کی بکثرت مثالیں ہیں تکرار آیات سے عظمت و قدرت الہی کا اظہار اور بندوں کو ترغیب ہے۔

الرحمن ۰ علم القرآن ۰
خلق الانسان ۰ علمہ البیان ۰
رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا
انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔

مَا كَانَ وَمَا يُكُنُّ كَا بَيَانِ اَنْهِيَ سَكَّاهَا۔

الرحمن ۰ رحمن، رحمتہ سے مشتق ہے اور صیغہ مبالغہ ہے، لفظ رحمن اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لفظ رحمن میں لفظ رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے۔ اس کے معنی ہیں غایت درجہ مہربان، یہ اسم صفت ہے اور اسماء الہیہ میں سے ایک ہے۔ واضح مفہوم یہاں یہ ہے کہ وہ ذات یعنی اللہ کریم تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اسی مفہوم کے پیش نظر اللہ کو رحمن الدنیا والاخرہ بھی کہتے ہیں کفار نے کہا تھا کہ ہم رحمن کو نہیں جانتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کفار نے کہا کہ کوئی بشر حضور علیہ السلام کو قرآن سکھا دیتا ہے۔ اور یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ تو ان کے قول کے رد میں یہ آیتیں اُتریں۔

علم القرآن ۰
اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ۝

کیونکہ قرآن ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کفار نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بشر قرآن سکھا دیتا ہے۔ اور یہ کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ تو ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ خداوند قدوس نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا اور قرآن حکیم اسی ذات برحق کا کلام ہے کسی انسان و بشر میں یہ قدرت کہاں کہ ایسا کلام پیش کر سکے، اسی رحمن (اللہ) نے جو غایت درجہ مہربان ہے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر بلکہ نعمتوں کی اصل ہے اور اسی نعمت کے ذریعہ دونوں جہانوں کی کامیابی ہے اور تعلیم قرآن سے فقط اس کے الفاظ سے افادہ علم مقصود نہیں بلکہ اس کے معانی و مطالب کا افادہ ہے کیونکہ قرآن حکیم اولین و آخرین کے علوم کا جامع ہے۔ اور اللہ کے سوا اس کا کوئی حیطہ نہیں پھر اللہ نے اپنے محبوب کو سکھایا اور مخلوق میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں اور بھی کا علم آپ ہی کے واسطے فیضان سے ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ

خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا (صلی اللہ علیہ وسلم)
خلق کا فاعل الرحمن ہے، یعنی اللہ کریم نے پیدا کیا انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہے اور فتاوہ کا یہی قول ہے، صحن نے کہا انسان سے جنس مراد ہے۔ یعنی آدمی کو پیدا کیا، خازن میں ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کیونکہ آپ کی تخلیق جملہ مخلوقات سے اول ہے اور حدیث جابر میں ہے کہ اللہ نے تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے حضور کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ یہاں تک کہ آدم علیہ السلام اور اخلاق کو بھی پیدا نہ فرماتا، اور حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ **الْبَشَرُ خَلْقٌ مِنْ نُورِي وَافان نور الله** کہ تمام مخلوقات میرے نور سے پیدا ہوئی اور میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا۔ تو واضح ہوا کہ انسانیت کی تخلیق بھی آپ کے ظہور و تخلیق کا فیضان ہے۔ لہذا انسان سے مراد روح انسانیت سرور دو عالم کی پیدائش ہے۔ اور ابن کثیر نے بھی انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی لیا ہے۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ (جو ہو چکا اور جو قیامت تک ہو نہ والا ہے) کا بیان انہیں سکھایا۔

(عَلَّمَهُ) اسے سکھایا، مراد آدم علیہ السلام یا جنس انسان یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ضمیر الانسان

کی طرف راجح ہے۔ اور ابن کبیر کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔
(البيان) ما كان وما يكون

صنک کے میلان سے مراد: جھلائیوں اور برائیوں کا علم ہے۔

ابن جریج نے کہا اس سے مراد ہدایت کا راستہ اور گمراہی کا راستہ ہے۔

بیان نے کہا اس سے مراد کتابت (لکھنا، پڑھنا) اور وہ ہر شے جو تم دیکھتے ہو اس کا علم ہے

یہ بھی کہا گیا کہ بیان سے مراد قرآن ہی ہے جیسا کہ پروردگار جل و علا نے فرمایا

فتاویٰ نے کہا دنیا اور آخرت کا علم مراد ہے۔

اور کہا گیا بیان سے مراد تمام اشیاء کے ناموں کا علم ہے،

ایک قول یہ بھی ہے بے شمار بولیبول سے بولنا یعنی لغات کثیرہ سے تکلم

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے منقول ہے کہ بیان سے مراد اسم الاعظم ہے جس سے تمام اشیاء کا علم سکھایا

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وحی قرآن کا اترنا اور اس کے معانی و مطالب کا بیان و وضاحت تفسیر

و توضیح ہے۔

چونکہ قرآن ہر شے کا تفصیلی بیان اور مجملہ علوم الاولین و آخرین کا جامع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت و نبوت کی روشن دلیل ہے۔ اس لیے یہی معہوم قرین الضاف ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو جو کچھ ہو
چکا اور جو کچھ قیامت تک ہوئیگا اس کا بیان سکھایا۔

السَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ هـ سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ اور سبزے اور پھر سمندر کرتے ہیں۔

السَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ هـ سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

والجوار المجروس فيه خبر بتقدير مضاف ای جری الشمس والقمر، کا انج

او مستقر بحسبان) او الخبر محذوف والجار متعلق بہ ای یجریان بحسبان و هو مصدر

كالغفران بمعنى الحساب۔ کا حال قتادہ،

اور اس میں جار مجرور بتقدير مضاف خبر ہے یعنی چاند اور سورج چل رہے ہیں یا ٹھہرے ہوئے ہیں

حساب کے ساتھ یا پھر خبر محذوف ہے اور جار اس سے متعلق ہے یعنی وہ دونوں چل رہے ہیں۔ حساب کے ساتھ

اور حساب مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں حساب جیسا کہ فتاویٰ کا قول ہے اور اس کے علاوہ کا کہ "ای

كَمَا يَجْرِيان (یجریان) مقدر فی بروجہما و منازلہما حیث ینتظر ہدایا الامور الکائنات

السلفية وتختلف النسب والافقات ويعلم السنون والحساب

یعنی وہ دونوں (چاند اور سورج) تقدیر معین کے ساتھ اپنے برجوں اور منزلوں میں چلتے ہیں جن کے مطابق عالم سفلی کا بند و بست اور فضول و اوقات کی تبدیلی اور سالوں میں اور حساب کا شمار ہوتا ہے۔ سہ ماہی زمانہ کے فلاسفہ کا خیال ہے کہ سورج اصلاً چلتا ہی نہیں اور چاند زمین پر گھومتا ہے۔ اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور ہم نے سنا ہے کہ بعض نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے۔ شاید ان کا خیال ہے کہ سورج کی کوکب آخر پر حرکت ہے اور یہی بات ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے تاہم یہ امر متحقق ہے کہ سورج اور چاند سیر کرتے ہیں۔ اور اس میں شک نہ کرنا چاہیے۔ واضح معہم یہ ہے کہ دونوں کی رفتار حساب معین سے ہے۔

وَالنَّجْمَ وَالشَّجَرَ يَسْجُدَانِ ۝

اور سبزے اور پٹیر سمجہ کرتے ہیں۔

(النجم سبزے، النبات الذی یجما یظهر ویطلع من الارض ولاسلق

لہ۔ وہ پودا جو پھیلتا ہے اور زمین سے ظاہر ہو کر بلند ہوتا ہے (پٹیر چھتا جاتا ہے) اور اس کے لیے تنا نہیں ہوتا۔ سبزے۔ بلیں، جھاڑیاں، خود رو پودے۔

(الشجر) پٹیر النبات الذی لہ ساق وہ پودے جن کے تنا ہوتا ہے
(کیسجدان) سمجہ کرتے ہیں انقیاد ہمالۃ تعالیٰ فیہا یرید بہا طبعاً۔

دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور مطیع ہیں جس طرح کہ ان سے طبعاً مطلوب ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ سبزے اور درخت اللہ کے فرماں بردار اور اطاعت گزار ہیں۔ اور طبعاً مطیع ہیں۔ اطاعت امر کے ذکر میں پہلے عالم علوی کا ذکر ہوا۔ پھر عالم سفلی کی اشیاء کا ذکر فرمایا گیا کہ سمجھی خدا کے فرماں بردار ہیں۔

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝
(وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا) اور آسمان کو بلند کیا۔ اسی خلقها مرفوعة ابتداءً الا انہا کانت مخفوضۃ ورفعہا والظاہر ان المراد برفعہا الرفع الصوری الحسی۔
یعنی آسمان کو شروع ہی سے بلند فرمایا۔ اس طرح نہیں کہ وہ لیست تھا تو اسے بلند کر دیا اور ظاہر ہے کہ آسمان کے بلند کرتے سے مراد صوری و حسی طور پر اونچا کرتا ہے۔

(وَوَضَعَ الْمِيزَانَ) اور ترازو رکھی اسی شرع العدل و انصاف بان و فروع علی کل
فی حق حقہ حتی انتظم اموال العالم واستقام کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: بالعدل قامت

الصفوۃ والارض

یعنی انصاف کا ضابطہ بنایا اور اسی کے مطابق حکم دیا تاکہ کوئی سہو شیار شخص اس پر جو اس کا تھلا ہے زیادتی نہ کرے اور مقدار کو اس کو پورا حق ملے یہاں تک عالم کا معاملہ و انتظام درست ہو اور نہ بختہ و قائم ہو جائے جیسا کہ سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آسمان اور زمین عدل کے ساتھ قائم ہیں، ابن عباس اور من کا قول ہے کہ اس سے مراد آکہ وزن و پیمائش ہے تاکہ انبیاء کے ادنان یا مقدار معلوم ہوں اور زمین میں عدل قائم ہے۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝
ای لست تطغوا فیہ ای حق و شانہ بات تفتخوا و تتجادوا۔

یعنی تم اس میں سرکشی نہ کرو یعنی میزان میں کسی کی حق تلفی نہ کرو کہ تم زیادتی کرنے والے ٹھہرو یا حد سے بڑھ جاؤ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم میزان کو حق کے ساتھ قائم رکھو اور حد اعتدال سے نہ ہٹ جاؤ۔

وَاقِمُْوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ
وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝
(وَاقِمُْوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ) اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔
اور انصاف کے ساتھ عدل قائم کرو
اور وزن نہ گھٹاؤ۔

یعنی عدل کے ساتھ وزن ٹھیک رکھو، امام راعب نے کہا یہ اشارہ ہے عدل و انصاف کی رعایت ملحوظ خاطر رکھنے کے لیے انسانوں کو ان کے تمام افعال اور اقوال میں جو وہ کہتے یا کرتے ہیں، مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد ہے کہ جب تم کسی شے کا معاہدہ کرنے کا ارادہ کرو یا لین دین کرو تو اپنی زبان کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو سفیان بن عیینہ کا قول ہے اقامت ہاتھ سے انصاف کرنا ہے اور قسط دل سے انصاف کرنا ہے۔ یہ مکمل امر یعنی حکم الہی ہے۔ اور اگلے ٹکڑے میں بھی ہے۔

(وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ) اور وزن نہ گھٹاؤ۔ ای لا تنقصوه فان من حقد ان

یسوی لائنہ المقصود من وضعہ۔

یعنی ماپ تول میں کمی نہ کرو (نہ گھٹاؤ) اور لفظ نقص ہر طرح کی کمی کو قبیض ہے (کیونکہ میزان کا حق یہ ہے کہ برابر برابر ہو نہ کمی نہ زیادتی اور جھکتا ہوا تول پسند ہے۔ کیونکہ قیام میزان کا مقصود یہی ہے کہ کمی نہ ہو برابر یا پورا پورا تولنا انصاف ہے اور مائل بہ زیادتی جھکتا ہوا تول ناقص ہے۔

وَالْأَرْضُ مَوْضِعُهَا لِلْإِنْسَانِ ۝
اور زمین رکھی مخلوق کے لیے۔

فِيهَا فَكِهِةٌ وَالنَّخْلُ فَاتٍ الْكَمَاهُ ۝
اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں۔

وَالْأَرْضُ مَنْ وَضَعَهَا اور زمین رکھی۔ خلقها موضوعۃ منخووعة عن السما حسبما يشاهد۔
 زمین کو بچھایا اور آسمان سے (بلندی) لیست بنایا جس طرح کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں
 اہم راعب نے کہا وضع سے یہاں مراد پیدا کرنا اور ایجاد کرنا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اُسے پانی پر لیست بچھایا گیا
 یا پھیلا یا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے پہلے پانی کو خلق کیا پھر اس پر زمین کو پھیلا یا
 (الذات) مخلوق کے لیے۔

ابن عباس افتادہ، ابن زید اور مجاہد سے منقول ہے کہ تمام حیوانوں کے لیے اور حسن نے کہا انسان
 اور حیوان کے لیے قاموس میں ہے انا سے مراد انسان اور جن یا وہ سب مخلوقات مراد ہیں۔ جو زمین پر ہیں۔
 (فِيهَا فَكَهَتْ) اُس میں میوے۔ اسی میں ضرور کثیرہ مما یتفکد بہ
 یعنی اس میں (زمین میں) بکثرت نعمتیں ہیں جن سے (انسانوں کو) فائدہ و نفع حاصل ہوتا ہے اور ایک
 قول ہے کہ اس سے مراد لذت اور بھل ہیں۔

(وَالْحَبُّ ذَا الْعَصْفِ) اور غلاف والی کھجوریں، نخل سے مراد کھجوریں ہیں اور ذات الاکام
 سے مراد غلاف والی اکام کی جمع ہے اور کم کے معنی الثمر (بھل) ہیں اور کم کے معنی غلاف قیص کے
 بھی ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین میں انسانوں اور دیگر مخلوقات کے لیے میووں بھلوں کی کثرت و بہتات
 ہے جو ان کے لیے نفع و برکت ہیں اور یونہی ایسے بھل ہیں جو غلاف پوش ہیں اور اس میں کھجور کی تخصیص نہیں
 یعنی ہر وہ بھل جس پر غلاف ہے مراد ہے۔

وَالْحَبُّ ذَا الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے بھول

(وَالْحَبُّ) اور اناج جو مما یتغذی بہ کالحنطة و الشعیر

مراد وہ غلہ ہے جو بطور غذا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے گندم یا مکی اور جو

(ذَا الْعَصْفِ) بھس کے ساتھ۔ قیل ہو و ما ق الزرع کہا گیا ہے کہ وہ اناج کا چھلکا ہے۔

وَقِيلَ بَعْضُهُم بِالْأُخْرَى اور بعض نے اسے نخل بھوسے ہی مراد لیا ہے، ابن عباس سے مروی
 ہے انہ التین یہ انجیر ہے، اور صناع نے کہا انہ القشر الذی یکون علی الحب اس سے مراد
 چھلکا ہے۔ جو کہ دانے (یا بھل) پر ہوتا ہے۔

(وَالرَّيْحَانُ) اور خوشبو کے بھول۔

ابن جریر نے اس میں دید سے نقل کیا ہے کہ ریحان سے مراد اگلے واسطیاء و نباتات سے انبیاء الیہینہ ہیں۔
 وہک یا خوشبو ہے۔ جن سے مروی ہے ہوں یہاں تک ہذا ای الریحان المعروف وہ تھا ہے یہی پھول
 یعنی جو پھول معلوم و مشہور ہیں۔ مجاہد کا قول ہے ریحان سے مراد رزق ہے اور بعض نے کہا ریحان سے مراد لب ہے۔
 یعنی گودا یا مغز کسائی، حمزہ اور الاصحی نے بروایت ابی عمرو والبرسیان کو العصف پر عطفاً حمد کے ساتھ پڑھا ہے۔
 اس تقریر پر مفہوم یوں ہو گا واللہ والحب ذو العصف الذی هو رزق دواہکم اور جس کے ساتھ جو مانا ہے۔ وہ
 تھا ہے جو پائیل کا رزق ہے۔ اور ذو اللب الذی هو رزق لکھ جو مغز کے ساتھ ہے وہ تمہارے
 لئے رزق ہے۔

فَبَاقِيَ الْأَعْدَاءِ وَتَبَيَّنَا تَكْذِبُ ۝
 تو اے جن و انس تم اپنے رب کی کونسی نعمت
 بھٹلاؤ گے۔

الآء سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں فَبَاقِيَ میں ف سببی اور استفہام تاکید کے لیے ہے دیکھا میں کہا اور
 تکذبن میں صلیغ تشبیہ ہے اس سے جن و انس مراد ہیں اور ان دونوں کو شکر و اطاعت کی سجاوڑی اور
 ان کے نفوس کو تنبیہ کے لیے خطاب، اگلی دونوں آیتوں میں انس و جن کے پیدائش و تخلیق کا ذکر ہے جس سے
 واضح ہوتا ہے کہ اس آیت میں دونوں گروہوں یعنی جن و انس ہی کو خطاب ہے، سورہ مبارکہ میں یہ آیت
 اکیس مرتبہ مکرر ہے جو کلام عرب کے موافق ہدایت و ارشاد کا بہترین اور موثر ترین اسلوب و انداز ہے
 حدیث میں وارد ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مبارکہ اپنے اصحاب کے سامنے پڑھی
 تو وہ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا میں نے جنوں سے پڑھ کر اچھا جواب نہیں سنا۔ جب بھی میں پروردگار کے
 اس قول پر پہنچتا فَبَاقِيَ الْأَعْدَاءِ..... تَكْذِبُ ۝ تو وہ جن (جو ابنا کہتے) لَا بَشَىٰ مِنْ نَعْمَتِ رَبِّنَا تَكْذِبُ
 فَلَا الْحَمْدَ لَہِ ہمارے پالنے والے کسی بھی نعمت کا انکار نہیں تو سب تعریف تیرے ہی
 لیے ہے۔ اُس نے آدمی کو بنایا بھتی مٹی سے جیسے

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝
 مٹیکری۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝
 اور جن کو پیدا فرمایا خالص آگ سے۔

(خَلَقَ الْإِنْسَانَ) اُس نے آدمی کو بنایا والمراد بالانسان آدم عند الجمہور

اور جمہور کے نزدیک انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جن کا قول ہے کہ انسان
 سے مراد جنس انسان ہے۔

رَبِّكَ صَلْصَالٍ الطِّينِ الْيَاسِ الذِّي لَهُ صَلْصَلَةٌ

اور مصلصال سے مراد خشک مٹی ہے جو سبھا نے سے کھن کھن ہے۔

(كَأَفْحَارٍ) جیسے ٹھیکری دھوا لکھنا ف ا عنی ما احرق من الطین حتی تحجر

وہ مٹی جو آگ میں جلا کر لپکانی جائے یہاں تک کہ پتھر ہو جائے اور وہ ٹھیکرا ہے۔

واضح معنوم یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی ٹھیکرے کی مانند مٹی سے پیدا کیا یہ تخلیق کے مراحل و صورت کا ذکر ہے۔ اور دیگر آیات سے مختلف نہیں جن میں تخلیق انسانی کا ذکر ہے۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ اور جن کو پیدا کیا۔ هو ابوالجن وهو ابلیس قالہ الحسن وقال

مجاہد وهو ابوالجن ولیس نابلیس وقیل: هو اسم جنس شامل للجن

وہ جنوں کا باپ ہے اور وہ ابلیس ہے جن کا یہی قول ہے اور مجاہد نے کہا وہ جنوں کا باپ ہے اور ابلیس مراد نہیں ہے۔ اور کہا گیا وہ اسم جنس ہے جو تمام جنوں کو شامل ہے۔

(مِنْ مَّارِجٍ قِوْتٍ نَّارٍ) خالص آگ سے۔

من لہب خالص لا دخان فیہ۔

خالص و صوری والے شعلے سے

یعنی جنوں کو خالص شعلے سے پیدا کیا جس میں دھواں نہ تھا۔ مرج کے معنی بہانے، ملانے، چلانے یا لہرانے یا لہر میں مار کر چلنے کے ہیں مار ج اس سے مشتق ہے۔ اس کا مطلب ہے جنوں کو ایسی آگ سے پیدا کیا جو لہروں کی طرح چلتی تھی یعنی شعلہ مارتی آگ سے، آگ کے شعلے بھی لہراتے اور باہم خلط ملط ہوتے ہیں جب آگ بولانی پر چلتی ہے۔ اور اس وقت شعلوں کی لپیٹ میں دھواں نہیں ہوتا۔

فَإِنِّي إِلَٰهٌ رَبُّكُمْ تَكْذِبِينَ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی دونوں کی پیدائش اللہ کی شان قدرت کا عظیم شاہکار ہے اور کیا دونوں مخلوقیں اس حقیقت کا انکار کر سکتی ہیں ظاہر ہے ہرگز نہیں

كَذِبَ الْمَشْرِقِيُّ وَكَذِبَ الْمَغْرِبِيُّ دونوں پورب کا رب اور دونوں پچم کا رب

ما ب شرقی الشمس ضیفا و شتاء و معی یتھا۔

آفتاب کے سردی اور گرمی میں طلوع و غروب ہونے کے مقام ہیں (ان کا رب) اور کہا گیا ہے سورج اور چاند کے دونوں مقامات طلوع و غروب مراد ہیں۔

اور ابن عباس سے مروی ہے مشرقین سے مراد فجر کا مشرق اور شفق کا مشرق ہے۔
اور مغربین سے مراد سورج کے غروب ہونے کا مقام اور شفق کے غروب ہونے کا مقام ہے۔
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُونَ ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی اختلاف طلوع و غروب اور اس کے اثرات و ثمرات اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے
تو کیا تمہیں اس سے انکار ہے تنبیہ و ترغیب واضح ہے اور تکرار نے حسن دعوت کو بڑھا دیا ہے
مَرْجِ الْبَحْرَيْنِ يَكْتَفَيْنِ ۝ اُس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم
ہوں ملے ہوئے
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغَيْنِ ۝ اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر
بڑھ نہیں سکتا۔

(مَرْجِ الْبَحْرَيْنِ) اُس نے دو سمندر بہائے اَزْسَلِ الْبَحْرِ الْمَجِ وَالْبَحْرِ الْعَذَبِ
میلھے اور ملکین پانی کے سمندر چھوڑے۔
يَكْتَفَيْنِ ۝ باہم ملے ہوئے ای تیجا دران و تماس سطوحهما لا ففصل بينهما
فی مرائی العین۔

یعنی دونوں ملے ہوئے اور دونوں کی سطحیں ایک دوسرے سے متصل و ملحق اور ان کے درمیان
ظاہر دیکھنے میں کوئی فصل نہیں۔

رَبِّكُمَا بَرْزَخٌ ۝ اور ہے ان میں روک ای حاجز من قدرة الله تعالى
یعنی ان کے درمیان برزخ (روک، اوٹ، پردہ) اللہ کی قدرت ہے۔
لَا يَبْغَيْنِ) ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتے۔

ہر ایک اپنی مدد پر رہتا ہے اور کسی کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، مجاہد کے نزدیک دونوں سمندروں سے
مراد آسمانی اور زمینی سمندر ہیں جو ہر سال باہم ملتے ہیں اور آدمیوں پر نہیں چڑھ آتے کمان کو عزیق کر دیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُونَ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے
یعنی سمندروں کی موجودہ تخلیق قدرت الہی کی مظہر ہے جو بے شمار حکمتوں اور فوائد کو شامل ہے۔ تو کیا
اے انسانوں اور جنوں کی جماعت تمہیں اس نعمت کا انکار ہے؟

يَخْرُجُ مِنْهَا الْوُثُوءُ وَالْمَرْجَانُ ۝ ان میں سے موقی اور مولگا نکلتا ہے۔

المنشئت (اٹھتی ہوئی) کشتیوں کی صفت ہے اور کہا گیا اس سے مراد ان کا مسخر ہونا ہے۔
 پانی پر ان کشتیوں کا اٹھا ہونا اور موجوں یا پانی کا ان کو نہ ڈبونا قدرت الہی کا مظہر ہے، اعلام کلم کی جمع
 ہے جس کے معنی ہیں اونچے لمبے پہاڑ اور کشتیوں کا تشبیہ کا ہے جس سے ان کشتیوں کی لمبائی اور نچائی
 (بڑا ہونے) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی بڑے بڑے جہاز۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ سمندروں میں چلنے والے بڑے بڑے جہاز اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں
 دی ہوئی متعل و بصیرت اور اس کی شان قدرت کا مظہر ہیں
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
 تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 تذکرہ و تکرار نعمت ترغیب و دعوت فکر کے لیے ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الرحمن چلا

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝
وَبَیِّنَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے
اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت
اور بزرگی والا۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں
اسے ہر دن ایک کام ہے۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
جلد سب کام تمہارا ہم تمہارے حساب کا قصہ
قرآن میں لے دوںوں بھاری گروہ۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ انسانوں
اور زمین کے کنالوں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں
نکل کر آؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
تم پر چھوڑ دیں جلسے کی بے دھویں کی آگ کی لپٹ
اور بے لپٹ کا لادھواں تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
لَیْسَ لَكَ مِنَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذِكْلٌ
يَوْمَ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
سَنُفِخُ نَفْخًا مِّنْ أَمْرِ الثَّقَلِینِ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
يُمْشِرُ الرِّجْحَ وَالْإِكْسَ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
فَأَنْتُمْ وَاهٍ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ شَوَاطِلَ مِّنْ ثَّارٍ وَخَاسِقٍ
فَلَا تَنْصَرُونَ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ الرحمن پے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝
وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝
فَإِنِّي اللَّذِیْ رَمَكُمَا تَكْذِبُ ۝
رَكُلٌ مِّنْ عَلَيْهَا زَمِیْنٍ پَر تَجَنُّہِ ہِی سَب کُو اِی عَلِی الْاَرْضِ التِّی وَضَعْتَ لِلْاِنَامِ
من حیوانات و المركبات۔
زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔
اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت
اور بزرگی والا
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی زمین پر جو کہ حیوانات اور مرکبات سے مخلوق کے لیے سجھائی گئی ہے، انام سے مراد تمام
جاندار ہیں۔ مَنْ تغلیب کے لیے ہے یعنی جنوں اور انسانوں کے لیے یعنی ان سب کو فنا ہے یا پھر
ہر چیز کو زمین پر ہے وہ مراد ہے یعنی سب کچھ فنا ہو جائیگا۔
رَفَانٍ (فنا ہے، هَالِكٌ

یعنی مٹ جائیگا) ہے، ایسا قیامت کے روز ہوگا۔ یا جب پروردگار ایسا چاہے۔
وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ۝
ای ذاتہ عزوجل، والمراد هُوَ سبحانه وتعالى۔
اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات

یعنی اللہ عزوجل کی ذات باقی ہے اور اس سے مراد اللہ پاک کی ذات بزرگ و برتر ہے۔
چہرہ کا ذکر بطور کنایہ کے ہے اور اس کی تفسیر ذات الہی ہے اور اللہ چہرہ سے پاک ہے
کہ چہرہ صورت و جسم کو مستلزم ہے اور اللہ کریم جسم و جسمانیات اور صورت شکل سے پاک ہے بعض
نے اسے متشابہات سے قرار دیا ہے رَبُّکَ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور

(تیرے رب کا) اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ بزرگی اور عظمت و شان ہے اور وہ قصہ کے معنی بھی لیا گیا ہے۔ اور اُس سے مراد مقصود ہے یعنی وہ شے باقی ہے گی جس کا کرم ہمارا پروردگار اعمال سے (اعمال صالحہ) چاہے گا یا قصداً فرمائے گا۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ اللہ فانی نہیں ہے اور فنا مخلوق کے لیے ہے۔

ذوالجلال والاکرام غنیمت اور بزرگی والا

اللہ تعالیٰ غلبہ و بزرگی والا ہے اور اپنے غیر سے مستغنی ہے (بے پرواہ ہے) یا تو معرفت الہی ہے۔ یا یہ اسماء صفات ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ مخلوق کو فنا کے بعد زندہ کرے گا اور ہمیشہ کی زندگی دے گا اور اپنے مومن بندوں پر خوب نوازش فرمائے گا۔ ذوالجلال والاکرام اسم اعظم ہے کیا کہ ترمذی کی روایت میں وارد ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دعاؤں میں ہمیشہ التسمیٰ کے ساتھ ورد کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ اسم اعظم کے توسل سے مانگی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی اور مستجاب ہے (قَبَّأَتِ الْأَرْضُ بِمَا تُكْذِّبُ) تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے

جیسا کہ اوپر گزرا سب اشیاء کا فنا ہونا بقا کا دروازہ ہے اور فنا کے بعد حیات ابدی اور عنایات اللہ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہیں تو کیا جنوں اور انسانوں کو اس سے انکار ہے۔

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ه
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبْنَ ه
يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ (الارض)

اُسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور
زمین میں ہیں اُسے ہر دن ایک کام ہے
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین
میں ہیں۔

قاطبة ما يحتاجون اليه في ذواتهم وحدوثا وبقارا وفي سائر احوالهم
مؤالامستمر ابلسات المقال ابلسات الحال

سب کے سب اپنے حدوث و بقا و ذات میں اُسی کے محتاج ہیں اور تمام کیفیتوں اور حالات میں ہمیشہ زبان حال و قال سے اُسی کے حضور سوالی ہیں یعنی فرشتے سہول یا جنات انسان ہو یا کوئی اور مخلوق سبھی اللہ کے فضل و کرم کے محتاج ہیں اور کوئی بھی کسی بھی حال میں اس سے بے نیاز نہیں اور جملہ امور میں اُسی کے منگتا ہیں۔

ابن المنذر نے ابی صالح سے نقل کیا ہے کہ لَيْسَ كُنْهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ سے مراد رحمت اور مَنُّ

فی الارض سے مراد بخشش و رزق ہے اور ابن المنذر نے ابن جریر سے نقل کیا ہے، ایسا سے مراد ہے کہ فرشتے کہ ان پر اللہ کا سلام ہو اہل زمین کے لیے رزق اور بخشش مانگتے ہیں اور اہل زمین سارے کے سارے دونوں (رزق و مغفرت) مانگتے ہیں۔

رُكِّلَ يَوْمَ هُوَ فِي شَانٍ ۝ اسے ہر دن ایک کام ہے۔

مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے اس قول کے رد میں اتیری جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہفتہ کے روز کوئی کام نہیں فرماتا (رُكِّلَ يَوْمَ) کل وقت من الاوقات ولحظة من اللحظات یعنی دنیا کے اوقات و لمحات میں ہر لمحہ اور ہر وقت (ہو فی شان) ابن ماجہ نے ابی الدرداء سے ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا من شانه ان يغفر ذنباً و يفرج كروباً و يرفع قوماً و يضع الآخرين اللہ کی شان ہے کہ وہ گناہوں کو بخشتا ہے اور پریشانیوں (دکھوں) کو دور کرتا ہے۔ اور کسی قوم سر بلند اور کسی کو ذلت سے دوچار کرتا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے پروردگار جل و علاہ ہر لحظہ، ہر وقت اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے عزت، ذلت، موت، حیات، غنی و محتاج، بخشش و ترقی رزق اور دکھوں کا مٹانا یہ سب اسی کے نشانات قدرت ہیں جو ہمہ وقت ظاہر ہو رہے ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

جب ہر لحظہ اس کے نشانات قدرت و نعمت ظاہر ہو رہے ہیں اور مخلوق میں ہر کوئی اُسی ہی کی ذات کا محتاج اور بہ حال میں اُسی کا سائل ہے تو ان سب باتوں کے سمجھنے کے باوصف کیا تمہیں اُس کی نعمتوں سے انکار ہے ظاہر ہے نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی ہے اور سب تعریف اُسی کو سزاوار ہے جو جملہ نعمتوں کا منعم و معطی ہے اور بربادی ہے، مفکروں کا فروں کے لیے جو جاننے کے باوجود نعمتوں کا اقرار نہیں کرتے اور اس کی ذات پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہیں۔

سَنَقَرُ عَنكُمُ آيَةَ الثَّقَلَيْنِ ۝ لے دونوں بھاری گروہ ہم جلد سب کام
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ نمٹا تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں
تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

سَنَقَرُ عَنكُمُ آيَةَ الثَّقَلَيْنِ ۝ ہم تمہارے حساب کے ارادہ فرماتے ہیں یا تو جبر کرتے

س مستقبل قریب کے لیے وارد ہے یعنی جلد ہی قصد فرماتے ہیں۔
 (آیۃ الثقلین) اے دونوں بھاری گروہ ہما الانس والجن
 وہ دونوں انسان اور جن ہیں۔

آیت مذکورہ میں تہدید ہے۔ انسانوں اور جنوں کو ہی احکام شرع کی تکلیف ہے اور ان میں سے منکروں کا فزول اور جھٹلانے والوں کو دھمکی ہے کہ عنقریب تمہاری موعودہ مہلت ختم ہو جائیگی یعنی قیامت قائم ہو جائیگی تو ہم تم سے تمہارا حساب لیں گے یہ ہرگز مراد نہیں کہ ہم سب کاموں سے فارغ ہو کر تمہارا قصد فرمائیں گے کیونکہ اللہ اگر ایسی مشغولیت سے پاک ہے کہ دوسرے کام کا ذکر تو جو نہ فرمائے اور اللہ علم والا، علیم والا قدرت والا ہے، ایسا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت قیامت کے ساتھ سب معاملات منٹ جائیں گے جن کا تعلق افعال و تخلیق سے ہے اور وہ دن حساب کے لیے خاص ہے اور تمہیں موت تک مہلت ہے تو جو نہی ایسا ہوتا ہے ہم تم سے تمہارا حساب لیں گے اور تہدید میں ترغیب اور عذاب سے ڈرانا ہے تاکہ منعم کے انعامات کا اقرار کریں اور ایمان لے آئیں۔

فَإِنِّي الْكَافِرُ بِمَا تَكْذِبُونَ ۝ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 تہدید کے بعد ترغیب اور عذاب سے ڈرانا اور قبول حق پر آمادہ کرنا ہے تاکہ حساب و گرفت کے خوف سے ڈر جائیں اور ایمان لے آئیں۔

يَمَعْشَرُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝ فَإِنِّي الْكَافِرُ بِمَا تَكْذِبُونَ ۝ اے جن و انس گے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
 رَبِّمَعْشَرِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اے جن و انسان کے گروہ، بطور زیادتی تقریب کے دونوں بڑے گروہوں کو ان کے اسم جنس سے خطاب ہے کیونکہ جن قدرت و طاقت اور سخت و دشوار کاموں کے کرنے میں مشہور ہیں اور بیان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اگر ارادہ بھی کریں تو بھی حق تعالیٰ کی ہزار و سزا سے خلاصی پر قدرت نہیں رکھتے۔

(إِنِ اسْتَطَعْتُمْ اگر تم سے ہو سکے) إِنَّ قَدْرَتُمْ یعنی اگر تم میں قدرت و طاقت ہے۔

(اِنَّ تَقْذُوًا مِنْ اَقْطَاسِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ
اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ مِنْ جَوَابِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْ اِلٰهِ تَعَالٰی فَاَرِیْنِ مِنْ
قَضَائِهِ سُبْحَانَهُ۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی قضا سے فرار ہو کر آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل کر بھاگ
سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔

(فَاَنْفِذُوْا) تو نکل جاؤ، فاجروا مٹھا وخلصوا انفسکم من عذابہ عز وجل
والامر للتعجیز۔

تو تم آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل بھاگو اور حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے عذاب (سزا)
سے اپنے نفوس کو بچالو اور یہ حکم تعجیز ہے یعنی تم ایسا کرنے سے عاجز ہو اور تم میں یہ قدرت نہیں۔
(لَا تَقْذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ) جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے
(لَا تَقْذُوْنَ) لا تقدس دون علی النفوذ یعنی تم میں بھاگ نکلنے کی قدرت نہیں اور
نہ ہی ہوگی۔

(اِلَّا بِسُلْطٰنٍ) ای بقوة وقهر وانتہ عن ذلک بمعزل۔

یعنی قوت اور غلبہ کے ذریعے سے اور تم دونوں گروہ اس سے عاجز ہو یعنی تمہیں اس کی
قدرت نہ ہوگی ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب بروز قیامت ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے
مراد یہ ہے کہ اگر تم موت سے بھاگ نکلنے کی قوت ہے تو بھاگ نکلو۔

واضح معنوم یہ ہے کہ دونوں گروہوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم میں قدرت و طاقت ہے یا
تم سے ہو سکتا ہے تو تم آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نکل بھاگو لیکن تم ایسا کرنے سے عاجز ہو اور
اگر تم بھاگ کر نکل جانے کی کوشش بھی کرو گے تو جہاں جاؤ گے اللہ ہی کی سلطنت ہے لہذا نہ تو تم میں
قرار کی قوت و ہمت اور نہ عذاب الہی سے بچنے کی قدرت ہے جب تم عاجز ہو اور تمہیں سبجز عجز کے چارہ
نہیں تو پھر تم اللہ کی نعمتوں کا اقرار کیوں نہیں کرتے۔

فَبَايَ الْاَدْبِیَّتِ کَمَا تَسْکَدٰنِ ۝ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت ٹھٹھاؤ گے۔

بطور تنبیہ اور خوف دلانے کے ہے کہ جب تم عذاب الہی سے بچنے کی ہمت و قدرت
نہیں رکھتے تو پھر قبول حق کے لیے آمادہ کیوں نہیں ہوتے، تو کیا تمہیں اس روشن حقیقت سے
انکار ہے کیا؟

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوْاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَ
تَحْمَسُ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝
تم پر چھوڑی جائیگی بے دھویں کی آگ کی
لیپٹ۔ اور بے لیپٹ کا کالا دھواں تو
پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔

فَإِذَا رَئَتْكُمَا تَسْكَدَانِ ۝
يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا تَحْمَسُ ۝ آئی یَعْبُ عَلَیْکُمَا
جائے گی قیامت کے روز یا جب قبروں سے اٹھا کر مشرق کی طرف لیجائے جائیں گے۔
(شَوْاظٌ مِّنْ نَّارٍ) بے دھویں کی آگ کی لیپٹ۔

(شَوْاظٌ) ابن عباسؓ سے مروی ہے ہواللہب الخالص وہ لیپٹ مارتی خالص آگ
ہے۔ چھٹاک کا قول ہے الدخان الذی یخرج من اللہب وہ دھواں جو شعلہ مارتی آگ سے نکلے
کہا گیا ہے ہوالنار والدخان جمیعاً وہ آگ اور دھواں باہم اکٹھے ہوں۔
مبادہ کا قول ہے اللہب الاحمر المنقطع سرج شعلہ جو آگ سے الگ ہو۔
(من نار) یہ شواظ کی صفت ہے۔

(وَتَحْمَسُ) اور بے لیپٹ کا کالا دھواں
ہوالدخان الذی لا لہب فیہ

ابن عباسؓ سے مروی ہے سخاس سے مراد وہ دھواں ہے جس میں آگ کی لیپٹ (شعلہ نہ ہو)
اور انہوں نے نافع بن الارذق کے لیے نابغنا الجعدی کا شعر بطور حوالہ کے پڑھا۔

تَفَى كَضُورِ السَّراجِ السَّلْه ط لَعُو يَجْعَلُ اللَّهُ فِيهِ نَخَاسًا

تیری چمک (رنگت) سلیط کے چراغ کی روشنی کی طرح ہے جس میں اللہ نے سیاہی نہ بنائی (نابغ)
اعنب نے اس کی تفسیر ایسی لیپٹ (شعلہ) والی آگ سے کی ہے جس میں دھواں نہ ہو اور کہا کہ آگ
کی رنگت کی تشبیہ سخاس سے کی گئی ہے۔ واضح معہوم ہے بغیر شعلہ کے سیاہ دھواں
(فَلَا تَنْتَصِرَانِ) تو پھر بدلہ نہ لے سکو گے۔ فَلَا تَمْتَنِعَانِ وَهَذَا عِنْدَ الْفَضَّاكِ
فالدنيا ايضا۔

تو دونوں گروہوں (انس) اے روک نہ سکیں گے یعنی اس سے بچ نہ سکیں گے۔ اور فضاک
کے نزدیک دنیا میں بھی یوں ہی تھا۔

واضح معہوم یہ ہے کہ روز قیامت بے دھویں کی آگ کی لیپٹ اور بغیر شعلے کا سیاہ دھواں

ان پر مسلط ہو گا جو انہیں حشر کی طرف لے جائے گا اور وہ (جن والنس) اس سے نہ بچ سکیں گے اور نہ ہی
اسے روک سکیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے دنیا میں انکار و بغاوت کر لے والے
اور اہل ایمان سے بدلہ کی دھمکیاں دینے والے یا مومنوں پر ظلم کرنے والے اُس روز بدلے کی حسرت
لیئے ہوئے انتہائی مجز و ذلت کے حال میں گرفتار ہوں گے اخذ کوئی پر سالن حال ہو گا نہ مددگار و غمخوار
خسر الدنیا والآخرۃ وھنا لک المبطون ۵

قَبَاحِ الْاَلَاءِ زَيِّنَا كَذِبًا ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
عذابِ آخرت کی دنیا ہی میں جنہو دنیا اللہ کریم کی خاص مہربانی اور عنایت ہے تاکہ مفکر و کافر و
مکذبین اُس کے عذاب سے ڈر جائیں اور بغاوت و نافرمانی سے رک جائیں اور اپنی نجات کے لئے
راہِ حق کی طرف رغبت کریں اور انجام کی ہجر معلوم ہونے کے باوصف انکار اور کفر و سرکشی پر ڈٹے رہتا
عنایت در ہر شقاوت و محرومی و بد نصیبی ہے۔ ومن یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل اللہ فھو
تعدا لہ ولیا مرشدا ۵

فَاِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً ۝ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے
رنگ کا لہاں ۵ قَبَاحِ الْاَلَاءِ زَيِّنَا ۝ پھول سا ہو جائیگا جیسے سرخی تری۔
تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
تُكْذِبُ ۝

(فَاِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ) پھر جب آسمان پھٹ جائے گا۔

ای انصدعت يوم القيامة یعنی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیگا
(فَكَانَتْ وَرْدَةً) تو گلاب سا ہو جائے گا۔

ای کالورد فی الحمرۃ یعنی سرخی میں گلاب کے پھول کی طرح، بعض نے کہا جگہ جگہ سے پھٹ
جائے گا۔ اور اس کی رنگت سرخ ہوگی۔

(رَکَّادَ هَانَ) جیسے سرخ تری (چمڑا)

ک تشبیہ کے لیے ہے دھان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دھان کے معنی سرخ چمڑے یا لہر
یا روشن کے ہیں۔ یعنی آسمان پھٹ کر سرخ چمڑے کی طرح ہو جائیگا یا اُس روشن و تیل کی طرح جو انجیر
تک بدلتا ہے اور بالآخر سرخی مائل ہو جاتا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ
جائے گا اور اس کا رنگ سرخ گلاب کا سا ہو جائیگا اور اس کی رنگت سرخ چمڑے جیسی ہو جائے گی
وہ منظر کس قدر ہولناک ہو گا۔

قیامت الاء ربکماتکذبن ۰ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
دنیاوی زندگی میں آسمان کے پھٹنے کی خبر کے بعد مشکوین کے لیے انتباہ اور رعیت و خوف دلائل
کے لیے بطور نعمت مکرر فرمایا گیا۔

فیومئذ لا یستل عن ذنبہ
انس ولا جان ۰ تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی
آدمی اور جن سے۔

قیامت الاء ربکماتکذبن ۰ تو اپنے نعمت کی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔
فیومئذ (تو اس دن)

یعنی اس دن جب آسمان پھٹ جائیگا (یوم قیامت)
لا یستل عن ذنبہ انس ولا
جان ۰ گناہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی
اور جن سے۔

لکنہم یقرن بسماء و هذا فی موقف

کیونکہ وہ اپنی پیشانیوں ہی سے پہچانے جائیں گے اور ایسا موقف میں ہوگا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ فرشتے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور سوال کا نہ کرنا موقوف روز
قیامت میں سے ایک موقف میں ہوگا یعنی جب قبروں سے حشر کی طرف لیجائے جائیں گے اور سوال
نہ کرنا ان آیات سے متعارف نہیں جن میں پوچھنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ قیامت کے روز مختلف موقف ہیں
انہی موقف میں سے ایک یہ ہے جہاں ان سے ابھی باز پرس نہ ہوگی۔

قیامت الاء ربکماتکذبن ۰ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
قیامت کے حوالے سے بطور رعیت و خوف دلانے کے مکرر ارشاد ہے۔

یعراف المجرمون بسمہم
فیؤخذ بالنواصی والاقدام ۰ مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے
تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے
جائیں گے۔

قیامت الاء ربکماتکذبن ۰ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
یعراف المجرمون بسمہم (مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے۔

گذشتہ آیت میں سوال نہ کرنے کا ذکر ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ مجرموں کو کیونکر جان
لیں گے۔ تو اس آیت میں وضاحت ہے کہ فرشتے مجرموں کو چہروں سے شناخت کر لیں گے ایسی ہی

نظاہری وضع سے جان جائیں گے (اھم) صنمیر میں اشارہ بعض انسانوں اور جنوں کی طرف ہے اور وہی مجرم لوگ ہوں گے، احسن سے مروی ہے کہ ان کے چہرے کا لے اور آنکھیں میلی ہوں گی۔
 فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۖ تَوَاقَّحُوا وَاذْكُرُوا يَوْمَكُمْ جَهَنَّمَ ۚ فِيهَا يُرَكَّبُ حُمْرٌ مُّؤَبَّدٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِّ ۖ هُمْ فِيهَا مُخَلَّدُونَ ۚ
 نواصی جمع ناصیۃ وہی مقدم البراس۔ نواصی ناصیہ کی جمع ہے۔ اور ناصیہ سر کے اگلے حصے پیشانی کو کہتے ہیں۔ اقدام جمع قدم وہی قدم الرجل المفرد منۃ اقدام قدم کی جمع ہے اور وہ آدمی کا معروف قدم (پاؤں) ہے۔ صفاک سے مروی ہے کہ فرشتے ان میں سے (مجرموں) ہر ایک کو پیشانی اور قدموں سے پکڑ کر اکٹھا کر کے باندھ کے۔ ان کی پیٹھ کی طرف سے ایک زنجیر میں باندھ کر آگ میں پھینک دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے بعض مجرموں کو پیشانی سے اور بعض کو قدموں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالیں گے یا ایک مرتبہ پیشانی سے اور دوسری مرتبہ پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

فَيَأْتِي الْآلَاءَ وَيُكَذِّبُ كَذِبًا ۖ تَوَاقَّحُوا وَاذْكُرُوا يَوْمَكُمْ جَهَنَّمَ ۚ فِيهَا يُرَكَّبُ حُمْرٌ مُّؤَبَّدٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِّ ۖ هُمْ فِيهَا مُخَلَّدُونَ ۚ
 مجرموں کی کیفیت عذاب کا ذکر فرما کر منکروں کو انتباہ و تحذیر اور عنت و لعنت دلائی گئی ہے۔ اور مکرر ارشاد ہے۔

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُهَا
 الْمُجْرِمُونَ ۚ يَطُوفُونَ فِيهَا
 بَيْنَ حَيْثُ الْآلَاءِ ۚ
 یہ ہے جہنم جسے مجرم مہکلاتے ہیں پھر کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔

فَيَأْتِي الْآلَاءَ رَبِّكَ مَا تُكْذِبُ ۖ
 رَحْمَةً لِّكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ تَوَاقَّحُوا وَاذْكُرُوا يَوْمَكُمْ جَهَنَّمَ ۚ فِيهَا يُرَكَّبُ حُمْرٌ مُّؤَبَّدٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِّ ۖ هُمْ فِيهَا مُخَلَّدُونَ ۚ

یہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول پر بطور معطوف مقدر ہے جو پچھلی آیت میں کہا گیا

یعنی کفار ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جب جہنم میں ڈالے جائیں گے تو ان کفار و مشرکین سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جہنم جس کو تم دنیا میں مہکلاتے تھے۔ اور جس کا انکار کرتے تھے۔

(يَطُوفُونَ بَيْنَهَا)

یعنی جہنم کی آگ میں چکر کاٹیں گے یا خود بخود گھومیں گے جس طرح کوئی شے جلتے تیل کے گڑھاؤ میں ڈالی جائے تو وہ اس میں پیدا ہونے والی گھومنے یا چکر کاٹنے لگتی ہے، اہلبیتی لہروں کے ساتھ جہنم میں ڈالے وقت کفار کی ایسی کیفیت ہوگی۔

(وَبَيْنَ حَمِيمٍ اَبٍ) اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں

مارحار (انتہائی گرم پانی احسن نے کہا النحاس انتہی حرا بے لپٹ کا کالا دھواں جو انتہا
درجہ کا گرم ہو۔ اور ایک قول ہے کہ آگ میں جلیں گے اور ان کے سروں پر انتہائی جلتا کھولتا پانی ڈالا
جائے گا جیسا کہ حم آلہ خان میں مذکور ہے۔ ثُمَّ صَبَّوْا فَوْقَ رَاسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ
اور ایک قول ہے کہ جب نار جہنم میں جل بھیں کہ فریاد کریں گے۔ تو انہیں جلتا کھولتا پانی پلایا جائے گا
فَبَايَ الْاَشِدَّاءُ بِمَا تَسْكُنُ مِنْهُ تَوْ قُمْ لِنَارِ رَبِّكِ كَوْنِي لَكُمْ نَارًا كَوْنِي لَكُمْ نَارًا
کفار کو نافرمانیوں کے نتیجہ کے طور پر پیش آنے والے عذاب سے آگاہ کرنا عظیم نعمت ہے۔
اور شکروں کے لیے دعوت مکرور نعمت ہے۔

بامعاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الرحمن پک

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
فِيهَا عَيْنٌ مُّجُتِبَاتٌ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
فِيهَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ رَّزْوَجٌ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
مُتَشَكِّبِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَاطُهَا مِنْ أَسَدٍ ۝

وَجَنَّاتٍ الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

فِيهِنَّ قُصُورٌ الطَّرِيقُ لَمْ يُطْمَسْهُمْ مِنْ أُنْثَىٰ
قَبْلَهُمْ وَلَا جِئَانٌ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

هَلْ جَبَلٌ أَعْزَمُ مِنَ الْإِبْرَاهِيمَ ۝

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

فَمَنْ ذُوْنَاهَا جَنَّاتٍ ۝

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہوئے سے
ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
بہت سی ڈالوں والیاں۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
ان میں دو چشمے بہتے ہیں۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
اور ایسے بھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استرقادیز

کا اور دونوں کے میوے اتنے چھلکے ہوئے کہ نیچے
سے چن لو۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ان بھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی
کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انہیں

ترچھوا کسی آدمی اور نہ جن نے۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
گویا وہ لعل اور مونگکا ہیں۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔
یہی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے
 نہایت سبزی سے سیاسی کی جھلک دے رہی ہیں
 تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے
 تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں
 تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی بھی
 تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 حدیں ہیں خیموں میں پردہ نشین
 تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور نہ کسی
 جن دنوں۔

تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھو تو اور منقش خوبصورت
 چاندنیوں پر
 تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
 بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو بڑی
 عظمت اور بزرگی والا ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 مَذَاهِقَ مَقْنَنَ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 فِيهَا عِشْبَانٌ خَضِرَةٌ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 فِيهَا قَاقِطٌ ذُو هَيْجَلٍ وَرَمَّانٌ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 فِيهَا خَيْرٌ مِّنْ حِجَابٍ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 مَخْرُوجٌ مَّقْصُودَاتٍ فِي الْغِيَامِ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 لَعَلَّيْتُمْ هُنَّ إِنْسُ قَبْلِهِمْ وَلَعَلَّيْتُمْ

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 مَتَكَبِّرِينَ عَلَى رُفُوفٍ خُضِرَ
 حِسَابِهِ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
 تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حل لغات رکوع سوم سورة الرحمن پ ۲

وہ اور
 جس سے کہہ لیے جو
 تہہ اپنے رب کے سامنے جنتیں۔ دو جنت ہیں
 دیکھا اپنے رب کی
 عافیت بڑا
 مقام کھڑے ہونے
 قیامی تو کونسی
 دوا تہہ دونوں باغ ہونگے آفتان۔ لمبے ڈالوں والے

مَقْصُودُتِ پَر دہ نشین فی بیچ

الاد۔ نعمت
رَبِّکُمَا اپنے رب کی

یَطْمِئِنُّنَّ جھوٹا ان کو
جانت کسی جن نے

لَا۔ تم
رَبِّکُمَا اپنے رب کی

دَفْرُفُ بھونے
حَسَنِ خوبصورت چاندنی پرفیائی۔ تو کو نشی

تَنکِذِ بِنِ جھٹلاؤ گے
تَدْوُکْ برکت والے

مَجْدَالِ عِظَمَت
مَی۔ صاحب

تَنکِذِ بِنِ جھٹلاؤ گے
خود۔ حوریں ہیں

لَیْقَامِ غیموں کے
فِیائی۔ تو کو نشی

تَنکِذِ بِنِ جھٹلاؤ گے
تو نہیں

قَبْلَمُ ان سے پہلے
و۔ اور

فِیائی۔ تو کو نشی
الاد۔ نعمت

مَتِکِیْنِ تکیہ لگائے ہوئے علی۔ اوپر
عَبْقَرِیٰ مَنقَشِ

و۔ اور
الاد۔ نعمت

اُسْمُ۔ نام
و۔ اور

رَبِّکُمَا اپنے رب کی
رَبِّکْ۔ تیرے رب

اَلَاکَرَامِ۔ بزرگی والے کا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع سوئم سورہ الرحمن پ ۲

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ ۝ اور جب اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے
جَنَّتْنِ ۝ سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔
فَبَايَ الْأَرْضِ كَمَا تُكَذِّبْنَ ۝ تو تم اپنے رب کی کوئی نعمت جھٹلاؤ گے۔
وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ ۝ اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اُس
کے لیے۔

مقام اہم مکان ہے۔ اور اس سے مراد قیامت کے روز وہ جگہ ہے جہاں حساب کے لیے مخلوق
کھڑی ہوگی۔ یا مقام مصدہ ممی ہے قیام کے معنوں میں اور فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی جو شخص اپنے رب
کے حضور محاسبہ سے ڈر گیا فتاوہ کا قول ہے کہ مومن اُس مقام سے خائف اور بے تکبریت کے ساتھ
اطاعت الہی میں راعی رہتے ہیں۔

(جَنَّتْنِ) دو جنتیں ہیں۔

جہاں کا کہنا ہے کہ ان دونوں جنتوں میں سے ایک تو اُس کی منزل اور دوستوں سے زیارت و
وملاقات کا محل ہے اور دوسری وہ منزل ہے جہاں اُس کے لیے بیویاں اور خدام ہوں گے۔
اور ایک قول ہے ایک جنت رب سے ڈرنے کا صلہ اور دوسری شہوات کے ترک کر دینی
جہاں مقابل کا قول ہے کہ ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو موقف حساب سے ڈر گیا اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اچھے
کاموں میں مشغول ہو گیا اور اطاعت الہی میں سرگرم رہا اور گناہ چھوڑ دیئے تو اُس کو دو باغ عطا کیے جائیں
گے۔ یعنی جنت میں اُس کو دو باغ عطا کیے جائیں گے ایک اُس کے فعل کا اندر ہو گا اور دوسرا اُس کے باہر ہو گا۔

بہت سی ڈالوں والیاں
تو اپنے رب کی کوئی نعمت جھٹلاؤ گے
ان میں دو چشمے بہتے ہیں
تو اپنے رب کی کوئی نعمت جھٹلاؤ گے

ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝
فَبَايَ الْأَرْضِ كَمَا تُكَذِّبْنَ ۝
فِيهَا عَيْنٌ تُجْرَيْنِ ۝
فَبَايَ الْأَرْضِ كَمَا تُكَذِّبْنَ ۝

(ذَوَاتَا أَفْنَانٍ) بہت سی ڈالودالیاں

صفة لجنات وما بدینہا یہ دونوں جنتوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کی توصیف افنان فن کی جمع ہے جس کے معنی نوع یا قسم کے ہیں اور عرفاً علم کے معنی لیے جاتے ہیں اس تقریر پر یہ مفہوم ہوگا ای ذواتا النوع من الاشجار والثمار یعنی وہ دونوں جنتیں مختلف یا قسم قسم کی درختوں اور پھلوں والی ہیں کبھی کا قول ہے کہ افنان فنن کی جمع ہے اور اسکی معنی نرم و نازک ٹہنیوں کے ہیں جس سے درختوں سے کہ ہر ٹہنی میں قسم قسم کے پھل یا میوے ہوں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے جس پروردگار کی پیدائش و تخلیق اس قدر جلیل و عظیم ہے اسکی تہذیب کرنا کیونکر قرین انصاف ہے لہذا بطور دعوت و رغبت ارشاد فرم رہے۔
(فِيهِمَا عَيْنَتَا تَجْرِيَانِ) ان میں دو چشمے بہتے ہیں۔

صفة اخرى لجنات یہ دونوں جنتوں کی ایک اور صفت ہے ای ف کل منہا عین تجری بالماء الزلال تسعی احدی العینین بالتسليم والآخری بالسلبیل وروی عن الحسن

یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک جنت میں ٹھڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ بہتا ہوگا ان دونوں چشموں میں سے ایک نام تسیم اور دوسرے کا سلبیل ہوگا اور جن سے مروی ہے علیہ عوفی کا قول ہے کہ اس سے مراد دو قسم کے چشمے ہیں جو ہر جنت میں رواں ہوں گے۔ ان میں سے ایک میٹھے پاک و صاف پانی کا اور دوسرا ایسی پاکیزہ شراب ناب کا جس میں پینے والوں کے لئے لذت کا سامان ہوگا یہ شراب ایسی ہوگی کہ نہ درد سر کا باعث ہوگا اور نہ ہی ہو اس و عقل میں فتور ڈالے جیسا کہ شراب دیتا میں ہوتا ہے ایک قول ہے کہ دونوں چشمے آب زلال کے جاری ہوں گے اور اہل جنت جہاں چاہیں گے خواہ جنت کے بلند یا نیش و ہوا مقامات پر ہوں وہیں پانی جاری دساری موجود پائیں گے۔ اور یہ چشمے مشک کے پہاڑ سے بہتے ہوں گے۔

(فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ) تو تم اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے یعنی پروردگار ہر دو عالم کی ان عظیم الشان نعمتوں کے باوجود بھی تکذیب کرتے ہو

دعوت فکر و قبول حق کے لئے ارشاد دکر ہے ۔
 فِيهِمَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَكَيْفَ زَوْجَيْنِ ۝
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
 ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا
 تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت
 جھٹلاؤ گے ۔

(فِيهِمَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَكَيْفَ زَوْجَيْنِ ۝) ان میں ہر چھل دو دو قسم کے
 صنعاں معروف غریب لعل معروفہ فی الدنیا اور طب
 و یابس ولا یقصر یا لبہ صت رطبہ فی الفضل والطیب
 یعنی دو قسم کے میوے ہوں گے جو عیب و غریب ہوں گے اور اہل جنت ان کو پہنچا
 نہ ہوں گے یا دو قسمیں ہوں گی ایک تر و تازہ اور دوسرے خشک اور سوکھے اور خشک
 کو تر اور تر کو خشک پر لذت و خوشبو (کھانے) میں ایک دوسرے پر کوئی برتری نہ
 ہوگی ۔

(فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝)
 نعمتوں کے ذکر کے ساتھ ارشاد دکر ترغیب و قبول حق کیلئے ہے
 مُتَكَلِّفِينَ عَلَىٰ غُرُوشٍ بَلَا تُسْمِنُهَا
 اور ایسے بھپوؤں پر تکبہ لگائے
 مِنْ اسْتَبْرَقَ ط قَحْنًا الْجَنِّينِ دَانِہ جن کا استرقنا دیز کا اور دونوں کے
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝
 جو بھولے ہوئے کہتے ہیں
 جن کو تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ
 گے ۔

(مُتَكَلِّفِينَ) تکبہ لگائے
 یہ اللہ تعالیٰ کے قول ولمن خاف العز سے حال ہے یعنی ان لوگوں کا ذکر
 ہے جو اللہ کریم کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے رہے اور جمع بطور رعایت معنی کے اور
 ایک قول ہے عامل محذوف ہونے کی تقدیر پر مفہوم یہ ہوگا ۔ اِی یَتَنَعَّمُونَ مُتَكَلِّفِينَ یعنی اس
 حال میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے کہ تکبہ لگائے ہوں گے ۔

(عَلَىٰ غُرُوشٍ بَلَا تُسْمِنُهَا مِنْ اسْتَبْرَقَ) ایسے بھپوؤں پر جن کے استرقنا دیز کے ہوں گے ۔
 بَلَا تُسْمِنُ بَلَنْ کی جمع ہے جسکی معنی میں پیٹ یا اندر دنی حصہ ابن مسعود کا قول ہے استبرق سے مراد ہے من دیباہ
 غنیمت دارم نرم ریشیں کہ طراپن عباس کا قول ہے جسے ابن جریر نے لعل کیا فاذا انظر اہر جب استرقا یہ حال ہے تو ابرہ
 کہتا ہوگا بسبحان اللہ

وَجَنَّا الْجَنَّتَيْنِ دَايِمًا ۝
اور دونوں کے میوے اتنے بھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو۔

جَنَا اسم ہے یا صفت مُشَبَّہ بِمَعْنٰی المَجْنُونِ، مراد درختوں کے میوے اور پھل جنہیں چنایا توڑا جاتا ہے۔

دَآئِ قَرِیْب نِیَالِہِ الْقَامُ وَالْقَاعِدُ الْمَصْطَبُ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے کے قَرِیْب ہو جائیں گے۔ یا انہیں کسی بھی حال میں توڑنا، چننا و شوار نہ ہو گا اہل جنت جس طرح چاہیں گے وہ قَرِیْب ہو جائیں گے یا بغیر تکلیف کے توڑ لیں گے۔

فَبَايَ الْاِثْرَ بَعَثَا
تَوْتَمِ اِنْهٖ رَدَّكَ رَكِي كُنْ سِي نَعْمَتِ كُو
تَكْدِي بِنِ . جھٹلاؤ گے ۔

ارشاد مکرر ترغیب و تشکر کیلئے ہے

ان بچھونوں پر عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں، ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاو گے۔

ان بچھونوں پر

فِيهِمْ قَصِيرٌ الطَّرْفِ
لَمْ يَطْمِثْهُ شَيْءٌ قَبْلَهُ
وَلَا جَانِبٌ . فَبَايَ
الْأَرْبَعَةَ تَكْدِيبِ .
فِيهِمْ

قرار کا قول ہے کہ ضمیر دونوں جنتوں کی طرف راجع ہے۔ اور ایک قول ہے جیسا کہ دونوں جنتوں سے یا مراد لیے ظاہر ہے ضمیر ان کے گھروں اور محلات کی طرف راجع ہے جیسا کہ جنتوں کے احوال میں مذکور ہوا ایک قول ہے یعود علی الفرض ضمیر بچھونوں کی طرف راجع ہے اور ابو حیان کا قول ہے کہ یہی درست اور باقرب ہے۔

قصرت الطرقت

وہ عورتیں کہ شوہر کے سوا کسی کو انکھانٹھا
کر نہیں دیکھتی۔

یعنی ایسی عورتیں جو صرف اپنے شوہر کو
دیکھیں گی اور ان کے علاوہ کسی کو آنکھ اٹھا

أَيُّ نِسَاءٍ يَقْصُرُ أَبْصَارُهُنَّ
عَلَىٰ أَرْوَاجِهِنَّ لَا يَنْظُرْنَ

الْحِیَ غَیْبِ هُمْ

کرم بھی نہ دیکھیں گی۔

ابن مردودہ جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے ضمن میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”لَا یَنْظُرُ إِلَّا الْحِیَ“ اور جو وہیں وہ عورتیں اپنے شوہروں کے سوا کسی کو نہ دیکھیں گی۔ اور روایات میں ہے کہ جنتی عورتیں اپنے شوہروں سے کہیں گیں مجھے عظمت و اجلال دے لے پروردگار کی قسم جنت میں کوئی شے بھی مجھے آپ سے بڑھ کر اچھی نہیں دکھائی دیتی تو اس پروردگار کے لئے ستائش ہے جس نے تمہیں میرا شوہر بنایا اور مجھے تمہاری زوجہ بنایا

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِلٰلَہُ قَبْلَهُمْ
وَلَا جَانٌ
نہ ان سے پہلے انہیں نہ چھوا کسی آدمی اور نہ جن نے

قال ابن عباس لم یقتضیٰ قبل ازواجہن النس ولا جان
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان سے ان کے شوہروں سے پہلے کسی انسان اور نہ ہی جن نے ان سے مباشرت کی ہوگی اور اس میں اشارہ ہے کہ کھٹکی کی ضمیر ان کے شوہروں کے لئے ہے اور اس پر ”فَصِلَتْ اِلَیْہِمْ“ بھی ہے
وال ہے۔

وقیل ان التعبير بہ لا یشارة الی انہن

یوجدن ابکاراً کلما جو معن

اور کہا گیا اس کی تعبیر یہ ہے جو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب بھی جنتی شوہران ہی بی بیوں سے مجامعت کریں گے انہیں باکرہ پائیں گے اور طہت (خروج وقت جماع باکرہ عورت کا پردہ بکارت زائل ہونے پر خون کا نکلنا) کی نفی انسانوں اور جنوں سے ظاہر ہے اور حمزہ بن حبیب کا قول ہے کہ جنوں کے لئے جنت میں فَصِلَتْ اِلَیْہِمْ ان کی اپنی جنس سے جن عورتیں ہونگی اور انسانوں کے لئے ان کی تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ انسانی عورتوں سے کسی انسان نے اور جنی اور عورتوں سے کسی جن نے ان کے شوہروں سے پہلے انہیں

نہ چھوڑا ہوگا اور طبری نے نقل کیا ہے کہ آیا وہ عورتیں حور ہوں گی یا انسانی عورتیں اور یہ امر یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں انسانوں کیلئے ان کے ہم شکل حوریں پیدا فرمائے اور بعض نے کہا انسانی عورتیں جنت میں ایک نوع ہونگی اور حوریں دوسری نوع اور جو بھی جنی عورتیں ایک نوع اور حوریں دوسری نوع اور ہر نوع اسکے ہم شکل وہم جنس کو عطا کی جائے گی یعنی انسانوں کو انسانی عورتیں اور حوریں اور جنوں کو جنی عورتیں اور حوریں اور ان دونوں مشترک نوعوں کو ان کے جنتی شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہوگا عینی نے شرح بخاری میں امام ابو یوسف، امام محمد بن ابی لیلیٰ اور امام انطالی رضی اللہ عنہم اور اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ جنات اطاعت پر ثواب دیئے جائیں گے اور معصیت پر عقوبت پائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ بھی قیامت کے دن انسانوں کی طرح ہوں گے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے تین روایتیں ہیں۔

اول یہ کہ جنات کے لیے ثواب نہیں ہے مگر یہ کہ آگ سے نجات پائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ دوسرے حیوانات کی طرح مٹی ہو جاؤ۔
دوم بے شک وہ اہل جنت سے ہیں اور ان کے لئے ثواب اس سے زائد نہ ہوگا کہ ان وہ جنت میں داخل ہوں۔

سوم توقف ہے۔

کروری نے کہا ہے کہ اکثر روایات اور ابی اسحق بن الصغار کے فتاویٰ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ جنات، نہ جنت میں ہوں گے اور نہ ہی دوزخ کی آگ میں انہیں اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ اور علماء کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ جنات جنت کے بعض بعض حصوں یا درمیانی حصوں یا فیصل یا گرد و نواح یا بڑے درختوں میں ہوں گے اور ایک قول ہے کہ جنات ہی اصحاب الاعراب ہیں اور خاک سے مروی ہے کہ جنات کو خاص ذکر و تسبیح الہام ہوگی تو وہ اس سے لذت پائیں گے اسی طرح جس طرح نبی آدم جنت میں جنت کی نعمتوں سے مزہ پائیں گے اور جنات کے دخول جنت کے مسئلہ پر ایک قول ہے کہ ہم جنت میں انہیں دیکھیں گے لیکن جنات ہمیں (انسانوں) کو نہیں دیکھیں گے اور دنیا کے احوال کا عکس ہوگا یعنی دنیا میں ہم انہیں

نہیں دیکھتے تھے جبکہ وہ ہمیں دیکھتے اور جنت میں وہ ہمیں نہیں دیکھیں گے اور ہم
انہیں دیکھیں گے واللہ اعلم

فَبِآيٍ الْآلَاءِ رَبِّكُمَا تَوَپَنے پروردگار کی کونسی نعمت
تکذیب کے۔ جھٹلاؤ گے۔

دنیا میں بھی عورتوں کی تخلیق تسکین و راحت کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے
لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا أَوْرَثِكُمْ بَاحِيًا، وفا شعار عفت مآب بیوی دنیا میں جنت ہے
اور عظیم نعمت ہے اور جنتی عورت تو جنتی عورت ہے وہ اپنے شوہروں کے لئے
آنکھوں کی ٹھنڈک اور ایسا باعث تسکین و راحت ہوں گی کہ چشم تصور میں ممکن
نہیں ایسی عورتوں کا ذکر کر کے قبول حق اطاعت و فرماں برداری کی طرف رغبت
دلائی گئی ہے اور ارشاد مکرر ہے کہ کیا تمہیں اس امر کی نعمت عظمیٰ ہونے سے انکار ہے؟
کَا تَهْتَبُ الْيَاقُوتُ
گو یا وہ لعل اور مونگا نہیں۔

وَالْمَرْجَانُ
فَبِآيٍ الْآلَاءِ رَبِّكُمَا تَوَپَنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ
تکذیب کے۔ جھٹلاؤ گے۔
کَا تَهْتَبُ الْيَاقُوتُ
گو یا وہ لعل اور مونگا نہیں۔
وَالْمَرْجَانُ

یا تو یہ قصرِ الطروف کی صفت ہے یا ان کی جیسا کہ پہلے گزرا انکی
حالت و کیفیت ہے یعنی یاقوت و مرجان کے ساتھ تشبیہ و مشابہت ہے قتادہ سے
مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس آیت میں عورتوں کو یاقوت کی صفائی اور موتیوں
کی سفیدی سے تشبیہ دی گئی ہے اور ایک قول ہے کہ چہرے کی سرخی میں یاقوت
سے اور چہرے کی سفیدی میں چھوٹے چھوٹے چمکدار موتیوں سے (مرجان سے ملتی
جلتی ہوں گی اور قتادہ سے مروی ہے کہ خوش رنگی و صفائی میں یاقوت کی مثل اور
سرخی میں مرجان کی مانند ہوں گی حاکم و بہقی نے ابی سعید سے روایت کی ہے کہ سرور

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری کے اٹھائے... کے ضمن میں فرمایا، جب جنتی مرد و عورت جنت (جنتی عورت) کے چہرے میں اس کے رخسار کو دیکھے گا تو وہ شیشے سے زیادہ شفاف و صاف ہوگا اور اگر وہ عورت ادنیٰ موتی پہنے ہوگی تو اس سے مشرق و مغرب کے درمیان بھی روشن چمک اٹھیں گے اور اگر اس کے بدن پر ستر چڑھ ہوں تو نگاہ ان میں سے گزر کر اس عورت کے پنڈلی کے گودے تک کو دیکھ لے گی، اور ایک روایت میں ہے کہ پنڈلی کا مغز اس طرح نظر آتا ہے جس طرح آبگینہ کی صراحی میں سرخ شراب نظر آتی ہے۔ یعنی صفائے بدنی کی کیفیت ہوگی۔

خَبَاكِتُ الْاِذْنَ يَكْمَا تُوَپِنِي بِرَدِّكَ اَرْكَى كُونِ سِي نَمْتِ شَكَّ بَنِي كَوْجْثَلَا وَكْ

اس شان کی عورتیں اہل جنت پر عظیم انعام ہے اور منکروں کے لئے عسروں و حسرت، عذاب و عتاب کہ ہر لحظہ خرابی پر خرابی ان کو دعوت و فکر و رغبت مکرر ہے۔

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ خَبَاكِتُ
اِذْنَ يَكْمَا تُوَپِنِي بِرَدِّكَ
اَرْكَى كُونِ سِي نَمْتِ
شَكَّ بَنِي كَوْجْثَلَا وَكْ

نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی
تو اپنے رب کی کون سی نعمت
جھٹلاؤ گے۔

نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر
نیکی

جو مضمون پہلے گزرا اسی کو دہرایا گیا ہے یعنی عمل میں احسان کا صلہ ہی ہے کہ اسے ثواب میں احسان عطا ہو۔

وقیل الموائد ما جزاء التوحید الا الجنة اور کہا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے توحید پر ایمان لانے کی جزا جنت کے سوا اور کیا ہے، یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی اسکی جزا آخرت میں اللہ کا احسان ہے جو حصول جنت و نعمت جنت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حوالا لا الا اللہ کا قائل ہے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنے والا ہو اس کے لئے

جزا جنت ہے۔ قَيَّاتِ الْاٰلِیْنَ بِکَمَا
تُوپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو
بھٹلاؤ گے۔

اہل ایمان کے ساتھ وعدہ احسان کا ذکر عظیم نعمت ہے جس سے مومنوں کے دلوں
کو خوشی اور راحت ملی اور کفار پر واضح کیا ہے کہ جس طرح ایمان و طاعت کا ثمرہ بصورت
احسان جنت ہے یونہی کفار و منکرین کے کفر و طغیان کا بدلہ خسار و ہلاکت اور دوزخ
ہے تو کیا اور اس دنیا میں اُس کی اطلاع نعمت بالائے نعمت ہے تو کیا کفار کو پھر بھی
انکار ہے۔

وَمِنْ دُورِهِمَا
جَنَّاتٍ

قَيَّاتِ الْاٰلِیْنَ بِکَمَا
تُوپنے پروردگار کی کون سی
نعمت کو بھٹلاؤ گے۔
اور ان کے سوا دو جنتیں
اور ہیں۔

مبتدا اور خیر ہے یعنی ان دو جنتوں کے علاوہ (وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ
رَبِّهِ جَنَّاتٍ) قد و منزلت کے لحاظ سے دو اور جنتیں بھی ہیں ابن زید اور اکثر
علمائے کرام نے کہا ہے کہ پہلی دو جنتیں دجن کا ذکر پہلے ہوا، سابقین (اسلام میں سبقت کرنے
والوں) یا نیکیوں میں سبقت کرنے والوں) کے لئے ہیں اور یہ دونوں جنتیں دائیں ہاتھ
والوں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جاتیں گے۔

سادہ متذکر مومن کے لئے ہیں، ابن جریر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بروایت
ابو موسیٰ اس آیت کے ضمن میں نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں
سونے کی ہیں جو مقربین کے لئے ہیں (مہاجرین و انصار یا سبقت فی الاسلام والے) اور دو جنتیں چاند
کی ہیں۔ جو دائیں جانب والوں کے لئے ہیں حسن کا قول ہے پہلی دونوں سابقین کے لئے اور دوسری
دونوں تابعین کے لئے ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ پہلی دونوں اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے
اور یہ دونوں انکے اہل و اولاد کے لئے ہوں گی جو ان کے ساتھ آئیں گے اور ایک قول ہے کہ پہلی دونوں

جنتیں سونے چاندی کی اور یہ دونوں باقوت و زیرِ جلال ہوں گے۔
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ
 تو تم اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

حب سابق ارشاد مکرر ہے۔
مُدَّهَا مَّتْنَبُ
 نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

مُدَّهَا مَّتْنَبُ۔ نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔
 یہ دونوں جنتوں کی صفت ہے طہرائی میں ہے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ **مُدَّهَا مَّتْنَبُ** سے کیا مراد ہے۔ توارش و فرما یا بخضر اوان نہایت سرسبز شاخاں مجاہد و عکرمہ اور عطار سے بھی یہی منقول ہے۔

مُدَّهَا مَّتْنَبُ الذہبہ سے ہے اور الذہبہ اصل میں کہتے ہیں جیسا کہ رغب کا قول ہے رات کی سیاہی کو اور جس کے ہاتھ گھوڑے کی سیاہی کو تعبیر کرتے ہیں اور الذہبہ سے اس سرسبزی کو تعبیر کرتے ہیں جسکی رنگت کامل ہو جاتی ہے۔ یا جس طرح ان سبزیوں سے مراد لیتے ہیں۔ جو ابھی رنگت میں کامل و تمام نہ ہوں مدھام بر وزن مفعال ہے اور مدھام کہتے ہیں۔
اِذَا اسودا و اشدت خضرته جب کوئی سبزی پام سبزی نہایت کو پہنچ کر سیاہی مائل ہو واضح مفہوم ہے کہ یہ دونوں جنتیں خوب سرسبز و شاداب ہوں گی۔ اور سبزی و غیرہ کی کثرت و بہتات ہوگی۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ
 تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

جیسا کہ پہلے گزرا، ارشاد مکرر ہے۔
فِيهَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتْنِ۔ ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے
فِيهَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتْنِ۔ ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے
 فوار تان بالماء علی ما هو الظاهر وفي البحر النضع فوار تان الماء

پانی کے دو چشمے جیسا کہ ظاہر ہے اور بحر میں ہے النضج سے مراد پانی کے دو چشمے ان چشموں
 میں پانی کے دو چشمے جاری ہونگے اور چشموں کا پانی جب تیزی سے اچھلتا ہے اور بلند ہو کر
 گرتا ہے تو اس کے قطرے موتی کے دانوں کی طرح برستے نظر آتے ہیں جس سے چشموں کا حسن
 ودھالا ہو جاتا ہے اور یہ امر چشموں کے بارے میں معروف اور مشاہدہ ہے ابن ابی حاتم نے
 اس سے روایت کی ہے کہ جن میں ان دونوں چشموں سے مشک و عنبر کی بارش ہوگی جس طرح دنیا
 میں مینہ برستا تھا۔

فَبَايَ الْأَئِمَّةَ رَيْكَمَا
 تَكْذِبُ بَلْبٌ
 ارشاد مکرر ہے

ان میں میوے کھجور
 اور انار ہیں

تو اپنے پروردگار کی کون سی نعمت
 جھٹلاؤ گے۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَتَخْلُ

قُرْمَاتٌ

فَبَايَ الْأَئِمَّةَ رَيْكَمَا
 تَكْذِبُ بَلْبٌ

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَتَخْلُ قُرْمَاتٌ
 فاکہ پر آخری دونوں عطف ان کی فضیلت کے بیان کیلئے ہے جس طرح جبریل و میکائیل

علیہما السلام کا عطف فرشتوں پر فضیلت کے اظہار کیلئے ہے حرف عطف مغایرت پر دال ہے
 جس کا مطلب ہے کہ کھجور اور انار فواکہ (میوے) سے بالکل الگ شے ہیں اور وہ فاکہ میں داخل ہیں امام
 ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ پھل دفاکھہ نہیں کھائے گا تو وہ
 انار اور کھجور کھالے وہ ہرگز قسم توڑنے والا نہ ہوگا۔ اور صاحبین نے اسے حانت ہی قرار دیا
 کیونکہ جنت کی کھجور اور اس کے انار اس کے علاوہ کوئی اور پھل ہیں جسے ہم نہیں جانتے یا پہچانتے
 ابن ابی حاتم اور ابن عساکر بوسید سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نَظَرْتُ إِلَى الْجَنَّةِ فَنَادَا الرِّمَانَةَ مِنْ
 رِمَانِهَا كَشَلِ الْبَعِيرِ الْمُفْتَبِ، میں نے جنت تو دیکھا

تو اس کے اناروں میں سے ایک انار کو اونٹ کے بالان کی طرح دیکھا ابن عباس سے مروی ہے جنت میں شجر خرما کا تناسبز مرد کا اور پتے طلاء سرخ کے ہوں گے اور اس کے پھلکے سے اہل جنت کی پوشاک تیار ہوگی اور پھل ٹٹکے کی طرح ہوں گے رنگت میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے بڑھ کر شیریں اور مکھن سے زیادہ نرم اور بغیر گٹھلی کے ہوں گے ابو سعید خدری کی روایت میں ہے کہ جڑیں اور تنے چاندی ہوں گے۔

واقعہ مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں جنتوں میں پھلوں بہتات و کثرت ہوگی اور ہر قسم کے برے اہل جنت کیلئے مہیا ہوں گے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُونَ
تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

نعماء جنت کا ذکر فرما کر بطور ترغیب ارشاد مکر رہے۔
فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ
ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبُونَ
تو تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ
ان میں یعنی ان دونوں جنتوں میں ابن عمرو سے مروی ہے کہ خیرات خیرات یا فتح کے ساتھ گویا کہ وہ جمع ہے خائرة کی جس طرح فعلیہ کے وزن پر جمع کرتی ہے ابن مقم نے خیرات کو یا کی تشدید سے پڑھا ہے خیرات اور شاید اسکی اصل یہ اسم تفضیل ہے کہ وہ جمع نہیں آتا خصوصاً جب نکرہ ہو ابو حیان کا قول ہے کہ خیرۃ کی جمع ہے ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ خیرات سے مراد الاخلاق ہیں یعنی اچھی اور نیک عادتیں حِسَانٌ قتادہ سے مروی ہے حِسَانٌ کا مطلب ہے الوجو کا چہرہ یعنی اچھی صورتیں۔

ایک اور قول ہے اِحْسَانُ الْخَلْقِ وَالْخُلُقِ
عادت کی نیک صورت و شکل اچھی۔

واقعہ مفہوم یہ ہے کہ ان جنتوں میں اہل جنت کے لئے ایسی عورتیں ہوں گی جو ایک طرف حسن صورت کی حامل ہوں گی دوسری طرف خصلت و عادات کے لحاظ سے نیک الطوار ہوں گی۔

تو تم اپنے پردہ نگار کی کون سی نعمت
بھٹلاؤ گے۔

فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ رَبَّكُمْ
تُكَدِّبُونَ

یا شکاری مکتے ہے

حوریوں پر یہ خیموں
میں پردہ نشین۔

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ

فِي الْخِيَامِ

فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ رَبَّكُمْ

تُكَدِّبُونَ

تو اپنے رب کے کون سے
نعمت بھٹلاؤ گے۔

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ (حوریں) سے بدل ہے اور اس کی جمع حوراء اور یونہی

اسکی جمع احور ہے والمراد بعض اور اس سے مراد سفیدی یا گوری رنگت ہے ابن المنذر
نے ابن عباس سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یونہی روایت کی ہے ابن الاثیر کا
قول ہے الحوراء هم الشديدة بياض العين الشديدة لا
سواد لها حورا وہ عورت ہے جسکی آنکھوں کی سفیدی خوب سفید اور
سیاہی خوب سیاہ ہو۔

مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ خیموں میں پردہ نشین ای

مخدرات یعنی پردے میں چھپی رہنے والیاں بقال امرأة

قصيدة ومقصورة اي مخدرة ملازمة

لبیتا لا تطوفن في الطرق، جیسا کہ کہا جاتا ہے پردہ نشین

اور خانہ نشین عورتیں یعنی ایسی عورتیں جو اپنے گھروں ہی میں ٹھہریں اور راہوں پر نہ گھومیں

ابن جریر سے منقول ہے کہ مقصورات کا معنی ہے فُتُوْنٌ وَابْصَارٌ

هُنَّ وَنَفُوسُهُنَّ عَلَى أَنْوَاجِهِنَّ۔ ان عورتوں کے

دل اور انکی آنکھیں اور ان کے نفوس فقط ان کے شہروں پر منحصر ہیں خیام خیمہ کی جمع

ہے اور مقصورات سے متعلق ہے اور بحر میں ہے بہت من خشب و تمام و سائر الخیش

واذا كان من شجر فهو بيت ولا يقال له خيمه ایا گھر جو لکڑی اور سوکھی گھاس اور انجور کی پیل

سے سارا ڈھکا ہوا اور جب بانوں سے پتوں سے بیلوں سے بنا ہو، تو وہ بیت (گھر)

کہلاتا ہے اور اسے خیمہ نہیں کہا جاتا اور ایک قول ہے والخيام هنا بيوت

من لولو اور خیام سے یہاں مراد موتی کے بنے ہوئے گھر ہیں بہیتی نے روایت کیا ہے خیمہ ایک اندر سے خالی موتی کا ہوگا جس کا بطن جو ایک فرسخ مربع ہوگا اور اس کے کوڑھسوں کے ہوں گے جن کی تعداد چار ہزار ہوگی ایک قول ہے کہ خیمہ ایک ہی موتی کا ہوگا جس میں موتیوں کے ساختہ ستر دروازے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے خیموں سے باہر نہیں نکلتیں یہ ان کی شرافت و کرامت و طہارت

فَبَايَسَ الْآلِ زَيْدِيكُمَا
تُتَكَلَّبُ بَنِيهِ

ارشاد مکرر ہے

ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا
کسی آدمی اور جن نے
تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ
قَبْلَهُمْ وَلَا جَانِبَهُ
فَبَايَسَ الْآلِ زَيْدِيكُمَا
تُتَكَلَّبُ بَنِيهِ

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِلَّا شَرُّهُنَّ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانِبَهُ

ان سے پہلے انہیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور جن نے۔

طہر کے معنی خون یا حیض کے ہیں اس پر تفصیل بحث فیہن قصرت
الطرف الخیر کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔

واضح تفسیر یہ ہے کہ جنتی مردوں سے پہلے ان عورتوں کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو
گا۔ یعنی جن و انس میں سے کسی نے ان پر تصرف نہ کیا ہوگا۔

فَبَايَسَ الْآلِ زَيْدِيكُمَا
تُتَكَلَّبُ بَنِيهِ

تو تم اپنے پروردگار کی کون
سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ارشاد مکرر ہے

تکبہ لگائے ہوئے سبز بھونوں
اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر

مُتَكَلِّمِينَ عَلَى
أَرْوَاقِ خُضْرٍ

عَلَى حُجْرٍ جِسْتَانٍ
فَبَايَسَ الْآلِ زَيْدِيكُمَا

چاندنیوں پر
تو اپنے پروردگار کی کون سی

تُتَكَلَّمُ بِهَا
نعمت جھٹلاؤ گے۔
تیکہ لگائے ہوتے دونوں جنتوں کے ذکر کے ساتھ ضمیر

اہل جنت کی طرف دلالت کر رہی اور مطلب یہ ہے کہ ان جنتیوں والے اس حالت میں نعمتوں سے نوازے جائیں گے یا انہیں تمثیلی عطا ہوں گی جبکہ وہ تیکہ لگائے آرام کر رہے ہوں گے۔

رَفْرَفٌ یا تو اسم جنس ہے یا اسم جمع ہے جس کا واحد رَفْرَفَةٌ ہے خضر وصف ہے رفرف کا، خضر کے معنی سبز رنگ کے ہیں اور راعب کا قول ہے ضَرْبٌ مِنَ الثَّيَابِ مُشَبَّهَةٌ بِالرِّيَاضِ ایک خاص قسم کے کپڑے کا بیان ہے جو باغ سے مشابہ ہوتا ہے۔

سید ابن جبیر کا قول ہے الرَفْرَفُ رِیَاضُ الْجَنَّةِ رفرف جنت کی کیاری ہے (باغ ہے) حسن کا قول ہے ”رَفْرَفٌ خَضِرٌ“ سے مراد سبز بچھونے یا سندیں ہیں۔

(وعبقری) هو منسوب الى عبقر تزعم العرب اسم بلد الجن فينسبوا اليه كل عجيب و غريب من الفرش وغيرها فعننا الشئ عجيب النادر

وہ (عبقری) عبقر کی طرف منسوب ہے اہل عرب گمان کرتے تھے کہ یہ جنوں کے شہر کا نام ہے تو وہ ہر عجیب و غریب شے کو خواہ وہ بچھونے سے متعلق ہوتی یا اس کے علاوہ اسی کی طرف منسوب کرنے لگے تو عبقری کے معنی ہیں ایسی شے جو عجیب اور نادر ہو حسان عبقری کی صفت ہے یہی نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ عبقری حسان سے مراد خوبصورت بچھونے ہیں اور فیتیہ کا قول ہے منقش یا نقاشی والے دبیر ریشی کپڑے کو عبقری کہتے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت تکیوں پر آرام کرتے ہوں گے اور عیش کریں گے انہیں ایسے بچھونے میسر ہوں گے جو خوبصورت، منقش اور سبز رنگ کے نفیس ہوں گے۔ ان بچھونوں پر آرام کرتے ہوئے انہیں ہر قسم کا عیش و تنعم حاصل ہوگا۔

فَبَايَ الْآدِرَ رَبِّكُمَا
مُكَدِّبِينَ
تو تم اپنے پروردگار کی کون سی
نعمت جھٹلاؤ گے۔
ارشاد مکر رہے

تَبَارَكَ اسْمُ
رَبِّكَ ذِي
الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
بڑی برکت والا ہے
تمہارے رب کا نام
جو عظمت بزرگی والا

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ
بڑی برکت والا ہے تمہارے رب
کا نام۔

وقیل: الاسم بمعنى الصفة لاقتها على
موضوعها اور کہا گیا ہے کہ اسم صفت کے معنی میں ہے کیونکہ وہ موصوف
کی عظمت پر علامت ہے۔ اور ایک قول ہے۔
”هُوَ بِمَعْنَى الْمَسِي“ وہ مسی کے معنی پر ہے یعنی پروردگار کا نام
جو اس کی عظمت ذات پر دلالت کرتا ہے۔ بڑا برکت والا ہے جب عظمت اسم
رب یہ ہے تو ذات پاک کی عظمتوں کی کیا شان ہوگی ظاہر ہے مخلوق کے حیطہ علم و
ادراک سے ماوراء ہے اور سمجھی کہہ سکتے ہیں۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ
وَسُبْحَانَ اِلَٰهِي اِلَٰهَ اِلَٰهٍ لِّلَّهِ حَدِيث شَرِيف میں وارد ہے
”تَعَالَى اسْمُهُ“ پروردگار کا نام بزرگی والا ہے۔

اور یہاں ایک معنی یہ بھی ہے کہ چونکہ سورۃ مبارکہ کے اسم
الرَّحْمٰن سے شروع ہوئی اسلئے اس کا نام ہی جلیل و بزرگ ہے۔
جس نے تمام امور کی خبریں دی جو آخرت میں جن وانس کو پیش آنے والی ہیں۔
اور اہل ایمان کی ذکرِ نعمت جنت سے تسکین و ترغیب فرمائی اور منکروں کو عذاب و عنت
کی ہولناکیوں کے بیان سے قبول کی طرف دعوت دی اور یہ اس کی نعمت ہے۔
جس کا انکار کیسے ممکن ہے۔

ذی الجلال والاکرام

عظمت اور بزرگی
والا

یہ پروردگار جل و علا کی صفت ہے اور ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا -
یا ذا الجلال والاکرام کا ہمیشہ ذکر کرتے رہو یہ اسم اعظم بھی کہا گیا ہے اور قبولیت دعا کے لیے حتمی اثر رکھتا ہے -

بجلا تعالیٰ آج سورۃ الرحمن
کی تفسیر تمام ہوئی -

۳ اگست ۱۹۸۸ء بمطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

سورہ واقعہ

یہ سورہ مبارکہ مکہ ہے جیسا کہ امام بیہقی نے الدلائل وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور بعض نے "ثلثہ من الادلین ... آخرین" ان آیات کا استثناء کیا ہے اس میں چھیا نوے آیات اور تین رکوع، قراء مجاز و شام کے نزدیک آیات کی تعداد ۹۹ ہے۔ جب کہ قراء بصو کے نزدیک قطعہ ۹۷ ہے۔ لیکن قراء کوغہ کے نزدیک سورہ مبارکہ کی آیات ۹۶ ہے، سورہ واقعہ اور سورہ رحمن دونوں جڑواں یا متحد (برادرات) سورتیں ہیں۔ اس لیے ان دونوں کے مضامین میں خوب مماثلت و مشابہت ہے۔ جیسے قیامت اور جنت و دوزخ کے حالات و تذکار اور بعض نے کہا کہ دونوں سورتوں کے مضامین کی ترتیب پہلی کے برعکس ہے۔ یعنی سورہ رحمن میں اول ذکر قرآن، پھر شمس و قمر، نباتات پھر تخلیق جن والنس پھر قیامت اور دوزخ کا بیان، پھر جنت کی توصیف ہے۔ جب کہ سورہ واقعہ میں ابتدا ذکر قیامت سے ہے، پھر جنت و دوزخ کی توصیف ہے۔ پھر تخلیق انسانی، نباتات پانی، آگ اور ستاروں کا ذکر ہے۔ البتہ سورہ رحمن کے پیرنگس یہاں شمس و قمر کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے ہر شب سورہ واقعہ پڑھی اسے کبھی بھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ ابن

عسا کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت مرفوعہ نقل کی ہے۔ اور ابن مردودہ نے بواسطہ انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا سورۃ واقعہ تو گمری (خوشحالی) کی صحت ہے تو تم اسے تلاوت کیا کرو اور اسے اپنی اولاد کو سکھاؤ اور علی نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعہ روایت کی ہے اپنی عورتوں کو سورۃ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۃ مبارکہ مٹنی کرنے والی ہے۔

سورۃ الواقعہ مکیہ

اس سورت میں تین رکوع اور چھیانوے آیات اور تین سو اٹھتر کلمے اور ایک ہزار سات سو تین حروف ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الواقعہ پ ۲

جب ہو لے گی وہ ہونے والی۔
اس وقت اس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش
نہ ہوگی۔

کسی کو لپست کرنے والی کسی کو بندی دینے والی
جب زمین کلپنے کی تھر تھر کرے۔
اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چوراہوں پر۔
تو موجائیں گے جیسے رزن کی دھوپ میں غبار کے
باریک ذرے پھیلے ہوئے۔

اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔
تو دامنِ طرف والے کیسے دامنِ طرف والے۔
اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔
اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ
لَیْسَ لَوْفِعَتِهَا کَاذِبَةٌ

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ
اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًا
وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًا
فَكَانَتْ هَبًا مُّنبَثًّا

وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلَاثَةً
فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ لَهُ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ
وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ لَهُمَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ
وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ

وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

چین کے باغوں میں

انگوں میں سے ایک گروہ

اور پھیلوں میں سے تھوڑے

جڑ اوتختوں پر ہوں گے

ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے

انکے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے

کوزے اور آفتابے اور جام اور آنکھوں کے سامنے

بہتی شراب۔

کہ اس سے نہ نہیں درد سر ہوں نہ ہوش میں کوئی

فرق آئے۔

اور میوے جو پسند کریں

اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔

اور بڑی آنکھ والیاں جو ہیں۔

جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔

صلہ ان کے اعمال کا۔

اس میں تہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہ گاری

ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

اور داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے

بے کانتوں کی بیڑیوں میں۔

اور کیلے کے گچھوں میں۔

اور ہمیشہ کے سائے میں۔

اور ہمیشہ جاری پانی میں۔

اور بہت سے میووں میں۔

جو نہ ختم ہوں نہ روکے جائیں

أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝

ثَلَاثَ مَنَ الْأُولَىٰ ۝

وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝

عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۝

مُتَكَبِّرِينَ عَلَيْهَا مُتَقَبِّلِينَ ۝

يُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانٌ تَحْدُدُونَ ۝

بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝

لَا يَصُدُّ عَنْهَا وَلَا يَنْزِفُونَ ۝

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝

وَحُورٌ عِينٌ ۝

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝

جَزَاءً لِّبَنَاتِكَ لَوْ يَعْلَمُونَ ۝

لَا يَمْنَعُونَ فِيهَا الْغَوَا وَلَا تَأْنِيَهُنَّ ۝

الْأَقْبِلَاسَ سَلَامًا سَلَامًا ۝

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝

وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝

وَقَطْرِ مَسْدُودٍ ۝

وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝

لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝

اور بلند بچھوٹوں میں۔
 بیشک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا۔
 تو انہیں نبایا کنواریاں اپنے شوہر پر پیاریاں
 انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں۔
 داسنی طرف والوں کے لیے۔

وَفَرَّشْنَ مَرْفُوعَةً
 إِنَّا أَنشَأْنَهُنَّ إِنْسَاءً
 فَبَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا
 عَمَّيًّا أَتَرَبَّاهُ
 لَا مَغْهَبَ الْيَمِينِ

حل لغات رکوع اول سورة الواقعة پ

اذا جب	وقعت ہوئے گی	الواقعة ہونے والی	کیسے نہیں کوئی
یوقعتها۔ اس کے ہونے کو	کاذبہ بھٹلانے والا	خافضة نیچا کرنے والی	رافعة بلند کرنے والی
اذا جب	رجت کلنے کی	الارض زمین	رجا تھرتھرا کر
و۔ اور	بست ریزہ ریزہ ہو جائیں	البحال پہاڑ	بسا چورا ہو کر
فكانت۔ تو ہو جائینگے	هباء غبار	منشأ پھیلا ہوا	و۔ اور
کتم ہو جاؤ گے تم	انوا جا۔ گروہ	ثلثة تین	فاصحب۔ تو دہیں
المیمنة جانب والے	ما کیا میں	اصحب وائیں	المیمنة جانب والے
و۔ اور	اصحب بائیں	المشمة جانب والے	ما کیا میں
اصحب بائیں	المشمة جانب والے	و۔ اور	السبقون۔ آگے آنیوالے
السبقون۔ آگے آنیوالے میں	اولئک۔ یہی لوگ	المقربون۔ مقرب ہے	فی۔ بیچ
جنت جنت	النعیم۔ نعمت والی کے	ثلا۔ ایک گروہ	من الاولین۔ پہلوں سے
و۔ اور	قلیل۔ تھوڑے	من الاخرین۔ پھلوں سے	علی۔ اوپر
سرور تھوڑوں	مؤمنونہ بڑاؤ کے	متنبین۔ تکیہ لگاتے ہونگے	علیہا۔ اس پر
متنبین۔ آنے سامنے	بطوف پھریں گے	علیہم۔ ان پر	ولکان۔ لڑکے
مخلدات۔ ہمیشہ رہنے والے	باکواب۔ کوزے	و۔ اور	ابادین۔ آفتابے
و۔ اور	کاسی۔ جام	من معین۔ خالص شریک کے	لار۔
یصلحون۔ سرور کیے جائیں		عہا۔ اس سے	و۔ اور

لَا تَذَرُ
 فَالْكَهْفَةِ مَيَّوَعٍ
 لَحْمٍ غُوشَتٍ
 وَ- اور
 أَلَاؤُكَ مَوْتِي
 كَانُوا تَحْتَهُ وَه
 فِيهَا- اس میں
 تَأْتِيَا كَنَاهُ كِي بَاتٍ
 سَلَامًا- سلام
 مَا- کیا ہیں
 سِدَارِ سِرِّي
 مَنُفُودَةٍ تَبْتِ
 وَ- اور
 فَالْكَهْفَةِ يَحِلُّ
 وَ- اور
 خَرَشٍ بَجْهَوْنِ
 اَشْشَانِ اُتْهَيَا
 اَبْكَارًا اَبْكَوَارِيَا
 اَلْيَمِينِ جَانِبِ دَالُوں كے -
 يَتَوَفَّوْنَ- ہوش میں فرق آئے
 يَتَقَبَّلُونَ- پسند کریں
 مَيَّوَعٍ جَوَدِ
 كَلْبٍ- پرندوں کا
 حُورٍ حُورِيں
 اَلْمَكْنُونِ جھپٹے گئے
 جَوَاءِ- بدلہ
 لَا- نہ
 يَعْلَمُونَ عمل کرتے
 وَ- اور
 لَقَوَا- یہودہ بات
 اِلَّا- مگر
 وَ- اور
 اَصْحَابُ اَلْيَمِينِ- دائیں جانب والے
 اَلْمَنُفُودَةِ بے گناہ کے
 وَ- اور
 ظَلِّ- سائے
 مَسْكُوبٍ- گر رہا ہوا
 لَا جَوْرَ
 مَعْنُوعَةٍ- روکے جائیں
 وَ- اور
 اَنَا- بیشک ہم نے
 جَعَلْنَاهُنَّ- پھر بنایا ہم نے ان کو
 اَشْرَافًا- اہم عمر
 اَلْيَمِينِ جَانِبِ دَالُوں كے -
 اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ
 لَيْسَ يَوْفَعُهَا كَاذِبَةٌ
 خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سُورہ واقعہ ۲

جب ہوئے گی وہ سونے والی۔
 اس وقت اس کے ہونے میں کسی تو زبردگی کنہائش
 نہ ہوگی۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ
 لَيْسَ يَوْفَعُهَا كَاذِبَةٌ
 خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ

خَافِضَةً رَافِعَةً ۝ کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلند دینے والی
لَا إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ حَبِيبٌ وَاقِعٌ هُوَ الَّذِي وَقَعَ هُوَ الَّذِي

اِذَا حَدَّثَتِ الْقِيَامَةُ عَلَىٰ اَن (وقعت) بمعنی حادث و (الواقعة) علم
بالغلبه ومنقول للقيامة و صرح ابن عباس بانها من اسماءها۔

یعنی جب قیامت واقع ہوگی کیونکہ وَقَعَتْ ہونے والی کے معنوں میں ہے (حدث) منور ہونے والی،
واقع ہونے والی) اور یہ امر یقینی ہے اور پکا ہے۔ اس لیے واقعہ فرمایا واقعہ قیامت کے لیے منقول ہے یعنی
واقعہ سے مراد قیامت ہے اور ابن عباس سے صراحت ہے کہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام واقعہ
(ہونے والی) بھی ہے اور مناک کا قول ہے الواقعہ سے مراد پتھر ہے اور وہ صور کا پھونکنا ہے۔

كَيْسَ لَوْ قَعَّتْهَا كَاذِبَةٌ جس کے واقع ہونے میں کسی کو انکار نہیں
(لَوْ قَعَّتْهَا) میں لام (ل) یا توقیت کے لیے ہے یا سببیہ ہے تقدیر اول پر یہ معنی ہوں گے کہ جب
قیامت کا وقوع ہوگا تو اس وقت کوئی انکار کرنے والا یا جھٹلانے والا نہ ہوگا اور تقدیر دوم پر مطلب یہ ہو
گا کہ وقوع قیامت کی وجہ سے کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا یا واضح مفہوم یہ ہوگا کہ وقوع قیامت حق ہے۔ اور
اس میں جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں (کَاذِبَةٌ) اسم فاعل ہے اور موصوف محذوف کی صفت آیا ہے۔
تو معنی ہوں گے اُی نفس جسے یعنی کوئی شخص بھی۔ واضح مفہوم یہ ہے جیسا کہ ایک قول میں ہے۔

لَيْسَ فِي وَقْتِ وَقْعِهَا خُنْصٌ كَاذِبٌ فِي شَرِّ مِنَ الْأَشْيَاءِ
یعنی قیامت کے وقوع کے وقت کسی بھی شخص کو چیزوں میں سے کسی بھی چیز کو جھٹلانے کی گنجائش
نہ ہوگی۔

خَافِضَةً رَافِعَةً ۝ کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلند دینے والی

خبر مبتدا محذوف اِی ہی خافضة الاقوام رافعة الاخرین

یہ خبر اور مبتدا محذوف ہے یعنی یہ بعض قوموں کو ذلیل کرنے والی ہوگی اور بعض کو بلند دینے والی
جامع مفہوم یہ ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو اشدّیاء و منکر و کفار ذلیل و رسوا، پست و خوار ہوں گے۔ اور
سعادتمند، ایماندار اور اللہ کے متواضع بندے اعلیٰ درجات پائیں گے اور اس روز بلند و بالا، سرخرو و کامیاب و
کامران ہوں گے۔ اور ایک قول ہے کہ کفار جہنم میں گر کر ذلیل و پست ہوں گے اور مومنین و خلیہ جنت کے
ساتھ اعلیٰ و بالا ہوں گے۔ اور ایک قول ہے کہ اہل معصیت پست ہوں گے اور اہل اطاعت بلند ہوں
گے۔ ایک قول ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں اونچے تھے قیامت انہیں پست کر دے گی اور جو دنیا میں پستی

میں تھے۔ انہیں بلند کر دے گی۔ یعنی دنیا میں مغرور و متکبر، مہار و ظالم اور اونچا بلندے والے قیامت کے روز بہت و ذلیل ہوں گے۔ اور خاکسار متواضع اور عاجزی کرنے والے اعظم و بلند ہوں گے۔

اِذَا رَجَبَتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۖ
وَكُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۖ
فَكَانَتْ كَبَاءً مُنْبَثًّا ۖ

جب زمین کانپے گی مقرر ہوا کر
اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چور ہو کر
تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار
کے باریک ذرے۔

اِذَا رَجَبَتِ الْأَرْضُ رَجًّا (جب زمین کانپے گی مقرر ہوا کر ایسا زلزلت و حرکت تھریکا شدیداً
بِحَيْثُ يَنْهَدُهُمْ مَا فَوْقَهَا مِنْ بَنَاءٍ وَجَبَلٍ
یعنی زمین کو زلزلہ ہو گا اور انتہائی شدید حرکت کرے گی اور یہ حال ہو گا کہ جو کچھ زمین پر بنیاد ہو گا۔
منہدم ہو جائے گا۔ اور پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔

(وَكُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا) اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چور ہو کر
اَيُّ قَمَّتْ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَجَاهِدٌ حَتَّى صَارَتْ كَالسُّوْقِ الْمَلْتَوَاتِ مِنْ بَسِ
السُّوْقِ إِذَا لَشَتْ وَقِيلَ: سَيَقَتْ وَسَيَرَتْ مِنْ أَمَا كُنْهَا مِنْ بَسِ الْغَنَمِ إِذَا سَاقَهَا
یعنی ٹوٹ پھوٹ کر چور ہو جائیں گے جیسا کہ ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کر یوں
ہو جائیں گے جیسے طرح گھولے ہوئے ستو کے دانے جب ستو شربت یا دودھ میں گھولے جائیں تو گھومتے یا
چلتے ہیں اور ایک قول ہے کہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اپنے اپنے مکانات (جگہوں) سے غبار کی طرح
ہوا میں اڑتے پھریں گے یا اس طرح چلتے معلوم ہوں گے جیسے بکریاں مہکانے پر چلتی ہیں۔
(فَكَانَتْ كَبَاءً مُنْبَثًّا) تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک
ذرے

(فَكَانَتْ) فَصَارَتْ بِسَبَبِ اِذْلَالِ رَجَاءٍ (عَمَّا رَمَبْنَا) متفقاً والمراد مطلق الغبار عند
الاکثرین، وقال ابن عباس: كَهَوَا يَنْوَرُ مَعَ شَعَالِ الشَّمْسِ إِذَا دَخَلَتْ مِنْ كَدْحَةٍ
یعنی اس وجہ سے پہاڑ اس طرح ہو جائیں گے۔ یعنی غبار ہو جائیں گے اور بکھرے ہوئے اور اکثر کے
نزدیک اس سے (كَبَاءً) مراد مطلق ہے غبار اور ابن عباس نے کہا پہاڑ اس طرح ہو جائیں
گے جیسے طرح روشندان سے شوریج کی شعاعیں میں مٹی کے ذرات بکھرے اور متحرک نظر آتے ہیں۔
وَكُنْتُمْ أَنْزَاجًا شَلْشَةً ۖ اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔

فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ
وَمَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ
وَكُنْتُمْ أَشْرَٰءَاجًا ثَلَاثَةً ۝ اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔
خطاب للامة الحاضرة والامم المرافقة تفليبا كما ذهب اليه الكثير وقال
بعضهم : خطاب للامة الحاضرة فقط۔

غالباً امتِ حاضرہ اور گذشتہ امتوں کو خطاب ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف اکثر علماء گئے ہیں اور
بعض نے کہا صرف امتِ حاضرہ کو خطاب ہے۔ (راذواجا) اے اَصْفًا یعنی صنف صنف یا قسم
یا گروہ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ امتِ حاضرہ اور گذشتہ امتیں تین قسم کے ہو جائیں گے یعنی تین الگ
الگ گروہ ہو جائیں گے۔

فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ
تفصیل للازواج الثلاثة مع الاشارة الاجمالية الى احوالهم قبل تفصيلها
تینوں اقسام کی اشارہ اجمالیہ کے ساتھ ان کے اچھے احوال کی طرف تفصیل ہے پیشتر اس کے
کہ تفصیل کا بیان ہو۔ اصحاب المیمنہ کے بارے میں اقوال ہیں۔

(۱) اصحاب المیمنة اصحاب المنزلة السنية
(۲) الذين يدعون صحتهم بایمانهم
(۳) اصحاب اليمين
(۴) اصحاب اليمين
(۵) السعداء
(۶) واولاد الجنة
دائیں طرف والے قدر ومرتبت والے لوگ ہیں
وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال نے دائیں ہاتھ
میں دئیے جائیں گے۔
اہل برکت و رحمت
نیک بہت
یہی لوگ اہل جنت ہیں

وَمَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ کیسے دہنی طرف والے
یہ الہی تعظیم شان کی طرف اشارہ ہے کہ کیا اچھے لوگ انیک بہت اور جنت میں داخل
ہونے والے ہیں

وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ
وَمَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ
اور بائیں جانب والے
کیسے بائیں طرف والے

(واصحاب المشقة) اور بائیں طرف والے اہل عرب بائیں ہاتھ کو شومی کہتے ہیں۔ والدین یوقنہا
بشما شہر یعنی وہ لوگ جن کو ان کے اعمال سے بائیں ہاتھ میں دے دینے جائیں گے، ایک قول ہے کہ مراد
دوزخ میں جانے والے ہیں۔ اور ایک قول کہ شقی و بد سبقت مراد ہیں ایک قول ہے کہ سبقت ذریت کے مخرج
کے وقت یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں جانب تھے۔
(ما اصحاب المشقة) کیسے بائیں طرف والے

کا استفہامیہ ہے۔ اور سننے والوں کے لیے ان لوگوں کی کیفیت و حالت و بد سبقتی پر تعجب ہے اور
ان کے نہایت برے حال پر ان کی تحقیر کے لیے فرمایا ہے، یہ لوگ کس قدر اور کیسے شقی، بد سبقت پر کثرت
اور منحوس ہیں اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝
أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝
فَإِنَّ جَهَنَّمَ النَّعِيمَ ۝
(وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ)
اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے
وہی مقرب بارگاہ ہیں۔
چہن کے باغوں میں۔

هو الصنف الثالث من الازواج الثلاثة وعلل تأخير ذكرهم مع كونهم سبق الاضاح
واقدمهم في الفضل ليرى ذكرهم بيان محاسن احوالهم۔

مذکورہ تین اقسام میں سے تیسری قسم (صنف) ہے اور شاید ان کے ذکر میں تاخیر ان کی اعلیٰ کیفیت و
شان کے ساتھ اس لیے کی گئی ہے کہ وہ تمام صفوں میں سبقت رکھتے ہیں اور بزرگی اور فضیلت میں پیشتر پیش
قدم ہیں۔ تاکہ ان کے تذکرہ کے ساتھ ہی ان کے حسن حال اور رفعت شان کا بیان روایت (مجموعہ) ساتھ ہی
ہو جائے۔ سابقوں کے تعین میں مختلف اقوال ہیں۔

مکررہ کا قول یہ ہے۔ هم الذين سبقوا الى الايمان والطاعة عند ظهور الحق یہ وہ لوگ ہیں
جنہوں نے ظہور حق کے بعد ایمان اور اطاعت میں پیش قدمی کی۔

ابن عباس کا قول ہے :- یہ ایت مبارکہ نزقیل مومنین آل فرعون اور حبیب النجار جس کا ذکر سورہ یسین میں
ہے۔ اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور گذشتہ امتوں کے تمام سبقت کرنے والوں کے بارے میں نازل
ہوئی۔ اور علی المرتضیٰ ان میں افضل ہیں۔

ایک قول یہ ہے :-

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد علوم یقینیہ سے اعلیٰ درجات و کمالات اور تقویٰ پر فائز ہوئے

یا رسائی حاصل کی۔

اور ایک قول ہے :- وہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے کیونکہ وہ اہل دین کے پیش رو اور امام ہیں۔

ابن سیرین کا قول ہے :- وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبیلوں کی طرف نماز پڑھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے :- وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت کی طرف پہل کی۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے :- وہ لوگ مراد ہیں بھائیوں وقت نماز کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہیں

ابو نعیم رضی اللہ عنہ اور محدث الدیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ مراد وہ لوگ

ہیں جو سب سے پہلے مسجد کی طرف چائیں اور سب سے آخر نکلیں۔ ابن المنذر نے عبادۃ ابن اسود مولیٰ

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ سابقوں سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو

مسجدوں کی طرف پہل کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے سبقت کرنے والے ہیں۔ صحاح کا قول ہے

جہاد میں سبقت کرنے والے مراد ہیں۔ ابن جریر کا قول ہے جو توبہ اور اعمال خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں

کعب نے کہا وہ لوگ اہل قرآن (علماء و حفاظ) ہیں اور سب سے پہلے حدیث وارد ہے کہ سابقین کے بارے

میں سوال کیا گیا تو فرمایا وہ لوگ ہیں جو قبول کر لیتے ہیں جب حق مانگا جائے گا اور جب اس کا سوال کیا جائے

تو بخوشی مال و جان لٹا دیتے ہیں اور لوگوں کے لیے وہی حکم کرتے ہیں جس کا کہ انہی جان کے لیے حکم چاہتے ہیں

اور ایک قول ہے کہ لوگ تین قسم ہیں۔ اول وہ لوگ جو ساری زندگی نیکی پر قائم و دائم رہے۔ یہاں تک کہ دنیا

سے رحلت کی تو یہ سابقین ہیں اور دوم وہ لوگ جن کی زندگی گناہوں اور لمبی غفلت میں گزری پھر انہوں نے

توبہ کر لی اور راہ حق پر قائم ہو گئے۔ تو یہ اصحاب الیمین (دائیں جانب والے) ہیں اور قسم سوم وہ لوگ

ہیں جن کی پوری زندگی شر (خراہیوں، بغاوتوں) میں گزری اور وہ اسی حالت کفر و ضلال پر ڈٹے رہے یہاں

تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ لوگ اصحاب الشمال (بائیں جانب والے) ہیں، تاہم علماء کی اکثریت

اس طرف گئی ہے کہ سابقوں سے یہاں مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو ہر امر خیر میں فضیلت

سبقت رکھتے ہیں اور اس قرن میں سے گزرے ہیں جو خَيْرُ الْقُرُونِ (بہترین زمانہ) اور قرآن حکیم میں

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الْمَزَاتِبِ سے مراد بھی صحابہ کرام ہیں اور بعض نے کہا وہ جو

جنہوں نے بدر و بیعت رضوان میں شرکت کی اور بعض نے کہا بعد میں قیامت تک آنے والے لوگ جو

صحابہ کی راہ پر چلیں وہ بھی شامل ہیں، دوسری جگہ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے اِنَّ السَّابِقِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ

رَقَبَاتُ الْحَسَنَاتِ یہاں بھی مراد صحابہ کرام ہیں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ میں بھی انہی لوگوں

میں سے ہوں اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، ابو عبیدہ، سعید اور عبدالرحمن بن عوف بھی انہی لوگوں

سے ہیں جن سے آیت میں وعدہ کرم ہے "سَبَقْتُ" کے الفاظ سے سَابِقُونَ کی تشریح ہو گئی
واللہ اعلم

(أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ) وہی مقرب بارگاہ ہیں

(أُولَئِكَ) یعنی سابقین (المقربون) من القرية بمعنى الخطوة اى أُولَئِكَ الموصوفون
بذلك التمتع الجليل الذين أُنيلوا خطوة ومكانة عند الله تعالى وقال غير واحد
المراحم الذين قربت الى العرش العظيم درجاتهم۔

قربت سے یہاں مراد بہرہ مند ہونا یا اپنے کے ہیں یا حاصل کر لے کے لیے ہیں۔ یعنی وہی لوگ
اس عالیشان اور غایت درجہ تقریب کے ساتھ موصوف ہونے والے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
منزلت پائیں گے اور بعض کا قول ہے کہ مراد وہ لوگ ہیں جو عرش عظیم کے پاس درجات و منزلت پائیں
گے یعنی سابقوں کیلئے ان کے پروردگار کے ہاں اعلیٰ عظیم درجات و مراتب ہوں گے۔

(فَجَنَّاتٍ النَّعِيمِ) چین کے باغوں میں

اى كائين في جنات النعيم

یعنی نعمت و آرام والے باغوں میں رہیں گے یہ سابقین کی طرف اشارہ ہے اول فرمایا مقرب ہوں گے
یعنی اللہ کے نزدیک اعلیٰ درجات و مراتب پائیں گے پھر فرمایا چین و سکون کے باغوں میں رہیں گے۔
یعنی انہیں لذت روحانی بھی حاصل ہوں گی اور لذات جسمانیہ بھی حاصل ہوں گی اور کرم بالائے کرم ہوگا۔

ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۝

اگلوں میں سے ایک گروہ

وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ ۝

اور پچھلوں میں سے مختورے

(ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ) اگلوں میں سے ایک گروہ

(ثَلَاثَةٌ) خبر ہے اور مبتدا مقدر ہے یعنی (سابقون) تو معنی یہ ہوں گے اى اِىْهُمْ ثَلَاثَةٌ یعنی وہ

لوگ ایک جماعت ہوں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مبتدا ہو اور خبر محذوف ہو تو معنی ہوں گے یعنی
ان میں سے پہلے لوگوں میں سے) یا پہلے بھی خبر ہے۔ اور دوبارہ بھی تو مفہوم ہوگا۔ اِىْهُمْ ثَلَاثَةٌ یعنی
انہی لوگوں کے لیے اور ثَلَاثَةٌ کے معنی کثیر یا بڑی جماعت کے ہیں یا جوش مارنے والا سمندر مطلب

بدرجہ غایت کثرت و اثر و صفا ہے۔ علامہ زحمتی کا قول ہے الامۃ من الناس الکثیرۃ ایسی
جماعت جس میں لوگوں کی کثرت ہو اور اپنے قول کی تشریح کے لیے ایک شعر کہا۔

وَجَاءَتْ إِلَهُمْ ثَلَاثَةٌ خَدَائِفِهِ
(بجیش کثیرا من السیل مزید

بہت بڑی جماعت انگوٹھوں کے بل دن کے پاس آئی ایک ایسے لشکر کے ساتھ جو اس طرح روانہ ہوئی یا سیلاب لہریں مار رہا تھا۔ جیسے تیز ندی یا سیلاب کا جھاگ۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ انگوٹھوں میں سے ایک بہت بڑی جماعت کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ انگوٹھوں میں سے ایک بہت بڑی جماعت کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ انگوٹھوں سے مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک کی امتوں کے لوگ جنہوں نے ایمان و طاعت میں سختی کی لیکن یہ قول قوی نہیں کیونکہ امت محمدیہ میں فضل و کمالات میں گزشتہ ائم سے کہیں بڑھ کر ہے۔ لہذا اولین سے مراد جمیع مفسرین کے نزدیک سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے پہلے لوگ یعنی حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام ہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اولیٰ و آخرہ میں میری ہی امت کے لوگ ہیں۔ اور اولین سے بالاتفاق صدر اول خیر القرون کے لوگ ہیں اور آیت مبارکہ **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** اس پر شاہد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَقِيلَ مِنَ الْآخِرِينَ) اور پچھلوں میں سے محوڑے

یعنی سابقین پچھلوں میں سے محوڑے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةُ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْزَلَتْ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنِّي لَأَسْرَجُونَ تَكُونُوا ثَلَاثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ بِلِ انْتُمْ نَصَفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ،

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو یہ اصحاب نبوی کو بہت شاق گذری تو دوسری آیت مبارکہ **ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ** نازل ہوئی تھی تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا میں امید کرتا تھا کہ تم اہل جنت کا تہائی ہو جاؤ گے۔ لیکن تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔

یعنی جنت کی آدھی آبادی امت محمدیہ میں سے ہوگی۔ ابن مردودہ کے نزدیک و تسین من الآخرین

دوسری آیت کے محوڑے **ثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ** سے منسوخ ہے۔ لیکن زحشری کے نزدیک منسوخ

نہیں ہے اور انہوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ روایت (متعلق بمنسوخ) درست نہیں کیونکہ نسخ حکام

میں ہوتا ہے اخبار میں نہیں ہوتا اور یہ واضح طور پر غیر فیئبہ استقبالیہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اخید

متغیر میں نسخ صحیح ہے اگر مستقبل سے متعلق ہوں اس لئے کہ یہ ہائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مقدر کو چاہے

مٹا دے اور اخبار اُس کے متبع میں ہوں گے اور بیضاوی کا بھی یہی خیال ہے۔ جب کہ امام رازی

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اخبار ماضی کے لیے بھی نسخ صحیح ہے۔ لیکن مذہب یہی ہے یا قول مختار یہ ہے

کہ قلیل سابقون کے ساتھ خاص ہے جو آخرین میں سے ہوں گے اور مُکْتَنّہ ان آخرین سے متعلق ہے جو اصحاب الیمین سے ہوں گے اور سیاق کلام کا معنی بھی یہی ہے۔ اور اس تقدیر پر نسخ کا قول بھی لاگو نہیں ہوتا۔ اور یہی تاویل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

عَلَى سُرِّ مَوْضُوعَةٍ ۝
مُتَكَبِّرِينَ عَلَيْهَا مُتَسَلِّينَ ۝
يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝
بِأَكْوَافٍ أَبَازٍ يُقَاتِلُونَ ۝
(عَلَى سُرِّ مَوْضُوعَةٍ) جڑاؤ تختوں پر ہوں گے۔
ان پر تکبیر لگائے ہوئے آمنے سامنے ان کے
گردائے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔
کوزے اور آفتابے۔

یہ مقررین (سابقون) کے حال کی طرف اشارہ ہے یا فی جنت النعیم کی کیفیت ہے۔ اور
عکسہ کا قول ہے مثبکہ بالدر والیا قوت یعنی ایسی مسہریاں یا یلنگ ہوں گے جن
میں محل و یا قوت یا موتی بڑے ہوں گے اور ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے تاروں سے
منقش ہوں گے۔

(مُتَكَبِّرِينَ عَلَيْهَا مُتَسَلِّينَ) ان پر تکبیر لگائے ہوئے آمنے سامنے
یہ بھی مندرجہ بالا جہنم میں ان کے حال کی طرف اشارہ ہے کہ مسہریوں پر ایک دوسرے
کے بالمقابل تکبیر لگائے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کریں گے۔ جو محبت و ادب پر
زربست میں بہترین اخلاق و حسن معاشرت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ان کی باطنی صفاتی کا واضح اظہار
ہے۔

(يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ) ان کے گردائے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے
لڑکے۔

(يَطُوفُ عَلَيْهِمْ) ان کے گردائے پھریں گے حال آخری او امتنان ایسا دید و حواہم
یہ دوسری حالت ہوگی یا الگ صورت ہوگی۔ یعنی وہ ان کے گرد خدمت کے لیے آتے جاتے رہیں گے
(وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ) ہمیشہ رہنے والے لڑکے

ای مسبقون ابداً علی شکل الولدان و حد الوصافۃ لا یتحووون عن ذلک

یعنی ہمیشہ لڑکوں کی شکل پر قائم رہیں گے اور ایک ہی وصف (صورت) پر رہیں گے اور اس پر
سے کبھی نہ پھریں گے ایک قول ہے کہ نہ مریں اور نہ ہی بوڑھے ہوں اور نہ ہی اسہیں کوئی تبدیلی ظاہر

ہوگی۔ حسن بصری نے مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ اہل دنیا کی اولاد ہوں گے جن کے لئے نیکیاں نہ ہوں گی کہ ثواب دیے جائیں اور نہ ہی گناہ ہوں گے کہ عقوبت پائیں اور مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفار کی اولاد اہل جنت کی خدمت گار ہوگی اور طہی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ وہ درست ہے جو اس کا خلاف کہے اور بخاری میں ہے کہ ایک بچہ فوت ہو گیا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کے لیے خوشخبری ہو یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ بلاشبہ اللہ نے جنت کو اور دوزخ کو پیدا کیا۔ اور جنت کے لیے بھی اور دوزخ کے لیے بھی اس کے اہل پیدا کیے اور ایک روایت میں ہے انہیں (لوگوں) پیدا کیا ان دونوں کے لیے یعنی جنت یا دوزخ کے لیے حالانکہ وہ ابھی اپنے آباء کی صلبوں پشتوں میں تھے۔ اور ابو داؤد میں ام المومنین سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مشرکین کی اولاد روہ بچے جو کم عمری، گود یا حالت طفلی میں مر گئے اور تکلیف عمل یا گناہ یا ثواب تک نہ پہنچے) کا کیا ہوگا فرمایا کہ اپنے آباء کے حال پر ہوں گے میں نے عرض کی کہ بغیر عمل کے بھی فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ کیا عمل کرنے والے ہوتے اور ایک قول ہے کہ روز قیامت ان کی جانچ ہوگی تو ان کے لیے آگ ظاہر ہوگی۔ اور انہیں اس میں دخول کا حکم ہوگا جو کوئی اس میں داخل ہوگا اسے ٹھنڈی اور سلامتی والی پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو کوئی انکار کرے گا وہ تمام کفار کے ہمراہ جہنم میں داخل ہوگا اور ایک غریب قول ہے کہ وہ دوبارہ اٹھنے پر مسمیٰ بنا دیے جائیں گے جس طرح کہ چڑیاٹیوں کے ساتھ ہوگا۔ یہ مسئلہ ظنی ہے۔ اور احادیث اس باب میں متعارض ہیں اور اکثر اصحاب ان کے دخول جنت کی طرف گئے ہیں۔ میں ذات باری کے فضل و رحمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اور حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی شخص کے لیے ہزار خادم ہوں گے۔

کوڑے اور آفتابے

بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ ۝

اور جام آنکھوں کے سامنے بہتی شراب

وَكَاسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝

کہ اس سے نہ انہیں سرد رہے نہ ہوش میں

لَا يَصْلَوْنَ عَنْهَا وَلَا يَذُفُّونَ ۝

فرق آئے۔

رَبِّ أَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ، کوڑے اور آفتابے

رَبِّ أَكْوَابٍ، اکواب کجوب کی جمع ہے عکرمہ کا قول ہے انتہا الاقداح بے عکسہ

پیا لے ہیں۔ اور ایک قول ہے۔ بَأَيَّةٍ لَا غَرَالَهَا وَلَا خَرَاطِيمَ ایسے برتنوں کے ساتھ جن

کے قبضے اور ٹونٹیاں نہ ہوں۔
(اَبْرَیْقُ) آفتابے

ابریق کی جمع ہے (وہو اناؤلہ خوطوہ) اور وہ برتن ہیں جن کی ٹونٹیاں ہوں۔ اور ایک قول ہے اور وہ لوٹے ہیں دستے والے پیمبریں ہے کہ ابریق شراب کے برتنوں میں ہے ہیں۔ حدیث میں زید کا شعر ہے۔

وَدُعُوا بِالصُّبُوحِ يَوْمَ انْجَارَتِ فِقِينَةُ يَمِينِهَا اَبْرِيقُ

اور وہ ایک روز صبح کی شراب پر بلائے گئے تو وہ گانے والی لونڈیوں کے ساتھ آئی جس کے دائیں ہاتھ میں آفتابہ تھا۔ ایک قول ہے ابریق "آب ریزہ اسی" سے افعیل کے وزن پر معرب ہے تاہم ابریق سے مراد وہ برتن ہے جس میں شراب ڈالی جاتی ہو۔

(وَكَا سٍ مِنْ مَعِيْنٍ) اور جام اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب

ای خمر جاریۃ من العیون کما قال ابن عباس یعنی ان کی (جنتی لوگوں) کی آنکھوں کے سامنے بہتی شراب سے بھرے ہوئے جام، کاس اس برتن کو کہتے ہیں جس میں شراب ہو اور بعض نے کہا اجنت کے چشموں سے جاری رہنے والی شراب جسے چشموں یا نہروں میں ملاحظہ کریں گے۔ اس سے مملو جام۔

(لَا يَصْدَعُونَ عَنْهَا) کہ اس سے انہیں سرور نہ ہو۔

ای بسببها وحقيقته لا يصلح صداعها والمراد لا يلحق رؤسهم صداع لاجل خمار يحصل منها ككافي خمر الدنيا۔

یعنی شراب پینے کے باعث یا اس کی تاثیر کے سبب انہیں اس سے بوجھ ہوگی اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا کی شراب سے درد سر ہوتا ہے جنت میں ان کے سروں کو یہ صورت لاحق نہ ہوگی اور ایک قول ہے اک لا یتفرقون یعنی وہ منفرق نہیں ہوں گے ایک دوسرے کی مجلس میں محفل اور مداخلت نہ کریں گے۔ کیونکہ ایسا سوء ادب ہے۔ اور حسن معاشرت کے خلاف ہے۔ اور جنت میں یہ امر یعنی ادب و حسن معاشرت لازم ہے۔

وَلَا يُكْزَفُونَ اور نہ ہوش میں فرق آئے لستندھب عقولهم دیکر ہا یعنی اس کے نشہ

سے ان کی عقلیں پر اگندہ نہ ہوں گی جو اس فخل نہ ہوں گے ابن ابی اسحاق نے یُكْزَفُونَ پر مصلح ہے اس قرأت پر معنی ہوں گے۔ لکھنی خمر ہم یعنی ان کی شراب ختم نہ ہوگی "مَعِيْنٍ" کے لفظ پر غور

کریں تو وہ اس مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ جنت کی ہر نعمت دائمی و لافانی ہے۔ تاہم جمہور کی قراءات کے مطابق مفہوم یہی ہے۔ کہ دنیا کی شراب کے برعکس فتور عقل نہ ہوگا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّثْلَ مَا يَخْلُقُونَ ۝
اور میوے جو پسند کریں۔

اَمْ يَأْخُذُونَ خَيْرَ وَافْضَلَهُ وَالْمَرَادُ مِمَّا يَرْضَوْنَ ۝

یعنی وہ اس میں سے بہتر پائیں گے اور مراد اس سے یہ ہے کہ جو کچھ وہ پسند کریں گے یا جس پر راضی ہوں گے۔ پھلوں میں سے پائیں گے۔ اہل جنت کی پسند کا لحاظ انکی عظمت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کی پسند کس قدر اہم ہے جو یوں نوازے جائیں گے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّثْلَ مَا يَشْتَهُونَ ۝
اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں

مِمَّا تَحِبُّوا لَكُمْ وَتَرْغَبُونَ فِيهِ

اور وہ اس میں سے وہی لیں گے (کھائیں گے) جس کی طرف ان کے نقوش کا میلان ہوگا۔ اور انکی اس میں رغبت و خواہش ہوگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر جنتی کو پرندوں کے گوشت کی خواہش ہوگی تو حسب پسند وہ پرندہ اڑتا ہوا سامنے آکر رکابی میں پیش ہوگا اور اس میں سے وہ جس قدر چاہے گا کھائے گا پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا اور ایسا معلوم ہوگا کہ اس میں سے کچھ کم نہ ہوا۔ یعنی ویسا ہی وہ ہو جائے گا۔ جیسا کھانے سے پہلے اڑ کر آیا تھا۔

وَحُورٌ مِّثْلُ عِينٍ ۝
اور وہ بڑی آنکھ والی عورتیں۔

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝
جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی۔

(وَحُورٌ مِّثْلُ عِينٍ) اور بڑی آنکھ والی عورتیں، جمع حوراء و کذا جمع احور والمراد بیض حور کی جمع ہے اور یہ نہی حور کی جمع ہے۔ مطلب ہے سفید اور گوری رنگت والی ابن اثیر کا قول ہے حور اسے مراد آنکھوں کی خوب سفیدی اور سیاہی ہے۔ عین سے مراد لمبی پلکوں والی آنکھیں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ گوری سفید رنگت کے دراز پلکیں عورتیں۔

(كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ)
جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی

اِىٰ فِى الصَّفَاءِ وَقَدْ بَالِغٌ بِالْمَكْنُونِ اِى الْمُسْتَوْرَجَا يَحْفَظُهُ لِاِنَّهُ اَصْفَىٰ وَابْعَدُ مِنَ

التَّغْيِيرِ وَفِى الْحَدِيثِ صَفَاءُ هُنْ كَصَفَاءِ الدَّرِّ الَّذِى لَا تَحْسَبُ الْاَيْدِى

یعنی صفائی میں اور مکنون کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب ہے چھپے ہوئے۔ جو اسے محفوظ رکھے تاکہ اس کی صفائی نہایت رہے اور ہر قسم کے تغیر سے متاثر نہ ہو اور حدیث شریف میں ہے ان کی (حوروں کی) صفائی

اور چمک ان موتیوں کی چمک اور صفائی کی طرح ہوگی جنہیں کسی ہاتھ نے نہ چھوا ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح موتی سپی میں چھپا ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کسی ہاتھ نے مس کیا اور نہ ہی دھوپ یا ہوا نے متاثر کیا بالکل اسی طرح عوریں شفاف ہوں گی، عوروں کے مسکرانے سے جنت میں تنویر و چمک ہوگی اور ان کے زیورات تسبیح و تحمید کریں گے جو سنی جائیگی اور ان کے یا قوتی بار ان کے حسن و خوبی پر نہیں گے۔

جَزَاءُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ صلہ ان کے اعمال کا ای جہنم و جہاد

یعنی اپنی فرمانبرداری کا صلہ دیے جائیں گے جس پر کہ وہ دنیا میں ہمیشہ قائم رہے۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَكَلْتًا شَيْمًا۔ اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہگاری

إِلَّا قِيلًا سَلَامًا۔ ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

(لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا) اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات

(لَغْوًا) وقد یسمی کل کلام قبیح لغو

یعنی ہر وہ بات جو بری ہے۔ بیکار ہے نہ سنیں گے۔

(وَكَالْتًا شَيْمًا) اور نہ گناہ گاری ای وَلَا نَسْبَةَ إِلَّا لِمَا شَرَّ لَا يَقَالُ لِمَا شَرَّ

یعنی کوئی بات گناہ کے ساتھ منسوب نہ ہوگی یا نسبت نہ رکھے گی (گفتگو گناہ سے مبرا ہوگی) یا ان سے (بہی طور پر) یہ نہ کہا جائیگا کہ تم نے گناہ کا کام کیا، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس کی تفسیر چھوٹ سے کی ہے یعنی انہیں نہ کہا جائیگا کہ تم جھوٹ کہتے ہو یا وہ جھوٹ سنیں گے۔

(إِلَّا قِيلًا سَلَامًا) ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام

ای قولاً فَهُوَ مَصْدَرٌ یعنی معنی قول ہو کہ مصدر ہے مطلب یہ ہے کہ اہل جنت میں سے بعض بعض کو سلام کہیں گے۔ یا کچھ کہیں گے تو وہ سلام ہوگا یعنی ہم سلام کہتے ہیں اور سلام کے لفظ کی تکرار سلام کے پھیلانے اور اہل جنت میں اس کے کثرت کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ مگر ان کو سلام کہیں گے۔ اور ہر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے انہیں سلام کہیں گے اور پروردگار کی طرف سے بھی سلام آئے گا وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ اور داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے (وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ) اور داہنی طرف والے مراد سعادتمند، متقی، پرہیزگار یا وہ لوگ جن کو اعمال نے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، مقربین کے بعد گروہ ثانی کا ذکر ہے۔

(مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ) کیسے داہنی طرف والے ای اُنَّ شَيْءٌ صَدَقَ حَالُهُ یعنی وہ

اپنے حال و مقام میں کیا عجیب شان رکھتے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انکی کیا علو شان ہے اور وہ اپنے پروردگار

کے حضور کس قدر محضرو مکرم ہیں۔

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۖ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۖ
وَظِلِّ مَمْدُودٍ ۖ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۖ
وَنَافِثَةٍ كَثِيرَةٍ ۖ وَلَا مَقْطُوعَةٍ
وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۖ
وَفُورٍ مَّرْمُوعَةٍ ۖ

بے کانٹوں کی بیر لہلی میں اور کیلے گے گچھوں میں
اور ہمیشہ کے سایوں میں اور ہمیشہ جاری پانی میں
اور بہت سے میوؤں میں جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے
جائیں۔
اور بلند پھولوں میں۔

(فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ) بے کانٹوں کی بیر لہلی میں۔
وَالسَّدر شجر البنق والمخضود الذي خضداى قطع شوكة

اور سدر بیرى یا جنگل سیب کے درخت کو کہتے ہو اور مخضود سے مراد وہ ہے جس کے کانٹے یا ٹہنیاں
کاٹ دی گئی ہوں۔

صناع کا قول ہے مخضود سے مراد پھلوں سے لدی ہوئی یا جھکی ہوئی شاخیں ہیں، واضح مفہوم یہ ہے
کہ ایسے بیرى یا عناب یا جنگل سیب کے لدے پھلے پھلوں کے بوجھ سے جھکے درخت ہوں گے، جو خاردار
نہ ہوں گے۔ یعنی ان سے کسی قسم کی تکلیف (جیسے جھین وغیرہ) نہ ہوگی جس طرح کہ دنیا میں اس کے برعکس ہے
بلکہ ہر کانٹے کی جگہ اللہ ایک پھل پیدا کر دے گا۔

(وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ) اور کیلے کے گچھوں میں

رَحْلَمٍ لِّكِرٍ کے درختوں کے جھنڈ، کیلے کا درخت، اشکوفہ کو کہتے ہیں سدّی کا قول ہے کہ طلع
سے مراد دنیا میں کیلے کے درخت سے مشابہ درخت ہے لیکن اس کا پھل شہد سے زیادہ شیریں ہے
ایک قول ہے کہ وہ اُم غیلان ٹیٹھے بیروں والا درخت ہے جس کی گھنی ٹہنیاں ہوں اور نفیس خوشبو ہو
قتادہ اور حسن کا قول ہے کہ وہ کیلے کا درخت نہیں بلکہ ایسا درخت ہے جس کا سایہ سرد و مرطوب ہے یہ ضلّو
نے کہا مراد کیلے کا درخت ہے۔ ایک قول ہے کہ غیر معمولی بڑا بول کا درخت، واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت
ایسے درختوں میں ہوں گے جو کیلے کے پھلوں سے خوب لدے، اچکے، بو جھل ہوں گے۔

(وَظِلِّ مَمْدُودٍ) اور ہمیشہ کے سایوں میں، ظل کے معنی سایہ کے ہیں اور ممدود سے مراد نہ ختم

ہونے والا یا ہمیشہ رہنے والا۔

الفاظ سے ظاہری مفہوم کا مقتضاء یہ ہے کہ درختوں کے سائے، یہ سائے نہ تو غالب ہوں گے
اور نہ ہی ان میں کمی بیشی ہوگی جس طرح طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان دنیا میں ہوتی ہے۔ بخاری و

مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس تک چلتا رہے گا مگر اس سایہ کو نہ ملے کر پائے گا۔ اگر تم چاہتے ہو تو پڑھو وَظِلُّ شَجَرَةٍ ابْنِ جَبْرِ اور ابن المنذر عمرو بن مسمون سے نقل ہیں کہ انہوں نے کہا اَنْطَلُ الْمَدُودَ مَسِيرَةَ سَبْعِينَ اَلْفَ سَنَةً کہ ظل محدود سے مراد ستر ہزار برس کی مسافت ہے رَوَّيَا عَنْ سُكَّوْبٍ اور ہمیشہ جاری پانی

سفیان اور ان کے علاوہ اصحاب کا قول ہے کہ پانی بغیر کھائیوں (گرہیوں) کے جاری ہوگا یعنی سہوار سطح پر بہے گا اور اس کا بہنا ہمیشہ ہوگا۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ اور بہت سے میوؤں میں ایسی بحسب الانواع والاجناس علی ما يقتضيه المقام یعنی انواع واجناس کے مطابق پھل بکثرت ہوں گے جیسا کہ مقام و محل کا تقاضا ہوگا۔

(لَا مَقْطُوعَةٍ) جو نہ ختم ہوں

یعنی دنیا کے پھلوں کی طرح فصل وقت کے ساتھ ختم نہ ہوں گے، جو پھل توڑا جائے گا۔ اس کی جگہ فوراً دوسرا پیدا ہو جائے گا۔ اور وقت کی تبدیلی انہیں متاثر نہ کرے گی۔ ایک قول ہے کہ ایک کی جگہ دو پھل پیدا ہوں گے (وَكَا مَمْنُوعَةٍ) اور نہ روکے جائیں

یعنی اہل جنت کو کوئی پھل منع نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس امر کا خدشہ ہوگا کہ قیمت نہیں ہے تو شاید نہ مل سکے، بدوں قیمت، بغیر موسم کی قید، بدوں شرط فضل، بغیر رکاوٹ حاصل ہوں گے، جب چاہیں، جتنا چاہیں، جو چاہیں پائیں گے نہ کوئی روک ٹوک اور نہ کوئی قیمت اور نہ ہی کوئی امر مانع ہوگا۔

(وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ) اور اونچے بچھوڑوں میں

فراش کی جمع ہے صبطر سراج سرج کی اور الو حیوۃ نے "فرش" کو سکون زار سے پڑھا ہے۔ مَرْفُوعَةً سے مراد مرفوعة ہے یعنی اونچے، بلند بچھوڑے، ابو عبیدہ نے کہا کہ اس سے مراد عورتیں ہیں کیونکہ عورتیں فروش سے اسی طرح کنایہ ہیں جس طرح لباس سے کنایہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

هَنَ لِبَاسَ لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسُ لِهِنَّ اور ان کا مرفوع ہونا قدر و منزلت کے اعتبار سے ہے۔ یعنی وہ عورتیں فضل و جمال حسن و خصال میں بلند درجہ والی ہوں گی، ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں بستروں کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنا فاصلہ ہوگا، ایک قول ہے کہ اس سے چار پائیوں کی بلندی، انچاقی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ اس سے مراد مسہر یوں پہنچائے ہوئے بستر ہیں، تاہم سیاق کلام سے ابو عبیدہ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اَنْشَاءً ۚ فَجَعَلْنَهُنَّ
اَبْكَاءَ ۚ عَرَبًا اَثَرًا ۚ لَا صُحْبَ
الْيَمِيْنِ ۚ

بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا
تو انہیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہر پر پیاریاں
انہیں پیار دلاتیاں، ایک عمر والیاں۔

دو اپنی طرف والوں کے لیے۔

اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اَنْشَاءً بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا۔
کی ضمیر غالباً قریش کی طرف راجح ہے اور سیاق کلام سے یہ امر راجح ہے۔ لہذا مراد عورتیں ہی ہیں
اَنْشَاءً سے مطلب دوبارہ نئی زندگی ہے یعنی اللہ بڑھی عورتوں کو نئے سرے سے جوان بنا دے گا۔ یعنی دنیا
کی عورتیں ہی جو بڑھی ہو گئی تھیں انہیں نئے سرے سے شباب عطا ہوگا۔ طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ایک
جماعت نے سلمہ بن مرثد المجہضی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
اللہ کے ارشاد اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اَنْشَاءً کے بارے میں سنا "شادی شدہ اور کنواری عورتیں جو کہ دنیا
میں تھیں" ابو حیان کا قول ہے کہ اس سے مراد بطور خاص عورتیں ہی ہیں۔
(فَجَعَلْنَهُنَّ اَبْكَاءَ) تو انہیں بنایا کنواریاں

یعنی انہیں باکرہ پیدا فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے بے شک اہل جنت جب اپنی عورتوں کے
پاس جائیں گے تو انہیں ہمیشہ باکرہ ہی پائیں گے۔

(عَرَبًا اَثَرًا) اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں۔ ایک عمر والیاں

(عَرَبًا) اپنے شوہر پر پیاریاں انہیں پیار دلاتیاں

متحبیات الی انہا حہن جمع عروب کھیبور و صبر

اپنے شوہروں کے نزدیک محبوب یا ان سے محبت کرنے والیاں، عروب کی جمع ہے جیسے حبیب کی جمع حبیبور
عَرَبًا کے متعلق بعض مفسرین عظام نے فرمایا۔

۱۔ بغضیات نازِ سخنرے والی یا خوب آرائش و زیبائش والی۔ بناؤ سنگار کرنے والیاں۔ کہ
شوہروں کو محبوب لگیں۔ اور محضی نہ ہے کہ بناؤ سنگار محبت و پیار کے لطیف ترین اسباب میں
سے ہے۔

۲۔ زید بن اسلم کا قول ہے کہ العروب الحسنة الکلام کہ عربا کا مطلب ہے شیریں گفتار،

شائستہ گفتگو اور رسمی باتیں کرنے والیاں

۱۳۔ ابن عباس اور حسن اور ابن جبر اور مجاہد سے مروی ہے حَقَّ الْعَوَاشِقُ لِأَنْوَاجِهِمْ وَهَیْئَةُ شُہْرِهِمْ
کی عاشق و پھر ستار اور ان پھر والہانہ شیفہ ہیں۔

۱۴۔ مجاہد سے مروی ہے أَتَمَّتِ الْعِلْمَاتُ الْأَقْدِیْشَتِہِیْنَ الْأَوَاجِہِیْنَ بِغَضَبٍ وَہِیْئَةٍ مِثْلِہِیْ
جو اپنے شوہروں کو رعیت و محبت دلانے والیاں ہیں۔

۱۵۔ اسحق بن عبد اللہ بن الحرث النوفلی کا قول ہے الْعَرُوبُ الْخَفَرَةُ الْمُبْدَلَةُ لَزُجْہَا عَرُوبُ
سے مراد شرم حضور، شرمیلی انتہائی سیادار اپنے شوہروں کے لیے تاجدار اور انگساری کرنے
والیاں۔ ایک شعر ہے۔

یَعْرِیْنِ عِنْدَ بَعُولِهِنَّ إِذَا خَلَا
وَإِذَا هُمْ خَرَجُوا فَمِنْ خَفَارِ

جب خلوت میں ہوں تو اپنے شوہروں پر بے حجاب اور جب وہ (شوہر) چلے جائیں تو وہ انتہائی
شرمیلی و پاکباز و حیادار ابن ابی حاتم نے بروایت جعفر بن محمد نقل کیا ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ نے ارشاد
باری عز و جا کے متعلق فرمایا کَلَامُہُنَّ عَرِیْبٌ کہ ان کا کلام عربی ہوگا یا ان کی گفتگو پاکیزہ ہوگی۔

أَثَرًا بَاہِمَ عَمْرٍ مَسْتَوِیَاتٍ فِی سِنٍ وَاحِدٍ وہ ہم عمر عورتیں ہوں گی یعنی ان کی عمر شوہروں کے
برابر ہوگی، ایک قول ہے کہ اُبْہَتْنِہُ بَوْنِہِیْنَ وَالِیَاں، ترمذی نے معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل بیت ننگے بدن، بغیر ابرو و اڑھی، سرگیں آنکھوں والے ۳۳ سال
(تینتیس سال) عمر کے داخل ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے ان کی بولی عربی ہوگی اور سب کے قد سٹ
گز ہوں گے۔ اور جوڑوں کے لیے جوانی ہمیشہ قائم رہنے والی ہوگی۔

(إِلَّا حَظْبَ الْیَمَنِ) داہنی طرف والوں کے لیے

یعنی یہ سب داہنی طرف والوں کے لیے ہمیشہ ہوگا۔

بَاخَاوَدَ تَرْجَمَہُ رُكُوعِ دُومِ سُوْرَةِ الْوَاقِعِہِ ۲

انگوں میں سے ایک گروہ۔

اور پھلوں میں سے ایک گروہ۔

اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِیْنَ

وَمِنْهُ مِّنَ الْآخِرِیْنَ

وَأَعْطِبَ الشِّمَالِ مَا أَعْطِبَ الشِّمَالِ

فِي سَمُومٍ وَجَنِيمٍ ۝
وَوَيْلٌ مِّنْ يَّجْمُومٍ ۝
لَّا بَارِدٌ وَلَا كَرِيمٌ ۝
إِنَّمَا كَانُوا أَقْبَلَٰ ذَٰلِكَ مُتَرَفِّعِينَ ۝
وَكَانُوا يُصْعِقُونَ عَلَىٰ الْبَيْتِ الْعَظِيمِ ۝
وَكَانُوا يَقُولُونَ لَا إِلَهَ إِلَّا مَنَّا وَكُنَّا ثَرَابًا
وَعِظَامًا ۖ إِنَّا الْمُبْعُوثُونَ ۝
أَوَابَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝
قُلْ إِنَّا الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۝
لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝

جلتی ہو اور کھولتے پانی میں۔
اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں۔
جو کھنڈی نہ عزت کی
بیشک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے۔
اور اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے۔
اور کہتے تھے کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں مٹی
ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے۔
اور کیا ہمارے لگے باپ دادا بھی
تم فراڈ بیشک سب لگے اور پھیلے۔
ضرور اٹھائے جائیں گے ایک جانے ہوئے دن
کی میعاد پر۔

ثُمَّ إِنكُمْ أَيْمًا الضَّالُّونَ الْمَكِيدُونَ ۝
لَا يَكُونُ مِنْ شَيْءٍ مِّنْ زُفُورٍ ۝
فَمَا لُؤْنٌ مِّنْهَا الْبُطُونُ ۝
فَسَارِيُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْجَحِيمِ ۝
فَسَارِيُونَ شَرِبَ الْكَلِيمِ ۝
هَٰذَا تَوَلَّىٰ يَوْمَ الدَّيْنِ ۝
فَنَحْنُ خَلْقُكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ۝
أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ ۝
إِنَّمَا تَدْعُونَ إِلَهُكُمْ فَلَوْلَا تَعْلَمُونَ ۝
فَنَقْدَرُ دَابَّتِكُمُ الْمَوْتَ وَمَا لَكُمْ بِمُسَبِّحِينَ

پھر بیشک تم اے گمراہو جھٹلانے والو۔
ضرور تھوڑے پیر میں سے کھاؤ گے۔
پھر اس سے بیٹ بھر گے۔
پھر اس پر کھولنا پانی پیو گے۔
پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ
یہ ان کی مہمانی سے انصاف کرنے
ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے۔
تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گرتے ہو۔
کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں
ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے
ہوئے نہیں۔

عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ أَمْثَالُكُمْ وَتُنْشِئَكُمْ فِي مَا
لَا تَعْلَمُونَ ۝
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا

کہ تم جیسے اور بدلی دیں اور تمہاری صورتیں وہ کہ
وہ جس کی تمہیں خبر نہیں۔
اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان پھر کیوں

تَذَكَّرُونَ ۝
أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُفَرُتُونَ ۝

وَأَنْتُمْ تَزِيدُونَ ۝ أَمْ كُنْتُمْ تَنْتَهِونَ ۝
لَوْ شَاءَ جَعَلْنَا مِنْكُمْ خِطَاءً مَا فَخَرْنَاكُمْ تَكْفُورُونَ ۝

إِنَّا لَمَعْرِضُونَ ۝

بَلْ كُنْتُمْ كَافِرِينَ ۝

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝
أَمْ أَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ لَكُمْ
الْمُنْزِلُونَ ۝

لَوْ شَاءَ جَعَلْنَاهُ أَجَافًا قَلْبُوا لَا تَشْكُرُونَ ۝

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورَدُونَ ۝
وَأَنْتُمْ أَنتُمْ شَرِبْتُمَا أَمْ كُنْتُمْ لِّلْمُنْشِئِينَ ۝
كُنْ جَعَلْنَاهَا نَارَ كِسْفٍ دَمَاحًا لِّلْمُقْوِينَ ۝

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

نہیں سوچتے۔

تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔

کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں
اگر چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے
رہ جاؤ۔

کہ ہم پر چٹی پڑی۔

بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو

کیا تم نے اسے بادل سے اتار دیا ہم میں اتارنے
والے۔

ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں تو پھر کیوں نہیں
شکر کرتے۔

تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔

کیا تم نے اس کا پیر پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے
ہم نے اسے جہنم کا یادگار بنایا اور جبل میں مسافروں
کا فائدہ۔

تو اسے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے
رب کے نام کی۔

حل لغات رکوع دوم سورة الواقعة ۲

ثَلَاثَةٌ ۝ ایک گروہ

ثَلَاثَةٌ ۝ ایک گروہ

أَحْصَى الشِّمَالِ ۝ بائیں جانب والے

جانب والے

حِجِيمٍ ۝ گرم پانی میں

فِي يَبْجَ ۝

۝ اور

مَا كُنَّا بِمَعْرِضٍ ۝

تعموم ۝ گرم لو

ظِلِّ ۝ سایہ

۝ اور

۝ اور

أَحْصَى الشِّمَالِ ۝ بائیں

۝ اور

مِنْ يَحْمُومٍ ۝ جلتے ہوئے

و صوفیوں کا

لانا

بارگشتہ

اور

لانا

کرمی عزت والا

انہم بیشک وہ

کانوا تھے

قبل پہلے

خلک اس سے

مذہبین دولت مند

و اور

کانوا تھے

یصرون بہت کرتے

غلی اوپر

المحدث گناہ

الاعظیم بڑے کے

و اور

کانوا تھے

یقولون کہتے

وہیہ کہا جب

اقتنا ہم مر جائینگے

و اور

کنا ہو جائیں گے

تو ابابا مٹی

و اور

عظاما بڑیاں

آ کیا

انا ہم

لمبعوثون اٹھائے جائینگے او یا

و اور

اباؤ باپ دادا

نا ہمارے

الاولون پہلے بھی

قل کہو

ان بیشک

الاولین پہلے

و اور

الآخرین پچھلے

لمجموعون اکٹھے

کیے جائینگے

الی طرف

میعات وقت

یوم دن

معلوم مقرر کے

تم پھر

انکو تم

ابنا لے

الضالون گمراہ ہو

المکذون جھوٹے والو لڑکھون کھانے والے ہو

من شجر درخت

من زقوم تھوہر سے

کمالون تو بھرنے والے ہونما اس سے

البطون پیٹ

تشاربون پھر بننے والے ہو علیہ اس پر

من الہیم گرم پانی

تشاربون پھر بننے والے ہو

شرب پینا

الہیم پیلے اونٹ کا ہفتا یہ

من الہیم گرم پانی

نزلتم جہانی سے انکی

یوم دن

الدین قیامت کے

نحن ہم نے

خلقکم پیدا کیا تم کو

قلول پھر کیوں نہیں

تصدقون سچ مانتے ہو

آخر ایتیم مایکھا تم نے ہو

آ کیا

انتم تم

تخلقونہ پیدا کرتے ہو اسکو ام یا

یا

نحن ہم ہیں

الخالقون پیدا کرنے والے

نحن ہم نے

قد رنا مقرر کیا ہم نے

بیشک تم میں

الموت موت کو

و اور

ما نہیں

نحن ہم

مستوفین ہارے ہوئے

علی اوپر

ان اس کے کہ

تبدیل دیں ہم

امثالکم تمہارے جیسے

و اور

نفسکم بنائیں تم کو

نی بیچ

ما اس صورت کے کہ

لا نہیں

تخلون جانے تم

و اور

لقد بیشک

علیم تم نے جانا

النشا کا پیدا کرنا

الاولیٰ پہلی کو
 فلولا کہچہ کیوں نہیں
 تَنَزَّلَتْ نَصِیحت پکڑنے
 اَنُتِمُّمُ تم
 تَزِدُّوْنَ اسکو اگلتے ہو اَمَّ یَا
 لَوْ اَگر
 قَطَعْتُمْ تو بوجاؤ تم
 بَلْ بَلکہ
 الْمَاءِ پانی
 اَنُتِمُّمُ تم نے
 اَمَّ یَا
 نَشَاءُ ہم چاہیں
 تَشْكُرُوْنَ شکر کرتے تم
 تَوَدُّنَّ جلاتے ہو تم
 شَجَرَتِهَا اس کا درخت
 نَحْنُ ہم نے
 مَتَاعًا سامان
 رَبِّكَ اپنے رب
 فَالَوْلَا کہچہ کیوں نہیں
 تَقَرُّوْنَ کھینتی کرتے ہو
 نَشَاءُ ہم چاہیں
 تَقْلُقُوْنَ باتیں بناتے
 نَحْنُ ہم
 الَّذِیْ جو
 اَنْزَلْنٰوْا اَنار
 نَحْنُ ہم ہیں
 جَعَلْنٰہُ گونیا میں اسکو
 اَفْرَیْتُمْ کیا دیکھا تم نے
 اَنُتِمُّمُ تم نے
 نَحْنُ ہم ہیں
 تَنْذِرُکَ نصیحت
 جَعَلْنٰہَا بنایا اسکو
 لِّلْمُقَوِّیْنَ مسافروں کیلئے
 الْعَظِیْمِ بڑے کے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم پ

اگلوں میں سے ایک گروہ

اور پچھلوں میں سے ایک گروہ

ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ :

وَسَلَكَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ :

المقتدمون والمتأخرون امان الامم وحده الامم، اومن هذه الامم فقط

یعنی اگلوں اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔ گزری ہوئی امتوں میں سے اور اس امت میں سے یا صرف اسی امت سے۔

یہ اصحابِ یمین کے دو گروہوں کا بیان ہے، یہ گروہ یا تو پچھلی امتوں میں سے لوگوں اور اس امت

(امت محمدیہ) سے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ لیکن مفسرین کی اکثریت کا قول یہی ہے کہ یہ گروہ اسی امت کے پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ پہلے لوگوں سے مراد اصحاب رسول اور تابعین ہیں اور پچھلوں میں سبھی شامل ہیں جو بعد کو ہوئے یا ہوں گے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ امت اصحاب الیمین سے کبھی خالی نہ رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اصحاب الیمین کے ذکر کے بعد جن اہل باطنیہ کے عملوں سے نہیں فرمایا گیا جب کہ سابقین کے تذکرہ کے بعد ایسا فرمایا گیا تو سابقین کی بزرگی اور فضیلت پر رمز و اشارہ ہے۔ اور اصحاب الیمین کے مفضل ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے۔ جس سے قصور واقع ہوئے اور وہ تو یہ کہہ کر کے یا بغیر توبہ مر گئے۔ خواہ وہ اللہ کے فضل سے معاف کیے جائیں یا مقبوت کے بعد جنت میں داخل ہوں اور احادیث مبارکہ اس پر متفق ہیں۔

وَأَصْحَابُ الشَّمَالِ مِمَّا أَصْحَابُ الشَّمَالِ وَ
فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ قَظِیْ تَمِیْ
یَحْمُومٍ
لَا بَادِیَ وَلَا كَرِیْمٍ
اب تیسرے گروہ کا ذکر ہوتا ہے۔
وَأَصْحَابُ الشَّمَالِ اور بائیں طرف والے
یعنی کفار و مشرکین، یا وہ لوگ جنہیں ان کے اعمال نے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، واضح معنی ہے
ہے کہ کفار و فجار، باطنی و سرکش منکرین۔ اہل شقاوت۔
(مِمَّا أَصْحَابُ الشَّمَالِ) کیسے بائیں طرف والے۔
یہ ان کے حال و پرانگی اور کیفیت عذاب کی طرف اشارہ ہے جس میں وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔
(فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ) جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں
وَالسَّمُومُ قَالَ الْوَاغِبُ: الْبَرِیحُ الْحَارَةُ النَّارُ تَوَثَّرَتْ تَأْثِیرُ السَّمِّ فِي الْمَكَشَافِ حَتَّى نَادَتْ
فِي الْمَسَامِدِ الْقَنَوِیْنَ لِلتَّعْظِیْمِ۔

اور سموم کے بارے میں امام راغب کا قول ہے ایسی گرم ہوا جو کہ مجلسا دینے کی تاثیر رکھتی ہے۔ اور مکشاف میں ہے
ایسی جلانے والی لوجہ جسم کے مسامات کے اندر تک گھسیتی ہو۔ اور تنوین اس ہوا کی شدت کی بڑائی پر دلالت کرتی
ہے۔ یعنی انتہائی گرم مجلسا دینے والی اور مسامات بدن میں سرایت کر جانے والی لویا ہوا۔ (وَحَمِيمٍ) وَهُوَ
السَّمُّ الشَّدِیدُ الْحَارَةُ حَمِیْمٌ سے مراد انتہائی سخت گرم پانی، یا غوب سخت کھولتا پانی۔

(وَذَلَّلْنِي مِنْ تَحْتِ يَمِينِهِ) اور جلتے دھویں کی پھاؤں میں

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مراد ہے خوب کالا دھواں اور ابن عباس ہی سے منقول ہے
انہ سراقق النار المحيط بالحلایہ تنفع من کل ناحیۃ حتی یظلمہم بے شک وہ آگ کا خیمہ ہوگا۔ جو
اپنے اہل کو گھیرے ہوگا اور ہر گوشے سے بلند ہوگا۔ یہاں تک انہیں سایہ دے گا۔ ابن کیسان نے کہا حو
من اسما جہنم کچھوم دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ابن بریدہ کا قول ہے کہ وہ سیاہ آگ میں
ایک پہاڑ ہے کہ اہل دوزخ اس کی طرف خوفزدہ ہو کر پناہ ڈھونڈیں گے تو اسے انتہائی سخت عذاب دہلی خٹ
پائیں گے۔

(لَا يَسَارِدُ وَلَا كَرِيمٌ) جو نہ ٹھنڈی اور نہ کسی طور فائدہ مند

یہ ظلم کی دو صفتیں ہیں، اول یہ کہ لا یسارِدُ کساؤ الظلال یعنی جس طرح سائے ٹھنڈے ہوتے ہیں
یہ ٹھنڈا نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ لا نافع لمن یأوی الیہ من اذی الحر یعنی جو کوئی گرمی کی تکلیف سے
اس کی طرف متوجہ ہوگا یا اس کے نیچے ہونا چاہے گا۔ اس کے لیے کسی طور نہ خوشگوار ہوگا۔ اور نہ کوئی فائدہ حاصل
ہوگا۔

واضح معنوم یہ ہے کہ اہل دوزخ (اصحب الشمال) انتہائی گرم جھلسا دینے والی مسامات بدن
میں سرایت کرنے والی لو، سخت خوب کھولتے پانی اور جلتے سیاہ دھویں کے سالیوں میں جو نہ ہی ٹھنڈے ہوں
اور نہ ہی خوشگوار و فرحت بخش بلکہ تکلیف دہ ماحول میں ہوں گے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

انہم کا قتل قبل ذلک مؤثر فیہ

وکانوا یحترقون علی الغش العظیم

انہم کا قتل قبل ذلک مؤثر فیہ

وقیل هو العاتی المستکبر عن قبول الحق والاذعان لہ والمعنی انہم عذبوا لانہم

کانوا فی الدنیا مستکبرین عن قبول ما جاءہم من ربہم من الایمان باللہ عزو

جل وما جاءہ منہ سبحات

اور کہا گیا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا میں قبول حق اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے

سرکشی دکھاتے تھے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اسی وجہ سے عذاب میں ہوں گے کہ دنیا میں منکر و سرکش تھے

اور جو کچھ ان کے رسول لائے جیسے ذات باری پر ایمان اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا۔ اس کے قبول کرنے

سے انکار کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ وہ اس لیے عذاب دیے جائیں گے کہ دنیا میں عیش و آرام میں سرگرم

تھے اور اطاعت حق سے باغی و انکاری تھے اور خواہشات نفس میں قبول حق پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور
من لعنت و سرکشی دکھاتے تھے۔

(وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحَنِثِ الْعَظِيمِ) اور وہ اس بڑے گناہ کی مہٹا رکھتے تھے۔
(وَكَانُوا يُصِرُّونَ) اور مہٹا رکھتے تھے یَتَشَدَّدُونَ و یَمْتَنِعُونَ مِنَ الْإِقْلَاعِ و یداد و یمن
شدت و سرکشی کرتے تھے اور قبول حق سے روکتے تھے اور اپنے عقیدہ پر یعنی کفر و شرک پر قائم و دائم تھے۔
(عَلَى الْحَنِثِ الْعَظِيمِ) بڑے گناہ پر

(الحنث) ایضاً الذنب یعنی گناہ، قنادر، صنایک اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد شرک ہے
لفظ عظیم بطور مبالغہ کے الحنث کی صفت ہے۔ مراد بڑا گناہ یعنی شرک، میں کہتا ہوں کہ قول باری ہے
ان الشرکَ تَظْلَمُ عَظِيمٌ تو واضح ہو گیا الحنث العظیم بھی شرک ہی ہے، ایک قول ہے کہ مراد کبیر
گناہ ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ہے۔ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ
علیہ سے طبقات میں منقول ہے کہ ان کی والدہ نے پوچھا ما الحنث العظیم؟ بڑے گناہ سے کیا مراد ہے
تو فرمایا هو القسم علی انکار البعث، وہ مرنے کے بعد زندگی کے انکار کی قسم ہے۔ اور اللہ کے
ارشاد کی طرف اشارہ کیا اَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اِيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ يَمُوتَ اور
یہ تفسیر حسن ہے۔

(وَكَانُوا يَقُولُونَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ) اور کہتے تھے کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں مٹی
اور اباؤنا الا وکون۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی
(وَكَانُوا يَقُولُونَ) اور وہ کہتے تھے یعنی احنطب الشمال (کنار و مشرقین) اور یہ ان کے اقوال کا تکرار
ہے۔

(اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا) کیا جب ہم مرجائیں اور ہڈیاں مٹی ہو جائیں
استقام انکاری ہے یعنی جب ہمارے اجسام کے اجزا یعنی گوشت، پوست و غیرہ مٹی ہو جائیں گے
اور ہڈیاں کبیر جائیں گی۔ تو کیا ہم دوبارہ زندہ ہوں گے؟ پچھلی آیت کے تناظر میں الحنث العظیم کی
توضیح ہے۔ یعنی بعث بعد الموت کے انکار کی جھوٹی قسم کھا کر عداؤں کہتے تھے۔
(اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ) تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے،
یعنی حیات بعد الموت کا یقین نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن سمجھتے تھے۔ اور ان کو اس سے

بندت انکار کا اور یہی انکار ان کے عذاب کا ایک سبب ہوگا۔

(اَوِ الْبَاؤُنَا الْاُولٰٓئِیْنَ) اور کیا ہم سے اگلے باپ دادا بھی والمعنی ایضاً اَبَاؤُنَا

یہ بھی ہیں کے قول کا ٹکڑا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا بھی مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جائیں گے حالانکہ ان کو دنیا سے انتقال کیے ہوئے لمبا عرصہ گزر گیا تو وہ کیونکر زندہ ہوں گے۔ انہیں اس کا شدید انکار تھا نہ وہ اپنی حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور نہ ہی اپنے اگلے باپ داداؤں کی بندت سے انکاری تھے۔ اور بطور استہزاء انکار کے شد و مد کے ساتھ یوں کہتے تھے، اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مذہب کا مظاہرہ کرتے تھے۔ حالانکہ موت کے بعد حیات کا نظارہ روزمرہ کی زندگی میں کرتے تھے جیسے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا آنا، درختوں پر خزاں کے بعد بہار اور بہار کے بعد خزاں، مگر نہ ماننا ان کا طریقہ تھا۔

قُلْ اِنَّ الْاُولٰٓئِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ
لَمَجْمُوعُوْنَ اِلٰی حِقْقَاتٍ
یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ
محبوب! فرماؤ بے شک سب اگلے اور پچھلے
ضرور اکٹھے کیے جائیں گے ایک جگہ ہوں گے
دن کی میعاد پر

(قُلْ) حبیب فرماؤ۔ وَاِلٰی اَنْفُسِهِمْ وَتَحْقِیْقًا لِلْحَقِّ

یعنی اے رسول محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے انکار کا رد فرمائیں اور حق کو ظاہر کرنے کے لیے ان کو بتادیں۔

(اِنَّ الْاُولٰٓئِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ) بے شک سب اگلے پچھلے

من الاعمم الذین من مجملتهم انتم و اباؤکم و تقدیم الاولین للمباہقۃ فی
الوحدۃ حیث کَانَ اِنکارہم لبعث اباہم و اشد من اِنکارہم لبعثہم مع
مراعاة الترتیب الوجودی۔

یعنی ان میں سے جملہ اور ان کے باپ داداؤں پر مشتمل سب امتوں کو (اگلی امتوں کے کفار و اشقیاء اور ان کو مع ان کے اباؤ اجداد کو) ضرور زندہ اٹھایا جائے گا۔ اولین کی تقدیم کفار کے اقوال کے رد میں بطور مبالغہ کے کیے گئے ہیں کہ ان کا اپنے اباؤ اجداد کا مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار اپنے مرنے کے بعد زندہ ہونے کے انکار کی نسبت زیادہ شدید تھا۔ اور اس کے ساتھ ذکر ترتیب وجودی کی رعایت سے کیا گیا ہے۔

(لَمَجْمُوعُوْنَ) ضرور اکٹھے کیے جائیں گے۔

یعنی مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جائیں گے اور کج معبود بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی بالضرور جمع کیے جائیں گے۔

(الحاق میقات یوم معلوم) ایک جانے ہوئے دن کی میعاد پر وہ یوم القیامہ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جو معلوم ہے اور اس کا آنا قطعی و یقینی ہے۔

ثُمَّ اَنْكُمْ اَيْهَا الضَّالُّونَ الْمَكْذِبُونَ ۝

لَا تَكُونُ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زُقُومٍ ۝

فَاصْلَوْنَ مِنْهَا الْبُطُلُونَ ۝

فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝

فَشَرِبُونَ شَرِبَ الْحَمِيمِ ۝

تَرْكُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامِ ۝

ثُمَّ اَنْكُمْ اَيْهَا الضَّالُّونَ الْمَكْذِبُونَ ۝

یہ اِنَّ الْاَوَّلَیْنَ پر عطف ہے جو سلسلہ کلام میں داخل ہیں اور ثُمَّ تراخی زمان یا تدریج کے لیے ہے یہ خطاب کفار مکہ اور ان کے ہم خیال لوگوں سے ہے یا جیسا سابق کلام میں گنڈا ان لوگوں سے خطاب ہے جو بعثت بعد الموت کے منکر تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ سب اگلے پچھلے منکروں، کافروں، مشرکوں اور سرکشوں کو خطاب ہے۔

(لَا تَكُونُ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زُقُومٍ ۝

لَا تَكُونُ) ضرور کھاؤ گے بَعْدَ الْبَعْثِ وَالْجَمْعِ وَدُخُولِ جَهَنَّمَ -

یعنی مرنے کے بعد زندہ اور اکٹھے ہونے اور جہنم میں داخل ہونے کے بعد تم (کفار و منکریں)

ضرور کھاؤ گے۔

(مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زُقُومٍ) مقوثر کے درخت میں سے

پہلا مِنْ ابتدائیہ جب دوسرا مِنْ بیا نیہ ہے ای مبتدعون للأكل من شجر هو زقوم

یعنی ان کے کھانے کی ابتدا جس درخت سے ہوگی وہ مقوثر کا پیڑ ہوگا، مقوثر کا درخت کڑوا، انتہائی

بدبودار اور سخت ناگوار ہوگا۔ الصفت میں ارشاد باری ہے کہ وہ ایک درخت ہے کہ جہنم کی جڑیں

نکلتا ہے اس کا شگوفہ ایسا جیسے شیطانوں کے سر، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اگر قوم

کے درخت کا ایک بوند یا فی دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو ساری دنیا کی معیشت فنا ہو جائے۔

فَمَا لَوْ أَنَّ مِنْهَا الْبَطُونَ) پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔

ای بطونکم من شدۃ الجوع فانہ الدانی ضطرہم

تَسْرَهُمْ عَلَىٰ اٰكْلٍ مِّثْلَهَا مَا لَا يُؤْكَلُ

یعنی بھوک کی شدت کی وجہ سے اسے اپنے پیٹوں میں بھرو گے۔ پس وہ بھوک انہیں مضطرب و مجبور کر دے گی کہ وہ اس ہی میں سے کھائیں جو کہ نہیں کھایا جاسکتا۔

فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ) پھر اس پر کھولتا پانی پئیں گے۔

جب غلبہ ہو (شدت کی بھوک) جو ان پر مسلط کی جائے گی سے مجبور ہو کر تھوہڑ کے درخت میں سے کھا کر اپنا پیٹ بھریں گے تو اس کے بعد غیر کسی مہلت و توقف کے ان پر پیاس کا غلبہ ہوگا۔ (الحمیم) ای الماء الحار یعنی کھولتا گرم پانی، تشنگی بھانے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی پینے پر مجبور ہوں گے۔ اور لاچار وہی رہنا پڑے گا جس سے ان کی آنتیں کٹ کر بہہ جائیں گی۔

فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ) پھر ایسا پئیں گے جیسے سخت پیاس سے اونٹ

ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور صخاک کا قول ہیم کی جمع اہیم ہے۔ اور وہ ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جیسے صیام لاحق ہو وہ صیام استنقاہ کی طرح کی ایک بیماری ہے جب کسی اونٹ کو لگ جاتی ہے تو وہ پانی سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ مر جاتا ہے۔ مجاہد نے شرب کوش کی زیر کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔

یعنی شرب جس کے معنی مشروب کے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہوگا جس طرح پیاس سے اونٹ پانی پیتے ہیں اسی طرح گمراہ و کمذبین جہنم کے کھولتے پانی کو پئیں گے جس سے نہ تو پیاس سمجھے گی یا آرام ہوگا بلکہ برعکس پیتے جائیں گے اور غلبہ عطش (پیاس) بڑھتی جائے گی اور انٹریاں کٹ کٹ کر بہتی جائیں گی اور مرتے رہیں گے چونکہ موت نہ ہوگی لہذا مسلسل اسی عذاب و بربادی سے دوچار ہوتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

هٰذَا اَنْزَلْنَاهُمْ يَوْمَ الْمَدِينِ یہ ان کی مہمانی ہے انصاف کے دن

هٰذَا الَّذِي ذُكِرَ الْاَنْزَالُ الْعَذَابُ جِيسَا كِ عَذَابُ كِ صَوْرَتُوں كَا بِيَانِ هُوَا، اس حال میں

نُزِّلْنَاهُمْ مَّهَانًى، نُزِّل مہمانداری کو کہتے ہیں اور یہاں نُزِّل کا لفظ استہزاء ہے کیونکہ یہ حقیقتاً

مہمانی نہیں بلکہ عذاب ہے۔

(یومہ المدین) انصاف کے دن، یومہ الجزاء

یعنی بدلے کے دن، جو قیامت کے دن سے مشہور و معلوم ہے۔

مَنْ خَلَقَكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچی مانتے

رَحْنُ خَلَقْنَكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ۝) ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے

ای فہلا تصدقون بالخلق

یعنی تو کیا اب بھی تم تخلیق کی تصدیق نہیں کرتے جس ذاتِ حق نے تمہیں عدم سے وجود عطا کیا۔ اور تمہیں اس امر کا اقرار بھی ہے۔ جیسا کہ قولِ باری ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلَنَّ اللّٰهُ "تو تمہیں دوبارہ زندگی کا کیونکر انکار ہے، اور تم اس حقیقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے کہ جو ذات پہلی دفعہ خلق پر قادر ہے۔ تو دوسری مرتبہ کیونکر قادر نہ ہوگی۔ لہذا امرنے کے بعد زندہ کیا جانا حق ہے۔ خواہ کفار تصدیق نہ کریں۔

اَفَرَأَيْتُمْ مَا كُفِّرْتُمْ ۝

عَرَأَيْتُمْ خَلْقَ مَرْثَمٍ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝

۱)

اَفَرَأَيْتُمْ مَا كُفِّرْتُمْ ۝

تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو۔
(افرائیتم) تو کیا تمہیں علم ہے ای ما تقدفونہ والاحرام من النطف، یعنی وہ نطفہ جو تم عورتوں کے رحم میں ٹپکاتے ہو۔

عَرَأَيْتُمْ خَلْقَ مَرْثَمٍ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝

ای تقدسرونہ وتصورونہ بشرأ سو یا تاہم الخلقۃ
یعنی کیا تم اس نطفہ کو صورت انسانی بناتے ہو اور اسے ایک تندرست و توانا اور مکمل آدمی کی صورت دیتے ہو۔

اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝

یعنی کیا تم اس آدمی کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں، جب تمہیں علم ہے اور اقرار بھی کہ ہم ہی پیدا کرتے ہیں تو پھر بتاتے کیوں نہیں کہ خالق ہم ہی ہیں اور ہم ہی پیدا کرتے ہیں اور زندگی عطا فرماتے ہیں تو مردوں کو زندہ اٹھانا کیا ہماری قدرت و تصرف سے باہر ہے۔ ظاہر ہے ہرگز نہیں۔ اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

نَحْنُ قَادِرٌ نَّابِئُكُمْ الْمَوْتَ وَمَا

نَحْنُ بِمُسْبِقِيْنَ ۝

ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا۔ اور ہم پر اس میں کوئی غالب نہیں۔

عَلٰٓی اَنْ يُّبَدَلَ اَمْثَالُكُمْ وَنُنشِئُكُمْ

کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں وہ کہ

فِي مَالٍ تَعْلَمُونَ ۚ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
النُّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ
دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔
اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی امتحان پھر
کیوں نہیں سوچتے۔

رَبَّنَا قَدْ رَزَقْنَاكَ مَوْتَہُمْ ۖ فَمِثْلًا لَّہُمْ عَلَیْکُمْ ۚ وَوَقَّعْنَا مَوْتَہُمْ کُلِّ أَحَدٍ بِوَقْتٍ مَّعِیْنٍ حَسْبَ مَا تَقْضِیْہِ
مِثْلَتِنَا الْمُنْبِیَّةُ عَلَی الْحُكْمِ الْبَالِغَةِ

ہم نے موت کی تم میں بانٹ کی اور ہر شخص کے لیے وقت وفات متعین کیا جس قدر ہماری حکمت بالغہ
پر مبنی مشیت کا اقتضاء ہوا۔

(وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِیْنِ) اور ہم اس سے عاجز نہیں
ای لا یفلتنا احد

یعنی اس میں ہم پر کوئی غالب نہیں، واضح مفہوم یہ ہے کہ کوئی نہ تو ہمیں عاجز کر سکتا ہے اور نہ ہی
ہم پر غالب آ سکتا ہے کہ موت کے وقت کو ٹال سکے یا اس سے بچ جائے یا صباگ سکے جو ہم نے
مقدر فرما دیا پس وہی ہوتا ہے اور ہوگا۔ اور یہ سارا ہمارا ہی کام ہے۔

(عَلٰی اَنَّ یَسْذِلَ اَمَّا لَکُمْ) کہ تم جیسے اور بدل دیں۔ یہ متعلق بہ قدرنا ہے۔ ای علی
ان نذہبکم و ناتی مکانکم اشباہکم من الخلق علی معنی لام کے ہے اور علی ان قدرنا کی
حکمت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے تم میں مرنا اس لیے ٹھہرایا ہے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اوروں کو
دے آئیں۔ یا پھر یہ مفہوم ہے کہ ہم اس امر پر بالکل قدرت رکھتے کہ تم سب کو ایک ہی دفعہ میں موت
دے دیں اور تم جیسے اور پیدا کر ڈالیں۔

(وَنُشِشْتُکُمْ مَّا لَا تَعْلَمُونَ) اور تمہاری صورت وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر
نہیں۔

مَنْ الْخَلْقِ وَالْأَطْوَارِ السَّیِّئَاتِ لَا تَعْهَدُ وَهَآءِذَا قَالَ الْحَسَنُ : مَنْ کَوْنُکُمْ فَوَاحِشَ وَخَنَازِیْرَ
یعنی ایسی خلقت اور ایسے اطوار پر کر دیں جس سے تم واقف نہیں ہو اور حسن کا قول ہے کہ تمہیں
مسخ کر کے بندر اور سوڑ بنا دیں یا ان کی صورت کر دیں یہ سب ہماری قدرت میں ہے۔ اور ایک
قول ہے۔ وَنُشِشْتُکُمْ فِی الْبَحْثِ عَلٰی غَیْرِ صُورِکُمْ فِی الدُّنْیَا اور ہم تمہیں دوبارہ اٹھانے
پر صورت کی بجائے کسی اور صورت پر کر دیں۔

(وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ) اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اٹھان

من خلقکم من نطفۃ، ثم من علقة ثم من مضغہ وقال قتادہ: ہی فطرتہ ادم

علیہ السلام من التراب ولا ینکرہا احد من قلدہ

یعنی تمہاری پیدائش لطفہ سے پھر جبے ہوئے خون سے پھر گوشت کے ٹوٹنے سے اور قنادہ

کا قول ہے کہ آدم علیہ السلام کی فطرت و طینت مٹی سے ہے اور آدم میں سے اس کا کسی کو انکار کبھی

نہیں ہوا نہ ہے۔ یہ تخلیق اول کی توضیح ہے جو سب کو معلوم اور سب پر واضح ہے

(فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ) پھر کیوں نہیں سوچتے

فہلا تذاکرون ان من قدر علیہا فہو علی النشأۃ الاخری اقدس

تو تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے یا سمجھتے کیوں نہیں جو ذات حق تخلیق اول پر قادر ہے وہ

دوبارہ تخلیق پر کیوں قادر نہیں ہو عدم سے وجود لانے پر قادر ہے وہ یقیناً مردے کو زندہ کرنے پر بھی

قادر ہے اور دوبارہ تخلیق بہ نسبت پہلی کے سہل ہے اور کفار کا انکار محض لغو اور مہبط دھرنی ہے

اور حقیقت سے کھلم کھلا انحراف ہے۔

اگر وہ عقل سلیم سے سوچیں تو حقیقت اظہر من الشمس ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ

ءَأَنْتُمْ تَزْعُمُونَ ؕ أَمْ أَنْتُمْ

الزَّاعِمُونَ ؕ

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ

فَكَفَّارُونَ ؕ

إِنَّا لَمُعْزِزُونَ ؕ بَلْ لَمْ نَخْنُ

فَعَزَّزْكُمْ ؕ

(أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ) تو بھلا بتاؤ تو جو بولتے ہو۔

ما قبلہون حبہ و تعلون فی ارضہ جو دلنے تم زمین میں بولتے وقت پھرتے ہو

(وَأَنْتُمْ تَزْعُمُونَ) کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو۔

تذبتون و تردونہ نباتا یرون و ینمی الی ان یتلغ الغایہ

کیا اُسے تم اگاتے ہو اور اُسے کھیتی بناتے ہو کہ لہلہاتی ہے اور فصل اپنی غایت تک پہنچتی ہے۔

(أَمْحُكُمُ النَّارُ عِوَتْ) یا ہم بناتے والے ہیں۔

ای المہنتون لا انتہو یعنی کیا تم کھیتی بناتے ہو ظاہر ہے کہ تم بلکہ ہم بناتے ہیں بلاشبہ بالیں بنانا اور اس میں دانے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور کسی کا یہ کام نہیں یہ اللہ ہی کی شان ہے قدرت الوہیم اور یہی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے زراعت کو (اگایا) اور ہاں چاہیے کہ کہے کہ میں نے بویا یا کھیتی بوئی پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا

افرايت وما تحسثون النار عوت۔ اس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زراعت کی نفی کا اشارہ ہے اور حُرثیت کہنے کا جواز ہے، ابو نعیم اور امام بیہقی نے اس روایت کی تضعیف بھی کی ہے۔ واللہ اعلم،

(لَوْ شَاءَ لَجَعَلْنَاهُ حُطَاةً) ہم چاہیں تو اُسے چوراہا کر دیں۔

هَشِيئًا مَنُكِرًا مَتَفَتَتًا لَشِدَّةِ يَبَسِهِ لَعَدَمَا انْتَبَاهُ وَصَادَفِي حَيَانٍ غَلَالِهِ ہم اسے اگانے کے بعد سخت سوکھا کر کے تنکا تنکا بکھیر دیں اور وہ خشک چوراہا بن جائے فائدہ گھاس بھوس ہو جائے

(فَظَلَّتْ تَوَفَّكَ هَوَاتٍ) پھر تم باقیں بناتے رہ جاؤ

لَيْسَبِ ذَٰلِكَ اِسْ وَجْهٌ سَعَى قَتَّ حَبِوَتْ مِنْ سَوْعِ حَالِهِ تَوْتَمِ اِسْ کے حال کی خرابی پر تعجب کرتے رہ جاؤ

یعنی اگر ہم اسے اگانے کے بعد بے فائدہ گھاس بھوس بنادیں تو تم اس خرابی و بربادی پر ہاتھ ملتے رہ جاؤ حیران و پریشان غمگین و افسردہ ہو جاؤ۔

(اِنَّا لَمُعْصُوْتٌ) کہ ہم پرچی پڑی ایک معذبت و محصلکون من الغلام وهو الهلاك

غرام مال کے بے فائدہ ضائع جانے کو کہتے ہیں ایک قول ہے کہ غرام کا معنی عذاب و بربادی ہے۔ یعنی ہم عذاب میں ہلاکت میں ڈالے گئے محنت و مال اکارت گیا اور بربادی پلے پڑی۔

(بَلْ نَحْنُ مَحْصُوْتٌ) بلکہ ہم بے نصیب ہیں محدود و

لا محدود و مَحْصُوْتٌ و مَوْتٌ التذوق

یعنی تم یہ کہنے لگ جاؤ کہ ہم بے بس ہو گئے ہیں اور کچھ حاصل کرنے والے نہیں بلکہ رزق

سے بھی محروم ہو گئے ہیں اور یہ محرومی ہلاکت ہی ہلاکت ہے کیونکہ سامانِ رزق کی بربادی بھوک
سے مرے کا پیشِ خیمہ ہے۔

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ
أَأَنْتُمْ أَنْتُمُ اللَّائِي لَكُمْ مِنْ الْمُنْزِلِ
أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ
لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا فَلَوْلَا
تَشْكُرُونَ
(أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ) تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو،
کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم
ہیں اتارنے والے،
ہم یا ہیں تو اسے کھاری کر دیں
پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔
(أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ) تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔
عَذَابًا مُّزَاتًا، وَتَخْصِصُ هَذَا الْوَصْفَ بِالذِّكْرِ مَعَ كَثْرَةِ مَنَافِعِهِ
لَا الشَّرْبَ أَهْمَ الْمَقْصِدِ الْمَنُوطَةِ بِهِ۔

میٹھا پانی اور اس وصف کے ساتھ اس کا خصوصی تذکرہ اس کے (پانی کے) کثیر منافع کو مثال
ہے کیونکہ پینے کے پانی پر کسی اہم مقاصد کا انحصار ہے۔

أَأَنْتُمْ أَنْتُمُ اللَّائِي لَكُمْ مِنْ الْمُنْزِلِ، کیا تم نے اسے بادل سے اتارا
ای الحساب واحدته مزنة قال الشاعر:
فَلَا (مَزْنَةٌ وَدَقْتُ وَدَقَهَا)
وَلَا أَرْضٌ أَبْقَلَ أَبْقَالَهَا

یعنی ایسا بادل جو یکجا ہو کر بارش برسنے والا ہو شاعر کہتا ہے
تو بارش نہ برسی اور گرمی شدید سے شدید ہو گئی اور نہ ہی زمین سبزے سے سبزہ دار
ہوتی۔

وقيل هو الحساب الابیض وما قلا اعذب اور ایک قول
ہے کہ مزن سے مراد سفید بادل ہے اور اس کا پانی شیریں ہوتا ہے۔
(أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ) یا ہم ہیں اتارنے والے۔

لہٰذا بقدرِ تناسل
یا ہم نے اپنی قدرت سے اسے اتارا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ ٹھنڈا شیریں پانی جو

سفیر بادلوں سے برستا ہے یہ تم نے برسایا ہے یا یہ ہماری قدرت کاملہ کا نتیجہ ہے ظاہر ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی نے برسایا ہے۔ اور بارش اسی کے فضل و کرم سے برستی ہے۔
(لَوْ كُشَا عَوْجَعَلْنَاهُ أَجَا جًا) ہم چاہیں تو اُسے کھاری کر دیں۔

ملحاً ذعاً قالاً يمكن مشربہ من الاجبيج وهو تلهب النار
نملین کڑوا پانی جو کڑواہٹ کی وجہ سے نہ پیا جا سکے اور وہ جس کی حدت و شدت
پیکس بھڑکے۔

(فَلَوْ لَا تَشْكُرُونَ) تو تم پھر شکر کیوں نہیں کرتے۔
تو تم اللہ کے احسان و کرم اور اسکی نعمت کا اقرار کیوں نہیں کرتے اور اسکی تعریف
کیوں نہیں کرتے اگر وہ ذات حق پانی کو کھارا، کڑوا، سخت بدمزہ بنا دے تو کون ہے جو اسے پی کر
زندہ رہ سکے یا اسباب زندگی حاصل کر سکے تو اپنی عظیم نعمت پر تم شکریہ ادا کیوں نہیں کرتے
ابن ابی حاتم نے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جب پانی نوش فرماتے تو کہتے۔ الحمد لله الذي سقانا عذبا خراطا ببرحمته
ولم يجعله ملحاً أجاجاً بذنوبنا

اس پروردگار جل و علا کے لئے ستائش ہے جس نے اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں شیریں
پانی سے سیراب کیا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اسے کڑوا اور نملین نہ بنایا۔

أَخْرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي
تُؤْكُوتُ۔
تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن
کرتے ہو۔

عَمَّا أَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ
شَخَصَتْهَا أَمْ خُبْرُ
الْمُنْشُوتِ۔
کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا
کیا یا ہم ہمیں پیدا کرنے والے

خُبْرٌ جَعَلْنَاهَا تَذَكُّرَةً
وَمُنَاعًا لِلْمُقْوِينَ۔
ہم نے اُسے جہنم کا یادگار بنایا
اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ تو
لے محبوب تم پاکی بولو اپنے

عظمت والے رب کے نام کی
عظمت والے رب کے نام کی

(أَخْرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُؤْكُوتُ)۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔

ای تقدحونہا و تستخونہا من الزناد یعنی تم آگ (جلاتے ہو)
 اور تم اسے زناد سے نکالتے ہو، زناد دھڑا تر یا ہی لکڑیوں کو کہتے ہیں جن کے یا ہم رگڑنے
 سے آگ نکلتی ہے ان لکڑیوں کو زناد و زناد کہتے ہیں۔
 (وَ اَنْتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَبَ تَهَا، کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا۔
 التي منها الزناد وهي المرخ والعقاب جس سے زناد لے
 جاتے ہیں اور وہ درخت مرخ اور عقاب کہلاتے ہیں۔
 (أَمْ تَخْتَرِبُ الْمُنْشَأُونَ) یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

لہا بقدر تناسل

یعنی انہیں ہم ہی نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور یہ ہماری قدرت کا ایک نادر
 نمونہ ہے کہ ہری لکڑیوں سے جن کے اندر پانی کی تراوٹ بھی ہوتی ہے رگڑ سے آگ بھی
 پیدا کرتے ہیں یہی نے روائت کی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ العظیم نے ایک رات جب
 یہ آیات استقامیہ پڑھیں تو تین مرتبہ کہا بَلْ اَنْتَ يَارَبُّ لَسْ بِرَدِّكَ اَنْتَ
 نے ہی یہ پیدا فرمایا۔

(وَ تَخْتَرِبُ جَعَلْنَاهَا تَذَكُّرًا) ہم نے اسے جہنم کا یادگار بنایا۔
 ای جعلناھا تذکیراً لِّنَارِ جہنم حیث علقنا بها اسباب
 المعاش لينظروا اوليها ويذكروا بها ما وعدوا به
 یعنی ہم نے اس آگ کو دوزخ کیلئے یاد دہانی بنایا ہے کیونکہ ہم نے آگ کو معاشی اسباب
 سے بطور ضرورت عامہ کے وابستہ کیا ہے تاکہ لوگ اسے دیکھ کر آتش دوزخ کی یاد
 کر کے اس سے ڈریں کیونکہ منکروں کے ہاتھ اس کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ بالضرور جلتی
 آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اس میں بعثت بعد الموت کی طرف بھی واضح اشارہ ہے پانی اور آگ ضدیہ
 ہیں اور اللہ سب لکڑیوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو فرسودہ بدنوں کو بھی دوبارہ ترمیم
 و تازہ بنا سکتا ہے۔ واللہ علی کل شیء قدير
 (قَمَتَا عَالَمِ الْمُقَوِّينَ) اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ

و منفعة اور فائدہ کی چیزیں (المقویات)، للذین نینالون
 ان لوگوں کے لئے جو کسی جگہ قیام کی غرض سے اتر پڑیں
 ایام المسافرت یعنی مسافروں کے لئے کہ دوران سفر ان سے
 فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(هَسْبُكَ يَا سُبُوحَ الْعَظِيمِ) تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے
 پروردگار کی تسبیح میں فانی ہے اور باسم میں رسم زائد ہے اور اس
 سے مراد ذات باری ہے اور ب استغانت یا ملا بست کے لئے ہے۔
 یعنی اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ اسکی پاکی بولو اور جن نعمتوں کا ذکر گزرا
 ان پر شکر یہ ادا کیجئے اور تحدیث نعمت فرمائیے اور منکرین اور ہشکروں کے اقوال
 و افعال کو خاطر میں نہ لا کر پروردگار جل و علی کی بڑائی بیان کیجئے جس نے اس قدر انعامات
 و احسانات فرمائے اور انوس و تعجب ہے کہ پھر بھی جاہل کفار و مشرکین اس کا اقرار نہیں
 کرتے کیا یہ کھلی بغاوت اور کفران نعمت ہے نہیں؟
 اور کشاف میں ہے کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت فرمانا
 یا اس سورہ مبارکہ کا پڑھنا ہے جو اثباتِ بعثت اور جزاء پر متضمن ہے۔

یا محاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الواقعہ پ ۲

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں
 اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔
 بیشک یہ عزت والا قرآن ہے۔
 محفوظ نوشتہ میں۔
 اسے نہ چھوئیں مگر با وضو۔
 اتنا اہول ہے سارے جہاں کے رب کا۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ
 وَأَنْتَ لَقَسْمٌ لِّوَعْلَمُونَ عَظِيمٌ
 إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ
 فِي كُنْهِ مَكْنُونٍ
 لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ
 تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ

أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ۚ
وَتَجْعَلُونَ رُءُوسَكُمْ أَفْئَكُمُ تَكْفُرُونَ ۚ
قُلْ لَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ۚ
وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ۚ
وَقَدْ أَهْرَبَ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۚ

فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۝
تَرْجِعُونَهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝
فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْقُرْبَانِ ۝
فَرُوحٌ وَرِيمَانٌ وَجِئْتُ نَعِيمٌ ۝
وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ اصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
فَسَلَامٌ لَكَ مِنَ اصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمَكِيدِ بْنِ الضَّالِّينَ ۝
فَذَلَّ مِنَ الْحَمِيمِ ۝
وَتَصْلِيَةٌ جَمِيمٌ ۝
اِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۝
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔
اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو
پھر کیوں نہ جب جان گلے تک پہنچے۔
اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔
اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ
نہیں ہے۔

تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں بدلہ ملنا نہیں۔
 کلاسے کو نہ لانا تھے اگر تم سچے ہو۔
 پھر وہ مرنے والا اگر مقرر یوں سے ہے۔
 تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔
 اور اگر دامنِ طرف والوں سے ہو
 تو اے محبوب تم پر سلام ہے دامنِ طرف والوں سے
 اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو
 تو اس کی مہمانی کھولتا پانی۔
 اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا۔
 یہ بے شک اعلیٰ کی یقینی بات ہے۔
 تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کے نام
 کی پاکی بولو۔

حل لغات رکوع سوم سورۃ الواقہ پر

النجوم ستاروں کی
کون اگر

بمواقع گرنے کی جگہ
تقسیم یقیناً قسم ہے

اَقِمْ قِسْمَہ
اِنْ ایشک وہ

خدا تو مجھے
و۔ اور

مختصر تفسیر اردو رکوع سوم سورہ النجم

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں
اور تم سجدہ کرو پڑھو
تمہیں

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ
النُّجُومِ
وَأَنَّهُ لَنَتَّخِذَنَّ
عَظِيمُوكَ

فَلَا أُقْسِمُ تو مجھے قسم ہے
لا زائد ہے اور کلام کو متوکد کرنے کے لئے ہے اور زور دے کر اشارہ ہے
حق تعالیٰ کا کسی امر پر قسم یاد فرمانا انہار عظمت کے لئے ہے۔
(بِسَوَاقِعِ النُّجُومِ) ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔

أَحْيَ بِمَسَاقِطِ كَوَاكِبِ السَّمَاءِ وَمَغَارِبِهَا كَمَا جَاءَ فِي
رَوَايَةٍ عَنْ قَتَادَةَ وَالْحَسَنِ عَلَى أَنَّ الْوُقُوعَ
بِمَعْنَى السَّقُوطِ وَالْغُرُوبِ وَتَخْصِيصُهَا بِالْقِسْعِ لِمَا
فِي غُرُوبِهَا مِنْ زَوَالِ أَشْرَافِهَا وَالِدَلَالَةِ عَلَى وُجُودِ
مَوْثَرٍ دَائِمٍ لَا يَتَغَيَّرُ وَلِذَا اسْتَدَلَّ الْخَلِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بِالْأَفْوَلِ عَلَى وَجْهِ الصَّالِحِ عَجَلٍ وَعَلَى أَوَّلِ
ذَلِكَ وَقْتُ قِيَامِ الْمُتَهَجِّدِينَ وَالْمُبْتَهِلِينَ إِلَيْهِ
تَعَالَى وَأَوَّلِ نَزُولِ الرَّحْمَةِ وَالرِّضْوَانِ
عَلَيْهِمْ،

یعنی آسمان کے ستاروں کے گرنے اور چھپنے کی جگہیں جیسا کہ قتادہ جن سے مروی ہے کہ وقوع سے مراد ومعنی گرنے اور ڈوبنے کی جگہیں ہیں اور قسم کے ذکر کے ساتھ ان کی تخصیص ان کے زوال پذیر ہونے پر ظاہر اور مؤثر حقیقی (اللہ کریم) کے وجود پر دلالت کرتی ہے جو تغیر و حدوث سے پاک ہے اور اسی ڈوبنے اور زوال پذیر ہونے کے پیش نظر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بنائے والے کے وجود کریم (ذات باری) پر استدلال فرمایا تھا جو کہ زوال و حدوث سے میرہ و منزہ ہے، یا پھر اس سے مراد نماز تہجد پڑھنے والوں اور بارگاہ رب العزت میں دعا و مناجات کرنے اور

بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ پروردگار جل و
علا ہر رات آسمان دنیا پر جبکہ رات کی آخری تہائی ہوتی ہے تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا
ہے کوئی ہے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی التجا قبول کروں کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اسے
عطا کروں کوئی ہے جو بخشش مانگے تو میں اسے بخش دوں، ابن عباس اور ایک جماعت علماء
کا ارشاد ہے کہ مواقع سے مراد نزول قرآن کے اوقات اور نجوم سے مراد قرآن حکیم
کا جستہ جستہ اترنا ہے۔ اور ابن جریر نے اور عالم نے ابن عباس سے تصبیح
روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا قرآن حکیم شب قدر میں آسمان علیا (لوح محفوظ) سے
سارے کا سارا آسمان دنیا میں اترا پھر سالوں میں بٹ گیا یعنی ہر سال ضرورت و حکمت
کے موافق نازل ہوا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں پھر آسمان دنیا سے زمین کی طرف
تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا پھر یہ آیت **فَلَا أُفْسِدُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ تِلَاوَتِ**
کی اور حق تعالیٰ کے بعض کے ارشاد انہ **القرآن سے بھاس کی تاکید ہوتی ہے وَاللَّهُ عَلِيمٌ**
۱) وَإِنَّهُ لَقَسِيْرٌ لِّتَوْفَعُوهُمْ عِظْمُوتٍ اور تم سمجھو تو یہ
بڑی قسم ہے۔

بطور تعریف کے ارشاد ہے کہ اے کاش تم جاننے یا حقیقت کا ادراک کرتے یہ قسم
بہت بڑی بات ہے جو عظمت و قدرت الہیہ پر دلالت کر رہی ہے۔

إِنَّهُ لَقَرَّاءٌ كَرِيْمٌ
بے شک یہ عزت والا
قرآن ہے۔

فِي كُتُبٍ مَّكْنُوتٍ
محفوظ نوشتہ
میں

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ
اسے نہ چھوئیں مگر
با وضو

فَتَنْزِيلُكَ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ
اتارا ہوا ہے سارے
جہان کے رب کا

إِنَّهُ لَقَرَّاءٌ كَرِيْمٌ
یہ عزت والا قرآن ہے۔
بے شک

ان پر رحمت رخصوان کے نزول کا وقت ہے ۔

قرآن حکیم کلام الہی اور وحی زبانی ہے جو حکمک صلی اللہ علیہ وآلہ
و سلم پر نازل ہوا کریم صفت کلام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو جملہ
بھلائیوں اور نمانا ہی خیر و برکات کا سرچشمہ ہے کریم کے معنی معزز کے بھی ہیں یعنی عزت والہ
پروردگار کا معزز کلام ہے اور جو اس سے تعلق قائم کرے یعنی اتباع کرے تو یہ کتاب
اسے بھی معزز بنا دیتی ہے صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ سی و در و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔
اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سے لوگوں کو معزز و بلند فرماتا ہے اور بہتوں کو
پست کرتا ہے یعنی جو اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں ان کے لئے عزت و بلندی ہے
اور منکروں کے لئے ذلت و پستی ہے ۔ کریم کے معنی حق کے ہیں جس کا مطلب ہے کہ
یہ کتاب اچھائیوں اور بھلائیوں کا لائنا ہی خزانہ ہے اور اس کا نفع ہر نوع ہے ۔

فِي كِتَابٍ مُّكْتَوًى ۖ مَحْفُوظٍ نُّوْشْتۃٌ مِّیۡن

ای کائن فی کتاب

مصور عن غیر المقربین من الملائکۃ
علیہم السلام لا یطلع علیہ من سواہم فالمراد
بہ اللوح المحفوظ کما روی عن الربیع بن
انس وغیرہ وقیل : ای فی کتاب
مصور عن التبدیل والتغییر وهو

المصحف الذی بایدی المسلمین

یعنی محفوظ کتاب میں درج ہے جو ملائکۃ المقربین علیہم السلام
کے سوا سے پردہ میں ہے کہ ان کے سوا اس پر کوئی مطلع نہیں پس اس سے مراد لوح
محفوظ ہے جیسا کہ ربیع بن انس اور ان کے علاوہ سے روایت کیا گیا ہے اور ایک قول
ہے نوشتہ میں مراد ہے یعنی ایک ایسی کتاب میں درج ہے جو تبدیل و تحریف سے محفوظ
ہے اور وہ مصحف ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے ، عکرمہ کا قول ہے نوشتہ
میں مراد تورات و انجیل ہے مراد و مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے کرم و شرف کا تذکرہ

پہلی کتابوں میں ہے اور ایک قول ہے کتاب المکنون یعنی محفوظ
نوشتہ سے مراد مرد مومن کا دل ہے۔

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۔ اسے نہ چھوئیں مگر پاک
(لَا يَمَسُّهُ) اسے نہ چھوئیں (الامطهرون) بجز پاک
یمنسہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف راجع ہے اور نفی بغیر طہارت کے چھونے
پر نہیں ہے اور مطہرون کے استثنائے واضح ہے کہ قرآن حکیم کو بدوں طہارت
پکے چھونا جائز نہیں طہرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
”لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ“ قرآن حکیم کو طاہر کے سوا کوئی نہ چھوئے۔
اور مطہرون سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونا ہے یعنی با وضو
چھوئے اور بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر مصحف
غلاف پوش ہے تو چھوتا یا اٹھانا جائز ہے جبکہ امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما
کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں، حالانکہ اور نفاس والی عورت نہ پڑھ سکتی ہے نہ چھو
سکتی ہے اور یونہی جنبی مرد کا حکم ہے تاہم بے وضو زبانی قرآن حکیم پڑھ سکتا ہے کفار
اور دشمنوں کے ملک میں مصحف شریف لیجانا منع ہے مبادا بے حرمتی ہو قرآن
حکیم پر غلاف چڑھانا ادب ہے اور صدر اول سے اہل ایمان کے نزدیک معمول و
مستحسن ہے قرآن کی طرف پشت کرنا، پاؤں پھیلانا منع اور یونہی قرآن حکیم کو
پشت رکھنا کہ خود اونچا ہو غلاف ادب ہے اور مصحف کی توہین کرنے والا کافر ہے۔
بشرطیکہ قصداً ایسا کرے۔ قرآن مجید کا حجم چھوٹا کرنا مکروہ ہے، بوسیدہ ہونے کی
صورت میں احتیاط سے محفوظ جگہ میں لحد بنا کر یوں دفن کرے کہ اسی پر مٹی نہ پڑے
جلانا منع ہے خوشنخط اور خوبصورت لکھنا مستحسن ہے کہ عظمت کا اظہار ہے۔
بعض کے نزدیک مطہرون سے مراد مومنین موجدین ہیں۔

اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ اہل کتاب کو تلاوت مصحف کی اجازت
نہیں دیتے تھے،

تاہم واضح مفہوم یہ ہے کہ بے وضو مصحف کو چھوئے جائز نہیں ہے۔

اتارا ہوا ہے سارے جہان
کے رب کا
تو کیا اس بات میں تم سستی
کرتے ہو۔
اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ
جھٹلاتے ہو۔

تَنْزِيلِكُمْ مِنَ رَبِّ
الْعَالَمِينَ
أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ
مُدْهِنُونَ
وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ
أَنْتُمْ تُكْذِبُونَ

(تَنْزِيلِكُمْ مِنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ) اتارا ہوا ہے سارے جہانوں کے
رب کا
صفة آخری للقوان ای مَنْزِلُ
یہ قرآن حکیم کے لئے ایک اور توصیف ہے (صفت ہے) کہ وہ اللہ طرف سے
اتارا گیا ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ) تو کیا اس بات میں

ای تعرضون فَبِهَذَا الْحَدِيثِ الَّذِي ذَكَرْتُمْ

نَعُوذُ بِالْجَلِيلَةِ الْمَوْجِبَةِ لِعِظَامِهِ وَاجْدَلِهِ وَالْإِيمَانِ
بِمَا تَضْمَنُ وَارْتِدَادِ الْكُفَرِ

یعنی تم اس بات سے روگردانی (منہ پھرتے ہو) جسکی جلالت و

توصیف و تعریف بیان ہوئی جو اسکی عظمت اور بزرگی و شرف پر دلالت

کرنیوالی اور ایمان کی طرف متضمن اور ہدایت عطا کرنے والی ہے اُو وہ قرآن

حکیم ہے یعنی تم قرآن حکیم کو ماننے میں سستی کرتے ہو۔

(أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ) تم سستی کرتے ہو۔

انتہی سے مراد کفار مکہ اور ضادید قریش ہیں یا مخاطبین قرآن یعنی منکرین،

ابن عباس کے نزدیک مدھنون سے مراد مکذبین یعنی جھٹلانے والے یا منکرین

ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا تم اس قرآن حکیم کو نہیں مانتے یا اس پر ایمان نہیں لاتے

اور مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جانے کا بدستور انکار کرتے چلے جا رہے ہو اور فضول

باتیں بنا بنا کر اپنے ساتھیوں کو قبول حق سے روکتے ہو۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حقیقت

حال جان لیں تو تم راہ حق سے روکتے ہو اور اپنے کفر و تعصب پر ابھی بھی ڈٹے ہوئے ہو۔

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ
 جمہور کے نزدیک رزق کے معنی شکر کے بیان ہوئے ہیں اور مراد ہے مَا مَشْكُونِ اس نے
 ناقدری کی ”شکر کم“ یعنی تم ناقدری کرتے ہو یعنی نعمت قرآن کو جھٹلاتے ہو۔
 (اَنْتُمْ تَكْذِبُونَ) کہ جھٹلاتے ہو۔

فَادُلُّ رِضَى اللّٰهِ عَنِ حَسَنِ رِضَى اللّٰهِ عَنْهُ سَے روایت کی ہے مَا اخَذَ الْقَوْمَ لَا
 لِنَفْسِهِمْ لَعْنِ رِزْقٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِلَّا التَّكْذِیْبَ
 جس قوم کے حصے میں صرف یہی ہوا کہ انہوں نے اللہ کی تکذیب کی (جھٹلایا) تو اس کے لیے سخت
 ہلاکت و بربادی ہے۔

پھر کیوں نہ جب جان گئے تک پہنچے
 اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔
 اور ہم ان کے زیادہ پاس ہیں تم سے
 مگر تمہیں نگاہ نہیں تو کیوں نہ ہوا اگر تمہیں
 بدلہ ملنا نہیں کہ
 اُسے لوٹا لاتے
 اگر تم پیچے ہو۔

فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ
 وَاَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ
 وَنَحْنُ اقْرَبُ الْبَيْتِ مِنْكُمْ
 وَلَكِنْ لَا تَبْصُرُونَ
 فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ
 مَلٰٓئِكَةٍ ۚ تَرْجِعُوْنَهَا
 اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ) پھر کیوں نہ جب جان گئے تک پہنچے۔
 فَلَوْلَا تَحْفِیْضُ کے لئے یا اظہارِ عجز کے لئے اِذَا غَرِیْبٌ ہے بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ
 گلے تک پہنچے اس مراد روح کا گلے تک پہنچنا ہے مرنے کے وقت، فَلَوْلَا اِذَا حَانَ
 انْقِطَاعُ تَعْلُقِ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ - یعنی جب روح کا تعلق بدن سے
 ٹوٹتا ہے تو اس وقت تم اس کی روح کو واپس بدن میں کیوں نہیں لے آتے جب تمہاری
 کمزوری اس حال کو ہے تو پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے اور کس برتے پر جھٹلاتے ہو۔
 (وَاَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ) اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔

(وَاَنْتُمْ اِيْهَا الْخٰخِرُونَ حَوْلَ صٰحِبِهَا

یعنی اے اپنے مرنے والے دوست کے پاس موجود ہونے والو!

(حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ) اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔

ای حین اذ ابلغت الملقوم وصلت الیہ اوحان
انقطاع تعلقها یعنی جب اس مرنے والے کی روح گھر تک پہنچتی ہے اور اس سے فاصل
ہو جاتی ہے یا اس سے بدن سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور تم اس کے اس حال
کو دیکھتے ہو یعنی جانکن کی سنیاں دیکھتے ہو موت کی بے ہوشی اور زندگی کا ڈوبنا دیکھتے ہو
لیکن اس کے باوجود اسے نہ تو بچا سکتے ہو اور نہ خود ہی کچھ کرنے کی ہمت پاتے ہو اس
کمزوری، عجز و بے بسی کے باوجود ایمان کیوں نہیں لاتے حاکم نے شداد بن ادس
سے روایت کی ہے کہ جب روح نکلتی ہے تو نگاہ اس کا تعاقب کرتی ہے
(وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ) مِنكُمْ اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں
تم سے۔

ای المحتضر یعنی پاس موجود ہوتے ہیں والمراد بالقرب العلم
اور قرب سے مراد علم ہے فان القرب اقوی سبب للاطلاع
والعلم کیونکہ قرب ہی علم و خبر کا قوی ترین واسطہ ہے اور بعض نے کہا المراد بالقرب
علماً وقد لا قرب سے مراد علم و قدرت (اختیار) ہے یعنی ہم اس مرنے والے
کی کیفیت ظاہر و باطنی کو جاننے اس پر قدرت رکھنے اور اس کو دیکھنے میں تم سے بڑھ کر ہیں
یہاں واضح ہے کہ حق تعالیٰ قرب زمانی و مکانی سے پاک ہے اور یہاں اقرب فرمانا قرب
بے کیف ہے۔ واللہ اعلم
(وَالَّذِينَ لَا يُبْصِرُونَ) مگر تمہیں نگاہ نہیں

لا تدركون کو نہ اقرب الیہ منکم یعنی ہمارے قرب کو
جو اس مرنے والے کیساتھ ہوتا ہے تم اس کی گنہ اور اک نہیں رکھتے جاننا چاہیے کہ یہ خطاب کفہ
سے ہے۔ یعنی تم بصیرت نہیں رکھتے یا تم نہیں جانتے۔ یا مراد ہے کہ ہمارے فرشتوں کو جو اس کی
روح قبض کرتے ہیں اور اس کے نکالنے کا معاملہ کرتے ہیں حالانکہ وہ تم سے زیادہ اگلے قرب
ہوتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے۔

(فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ) تو کیوں نہیں ہوا اگر تمہیں علم نہیں
تَرْجِعُوْنَهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ کہ اے لوٹا لاتے اگر تم سچے
ہو۔

ای فلولاً ان کنتم غیر محزیبین وجعل فاضلاً انکاحم
 المبعث وایس بشیٰ یعنی لے کفار پھر تم سے کیوں نہ ہو سکا یا ہو سکتا ہے جب
 تمہارے نزدیک مرنے کے بعد اٹھنا اور اعمال کی جزا و سزا اور ذات خالق سبحانہ تعالیٰ کچھ
 بھی نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اپنے مرنے والوں کی روح کو روک کیوں نہیں لیتے اور جب تمہاری
 بے بسی ظاہر ہے تو پھر حقیقت کو کیوں نہیں تسلیم کرتے اور ایمان کیوں نہیں لے آتے آخر یہی رہا
 کیوں اختیار نہیں کرتے اور ان کے کفار کے اقوال سچے ہوتے تو وہ روح کو بدن میں لوٹا لیتے
 جب تمہارے اختیار میں کچھ نہیں اور تم عاجز و بے بس ہو تو جان لو کہ یہ اللہ کریم ہی کی قوت و قدر
 ہے لہذا اس پر ایمان لاؤ اور رسولوں کی فرمانبرداری کرو۔

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ
 الْمُقَرَّبِينَ

فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَ
 جَنَّتُ نَعِيمٌ

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ (پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں
 سے ہے۔)

مقربین سے مراد تین گروہوں میں سے وہ طبقہ اولیٰ ہے جن کا ذکر سورہ مبارکہ کے
 آغاز میں ہوا اب مخلوق کے طبقات اور موت کے وقت ان کے حالات و کیفیات اور ان
 کے درجات و انجام کا بالترتیب ذکر ہے، مقربین سے مراد بے یقین ہیں یعنی اگر وفات پانے
 والا سب یقین یا مقربین سے ہے۔

(فَرَوْحٌ) تو راحت ہے ای استراحة یعنی آرام و سکون راحت،
 ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے
 رسول اللہ علیہ والہ وسلم نے فَرَوْحٌ کی قرأت رار کے ضمہ کے ساتھ بھی سنی ہے یعنی فَرَوْحٌ
 اور حسن کا قول ہے کہ الفَرَوْحُ سے مراد رحمت ہے کیونکہ وہ مرنے والے کیلئے بمنزلہ حیات
 کے ہوگی یا دایمی حیات کا سبب ہوگی اور اس کا اطلاق یہاں بطور استعارہ یا مجاز مرسل کے
 ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد بقا ہے۔

(وَرَيْحَانٌ) اور پھول ای وَرَقٌ یعنی

رزق ضحاک کا قول ہے کہ اس سے مراد عیش و آرام ہے حسن کا قول ہے کہ خوشبو یا پھول ہی مراد ہیں جیسا کہ ریحان کے بارے میں معروف ہے ابن جریر نے حسن سے روایت کی ہے کہ مومن کی روح اُسکے جسم سے جنت کے پھولوں کی خوشبو میں نکلتی ہے۔

ابن حاتم اور ابن جریر نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے کہ جب مقربین میں سے کوئی دنیا سے وفات پاتا ہے تو اس کے پاس گہائے بہشت کی ڈالی لائی جاتی ہے تو وہ اسے سونگھتا ہے تو اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔

(وَجَنَّتْ لَعِیم) اور چین کے باغ اے ذاتِ تنعم یعنی نعمتوں والے باغ اس میں اشارہ ہے کہ مقربین کی آرام گاہیں ایسی ہوں گی اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو نعمتوں سے نوازے جائیں گے ایک قول یہ ہے فروج و ریحان کا معاملہ مقربین کے لئے بوقت موت ہوگا اور جنت و نعیم سے مراد مقربین کو ان کی قبروں میں قیامت تک جنت میں انکے مقام و مکان کا نظارہ کرانا ہے اور بعض نے کہا یہ سب آخرت میں ہوگا واللہ اعلم۔

اور اگر داہنی طرف والوں سے

وَأَمَّا أَنْ كَانَ
مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ
فَسَلَّمَ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ

تو لے محبوب آپ پر سلام

ہے داہنی طرف والوں سے

(وَأَمَّا أَنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ) اور اگر

داہنی طرف والوں سے ہو۔

اگر مرنے والا طبقہ ثانی اصحاب الیمین (دائیں طرف والوں) سے ہوگا۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جنہیں ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

(فَسَلَّمَ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ) تو لے محبوب آپ پر

سلام ہے داہنی طرف والوں سے۔

فیل موعی تقدیر القول اے فیقال لذلک

المتوفی منہم سلام لک یا صاحب الیمین

اصحاب الیمین

من اخوانک

ای یسلون علیک

کہا گیا ہے کہ یہ برکتِ کلام ہے یعنی اصحاب الیمین میں سے مرنے والے کو کہا جائیگا کہ اے داہنی جانب والے بھائیوں کی طرف سے سلام ہو یعنی دائیں جانب والے تجھے سلام کہتے ہیں جیسا کہ پھر ذکرِ جلال و علا کا ارشاد ہے ۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا

کہ وہ جنت میں بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنیں گے ہاں یہ کہنا ہو گا سلام سلام، طبری کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہے کہ تجھ پر سلام ہو کہ تو دائیں جانب والوں میں سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہاں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے میرے محبوب رسول آپ پر سلام ہو یعنی خاطر جمع رکھئے مطمئن ہو جائیے ۔ انہو غیر محتاجین الی شفاعتہ وغیرہا ۔ کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں شفاعت وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی ۔ اور آپ انہیں عذاب سے محفوظ پسند یہ حال میں دیکھیں گے ۔

واضح یہ ہے کہ تمام اصحاب الیمین کو شفاعت کی احتیاج نہ ہوگی یعنی اللہ ان کی نیکیاں قبول فرما لے گا۔ اور لغزشوں سے معاف فرمائے گا البتہ یہ امر اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ شفاعت سرورِ دو عالم کبیر گناہ کرنے والوں کیلئے ہوگی ۔

اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اہل کبار اصحاب الشمال سے ہوں لہذا گنہگار مسلمان بھی ، اصحاب الیمین میں سے ہوں گے اور یہ ان کی قسم ثانی ہوگی جو شفاعت کی محتاج ہوگی ۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں شفاعت کو صرف اہل کبار تک ہی محدود کرنا صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ سرورِ دو عالم صلی علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رب فرمائے گا سل تعطی اشفع اشفع مانجھے دیا جائے گا ۔

محبوب شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی ۔ تو اس میں کسی کی قید نہیں اگرچہ احتیاج رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور جو احتیاج نہ رکھتے ہوں ۔

وہ بھی سرکارِ مدینہ کے محتاج ہیں کہ آپ کی برکت و شفاعت سے انعامات و درجات میں ترقی پائیں اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا کہ روزِ حشر خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی میری محتاجی ہوگی ۔ حالانکہ واولو العزم پیغمبر خلیل کریم والا شان ہیں ۔

تو اصحاب الیمین کیلئے بارگاہِ عالیہ کی محتاجی کیوں نہ ہوگی ۔ واللہ اعلم
وصلی اللہ علی النبی الرضیع الشاف وجیب
الرحمن وشفیع المخلوق المنان

وَأَمَّا إِنْ كَانَ
مِنَ الْمَكْذِبِينَ
الضَّالِّينَ .

فَنَزَّلْنَا مِنْ

حَمِيمٍ .

وَنُفْلِلُهُ جَحِيمًا .

إِنَّ هَذَا لَهُوَ

حَقُّ الْيَقِينِ .

فَسَبِّحْ بِاسْمِ

رَبِّكَ

الْعَظِيمِ .

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ
الضَّالِّينَ .

فَهُوَ اصْحَابُ الشَّمَالِ

طبقہ ثالثہ کے ذکر میں فرمایا گیا تھا : ”ثم انكروا ايها الضالون“

المكذبون“۔ اب اسی گروہ یعنی اصحاب الشمال کا انہی صفات

ذمیمہ کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اگر مرنے والا ان لوگوں میں سے ہوگا جو رسولوں کو جو

جھٹلاتے تھے اور کفر و شرک پر اصرار کرنے والے تھے اور راہ حق سے بھٹکنے والے تھے تو

یہ گروہ اس حال میں ہوگا کہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

(فَنَزَّلْنَا مِنْ جَحِيمٍ) تو اس کی جہانی کھولتا پانی۔

فَجَنَاقًا تَوَّاسًا لَا يَذوقُ شَرِبًا بَعْدَ أَكْلِ

الزَّقُومِ ، تموہر کے درخت سے کھانے کے بعد جہنم کا کھولتا پانی پییں گیں جو آتش

کاٹ ڈالے گا۔ اور ان پر ایسی پیاس مسلط کی جائیگی کہ پیاسے اونٹوں کی طرح پیئیں گے۔

اور سیراب نہ ہوں گے انتڑیاں کٹ کر نکلیں گی اور یہ صورت دائمی رہے گی نہ

مہلت میسر ہوگی نہ ہی عذاب و شدت میں کمی موت کی آرزو کریں گے مگر موت

اور اگر جھٹلانے والوں
گمراہوں میں سے

ہو۔

تو اسکی جہانی

کھولتا پانی

اور بھرکتی آگ

یہ بے شک اعلیٰ درجہ

کی یقین بات ہے

تو لے محبوب تم اپنے عظمت

والے رب کے نام کی

پاکی بولو۔

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ

کہاں ہاں ہر لحظہ موت ہوگی اور یہ عذاب مستقل ہوگا۔

(وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ) اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا

اَبَادِ خَلْفِ النَّارِ وَ قِل
اَقَامَةً فِيهَا

یعنی دوزخ کی آگ میں داخلہ ہوگا اور یہ بھی کہا گیا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہوگا
ایک قول ہے کہ ایسا قیامت کو ہوگا۔

ایک قول ہے چونکہ متوفی کا ذکر ہے اس لئے قبر میں کافر آگ کی گرمی اور اس کا
دھواں پائینگا اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے
کہ لَا يَخْرُجُ الْكَافِرُ حَتَّى يَسْجُدَ

كَاسًا مِنْ جَحِيمٍ

کہ کافر کی روح قبض نہ کی جائیگی یا قبر سے نکلے گا یہاں تک کہ جہنم کے کھولتے پانی کا
ایک پیالہ نہ پی لے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ -

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

یہ بے شک اعلیٰ درجہ کی

حَقُّ الْيَقِيْنِ

یقینی بات ہے۔

اِنَّ هٰذَا (یہ بے شک اعلیٰ درجہ کی)

ذَكَرَ فِي السُّورَةِ الْكَرِيْمَةِ

یعنی جیسا کہ اس سورہ مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔

لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ (اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے۔

بمعنی اَخْبَرَهُ نَهَايَةً فِيْ ذٰلِكَ

فیہا یعنی یہ سمجھنے کے لئے اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔

اِنَّ لِّهٖ الْخَبْرَ الْيَقِيْنَ یعنی ایسی خبر ہے جو یقینی، حتمی

اور قطعی ہے اور جس طرح یقین الیقین اور صواب الصواب کہا جاتا ہے
اور اظہار حق کے لئے مبالغہ ہے۔

رَفِیْعُ یَاسِرٍ رَبِّكَ الْعَظِیْمُ، تو اے محبوب
آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولیں۔

لترقیہ التبیح اولاً

یعنی اللہ کی پاکی بولنے یا اس کے ساتھ تسبیح کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے نام کا
ذکر کیجئے اور اس کا حکم کے مطابق نماز پڑھتے یا یہ مفہوم ہے کہ کفار جو کہتے ہیں اس
سے پروردگار سبحان رفیع الشان عظیم البرہان ہے۔

امام احمد ابو داؤد، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی سے بروایت صحیح نقل
کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسروق و عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اجعلوا فی رکوعکم

اے اپنے رکوع میں اپنا لو یعنی کہو سبحان ربی
العظیم اور جب سورہ اعلیٰ نازل ہو تو فرمایا۔

اجعلوا فی سجودکم اے اپنے سجدوں میں

پڑھو یعنی کہو سبحان ربی

الاعلیٰ، اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ نمازیں

تسبیحات قرآن حکیم سے ماخوذ ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ سورۃ الوقع حدیث میں ہوئی

الحمد علی احسانہ

۲۴ فروری ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۷ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

(سورة الحديد)

یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت نے تخریج کی ہے کہ
یہ سورہ مبارکہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مفسرین کے اجماع کے مطابق یہ مدنی ہے لیکن ایک
گروہ کا قول ہے کہ مکہ ہے ابن الفرس کے نزدیک جہور کا قول یعنی مدنی ہونا ہی صواب ہے
ابن علیہ کا قول ہے اس میں اختلاف نہیں کہ اس میں مدنی آیات ہیں لیکن شبہ ہوتا ہے کہ اس
کا صدور مکہ میں ہوا ہو اور اس پر وہ روایت شاہ ہے جو البزار نے اپنی مسند میں نقل کی ہے طبرانی
بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ وہ قبول
اسلام سے پہلے اپنی ہمشیرہ کے گھر میں داخل ہوئے تو اس میں جو صحیفہ تھا اس میں سورہ
الحديد تھی پس میں نے اسے پڑھا یہاں تک کہ آیت کریمہ اٰمِنُو بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاَنْفِقُو
مِمَّا جَعَلَكُمْ تٰمِنًا تَوْفِیْہِمْ لَیْسَ لَہُمْ اَمْنٌ حَتّٰی یَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یَوْمَئِذٍ یَذَرُ
وہ مسلم نسائی، ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اسلام
قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ہم پر آیت اَلَمْ یَأْتِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لَذِکْرِ
اللّٰہِ فِیْ عَتَابِ فِرْعٰوْنِ فِیْۤیْہِمْ چار برس کا عرصہ تھا یہ سورہ مبارکہ بروز منگل نازل ہوئی دلیلی نے
جاہر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم
منگل کے روز پچھنے نہ لگواؤ (سینگی لگواتا) کیونکہ سورہ الحديد مجھ پر منگل کے روز اتری اسکی آیتیں
آیات ہیں اور چار رکوع ہیں اور سورہ واقعہ کے ساتھ اسکا اتصال اس وجہ سے ہے کہ یہ نبی
کے ذکر کے ساتھ شروع ہوئی ہے جبکہ سورہ واقعہ نبی کے حکم پر ختم ہوئی یہ سورہ مبارکہ متجات
میں سے ایک ہے احمد ابو داؤد ترمذی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے سے پہلے متجات باقاعدگی سے پڑھتے تھے
اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں ایک آیت ہے جو
ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کی فضیلت رکھتی ہے ابن کثیر نے اس آیت سے مراد ہوا الاول
وَالْاٰخِر (المن) بیان کیا ہے ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں
نے فرمایا اگر تو اپنے دل میں کچھ دوسوہ پائے تو یہ کہہ ہوا الاول وَالْاٰخِر والآخر الحدید

کے معنی لوہے کہ ہیں جو برکاتِ سماویہ میں سے ایک ہے چونکہ بطور خاص اس سورہ میں حدید کا ذکر ہوا لہذا سورہ مبارکہ اس نام سے موسوم ہوئی۔

سورۃ الحدید مدنیۃ

اس میں چار رکوع انتیس آیتیں۔ پانچ سو چالیس کلمات اور دو ہزار چار سو چھتر حروف ہیں

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحدید ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اتھ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

اسی کے لیے ہے سلطنتِ آسمانوں اور زمین کی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہی اول و ہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق جاتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا رجوع۔

رات کو دن کے حصہ میں لاتا ہے اور دن کو رات

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۚ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ یَعْلَمُ مَا یُبْجِیْ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یُخْرِجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَ مَا یُعْرِجُ فِیْهَا ۚ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیْرٌ

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلٰی اللّٰهِ تُجِیْ الْاُمُوْرُ

یُجِی الْلَّیْلُ فِی النَّهَارِ وَ یُجِی النَّهَارُ فِی الْلَّیْلِ

وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ
أَمْثَلُكُمْ اللَّهُ ذُرِّيَّةً وَتُفِقُوا مَبَآ
جَعَلَكُمْ مُسْتَحْلِفِينَ قِيَمَةً فَالْكَافِرِينَ أَمْثَلُكُمْ
مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ أَجْرُكُمْ

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ
يَذْكُرْكُمْ لَوْ تَوَدُّونَ أَنْ تَرْجِعُوا
مِنْكُمْ أَنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدٍ آيَاتٍ تَبَيَّنَتْ
لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ إِلَى التَّوْبَةِ وَإِنَّ اللَّهَ
بِكُمْ لَرُفُوقٌ رَحِيمٌ
وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ
لَا يَسْتَوِي مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ
الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَئِكَ أَكْثَرُ
مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْمُحْسِنِينَ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ

کے حصہ میں لانا ہے اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے
اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں
کچھ خرچ کر جس میں تمہیں اور لوں کا جانشین کیا
تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ
کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول
تمہیں بتا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے
شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں
یقین ہو۔

وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ
تمہیں اندھیر لوں سے اجالے کی طرف لے جائے
اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا ہے۔
اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ
آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے
تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ
اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں
نے بعد فتح کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب
سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو
تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

حل لغات رکوع اول سورة الحديد ۲

سَبَّحَ بِحَمْدِهِ مَا جُوَّيْلَهُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ فِي سَبَّحِ

و۔ اور	الارض زمین کے ہے	و۔ اور	السموات آسمانوں
لہ۔ اسی کی	الحکیم حکمت والا ہے	و۔ اور	هو۔ وہ
الارض زمین میں	و۔ اور	و۔ اور	ملك بادشاہی ہے
و۔ اور	نسبت کرتا ہے	و۔ اور	بھی زندہ کرتا ہے
شی چیز کے	کل۔ ہر	و۔ اور	هو۔ وہ
و۔ اور	الاول۔ اول	و۔ اور	قدیر قادر ہے
و۔ اور	الظاهر۔ وہی ظاہر	و۔ اور	الاخیر۔ وہی آخر
بکل۔ ہر	هو۔ وہی	و۔ اور	باطن۔ وہی باطن ہے
الذی۔ وہی ہے جس نے	هو۔ وہ اللہ	و۔ اور	شی چیز کو
الارض زمین	و۔ اور	و۔ اور	خلق پیدا کیے
نہ۔ پھر	ایام۔ دن کے	و۔ اور	فی بیچ
یعلم۔ جانتا ہے	العرش عرش کے	و۔ اور	استوی۔ برابر ہوا
الارض زمین کے	فی بیچ	و۔ اور	ما جو
منہا۔ اس سے	یخرج۔ نکلتا ہے	و۔ اور	و۔ اور
من السماء۔ آسمان سے	یازل۔ اترتا ہے	و۔ اور	و۔ اور
فیہا۔ اس میں	یخرج۔ اُڑتا ہے	و۔ اور	و۔ اور
ایما۔ جہاں بھی	معمد۔ ٹھہارے ساتھ ہے	و۔ اور	و۔ اور
لیا۔ اس سے	اللہ۔ اللہ	و۔ اور	کنتم ہو تم
ملك ملک	لہ۔ اسی کا ہے	و۔ اور	تعمون جو تم کہتے ہو
الارض زمین کے ہے	و۔ اور	و۔ اور	فی بیچ
ترجیح کوٹائے جلتے ہیں۔	اللہ۔ اللہ کی	و۔ اور	و۔ اور
فی بیچ	اللیل۔ رات کو	و۔ اور	الامور۔ سب کام
النہار۔ دن کو	یوب۔ داخل کرتا ہے	و۔ اور	النہار۔ دن کے
هو۔ وہ	و۔ اور	و۔ اور	فی بیچ
	اللیل۔ رات کے		

عَقِيمٌ جَانِّهِ وَاللَّهُ

بِأَمْرِ اللَّهِ - الشَّهِيدِ

أَنْفَقُوا خَرَجَ كَمَا كَرُو

فِيهِ - اس میں

و۔ اور

كَيْفَ يُؤْتِيهِمْ بَرَ

كَ - نہیں

الرَّسُولِ - رسول

بِذِكْرِهِ - بے پناہ رب پر

مِيثَاقَكُمْ تَمَّ سَهْدُ

هُوَ - وہ اللہ

عَبْدٌ بِنَدَى

لَمْ يَخْرُجْ كُمْ - تاکہ نکلے تم کو

النُّورِ - روشنی کی

بِكُمْ تَمَّ بِر

مَا كَيْفَ هَی

فِي بَعْج

بِلَهُ - اللہ ہی

الْأَرْضِ - زمین کا

مَنْ جَسَ لَی

و۔ اور

دَرَجَةً - درجے میں

و۔ اور

وَعَدًا - وعدہ کیا

اللَّهُ - اللہ

بِذَاتِ الشَّهَادَةِ - سب سے کی باتیں

و۔ اور

رَسُولِهِ - اس کے رسول پر

جَعَلَكُمْ - بنایا تم کو

أَمْثَلًا - ایمان لائے

كَمْ زَكَاةً لَی

مَا كَيْفَ هَی

تَوَمَّنُونَ - ایمان لاتے تم

بِأَمْرِ اللَّهِ - اللہ پر

كَمْ تَمَّ كُ

قَدْ بَشَكَ

كُنْتُمْ - ہو تم

يُنْزِلُ - اناریں

آيَاتٍ - آیتیں

مِنَ الظُّلُمَاتِ - اندھیروں سے

أَنَّ بَشَكَ

رَحِيمٌ - رحم والا ہے

إِلَّا كَرَنَ

اللَّهُ - اللہ کے

السَّمَاوَاتِ - آسمانوں

يَسْتَوِي - برابر ہے

مِنْ قَبْلِ - پہلے

أُولَئِكَ - یہ لوگ

أَنْفَقُوا - انہوں نے خرچ کیا

و۔ اور

الْحَسَنَى - جنت کا

تَعْمَلُونَ - عمل کرتے ہو

أَمْثَلًا - ایمان لاؤ

و۔ اور

مُتَخَلِّفِينَ - جانشتیں

مِنْكُمْ - تم میں سے

أَجْرًا - اجر ہے

كَمْ تَمَّ كُ

و۔ اور

لِئَمْثَلًا - تاکہ تم ایمان لاؤ

أَحَدٌ - کیا اس نے

مُؤْمِنِينَ - ایمان والے

عَلَى - اوپر

بَيِّنَاتٍ - روشن

إِلَى - طرف

اللَّهُ - اللہ

و۔ اور

تَنْفَقُوا - خرچ کرو

و۔ اور

و۔ اور

مِنْكُمْ - تم سے

الْقَمَرِ - قمر سے

أَعْظَمُ - بہت بڑے ہیں

مِنْ بَعْدِهِ

كُلًّا - سب سے

و۔ اور

خَيْرٌ - خیر وار ہے

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ الحدید ۲۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ
وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ۝
اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں
اور زمین میں ہے اور وہی عزت
وحکمت والا ہے ۔

(سَبِّحْ لِلَّهِ) پاکی بولتا ہے اللہ کے لئے
سَبِّحْ سُبْحَانَ مصدر سے فعل ماضی ہے تسبیح کے معنی پاکیزگی بیان کرنے
کے ہیں ۔ التبیح علی المشہود تسبیح سے مراد مشہور تسبیح ہے یعنی سبحان اللہ
کہنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی بولنا اور اس پر عظمت و پاکیزگی کا اقرار و بیان کرنا کہ وہ
ہر نقص و عیب سے پاک ہے فعل ماضی میں اشارہ ہے کہ جب سے ممکنات عدم سے
وجود میں آئیں ابد تک خوشی و ناخوشی خالص اللہ کے لئے پاکی بولتی ہیں یعنی مخلوق ہمہ
وقت اللہ کی تسبیح کرتی ہے ماضی حال و استقبال کو بھی شامل ہے اور زمانے
سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔ اور اس کی تسبیح اللہ ہی کے لیے خاص ہے جیسا کہ مفعول
کے لام سے مستفاد ہے ۔

(مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر جہی
کے نزدیک ما فقط عالم کیلئے ہے اور بعض کے نزدیک موصولہ ہے اور بعض کے نزدیک
نکرہ موصوفہ تاہم مطلب یہ ہے کہ خواہ ذوی العقول ہیں یا غیر ذوی العقول سبھی پاکی
بولتے ہیں سورہ نور میں گزرا کُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ سب نے جان رکھی
ہے اپنی نماز اور تسبیح یعنی مخلوق میں جو جس حال پر ہے وہیں تسبیح میں مشغول ہے خواہ
قوی ہو یا حالی خواہ ہم اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں ۔
(وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) اودہ عزت وحکمت والا ہے ۔

(وَهُوَ) اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ

(العزیز) القادر الغالب الذی لا ینانعه ولا یمانعه شیء (الحکیم) الذی لا یفعل الا ما تقتضیه الحکمة والمصلحة قدرت والا اور ایسے غلبے والا ہے کہ کوئی اس سے نہ چھین سکے اور نہ اس سے کوئی امر روک سکے اور ایسی ذات جو نہ کرے مگر وہی جو حکمت و مصلحت کا تقاضا ہو،

لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ .

اسی کے لئے ہے آسمانوں اور
زمین کی سلطنت جلاتا ہے
اور مارتا ہے اور سب کچھ کر سکتا ہے

(لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) اسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت
ای تصرف الکی فیہا و فیما فیہما من الموجودات من حیث الا
بجاد والا اعدام و سائر التصرفات
یعنی دونوں (آسمانوں اور زمین میں) کلی اختیار و تصرف اور اس میں بھی جو ان
دونوں میں موجودات و مخلوق ہے جہاں تک ان کے وجود و عدم (ہونے نہ ہونے)
کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ مکمل تصرف و اختیار رکھتا ہے مطلب یہ ہے بالکل مالک و مختار
قابض و متصرف غالب و مقتدر ہے۔

(یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ) جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ ای لیفعل الاحیاء والاماتۃ
یعنی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ عدم (نہ ہونے، مردہ)
سے وجود (زندگی ہونے) میں لاتا ہے اور زندگی کے بعد موت دیتا ہے اور پھر
مارنے کے بعد زندہ کرے۔ موت و حیات کا مالک ہے۔

(وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ) اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔
یعنی اللہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے
موت ہو یا زندگی سب پر مکمل قابض و متصرف اور قادر ہے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ
وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر
وہی باطن اور وہی سب
کچھ جانتا ہے

(هُوَ الْأَوَّلُ) وہی اول

ہوئے مراد ذات حق سبحانہ تعالیٰ، اول کا مطلب ہے السابق علی جمیع
الموجودات فهو سبحانه موجود قبل کل شیء حتی الزمان لانہ جل
وعلا الموجد والمحدث للموجودات، تمام موجودات سے پہلے یعنی قدیم ہر شے
سے پہلے اس شان کے ساتھ کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا کانت اللہ ولعین معہ
شی اور اس کا اول ہونا لامتناہی اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ ہر شے یہاں تک کہ زمان سے
پہلے موجود تھا کیونکہ وہی تمام موجودات کا ایجاد اور آغاز کرنے والا ہے، جملہ معدومات
کو اسی نے موجود ممکن کیا اور زمانہ میں نہیں کیونکہ اس کا وجود کسی زمانہ پر موقوف نہیں
زمانہ ہونہ ہو وہ موجود تھا موجود ہے موجود ہے گا لہذا زمانہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا
(وَالْآخِرُ) وہی آخر

الباقی بعد فنا تھا یعنی موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد اس کی ذات
کریم باقی رہنے والی ہے، سب کچھ فنا ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ رہے گا اس
کیلئے انتہا نہیں۔ ہر شے عدم سے وجود میں آئی اور موجود کو معدوم ہونا ہے لہذا ہر شے
فانی ہے اور ذات حق سبحانہ، و تعالیٰ عدم سابق و عدم لاحق دونوں سے پاک مبرا
ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

(وَالظَّاهِرُ) وہی ظاہر ای بوجودہ لان کل الموجودات

بظہورہ تعالیٰ ظاہر،
یعنی اسی کے وجود کریم کی وجہ سے تمام موجودات کا ظہور ہوا یعنی ظہور حق ہی اصل و
کامل ہے اور جملہ موجودات کا وجود اسی ذات پاک کے وجود کا فیض اور پرتو
ہے اور تمام موجودات کا ظہور و سلسلہ اسی موجود پاک تک ممتدی ہوتا ہے والی اللہ

ترجیح الامور لا موجود الا الله ایک قول ہے کہ اس پروردگار کی ذات کریم
دلائل وبراہین سے ظاہر ہے یا ہر شے کا ظہور وجود صانع پر دلیل ظاہر ہے ایک قول ہے
کہ والظاہر فوق کل شی اور ظاہر کا معنی ہے ہر ایک چیز سے بلند و بالا یا ہر
ایک چیز پر غالب ،

(وَالْبَاطِنُ) وہی باطن

بکنہ سبحانہ وتعلی فلا تنحو محولہ العقول یعنی حقیقت ذات
پاک کا عقلیں ادراک نہیں کر سکتیں جو اس اس کی کنہ کے ادراک سے عاجز ہیں
اے کہ برتر از وہم ، گمان خیال و قیاس و عقل ۔

ایک قول ہے کہ باطن کا مطلب ہے ہر شے کا جاننے والا ، ایک قول ہے کہ باطن
کا معنی ہے کہ ظہور حق اصل و کامل ہے اور وہ اپنے کمال ظہور کے باعث مخفی ہے ،
کیونکہ حقیقت ذات کا ادراک نہ حسی طور پر ہو سکتا ہے نہ عقلی طور پر ۔

(وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) اور وہی سب کچھ جانتا ہے ۔

یعنی جزو کل تمام عالم کے ذرات میں ہر ذرہ اس کے علم میں ہے اور وہ ہر چیز
جاننے والا ہے ابو داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تمہیں
وسوسہ پکڑے کہ اول کون تھا تو پڑھو ھو الاول والاخر ۔ ۔ ایک اور حدیث
میں ہے کہ لوگ ہر شے کے بارے میں سوال کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ ہر
شے سے پہلے موجود تھا تو اللہ سے پہلے کون تھا پس اگر وہ تم سے یوں کہیں تو تم کہو ھو
الاول والاخر ۔ علیہم ۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ
يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ
فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ

وہی ہے جس نے آسمان
اور زمین چھ دن میں پیدا
کے پھر عرش پر استوی فرمایا
(جلیا) اس کی شان کے لائق
ہے، جانتا ہے جو زمین کے

اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو
آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے۔
اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ

بِمَا عَمِلْتُمْ بَصِيَّتٌ ۝
(هُوَ الَّذِي) وہی ہے، یعنی ذات باری سبحانہ و تعالیٰ

(خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ) جس نے آسمان اور زمین چھ دن
میں پیدا کیے۔

یہاں دن سے مراد دنیا کے دن ہیں ایام دنیا میں اول التوار ہے اور پچھلا جمعہ ہے
چھ روز میں پیدا کرنا حکمت باری تعالیٰ کا تقاضا ہے اور اگر وہ چاہتا تو پلک جھپکنے سے
پہلے پیدا فرما دیتا لیکن حکیم مطلق کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہی اپنی حکمتوں
مقتضیات کو بہتر جانتا ہے اور ان آیات میں زیادہ بحث و کرید مناسب نہیں کیونکہ
یہ منشاءات سے ہے۔

(ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ) پھر عرش پر استوی فرمایا۔

استوی علی العرش صفت الہی ہے اس نے استوی فرمایا جیسا کہ اس کی عظمت

و شان کے لائق ہے

(يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ) جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے۔

تفصیل سورہ سبا میں گزر چکی ہے، مراد ہے جو چیزیں زمین کے اندر داخل ہوتی
ہیں جیسے بارش کا پانی دھنسنے اور مختلف اقسام کے بیج اور ایک قول ہے کہ مردے بھی اس
میں داخل ہیں۔

(وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا) اور جو اس سے باہر نکلتا ہے۔

یعنی جو اشیاء زمین سے نکلتی ہیں جیسے پانی کے چشمے، درخت، پودے
اور سبزہ معدنیات اور کانیں اور ایک قول ہے کہ حشر کے وقت مردے بھی زمین

سے نکلیں گے۔

(وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ) اور جو آسمان سے اترتا ہے۔

یعنی جو چیزیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں جیسے ملائکہ، رحمت و برکات، احکام الہیہ

اور مہینہ، برف اور لے وغیرہ۔

(وَمَا يَخْرُجُ فِيهَا) اور جو اس میں چرٹھتا ہے۔

جیسے فرشتے، انسانوں کے اعمال اور روحیں ایک قول ہے دعائیں۔

(وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ) اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

ابن عباس سے مروی ہے ”عالم بکواینما کنتم“ تم کہیں ہو تمہیں جانتا ہے سفیان

ثوری کا قول ہے علمہ محکم اللہ کا علم تمہارے ساتھ ہے، ایک قول ہے کہ یہاں معیت

علم سے بطور مجاز مرسل کے ہے معیت الہی بدون کیف کے ہے اور اس کا بیان

ہو ہی نہیں سکتا وہ ہمارے ساتھ ہے خواہ ہم کہیں ہوں اپنی علم و قدرت کے ساتھ

بھی اور فضل و رحمت کے ساتھ بھی اور ستائش اس کی ذات کریم کیلئے ہے۔

(وَاللَّهُ يَتَعَلَّمُونَ بَصِيرٍ) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تمہارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ اس کے

علم کی شان ہے کہ اس کا علم ہر جزو و کل ہر ذرہ عالم کو محیط ہے تو وہ تمہیں تمہارے

کاموں کے موافق جزا و بدلہ دے گا۔

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت

وَإِلَى اللَّهِ تُجْعَلُ الْأُمُورُ اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع

تکریر للتاکید و تمہد لقولہ سبحانہ المشعر بالاعادة

آیت کریمہ کا تکرار تاکید کے لئے ہے اور تخلیق کے آغاز و انجام دونوں کی تمہید ہے

تمام امور خواہ وہ عرض ہوں یا جوہر یعنی قائم بالغیر ہوں یا محتاج بالغیر صرف حق سبحانہ

و تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

رات کو دن کے حصے میں لاتا ہے اور دن کو رات

يَوْمَ لَجُ الْيَلِّ فِي النَّهَارِ وَيَوْمَ لَجُ

النَّهَارَ مِنَ اللَّيْلِ ۝

کے حصے میں لاتا ہے ۔

وَهُوَ عَلَيْهِمْ بِذَاتِ الصَّدُورِ ۝

اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے ۔

وَلَيْلٍ مَّاضِيَةٍ يَوْمَ يُرْجَعُ كَے معنی میں گھٹانا بڑھانا یعنی والی و فی گھر میں داخل ہونا یا گھر سے

آنا مطلب یہ ہے کہ رات کو دن کے حصے میں اور دن کو رات کے حصے میں لاتا ہے یعنی گھٹانا

بڑھانا رہتا ہے کبھی رات لمبی اور دن چھوٹے اور کبھی دن بڑے اور رات چھوٹی ہوتی رہتی ہے

(وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ)

اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے

یعنی دلوں کے اندر جو عقیدے یا جو اسرار و بھید میں یا دوسا دس خطرات و خیالات

سب جانتا ہے یہ اُس کے علم کی شان ہے ۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُوْلِهِ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ

اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں

مُسْتَخْلِفِيْنَ فِيْهِ ۝

اور ان کا جانشین کیا، تو جو تم میں ایمان لائے

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

اور اس کی راہ میں خرچ کرے

وَالَّذِيْنَ اٰلٰهَمُ رَاجِعٌ

ان کے لیے بڑا ثواب

كَبِيْرٌ ۝

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلِفِيْنَ فِيْهِ ۝ اللہ اور اس کے

رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اور ان کا جانشین کیا

ای جعلکم سبحاءہ خلفاء عنہ فی التصرف فیہ من عین ان تمذکو لاحقیقہ

یعنی تمہیں پروردگار سبحانہ، تعالیٰ نے اس میں تصرف کیلئے خلیفہ بنایا نہ یہ کہ تمہیں حقیقتاً

مالک کیا۔ بعینہ امر دعوت ایمان ہے اس لئے کہ رسول کے بغیر ایمان درست نہیں اور تم ہی

ایمان صحیح ہے جو رسول کے واسطے سے ہے پھر بعینہ امر کی تکرار کے ساتھ خرچ کرنے

کی تلقین ہے اور اس کے مال کے حوالے سے خرچ کرنے کو کہا ہے جو گذشتہ لوگوں سے تمہیں

بطور جانشین پہنچا یعنی وہ لوگ پہلے مالک و متصرف تھے اور اب تم انکی جگہ ہو حقیقی ملکیت

نہیں بلکہ عارضی ملکیت ہے۔ اور تمہیں بطور نائب و وکیل اس مال کے راہ خدا میں خرچ کرنے

میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہیے۔
ہم سے پہلے پچھلوں کے ورثہ ہوئے اور ہم اپنے پہلوں کے اوزمانہ بہ زمانہ سلسلہ نبوی
ہے تو اس وراثت سے فائدہ اٹھاؤ کسی دیہاتی سے کسی نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے تو اس نے
کہا یہ اللہ کا ہے لیکن میرے پاس عارضی ہے۔

ع ایں امانت چند روزہ نزد ما است
در حقیقت مالک ہر شے خدا است

توجہ تصرف اختیار حاصل ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور راہ خدا میں خرچ کرو اور اگر
موقعہ جاتا رہا تو یہ متاع و وارثوں کے لئے ہے اور تم نے اپنے لئے کچھ حاصل نہ کیا۔
(فالذین امنوا منكم و انفقوا) توجہ تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں
خرچ کیا۔

جسما امروا بہ

یعنی جس طرح اللہ نے حکم دیا، امر الہی کے مطابق ایمان لاتے اور رضاء الہی کے
موافق خرچ کیا۔

(لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ) ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

(لهم) بسبب ذلك یعنی ان لوگوں کے لئے جو حساب الحکم ایمان لائے اور راہ خدا میں خرچ
کیا تو اس کی وجہ سے یا اس کے باعث (أَجْرٌ كَبِيرٌ) وعدہ من المبالغات بہت بڑے
ثواب کا وعدہ ہے یعنی جو ایسا کرنے گا تو اس کے لئے بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ
حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے
رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے
پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمہیں یقین ہو

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ
يَدْعُوكُمْ لِبَوَائِبٍ بَيْنَكُمْ وَاقْتُلُوا
مِثْلَ نَفْسِكُمْ إِنَّكُمْ لَكُمْ
مُؤْمِنِينَ

(وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ) اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ
مسوف لتوبیخہم علی قوت الایمان جسما امروا بہ بانکار ان یکوت

لہر ف ذلک عذر

یہ جملہ استثنائی ہے اور توضیح کے طور پر بیان ہے کہ وہ لوگ جیسا کہ حکم دیا گیا کہ ایمان لاؤ کیوں ایمان نہیں لاتے اور انکار کرتے ہیں انہیں مقبول ایمان میں کیا عذر ہے یا جملہ میں لگنے کی ضمیر ان کے حال سے متعلق ہے اور مآء عامل ہے جو استقرار کے معنی واضح کر رہا ہے یعنی تمہیں کونسی شے حاصل ہو گئی ہے جو انکار کا باعث ہے اور تم متوجہ نہیں ہوتے۔

وما لی لا اعبد الذی فطرنی اور ما لکم لا ترجعون للہ وقارا

ہیں۔ (وَالرَّسُولُ یَدْعُکُمْ لِتَقُولُوا بِرَبِّکُمْ) حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔

یعنی رسول تمہیں دعوت حق دے رہے ہیں اور واضح دلائل اور محبتیں پیش کرتے ہیں آیات الہی سناتے ہیں تو اب قبول حق میں تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ (وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ) اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے یعنی روز الست تمہیں پشت آدم علیہ السلام سے نکال کر فرمایا تھا کہ الست بریکم کر کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔

(قالوا بلی) تو تم نے اقرار کیا تھا اور کہا تھا یقیناً تو ہی پروردگار ہے۔ اور بعض کے نزدیک ميثاق سے مراد دلائل عقلی ہیں۔

(إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ) اگر تمہیں یقین ہو۔

اللہ پر ایمان کے مدعی تو کفار بھی تھے گو وہ توحید سے کورے تھے تو جہاں ارشاد ہے کہ اگر تم واقعی یقین و ایمان رکھتے ہو۔

تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو تمہیں دعوت حق دے رہے ہیں اور دلائل باہرہ اور حجت قاہرہ پیش فرما رہے ہیں آیات الہی تلوامت فرماتے ہیں اور سچی راہ کی طرف قیادت فرما رہے ہیں۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ
آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ
الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ
لَعَرُوفٌ رَّحِيمٌ

وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن
آیتیں اتارتا ہے۔ تاکہ تمہیں اندھیروں
سے اجالے کی طرف لے جائے اور
بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم
واللہ ہے۔

(هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ) وہی ہے کہ اپنے بندہ پر اتارتا ہے۔

ہو الذی سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے اور عبد سے مراد سرور دو عالم صل
اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی اللہ کریم اپنے بندہ خاص جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارتا ہے یعنی
وہ مصالح جو تمہارے لئے مفید و معاون اور اسکی حکمت بالغہ کا اقتضاء ہیں۔

(آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ) روشن آیتیں و اضمحلات، و الظاہران المراد بھا آیت
القرآن و قیل المعجزات

یعنی واضح و روشن، ظاہری مطلب ہے کہ قرآن حکیم کی آیتیں اور ایک قول ہے اس سے
مراد معجزات ہیں۔

(لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ) تاکہ تمہیں اندھیروں سے اجالے
کی طرف لے جائے۔

(لِّيُخْرِجَكُم) ای اللہ تعالیٰ اذہو سبحانہ المخبر عنہ والعبد
لقرب الذکر والمراد لیخرجکم بھا

یعنی اللہ تعالیٰ کیونکہ وہی ذات پاک اس کی بابت خبر دے رہی ہے یا بندہ (رسول) مراد
ہے۔

جو کہ ”ذکر“ سے قریب ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ تمہیں اندھیروں
سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے۔

رَمِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ، مِنْ ظُلُمَاتِ الْكُفْرِ إِلَى الْإِيمَانِ

یعنی کفر و شرک کی تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف لے جاتا ہے۔
رَوَاتُ اللَّهُ بِكُمْ كُرُوفَ الرَّحِيمِ، اور بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان

رحم والا ہے۔
مِبَالِغٍ فِي الرِّافَةِ وَالرَّحْمَةِ حَيْثُ أُنْزِلَ عَنْكُمْ مَوَانِعُ سَعَادَةِ الدَّارِينَ
وَهَذَا كَمِ الْيَهَا عَلَى أَمِّ وَجْهِ

رافت و رحمت میں مبالغہ کے طور پر ارشاد ہے یعنی اس ذات رحیم و کریم نے ان امور سے جو دونوں جہانوں کی سعادت مند می میں مانع و حائل تھے تم سے انہیں دور ہٹا دیا اور مکمل طور پر تمہاری اُس کے حصول کے لئے راہنمائی کی ایک قول ہے کہ تمہیں دلائل عقلی و نظری پر نہ چھوڑا بلکہ وحی کیساتھ تمہاری ہدایت فرمائی۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَفْقَهُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَ لِلَّهِ مِيرَاتُ
السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ
لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ
أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْمِ
وَقَاتِلًا أَوْ لَيْتًا أَعْطَاهُ
دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ
أَنْفَقُوا مِنْ بَعْلُوقَاتِلُوا
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ ۝

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں۔ جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

وَمَا لَكُمْ إِلَّا أَنْتُمْ تَنْفِقُونَ سَبِيلَ اللَّهِ) اور تمہیں کیا ہے کہ راہِ خدا میں خرچ

نہ کرو۔

تو بیخِ علیٰ مرتکبِ انفاق ہے۔ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے پر تو بیخ ہے مالکم
استفہام انکاری ہے یعنی تمہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے کیا عذر ہے یا کونسا امر مانع ہے
فی سبیل اللہ کے الفاظ سے تو بیخ میں مزید شدت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے
لئے کوئی فائدہ نہیں ہے اگر تم خرچ تقرب الی اللہ کے لئے خرچ نہیں کرتے۔

وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) حالانکہ آسمانوں اور زمین میں

سب کا وارث اللہ ہی ہے۔

وَمَا لَكُمْ فِی تَرْكِ الْفَاقِہَا فِی سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالٰی وَالْحَالِ

انہ لا یبقی لکم ولا لغيرکم منها شیء بل یتقی کلہا اللہ عزوجل
یعنی تمہیں مال کے راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے سے کوئی نفع نہیں جب کہ صورتِ حال یہ
ہے کہ یہ مال تمہارے لئے باقی نہ رہے گا اور نہ ہی تمہارے اوروں کے پاس اُس میں سے کچھ
رہے گا بلکہ سارے کا سارا اللہ عزوجل کے لئے رہے گا۔ تو تم خرچ کیوں نہیں کرتے جبکہ تم کما
ہو نیوالے ہو اور خواہ مخواہ خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہو گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا !

اُدْمِیْ کَا مَالٍ وَہِیْ ہُوَ اَسْنُیْ رَاہِ خُدَا فِیْ خُرُجِ کِیَا اُوْر جُو چھوڑا دے وارثوں کا عمل ہے۔

مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَقُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح

مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔

وہ مرتبہ میں بڑے ہیں

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ

الْفَتْحِ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ

وَقَاتِلٍ اَوْ لَیْسَ بِکَ اَعْظَمُ

دَرَجَہً

بیان تفاوت درجات المنفقین حسب تفاوت احوالہم عرفی

الانفاق

ان کے خرچ کرنے کے احوال کے فرق کے مطابق راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کے درجہ میں تفاوت (فرق) کا بیان ہے۔ منکر سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قبل الفتح سے مراد فتح مکہ ہے جیسا کہ قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد سے مروی ہے اور یہی قول مشہور ہے جبکہ شجی کا قول ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور قتل سے مراد جہاد واضح مفہوم یہ ہے کہ جب سلمان تعداد میں تھوڑے اور غالب نہیں تھے اس وقت جنہوں نے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد میں عملاً شرکت کی اور یہ لوگ ہی مہاجر و انصار میں سے سابقین الاولین ہیں یہ مراتب و درجات میں بڑے ہیں۔

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیکہ آپ حدیبیہ کے سال مقام عسفان میں تھے قریب ہے کہ ایک قوم آئیگی جو اپنے اعمال کے ساتھ تمہارے اعمال کو ہلکا جانے گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے کیا وہ قریش ہوں گے فرمایا نہیں وہ اہل یمن ہوں گے وہ رفیق القلب اور نرم دل ہوں گے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے ارشاد فرمایا اگر ان میں سے کسی کے پاس پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے راہِ خدا میں خرچ کرے تو مجی تمہارے ایک ہدیہ کے نصف مد کے برابر ہو۔

ہدایک پیمانہ ہے جس سے جو وغیرہ ناپتے تھے لیکن یہاں مد کی تخصیص نہیں ہے خواہ سونے کا ہو یا چمکا اور ایک روایت میں غلہ یا چھو بارے کا ذکر ہے یعنی سابقین الاولین میں سے کسی کے آدمہ مد چھو بارے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔

اللہ اکبر اور یہ آیت اس پر فیصلہ ہے کہی نے کہا کہ یہ آیت فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نص ہے کیونکہ مدار فضیلت اتفاق و قتال ہے اور ان دونوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے ہیں لہذا آپ افضل الصحابہ ہیں، آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں تبلیغ میں اول ہیں کہ معزز و رسائے قریش مثل طلحہ، زبیر، عثمان، سعد، ابو عبیدہ عبدالرحمن ابن عوف

آپ کے توسط سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، سب سے اول مسجد بنانے والے، غلاموں مثل ہلال و عامر بن فہیر کے مال خرچ کر کے آزادی دلوانے والے ہیں سب سے اول راہ خدا میں پھرتے ہوئے اور شہر مکہ سے نکالے گئے اور ابن الدغنی کی ضمانت پر لوٹائے گئے۔

مومن آل فرعون تو ایمان کو چھپاتا تھا مگر ابو بکر اس سے بڑھ کر تھے کہ مجمع کفار میں جب ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر دبایا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہٹاتے اور فرماتے کیا تم اس ذات کے قتل کے درپے ہو جو فرماتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ واضح براہین و آیات کیساتھ آیا ہے۔ ان کی رفاقت ہجرت پر آیت قرآن و ثانی اثین اذ صافی ثانی اذ یعول صاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا اور ان کے اتفاق پر آیت یوقی مالہ تیر کی ناطق ہے، بخاری نے ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ قبول اسلام کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے جو آپ نے راہ خدا و رسول میں خرچ کئے، ترمذی میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابو بکر صلی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے پہنچایا۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو روئے اور عرض کیا انا ف مالک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا اور مال و منال کیا بھی آپ ہی کا صدقہ ہے۔

مسلم بن امانہ کی کفالت کا ارادہ ترک کیا تو قرآن نازل ہوا کہ تمہیں کیا محبوب نہیں کہ اللہ تمہیں بخش دے۔ (سورہ نور)

تمام غزوات میں رسول کے بعد وہی دوسرے تھے اور غزوہ بیدش العسرت میں تو سارا سب کچھ مال ہی لاکر حاضر کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا تو دست بستہ عرض کیا ہے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول ہیں

پرولنے کو چراغ ہے بیل کو پھول ہیں

میں کہتا ہوں کہ اولاد بھی مال ہی میں شامل ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیاہ دی غرضیکہ کوئی نیکی و فضیلت ہے جو آپ کے دامن میں نہیں اس بات پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام صحابہ سے بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم افضل و بزرگ تھے۔ اور ہر ایک احناف کی تو علامت ہی یہ ہے کہ فضیلت شیخین کا قائل ہو آپ کی خلافت اسلام کی سر بلندی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع، غلبہ حق، مرتدین کا قلع قمع، مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی اور مضبوط اسلامی سلطنت کی داغ بیل اور فتوحات عظیمہ کی نقیب تھی۔

(مِنَ الَّذِينَ انْفَتَحُوا مِنْ بَعْدِهِ وَقَاتَلُوا) پہلے ان سے جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔

یعنی جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتح مکہ کے بعد راہ خدا میں خرچ کیا اور قتال کیا وہ فضیلت میں سابقین الاولین سے پہلے اور کم ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہ دونوں طبقے فضیلت، مراتب و درجات میں برابر نہیں کیونکہ سابقین کا خرچ کرنا اور قتال اس وقت تھا جب مسلمانوں کی قلت تھی اور دشمنوں و منافقوں کی کثرت تھی اور ان کے نقوش قدسیہ میں غنائم اموال کی طلب و طمع متصور تک نہ تھی جب دین غالب ہو گیا دشمن مغلوب ہو گئے اور ان کی کثرت منتشر ہو گئی اور مسلمانوں کو فتوحات کثیرہ کیساتھ غنائم کا حصول بھی ہوا اور سورہ فتح میں حدیبیہ کے شاطین کو ایسا وعدہ بھی دیا گیا تو جو اس کے بعد اسلام لائے راہ خدا میں خرچ کیا اور قتال کیا تو وہ پہلے طبقہ کے برابر کیے ہو سکتے ہیں اور فضل و شرف میں ان سے کیونکر بڑھ سکتے ہیں۔

(وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنِ) اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

(وَكُلًّا) ای کل واحد من القریقین لا الاولین فقط

یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے ساتھ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، خرچ کیا اور قتال کیا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ان میں سے بھی ہر ایک سے جس نے فتح مکہ کے بعد راہ خدا میں خرچ کیا اور قتال و جہاد کیا۔

(وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنِ) ای للثوبۃ الحسنیٰ وھی الجنة علیٰ ماری عن

مجاہلا و قتادہ۔

یعنی اچھا ثواب بہترین جزاء اور وہ جنت ہے جیسا کہ مجاہد و قتادہ سے مروی ہے ایک قول ہے کہ اس کے علاوہ یعنی آخرت میں جنت کا وعدہ اور دنیا میں فتح و نصرت اور غنائم کا وعدہ بھی شامل ہے۔

بیجا کہ سورۃ فتح میں ارشاد ہے: **وَمِمَّا فَتَحَ اللَّهُ لَهُمْ يَوْمَ يَفْعَلُ اللَّهُ كَمَا يُنَازِلُكُمْ فِيهَا كُفْرًا كَثِيرًا تَتَخَذُونَهَا خِطًا**

یہ ٹکڑا قطعی نص ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موعود با بحنت اور مغفور ہیں ان میں سے عداوت، بغض ایمان کی بربادی ہے اور ان کے بعض مشاجرات و واقعات پر زبان درازی یا تحری ہلاکت کا کاروبار ہے ان کے باہمی مشاجرات و اختلافات کو حسن نیست اور خیر پر معمول کرنا ہی سلامتی کا راستہ ہے۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی عمل خواہ صواب ہو یا خطا پر سببی و دونوں صورتوں میں وہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں مغفور ہیں اور ان کی شان میں معمولی سی بات بھی اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے عادل و ثقی ہیں اور ہدایت کے ستارے ہیں اور دنیا و آخرت میں ہمارے پیش رو امام، صف اول میں۔

اللَّهُمَّ احْشِنَا فِي زُرْتِهْمَا دَخَلْنَا فِي رَحْمَتِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ
(وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

عالم بظاہر و باطن و بیجا نیکم علی حسبہ

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور تمہیں اس کے حال کے موافق جزا دے گا۔

پچھلے ٹکڑے ”**كُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَى**“ کی اس سے مزید وضاحت ہو گئی کہ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وعدہ حسنی یعنی جنت و انعامات دینی ان کے ظاہر و باطن اور اعمال مقدم موخر سب کو جان کر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال و افعال کو جو نزول آیت سے قبل یا بعد کو ہوں گے خوب جانتا ہے اور اس کا وعدہ حسنی قطعی و محیط ہے۔

لہذا ان کے کسی مشاجرہ واقعہ پر تحری یا طعن علم الہی اور فضل الہی پر طعن ہے۔ جب ان کا پروردگار ان پر کرم و فضل و عطا فرمانے والا، انکی سلامتی کا وعدہ فرمایا والا اور انہیں کامیابی سے ہمکنار فرما کر داخل جنت کرنے والا ہے۔ تو کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ارشاد باوجود تحری اور سب دشتم کرے اور پھر اپنے ایمان کا دعویٰ بھی کرے، مومن وہی ہے جو ارشاد

باری کے بعد ہر خرابی فکر اور ہر دوسوسہ باطل اور ہر قسم کے شک و شبہ سے خود کو روکے اور بچائے اور بجز خیر و بھلائی کے کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ صحابہ کی تحریم و تعظیم ہی ایمان و سلامتی کا راستہ ہے اور ہر دوسرا راستہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحديد

کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض تو وہ اس کے لیے دوئے کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے۔

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دہانے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے۔

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حاصل کیا جائے گا اپنے پیچھے لوگوں کو دھوکہ دے دوںدو وہ لوٹیں گے جیسا کہ درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے تو اپنی جانتی فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے اور

مَنْ ذَا الَّذِي يُقرضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا
فِيضُوهُ لَكَ وَلَكَ أَجْرٌ كَرِيمٌ

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ
بِأَيْمَانِهِمْ تُشْرِكُهُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ
آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ
قِيلَ ارْجِعُوا وَارْجِعُوا كَمَا قُلْتُمْ أَنْتُمْ
فَاسِقُونَ فَيُشْرِكُهُمْ بِسُورٍ لَهَا بَابٌ
بَاطِنٌ فِيهَا الرَّحْمَةُ وَظَاهِرٌ مِنْهَا
مِنْ قِبَلِ الْعَذَابِ

يُنَادُوهُمْ أَلَمْ تَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا
بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمُ أَنْفُسَكُمْ
وَتَرْتَابُكُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ

الْأَمَانِ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ

اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بَالَهُ الْعُرُودُ

فَالْيَوْمَ لَا يُوَفِّدُكُمْ قَدِيشَ وَلَا مَنْ
الَّذِينَ كَفَرُوا مَا أُولَئِكَ النَّارُ هِيَ مَوْلَانَكُمْ
وَيُشَىٰ لِلْعَبِيرَةِ

الْمُيَلِّينَ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَنْشَعَ قُلُوبُهُمْ
لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا
كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ
عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ
مِنْهُمْ فَسِقُونَ

إِنَّمَا أَنْتَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهَا
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

إِنَّ الْمَصْدَقَيْنِ وَالْمَصْدَقَاتِ وَأَقْرَبُوا
اللَّهُ قَرُوبًا حَسَنًا يُضَعِّفْ لَهُمْ قُلُوبَهُمْ
أَجْرَ كَرِيمٍ

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ
هُمْ الصِّدِّيقُونَ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ
رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ
أَصْحَابُ النَّجْمِ

شک رکھتے اور جھوٹی طرح سے تمہیں فریب
دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور تمہیں اللہ
کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

تو آج نہ تم سے کوئی قدر لیا جائے اور نہ کھلے
کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے وہ تمہاری
رفیق ہے اور کیا ہی برا انجام۔

کیا ایمان والوں کو ابھی وقت نہ آیا کہ ان کے
دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے
جو اترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب
دی گئی پھر ان پر بدست دراز ہوئی تو ان کے دل
سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے
پچھلے شک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیا
فرمادیں تاکہ تمہیں سمجھ ہو۔

بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی
عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان
کے دوئے میں اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے۔

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان
لائیں وہی ہیں کاملی سچے اور اوروں پر گواہ اپنے
رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان
کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں
جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

حل لغات رکوع دوم سورة الحديد پ

من کون ہے	ذہ وہ	الذی جو	یقرض قرض دے
اللہ اللہ کو	قرضا قرض	حسنا اچھا	فیضعفہ پھر دکھا کرے اسکو
لہ اسکے لیے	وہ اور	لہ اس کے لیے	اجر اجر ہے
کریم بہت اچھا	یوم جسدن	توی تو دیکھے گا	المؤمنین مومن مردوں کو
وہ اور	المؤمنت مومن عورتوں کو	یسعی دوڑتا ہوگا	نور نور
ہو ان کا	بین ایدیاہم ان کے آگے	وہ اور	
بایمانہم ان کے دائیں	بشراکہ تمہیں خوشخبری ہو		
الیوم آج کے دن	جنت جنت کی	تجرعہ چلتی ہیں	من تھتا ان کے نیچے
الانہ نہریں	خلدین ہمیشہ رہیں	فیہا اس میں	ذلک یہی
ہو وہ ہے	الفوز کامیابی	العظیم بڑی	یوم جسدن
یقول کہیں گے	المنفقون منافق مرد	وہ اور	المتنفت منافق عورتیں
للذین ان کو	امنوا جو مومن ہیں	الظہر دیکھو	ناہماری طرف
نقتبس فائدہ اٹھائیں	من نور نور	کہ تمہارے سے	قیل کہا جائے گا
ارجعوا لوٹو	وراء پیچھے	کہ اپنے	فالمسوا تو دھوٹو
نور نور	فضرب تو کھڑی کی جاسیگی	بینہم ان کے درمیان	لبود ایک دیوار
لہ اسکا	باب دروازہ ہوگا	باطنہ اندر	فیہ اس کے
الرحمة رحمت ہوگی	وہ اور	ظاہر باہر	اس کے
من قبلہ اس طرف	العذاب عذاب ہوگا	ینادونہم وہ ان کو آوازیں دینگے	معکم تمہارے ساتھ
ایک	لہ نہیں	نکن تھے ہم	لکنکہ لیکن تم نے
قالوا کہیں گے	بلی ہاں	وہ اور	
فتنتم فتنہ میں ڈالا	انفسکم اپنی جانوں کو	وہ اور	
وہ اور	الیتقم شک کیا	وہ اور	
الامانی خواہشات نے	حتی یہاں تک کہ	جاد آگیا	امر حکم
اللہ اللہ کا	وہ اور	غی دھوکہ دیا	کہ تم کو

یا اللہ - اللہ کے متعلق	الغرور - دھوکے باز نے	فالیوم - تو آج	لا -
یوخذ - لیا جائیگا	منکم - تم سے	فدیۃ - فدیہ	و - اور
لا -	من الذین - ان سے	کفر و - جو کافر ہیں	ماذکر - تمہاری جگہ
النار - آگ ہے	ہی - یہی	مولک - تمہاری رفیق ہے	و - اور
بئس - برا ہے	للمصیور - ٹھکانا	ا - کیا	لہ - نہ
بیان - وقت آیا	لذین - ان کے لیے جو	امنوا - مومن ہیں	ان - یہ کہ
تخشع - جھک جائیں	قلوبہم - ان کے دل	لذکر - ذکر	اللہ - الہی کے لیے
و - اور	ما جو	نزل - اترا	من الحق - حق
و - اور	لا - نہ	یکوذا - ہو جاؤ	کالذین - ان کی طرح جو
اوتوا - ویسے گئے	الکتب - کتاب	من قبل - پہلے	فطال - تو لمبی ہو گئی
علیم - ان پر	الامد - مدت	فقتت - تو سخت ہو گئے	قلوبہم - ان کے دل
و - اور	کثیر بہت سے	منہم - ان میں سے	فسقون - فاسق ہیں
اعلموا - جان لو	ان - بیشک	اللہ - اللہ	یحی - زندہ کرتا ہے
الارض - زمین کو	بعد - بعد	موتہا - اس کی موت کے	قد - بیشک
بینا - بیان کیں ہم نے	لکم - تمہارے لیے	الایت - آیتیں	لعلکم - تاکہ تم
تعقلون - سوچو	ان - بیشک	المصدقین - صدقہ کرنے والے مرد	
و - اور	المصدقات - صدقہ کرنے والی عورتیں	و - اور	
اقرضوا جنہوں کے قرضہ دیا	اللہ - اللہ کو	قرضاً - قرضہ	حسناً - اچھا
یمنع - دگنا کیا جائیگا	لہم - ان کے لیے	و - اور	لہم - ان کے لیے
اجر - اجر ہے	کرہو - اچھا	و - اور	الذین - وہ جو
امنوا - ایمان لائے	یا اللہ - اللہ پر	و - اور	رسلاً - اس کے رسولوں پر
اولئک - یہی	ہم - لوگ ہیں	الصدیقون - سچے	و - اور
الشہداء - گواہ	عند - پاس	ربہم - اپنے رب کے	لہم - ان کے لیے
اجر - اجر	ہو - ان کا	و - اور	نور - نور
ہو - ان کا	و - اور	الذین - وہ جو	کفر و - کافر ہیں

کن بھلا جھٹکایا انہوں نے بابتنا ہماری آیات کو اولئک یہی لوگ ہیں

و۔ اور

اصحاب الجحیم جہنم میں رہنے والے۔

مختصر تفسیر اردو سورة الحديد رکوع دوم نکال

کون ہے جو اللہ کو قرض دے قرض

اچھا تو وہ اس کے لئے دوئے

کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے

مَنْ ذَا الَّذِي يَقْرِضُ

اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ

لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ

(مَنْ ذَا الَّذِي يَقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا) کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض

تدب بلیغ من اللہ تعالیٰ الی الاتفاق فی سبیلہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راستے میں خرچ کرنے پر انتہائی رغبت دلائی گئی ہے قرضاً حسنًا

سے مراد ہے الاتفاق بالاعلام خوشدلی کے ساتھ خرچ کرنا ہے اور بعض کا قول ہے کہ قرض حسنہ

وہ ہے جس میں یہ دس صفات ہوں۔

اول : کہ وہ حلال و پاکیزہ آمدنی و مال سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتے مگر پاکیزہ

اور حلال مال

دوم : آدمی کی ملکیت میں سے عمدہ و مکرم مال ہو۔

سوم : آدمی کو مرغوب ہو اور زندگانی کے لئے ضروری ہو اور اسے اس کے صحیح طریقے پر خرچ

کرنے پر فقر کا اندیشہ ہو۔

چہارم : آدمی اسے اپنی اولیں ضرورت کے لیے ضروری رکے یا ایسا سمجھتا ہو۔

پنجم : آدمی اسے چھپا کر دے

ششم : خرچ کرنے کے بعد احسان نہ جتلائے اور ایدیت نہ پہنچائے۔

ہفتم : محض رضائے الہی کے خرچ کرے۔

ہشتم : جو کچھ خرچ کرے خواہ کثیر ہی کیوں نہ ہو اسے معمولی سمجھے۔

نہم : آدمی کے نزدیک اپنے اموال میں سب سے زیادہ محبوب ہو۔

وہم : اے فقیر و مستحق تک پہنچانے میں اسی شوق کے ساتھ مظاہرہ کرے جس طرح اُسے
پلنے گھر پہنچانے کے لئے کرتا ۔

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب اس کی راہ میں اسکی رضا کے لئے خرچ کرنا ہے جو عہد قرض
ہوتا ہی لوٹانے کے لئے ہے لہذا اس کے بہتر لوٹنے کی امید پر خرچ کرے بندے کا قرض دینا اپنے
مال کے موافق ہے اور رب کریم کا لوٹانا اس کے فضل کے موافق ہے ۔

(فَيُضَعِفْ لَهُ) تو وہ اس کے لئے دوئے کرے ۔

فَيُضَعِفْ أَجْرَهُ عَلَى انْتِقَائِهِ مَضَاعِفًا كَثِيرَةً مِنْ فَضْلِهِ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے اس کے خرچ کرنے پر دو گنا بلکہ کئی گنا زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا
(وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ) اور اس کو عزت کا ثواب ہے ۔

یعنی بدلہ پسندیدہ اور اعلیٰ ہو گا اور اس میں اشارہ جنت کا وعدہ ہے بشرطیکہ اتفاق دفعی کی
خوشدلی، خلوص اور رخصت الہی کے حصول کیلئے ہو ۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بِلَيْنٍ آيِدٍ يَبْهَرُ
وَبِأَيِّمَانِهِمْ بُشْرًا بِكُمْ أَلْيَوْمَ
جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

جس دن تم ایمان والے مردوں اور
ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان
کا نور ان کے آگے اور ان کے دہانے
دوڑتا ہے ۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے
کہ آج تمہاری سب سے زیادہ
خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے
نہریں ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی
بڑی کامیابی ہے ۔

(يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں
کو دیکھو گے ۔

يَوْمَ سے مراد روز قیامت ہے تری کا مفہوم ہے کہ دیکھنا رویت بعری سے ہو گا اور
تری میں خطاب یا تو ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس روز میں ہوں گے ۔

یا سید المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے ۔
(یَسْتَعِی نُوذُھُمْ) ان کا نور دوڑتا ہے ۔

یہ قری کے مفعول کا حال ہے اور مراد نور حقیقی ہے یعنی نور ایمان و طاعت اور مطلب یہ ہے ۔ یسعی نورھم اذا سعو جب وہ مومنین اور مومنات چلیں گے تو ان کا نور ساتھ چلے گا جہاں کہیں بھی وہ ہوں گے ایک قول ہے کہ پل صراط پر ایسا ہوگا ۔
(بَلَّیْتَ اَیْدِیْہِمْ وَ اَیْمَانِہِمْ) ان کے آگے اور ان کے دلہنے ۔
الباء بمعنی عن احد وعن ایما نھم والمعنی فی جمیع جہات عرباً کامنی ہے ہر طرف سے اور دائیں طرف سے ۔

اور واضح مفہوم یہ ہے کہ تمام جہتوں سے ، یعنی نور ایمان و طاعت ان کے ہر طرف و جہت میں ہوگا ۔

ابن جریر ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم سے تبصیح ابن مردویہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا :

یوتون نودھم علی قدر اعمالھم یروں علی الصراط منھم من نورہ
مثل الجبل ومن نورہ مثل النخلۃ وادناھم نوراً من نورہ علی ابھامہ یطفا
مرة ویقداخری

وہ لوگ (مومنین و مومنات) اپنے اعمال کے موافق نور عطا کئے جائیں گے جب وہ پل صراط سے گزریں گے تو ان میں سے بعض کا نور پہاڑ کی مانند اور بعض کا کھجور کے درخت کی طرح ہوگا اور ان میں کمترین وہ ہوگا جس کا نور انگوٹھے میں ہوگا جو کبھی بجھے گا اور کبھی روشن ہوگا ۔ ایک قول ہے کہ اُمت میں صرف دو جہتیں مذکور ہیں آگے اور دائیں اور اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جن کو اس حال پر ایمان لائے عطا ہوں گے ۔ ان دونوں جہتوں سے نور ان کی کارنامی و خوش بختی کی علامت ہوگی ایک قول ہے یہ نور جنت کی طرف لیجائے گا اور ایمانی کرے گا ۔

(بَشِّرْکُمْ الْیَوْمَ جَنَّتْ تَجْرِی مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھَارُ خَالِدِیْنَ فِہَا)
ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے

نہیں ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو۔

اَحَدٌ بِسَبَبِ اِيْمَانٍ يُقَالُ لَهُمْ ذٰلِكَ وَالْقَائِلُ الْمَلَائِكَةُ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَهُمْ
یعنی ان کے ایمان و اطاعت کی وجہ سے ان سے یوں کہا جائیگا اور کہنے والے فرشتے ہوں گے
جو ان سے ملاقات کریں گے۔ اور وہ بوقت ملاقات کہیں گے۔ تمہیں خوشخبری ہو جنتوں میں داخل
ہونے کی جنکے نیچے نہیں بہتی ہیں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔
(ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) یہی بڑی کامیابی ہے۔

احتمال ہے کہ یہ جملہ فرشتوں کا کلام ہو جو اہل ایمان و طاعت سے ملیں گے تو بشارت نور کے
تذکرہ کے بعد یہ فرمائیں گے۔

یا حق تعالیٰ کا قول ہو اور الفوز (کامیابی) حق کے بغیر بھی پڑھا گیا ہے اور یہ فرمانا باقی کلام
میں ہو۔

جس دن منافق مرد اور منافق
عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ
ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ تمہارے
نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائیگا اپنے
پچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو وہ
لوٹیں گے جیسا ان کے درمیان
ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی
جس میں ایک دروازہ ہے اس کے
اندر کی طرف رحمت اور باہر کی طرف
عذاب۔

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اَنْظِرُوْا نَافِقِيْشَ مِنْ
نُّوْرِكُمْ قَلِيْلًا رَّجِعُوْا وَّرَاكُمْ
فَالْتَمِسُوْا النُّوْرَ اَمْ فَضْرَبَ بَيْنَهُمْ
سُوْرًا لَّهٗ بَابٌ بِاٰطِنَةٍ فِيْهِ
الرَّحْمَةُ وَاٰظَهْرًا مِنْ قَلْبِهِ
الْعَذَابُ ۔

(يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے
یوم سے مراد قیامت کا دن ہے اور اشارہ اس وقت سے ہے جب پل صراط سے گزرتا ہو
گا اس وقت منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے یہاں منافق سے مراد وہ لوگ ہیں جو بظاہر

اسلام و ایمان لئے لیکن بیاطن کافرو منکر تھے جیسا کہ عہد نبوی میں منافق تھے مثل عبداللہ ابی سلول کے اور بعض نے کہا منافقین میں وہ باطل فرقے بھی شامل ہیں جنہیں اہل سنت و جماعت نے کافرو مضل قرار دیا ہے ان عقائد اور اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے اپنائے اور اسی پر قائم رہے یہاں تک کہ مر گئے (لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا النَّظَرُ) ، مسلمانوں سے کہ ہمیں ایک نگاہ دیجھو۔

ای انتظار ونا ، یعنی ہمارا انتظار کرو یا ذرا توقف کرو۔

(نَقِشَسَ مِنْ نُّورِکُمْ) کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں۔

بغوی کا قول ہے کہ اہل ایمان کو ان کے ایمان و اطاعت کے موافق نور عطا ہو گا جس کی روشنی میں وہ پھر اطاعت پر سے گزریں گے اور منافقوں کو بھی نور دیا جائیگا اور جب منافقین پھر اطاعت پر اس نور کی روشنی میں چلیں گے۔ تو وہ نور بھی جلے گا یہ ہے وہ استہزاء یا خدع جو اللہ کی طرف سے ان کے استہزاء خدع کے بدلہ میں ہو گا اور قرآن حکیم کی آیت ہو خادعہم کی تفسیر یہی ہے یہی ہے کہ ابی عباس سے نقل کیا ہے کہ جب لوگ تاریکیوں میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایک نور روشن فرمائے گا مومن اس نور کی طرف چلیں گے یہاں تک کہ جنت تک پہنچیں جب منافق ایسا دیکھیں گے تو وہ مسلمانوں کے اتباع میں چلنے کا ارادہ کریں گے۔ تو وہ نور ان کے لئے تاریکی میں بدل جائے گا اس وقت وہ اہل ایمان سے کہیں گے ذرا رک جاؤ کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ حاصل کریں اور یہ امر متحقق ہے کہ اس روز کسی منافق کافر کیلئے کوئی نور نہ ہو گا۔ اور وہ تاریکی ہی میں ہوں گے نہ اہل ایمان کا نور انہیں صرت دلانے کے لئے دکھایا جائے اور وہ اس طرح کہیں واللہ اعلم۔

(قِيلَ اَرْجِعُوْا وَاَرَاکُمْ) کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو۔

(قِيلَ) ابن عباس سے مروی ہے کہ کہنے والے مومن ہوں گے اور مقاتل کا قول ہے کہ فرشتے

کہیں گے۔

وارجعوا وراکم ، ابن عباس کا قول ہے مراد وہاں لوٹنا ہے جس تاریکی سے تم آئے تھے

یا اس مکان کی طرف جہاں نور تقسیم ہوا تھا۔

ایک قول ہے کہ دنیا کی طرف لوٹو اور نور ایمان و طاعت ڈھونڈو۔

(فَالْتَمَسُوا النُّوْرَ) وہاں نور ڈھونڈو۔

ضَاكٌ قَالَ مَقَاتِلُ : هَذَا مِنْ الْأَسْتَهْزَاءِ بِهِمْ كَمَا اسْتَهْزَؤُوا بِالْمُؤْمِنِينَ
فِي الدُّنْيَا حِينَ قَالُوا آمَنَّا وَلَيْسُوا بِمُؤْمِنِينَ ۔

وہاں (یعنی اس مکان و مقام کی طرف جہاں لڑ رہا تھا) مقاتل کا قول ہے کہ ایسا انسان اپن کے نام
بطور استہزاء کے ہوگا۔ جس طرح کہ وہ (مناقضین) مومنوں کے ساتھ دنیا میں ٹھٹھا کرتے تھے جب کہ
وہ کہتے تھے کہ ہم ایمان لاتے حالانکہ وہ ایمان ولے نہ تھے ابوامامہ کا قول ہے کہ جب انہیں یوں
کہا جائیگا تو وہ اس موقف یا مقام کی طرف لوٹیں گے جہاں لڑتے تھے (ظاہر ہے کہ یہ مقام
حشر ہی میں ہوگا) تو وہ وہاں کچھ بھی نہ پائیں گے پھر مومنوں کی طرف لوٹیں گے تو ان کے درمیان
ایک دیوار حائل ہو جائیگی۔

(فَضْرِبَ بَيْنَهُمُ يَسُورٌ لَهُ بَابٌ) جیسی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی
جس میں ایک دروازہ ہوگا۔

(فَضْرِبَ بَيْنَهُمُ) و تعقب کا ہے کہ جو یہی منافق لوٹیں گے (ضرب بینہم)
ان کے درمیان ای بیلین الفرقین یعنی دونوں فریقوں کے درمیان ضرب مجہول ہے لیکن ضرب
بھی پڑھا گیا ہے جو فائل پر مبنی ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کھڑی کر دے گا۔

(یَسُورٌ) ایک بحاجز یعنی آڑ، دیوار، پردہ ابن زید کا قول ہے کہ وہ اعتراف
ہوگا۔

(لَهُ بَابٌ) ای الباب یعنی دروازہ جس سے جنتی جنت میں داخل ہوں گے۔

(رَبَّاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ) اس کے اندر کی طرف رحمت ہے۔

یعنی اس دروازے کے اندر کا حصہ رحمت ہوگا یعنی وہ جنت ہوگی یا جنت سے متصل اور
ثواب و نعمتیں نمایاں ہوں گی۔

(وَقَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ) اور اس کے باہر کی طرف عذاب
دروازے کے باہر کا حصہ دوزخ سے متصل ہوگا یا منافقوں کے مکان کی طرف ہوگا جو
دوزخ سے متصل ہے۔

يُنَادُوا وَهُمْ أَلَمْ يَكُنْ مَعَكُمْ منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم

قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّمُ فَتَنُتُمْ
 أَنْفُسَكُمْ وَأَنْ تَبْصُرُمْ
 وَإِنْ تَبْصُرُمْ وَغَرَّتْكُمْ
 الْأَمَانَةُ حَتَّىٰ جَاءَ
 أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّتْكُمْ بِاللَّهِ
 الْغُرُورُ

تمہارے ساتھ تھے وہ کہیں گے کیوں
 نہیں مگر تم نے اپنی جانیں تو فتنہ میں
 ڈالیں اور مسلمان کی برائی سمجھتے اور
 شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں
 فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا
 اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فری
 نے مغرور رکھا۔

يُنَادُوا لَهُمْ) وہ پکاریں گے۔

یعنی منافقین اور منافقات مومنیں اور مومنات کو پکاریں گے اس وقت جب دونوں فریقوں
 کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی اور وہ اس دیوار کے پیچھے پکاریں گے۔
 (الْمَنْعَكُنْ مَعَكُمْ) کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے۔

دَالِمُ نَكُنْ، فِي الدُّنْيَا یعنی دنیا میں یریدون بہ موافقتہم لہم فی

الظاہر

اس سے وہ ظاہر میں ان کے سے موافقت چاہیں گے، یعنی کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہاری طرح تھے
 نمازیں پڑھتے روزے رکھتے تھے۔

(قَالُوا بَلَىٰ) وہ کہیں گے کیوں نہیں۔

كُنْتُمْ مَعَنَا كَمَا تَقُولُونَ مومن کہیں گے کہ تم ہمارے ساتھ تھے؛ جیسا کہ تم کہتے تھے۔
 وَلَٰكِنَّمُ فَتَنُتُمْ أَنْفُسَكُمْ، مگر تم نے اپنی جانیں تو فتنہ میں ڈالیں۔

مَحْتَمُوها بِالنِّفَاقِ وَاهْلَاكُمُوهَا

تم نے نفاق و کفر اختیار کر کے خود کو ہلاکت میں ڈالا ابن عباس کا قول ہے کہ لذات و شہوات
 میں پڑ کر تم نے ہلاک و بربادی کا سودا کیا۔

(وَأَنْ تَبْصُرُمْ) اور مسلمانوں کی برائی سمجھتے۔

بِالْمُؤْمِنِينَ الدَّوَابُّ

تم مومنوں پر بڑے وقت اور تباہی کے لئے منتظر رہتے اور تم نے توبہ نہ کی ۔
(وَإِنْ تَبَيَّنْكُمْ) اور شک رکھتے ۔

وَشَكَّكُمْ فِي أُمُورِ الدِّينِ

اور تم دین کے معاملات میں شک رکھتے اور دولت صدق و یقین سے عاری تھے اللہ اور اس کے میں
پر شک کرتے اور اس کے عذاب سے نہ ڈرتے تھے اور تمہیں دنیا کی ہوس نے اندھا کر رکھا ہے
(وَعَزَّزْتُكُمْ الْأَمَانِيَّاتِ) اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا ۔
طولا کامل یعنی لمبی چوڑی باطل امیدوں میں رہے کہ مسلمان حوادث کے نتیجہ میں تباہ ہو جائیں گے
یا دین حق مٹ جائے گا ۔

ابوستان کا قول ہے کہ تم کہتے تھے کہ جلد ہی ہم بخشتے جائیں گے ۔

(حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ) یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا

احی الموت یعنی تمہاری زندگی پوری ہو گئی اور موت آگئی ۔

(وَعَزَّزْتُكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ) اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریب نے مغرور رکھا ۔

الشَّيْطَانُ قَالَ لَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ كَرِيمٌ لَا يَعْذِبُكُمْ ؟

یعنی شیطان نے تم سے کہا (یہ کہہ کر فریب دیا) بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وہ تمہیں
عذاب نہیں دے گا یا آخرت کے انکار پر پکار کر کہا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حساب
ہوگا ۔ اور نہ ہی عذاب ، قاعدہ کا قول ہے کہ وہ شیطان کے دھوکے میں پڑے رہے اور بخدا اس کے مکر
سے نہ نکلے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوزخ میں ڈال دیا ۔

تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ

کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانا آگ ہے

وہ تمہاری رضیق ہے

اور کیا

ہی برا انجام

قَالِیَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ

فَدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ

كَفَرُوا مَا وَسَّعَ النَّارُ

مِنْكُمْ وَلَكُمُ الرَّبُّ

الْمُصِیْرُ

(قَالِیَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ) تو آج نہ تم سے فدیہ لیا جائے ۔

ایہا المنافقون

اے منافقو! آج تم سے کچھ بھی بطور بدلہ نہ لیا جائیگا اور نہ کبھی قبول کیا جائیگا۔
(فندیۃ، فدیہ)

فداء وهو ما يبذل لحفظ النفس عن النامية

بدلہ یا عوض جس کو دے کر عذاب سے جان بچڑائی جاسکے۔ تاہم فدیہ سے مراد مال یا اسی طرح کی اشیاء نہیں اور بعض قول ہے کہ مراد ایمان یا توبہ جو اس وقت قبول نہ ہوگی کہ وقت گزرے یعنی ایسا تو حیات دنیوی میں چاہیے۔ اور یہ تو یوم جزا ہے۔

وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا، اور نہ کھلے کافروں سے

ای ظاہرا و باطنا فیغایس المتخاطبین المنافقین

یعنی جنہوں نے مخاطبین جو کہ منافقین ہیں ان کے برعکس ظاہراً بھی کفر کیا اور باطناً بھی کافر تھے ان کھلے کافروں منکروں سے بھی کوئی معاوضہ نہ لیا جائیگا۔ ان سے بھی ایمان و توبہ قبول نہ ہوگی حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کافر سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے پاس دنیا بھر سے بڑھ کر مال ہو تو کیا تم اُسے آگ کے عذاب سے رہائی کے لئے فدیہ کر دو گے تو وہ کہے گا کیوں نہیں اے پروردگار تو اللہ تعالیٰ فرمایا میں نے تجھ سے اس سے کہیں آسان بات چاہی تھی اور تم اپنے باپ آدم کی پشت میں تھے کہ تم میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ تو نے انکار کیا سولے شرک کے۔

(مَا وَلَكُمْ النَّارُ) تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔

حل او یکم تمہارے رہنے کی جگہ دوزخ ہے

دھم من لا کفر، وہ تمہاری رنیت ہے۔

ای ناصبر کم

تمہاری مددگار، ز محشری کا قول مولیٰ خبر میں معنی مکان و محل ہوتا ہے یعنی اب آگ ہی تمہارا

مکان ہے اور یہی تمہارے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا ہے۔

وَقَبْلُوسُ الْمَصِيْرُ، اور کیا ہی برا انجام

ای النار

یعنی اگ ہی تمہارا انجام ہے جو کیا ہی بُرا انجام ہے ۔

الْمَرْيَاتِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ
قُلُوبُهُمْ لِحُكْمِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ
مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ
عَلَيْهِمُ الْآدَمُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ
وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُوتٌ ۝

بہت فاسق ہیں ۔

رَآلْمَرْيَاتِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِحُكْمِ اللَّهِ ۝ کیا ایمان والوں

کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کیلئے ۔

ہجرت مدینہ کے بعد راحت و آرام کی وجہ سے مسلمانوں میں بعض امور میں کسل و سستی
ظاہر ہوئی تو اس پر بطور عتاب یہ آیت نازل ہوئی ۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مہاجرین
کے دلوں میں کسل و سستی پر نزول قرآن کے تیرھویں برس کے آخر پر عتاب فرمایا اور یہ آیت
نازل ہوئی ، حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ
سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو صحابہ کی ایک جماعت
کو مسجد میں ہنستے دیکھا تو اپنی چادر کھینچ لی اور روئے انور سرخ ہو گیا اور فرمایا کیا تم مذاق و کھیل
کرتے ہو حالانکہ تمہارے پروردگار کی طرف سے امان نہیں آئی کہ اس نے تمہاری بخشش
فرمادی اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت اَلَمْ يَأْنِ الْيَوْمَ نَأْزِلْ مَنَاقِبَ الَّذِينَ آمَنُوا
اللہ اس کا کفار کیا ہوا ارشاد ہوا جس قدر ہنسنے ہو اسی قدر رونے ۔ ایک قول ہے کہ آمَنُوا
سے یہاں وہ لوگ ہیں جو بظاہر ایمان لائے (منافق) ، ان سے خطاب ہے کہ کیا ابھی ان کے لئے وہ
وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قبول حق کیلئے جھک جائیں میں کہتا ہوں کہ کیا

کلام کو دیکھ کر یہی تفسیر قرین صواب ہے واللہ اعلم ۔

وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۝ اور جو اترا حق سے ۔

اعلیٰ القرائن یعنی قرآن حکیم

یہ ذکر اللہ پر عطف ہے مراد اس سے بھی قرآن ہی ہے نہیں کہتا ہوں اس سے مراد اللہ کی نصیحت ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین اب نصیحت الہی کو قبول کر لیں اور جو کچھ حق سے نازل ہوا یعنی قرآن حکیم اس کی فرمانبرداری کریں اور جیسا پیچھے گزرا کہ بروز حشر ایمان لائیں گے یا توبہ کریں گے تو قبول نہ کیا جائیگا کہ وقت جا رہا ہے لہذا ڈرنے اور سمجھنے والے کے لئے ابھی وقت ہے کہ نصیحت پکڑے اور اتباع حق کرے اور کبھی سے منقول ہے کہ یہاں اٰمَنُوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو اٰیماں کے مقربوں یعنی منافقین اور باطن میں کافر تھے واللہ اعلم۔

(وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ اَوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ) اور ان جیسے نہ ہوں جنکو پہلے کتاب دی گئی۔

یعنی یہود و نصاریٰ کے طریقے اختیار نہ کریں۔

(فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

ای الاجل بطول اعمارهم واما لهم اوطال امد ما بليهم ودين انبياءهم عليهم السلام و بعد العهد لهم

یعنی کفر و معاصی میں گزرا ہوا زمانہ یا وہ لمبا عرصہ جو ان لوگوں اور ان کے انبیاء عینہم السلام کے درمیان اور ان کے عہد سے بعد میں گزرا

(فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ) صلبت فہی كاللحجارة او اشد قسوة

سخت ہو گئے گویا کہ پتھر ہیں یا اس سے زیادہ سخت اور ٹیڑھے اور وہ قبول حق یاد الہی کے لئے نرم نہ ہوئے اور جب دنیا غالب آگئی اور انہوں نے نصیحت نہ پکڑی اور سرکشی پر ڈٹے

رہے (وَكثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُوْنَ) اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

خارجون عن حدود دینکھم رافضون لما فی کتابہم

بالکلیۃ

پائے دریں کی مدد سے نکلنے والے ہیں اور جو کچھ انکی کتاب میں ہے اس سے بالکلیۃ برگشتہ ہیں یا اس کے چھوڑنے والے ہیں۔

إِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحْيِي
الْأَمْوَاتَ بَعْدَ مَوْتِهَا
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ
رَاعِلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحْيِي الْأَمْوَاتَ بَعْدَ مَوْتِهَا (جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے۔

فہو تمثیل ذکر استطراداً للاحیاء القلوب القاسیۃ بالذکر والتلاوۃ باحیاء الارض المیتۃ بالغیث للترغیب فی الخشوع والتحذیر عن القساوۃ۔

یہ تمثیل ہے ذکر وتلاوت کے ساتھ دلوں کی کجی و سختی میں اثر کرنے کی جس طرح بارش سے مردہ زمین کو زندگی و تازگی ملتی ہے خشوع کی ترغیب اور قساوت سے بچنے کی تلقین ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح مینہ بجھے خشک زمین تر تازہ ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ علم و حکمت سے مردہ دلوں کو زندگی اور نرمی و تازگی عطا فرماتا ہے۔

(قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ) بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان فرمادیں۔
الَّتِي مِنْ جَمَلَتِهَا هَذِهِ الْآيَاتِ

جیسا کہ ہم نے ان آیات میں علم و حکمت کی تصریح کر دی ہے اور روشن مثالوں سے حق واضح کر دیا ہے۔

(لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ) کہ تمہیں سمجھ ہو۔

کی تعلو اما فیہا وتعلو ایسوجیہا فتفوز و البسعادۃ

الدارین

اس لئے کہ تم ان آیات الہی میں غور و فکر کرے اور انہیں سمجھو اور اس کے مطابق اعمال بجالاؤ تاکہ تمہیں دونوں جہانوں کی سعادت کے ساتھ کامیابی حاصل ہو ۔

اِنَّ الْمُسْتَدْقِيْنَ وَالْمُتَّعِدِّ قَاتِ
وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا
حَسَنًا يُّضْعِفْ لَهُمْ
وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ

بے شک صدقہ دینے والے
مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور
وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا
ان کے دونے ہیں اور ان کے لئے
عزت کا ثواب ہے ۔

اِنَّ الْمُسْتَدْقِيْنَ وَالْمُتَّعِدِّ قَاتِ ، بے شک صدقہ دینے والے مرد اور
صدقہ دینے والی عورتیں ۔

ابن کثیر، ابوبکر، مغنلی، امان اور ابو عمرو نے بروایت ہارون اس آیت کو بتفصیل صاف
(تصدیق سے)، پڑھا ہے البتہ جمہور کی قرأت مصدر تصدق سے ہے ۔
اور ابی رمی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی منقول ہے ۔

ای الذین صدقوا والا صدقن

یعنی وہ لوگ جنہوں نے صدقہ دیا اور وہ عورتیں جنہوں نے صدقہ دیا اور یہی قرأت
اولیٰ وانب ہے ۔ اور اسباق کلام میں پچھلے رکوع میں ذکر انفاق سے مربوط ہے اور اگلا
محذوف مزید واضح کرنے والا ہے ۔

وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ، اور جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ۔
یعنی خوشدلی اور نیت صالحہ کے ساتھ راہ خدا میں خرچ کیا اور فقراء و مستحقین کو صدقہ

دیا ۔

(يُضْعِفْ لَهُمْ) ان کے دونے ہیں ۔

اَقْرَضُوا

لہم کی ضمیر یا تو مستدقین کی طرف راجع ہے یا قرض پر چونکہ مضاف محذوف ہے

اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے ۔

ایک یضاعت ثواب التصدیق اور ثواب القرض لہم
یعنی راہ خدا میں صدقہ کا ثواب یا قرض حسنہ کا ثواب ان کے لئے بڑھایا جائیگا اور اللہ
دوگنا فرمائیگا اور یضعف تشدید عین سے بھی بڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ ان کے لئے ثواب کو خوب
بڑھائیگا

(وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ) اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے۔
راہ خدا میں صدقہ اور قرض حسنہ کا ثواب و بدلہ عمدہ و مکرم ہوگا اور وہ جنت ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ
أُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ
وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ
لَهُمْ أَجْرٌ هُمْ وَنُورُهُمْ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
الْجَحِيمِ

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب
رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں
کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے
رب کے یہاں ان کے لئے ان کا
ثواب اور ان کا نور ہے اور جنہوں
نے کفر اور ہماری آیتیں جھٹلائیں
وہ دوزخی ہیں۔

(وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ) اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں
پر ایمان لائیں۔

اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے اور
اس کی نظیر و مثیل نہیں اس کے تمام اسما و صفات پر ایمان لائے اور بالیقین مانے کہ وہ
علیم و قدیر ہے اور اس کا علم و قدرت ہر شے کو محیط ہے اور رسولوں پر ایمان کا
مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور مخلوق کی طرف اس کے نمائندہ ہیں اللہ کی وحی
کے امین، گناہوں سے پاک و معصوم ہیں اور خدا کی ساری مخلوق میں برگزیدہ، منتخب اور
افضل ہیں اور رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت و شرف ہے اور ان کی اتباع و محبت
ہی کامیابی کا مدار و ضمانت ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ وہی ہیں کامل سچے اور اوروں

اولشہداء عند ربہم، پر گواہ اپنے رب کے یہاں
 اولئک مبتدأ ثانی ہے اور موصول کی طرف اشارہ ہے اور مبتدأ اول والذین
 امنوا باللہ ورسولہ ہے ہم مبتدأ ثالث ہے اور اللہ تعالیٰ
 کا ارشاد الصدیقون والشہداء خیر ثالث ہے اور یہ سارا جملہ خیر ثانی ہے اور پہلی خبر
 (ان المصدقین والمصدقات) کے ساتھ خبر ہے ہم ضمیر فاعل ہے اور جو
 اس کے بعد ہے خبر ثانی ہے اور ارشاد باری عند ربہم اس سے قبل سے متعلق ہے۔
 بطور ثبوت کے جو کہ اس جملہ کا اقتضا ہے۔

ای اولئک عند ربہم عن وجل وفي حکمہ و علمہ سبحانہ
 ہم الصدیقون والشہداء

یعنی یہی لوگ اپنے رب ذوا جلال کے ہاں اس کی منشاء حکمت میں اور علم میں کامل ہے او
 شہداء ہیں اور مراد یہ ہے کہ حکمت و منشیات الہی کے بموجب یہی لوگ بلند مرتبہ اور عالی
 منزلت اور مشہور صدیقین اور شہداء کی مانند ہیں اور وہی لوگ ہیں جنہوں نے تصدیق حق
 سبقت لی اور اس میں را سخن رہے اور اللہ کے راستے میں گواہی دی یا شہادت سے سرفراز
 ہوئے اور اس کے ساتھ موسوم ہوئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہوا
 شہید ہے کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے فرشتوں نے اس کے لئے جنت کی گواہی دی
 اور ایک قول ہے کہ شہید زندہ ہے اور وہ نہر گز نہ مرے گا اور وہ گواہ ہوگا یعنی موجود ہو
 گا اور ایک قول ہے کہ ملائکہ رحمت اسکی گواہی دیں گے۔

ایک قول ہے کہ روز حشر امتوں پر گواہ ہوں گے اور بعض نے اس آخری قول کے
 پیش نظر شہداء سے انبیاء مراد لیا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ گواہی دے گا بطور کرامت
 کے یا اعزاز کے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عطا فرمایا۔

اس آیت کی رو سے ہر مومن کو صدیق و شہید کہا جاسکتا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ اولئک
 اور ہم کے درمیان جو ضمیر فاعل ہے وہ حصر کی مقتضی ہے اور اس تقدیر پر صرف اصحاب
 نبی ہی صدیق ہیں تاہم صدیق کا مفہوم خصوصی اس سے الگ ہے واللہ اعلم

(لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ) ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے

یعنی ان کے خصوصی اجر اور پھل اور خصوصی نور ہو گا جو ان کے ساتھ ہو گا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْحَرِّ

یعنی سبھی ایسے لوگ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا اور آیات الہی کو جھٹلایا وہ

ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اصحاب الجحیم کا مطلب ہے لا یفارقو نہا ابدا یعنی کفار و مشرکین منافقین سبھی

دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور دوزخ سے جدا نہ ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ الحدید

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور سرائش

اور آپس میں بڑائی مارنا اور مالی اور اولاد میں ایک

دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینہ کی طرح جس کا

اگا یا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے

زرد دیکھے پھر روندن ہو گیا اور آخرت میں سخت

عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس

کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی

طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ

تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب

رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے

دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری

جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے

کہ تم اسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ تعالیٰ کو

عَلِمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ دَرَجَاتٌ

وَنَفَاحٌ مِّنْ بَيْنِكُمْ وَتَكَثَّرَ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ

كَثْرٌ غَيْرٌ عَشِيرَتِ الْعَجَبِ الْكَفَّارِ نَبَاتٌ ثُمَّ يَفْجَعُ

فَتَرَاهُمْ مَّضْطَرَّافًا لِّمَكْرِهِمْ حُطَامًا وَفِي

الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ

مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ مَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

الْأَمْتَاعُ الْعَرُودُ

سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا

كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ

آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ

يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

الْعَظِيمِ

مَا أَصَابَ مَن مَّصِيبَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ

لَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن

تَبْنُوا هَٰذِهِ ذَٰلِكُمْ عَلَى اللَّهِ لَيْسَ لَهُ

آسان ہے۔

اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا بڑائی مارنے والا

وہ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سرا۔

بیشک ہم اپنے رسولوں کو دیبلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آجھ اور لوگوں کے فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اسکی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا غالب ہے۔

لَيَكِلَنَّ اسْوَا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَقْرَحُوا
بِمَا اسَّكُمْ وَاَمَلُهُ لَا يُهِيْءُ كُلَّ مُخْتَالٍ
فُخُوْرٍ

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ وَيَا مَرُوْنَ النَّاسِ بِالْعُلٰى وَاَوْ
مَنْ يَتَوَلَّ فَاِنَّ اَمَلَهُ هُوَ الْعَتٰى الْحَمِيْدُ

لَقَدْ ارْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا
مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ
بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فَبِهَا
يَأْسُ شَدِيْدٌ وَمَنْ اَفْحَ لِلنَّاسِ
وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُكَ وَدُسُسُكَ
بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ غَرِيْبٌ

حل لغات رکوع سوم سورۃ الحدید ۲

الدنیا دنیائی

الحیوة زندگی

انما اسکے سوا نہیں کہ

اعلموا جان لو

و۔ اور

لہو تماشہ

و۔ اور

لعب کھیل

بینکر۔ تمہارے درمیان

تفاخر۔ فخر ہے

و۔ اور

زینتہ زینت

الاموال مال

فی بیچ

تکاثر زیادتی چاہنا

و۔ اور

غیث بارش

کمثل جیسے

الاولاد اولاد کے

و۔ اور

شہر پھر

نباۃ اسکا سبزہ

الکفار کسانوں کو

اعجب پسند آتی ہے

مصقل زرد

ا۔ اس کو

فترا پھر دیکھتا ہے تو

پھر سوکھتی ہے

و۔ اور

حطاما پورا پورا

یکون ہو جاتی ہے

شہر پھر

شدیدا سخت

عذاب عذاب ہے

الآخرة آخرت کے

فی بیچ

و۔ اور	من الله۔ اللہ سے	و۔ اور	مغفرة بخشش	و۔ اور	رضوان۔ رضا مندی
الحیوة۔ زندگی	ما۔ نہیں ہے	و۔ اور	الا۔ مگر	و۔ اور	الدنیا۔ دنیا کی
الغرد۔ دھوکے کا	متاع۔ سامان	و۔ اور	الی۔ طرف	و۔ اور	سابقوا۔ پہلے
من ربکم۔ اپنے رب سے	مغفرة بخشش کی طرف	و۔ اور	جنة۔ جنت کی طرف	و۔ اور	السعاد۔ آسمان
عرض جیسے چڑائی	عرضہا۔ کہ اسکی چڑائی ہے	و۔ اور	امنوا۔ ایمان لائے	و۔ اور	للدین۔ انکے لیے جو
اعدات۔ تیار کی گئی	الارض۔ زمین کی	و۔ اور	فضل فضل ہے	و۔ اور	ذلك۔ یہ
ورسلہ۔ اور اسکے رسول پر	باللہ۔ اللہ	و۔ اور	یشاء۔ چاہے	و۔ اور	من ہے
یوتیر۔ دیتا ہے	اللہ۔ اللہ	و۔ اور	الفضل۔ فضل	و۔ اور	قد۔ ہے
اللہ۔ اللہ	ما۔ نہیں	و۔ اور	من مصیبت۔ کوئی مصیبت	و۔ اور	اصاب۔ پہنچتی
فی۔ بیچ	لا۔ نہ	و۔ اور	انفسکم۔ تمہاری جانوں کے	و۔ اور	الارض۔ زمین کے
فی۔ بیچ	فی۔ بیچ	و۔ اور	ان۔ اس سے کہ	و۔ اور	انفسکم۔ تمہاری جانوں کے
کتب۔ کتاب کے ہے	ندوا۔ ہم پیدا کریں	و۔ اور	خلک۔ یہ	و۔ اور	من قبل۔ پہلے
ہا۔ اس کو	علی۔ اوپر	و۔ اور	لیکھنا کہ نہ	و۔ اور	ان۔ بیشک
اللہ۔ اللہ کے	تاسوا۔ غم کھاؤ	و۔ اور	فاتکم۔ قوت ہو جائے تم سے	و۔ اور	یسیر۔ آسان ہے
علی۔ اوپر	اتکم۔ جو دے تم کو	و۔ اور	بما۔ اس پر	و۔ اور	ما۔ اس کے جو
لا۔ نہ	یحیب۔ پسند کرتا	و۔ اور	لا۔ نہیں	و۔ اور	تفرحوا۔ اتر آؤ
د۔ اور	والذین۔ وہ جو	و۔ اور	فخور۔ فخر کرنے والے کو	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
کل۔ ہر ایک	الناس۔ لوگوں کو	و۔ اور	یامہون حکم دیتے ہیں	و۔ اور	مختال۔ اترا گئے والے
یجتلون۔ بھلی کرتے ہیں	یتول۔ منہ پھیرے	و۔ اور	من جو	و۔ اور	و۔ اور
بالجمل۔ بھلی کا	الغنی۔ غنی	و۔ اور	ہو۔ وہ ہے	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
فان۔ تو بیشک	رسلنا۔ اپنے رسولوں کو	و۔ اور	ارسلنا۔ بھیجا ہم نے	و۔ اور	لقد۔ بیشک
الحید۔ تعریف کیا گیا	معہم۔ انکے ساتھ	و۔ اور	انزلنا۔ اتاری ہم نے	و۔ اور	و۔ اور
بالبینت۔ کھلے دلائل دیکر	الکتب۔ کتابیں	و۔ اور		و۔ اور	

و۔ اور	المیڈون۔ ترارو	لیقوم۔ تاکہ قائم ہوں	الناس۔ لوگ
بالقسطہ۔ انصاف پر	و۔ اور	انزلنا۔ اتارنا	الحدید۔ لوہا
فیہ۔ اس میں	باس۔ آج ہے	شدید۔ سخت	و۔ اور
منافع۔ نائد سے ہیں	للناس۔ لوگوں کے لیے	و۔ اور	لیعلم۔ تاکہ دیکھے
اللہ۔ اللہ	من۔ کون	ینصر۔ مدد کرتا ہے	ا۔ اس کی
و۔ اور	دسلہ۔ اسکے رسولوں کی	بالغیب۔ بن دیکھے	ان۔ بیشک اللہ
اللہ۔ اللہ	قوی۔ طاقتور ہے	عنہ۔ غلب	

مختصر تفسیر اردو سورۃ الحدید رکوع سوم پ

إِعلمُوا أَنَّمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا	جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر
لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ	کھیل کود اور آرائش اور تمہارا
وَلَنَفَاحٌ خَوْ بَيْتِكُمْ	آپس میں بڑائی مارنا اور مال
وَنَكَاشٌ فِي الْأَمْوَالِ	اولاد میں ایک دوسرے پر
وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ	دوسرے پر زیادتی چاہنا۔
أَنْجَبَ الْكُفَّارِ نَبَاتُهُ	اس مینہ کی طرح جس نے اگایا
ثُمَّ يَهْبِجُ فَتَرَاهُ	بسزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا
مُضْفًى شَرٌّ يَكُونُ	کہ تو اسے زرد دیکھے پھر چوپورا
حُطَامًا فِي الْأُخْرَةِ	ہو گیا۔ اور آخرت
عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ	میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی
مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ	طرف بخشش اور اس کی رضا
وَمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا	اور دنیا کاجینا تو نہیں مگر
مَتَاعٌ الْفُرُورِ	دھوکے کا مال

(إِعلمُوا أَنَّمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ) جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل۔
دونوں گروہوں (مومنین و منافقین و کفار) کے آخرت میں حال کو بیان کرنے کے

بعد دنیا کی زندگی کی اصل کھولی گئی ہے۔ جس پر کہ فریق ثانی (منافقین و کفار مطمئن ہیں اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حیات دنیوی معمولی اشیاء سے ہے۔ اور اس ذلیل شئی کی طرف اہل عقل و بصیرت مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کے ساتھ سکون قرار پاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کھیل تماشا ہے اور اس میں سوائے تھکن و مشقت کے کوئی پھل نہیں۔

لَا تَشْوَقْ فِيهَا إِلَى الْعَبَثِ

اور لعب کے معنی کھیل کے یا عبث کام کے ہیں۔

وَلَهُوَ، اور کود

تَشْغَلُ الْإِنْسَانَ عَمَّا يَعْينُهُ وَيَهْدِيهِ - آدمی کا ایسے امور میں مشغول ہونا جس میں وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو یا محض دل کا بہلانا ہو۔
(وَدَيْئِنَهُ) اور آرائش۔

لَا يَحْصُلُ مِنْهَا شَرَفٌ ذَاتِي كَالْمَلَابِسِ الْحَسَنَةِ وَالْمَرَائِبِ
الْهَبِيَةِ وَالْمَنَازِلِ الرَّفِيعَةِ -

جس سے شرف ذاتی کا کچھ حصول نہ ہو جیسے عمدہ قیمتی خوبصورت پوشاکیں اور پیش قیمت سواریاں اور بلند و بالا عمارتیں۔

(وَتَفَاحُشٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاتُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ)

اور تمہارا آپس میں برائی مارنا اور مال، اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا۔
(تَفَاخُرٌ) بالانتساب والِعِظَامِ الْبَالِيَةِ
(تَكَاتُرٌ) بِالْعَدَدِ وَالْعَدَدِ

خاندان، اور قوت و دولت اور کثرت پر کثرت (زیادتی پر زیادتی) مال اور اولاد دونوں میں زیادتی کی خواہش و مبھوک یعنی ان امور کی طلب اور ان پر فخر و مباہلات السلی نے و تفاخر بینکم کو امانت سے پڑھا ہے یعنی تفاخر بینکم بے جا تفاخر ہے جس کی اصلیت کچھ نہیں اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اسکی کوئی حیثیت

ہے جبکہ اللہ کے نزدیک بڑائی کا مدار تقویٰ ہے ۔

(کَمَثَلِ غَيْثٍ) اس مینہ کی طرح

(مَطْطِی) بارش یعنی بارش کی طرح ، ک تشبیہ و تمثیل کے لئے جو اشارہ ہے

کہ یہ جلد زوال پذیر ہونے والی ہے اور مٹ جانے والی ہے ۔

(أَعْجَبَ الْكَفَّارُ نَبَاتًا) کسانوں کو بھایا جس کا اگایا ہوا سبزہ ۔

ای واقفہ والمراد بالکفار اما الحارث یعنی بونے والے یا کاشت

کر نیوالے اور کفار سے مراد کسان بھی ہے ۔

ای النبات الحاصل بہ

یعنی جو نباتات حاصل ہو ۔

کفار کی وجہ تخصیص غالباً اس لئے ہے کہ وہ زینت دنیا میں مستغرق اور گم ہوتا ہے جبکہ مومن

دنیا کے خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے عجائب قدرت کو دیکھ اس کی عظمت و بڑائی

میں مشغول ہو جاتا ہے ۔

(ثُمَّ يَلْهِي) فَمَثَلُهُ مُصَفَّرًا ثُمَّ يَكُونُ حَطَا مًا

پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر ریزہ ریزہ ہو گیا ۔

(ثُمَّ يَلْهِي) ای بچھ بعد حضرتہ و تضار تہ یعنی سبزہ و تر و تازہ

ہونے کے بعد خشک ہو گیا (فَمَثَلُهُ مُصَفَّرًا) بعد ماریتہ ناخر اموثقا

اس کے سر سبز و شاداب دیکھنے کے بعد زرد ہونا (ثُمَّ يَكُونُ حَطَا مًا)

ہشیا متکسر اُمت الیبس خشک ہو جانے کے بعد ریزہ ریزہ ۔

(مُکَرَّے مُکَرَّے) ہو جائے ۔ یہ مثال کا بیان ہے اور دنیا کی زندگی یہی کچھ ہے دنیا کا طلبگار

اس کے ظاہری حسن کو دیکھ کر اس پر فریضہ ہو جاتا ہے اور اسی میں مستغرق ہو کر اسی سے

نہ صرف امیدیں وابستہ کر لیتا ہے بلکہ اسی پر انحصار کر لیتا ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا

یہاں تک کہ زندگی فنا ہو جاتی ہے جبکہ مومن فکر آخرت میں مشغول ہوتا ہے اور دنیا کی رغبت میں

آخرت سے بے پرواہ نہیں ہوتا ۔

(وقف الاخرة عذاب شدید) اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ یہ کفار کے لئے ہے کہ وہ آخرت کے منکر اور اس سے لاپرواہ تھے اور لہو لعب میں ہنسی مشغول و منہمک رہے یہاں تک کہ موت آگئی۔ لہذا وہ آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔
(و مغفرة من الله و رضوان) اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا۔

عذاب شدید جو آخرت میں کافروں کے لئے ہو گا اس کے مقابلے میں مومنین پر رحمت عظیمہ اور کامل خیر و کامرانی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ مومنوں کو جنہوں نے آخرت کو مقدم رکھا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دی اور اسباب دنیوی سے آخرت ہی کی بھلائی کے لیے کوشاں رہے۔ تو ان کے لئے بخشش ہے اور اس کی رضا ہے یعنی جنت ہے۔
(وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ) اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔

لَمَنْ أَطْمَانَ بِهَا وَلَمْ يَجْعَلْهَا ذَرِيعَةً إِلَى الْآخِرَةِ وَمَطِيَّةً
لِنَعِيمٍ هَارُوِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ الدُّنْيَا مَتَاعُ الْغُرُورِ
إِنَّ الْهَتَاكَ عَنْ طَلَبِ الْآخِرَةِ فَمَا إِذَا دَعَاكَ إِلَى طَلَبِ
رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى وَطَلَبِ الْآخِرَةِ فَتَعَمَّرِ الْمَتَاعَ وَتَعَمَّرِ
الْوَسِيلَةَ

یہ اس کے لئے ہے جو دنیا کی زندگی پر ہی رکیجہ جائے اور مطمئن ہو جائے اور آخرت اور اس کے انعامات کے حصول کے لئے اسے (دنیا) ذریعہ نہ بنائے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دنیا فریب کا مال ہے۔ اگر تجھے طلب آخرت سے لاپرواہ رکھے یا روک دے اور اگر تجھے رضا الہی کے حصول اور آخرت کی طلب کے لئے دعوت دے (بلائے) تو بہترین مال اور کیا ہی خوب وسیلہ ذریعہ نجات ہے۔
سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ
بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش

مَنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُولِهِ ط
ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ

اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی
جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ
تیار ہوئی ہے ان کے لئے جو اللہ
اور اس کے سب رسولوں پر ایمان
لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسے
چاہے دے اور اللہ بڑے
فضل والا ہے۔

سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ

رب کی۔

اى سار عوام سار عوام سار عوام السابقين الاقربانهم

فی المصنار الى اسباب مغفرة عظيمة كالمغنة

میدانوں میں باہم ٹکرا ساتھیوں کے ساتھ بڑھ کر چلنے والوں کی طرح تیزی کے ساتھ
بڑی بخشش کی طرف بڑھو جو ہونیوالی ہے ایک قول ہے کہ اطاعت الہی کے ساتھ بخشش
کی طرف بڑھو اطاعت الہی کا مفہوم یہ ہے کہ دولت ایمان کے ساتھ رحمت بخشش کی مکمل
امید ہو اور عذاب الہی کا خوف بھی طاری ہو اور نیک کاموں کی سعی بھی ہو اور رضا الہی
مقصود ہو۔ یہ کلام بطور استعارہ یا مجاز مرسل ہے۔ اور ایک قول ہے۔

المراء سابقوا ملك الموت قبل ان يقطعكم بالموت

عن الاعمال الوصلة لما ذكر وقيل : سابقوا ابليس قيل

ان يصدكم بغرورة وخداعة من ذلك وهو كما تروى

والمراء قبلك الاسباب الاعمال الصالحة عن اختلاف

الواعها وعن على كرم الله تعالى وجهه انه قال فح

الاية : كن اول داخل المسجد واخر خارج وقال عبد

كوبنا في اول صف القتال وقال النسب : اشهدوا

تکبیرۃ الاحدام مع الامام وکل ذلك مت باب التمثیل

مراد یہ ہے کہ بڑھ کر چلو پیشتر اس کے کہ فرشتہ موت موت کے ساتھ تمہیں ان اعمال صالحہ سے منقطع کر دے جو اب اسباب بخشش سے ہیں یا مغفرت سے ملائی ہوئے ہیں جیسا کہ بیان ہوا اور کہا گیا ہے کہ تیزی سے بڑھو قبل اس کے شیطان تمہیں اپنے قریب اور دھوکے سے مغفرت ربانی سے روک دے یا اس میں مائل ہو جائے۔ اور وہ ظاہر ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے۔ اور ان اسباب سے مراد مختلف انواع کے اختلاف سے قطع نظر نیک اعمال ہیں اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ فرمایا کہ تم مسجد میں سب سے پہلے داخل ہونے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے ہو جاؤ اور عبد اللہ کا قول ہے کہ تم مجاہدین کی پہلی صف میں رہو اور انہی نے کہا کہ تم امام کے ساتھ احرام کی تکبیرات کے ساتھ تکبیر کہو (شہادت دو) اور یہ سارا تمثیل ہی کے باب سے ہے۔

(وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ) اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ

وقیل المراد بالعرض البسطة

اور ایک قول ہے کہ عرض (چوڑائی) سے مراد وسعت و کشادگی ہے ظاہر ہے جب عرض اتنا ہے تو طول جو عرض کی نسبت بڑا اور زیادہ ہوتا ہے، وہ کس قدر ہوگا۔
(أَعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ) تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔

أَي هَيْئَت لَهُمْ وَاسْتَدَل بِذَلِكَ عَلَى أَنَّ الْجَنَّةَ
مَوْجُودَةٌ أَلَا نَقُولُ لِقَوْلِ تَعَالَى

(أَعِدَّتْ) بِصِيغَةِ الْمَاضِيِ وَالتَّوِيلِ خَلْقِ الظَّاهِرِ

یعنی ان کے لئے بنائی گئی ہے اور اس سے استدلال ہوتا ہے کہ جنت موجود ہے اور پھر قول باری (أَعِدَّتْ) ماضی کے صیغہ کے ساتھ ہے اور تاویل ظاہر کے خلاف

ۛ (لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ) سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول کے بغیر کافی نہیں اور نہ ہی قابل قبول ہے ۔ رسول کا انکار خواہ ایک ہی کا ہو یا متعدد کا بالکلیہ کفر ہے اور اس کفر کے ساتھ اگر اللہ پر ایمان بھی ہو تو جب بھی کافر ہی ٹھہریگا واؤ رسولہ پر عطف ہے اور اس سے مستفاد ہے کہ معطوف معطوف الیہ کے تابع ہوتا ہے ۔ تو واضح ہوا کہ رسول کا انکار گویا اللہ ہی کا انکار ہے چونکہ اس آیت میں جنت کے لئے صرف ایمان کا ذکر ہوا ہے جیسا کہ للذین امنوا ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صرف ایمان جنت کے لئے کافی ہے ۔
(ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے ۔

(ذٰلِكَ) یہ ۔ اہل الذی وعدہ من المغفرۃ والحجنۃ یعنی وہ جس کا وعدہ کیا گیا بخشش سے اور جنت کا (فضل اللہ) اللہ کا فضل عطاؤہ الغیر الواجب علیہ اس کی عطا و نوازش ہے ۔ جو اس پر واجب نہ تھی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں اور بخشش و جنت کا اس نے وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتے فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء تو جسے چاہے عذاب فرمائے اس پر لازم نہیں کہ کسی کو ضرور بخشے اور یونہی کسی کو عذاب دے بلکہ بخشش و جنت اس کی عطا و مہربانی فضل و کرم ہے اور جنت میں داخلہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہوگا ۔

اور احادیث میں اس کی صراحت ہے ۔
(وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ) اور اللہ بڑے فضل والا ہے یہ پچھلے ٹکڑے کی توثیق ہے ۔

فلا یبعد منه عز وجل التفضل بذلک علی من یشاء

تو اللہ کریم کے فضل سے بعید نہیں جسے چاہے گا اسے فضل و رحمت کے ساتھ رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اور اسے کچھ پرواہ نہیں اور وہ انتہائی فضل و رحمت والا ہے بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس اعمال صالحہ دوزخ سے نہ بچائیں گے عرض کیا گیا آپ کو بھی ارشاد فرمایا مجھے بھی نہیں بجز اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل و رحمت سے بچالے۔ سارا مدار اللہ کے فضل و رحمت پر ہے اور اسی کے فضل پر بھروسہ اور امید محنت لازم ہے۔

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں
اور نہ تمہاری جانوں میں
مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل
اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں
بے شک یہ اللہ کو آسان

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ
فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
الْفُتُكِ إِلَّا فِي كِتَابٍ
مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّ تَبْرَأَ هَآ
إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ
يَسِيرٌ ۝

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ (نہیں پہنچتی کوئی مصیبت
ایک نامیہ ایک نامیہ
یعنی کوئی حادثہ یا مصیبت خواہ کیسی ہو یا کوئی سی ہو
فِي الْأَرْضِ) زمین میں

كجذب وعاهة في الزرع والثمار وزلزلة
وغیرھا۔

جیسے امساک باراں (بارش کا نہ ہونا) یا قحط اور فصلوں کی تباہی اور پھلوں میں
پیداوار کی کمی اور زلزلہ وغیرہ
(وَلَا فِي الْفُتُكِ) اور نہ تمہاری جانوں میں
حضر عرض و آفة كالجرح والكس

جیسے بیماریاں اور آفات جیسے زخم اور اعضاء کی ٹوٹ پھوٹ یا شکست و عاجزی۔

وَالَّذِي كِتَابٍ، مَّكْرُوهُ اِيك كِتَابٍ مِّنْ
اَيِّ اَلَا مَكْتُوبَةٍ مَّثْبُوتَةٍ فِي اللّٰوْحِ الْمَحْفُوظِ
وَقِيلَ فِي عِلْمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ
یعنی وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی موجود (درج) ہے اور ایک قول ہے کہ علم الہی میں

پہلے ہی سے ہے۔
مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّخْلُقَهَا (قَبْلُ اس کے کہ ہمیں پیدا کریں۔
اَنْ نَّخْلُقَهَا یعنی ہم سے پیدا کریں یعنی پیدائش و ظہور سے پہلے ہی وہ معیت
یا حوادث لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

یا علم الہی میں پہلے ہی سے ہیں ابن عباس قتادہ اور حسن سے مروی ہے ہا کی ضمیر
انفس، کی طرف راجع ہے۔

اور بعض قول ہے کہ "ارضی" کی طرف راجع ہے جس کا مطلب یہ ہے
کہ خانوں یا زمین کی تخلیق سے پہلے ہی لوح محفوظ میں درج ہے۔ اور نفوس و زمین کا
ذکر بر سبیل محل و مقام ہے۔

(اِنَّ ذٰلِكَ) بے شک یہ

ای اثبات تھا فی کتاب یعنی امور و حوادث کا لوح محفوظ میں ثبت ہونا
(عَلَى اللّٰهِ) اللہ کو لا غیراً سبحانہ

اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں فقط ذات سبحانہ، و تعالیٰ کو

(اَلَيْسَ بِ) اُسان

یعنی لوح محفوظ میں لکھنا و ثبت فرمانا اُسان ہے اور اللہ تعالیٰ ان امور و حوادث
کی کثرت و وقت سے مستغنی ہے اس آیت میں فرقہ قدریہ کا رد ہے جو یہ باطل
عقیدہ رکھتے تھے کہ حق تعالیٰ کو (معاذ اللہ) حوادث کے وقوع سے قبل علم نہیں۔

لَيْلًا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ
وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ
وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ
فَخُورٍ

اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ
سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو
تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی
اترنا یا بڑائی مارنے والا ۔

(لَيْلًا تَأْسَوْا) اس لئے کہ غم نہ کھاؤ
ای اخبار تاکربذک لئلا تحزنوا

یعنی ہم نے تمہیں اس امر کی اس لئے خبر دی ہے تاکہ تمہیں حزن و ملال نہ ہو۔
(عَلَى مَا فَاتَكُمْ) اس پر جو ہاتھ سے جائے ۔

من نعم الدنيا یعنی دنیا کی نعمتوں سے جو فوت ہو جائیں، ضائع ہو جائیں یا ہاتھ
نہ لگیں یا جاتی رہیں ۔

(وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ)
ای اعطاکم اللہ تعالیٰ

یعنی جو تمہیں اللہ نے عطا فرمائیں اس پر نہ اترنا، کیونکہ جب تمام امور مقدر ہیں اور اللہ نے
اس کی خبر دیدی ہے تو کسی شے کے فوت و ضائع ہونے پر افسوس اور کسی نعمت کے حصول
پر اترنا درست نہیں لہذا راضی برضا رہنا ہی اچھا ہے، زوال نعمت پر صبر اور حصول
نعمت پر شکر لازم ہے۔ البتہ فطری غم یا خوشی ہوتی ہی ہے۔ اور غم سے مراد وہ حالت ہے کہ
اللہ تعالیٰ سے شک کی کر دے اور صبر سے روک دے اور بندہ جبر و فزع میں پڑ جائے اور
حصول نعمت پر اترنے (فرح) سے مراد وہ خوشی ہے جو بدست بنا دے اور غرور و تکبر کا باعث
ہو اور یہی واضح مفہوم ہے

(وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ) اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترنا یا بڑائی

مارنے والا ۔
یہ پیچھے لکھے گئے ذیل میں ہے اور مطلب ہے

ان الفرج المذموم هو الموجب للبطلان والاختيال والتمثال المتكبر عن
تخیل فضيلة تراث له من نفسه والفنون المباحة في الاشياء
الخارجة عن المرء كالمال والحجاء

بے شک وہ فرج (خوشی) مذموم ہے جو اترنے اکرٹنے یا ناشکری اور دھوکے
بازی کی موجب ہو اور تمثال سے مراد تکبر کرنے والا ہے کہ وہ اپنے آپ میں بڑی فضیلت
کا لگان رکھتا ہے اور مخور سے مراد کسی آدمی کا مال و عزت جیسی خارجی اشیا میں شیخی بگھارنا یا
اکڑفوں دکھانا ہے چونکہ یہ دونوں امور مذموم اور ناپسندیدہ ہیں۔ لہذا اللہ کریم ایسے لوگوں
کو دوست نہیں رکھتے۔

وہ جو آپ نخل کریں اور اوروں سے
نخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو
بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب
خوبیوں سراہا

وَالَّذِينَ يَخْتَلُونَ وَيَأْمُرُونَ
النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ
فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

وَالَّذِينَ يَخْتَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (وہ جو آپ نخل کریں اور دوسروں
سے نخل کو کہیں)

یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اس کی تقدیر لیرضون عن الانفاق ہے یعنی
وہ لوگ جو راہ خدا اور امور خیر میں مال خرچ نہ کریں اور دوسروں کو بھی اسی چلن و روش اپنانے
کو کہیں اکثر مفسرین کے نزدیک بخل کے معنی واجب کا ادا نہ کرنا یا زکوٰۃ کا نہ ادا کرنا ہے بخل
بہت بری خصلت ہے ترمذی شریف میں ہے کہ بخل اور بدخلقی دو ایسی باتیں ہیں جو ایماندار
میں جمع نہیں ہوتیں۔

بعض کا قول ہے کہ یا مرون بالبخل سے مراد یہود کا علامات نبوت اور حضور علیہ السلام
کے اوصاف کا چھپانا ہے پچھلی کتب میں مذکور ہیں یعنی قبول حق میں بخل کرنا ہے اور دوسروں کو روکنا
ہے۔ واللہ اعلم

وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ، اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ

ہی بے نیاز ہے سزاوار محمد

فَانْ مَعْنَاهُ وَمَنْ لِعَرْضِ عَنِ الْاِتِّفَاقِ فَاِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ غَنِيٌّ
وَعَنِ الْاِتِّفَاقِ مَحْمُودٌ فِي ذَاتِهِ لَا يَضُرُّهُ الْاِعْرَاضُ عَنْ شُكْرِهِ بِالْتَقَرُّبِ
اِلَيْهِ لِشَيْءٍ مِنْ نِعْمَةٍ جَلَّ جَلَالُهُ

تو اس کا معنی ہے جو کوئی راہ خدا میں خرچ کرنے سے روگردانی کرے یا مہم موزے تو اس
کے راہ خدا میں نہ خرچ کرنے سے اللہ بے نیاز ہے اور وہ بالذات محمود (قابل تعریف لائق
حمد) ہے۔

اور کسی نعمت پر شکر جو تقرب الہیہ کا باعث ہے ادا نہ کرنا اس کا کچھ نقصان نہیں کرتا اور
اسکی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بے نیاز ہے بالذات لائق وقابل حمد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ
وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ
لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ
شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ وَ
لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَ
رُسُلَهُ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللَّهَ
قَوِيٌّ عَزِيزٌ

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو
دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے
ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری
کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے
لوہا اتارا اس میں سخت آئخ اور لوگوں کے
فائدے اور اس لئے کہ اللہ دیکھے اس
کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں
کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا
غالب ہے۔

(لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا) بے شک ہم بھیجا اپنے رسولوں کو۔

ایک من ہی آدمی کا ہوا ظاہر

یعنی اولاد آدم میں سے جیسا کہ ظاہر ہے ایک قول ہے کہ قریشوں کو رسولوں کے پاس بھیجا
اور رسولوں کو امتوں کی طرف مبعوث کیا۔

(وَالْبَيِّنَاتِ) دلیلوں کے ساتھ

ای الحجج والمعجزات یعنی دلائل و براہین اور معجزات کے ساتھ
(وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ) اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

ای جنس الكتاب المشامل للكل

یعنی جنس کتاب جو سبھی کو شامل ہے اور ایک قول ہے کہ نزول کتاب کو انبیاء رسل کے ساتھ
باہم اکٹھے رکھا یعنی ہر رسول کے ساتھ اس کے دور میں نزول کتاب یا اس کے احکام و شرائع
کو یکجا و ہمراہ رکھا اور کتاب کو اس لئے اتارا کہ احکام و شرائع کو بیان کرنے والی ہو۔
(وَالْمِيزَان) اور عدل کی ترازو۔

الآلہ المعروفة بين الناس

ابن زید وغیرہ کا قول ہے کہ میزان سے مراد لوگوں میں مہر و معلوم ترازو ہے اور
لوگوں کو اس سے وزن کرنے (تولنے) کا حکم دیا جبکہ کثیر علماء کا ذل یہ ہے کہ اس سے مراد عدل
ہے یا انصاف کا حکم ہے تاکہ لوگوں کے باہمی حقوق میں زیادتی و نا انصافی نہ ہو۔
(رَلِيقُومَ النَّاسِ بِالْقِسْطِ) کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

علت لانزل الكتاب والميزان والقيام بالقسط ای بالعدل
یہ نزول کتاب اور نزول میزان کی علت ہے۔ کہ اور قیام بالقسط سے مراد عدل
ہے تاکہ معاشی اور امور معاد میں انصاف ہو ایک قول ہے معاشی امور میں میزان سے اور امور
معاد میں کتاب سے انصاف کا حکم ہو لوگوں کے باہمی حقوق متاثر نہ ہوں برابری قائم ہے اور
توازن مکرر ہو۔

(وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ) اور ہم نے لوہا اتارا

قال الحسن: أَمَّا خَلَقْنَا هُ حَسَنَہُ کہ ایم ہم نے اسے پیدا کیا (انزلنا

لا معنی خلقنا ہے)

واضح مفہوم یہ ہے کہ لوہے، آگ، پانی اور نمک۔

(فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) اس میں سخت طاقت

اور لوگوں کے فائدے

(فیه باس)، اے عذاب یعنی قوب باس کے معنی بہادری و
 اور ہرج کے بھی ہے (شدید)، لان آلات الحرب تتخذ منه کیونکہ اس سے جنگی ہتھیار
 بنائے جاتے ہیں اس میں کتاب اور میزان کی احتیاج کے طور پر اشارہ بھی ہے کہ اگر ضرورت
 پڑے تو تلوار سے احکام کتاب کا نفاذ غلبہ و بالادستی اور میزان العدل کا قیام ہو کیونکہ ظلم و تعدی
 نفوس کی عادت و طبیعت ہے یعنی انسانی نفوس کا مزاج اکثر ایسا ہی ہے۔

(وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ)، اے فی معایشہم و مصالحہم اذ ما من
 ضعة الاول والحدید یعنی لوگوں کے معاشی معاملات اور بھلائی کے امور اسی سے ہی فائدہ
 ہیں اور کوئی منعت ایسی نہیں جس میں لوہے کا عمل دخل نہ ہو
 وَلَيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ اور اس لئے کہ اللہ دیکھ
 اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِاسْتِعْمَالِ آلَاتِ الْحَرْبِ مَن الْحَدِيدِ
 مجاہدۃ اعدائہ غائبین منہ
 یعنی کون ایمان بالغیب لا کر لوہے کے جنگی ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ اللہ کے
 دشمنوں سے جہاد کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یعنی اللہ کے دین
 کی کون مدد کرتا ہے۔

(إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ) بے شک اللہ قوت والا غالب ہے
 اللہ کریم کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور مدد کا حکم اس لئے فرمایا ہے کہ لوگوں کو ایمان
 امر کا نفع ہو اور رمضان الہی کا حصول ہو۔

یا محاورہ ترجمہ رکوع چہارم سورۃ الحدید پ ۲

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور
 ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں
 کوئی راہ پر آیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي
 قُلُوبِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهُتَدٍ
 وَمِنْهُمْ فَاسِقُونَ

كَتَبْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مِيسِرًا وَفَقِينًا
يَعِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ وَآدَمَ ابْنَيْ آدَمَ وَجَعَلْنَا
فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ آيَاتٍ وَرَحْمَةً
وَرَهْبًا يُتَنَبَّأُ بِبَنَدِ عَوَاهِمَا كَتَبْنَا عَلَيْكُمْ
إِلَّا اتَّبِعُوا رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَادَّ عَوَاهِمَا حَقٌّ
رِعَايَتَاهَا فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ
أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ

پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور
رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم بھیجا
اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروں کے
دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ
بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی
ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں
نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ
نہا لاجیسا اس کے بنائے کا حق تھا تو ان کے
ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور
ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول
پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا
فرمائے گا اور تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں
تم چلو اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا
مہربان ہے۔

یہ اس لیے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ
اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل
اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ
بڑے فضل والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ
آمِنُوا بِرُسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كُفْلًا مِّنْ
مِّنْ رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ
بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ

رَحِيمٌ
لِّمَن لَّا يَعْلَمِ أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا يَتَّقُوا اللَّهَ
عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآتِ
الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

حل لغات رکوع چہارم سورۃ الحدید ۲

و۔ اور	لقد۔ بیشک	اور سنا بھیجا ہم نے	نوح۔ نوح کو
و۔ اور	ابراہیم۔ ابراہیم کو	و۔ اور	جعلنا۔ رکھی ہم نے
فی۔ بیچ	ذریعتہما۔ انکی اولاد کے	النبیخا۔ نبوت	و۔ اور

الکتب۔ کتاب	منہم۔ تو کچھ ان میں سے	مہتد۔ ہدایت والے ہیں	و۔ اور
کنیز۔ بہت سے	منہم۔ ان میں سے	فسقون۔ فاسق ہیں	تہ۔ پھر
تقینا۔ پیچھے پیچھے جمنے	علی۔ اوپر	اثار۔ نشانوں	ہم۔ ان کے کے
برسنا۔ اپنے رسول	و۔ اور	تقینا۔ پیچھے پیچھے جمنے	یعسی۔ عیسیٰ
بن۔ بیٹا	مریجو۔ مریم کا	و۔ اور	ایتینہ۔ دی جمنے اس کو
الانجیل۔ انجیل	و۔ اور	جعلنا۔ رکھی ہم نے	فی۔ بیچ
قلوب۔ دلوں	الذین۔ ان لوگوں کے	کہ اتبعو۔ پیروی کی	لا۔ اس کی *
رافۃ نرمی	و۔ اور	رحمۃ۔ رحمت	و۔ اور
دھیانیت۔ رہبانیت	نابتد عو۔ خود بنایا انہوں نے	ہا۔ اس کو	ما۔ نہ
کتبتہا۔ لکھا ہم نے اس کو	علیم۔ ان پر	الامر۔ امر	انتقاد۔ واسطے چاہئے
رضوان۔ رضامندی	اللہ۔ اللہ کی	ضما۔ پھر نہ	دعو۔ رعایت کی
ہا۔ اس کی	حق۔ حق	رعایتہا۔ اس کی رعایت کا	فایتینا۔ تو دیا ہم نے
الذین۔ ان کو جو	امتوا۔ ایمان لائے	منہم۔ ان میں سے	اجر۔ اجر
ہم۔ ان کا	و۔ اور	کثیر۔ بہت سے	منہم۔ ان میں سے
فسقون۔ فاسق ہیں	یا۔ اے	ایہا۔ وہ	الذین۔ لوگو جو
امتوا۔ ایمان لائے ہو	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	و۔ اور
امتوا۔ ایمان لائے	برسولہ۔ اسکے رسول پر	یوتکم۔ دیکھا تم کو	کفلین۔ دو حصے
من رحمتہ۔ اپنی رحمت کے	و۔ اور	تمشون۔ چلو گے تم	یجعل۔ بنائے گا
لکم۔ تمہارے لیے	نورا۔ نور	لکم۔ تم کو	یہ۔ اسکے ساتھ
و۔ اور	یعفی۔ بخشے گا	و۔ اور	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	غفور۔ بخشنے والا	رحیم۔ مہربان ہے	لئلا۔ تاکہ
یعلم۔ جان لیں	اہل۔ اہل	الکتب۔ کتاب	الا۔ کہ وہ نہیں
یقدر دن۔ اختیار رکھتے	علی۔ اوپر	شیء۔ کسی چیز کے	من فضل۔ فضل
اللہ۔ خداوندی سے	و۔ اور	ان۔ بیشک	الفصل۔ فصل
بید۔ ہاتھ میں	اللہ۔ اللہ کے ہے	یوثینہ۔ دیتا ہے	من جسے

مختصر تفسیر اردو سورہ اکحید رکوع چہارم ۷

اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم
کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور
کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر
آیا اور ان میں بہترے
فاسق ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَّ
اِبْرٰهٖمَ وَجَعَلْنَا فِيْ
ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ
فَمِنْهُمْ مُّسْلِمٌ وَّكَثِيْرٌ
مِنْهُمْ فَسِقُوْنَ ؕ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَّ اِبْرٰهٖمَ ؕ اور بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم

کو بھیجا۔

پہلی آیت میں اختصار سے ذکر ہوا تھا لَقَدْ اَرْسَلْنَا وَّ اِبْرٰهٖمَ اَب تَفْصِيْلٍ ذِكْرٌ بِعَيْنِ
بلاشبہ ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا، نبی آدم میں ان دونوں پیغمبروں
کو اہم ترین مقام حاصل ہے، نوح علیہ السلام آدم ثانی تھے اولوالعزم اور صاحب شریعت رسولوں
میں سے اول تھے جو مبعوث کئے گئے طوفان کے بعد ان ہی کی اولاد بکثرت بڑھی حضرت ابراہیم
علیہ السلام ان کی اولاد سے تھے اور دوسرے اولوالعزم اور صاحب شریعت رسول تھے ان
دونوں رسولوں کو بہت زیادہ شرف و فضیلت حاصل ہے اور یہ دوسرے انبیاء و رسل کے
پیش رو ہیں۔

(وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ) اور ان کی اولاد میں نبوت اور

کتاب رکھی

یعنی ہم نے ان میں سے نبی بنائے اور ان کی طرف کتاب وحی کی یعنی تورات زبور انجیل
اور قرآن، ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آل ابراہیم سے ہیں

واجب معلوم ہے کہ نبوت و کتاب کو ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں مختص کر دیا۔
(فَمِنْهُمْ) تو ان میں

ایک من الذریۃ یعنی اولاد میں سے یا نسل میں سے (دونوں پیغمبروں
کی اولاد میں سے) کوئی
(مُسْتَدِرٌّ) راہ پر آیا

یعنی نوح و ابراہیم میں سے جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ان میں سے کوئی
سیدھی راہ کو قبول کر نیوالا ہوایا۔ انہوں نے ایمان لاکر صراطِ مستقیم کی پیروی کی
(وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ) اور ان میں بہتر سے فاسق ہیں۔
خارجوں عن الطریق المستقیم
یعنی ان میں سے اکثر سیدھی راہ کو چھوڑنے والے تھے۔

پھر ان کے پیچھے ہم نے اسی راہ پر
اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے
پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا ہے انجیل
عطا فرمائی اور اس کے پیروں
کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی
اور راہب بننا تو یہ بات انہوں
نے دین میں اپنی طرف سے نکالی
ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ
بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے
کیلئے پیدا کی پھر اسے نہ بنایا جیسا اس
کے بنانے کا حق تھا تو ان کے ایمان
والوں کو ہم ان کا ثواب عطا کیا اور ان
میں بہتر سے فاسق ہیں۔

ثُمَّ قَضَيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ
مُوسْلِنًا وَقَضَيْنَا لِعِيسَىٰ
ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ
الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي
قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ
رَأْفَةً وَرَحْمَةً
وَرَهْبًا بِنِيتِهِ ابْتَدَعُوهَا
مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا اتِّبَاعَ
رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا
حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَآتَيْنَا الَّذِينَ
آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ
وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ

رَثَرَقَضَيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے۔

ای ارسلنا بعدہم رسولاً بعد رسول

یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور ان رسولوں کے بعد جو ان دونوں کی قوموں کی طرف مبعوث کئے گئے، ہم نے ان کے بعد دیگرے رسول بھیجے۔

وَأَصْلُ التَّقْفِيَةِ جَعَلَ الشَّيْءَ خَلْفَ الْقَنَاءِ وَالتَّقْفِيَةِ

کی اصل یہ ہے کہ کسی شے کا کسی کے پیچھے پیچھے ہونا اور آثارِ حم میں ضمیر نوح و ابراہیم علیہما السلام کی طرف راجح ہے یعنی ان دونوں بزرگوں اور ان دونوں کی قوموں کی طرف یا ان کے ہمراہ بھیجے گئے رسولوں کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم کے عہدِ کریم تک جو رسول بھیجے گئے وہ پے در پے تشریف لائے۔

(وَقَضَيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ) اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم

کو بھیجا۔

جَعَلْنَاهُ بَعْدَ آيٍ ارسلنا رسولاً بعد رسول حتی انتہی الارسل

الی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

یعنی رسولوں کے بعد رسول بھیجتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کو رسول بنا کر

بھیجا۔

رَوَاتِيَهُ الْإِنجِيلُ) اور اسے انجیل عطا فرمائی۔

وَزَعَمَ بَعْضُ ان لَفْظَ الْإِنجِيلِ عَرَبِيٌّ مَن بَخِلَتْ بِمَعْنَى

استخراج الاحکام ممتہ اور بعض اہل علم کا گمان ہے کہ لفظ ”انجیل“ عربی زبان

میں بخلت بمعنی استخراج سے ہے یعنی باہر نکالنا یا استنطاق کرنا کیونکہ انجیل سے احکام

مستنبط ہوتے تھے۔ یا ان او حینا الیہ یعنی ہم اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف

وجہ کیا تاہم وہ انجیل نہیں جو آج کل نصاریٰ کے پاس ہے جو من گھڑت قصوں پر مشتمل ہے

یہ اصل منزل انجیل کا بیان ہے جو محفوظ نہ رہی اور نصاریٰ نے اس میں تحریف کر دی۔

وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الذِّنِّیِّ اَتَّبِعُوا رَافَةً وَرَحْمَةً

اور اس کے پیروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی ۔

ای خلقنا اور میرزا یعنی ہم نے پیدا کی یا بنا دی ۔

اَحْ جَعَلْنَا ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِهِمْ فَهُمْ يَرِاٰنَ بَعْضُهُمْ

بِبَعْضٍ وَيُرْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

یعنی ہم نے ان کے دلوں میں یہ بات پیدا کی (دُالی) کہ ان میں سے بعض بعض کیساتھ محبت (نرمی) اور شفقت کا رویہ رکھتے رافت کا مشہور معنی رحمت ہی ہے لیکن بعض افاضل علماء کا قول ہے کہ جب رافت و رحمت اکٹھے ہوئے جائیں تو اس سے مراد شر و فساد کو دور کرنا اور مٹانا ہوتا ہے یعنی ایک دوسرے برائی نہ چاہتے اور باہمی مفاسد کا قلع قمع کرتے یہ جذبہ ان کے دلوں میں ودیعت فرمایا گیا ۔

(وَلَهُبَانِيَّةٌ اَبْتَدَعُوْهَا) اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی

طرف سے نکالی

الرهبانية من أفعال العباد لانها المبالغة في العبادة

بالرياضة والانقاع عن الناس

رہبانیت بندوں کے افعال سے ہے ۔ جیسے انتہائی عبادت و ریاضت اور لوگوں سے

الگ تھلگ رہنا ۔

ایک قول ہے موٹے کپڑے پہننا روزوں کی کثرت اور تجرد کی زندگی اور مباح امور کو

بھی چھوڑ دینا ، یہ طریقہ انہوں نے خود نکالا اور اللہ نے انہیں اس کا مکلف نہ کیا تھا ۔ عطف

(و) سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ رهبانیت بھی رافت و رحمت کی طرح ان کے دل میں ڈالی گئی

تو جانتا چاہیے کہ رهبانیت اعمال بدنی کے معنوں میں ہے اور وہ رافت و رحمت کی طرح

کیونکہ دل میں پیدا ہو سکتی ہے البتہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے ان کا قلبی میلان ایسا کر دیا تا کہ

رهبانیت کے امور انہوں نے خود ایسا کر کے تو بعض کے نزدیک یہ قول مکروہ نہیں اور بعض

کا قول ہے کہ رهبانیت کی روح رضائے الہی کا حصول تھی اور یہی وہ بات تھی جو ان پر لازم تھی

مگر انہوں نے بہت ہی مشقتیں بڑھالیں جیسے تجرد کی زندگی لوگوں سے نہ ملنا جتنا ہم روزے رکھنا، مشقت عبادات، صوامع بنانا اور غاروں میں تنہا رہنا اور کھانا کھانا اور بہت ہی کم کھانا وغیرہ۔

(مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِمُ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ) ہم نے ان پر مقرر نہ کیا ہاں یہ طریقہ انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کیا۔

(ما کتبنا) جملہ مستانفہ ہے اور (الا) استثناء منقطع ہے۔

ای ما فرضنا ما نحن علیہم رأسا ولكن ابتدعوها
والزموا أنفسهم بها ابتغاء رضوان الله تعالى

یعنی دراصل اسے رہبانیت ہم نے ان پر لازم نہیں ٹھہرایا تھا ہاں انہوں نے خود اسے اختراع کر لیا اور اپنے نفوس کو اس کے ساتھ رضائے الہی کے حصول کیلئے پابند بنالیا اگر (بشثناء الا) کو متصل لیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ رضائے الہی کا حصول تو فرض تھا اور اس کے سوا ان پر کچھ ضروری نہ تھا مگر انہوں نے خود اختراع کر لیا اس میں بدعت حسنہ کا کامل جواز ہے اور امور خیر کو بدعت کی آڑ میں منع کرنا قرآن کے منافی ہے حدیث شریف میں ہے۔
ما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن۔ اور بعض بدعات حسنہ واجب اور بعض مندوب ہیں جیسے ملاحدہ کے رو میں متکلمین کے دلائل کا علم و تعلیم اور مدارس و دینی کتب کا تصنیف کرنا وغیرہ۔

ای ملحافظوا علیہا حق المحافظة

یعنی انہوں نے اس پر محافظت نہ کی جس طرح کہ حق تھا نفی عموم سلب کے لئے نہیں

بلکہ مطلب یہ ہے۔
فما رآهوا کلہا خیر بل بعضہم سب نے نہیں بلکہ ان میں سے بعض نے رعا رکھی اور اس کے تقاضے جو انہوں نے مخترع کئے تھے اس پر اکثر قائم و پابند نہ رہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ ریاکار ہو گئے اور تثلیث کے قائل ہوں گے۔ لہٰذا راہبوں اور احبار کو اللہ و رب ٹھہرایا اور یوں راہ صواب و حق سے ہٹ کر کفر و شرک میں پڑ گئے۔

فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ تَوَانِ الْإِيمَانِ وَالْوَلَوْنَ كَوَهْمَنَ انْ
كَاتُوبَ عَطَاكَ .

الَّذِينَ آمَنُوا إِيْمَانًا صَحِيحًا وَهُوَ لَمَنْ أَدْرَكَ وَقْتُ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْإِيْمَانُ بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
أَيُّ فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ إِيْمَانًا صَحِيحًا بَعْدَ رِعَايَةِ
رَهْبَانِيَّتِهِمْ

وہ لوگ جو صحیح ایمان لائے اور صحت ایمان یہ ہے کہ جنہوں نے عہد رسالت مآب صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم پایا اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے یعنی ان میں
جو اپنی رہبانیت کی رعایت رکھتے ہوئے دین پر قائم رہے تو ہم انہیں ان کے ایمان و حسنِ عمل
اور اخلاص کا ثواب عطا فرمائیں گے یہ مخلصین کے ساتھ وعدہ ہے ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ
لوگ دینِ عیسیٰ علیہ السلام پر قائم رہے اور رہبانیت کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کرتے
ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت
کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور فرماں برداری کی توہم ایسے لوگوں کو ان
کا اجر و ثواب ضرور عطا فرمائیں گے ظاہر ہے ایسے لوگ بہت کم تھے ۔

(وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَيَقُولُونَ) اور ان میں بہت سے فاسق ہیں جنہوں نے آپ کی تصدیق

نہ کی ۔

یعنی وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے
اور آپ کی تصدیق نہ کی یا وہ لوگ جو دینِ مسیح علیہ السلام سے برگشتہ ہوئے اور
رہبانیتِ مختصرہ کے حقیقی تقاضوں کو چھوڑ کر تثلیث و غیرہ میں پڑ گئے ۔

لئے ایمان والوں اللہ سے دور
اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ
وہ اپنی رحمت کے دوسرے تمہیں
عطا فرمایگا اور تمہیں لیے نور کر دے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَأَمِنُوا بِرَسُولِهِ
يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْهَا
رَحْمَةً وَتُحْجَلَ لَكُمْ نُورًا

گا جس میں چلو اور تمہیں بخش دے گا

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

تَمْشُونَ بِهِ وَلَقَدْ كَلَّمُ

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

ابو حیان کا قول ہے کہ یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایمان لائے اور اہل کتاب سے یہ خطاب نہیں ہے اور آثار سے اسی کی تائید ہوتی ہے طبرانی نے اوسط میں ابن عباس اور ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے تخریج کی ہے کہ دونوں نے کہا اصحاب نجاشی سے چالیس آدمی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مشاہدہ احد میں شرکت کی ان میں سے ہر ایک کو زخم لگے لیکن کوئی شہادت پر فائز نہ ہوا پھر جب انہوں نے اہل ایمان کی عسرت مالی دیکھی تو بارگاہ عالی جناب میں گزارش کی کہ ہم اصحاب ثروت ہیں ہمیں اجازت عطا ہو کہ ہم ان کی مالی مدد کریں تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ

وَإِذَا بَلَغَ الْأُمَمُ مِنْكُمْ الْقِسْمَ الَّذِي أَنْصَبَ لَهُمُ اللَّهُ مِنْ ثَمَرِهِمْ

أَنَّا لَنَأْتِيَهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ مُسْلِمِينَ ۚ وَلَئِنْ لَمْ يَأْتِ

مَنْ يَأْتِيهِمْ مِنْ قَبْلِهِمْ مُسْلِمِينَ ۚ وَلَئِنْ لَمْ يَأْتِ

تفاخر کہا کہ ہمارے لئے دو ہزار اجر ہے اگر ہم تمہاری کتاب پر ایمان لائیں اور جو ایمان لائے گا اسے اکہرا جر تو ضرور ملے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے قول ومن لعلی ومن بکتا بکم فله اجر کا جو رکم کی تردید تھی ۔ کشاف میں ہے کہ اس کا معنی یہ ہے یا ایہا الذین اتصفوا بالایمان اے لوگو اپنے آپ کو ایمان سے مستصف کرو بعض کا قول ہے کہ یہ نصاریٰ کو خطاب ہے جو عہد نبوی میں موجود تھے جیسا کہ سابق کلام سے اشارہ ہوتا ہے قتادہ کا قول ہے ۔ کہ اس آیت کے نزول پر ان اہل کتاب کو شک ہوا جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے اس لئے کہ اہل کتاب میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ان کے لئے دو گتے اجر کا وعدہ ہوا تاہم مہرور کا قول ہے کہ آیت میں خطاب اہل کتاب سے ہے اس کا مطلب یہ ہے اے وہ

لوگو جو موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہو اللہ سے ڈرو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ۔
(اتقوا اللہ) اثبتوا علی تقوا، عزوجل فیہا تمہاکم
عنہ

یعنی جس چیز سے تمہیں پروکدگار عزوجل منع فرمایا ہے اس سے بچنے میں ثابت قدم رہو۔
(وَأَمِنُوا بِرَسُولِهِ) اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔
و اثبتوا علی الایمان برسولہ الذی ارسلہ
الیکم وہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور پختگی کے ساتھ ایمان لاؤ اس کے رسول پر جسے پروردگار نے تمہاری طرف بھیجا ہے
اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(يُؤْتِكُمْ كَفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ) وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا۔
(يُؤْتِكُمْ) تمہیں عطا کریگا۔ بسبب ذلک یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
ایمان لانے کے سبب تمہیں عطا کیا جائے گا۔

(كفْلین من رحمۃ) اپنی رحمت دو گنا۔

قال ابو موسیٰ الاشعری: ضعفین بلسات الحبشہ ابو موسیٰ
الاشعری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کفلیں حبشی بولی میں دو گنے کو کہتے ہیں اور بعض کا
قول ہے۔ ”نصیبین“، دو حصے، لغت میں کفل کے معنی حصے اور ضمانت کے بھی ہیں
یعنی ان کے لئے دو ہرے اجر کی ضمانت (دو حصہ) ہے کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان
لائے اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم پر بھی ایمان لائے اور رابع کا
قول ہے۔

الكفل المخط الذي فيه اكفاية كانه تكفل بامه كفل

سے مراد وہ حصہ یا نصیب ہے جس میں کفایت ہو (شایان شان ہو) جس طرح کہ اس
نے اپنے ارشاد کے ساتھ ضمانت دی۔

و اطفالان ہمارے مرغوب فیہا ۔ اور دوسرے ہوں گے جو ان میں مرغوب ہوں
کے جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔

وَبَنَّا اتِّفَافَ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِ الْآخِرَةِ حَسَنَةً
(وَجَعَلْ لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ) اور تمہارے لئے نور کر دیگا جس میں چلو
یوم القیامۃ و هو النور المذكور ف قولہ تعالیٰ :
(لِیْسَی نُوْرُہُمْ بَیْنَ اَیْدِیْہُمْ و یَا یْمَانِہُمْ)
قیامت کے روز اور وہ نور ہوگا جس کا ذکر پہلی آیت لیسعی نورہم بین
ایدیہم میں گزرا یعنی پھر اٹھ پران کے لئے نور ہوگا ۔
(وَلَنَقْفِیْ لَکُمُ) اور تمہیں بخش دے گا ۔

مَا سَلَفَ مِنْکُمْ یعنی تمہارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمائے گا ۔
(وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔
ای مبالغہ فی المغفرة والرحمة فلا بدع اذا فعل سبحانہ
ما فعل

یعنی انتہائی بخشش و رحمت فرمائیو الا یہ پس تبدیل نہیں ہوتا جو بھی سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا
یا متعین فرمایا

یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان
جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ
قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ
ہے دیتا ہے ۔

جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل
والا ہے ۔

لَنَبْلُوَ بِمَا عَمِلْتُمْ اَهْلُ الْکِتَابِ
اَلَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ
مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَتَتْ
الْفَضْلَ بَیْدِ اللّٰهِ لِیُوْتِیْہِ
مَنْ لَّیْسَ اُوْدِیْہِ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ؕ

لَنَبْلُوَ بِمَا عَمِلْتُمْ اَهْلُ الْکِتَابِ اَلَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ
یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کو کچھ قابو نہیں ۔

یعنی اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ کی تصدیق نہ کی اور کہتے تھے کہ جو تمہاری کتاب و قرآن حکیم، پر ایمان نہ لائے تو اس کے لئے تمہارے اجر و ثواب کی طرح اکہرا اجر تو ہے، تو وہ جان لیں۔

انہم لا ینالون شیاً من فضل اللہ من الاجرین و غیرہا ولا یتمکنون من نیلہ ما لم یؤمنوا بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حاصلہ الاعلام بان ایمانہم نبیہم لا ینفعہم شیاء ما لم یؤمنوا بالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فقو لہم من لم یؤمن بکتا بکفر فلہ اجر باطل بے شک وہ اللہ کے فضل میں سے، دونوں ثوابوں اور ان دونوں کے علاوہ میں سے کچھ بھی نہ پائیں گے اور نہ ہی اس ثواب میں سے ان کے لئے کچھ ممکن ہو گا۔

جب تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں گے حاصل کلام یہ ہے کہ ان کا اپنے نبی پر ایمان لانا بھی انہیں کچھ نفع بخش (سودمند) نہ ہو گا جب تک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان کا قول کہ جو تمہاری کتاب پر ایمان نہ لائے گا اس کے لئے اکہرا اجر کہیں نہیں گیا بالکلیہ باطل و مردود ہے، کیونکہ کسی ایک نبی و رسول کا انکار سبھی رسولوں کا انکار ہے اور کھلا کفر ہے لہذا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لانے سے اور آپ کی تصدیق نہ کرنے سے پہلے انبیاء پر جو ایمان تھا وہ بھی زائل ہو گیا کہ تکذیبِ مؤخر نے تصدیقِ مقدم کو ساقط کر دیا تو اجر و ثواب اور نور کے لئے ایمان لازم ہے جب ایمان مفقود ہو گیا تو اجر و ثواب کیونکر ممکن و متصور ہو سکتا ہے اور یہ انتباہ ہے اہل کتاب کو تاکہ راہِ حق کی طرف رغبت دکھائیں۔ اور فضل کا جو وعدہ اہل ایمان سے کیا گیا ہے۔

وہ غیر مبدل ہے لہذا اہل کتاب اس زعم میں نہ رہیں کہ وہ اللہ کے محبوب و پسندیدہ ہیں اور اجر و ثواب پر ان کو کوئی اجارہ داری حاصل ہے وہ اللہ کے فضل پر کوئی دسترس نہیں رکھتے اور اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔

(وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء) اور یہ کہ فضل اللہ کے

ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے ۔
یعنی فضل و مہربانی کا مالک اللہ ہے اور وہ جس کو چاہے دے اور اہل کتاب کے دماغ
کہ ہم چیتے ہیں اور ہمارے لئے یہ کچھ ہے سب باطل ہیں اور رسول کا انکار فی نفسہ عذاب
و غضب کا مستحق بنا دیتا ہے چہ جائیکہ کفر کے باوجود فضل تمہیں ملے ہوں ۔ خسر الدنیا والاخرۃ
ہنالک الکافرون ۔

(وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔

یعنی وہ اہل ایمان پر انتہائی مہربانی کرنے والا اور نوازنے والا ہے ۔
الحمد لله آج ستائیسواں پارہ ختم ہوا ۔ وما توفیق الا باللہ العظیم
۲۷۔ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ
۲ جولائی ۱۹۸۹ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۷ اَظْهَارُ سُوْرَاتٍ ۷ ۷ سُورَةُ الْمَجَادِلِ ۷

مجادلہ وال کے زبراور زیر کیساتھ پڑھا گیا ہے لیکن دوسری قرأت یعنی زیر کیساتھ "مجادلہ" معروف ہے اور سورت کا نام قد سمع بھی ہے اور ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں اس سورت کا نام اَظْهَار بھی آیا ہے یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے جیسا کہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کبھی اور ابن سائب کا قول ہے کہ سولائے آیت کریمہ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ بِعِلْمِهِ کے باقی سورہ مبارکہ مدنی ہے عطل سے مروی ہے کہ پہلی دس آیات مدنی ہیں اور باقی مکی ہیں۔

اس سورہ مبارکہ میں ۳ رکوع اور ۲۲ آیات ہیں پچھلی سورہ مبارکہ سے اس کی مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے فضل کے ذکر کے ساتھ ختم ہوئی اور اس کا افتتاح بھی فضل ہی کیساتھ یعنی اس واقعہ مجادلہ کے ساتھ ہوا جو فضل ہی کی ایک صورت ہے، بعض اجلہ علماء کا قول ہے کہ پچھلی سورت کے مطلع میں اللہ کریم کی صفات جلیلہ بالخصوص الظاہر اور الباطن کا ذکر ہوا اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ... وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

سورہ مبارکہ کا اقتراح اس ذکر کے ساتھ فرمایا کہ بے شک اللہ جل و علانے اس جھگڑے والی
کا قول جو اپنے رب سے شکایت کر رہی تھی سنا لیا اور اسی ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جیسے نسائی، ابن ماجہ اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا کہ جب
یہ سورت نازل ہوئی۔

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کا سنا سب آوازوں کو وسیع و شامل ہے (محیط کرم)
بلاشبہ جھگڑا کرنیوالی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گفتگو کی اور
میں گھر کے حصے میں موجود تھی میں نے پورا نہ سنا جو وہ کہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری بات
سن لی اور قد سمع اللہ نازل ہو گئی۔

پارہ ۲۸

سورة المجادلہ مدنیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس میں تین رکوع بائیس آیتیں۔ چار سو تہتر کلمات اور ایک ہزار سات سو بائیس حروف ہیں

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورة المجادلہ پ

بے شک سن لی اللہ نے اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بیشک اللہ مستفاد دیکھتا ہے۔

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی ماںیں نہیں ان کی ماںیں تو دوسری ہیں جن سے پیدا ہوئیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے ہیں تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت نہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الْتِیْ تَجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِہَا وَتَشْتَرِیْ اِلَی اللّٰهِ قَعْدَہُ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ مَخَافَہُ کَمَا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

الَّذِیْنَ یُظْہِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَابِہُمْ مَا هُنَّ اُمَّہُتْہُمْ اِنْ اَقْمَہُمْ اِلَّا اِلَیْہِمْ وَانْہُمْ لَیَقُولُوْنَ مَلٰکَہُ مِنْ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوْ غَفُوْرٌ

وَالَّذِیْنَ یُظْہِرُوْنَ مِنْ نِّسَابِہُمْ ثُمَّ یُعَوِّدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَاَقْمِرْہُمْ رَقِیْمًا مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّسْتَاْسَدُوْا فَرٰکُمْ تَوَعُّطُوْنَ بِہِہُ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ

فَمَنْ کَرِهَہُمْ فَصِیَامٌ شَہْرَیْنِ

مُتَّاعِينَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَبَاسَ
فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ سِتِّينَ
مُسْكِينًا ذَلِكَ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَ
رَسُولِهِ ذَلِكَ خُذْ اللَّهُ وَلِلْكَافِرِينَ
عَذَابٌ أَلِيمٌ

إِنَّ الَّذِينَ يُعَادُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
كَيْتُوا كَمَا كَبَتِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ
عَذَابٌ مُهِينٌ

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ
بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَسُوءَ مَا لَهُمْ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس
سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ
بھرنا یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے عذاب
عذاب ہے۔

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے
رسول کی ذیل کیے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت
دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں
اور کافروں کے لیے عواری کا عذاب ہے۔

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان
کے کو تک جتادے گا اللہ نے انہیں گن رکھا ہے
اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مجادلہ ۲۸

قَوْلَ - بات	اللَّهُ - اللہ نے	مَمِيعَ - سب سے	قَدْ - بیشک
بِی - پیچ	تَعَادَلْتُ - جو جھگڑتی تھی آپ سے	وَأَدْر - اور	الْقَى - اس کی
إِلَى - طرف	تَشْتَكِي - شکوہ کرتی تھی	وَأَدْر - اور	وَوَجَّهًا - اپنے شوہر کے
كَيْسَمٍ - سنتا تھا	اللَّهُ - اللہ	وَأَدْر - اور	اللَّهُ - اللہ کی
اللَّهُ - اللہ	إِنَّ - بیشک	كَمَا - تمہارے	مُحَادَدَ - سوال جواب
يُظْهِرُونَ - اپنی بیبیوں کو	الَّذِينَ - وہ جو	بَصِيرَةً - دیکھنے والا ہے	سَمِيعٌ - سنانے والا
مِنْ - اپنی صورتوں سے	مَنْ - تمہاری	مَنْكَ - تمہیں سے	مَنْ - کی جگہ کہہ لیں
إِنَّ - نہیں ہیں	أَمْهَاتِهِمْ - انکی مائیں	هُنَّ - وہ	مَا - نہیں
خَلَدُكُمْ - ان کو جینا	إِلَّا - جوہ جنہوں نے	الْأَكْمَر -	أَهْلَهُمْ - ان کی مائیں
مَنْكَ - بری	لِيَقُولُوا - کہتے ہیں	إِنَّ - بیشک وہ	وَأَدْر - اور

مَنْ الْقَوْلِ - بات	دور	دور	دور
ان بیک	اللہ اللہ	لَعَنُوا مَعًا كَرَنَ دَلَا	دور
دور	الَّذِينَ - وہ جو	يُظْهِرُونَ - اپنی بیبیوں کو ماں کی جگہ کہہ لیں	دور
مِنْ نِسَائِهِمْ - اپنی عورتوں سے	قَالُوا - کہا	تَحْمِلُ - بھر	دور
رَمَا - اس کے لیے جو	أَنْ - اس سے کہ	فَقَمِي - تو آزاد کرنا ہے	دور
مَنْ قَبْلُ - پہلے	أَنْ - اس کی	يَتَمَسَا - ایک دوسرے کو تھکا تھکا دیکھو - یہ	دور
تَوْعَطُونَ - نصیحت دیتے	لَعَنُوا - تم عمل کرتے ہو	و - اور	دور
بِمَا - اس سے جو	يَحْمِلُ - پائے	فَقَمِي - تو جو	دور
لَعَنُوا -	مَنْ قَبْلُ - پہلے	يَتَمَسَا - ہاتھ لگائیں ایک دوسرے کو	دور
مَتَابَعِينَ - متواتر	لَعَنُوا -	فَالْعَامُ - تو کھانا کھلا لیں	دور
فَقَمِي - تو جو	مَسْكِينًا - مسکینوں کو	لَتَوْعَطُوا - کہ تم ایمان رکھو	دور
مَسْكِينًا - ساتھ	و - اور	رَسُولَهُ - اس کے رسول پر	دور
بِاللَّهِ - اللہ	حُدُودِ - حدیں ہیں	اللہ - اللہ کی	دور
فَلَا - یہ	لِلْكَافِرِينَ - کافروں کے لیے	الْإِيمِ - دردناک	دور
لِلَّذِينَ - وہ جو	يُجَادُونَ - مخالفت کرتے ہیں	اللہ - اللہ	دور
رَسُولَهُ - اس کے رسول کی	كَبِتُوا - ذیل کیے گئے	كَبِتُوا - ذیل کیے گئے	دور
الَّذِينَ - وہ	مَنْ قَبْلَهُمْ - جو ان سے پہلے تھے	مَنْ قَبْلَهُمْ - جو ان سے پہلے تھے	دور
قَدْ - بیشک	أَنْزَلْنَا - اتاریں ہم نے	أَيَّتْ - آئیں	دور
و - اور	لِلْكَافِرِينَ - کافروں کے لیے	عَذَابِ - عذاب ہے	دور
يَوْمَ جَدَّتْ	يَبِشْتُمْ - اٹھائیں گے انکو	اللہ - اللہ	دور
فَيَنْبِشْتُمْ - تو تباہ ہو گئے انکو	بِمَا - جو	عَلُوا - کیا انہوں نے	دور
اللہ - اللہ نے	و - اور	لَسَوْفَ يَجُولُ - گئے وہ	دور
و - اور	اللہ - اللہ	عَلَى - اوپر	دور
شَيْءٌ شَيْءٌ - شے شے کے	شَهِيدٌ - گواہ ہے	كُلٌّ - ہر	دور

تحقیق سیر اردو سورة الجاحل رکوع اول پ ۲۸

بے شک اللہ نے سنی اس کی بات
جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں
بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکا
کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو
سن رہا ہے بے شک اللہ سننا سمجھتا

مَدَّ سَمِيعَ اللَّهِ قَوْلَ الَّتِي
تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا
وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ
يَسْمَعُ مَخَاوِرَ كَمَا دَانَ
اللَّهُ مَسِيعَ كَبِيرٍ ۝

(قَدْ سَمِعَ اللَّهُ) بے شک اللہ نے سنی،

قد تحقیق یا توقع کے لئے ہے والسماع مجاز عن القبول والاجابة اور سنا
قبول کرنے اور مداوا کرنے سے کنایہ ہے یعنی بے شک جو توقع کی گئی تھی اللہ نے پوری کر دی، سمع
صفات الہیہ میں سے ہے اللہ کریم کا سننا لامتناہی ہے اور وہ سب اصواب و اقوال کو گہرے ہو
ہے اور ہر مخلوق کی تمام آوازوں کلاموں کو خواہ بے صورت ہوں یا باداز، بلند ہوں یا پست متحد
ہوں یا متفرق خفی ہوں یا جلی سب سننا جانتا دیکھتا ہے عقل و قیاس اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور
بندوں کا سننا اللہ کے سننے سے کسی طرح مشابہ نہیں اور اللہ کی صفتیں قدیم باقی غیر حادث ہیں اور اس
کی ذات کریم کے ساتھ قائم ہیں۔

(قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا) اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں
بحث کرتی ہے۔

(قَوْلَ الَّتِي) اس کی بات، یہ عورت خولہ بنت ثعلبہ بن مالک تھی، اور کہا گیا ہے کہ یہ خولہ
بنت خویلد یا خولہ بنت حکیم یا خولہ بنت الصامت یا جمیلہ بنت الصامت تھی ایک قول ہے کہ خویلدہ
بنت ثعلبہ تھی تاہم اکثر کا قول یہ ہے کہ یہ خولہ بنت ثعلبہ بن مالک الخزرجیہ ہوا بیہ تعلیمی خولہ کی بات

(تَجَادُلَكَ فِي زَوْجِهَا) تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے اُنی تَسْأَلُكَ
یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بار بار پوچھتی تھی اِحْتِجَالُكَ یا بار بار بات لوٹاتی تھی اور
تجادُلُک میں مجادلہ کے معنی میں قرب کی شدت کا اظہار ہے چونکہ وہ بی بی زہرا کی وجہ سے شدید
کرب و دکھ میں مبتلا ہو گئی تو اس کی گفتگو میں شدت کرب کا تکرار نمایاں ہو جاتا، ذوجہا سے
مراد اوس بن صامت ہیں جو عبادہ بن صامت کے بھائی تھے اور ایک قول ہے کہ وہ سلمہ
بن صخر الانصاری تھے لیکن متحقق یہی ہے کہ وہ اوس بن صامت تھے۔

(وَتَشْكِي إِلَى اللَّهِ) اور اللہ سے شکایت کرتی ہے۔

وَأَشْتَكَاؤُهَا إِلَيْهِ تَعَالَى أَظْهَرَ مَبْثُهَا وَمَا انْطَوَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْغَمِّ

وَالْهَمِّ وَتَضَرُّعِهَا إِلَيْهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مِنْ التَّشْكُوِّ

اور اللہ سے اس کی شکایت اپنے پراگندہ ہونے اور جو غم و الم اس پر ٹوٹ پڑا تھا اس
کا اظہار تھا اور بارگاہ رب العزت میں گڑ گڑانا تھا اور یہی اس کی شکایت تھی۔

یہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھی اور اوس بن صامت کی بیوی تھی اوس بوڑھے آدمی
تھے اور سخت میٹھے تھے ایک روز کسی شے پر غصناک ہو گئے اور خولہ سے کہا ”اِنْتَ عَلَيَّ كَظْمٌ رَاحِي“
”کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح پشت کی طرح ہے اور زمانہ جہالت میں ایسا کہنا

طلاق تھا۔

اور اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا کہ اوس یہ کلمہ کہنے کے بعد نادام ہوئے اور
اے بلایا تو خولہ نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں
میری جان ہے تم میرے قریب نہ آؤ جو ہونا تھا وہ ہو گیا یہاں تک کہ اللہ اور اس کا
رسول ہمارے بارے میں کوئی حکم دیں یا فیصلہ کریں تو خولہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں
اور عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ اوس نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میں جوان
مربوبہ تھی پھر جب میری جوانی ختم ہو گئی اور کسی بچے ہو گئے ماں باپ گزر گئے اور مال ختم
ہو گیا۔

تو اوس نے مجھ سے ظہار کر لیا لیکن ظہار کے بعد نادام ہو گیا بچے چھوٹے ہیں اپنے ساتھ

رکھتی ہوں تو بھوکے مریں گے باپ کے پاس چھوڑتی ہوں تو برباد ہو جائیں گے کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ ہم پھر اٹھیں ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس معاملہ میں کوئی جدید حکم نہیں اور دستور قدیم کے مطابق تو اس کے لئے حرام ہو گئی خولہ نے عرض کیا حضور اوس نے طلاق کا لفظ نہ کہا وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے بہت محبوب ہے وہ بار بار عرض کرتی اور جب اسے حسب خواہش جواب نہ ملا تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگی یا اللہ میں تجھ سے اپنی پریشانی، خستہ حالی کی شکایت کرتی ہوں۔ اپنے نبی پر میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما کہ میری پریشانی، غم و الم ختم ہو وہ ایسا بار بار کہتی حضرت عائشہ نے جو اس وقت خدمت نبوی میں مصروف تھیں خولہ سے کہا جھگڑا چھوڑ کیا تو حضور کے روئے انور کو نہیں دیکھ رہی یعنی دیکھ نہیں رہی کہ آپ پر حالت وحی طاری ہے جب حالت وحی ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے شوہر کو بلا، اوس حاضر ہوئے تو آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

(وَاللّٰهُ سَمِيعٌ خَفِيفٌ) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔

یسع صیغہ مضارع ہے اور یہ استمرار سمع پر دلالت کرتا ہے محاورہ کما سے مراد المراد لا فی الکلام ہے یعنی گفتگو کو بار بار لوٹانا چونکہ وہ بی بی حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بار بار اپنی پریشانی کا ذکر کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسب خواہش جواب نہ پاتی یہاں تک کہ آپ نے واضح کر دیا کہ میرے پاس اس ضمن میں کوئی جدید حکم نہیں اور جس طرح دستور ہے اس کے مطابق تو وہ اپنے شوہر کے لئے حرام ہو گئی تو وہ مطمئن نہ ہونے کے باوجود بحث سے رک گئی اور اللہ سے اپنی اس حالت کی شکایت کی جس کو سن کر اللہ نے حکم جدید نازل فرمایا اور اس بی بی کی شکایت کا ازالہ ہو گیا۔

(اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيْرٌ) بے شک اللہ سناؤ دیکھتا ہے۔

اِیْ اِنَّہٗ تَعَالٰی یَسْمَعُ کُلَّ الْمُسْتَهْزِیَاتِ وَیُبْصِرُ کُلَّ الْمُبْصَرَاتِ
علیٰ اتم وجہ و اکلہ

یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ بکمال و تمام سب مسموعات پہنچی جانے والی باتوں کو سنتا اور تمام مبصرات رہر دیکھی جانیوالی اشیاء کو بکمال و تمام دیکھتا ہے۔

جو تم میں اپنی بی بیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کھائیں نہیں انکی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا۔

الَّذِينَ يَظْهَرُونَ مِنْكُمْ
مِنْ نِسَاءٍ هُنَّ مَاهُنَّ
أُمَّهَاتُهُمْ إِنْ أُمَلَّتْهُمْ
إِلَّا الْحَيَّ وَلَدَ نَهْمُ طَوَّالِهِمْ
لَيَقُولَنَّ مُشْكِرًا مِنَ الْعَوَالِمِ
وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ
غَفُورٌ

وَالَّذِينَ يَظْهَرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَاءٍ هُنَّ مَاهُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِنْ أُمَلَّتْهُمْ إِلَّا الْحَيَّ وَلَدَ نَهْمُ طَوَّالِهِمْ لَيَقُولَنَّ مُشْكِرًا مِنَ الْعَوَالِمِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ

ماں کی جگہ کہہ بیٹھے ہیں۔
الظہار لغت میں ظاہر سے مصدر ہے اور وہ ”ظاہر“ اظہار سے مفاعلہ ہے ظہار کے معنی ہیں کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزو شائع یا ایسے جزو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو یا اس کے کسی جزو عضو سے تشبیہ دینا جسکی طرف دیکھنا حرام ہے مثلاً کہا اَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَارِ قَحِيَّ“ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا تیرا سر یا تیرا گردن یا تیرا نصف (آدھا بدن) میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔

عہد جاہلیت کے دستور کے موافق ان کلمات سے مراد طلاق تھا یعنی ظہار سے اس عورت کے ساتھ مباشرت حرام سمجھی جاتی تھی اور وہ عورت اپنے خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی شریعت اسلامیہ نے ظہار کو دائمی حرمت کا موجب قرار نہیں دیا بلکہ ایک خاص وقت تک یعنی جب تک تادم نہ ہو اور کفارہ نہ ادا کر دے حرام رکھا اور ادائے کفارہ کے ساتھ ہی وہ دوبارہ اپنے شوہر کے لئے حسب سابق حلال ہو گئی۔
مذہب حنفی میں عورت سے کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو نیت دریافت

کی جائے گی اگر نیت طلاق ہے تو بائن طلاق پڑ جائے گی اور اگر ظہار کی نیت ہے تو ظہار ہوگا اور اگر تحریم کی نیت ہے تو ایلا ہوگا اور کچھ نیت نہیں تو کچھ نہ ہوگا۔

اور یونہی اگر بطور اعزاز ایسا کہا تو جب بھی کچھ نہ ہوگا۔ ظہار کے لئے اسلام و عقل و بلوغ شرط ہے۔ کافر نابالغ، مجنون، مدہوش یا بے ہوش یا خوابیدہ نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوگا۔ ہنسی مذاق میں حرام نشہ میں مدہوش ظہار کرے تو ظہار ہوگا، ظہار کے چار ارکان ہیں ظہار کرنا، ایلا یعنی شوہر جس سے ظہار کیا جائے یعنی بیوی (زوجہ) اور مشبیہ جس سے تشبیہ دی جائے اور وہ الفاظ جس سے تشبیہ دی جائے۔ الفاظ تشبیہ دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح تو صریح ہی ہیں اور کنایہ میں ظہار کا مفہوم نکلنا اور نیت شرط ہے خواہ کنایہ واضح ہو جائے یا غیر واضح، اور بعض کے نزدیک ایک تیسری قسم ظہار مشروط کی ہے اس صورت میں مشروط کی موجودگی میں یا مستحقق ہوتے ہی ظہار کا حکم ہوگا۔

اگر حرف تشبیہ نہ پائے جائیں تو کلام لغو شمار ہوگا۔ زوجہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں آزاد ہو یا باندی مدبرہ ہو یا مکاتبہ ام ولد مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو یا کتابیہ نا بالغہ ہو یا بالغہ شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو گیا۔ البتہ اپنی باندی موطوہ ہو یا غیر موطوہ اس سے ظہار نہ ہوگا۔

وقت ظہار عورت کا زوجہ ہونا لازمی ہے۔

کیونکہ لفظ تہا کا اطلاق گو لغت کے اعتبار سے باندیوں کو بھی شامل ہے۔ لیکن یہاں اطلاق لغوی نہیں ہے جس کی نظیر آیت حجاب ہے "قُلْ لِّلرِّجَالِ مَا ظَنُّوا"۔ اس میں "نساء المؤمنین" لوندیوں کو شامل نہیں کیونکہ باندی کے لئے وجوب پردہ نہیں اور فقہاء کے نزدیک لوندی کے یہ ظہار کا ہونا اس وجہ سے ہے کہ ظہار کو طلاق تسلیم نہیں کیا گیا اور ہماری شریعت میں صرف تحریم وقتی ہے۔

اور کفارہ تحریم کا ازالہ ہے جس عورت سے تشبیہ دی گئی اگر وہ عیث

کے لئے حرام نہیں یعنی اس کی حرمت عارضی ہے جیسے سالی یا مطلقہ ثلاثہ یا غیر کتابیہ تو ظہار نہ ہوگا۔

اگر کسی شوہر کے نکاح میں چند عورتیں تھیں ایک مجلس میں محارم کے ساتھ تشبیہی تو سب سے ظہار ہوگا، ظہار موقت کی ایک صورت ہے یعنی ایک مہینہ یا سال کے لئے ظہار کیا اگر اس مدت کے اندر رجوع چاہتا ہے تو کفارہ دے اور اگر مدت گزر گئی تو کفارہ ماقلاً اور ظہار باطل ہو گیا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ظہار سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ ظہار بشرط نکاح صحیح ہے۔

(مَا هُنَّ اُمَّهَاتُهُمْ) وہ ان کی مائیں نہیں۔

ای ما امھاتھم علی الحقیقۃ

یعنی تمہاری عورتیں حقیقت میں تمہاری مائیں نہیں۔ ظہار سے مائیں نہیں ہو گئیں۔

(اِنَّ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا الْاَخْرَافُ لَدَنَّهُمْ ط) ان کی مائیں تو وہی ہیں

جن سے وہ پیدا ہوتے ہیں۔

ای ما امھاتھم علی الحقیقۃ - یعنی جو حقیقت میں ان کی

مائیں ہیں یا جن کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں وہی ان کی مائیں ہیں البتہ رضاعی

مائیں بسبب رضاعت کے اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال حرمت

و شرف کے سبب ماؤں کے حکم میں ہیں اور امہات المومنین حقیقی ماؤں کی بھی

مائیں ہیں اور کمال حرمت کے باعث حقیقی ماؤں سے اعلیٰ و بالا ہیں۔

(وَاِنَّهُمْ لَيَقُولُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُفْرًا)

اور وہ بے شک بری اور نری مجبویٰ بات کہتے ہیں۔

ینکرا الشریع و العقل و الطبع ایضاً حکا لشعر بہ

التشکیر۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ ۝

یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی
ہے اور اللہ تمہارے کاموں
سے خبردار ہے ۔

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنكُم مَّن سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
لَمَّا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ (اور جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ
کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ
آزاد کرنا ۔

اعی والذین یقولون ذلک القول المنکر
ثم یتدارکونه بنقضه وهو العزم علی
الوطء قالوا جب علیہم اعتاق رقبة
یعنی وہ لوگ جو ایسی بری بات کہ بیٹھیں پھر اسے توڑ کر اس کا تدارک کرنا
چاہیں اور وہ مباشرت کا ارادہ ہے تو ان پر ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہے
لفظ "فساء ہم سے واضح ہو گیا کہ باندی سے ظہار نہیں اور یونہی محارم سے
تشبیہ دے تو منطابہر نہ ہوگا ۔

(تفصیل پچھلی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے) تو بطور کفارہ کے ان پر ایک
غلام آزاد کرنا لازم ہے کیونکہ کفارہ علت مباشرت کے لئے شرط ہے اور اس
کے بغیر مباشرت و قربت حلال نہ ہوگی تاہم صرف ظہار کفارہ کی علت نہیں اللہ نے
ظہار پھر رجوع کو کفارہ کے ساتھ جمع کیا ہے اور بعض نے کفارہ کو رجوع پر مرتب
جانا ہے تو اس صورت میں ظہار کفارہ بطور شرط تسلیم ہوگا کفارہ ادا کرنے کے بغیر
اگر شوہر بیوی سے قربت چاہے تو عورت پر لازم ہے کہ اسے روک دے اور ادا لے
کفارہ کے لئے مجبور کرے لفظ رَقَبَةٌ مطلق ہے اور المطلق یجری علی اطلاقہ تو معنی
یہ ہوں گے کہ بردہ خواہ مومن ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، صغیر ہو یا کبیر کفارہ
میں آزاد ہو سکے گا ۔

ایسا کہنا شرع، عقل اور طبع کے بھی خلاف ہے جیسا کہ تنکیر سے مفہوم ہوتا ہے تنکیر سے مراد وہ امر ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا،

(زُورًا) اے کذاب باطلا منہر فاسق الحق یعنی جھوٹ اور ایسی جھوٹی بات جو حق سے دصواب سے ہٹی ہوئی ہو۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو زوجہ کو ماں کہتے ہیں اسکو کسی طرح ماں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یکسی طرح بھی ٹھیک نہیں اور ایسا کہنا حقیقت کے خلاف ہے اور شرع و عقل طبیعت و فطرت سلیمہ کے بھی منافی ہے۔ اور کہنے والا یعنی مظاہر بخوبی جانتا ہے کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے اور یہ بات حقیقت میں باطل ہی ہے۔

(وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ) اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اے مبالغہ فی العفو والمغفرة فیغفر ما سلف

متہ و یعفو عن ان تکبہ مطلقاً و بالتوبہ

یعنی انتہائی بخشش و درگزر فرمانے والا ہے پس وہ بخش دے گا جو لوگوں سے پیچھے ہوا جس نے اس کا ارتکاب کیا اسے مطلقاً خواہ توبہ سے بخش دے گا۔ اور آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار حرام ہے بلکہ علماء نے کہا کہ یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ کے حکم حلال پر زیادتی ہے اور اس کے اذن کے بغیر اس کی تبدیلی ہے۔

اور جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں
کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں
جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے
تو ان پر لازم ہے ایک بردہ
آزاد کرنا قبل اس کے کہ
ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں

وَالَّذِينَ يَطْمُرُونَ
مِنْ نِسَائِهِمْ ثَمَرًا
يَعْوَدُونَ لِمَا قَالُوا
فَتَعْتَبِرُ رَقِيبَةٌ مِّنْ
قَبْلِ أَنْ يَسْتَمْسَا
ذَلِكُمْ تَوَعظُونَ بِهِ

البتہ کفارہ میں وہ بریوہ کافی نہ ہوگا۔ جو اندھا ہو، لنگڑا شدید بہرا ہو یا اس کے ہاتھ کی تین انگلیاں یا ایک ہاتھ اور ٹانگ کٹی ہوئی ہو اور فقہار کی اس سے مراد واضح طور پر یہ ہے کہ غلام ایسا نہ ہو کہ ناقص الاعضاء ہونے کی وجہ سے معذور ہو اور کام نہ ہو یونہی مدبر (وہ غلام یا لونڈی جسکی آزادی مالک نے اپنے مرنے کے ساتھ مشروط کی ہو) اور ام ولد (ایسی لونڈی جو مالک کے بچے کی ماں ہو) اور مکاتب جن نے مالک سے بدل کتابت طے کر کے کچھ ادا کیا ہو) کی آزادی سے کفارہ ادا نہ ہوگا کہ ان کی غلامی ناقص ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک کافر غلام و لونڈی کا آزاد کرنا کافی نہیں کہ کفارہ قتل میں مومن ہونیکلی صراحت ہے۔

لہذا یہاں بھی حکم مقید ہوگا جبکہ احناف کا قول ہے کہ مقید کو مطلق پر کس وجہ سے قیاس کریں مقید اپنے مقام پر مقید ہی رہے گا۔ اور مطلق اپنی جگہ مطلق ہی رہے گا اور اس پر اطلاق ہوگا۔

مِمَّنْ قَبْلُ أَنْ يَتِمَّ امْتِنَانُ، قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں

حُكَايَةُ عَنِ الْجَمَاعِ فِي حُرْمِ قَبْلِ التَّكْفِيرِ عَلَى
مَانَدِلٍ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَكَذَا دَوَاعِيَةُ مِنَ التَّقْبِيلِ
وَمَخْوَعٍ عِنْدَنَا

ہمارے نزدیک حنفیوں، اس میں جماع سے کنایہ ہے جو کفارہ کے ادا کرنے سے قبل حرام ہے جیسا کہ آیت سے دلالت کر رہا ہے اور اسی طرح مباشرت سے قبل اس کے دواعی جیسے بوس و کنار وغیرہ بھی حرام ہیں اگر مظاہر نے کفارہ ادا کئے بغیر مباشرت کر لی تو گناہ گار ہوگا۔

اور اس پر توبہ لازم ہے تاہم مباشرت کی وجہ سے کفارہ دوبارہ نہ ہوگا یعنی پہلا ہی کفارہ ادا کرنا کافی ہوگا اور مباشرت خواہ بھول کر کی تو کفارہ کی ادائیگی

وائی فرض ہو جائے گی خواہ اس کے بعد عورت کو طلاق دیدے یا عورت مر جائے
کفارہ ساقط نہ ہوگا۔

(ذَلِكَ يُرِيدُ بِهِ تَمَيُّنٌ)

الإشارة إلى الحكم بالكفارة والمحطاب للمؤمنين
الموجودين عند النزول أو لهم ولغيرهم من
الامة

ادائیگی کفارہ حکم کی طرف اشارہ ہے اور ان مومنین سے خطاب ہے۔
جو نزول آیات کے وقت موجود تھے یا امت محمدیہ میں ان سے اور ان کے
علاوہ کو خطاب ہے۔

(تَوَعَّظُونَ بِهِ) جو نصیحت کی جاتی ہے۔

ای تزعجرون به عن ارتكاب المنكر
یعنی تمہیں بری بات کے ارتکاب پر ڈانٹ دی گئی ہے یا منع کیا گیا ہے۔
احناف کے نزدیک ظہار بڑی اور بڑی جھوٹی بات ہے اور نرا ظہار تو
گناہ ہے اور شرعاً ایسا امر منع ہے اور امر ممنوع عبادت کی غایت نہیں بن
سکتا جبکہ کفارہ عبادت ہے اور یونہی عورت سے رجوع بھی از قم عبادت
ہے اور کفارہ کا وجوب عقوبت اور عبادت کے درمیان دائرہ ہے اور دونوں
ہی کفارہ کا سبب ہیں ابن حجر کا قول ہے ان الکفارات زوجات المعاذیر
او جواہر للخلل کہ کفارہ سزا میں جس طرح تعزیرات یا بگاڑ کو درست کر دینا
تاہم واضح مفہوم یہ ہے کہ تم نصیحت پکڑو اور ظہار جیسی بری بات سے پرہیز کرو۔
وَاللَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار
من الأعمال والتكفير وما يوجب من جنابة

الظهار

اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں جیسے کفارہ اور ظہار کی جنایت (جرمانہ) کے طور پر

جو لازم ہوتا ہے۔ اس سے باخبر ہے اور مجلہ امور کے ظاہر و باطن ان سے تمہاری مجاز و مراد کو جانتا ہے تو تم پر حدود شرع کی پاسداری لازم ہے اور تم اس میں کوئی کوتاہی پیدا نہ کرو۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَّمَ سَآءٌ
فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ
سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَلِكَ
لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ط
وَاللَّكَفْرِ نَيْتٌ عَذَابِ
الْيَمِّ ۝

پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار
دو مہینے کے روزے قبل اس کے
کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں
پھر جس سے روزے بھی نہ ہو
سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ
بھرنایہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس
کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ
اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے
لئے دردناک عذاب۔

رَفَعَتْ لِمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ
قَبْلِ أَنْ يَتَّمَ سَآءٌ ۝ پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے
قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔

ای فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ رَقَبَةً فَالْوَجِبُ عَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرَيْنِ
مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ التَّامِسِ -
یعنی جو غلام نہ پائے تو اس پر واجب ہے کہ مباشرت سے پہلے دو مہینے روزے
رکھے۔

وَالْمُرَادُ - بَيْنَ لِمَنْ لَّمْ يَجِدْ - مَنْ لَمْ يَمْلِكْ رَقَبَةً
وَلَا شَيْئًا فَاضْلًا عَنْ قَدَرِ كِفَايَتِهِ لِأَنَّهُ قَدَرُهَا
مُسْتَحَقُّ الصَّرْفِ فَضَارِكًا لِعَدَمِ - اَوْرَبَيْنِ لَمْ
يَجِدْ (جو نہ پائے) سے مراد یہ ہے کہ جو غلام کا مالک نہ ہو اور نہ ہی

قیمت رکھتا ہو جو غلام کی اس کا مالک ہو کہ وہ اپنے علاوہ بقدر خود کفایت کے فاضل
قیمت کا مالک ہو تو اس صورت میں غلام کی آزادی کا حکم کا عدم ہو جائیگا اور روزوں
کا حکم لاگو ہوگا۔

وہ صورتیں جن میں تحریر رقبہ کا حکم لاگو نہ ہوگا۔

اقول: غلام کا مالک ہے لیکن مریض یا عمر رسیدہ ہو نیکی وجہ سے یا کسی اور
وجہ سے اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تو اس پر غلام ہی کا آزاد کرنا واجب نہیں اور یہ بھی
لازم نہیں کہ ادائیگی کفارہ کے لئے ضرورتوں کا سامان یا جانور فروخت کرے۔

دوم: قیمت موجود ہے لیکن غلام دستیاب نہیں ہو سکتا۔

سوم: قیمت موجود ہے لیکن مظاہر اسی قدر مقروض بھی ہے۔

چہارم: قیمت کا مالک ہے مگر کنبہ کے اخراجات کا ضرور تمند ہے اگر انہیں
چھوڑ کر غلام خرید کر آزاد کرے تو کنبہ کے اخراجات میں معذور ہو جائے گا۔

تحریر رقبہ کا حکم قدرت پر ہے خواہ جو پاس ہے وہ خدمت کا غلام ہے یا دیون
ہے یا قیمت موجود ہے اور غلام بھی مل جاتا ہے تو کفارہ صرف غلام کی آزادی سے
واقع ہوگا۔ بصورت دیگر دو مہینے کے روزے رکھے اور اس صورت میں شرط ہے کہ
اس مدت میں نہ ماہ رمضان ہو نہ عیدیں نہ ایام تشریق ہوں اگر ان ایام کے علاوہ کسی
ماہ کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کیے تو دوسرے مہینے کے ختم پر کفارہ ادا ہو گیا
اگرچہ دو مہینے انتیس دن کے ہوں اور اگر پہلی تاریخ سے روزے نہ رکھے تو ساٹھ پورے
رکھنے ہوں گے اگر روزوں کے دوران غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو گئی تو روزوں
سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ خواہ ساٹھواں روزہ ہی کیوں نہ ہو۔

اگر روزوں کے درمیان مباشرت کر لی خواہ بھول کر ہی تو نئے سرے سے
روزے رکھے کیونکہ یہ مشروط ہے کہ دو مہینوں کے روزے رکھے قبل اس کے کہ ایک
دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور یونہی روزوں کے دوران دوائی جماع یعنی بوس و کنار وغیرہ
بھی حرام ہے۔ جب روزے پورے ہو جائیں تو کفارہ ادا ہو گیا اور عورت حسب

سابق حلال ہو گئی۔

(مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِيْنًا) پھر جس سے روزہ بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا۔

اَجِبْ صِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ وَ ذَلِكْ بَانَ
لَمْ يَسْتَطِعْ اَهْلُ الصِّيَامِ اَوْ بَانَ لَمْ يَسْتَطِعْ تَتَابَعَهُ
بِسَبَبٍ مِنَ الْاَسْبَابِ كَكِبَرٍ اَوْ مَرَضٍ لَا يَرْجَى
زَوَالَهُ كَمَا قَيَّدَ لَا يَذَلُّكَ ابْنُ الْهَمَامِ

یعنی جو دو مہینے کے مسلسل روزے نہ رکھ سکے اور وہ یوں ہے کہ سرے سے روزہ ہی نہ رکھ سکتا ہو یا دو مہینے متواتر (پے درپے) بوجہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو جیسے بڑھاپا یا بیماری جس سے شفا کی امید نہ ہو وغیرہ اور علامہ ابن الہمام نے انہی شرائط کی قید ذکر کی ہے حائلہ کے نزدیک مغلوب الثبوت اور عریض علی المباشرت کے لئے بھی کفارہ صیام کی حاجت نہیں اور یونہی روزوں کی وجہ سے شدید کمزوری لاحق ہونے یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو کہ وہ حصول معاش کے ذرائع کے قابل نہ رہے تو بھی روزہ سے ادائیگی کفارہ لازم نہیں اور مالکیہ اور شوافع بھی ان باتوں سے متفق ہیں، ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور اس میں اختیار ہے کہ ایک دم ساٹھ مسکینوں کو یا متفرق طور پر کھلائے لیکن یہ ضروری ہے خواہ ایک دام کھلائے یا متفرق مگر مسکین وہی ہوں بصورت دیگر کفارہ ادا نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ بھی شرط ہے کہ اس دوران روزے رکھنے پر قادر نہ ہو اگر ایک وقت میں ساٹھ کو کھلایا اور دوسرے وقت میں ان کے سوا دوسرے ساٹھ مسکینوں کو کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ اب ضروری ہے کہ پہلوں یا پچھلوں کو پھر ایک وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلائے۔
جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے ان میں کوئی نابالغ عیز مراہق نہ ہو اور اگر ہر مسکین کو کھانے کا مالک کر دیا تو کافی ہے۔

یعنی کفارہ ادا ہو گیا ہر مسکین کے لئے کھانا یا اس کی قیمت بقدر صدقہ فطر یعنی نصف صاع گھیوں یا ایک صاع جو یا کھجور ہیں اور ایک وقت کھلایا اور دوسرے وقت کی قیمت کا مالک کر دیا یہ بھی درست ہے تاہم ساٹھ کی تعداد پوری رکھے۔
پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اور گھیوں اور جو کی روٹی ہو تو سالن بھی لازمی ہے قربت سے قبل ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہے اگر پہلے یا دوران و طی کر لی تو حرام ہے تاہم جو کھلا چکا وہ باطل نہ ہوا اور نئے سے سے کفارہ لازم نہ ہوگا البتہ تو یہ ضروری ہے۔

نصف صاع کا وزن ایک سو پچھتر روپے آٹھ گنے کے وزن کے موافق ہے یعنی ۱۷۵ گرام تو لے تقریباً سوا دو سیر بنتا ہے
رَذِّلَكَ لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔

(ذکر) اشارۃ الحی مامون البیان والتعلیم
یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو گزرا بیان اور تعلیم کیلئے۔
او فعلنا ذلک یا ہم نے ایسا حکم ارشاد فرمایا۔
رَلِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (و تَعْمَلُوا بَشْرَائِعِهِ الَّتِی
مَشْرَعَهَا لَکُمْ وَ تَرْفَعُ لَکُمْ مَا کُنْتُمْ عَلَیْهِ فِی جَاهِلِیَّتِکُمْ
اور تم احکام شرع کے مطابق عمل کرو جو تمہارے لئے شریعت نے متعین فرمائے
اور تم جاہلیت کے جن طور طریقوں پر تھے انہیں ترک کرو یعنی خدا اور اس کے رسول
کی فرمائیں برداری کرو۔

اَوْتِلَّکَ حَدُُّ اللّٰهِ (اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔
الَّتِی لَا یَحُوزُ تَعْدِیْہَا فَالْزَمُوْہَا وَ قِفُوْا عِنْدَہَا
جن سے تجاوز کرنا جائز نہیں تو لازم ہے کہ ان کے قریب ٹھہریں (رک جائیں)
حدود کو پھلانگنا اور ان کی رعایت نہ کرنا جائز نہیں (حرام ہے)۔

وَلِلْكَافِرِينَ (اور کافروں کے لئے ای الذین يتعدونها
ولا يعملون بہا یعنی وہ لوگ جو ان (حدود) کو پھلانگتے (توڑتے) ہیں
اور ان کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

(عَذَابُ الْيَمِّ) دردناک عذاب علیٰ عفرہم یعنی ان کے کفر یا
زیادتی کی وجہ سے اور حدود توڑنے والے پر کافر کا اطلاق انتہائی شدت و تاراجی
کے اور ڈانٹ کے طور پر ہے اور اس کی نظیر اللہ کریم کا قول ”ومن کفر فان
اللہ غنی عن العالمین“ ہے

بے شک وہ مخالفت کرتے ہیں
اللہ اور اس کے رسول کی
ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلا
کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم
نے روشن باتیں اتاریں اور کافروں
کے لئے خواری کا عذاب

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبُشُوا
كَمَا كُتِبَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَتَدْ
أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ
لِّلْكَافِرِينَ عَذَابُ
مُّهِينٍ

(إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ) بے شک وہ مخالفت
کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔

ای یعادونہا ویشاقونہما یعنی اللہ اور اس کے رسول
دونوں سے عداوت رکھتے ہیں اور برسر مخالفت رہے بیضاوی کا قول ہے
او يضعون او یختارون حدوداً غیر حدود
اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یعنی اللہ اور اس کے رسول کی قائم کردہ حدود کو چھوڑ کر دوسری حدیں بنا
لیتے ہیں یا اختیار کر لیتے ہیں شیخ الاسلام سعد اللہ علی کا قول ہے آیت کے اس
مکڑے میں بادشاہوں اور برے حاکموں کے لئے بہت بڑی دھمکی ہے جو حدود

شرع سے متجاوز امور قائم کر لیتے ہیں اور اس کا نام اصول معاملات اور قانون رکھتے ہیں۔

(كُتِبُوا) ذیل کیے گئے، راعب نے اس کی تفسیر میں کہا ہے بالرد بعنف و تذلیل سختی اور رسوائی کے ساتھ لوٹانا، سدی کا قول ہے۔
(لَعِنُوا) بھٹکار ڈالے گئے۔

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ لفظ اصل میں کبدوا ہے۔ اے اصابہم داء ف اکبادھو یعنی ان کے جگروں میں انہیں بیماری پہنچی، قرار کا قول ہے اور ردواخذولین، یا رسوا کر کے پٹائے گئے، اخفش اور ابن زید کا قول ہے او اھلکوا یا ہلاک و برباد کئے گئے۔
قائدہ کا قول ہے۔ او غیظو یا ثاثہ غضب بنے رناراضگی سے ہلاک کیئے گئے،
یام واضح مفہوم یہ ہے۔

اے اخذوا، ذلیل و رسوا کئے گئے۔
(كَمَا كُتِبَ الذِّيْتِ مِنْ قَبْلِهِمْ) جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی۔

من كفار الامم الماضية السحاديث للہ عزوجل
و رسولہ علیہم الصلوٰۃ والسلام
یعنی خدا اور اس کے رسولوں کے برسر مخالفت رہنے والے گزشتہ امتوں کے کفار کی طرح۔

وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں۔ آیات قدل علی صدق الرسول وصحة ما جاء به

یعنی آیتیں جو رسول کی سچائی اور جس کے ساتھ وہ آیا ہے اسی کی حقانیت پر مخالفت کرنیوالی ہیں یا واد سے حال ہے یعنی اللہ اور اس کے رسولوں سے بر

رہنے والے والے رسوا ہوئے اور حال یہ ہے کہ ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں جس میں ان سے پہلے گزشتہ امتوں کے کفار کا اسی طرح مخالفت کرتے رہے اور اس میں ہم نے ان کے ساتھ وہی کیا جو انہیں معلوم ہے ۔

﴿وَلِلْكَافِرِينَ﴾ اور کافروں کے لئے

ای قلیل الآیات یعنی ان آیات کا انکار کرنیوالوں کے لیے

او بكل ما يجب الا یعات بہ

یا ہر شے جو ایمان کے ساتھ واجب ہوتی ہے اس کا انکار کرنیوالوں کے لیے

﴿عَذَابٍ مُّهِينٍ﴾ خواری کا عذاب

یذہب بعزہم و کبرہم ایسا عذاب جو انہیں بے عزت کر

دے گا اور ان کے غرور و گھمنڈ کو مٹا دیگا

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا

فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا

أَخَصَّهُ اللَّهُ وَنَسَّوْهُ

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

شَهِيدٌ

جس دن اللہ سب کو اٹھائے

گا پھر انہیں ان کے لئے ہوئے

سب بتا دیگا اللہ نے انہیں گن

رکھا ہے اور وہ اسے بھول گئے

اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے ۔

(يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا) جس دن اللہ سب کو اٹھائے گا

کفارہ کے جواب میں فرمایا کیونکہ وہ کہتے تھے ۔

متی یسکون عذاب ہو گا یہ عذاب کب کیونکر اور کیسے ہو گا کہ

ایسا روز قیامت ہو گا ۔ معنی یہ ہے ۔

يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ تَعَالَى كُلَّهُمْ مَجِيعًا لَا يَفِي مِنْهُمْ

أَحَدٌ غَيْرُ مَبْعُوثٍ اللَّهُ تَعَالَى

سب کو اٹھائے گا یہاں تک کسی ایک کو باقی نہ چھوڑے گا کہ وہ زندہ نہ اٹھایا

جائے ۔

فَيَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا، پھر انہیں ان کے کیے ہوئے سب بتا دے گا۔
 عَلٰی رَأْسِ الشَّهَادَةِ تَجِيْلًا لَهُمْ وَتَشْهِيْدًا

بِحَالِهِمْ وَزِيَادَةً فِيْ خَزَائِهِمْ وَنَكَالِهِمْ
 لوگوں کے سامنے برسرِ عام ان کو شرمسار کرنے ان کے احوال سے باخبر کرنے ان کی
 ذلت و رسوائی میں زیادتی اور ان کو عذاب کرنے کے لیے انہیں ان کے اعمال کو جتا
 دے گا۔

وَأَخَصَّهُ اللهُ، اللہ نے انہیں گن رکھا ہے۔

احصا لا اللہ تعالیٰ عددًا و لہم لیفتہ

اللہ نے ان کے ہر عمل کو گن رکھا ہے اور کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں۔
 واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو ان کے تمام کرتوت معلوم ہیں اور اس نے انہیں
 گن کر محفوظ رکھا ہوا ہے تاکہ اس ریکارڈ (نوشتہ) کا انکار نہ کر سکیں اور یہ
 نوشتہ ایسا ہے کہ کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں درج نہیں اور کفار جب اس
 نوشتہ کو دیکھیں گے تو وہ ان کی زندگیوں اور ان کے جملہ کرتوتوں کی ہو بہو تصویر
 ہوگی جس سے انکار ممکن نہ ہوگا۔

(وَسُئِلَ) اور وہ بھول گئے، مراد وہ اعمال و کرتوت ہیں جو حیاتِ دنیوی
 میں کرتے رہے اور انہیں بھول گئے تھے۔

یعنی کفار جو سرکشی اور بے ہودگی کرتے رہے رسولوں کو جھٹلاتے رہے گناہوں اور
 بے باکیوں میں مشغول رہے وہ سب اعمال و کرتوت بھول گئے ہوں گے اور یہ بھولنا
 یا تو سرکشی کی وجہ سے تھا یا انہیں معمولی سمجھتے تھے اور انہیں یہ خیال گمراہ کرتا تھا کہ مرنے کے
 بعد تو زندگی نہیں لہذا کوئی پرسش نہ ہوگی لہذا دل کھول کر بے باکیاں کرو اب جب روز
 قیامت سب کچھ چٹھا سامنے آجائے گا اور بھولی بسری باتیں سامنے الم نشرح ہوں گی تو
 تو یہ امر مزید رسوائی کا باعث ہوگا اور سارا گھمنڈ نکل جائے گا۔

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ اور ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

لا یغیب عندہ امر من الامور اصلاً
یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی بات اور کچھ بھی پوشیدہ نہیں وہ تمام امور سے آگاہ اور ہر
شے اس کے سامنے ہے اور اس کا علم ہر شے کو بالکل محیط ہے

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مجادلہ ۲۸

اے سنتے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے
جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں
کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود
ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ
اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے وہ
جہاں کہیں ہوں پھر انہیں قیامت کے دن بتادے
گا جو کچھ انہوں نے کیا ہے شک اللہ سب کچھ
جانتا ہے۔

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت سے
منع کیا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت
ہوئی تھی اور سپس میں گناہ اور حد سے بڑھتے اور
رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور حیب
تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے
تمہیں ٹھیک کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں
نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب
کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم میں
ہے اس میں وہ نفسیں گے تو کیا ہی برا انجام ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ
شَيْءٍ إِلَّا هُوَ ذَا بَعْرُهُمْ
وَلَا يَخْشَوْنَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا
أَدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ ۚ أَهَؤُلَاءِ مَعَ
أَيِّن مَّا كَانُوا ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ هُمْ عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ
يَعُودُونَ لِمَا هُمْ عَنْهُ وَيَتَنَبَّأُونَ
بِالْآثِمِ وَالْعَادِيَاتِ وَمَعْصِيَتِ
الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا
لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ۚ وَيَقُولُونَ
فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ
بِمَا نَقُولُ ۖ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا
فَإِنَّ الْمَصِيرَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ
فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْأَلْسِنَةِ وَالْعُدُوكَانَ
وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْأَلْسِنَةِ
وَالنَّفْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ
إِنَّمَا النَّفْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُخْرِكَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا
إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَعَلَى اللَّهِ قَلْبُ كُلِّ
الْمُؤْمِنِينَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ
تَقَسَّمُوا فِي الْمَجْلِسِ فَأَقْسِمُوا بِفِيهِمُ اللَّهَ
لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانْشُرُوا يَرْفَعُ
اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
آمَنُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۖ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ
فَقَدْ مَوَاقِفَ بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَتْ
ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَظْهَرُ ۖ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

عَاشَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ
نَجْوَاكُمْ صَدَقَتْ ۖ فَإِذَا لَمْ تَفْعَلُوا وَ
تَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت کرو تو
گناہ اور حد سے بڑھتے اور رسول کی نافرمانی کی
مشورت نہ کرو اور نیکی اور بہتر کاری کی مشورت
کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے
وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے اس
لیے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان کا کچھ نہیں
بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر
بھروسہ چاہئے۔

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں
میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب
کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے
ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے
بلند فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں
کی خبر ہے۔

اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات
آہستہ کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ
دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے
پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان
ہے۔

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے
کچھ صدقے دو۔ پھر حجب تم نے یہ کیا اور اللہ
نے اپنی ہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو
اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار
رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

ایکھا	لہ۔ نہ	تو۔ دیکھا تو نے کہ	ان۔ بیشک
اللہ۔ اللہ	یعلم۔ جانتا ہے	ما۔ جو	فی۔ بیچ
السموات۔ آسمانوں کے	و۔ اور	ما۔ جو	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے	ہے	یکون۔ ہوتی	من۔ کوئی
نجوی۔ سرگوشی	ثلثۃ۔ تین کی	الامر۔ مگر	ہو۔ وہ ہوتا ہے
وابعہم۔ ان میں چوتھا	و۔ اور	لا۔ نہ	خمسۃ۔ پانچ کی
الامر۔ مگر	ہو۔ وہ ہوتا ہے	سادسہم۔ ان میں چھٹا	و۔ اور
لا۔ نہ	اقل۔ کم	من۔ ذلک۔ اس سے	و۔ اور
لا۔ نہ	اکثر۔ زیادہ	الامر۔ مگر	ہو۔ وہ ہے
معہم۔ ان کے ساتھ	این۔ جہاں بھی	ما۔ وہ	کانوا۔ ہوں
ثم۔ پھر	یبنشہم۔ خبر دے گا ان کو	بما۔ جو	
عملوا۔ انہو نے عمل کیے	یوم۔ دن	القیۃ۔ قیامت کے	ان۔ بیشک
اللہ۔ اللہ	بکل۔ ہر	شیء۔ چیز کو	علیم۔ جانتا ہے
ا۔ کیا	لہ۔ نہ	تو۔ دیکھا تو نے	الی۔ طرف
الذین۔ ان کی جو	نہوا۔ منع کیے گئے	عن۔ النجوى۔ سرگوشی سے	ثم۔ پھر
یعودون۔ واپس کرتے ہیں	لما۔ جس سے	نہوا۔ روکے گئے	عندہ۔ تھے
و۔ اور	یتلجئون۔ سرگوشی کرتے ہیں	بالا۔ گناہ	و۔ اور
العدوان۔ زیادتی کی	و۔ اور	معصیۃ۔ نافرمانی	الرسول۔ رسول کی
و۔ اور	اذا۔ جب	جامعوا۔ آتے ہیں	لک۔ تیرے پاس
جو سلام کہتے ہیں	لک۔ آپ کو	بما۔ جس طرح کہ	لہ۔ نہیں
یھیک سلام کہا	بہ۔ آپ کو	اللہ۔ اللہ نے	و۔ اور

یقولون کہتے ہیں	فی بیچ	انفسہم۔ اپنے دلوں کے	لو۔ کیوں
لا نہیں	یعذبنا۔ سزا دیتا ہم کو	اللہ۔ اللہ	بما۔ اسکی جو
نقول کہتے ہیں ہم	حبہم کافی ہے ان کو	جہنم۔ جہنم	یصلونہا۔ داخل ہونگے ہیں
فتیس۔ تو کیسا برا ہے	المصیر۔ ٹھکانہ	یا ایہا۔ اے	الذین۔ وہ لوگو جو
امنوا۔ ایمان لائے ہو	اذا۔ جب	تناجیتم۔ تم سرگوشی کرو	فلا۔ تو نہ
تناجوا سرگوشی کرو	بالاثم۔ گناہ	و۔ اور	العدوان۔ زیادتی
و۔ اور	معصیت۔ نافرمانی	الرسول۔ رسول کی	و۔ اور
تناجوا مشوے کرو	بالبرئتی	و۔ اور	التقویٰ۔ پرہیزگاری کے
و۔ اور	اتقوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	الذی۔ وہ اللہ کہ
الیہ۔ اسکی طرف	تخترون۔ اٹھائے جاؤ گے	انما۔ اسکے سوا نہیں کہ	النجوی۔ سرگوشی
من الشیطان۔ شیطان سے ہے	یعذبنا کہ رنج دے	لیس۔ نہیں	الذین۔ انکو
امنوا جو مومن ہیں	و۔ اور	الا۔ مگر	بضاد۔ تکلیف دینے والا
ہم ان کو	شیطان کچھ بھی	علی۔ اوپر	یاذن حکم
اللہ۔ الہی سے	و۔ اور	یا ایہا۔ اے	اللہ۔ اللہ ہی کے
قلیتوکل بھروسہ کریں	المؤمنون۔ ایمان والے	قیل۔ کہا جائے	الذین۔ لوگو
امنوا جو مومن ہو	اذا۔ جب	المجلس۔ مجلسوں کے	لکم۔ تم سے
تقسیموا۔ فرانجی کرو	فی۔ بیچ	لکم۔ تمہارے لیے	فاضخوا۔ تو فرانجی کرو
یفسم۔ فرانجی کریگا	اللہ۔ اللہ	انشدوا۔ اٹھ جاؤ	و۔ اور
اذا۔ جب	قیل۔ کہا جائے	الذین۔ ان کو جو	فاشدوا۔ تو اٹھ جاؤ
یوقع۔ بلند کریگا	اللہ۔ اللہ	الذین۔ ان کو جو	امنوا۔ مومن ہیں
منکم۔ تم میں سے	و۔ اور	و۔ اور	لوکوا۔ دیے گئے
العلم۔ علم	درجت۔ درجوں میں	خبیر۔ خبردار ہے	اللہ۔ اللہ
بما۔ اس سے جو	تعملون۔ تم کرتے ہو	اذا۔ جب	یا ایہا۔ اے
الذین۔ وہ جو	امنوا۔ مومن ہو		تناجیتم۔ سرگوشی کرو

الرسول رسول سے	تقدّموا۔ تو پہلے کرو	بیت۔ اپنی	یدی سرگوشی
فجواتکم سے پہلے	صدقة۔ کچھ صدقہ	خلث۔ یہ	خین۔ بہتر ہے
کم تمہارے لیے	د۔ اور	الھن بہت پاکیزہ	فان۔ پھر اگر
لہ نہ	تجددا۔ پاؤ	خان۔ تو بیشک	اللہ۔ اللہ
غفور۔ بخشنے والا	رحیم۔ مہربان ہے	ع۔ کیا	اشفقتم۔ تم ڈر گئے
ان۔ یہ کہ	تقدّموا۔ آگے بھیجو	بیت۔ پہلے	یدی۔ اپنے
فجواتکم مشورے کے	صدقت۔ صدقے	فاد۔ توجب	لہ۔ نہ
تفعلوا۔ کیا تم نے	د۔ اور	تاب۔ رجوع فرمایا	اللہ۔ اللہ نے
علیکم۔ تم پر	فاقیما۔ تو قائم رکھو	الصلوة۔ نماز	د۔ اور
اتقوا۔ دو	الزکوۃ۔ زکوۃ	د۔ اور	اطیعوا۔ اطاعت کرو
اللہ۔ اللہ کی	د۔ اور	رسولہ اس کے رسول کی	د۔ اور
اللہ۔ اللہ	خیر۔ خبردار ہے	بما۔ اس سے	تعلون جو کرتے ہو۔

مختصر تفسیر اردو سورة مجادلہ رکوع دوم پ ۲۸

اے سننے والے کیا تو نے دیکھا
کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں
ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں
تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا
وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا
وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس
سے زیادہ کی گریہ کہ وہ ان
کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ
مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا
فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ
مِنْ جَمْعٍ ثَلَاثَةٍ إِلَّا
هُوَ بِعِلْمِهِ وَلَا خَشْيَةَ
إِلَّا هُوَ سَائِدٌ سَلِيمٌ
لَا أَدْفٍ مِنْ ذَلِكَ
وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ

مَعْلَمٌ آيَتْ مَا كَانُوا
تَعْرِفُهُمْ بِمَا عَمِلُوا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

پھر انہیں قیامت کے دن بتا دیگا
گا جو کچھ انہوں نے کیا
بے شک اللہ سب کچھ
جانتا ہے۔

رَأَيْتَ تَرَآتِ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے اور جو کچھ زمین میں۔

اى المر تعلم انه عز وجل يعلم ما فى فيها من الموجودات
سواء كانت ذلک بالاستقرار فيها او بالجزئية منها .
یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ عز وجل ان دونوں دُستانوں اور زمین
میں جو کچھ موجود ہے یا اس کے علاوہ ہے کبھی طور پر ہو یا جزوی طور پر بالاستقرار
ہر شے سے واقف ہے۔

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَاسِعُهُمْ

جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے۔

نجوى مصدر ہے بمعنى التناجى وهو المساراة ماخوذة من النجوة

اور وہ خفیہ بات ہے جو سرگوشی سے ہوتی ہے یا اس کے معنی خاص راز کے بھید کے ہیں
اگر تین شخص کسی جگہ باہم سرگوشی کریں تو چوتھا اللہ ہوتا ہے یعنی اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور
اس کی سمیت و قربت بے کیف ہوتی ہے اور اللہ ان کے بھید، خفیہ بات، راز، سرگوشی
کا بالکل جاننا ہے۔

وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ ، اور پانچ کی تو چھٹا وہ

یعنی یونہی اگر پانچ شخص سرگوشی کریں تو ان کے پاس چھٹا اللہ تعالیٰ ہے اور
انہیں دیکھتا اور ان کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے تین اور پانچ عدد کا خصوصیت کے ساتھ
ذکر یا تو کسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے یا اس وجہ سے ہے کہ دونوں عدد طاق ہیں

اور اللہ طاق ہے اور طاق عدد ہی کو پسند کرتا ہے ایک قول ہے کہ منافق آپس میں اسی طرح سرگوشیاں کرتے تھے جس کا اس آیت میں اشارہ ہے یا اطلاع ہے ایک قول ہے کہ مشورت کے لئے یہی عدد کم سے کم ہو سکتا ہے یا بصورت اختلاف اسی قدر ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی جیسا کہ اگلے ٹکڑے میں ہے امر خلافت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مجلس مشاورت قائم فرمائی تھی وہ یہ چھوڑ رکھتی تھی۔
 وَلَا أَذْخِصُكَ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثُرُ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی۔

یعنی تین سے کم اور پانچ سے زیادہ کی صورت ہو تو جب بھی اللہ کو خوب معلوم ہے۔
 یعنی سرگوشی دو کی ہو یا تین پانچ سے زائد لوگوں کی اللہ کو ہر حال میں علم ہے۔
 رَاۤلَا هُوَ مَعَهُمْ آيَاتِ مَا كَانُوا مَكْرِيَةً کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں۔ لَعَلَّ مَا يَجْرِي بَيْنَهُمْ جَانِتًا ہے جو ان کے درمیاں روئیدار ہوئی (بات ہوئی) خواہ کسی بھی جگہ ہو اگرچہ زمین کے اندر ہو تو بھی اللہ کو خبر ہے کیونکہ وہ علم و قدرت والا ہے اور اپنے علم و قدرت سے بالکل جانتا ہے اور باخبر ہے اور حق تعالیٰ کی معیت و قرب بے کیف ہے اور بندوں کی عقول، فہم و ادراک سے ماورئی ہے اور اس کا بیان ممکن نہیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ
 ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ پھر انہیں قیامت کے دن بتا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا۔

تَضْضِيعًا لَهُمْ وَاطْهَارًا لِّمَا يُوجِبُ عَذَابَهُمْ
 انہیں قیامت کے روز رسوا کرنے کے لئے اور ظاہر کرنے کے لئے کہ کس وجہ سے عذاب دیئے جا رہے ہیں یعنی ان کے وہ سب کثرت علی الاعلان جتلائے جائیں گے جو انہیں مستحق عذاب گردائیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔
 یعنی اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ خفی جلی سب امور کا جاننے والا ہے یہاں تک کہ سینوں کی دھڑکنوں دل میں پیدا ہونیوالے وساوس و خطرات کو بھی جانتا ہے اس

کا علم مستناہی ہے اور مخلوقات کے جملہ امور کو بالکلیہ محیط ہے۔
 کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشورت
 سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں
 جسکی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ
 اور حد سے بڑھنے اور رسول کی
 نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب
 تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان
 لفظوں سے تمہیں مجرماً کہتے ہیں جو لفظ
 اللہ نے تمہارے اعزائین نہ کہے اور اپنے
 دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں
 نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم
 بس اس میں دھنیں گے تو کیا ہی برا انجام ہو

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں
 بری مشورت سے منع فرمایا گیا
 تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی
 ممانعت ہوئی تھی۔

الْمُرْتَدِّ إِلَى الَّذِينَ
 نُهُوا عَنِ النَّجْوَى
 ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نَهَوْا
 عَنْهُ وَيَتَنَبَّهُونَ بِالْآثِمِ
 وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ
 الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ
 حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحْيِكَ
 بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي
 أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ
 بِمَا نَقُولُ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ
 يَصْلَوْنَهَا فَنُشِئَنَّ الْمُصَيِّرَ
 الْمُرْتَدِّ إِلَى الَّذِينَ
 نُهُوا عَنِ النَّجْوَى
 ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا
 نَهَوْا عَنْهُ

مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن مسائب کا قول
 ہے کہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سے ہے اور ہمزہ (استفہام) منافقین کے مال پر بطور تعجب کے ہے اور مضارع کا صیغہ دلالت
 کرتا ہے کہ منافقین کی حرکات کا تکرار مخالف یا غود کی صورت واضح ہو جائے ابن عباس رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے نزولت فی الیہود والمنافقین کالذاتینا جون ذوات المؤمنین
 وینظرون الیہم وتیغامزون باعینہم علیہم لیوہونہم عن
 اقرارہم انہم اصحابہم شرفلا یزولون کذلک حتی تقدم اقرارہم

مَنْ لَمَّا كَثَرَ ذَلِكَ مِنْهُمْ شَكَاهُ الْمَوْمِنُونَ إِلَى الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فَتَنَاهَا هُمْ أَنْ يَتَنَاجَوْا دُونَ الْمَوْمِنِينَ فَعَاذُوا بِالْمَثَلِ فَعَلَهُمْ
يَا آيَةُ يَهُودٍ وَأَوْرَثُوا نَافِقِينَ كَيْ بَارِئٍ فِي أَرْضِ يَهُودٍ وَمُسْلِمِينَ كَيْ سَامِعٍ فِي
سُرُكُوشِيَا كَرْتِ وَأَوْرَثُوا نَافِقِينَ كَيْ بَارِئٍ فِي أَرْضِ يَهُودٍ وَمُسْلِمِينَ كَيْ سَامِعٍ فِي
أَهْلِيهِمْ أَنْ كَيْ عَزِيزِينَ كَيْ بَارِئٍ فِي رَجْعٍ وَوَهْمٍ كَرِئٍ (جو جہاد وغیرہ میں مصروف
ہوتے کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے پس وہ اسی چال پر چلتے رہتے جب تک کہ مومنین
کے اعزاز جہاد میں مصروف رہتے جب ان منافقین کی طرف سے ان حرکات کی کثرت
ہوئی تو اہل ایمان نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکایت عرض کی تو
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (منافقین وغیرہ) کو اس سے منع فرمایا کہ وہ مومنوں
کے سامنے ایسی سرگوشیوں سے باز رہیں لیکن وہ باز نہ آئے اور یہی حرکت کرتے رہے
(وَيَتَنَجَّوْنَ بِالْأَشْعَرِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ)
اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے

ہیں۔
گناہ اور حد سے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی مشورت کرتے تھے جو فی نفعہ
گناہ ہے یا مسلمانوں کو تکلیف و آزار پہنچانے کے لئے فریب کاری کرتے اور ایک دوسرے
کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور حکم عدولی پر اکساتے تھے اور باوجود
ممانعت کے اپنی بات پر ڈٹے رہتے ہیں اور کبھی نافرمانی کا مشورہ دیتے۔

وَإِذَا جَاؤُكَ خَيَّوْكَ بِمَا
لَعَنَّاكَ بِهِ اللَّهُ

اور جب تمہارے حضور حاضر
ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تمہیں
مجر کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے
تمہارے اعزاز میں نہ کہے۔

احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں جید اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی بوقت ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کرتے تھے **وَالسَّامُ عَلَيَّ** ”تم پر موت ہو اور اس سے ان کی مراد برائی چاہنا تھا اور بجائے سلام کے بددعا دیتے تھے، بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ یہود کا ایک گروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ **”السَّامُ عَلَيَّ** یا ابا القاسم اے ابوالقاسم آپ پر موت ہو آپ نے جواب میں فرمایا **وعلیکم** اور تم پر بھی صحت عائشہ نے (یہ سن کر) فرمایا تمہیں موت پڑے اور اللہ کا غضب اور لعنت تم پر ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تو زیادتی کرنے والی نہ ہو اللہ فحش گوئی کو پسند نہیں فرماتا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا کہ آپ نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا تو کیا تم نے نہیں سنا جو میں نے کہا یعنی **وعلیکم** اور تم پر بھی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی **بِضَاوٰی** کا قول ہے کہ یہود زمانہ جاہلیت کا تہیہ انعم صبا کا کہتے تھے اور اسلام علیکم نہیں کہتے تھے تاہم اس قول پر کوئی اثر مؤکد نہیں جبکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب یہود تمہیں سلام کریں - **فَقُولُوا وعلیکم** تو تم اسی قدر کہو کہ تم پر بھی یعنی جواب میں سلام کا لفظ نہ کہو۔

تو بات واضح ہے کہ یہود زیادتی کرتے تھے اور آپ خود نہ تو زیادتی پسند فرماتے تھے اور نہ ہی اس کی اجازت دی بلکہ یہود کی بات انہیں پر لوٹا دی کیونکہ جب تک زیادتی کرنے والے کو برابر جواب نہ دیا جائے جس پر زیادتی ہو اس کی طرف سے اللہ کے فرشتے جواب دیتے ہیں۔

تو **وعلیکم** میں حکمت یہ تھی کہ ان پر ملائکہ کی طرف سے موت کی بددعا ہو چہ جائے کہ ہم ایسا کہیں اور دوسرے یہ کہ ان کی بددعا مردود ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ٹلنے کا نہیں ہے۔
(وَقُولُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ) اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں

ای فیما بینہم یعنی آپس میں ایسا کہتے تھے یا دلوں میں یوں کہتے
 لَوْلَا يَعِدُ بِنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُولُ اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر
 یہ یہود و منافقین کے دل کی بات ہے جو وہ کہتے تھے مراد اس سے یہ تھی

ای ہلا یعذبنا اللہ تعالیٰ بسبب ذلک لو کان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نبیاً کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی ہوتے تو ہماری ان گستاخیوں کے
 باعث اللہ ہمیں عذاب میں کیوں نہیں مبتلا کرتا یعنی تحیہ کی جگہ جو بدعا کرتے ہیں اس پر گرفت
 کیوں نہیں ہوتی

اَحْسِبُكُمْ جَهَنَّمَ رَیْضًا
 فَبِئْسَ الْمَصِيرُ

انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنیں
 گئے تو کیا ہی برا انجام ہے
 یہود و منافقین کے دلوں کے اندر جو روگ اور گھمنڈ تھا اس کے جواب میں ارشاد باری
 ہے کہ تمہارے لئے عذاب ہے یعنی بالضرور ہوگا اور تم بالیقین اس عذاب میں داخل ہونگے۔
 اور جہنم کی گرمی تمہاری ہڈیوں سے گوشت اور اندر کا گودا نکال دے گی اور قسب ہوگا اس
 بدکلامی و بے ہودگی کا جو تم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتے ہو تو جہنم تمہارا ٹھکانہ
 اور عذاب نار تمہارا مقدر ہے

اے ایمان والو، تم جب آپس

میں مشورت کرو تو گناہ اور حد
 سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی
 مشورت نہ کرو اور نیکی اور

پرہیزگاری کی مشورت کرو اور
 اللہ سے ڈرو جبکہ طرف اٹھائے
 جاؤ گے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا
 بِالْأَشْعَرِ وَالْعُدْوَانِ وَ

مَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا

بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ

تَحْشُرُونَ

یَا ایُّہا الذین آمنوا اذا اتلنا حیثکم
 اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت

فِي اَنْدِ يَتَكْمَرُوْا فِيْ خُلُوْا تَكْمَرُ

اس وقت جب تم کسی مزدورت سے سرگوشی کرو اور اس وقت جب تم خلوت میں ہو
فالحطاب للخاص تعریفاً بالمنافقین وجوز جعله لهم وسموا
مومنین باعتبار ظاہر احوالهم

ایمان والوں سے خطاب بطور خاص ہے اور منافقین پر تعریف ہے اور یہ بھی ممکن ہے
کہ منافقین کے لئے ہی ہو اور ان کے ظاہری احوال کے پیش نظر انہیں مومنین سے موسوم
کر کے خطاب فرمایا گیا ہو کیونکہ وہ ظاہراً تو ایمان کے مقرر تھے اور اس کا دعویٰ کرتے تھے اگرچہ
باطن میں کافر تھے۔

فَلَا تَتَّخِذُوا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو
کما یفعله المنافقون

یعنی تمہاری جس طرح منافقین یا یہودی سرگوشیاں کرتے ہیں یا جس طرح ان کا چلن ہے
اس طریق سے پرہیز کرو

وَتَتَّخِذُوا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ
اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو
بما یتقن خیر المومنین والافتاء عن معصية الرسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی تمہاری مشورت ایسی ہو جو مومنوں کی بھلائی کی ضامن ہو اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے پر مبنی ہے

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِلَهِ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ
اور اللہ سے ڈرو جسکی طرف اٹھائے
جاؤ گے

فَإِنَّمَا تَاثَرْتُمْ وَمَا تَذَرُونَ

یعنی اس میں جو تم کرتے ہو اور جو تم چھوڑ دیتے ہو اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ ہر عمل عمل کے کرنے اور اس کے چھوڑنے پر ضرور بدلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے جملہ امور سے آگاہ ہے اور تمہیں اس کی طرف لوٹنا ہے اور وہ تمہیں تمہارے عمل کے موافق جزا دے گا۔

إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَانِ
يَحْزُنُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ
لَيْسَ بِضَارٍ هُمْ شَيْئًا
إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ هـ
وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّافِينَ هـ

وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے اس لئے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان سے کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے۔

المعصية التي هي

التناجي بالاشع والعدون والمعصية
النجوى سے مراد وہ مشورت یا سرگوشی ہے جو گناہ اور سرکشی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی ہو

لا من غيرة باعتبار انه هو المزين لها والحامل عليها

وہ مشورت شیطان ہی کی طرف سے ہے اور اس کے غیر کی طرف سے نہیں اس لیے کہ شیطان ہی اس کو ان نظروں میں لہانے والا ہے اور اس پر آمادہ کر نیوالا اور ابھارنے والا ہے رہی اہل ایمان کی مشورت تو وہ منع نہیں جبکہ خیر پر مبنی ہو اور حدیث میں ہے تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو باہم مشورت و سرگوشی نہ کریں کہ تمیرے کو دکم ہوگا اور اگر تمیرا اجازت دے تو درست ہے۔

وَلِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا
أَيُّهَا هِيَ لِيَحْزَنَ الْمُؤْمِنِينَ تَبَوَّهَهُمُ الْيَهُودُ فِي نَكْبَةٍ
اصابتهم

یعنی شیطان کی مشورت تو بس یہی ہے کہ اہل ایمان کو حزن و ملال ہو اس گمان کے تحت
کہ انہیں کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچنے والی ہے۔
وَلَيْسَ بِضَارٍّ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا يَاقُوتُ اللَّهِ د اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے
حکم خدا کے۔

أَيُّ لَيْسَ الشَّيْطَانُ أَوِ التَّنَاجَى بِضَارٍّ الْمُؤْمِنِينَ لَعْنَى
یعنی نہ ہی سرگوشیاں اہل ایمان کو کوئی ضرر پہنچا سکتی ہیں سوائے اس کے ارادہ الہی
یوں ہو اور حق تعالیٰ یوں چاہے۔

اس ارشاد سے اہل ایمان کی تشفی اور ان کے حزن و ملال کا مداوا ہے۔
وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے
وَلَا يَبَالُوا بِنَجْوَاهُمْ

اور اہل ایمان کو منافقین و یہود کی مشورت و سرگوشیوں کی کچھ پروا نہ کرنا چاہئے اور اللہ
ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے جس کی ذات پاک ہر شر سے محفوظ کر نیوالی ہے اور اس
کی مشیت و ارادے کے بغیر کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور جو اس پر کامل یقین و اعتما
کرتے ہیں ان کو کبھی بھی خسارہ نہیں ہوتا اسی کا پاک نام حفظ و ایمان کا ضامن ہے
لے ایمان والو جب تم سے کہا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا

فِي الْمَجَالِسِ فَانْفِصُوا

لِكَيْتَسَبَّحَ اللَّهُ تَكْمَلًا

وَإِذَا قِيلَ الشَّرُّ

جگہ بجگہ میں جگہ دے تو

جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دیکالور

جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو

تو اٹھ کھڑے

ہو
اللہ تمہارے ایمان والوں کے
اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے
بلند فرمائے گا۔ اور اللہ کو تمہارا
کاموں کی خبر ہے

فَاَنشُرُوا
يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا
الْعِلْمَ وَرَحِمْتُ طَوَّالَهُ
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

رِیَا یٰہَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفْسَحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو

اس آیت مبارکہ کا نزول یہ ہے کہ جمعہ کے روز سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفہ میں جلوہ گر تھے اور جگہ کشادہ نہ تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب بدر کی تکریم فرماتے تھے تو اہل ایمان سے چند لوگ جن میں ثابت بن قیس بن شماس بھی تھے حاضر خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بڑھ کر ارد گرد کھڑے ہو گئے اور بارگاہِ عالیہ میں سلام عرض کیا آپ اور لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا تو وہ لوگ منتظر رہے کہ ان کے لئے مجلس میں جگہ کی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاق گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نزدیک بیٹھنے والوں کو اٹھا کر ان کے لیے جگہ کی اٹھنے والوں کو گراں گزرا اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

یہ روایت ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے تخریج کی ہے اس کے لئے چند مزید اقوال بھی ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ جب اہل بدر کے لئے مجلس میں جگہ کی گئی اور بعض اصحاب کو اٹھنا پڑا جو انہیں ناگوار خاطر تھا تو منافقوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرما کر انصاف نہیں کیا تو یہ حکم نازل ہوا۔

۲۔ حسن اور زید بن ابی حبیب کا قول ہے کہ یہ حکم میدانِ قتال میں ان مجاہدین کے

کے لئے نازل ہوا جو شہادت کیلئے بڑے عریض تھے اور میدان کارزار میں نئے آنیوالوں کے لئے اپنی صفوں میں جگہ نہیں دیتے تھے۔

۳۔ صحابہ کرام مجلس نبوی کے مشتاق اور کلام نبوی کے سننے پر بہت عریض تھے اور دوسروں کے لئے جگہ دینے کے لئے اٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ جب اہل ایمان کو مجالس میں جگہ دینے کے لئے کہا جائے تو تعمیل

لازم ہے۔

(فَاتَسَحُّوا لِيَفْسَحَ اللَّهُ لَكُمْ) تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا۔

امی فی رحمة اوفی مناز لکم فی الجنة اوفی

قبورکم اوفی صدورکم اوفی رزقکم

یعنی اپنی رحمت سے، یا جنت میں تمہاری منازل میں یا تمہاری قبروں میں یا

تمہارے سینوں میں یا تمہارے رزق میں وسعت عطا فرمائے گا سباق کلام سے مجلس وسعت ہی مراد ہے کہ اگر تم گنجائش و کشائش پیدا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مجلس میں وسعت کشادگی کر دے گا، اور یہ کہ تم تنگی نہ کرو تاہم یفسح کی تفسیر جو تفسیر اوپر گزری ہے وہ ہر وسعت کو شامل ہے جو اللہ سے مانگی جائے۔
صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه ولكن تفسحوا وتوسعوا

کوئی شخص تم میں سے کسی کو اس کی نشستگاہ سے نہ اٹھائے اور ایک روایت

میں مزید ہے تم مجلس فیہ پھر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے البتہ تم گنجائش پیدا کرو اور کھل جاؤ۔

کیونکہ ایسا کرنے سے اسے بھی جگہ مل جائے گی اور مجلس میں وسعت پیدا کرنا ارشاد الہی ہے بشرطیکہ تم بھی عملاً اس کا مظاہرہ کرو اور جو بصورت دیگر اگر کسی کو اٹھا کر بیٹھے گا تو ایک تو حکم الہی کا تعارض ہو گا دوسرے تنگ دلی کا مظاہرہ ہو گا تیسرے جو اسے

گا اس کے تاثرات اچھے نہ ہوں گے جو باعثِ فتنہ ہو سکتے ہیں اور چوتھے جو اٹھا کر بیٹھے گا اس کا یہ عمل دوسروں پر برتری کا گمان پیدا کریگا جو اس کے اپنے حق میں مفید نہیں۔
لہذا اطاعتِ حکم میں ہی آسانی اور رحمت ہے۔

(وَإِذْ قِيلَ لِلنَّاسِ اقْنُتُوا)

اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوں۔

ای انہضوا للتوسعة علی المقبلین

یعنی وسعت کے لئے پہلے سے آنیوالے سمتِ جائیں یا جگہ کھول دیں حسنِ قیام اور ضماک کا قول ہے۔

المعنی اذا دعیتہم الی قتال او صلاة او طاعة فاجیبوا

اس آیت کا معنی ہے جب تم قتال (جہاد) یا نماز اطاعت کے لئے بلائے جاؤ تو تعمیلِ حکم کرو ایک قول ہے

اذا دعیتہم الی القیام عن مجلس النبی صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فقوموا

جب تم کو مجلسِ نبوی سے کھڑے ہو نیکیلے فرمایا جائے تو کھڑے ہو جاؤ۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ جب تم کسی امرِ خیر کے لئے بلائے جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو اس میں حضورِ اکرم ﷺ کا عالیہ میں صلاۃ و سلام کے لئے کھڑے ہونے کا جواز بھی ہے۔

لہذا جب مجلسِ صلاۃ و سلام قائم ہو جو بلاشبہ امرِ خیر ہے تعظیماً کھڑا ہونا جائز
مستحسن ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں

کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا

درجے بلند فرمائے گا

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا

الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے درجے بلند فرمائے گا ۔
 ان تَنْشُرْ وَايْرِغْ عَنْ وَجْهِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْكُمْ فِي الْآخِرَةِ جَزَاءُ
 الْإِمْتِثَالِ ۔

یہ جواب حکم میں ہے جو پیچھے گزرا کہ اگر تم تعمیل ارشاد میں کھڑے ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ
 حسب طاعت آخرت میں تم میں سے اہل ایمان کے مراتب بلند فرمائے گا ۔

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط
 اور ان کے جن کو علم دیا گیا (درجے بلند فرمائے گا)

یہاں علم سے مراد علوم شرعیہ ہیں اور درجات کا مفہوم یہ ہے ۔
 اُمّی کشیدۂ جلیلۂ کما یشعوبہ المقام کہ جس طرح قدر و منزلت کا
 مقتضا ہوگا ۔

بہت زیادہ بزرگی و عظمت عطا ہوگی اور عطف (و۔ الذین اوتوا العلم)
 امنوا منکم پر عام عطف خاص ہے جو ان کی تعلیم پر دلالت کرتا ہے اور اس سے علما
 کی فضیلت عوام مومنین پر واضح ہے ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے حضرت ابی
 الدرداء سے مرفوعاً روایت کی ہے ۔

”فضل العالم على العابد كفضل القليل على البدر على سائر
 الكواكب“

عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے ماہِ کامل
 کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے ۔

دارمی کے عمر بن کثیر سے بروایت حسن نقل کیا ہے ۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”من جاء الموت وهو يطلب العلم ليحيى به الاسلام

فبينه وبين الجنة درجة“

جس کسی کو اسی حال میں موت آئی کہ وہ علم حاصل کرتا ہے تاکہ اس سے دین

اسلام کا زندہ کرے تو اس کے اور انبیاء کے درمیان ایک درجہ ہے اور انہی سے روایت ہے کہ ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
 ”ربین العالم والعابد مائة درجة بین کل درجتین
 حضرات الجواد المصنوع سبعین سنة“

عالم اور عابد کے درمیان سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان پھر یہ بدن کے تیز رفتار گھوڑے کی ستر برس دوڑنے کی مسافت ہے ۔ اور انہی سے مروی ہے کہ ۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے ۔ انبیاء پھر علماء پھر شہداء تو علماء کا مرتبہ نبوت و شہادت کے درمیان عظیم ہوگا ۔ جس طرح کہ حضور علیہ السلام نے شہادت و تصدیق فرمائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ خداوند قدوس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تین چیزوں علم ، سلطنت اور دولت میں سے کسی ایک کے لئے مختار کیا تو آپ نے علم کو اختیار فرمایا پس حق تعالیٰ نے انہیں علم کے اختیار فرمانے پر سلطنت اور دولت بطور تبعیت عطا فرمائے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی مسند میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علماء کو جمع فرمائے گا ۔ ان سے فرمائے گا بلاشبہ میں نے تمہارے دلوں کو حکمت سے معمور فرمایا اور میرا ایسا فرمانا پس لئے ہی تو تھا کہ مجھے تمہاری بھلائی منظور تھی ۔

”اذہبوا الی الجنة فقد غفرت لکم ما کان منکم“

تو تم جنت میں داخل ہو جاؤ پس میں نے تم سے جو کچھ بھی واقع ہوا اسے بخش دیا ۔

اس آیت سے علماء کی فضیلت واضح ہے ابن المنذر نے عبد اللہ بن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی قرآن میں کسی شے کے بارے میں یوں تخصیص نہیں فرمائی جس قدر اس آیت میں تخصیص فرمائی ہے اور ابن مسعود بھی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا اے مومنو اس آیت کے معنی کو سمجھو یہ تمہیں تحصیل علم پر رغبت و آمادہ کرنیوالی ہے کہ اللہ فرما رہا ہے کہ اہل علم مومن بے علم مومنوں سے درجہ میں بہت بلند ہے اور یہ آیت مشیر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بدر کی تحریم کے پیش نظر جو اصحاب کو ان کے لئے جگہ دینے کے لئے اٹھنے کا حکم فرمایا تھا وہ نہ صرف صواب و درست تھا بلکہ اہل بدر کی تحریم کے لائق تھا اور وہ اسی تحریم کے حقدار تھے۔

اور جنہوں نے ارشاد گرامی کی تعمیل ان کے لئے باعث ثواب ہوا اور جنہیں ناگوار خاطر ہوا ان کے ہدایت و نصیحت تھی اور علماء کو مجالس میں بلند جگہ پر بٹھانا اور اونچی جگہ دنیا بھی اس سے واضح ہے کہ ان کی تعظیم کا مقتضا یہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

”يُعْتَبَرُ مُعَلِّمًا“ میں معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں اور یہ حدیث فضیلت علم و علماء پر روشن دلیل ہے۔

اور قرآن عظیم میں ہے کہ اہل علم اور بے علم کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

العلم وراثۃ الانبیاء علم ہی انبیاء کا ورثہ ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں لہذا وراثت دولت و زر کو وراثت نبوت پر کیونکر فضیلت ہو سکتی ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ”قل رب زدنی علما“ محبوب عرض کرو میرے پروردگار میرے

علم میں ترقی فرما

اس سے واضح ہے جس قدر فضیلت علم زیادہ فرمایا اسی قدر درجات و عنایات کی کثرت برکت ہے

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تہدید لمن لم یتمثل یا لا مروا ستکرہ

اس جملہ میں ان لوگوں کی تہدید ہے جنہوں نے تعمیل ارشاد نہ کی اور اسے مکروہ بانا اور اس امر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ فرماں برداری کرو اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ اہل فضل و برکت کے مراتب سے اعماض کرنا اور ان کی فضیلت سے چشم پوشی نامناسب بات ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پیش نظر کوئی حکم فرمادیا ہے تو تعمیل ہی لازم ہے اور کراہیت کا اظہار آپ سے مروی ہے۔

کیونکہ ارشاد نبوی کے بعد پسند و ناپسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ ﷺ جو فرمادیا تو مومنوں کا حال یہی ہے کہ وہ سر تسلیم خم کریں یہی راہ صواب و ثواب و برکت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَا
جَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا
بَيْنَ يَدَيْ غُجُوكُمْ صَدَقَةً
ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْلَهُرُ
فَإِنَّ لَكُمْ تَجْدَةً وَفَاتٍ
بِاللَّهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستم ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَا جَيْتُمُ الرَّسُولَ (اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔

اے اگر اس دسترِ المناجاة معہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاصق رہنا

یعنی جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی معاملے میں عرض معروض کرنے کا ارادہ

فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ غُجُوكُمْ صَدَقَةً

تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔
ای فقہ قوا قبلہا۔ یعنی بارگاہ عالیہ میں عرض معروض کرنے سے پہلے کچھ
خیرت کرو اگوسی فرماتے ہیں۔

وفي هذا الامر تعظيم الرسول صلى الله عليه وآله وسلم ونفع الفقراء
وتمييز بين المخلص والمنافق ومحبة الاخوة ومحبة الدنيا ورفع
للتكاثر عليه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم من غير حاجة مهمة
اس ارشاد باری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر، فقراء کے لئے
منفعت، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز اور آخرت سے محبت کر نیوالے اور دنیا
کی محبت رکھنے والے کے درمیان تفریق ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
میں ماسوائے شدید و اہم حاجت کے تو نگر لوگوں کی کثرت کا علاج ہو، ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے بارگاہ سرور
دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی گفتگو کی کثرت کر دی حالانکہ انہیں اس کی ضرورت
نہوئی مگر یہ اس لیے کہ بارگاہ اقدس میں ان کی قدر و منزلت یا رسائی کا اظہار ہوا اور
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگزر فرماتے تھے اور کسی کو دور نہ فرماتے تو اس پر یہ
آیت نازل ہوئی۔ مقاتل کا قول ہے کہ اغنیاء حاضر خدمت ہو کر لمبی گفتگو کرتے کہ عزربار
کہ موقع ہی نہ ملتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا یہ طرز عمل بار خاطر ہوا تو یہ آیت
نازل ہوئی۔ نزول حکم کے بعد امراء کجھوسی کی وجہ سے رک گئے اور عزربار تنگدستی کی وجہ
سے معذور ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ معذوری و محرومی شاق گزری
تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی ترمذی شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے نزول حکم کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رلے دریافت
فرمائی کہ صدقہ کی مقدار ایک دینار ہو تو کیسی ہے مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی
لوگوں میں اسکی طاقت نہیں ارشاد ہوا نصف دینار مولا علی نے مگر عرض کی لوگوں میں اسکی

طاقت بھی نہیں ارشاد فرمایا تو پھر کتنی ہو مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک درہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم بڑے زاہد ہو، عہد نبوی میں ایک دینار دس درہم کا ہوتا تھا۔

اس حکم پر فقط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا آپ کا قول ہے کہ میرے سوا اس حکم پر کسی نے عمل نہ کیا آپ نے ایک دینار صدقہ کر کے دس مسکے پوچھے تفسیر خازن اور مدالک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قال یا ارشاد ہوا و عدانیت اور توحید کی شہادت، عرض کیا فساد کیا ہے ارشاد ہوا کفر و شرک عرض کیا سچی کیا ہے فرمایا سلام اور قرآن اور ولایت جب تمہیں ملے عرض کیا تدبیر کیا ہے فرمایا ترک حیلہ، عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے فرمایا خدا و رسول کی اطاعت عرض کیا اللہ تعالیٰ سے دعا کیے مانگوں فرمایا صدق و یقین کے ساتھ عرض کیا کیا طلب کروں فرمایا عاقبت عرض کیا اپنی نجات کے لیے کیا کروں فرمایا حلال (روزی، کھانا اور سچ) کہو عرض کیا سرور کیا ہے فرمایا جنت عرض کیا حشر کیا ہے فرمایا دیدار الہی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں کو پوچھ چکے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کو موقع ہی نہیں آیا کہ اس حکم پر عمل کر سکے۔

ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرٌ
 (ذَلِكَ) ای تقدیم الصدقات کا مقدم رکھنا (بارگاہ عالیہ میں عرض و معروضی کرنے سے پہلے صدقہ دینا) بہتر ہے۔
 (خَيْرٌ لَّكُمْ) لِمَا فِيهِ مِنَ الثَّوَابِ کہ اس میں تمہارے لئے ثواب ہو۔
 (وَأَطْهَرٌ) وَازْكِي لَانْفُسِكُمْ اور تمہارے نفوس کو گناہوں کی آلودگی سے ستھرا اور پاکیزہ بنانے والا ہو اور بارگاہ عالی سے زیادہ سے زیادہ حصول فیض و برکت پر رغبت دلانے والا ہو اور مال کی محبت چھوڑ کر صدقات کی طرف متوجہ ہو اور محبت رسول کا تعلق مضبوط کرنے کا باعث ہو۔

اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا ہے۔

فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

ای لمن لم يجد حيث يخص سبحانه له في المناجاة بلا لقد بر صدقه

یعنی وہ شخص جو صدقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسے بڑی صدقہ کئے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مناجات کی رخصت دی ہے لہذا تجدد و اسے واضح ہے کہ یہ حکم عام نہیں جو طاقت رکھتا ہے وہ خرچ کرے اور جس میں توفیق نہیں ناوار و مفلس ہے تو اس کے لئے رخصت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی معذوری و ناداری کے باعث انہیں اس حکم سے معافی دی ہے اور انہیں رخصت عطا کی ہے یہ حکم عام مخصوص البعض ہے

ءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا
بَيْنَ يَدَيْ جَنَاحِ الْكَرَّمِ
فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ
عَلَيْكُمْ فَأَقِمْوُ الصَّلَاةَ وَآتُوا
الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے

رءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ جَنَاحِ الْكَرَّمِ صَدَقَتْ ط

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو

ای اخفتم الفقرا لاجل تقديم الصدقات یعنی صدقات کی تقدیم کے حکم سے تمہیں کیا تنگی و غریبی کا خوف لاحق ہوا یا تم اس وجہ سے خیرات کرنے سے ڈر گئے کہ محتاج نہ ہو جائیں

فَنَادَوْا لِمَ تَفْعَلُونَ بِحَرْبٍ تَمْنَىٰ فِيهَا
مَا أَمَرْتُم بِهِ وَشَقَّ عَلَيْكُمُ ذَٰلِكَ

جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا تم نے اس طرح نہ کیا اور

یہ حکم تم پر دشوار گزرا

(وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ) اور اللہ نے اپنی طرف سے تم پر رجوع فرمائی،

بان رخص لکم المباحات من تقدیر صدقة یعنی اللہ نے تم پر اتہائی مہربانی
فرمائی اور مناجات سے پہلے صدقہ کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اس حکم پر عمل نہ کرنے کا مواخذہ
تم پر سے اٹھالیا اور تمہیں اجازت دی کہ اب خیرات فرض نہیں رہی۔

قتادہ کا قول ہے کہ حکم دن کی ایک ساعت رہا اور مقاتل کا قول ہے کہ
عمل سے پہلے ہی یہ حکم منسوخ ہو گیا میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بخوشی صدقہ دے تو یہ امر اب بھی
مستحسن ہے اور برکت کا باعث ہے۔

بزرگوں کی خدمت نذر اور صلہ کے مزارات پر جو تبرک تصدق کے لیے
لیجا یا جاتا ہے اس کا جواز اسی آیت میں ہے البتہ جو نادار و مفلس ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ مجادلہ ۲۸

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ ۖ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا مَنَعَهُمْ وَيُفْلِقُونَ
عَلَى الْكَيْبِ ۚ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۚ
إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ
أَفَتُؤْتُوا بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۚ
أَفَتُؤْتُوا بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۚ
أَفَتُؤْتُوا بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۚ
أَفَتُؤْتُوا بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۚ

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست
ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے
نہ ان میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔
اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے
بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے تو اللہ
کی راہ سے روکا تو ان کے لیے عواری کا عذاب

ہے۔
ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ
کام نہ دیں گے وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ
رہنا ہے۔

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور
بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے
کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا ہی
نہیں سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں۔

ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا
دی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بیشک شیطان
ہی کا گروہ ہا میں ہے۔

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت
کرتا ہے وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے
رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور
پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جہنم نے اللہ
اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے

باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ میں جن
کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی
طہرت کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں بائوں
میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں
ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی
یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت
کامیاب ہے۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِمَّا
أَلَّهِ شَيْئًا أَفَلَيْكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ

يَوْمَ يَبْعَثُ اللَّهُ جَبِينًا فَيُفْلِقُونَ لَهُ كَمَا
يُفْلِقُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا
أَنَّهُمْ هُمُ الْكَافِرُونَ

اسْتَعِذْ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ
أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ وَالْآرَاءُ حِزْبُ
الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَائِرُونَ

رَبِّ الَّذِينَ يُفَادُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي
الْأَذَلِّينَ

كَتَبَ اللَّهُ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ مِنَ اللَّهِ قُوَّةً
عَزِيزَةً

لَا تَقْعُدُوا قَوْمًا يَتُوبُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُؤَاتُونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا
آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي
قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ
مِّنْهُ دَيْدُ خَلْفَهُمْ جَنَّتْ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا عَنْهُمْ أَزْلَاجَ
حِزْبِ اللَّهِ الْآرَاءِ حِزْبِ اللَّهِ هُمُ
الْمُقْلِحُونَ

حل لغات رکوع سوم سورۃ مجادلہ پ ۲۸

ایکھا	لہو نہ	تو۔ دیکھا تو نے	الی طرف
الذین۔ انکی جنہوں نے	تولوا۔ دوستی کی	قیوما۔ ان سے کہ	غضب۔ غضب ہوا
اللہ۔ اللہ کا	علیہم۔ ان پر	ما۔ نہیں	ہم۔ وہ
منکر۔ تم سے	و۔ اور	لا نہ	منہم۔ ان سے
و۔ اور	یملفون۔ قسمیں کھاتے ہیں	علی۔ اوپر	الکذب۔ جھوٹ کے
و۔ اور	ہم۔ وہ	یعلمون۔ جانتے ہیں	اعد۔ تیار کیا
اللہ۔ اللہ نے	ہم۔ انکے لیے	عذاباً۔ عذاب	شدیداً۔ سخت
انہم۔ بیشک	سادہ برائے	ما جو	کانوا۔ وہ
یعملون۔ کیا کرتے تھے	اتخذوا۔ پکڑا انہوں نے	ایمانہم۔ اپنی قسموں کو	جنت۔ ڈھال
فصدوا۔ تور کا انہوں نے	عن سبیل اللہ۔ خدا کی راہ سے	قلم۔ تو ان کے لیے	تغفی۔ کام آئیں گے
عذاب عذاب ہے	مہین۔ سوا کر ڈالا	لن۔ ہرگز نہ	لا نہ
عنہم۔ ان کے	اموالہم۔ انکے مال	و۔ اور	شیثاً۔ کچھ بھی
اولاد۔ اولاد	ہم۔ ان کی	من اللہ۔ اللہ سے	ہم۔ وہ
اولئک۔ یہ لوگ	اصحاب النار۔ آگ والے ہیں	خلدات۔ سب سے	یبعثہم۔ اٹھائے گا انکو
فیہا۔ اس میں	خلدات۔ سب سے	فیملفون۔ تو قسمیں کھائیں گے	لہ۔ اس کے سامنے
اللہ۔ اللہ	جیمعا۔ سب کو	یملفون۔ قسمیں کھاتے ہیں	و۔ اور
کما جیسے	یملفون۔ قسمیں کھاتے ہیں	لکم۔ تمہارے سامنے	و۔ اور
یحسبون۔ سمجھتے ہیں کہ	انہم۔ وہ	علی۔ اوپر	شئی کسی چیز کے ہیں
الایخبردار	انہم۔ بیشک وہ	ہم۔ وہی	الکذبون۔ جھوٹے ہیں
استخوذ غالب آیا	علیہم۔ ان پر	الشیطن۔ شیطان	فانہم۔ تو بھلا دیا انکو
ذکر۔ ذکر	اللہ۔ اللہ کا	اولئک۔ یہ لوگ	حزب۔ لشکر ہیں
الشیطن۔ شیطان کا	الایخبردار	ان۔ بیشک	حزب۔ لشکر
الشیطن۔ شیطان کا	ہم۔ وہی ہیں	لغسوت۔ گھائے والے	ان۔ بیشک

الذین معہو	۱۔	یجادون مخالفت کرتے ہیں اللہ۔ اللہ کی	و۔ اور
رسولہ۔ اسکے رسول کی	اولئک یہ لوگ ہیں	فی بیچ	الاذلین ذلیل لوگوں کے
کتب لکھا	اللہ۔ اللہ نے	لاخلین ضرور غالب آؤنگا	انا میں
و۔ اور	دسلی۔ میرے رسول	ان بیشک	اللہ اللہ
قوی طاقتور ہے	عزیز غالب	لا۔ نہ	یقدا پائے گا تو
قوما کسی قوم کو جو	یؤمنون ایمان رکھتے ہوں	باللہ اللہ پر	و۔ اور
الیوم دن	الآخر پچھلے پر	یوادون دوستی رکھیں	من اس سے جو
حاد مخالفت کرے	اللہ۔ اللہ کی	و۔ اور	رسولہ۔ اسکے رسول کی
و۔ اور	لو۔ اگرچہ	کانوا۔ ہوں وہ	ابناء۔ باپ
ہم ان کے	ادیا	ابناء بیٹے	ہو۔ ان کے
ادیا	انخواتم بھائی لگے	ادیا	عشیوتم قبیلہ انکا
اولئک یہی لوگ ہیں کہ	کتب لکھا	فی بیچ	قلوبہم انکے دلوں کے
الایمان۔ ایمان	و۔ اور	ایدا مدد کی	ہو۔ ان کی
بروح۔ ساتھ روح	منہ۔ اپنی طرف کی سے	و۔ اور	یدخلہم داخل کرے گا انکو
جنت۔ باغوں میں کہ	تجہی۔ چلتی ہیں	من تحتہا۔ اسکے نیچے	الانہد۔ نہیں
خلدین ہمیشہ رہیں	فیہا۔ اس میں	رضی۔ راضی ہوا	اللہ اللہ
عنہ۔ ان سے	و۔ اور	رضوا۔ وہ راضی ہوئے	عنہ۔ اس سے
اولئک یہ لوگ ہیں	حزب۔ لشکر	اللہ۔ اللہ کا	الاجہدار
ان بیشک	حزب۔ لشکر	اللہ۔ اللہ کا	ہم۔ وہی ہیں
المفلحون کامیاب			

مختصر تفسیر اردو سورۃ مجادلہ رکوع سوم ۲۸ پ

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں

الذین توالوا قوما

غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ
مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلِفُونَ
عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا
غضب ہے وہ نہ تم میں سے نہ ان میں
سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

امام احمد نے اس حدیث کی تخریج کی ہے روانہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جالساً فی ظل حجرۃ من حجرۃ وعندہ نفر من المسلمین، فقال انکم
سیأتیکم انسان ینظر الیکم بعینی شیطان فاذا جاءکم فلا تکلموه فلم یلبثوا
ان ینظر علیہم رجل اُرزق فقال علیہم الصلوۃ والسلام حین راہ :
علامہ ترمذی و انت واصحابک فقال : ذرنی آتک بلہم فانطلق فدعاہم فخلعوا
فنزلت .

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں میں سے کسی حجرہ کے سایہ میں
تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی تو آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جلد ہی تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا جو تمہیں بالکل شیطان کی طرح
دیکھے گا پس جب وہ آئے تو تم اس سے گفتگو نہ کرنا ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک
نیلی آنکھوں والا شخص ان کے پاس نمودار ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھتے
ہی فرمایا تم اور تمہارے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو تو اس نے کہا ٹھہریے میں ان
کے ساتھ آپ کے پاس آتا ہوں پھر وہ شخص گیا اور انہیں اپنے ساتھیوں کو بلا لایا تو
انہوں نے قسمیں کھائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

رَأٰی الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا
تَعَجِیْبٌ مِّنْ حَالِ الْمُنَافِقِیْنَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْیَہُوْدَ وَ الْنَصَارَ
نِیَاصُوْنَ ثُمَّ یَنْقَلِبُوْنَ اِلَیْہِمْ اَسْرَارًا مُّؤْمِنِیْنَ ۔

منافقین کے حال پر بطور تعجب کے ارشاد ہے یہ وہ منافقین تھے جو یہودیوں
کو دوست رکھتے تھے اور ان کی خیر خواہی کرتے تھے اور مومنین کے راز انہیں پہنچاتے

تھے اور رسول اللہ ﷺ وآلہ وسلم سے خطاب ہے اے الم تنظر یعنی کیا آپ نے نہ دیکھا۔

(قوماً غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) لوگوں کو جن پر اللہ کا غضب ہے۔
وہم الیہود اور یہ یہودی تھے۔
رماہم منکم (وہ نہ تم میں سے نہ ان میں سے۔
(ولا منہم)

ماہم سے مراد الی الذین تولوا وہ لوگ ہیں جو یہود کے دوست اور بھی خواہ تھے یعنی منافقین منکم سے مراد معشر المومنین مومنوں کا گروہ ہے یعنی منافقین اس پر حکم لاگو نہیں ہوتا اور اغنیاء کے لئے مستحب تصدیق ہی ہے اس حکم کی ایک حکمت تو یہ تھی کہ فقراء حضور کے صدقہ کھائیں اور اغنیاء کو رغبت صدقہ ہو اور رفع حکم میں اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کیا خرچ کرو گے سبھی تو محبوب کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ بھی کھاتے ہیں بلکہ ہر نعمت ان ہی کے در کی خیرات ہے اور اگر تم بالغبت ہدیہ ایسا کرو گے تو اس سے بڑھ کر لوٹائے جاؤ گے، اور وہ بارگاہ ایسی عظیم کہ وہاں ”لا“ ہے ہی نہیں۔

(فَاقِمُْوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ) تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو یعنی تم سے امر صدقہ کی پیروی نہ ہو سکی تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، کیونکہ ذکر صدقہ کا بدل ہے اور نماز سے بڑھ کر نہیں اور زکوٰۃ فی نفہ صدقہ ہے جس کا مقصد ترکیہ نفوس ہے ان دونوں سے اس سستی کا ازالہ ہو جائے گا جو تم سے واقع ہوئی۔

(وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ) اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو (ای فی سائر الامور یعنی تمام احکامات جو دئے جائیں ان کی پوری پوری فرمانبرداری کرو اور انہیں خلوص سے بجالاؤ۔

(وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ) اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے ظاہر ا و باطن یعنی تمہارے ظاہر یا چھپے ہوئے سب کاموں سے باخبر ہے اور تمہیں اس ہی کے موافق جزا ملے گی۔

مومنوں کے گروہ سے نہیں ہیں وَلَا مَنَکُھُمْ سے مراد دواہی من اولئک القوم المغضوب علیہم یہود ہیں جن پر اللہ کا غضب ہے۔ یعنی منافقین یہود کے گروہ سے بھی نہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ منافقین کو دین کے ظاہر مقرر میں لیکن دوستی یہود سے رکھتے ہیں اور یہود کے دین کے منکر اور دشمنی میں یہود کے ہمنا۔ وہی خواہ ہیں لہذا دونوں سے نہیں بلکہ دونوں کے درمیان تذبذب کا شکار ہیں نہ مومن نہ کھلے کافر، دوغلے اور دورخے ہیں حدیث شریف میں ہے منافق کی مثال دو بکروں کے درمیان برہنہ بکری جیسی ہے دو کاٹنے والوں کے درمیان مذذب نہ معلوم ان دونوں میں سے کس کا تتبع کرے۔

(وَيُحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں یحلفون مضارع کا صیغہ ہے جو واضح کرتا ہے کہ قسم کھانے میں تکرار کرتے ہیں یعنی بار بار قسمیں کھاتے ہیں اور دانستہ طور پر ایسا کرتے ہیں یوں نہیں کہ وہ سچے ہیں بلکہ دوسروں کو بتانے کے لئے کہ ہم سچے ہیں حالانکہ انہیں علم ہے کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہے ہیں اور اپنے دعویٰ و بیان دونوں میں جھوٹے ہیں۔

أَعِدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا
إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب
تیار کر رکھا ہے بے شک وہ
بہت بُرے کام کرتے ہیں۔

(أَعِدَّ اللَّهُ لَهُمْ) اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے۔
بسبب ذلک اس سبب سے یعنی منافقوں کیلئے منافقت یہود دوستی اور
اہل سلام کی عداوت و مخالفت اور ان کی جاسوسی کرنیکی وجہ سے۔

(عَذَابًا شَدِيدًا) سخت عذاب نوعاً من العذاب متفاقاً
سخت بڑے اور دشوار عذاب کی ایک نوع جو انہیں نمتھنوں کے بل لائق ہوگا۔
(إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) بے شک وہ بہت بُرے کام کرتے
تھے۔

مَا اعْتَادُوا عَمَلَهُ وَتَمَرُّوا عَلَيْهِ

جوان کے برے کام اور زیادتیاں تھیں اور جس پر وہ ڈٹے رہے واضح مفہوم ہے کہ منافقوں کو ان کے کرتوتوں کے بدلہ میں سخت و دشوار عذاب لاحق ہوگا

اِتَّخَذُوا اٰیْمَانَهُمْ حَبَّةً

فَصَدَّ وَاعَتْ سَبِيلَ اللّٰهِ

فَلَهُمْ عَذَابٌ لَّهِیْمٌ

اِتَّخَذُوا اٰیْمَانَهُمْ

انہوں نے اپنی قسموں کو

القاجرة التي یحلفون بها عند الحاجة وہ بری اور گناہوں کی باتیں جن کے

لئے قسمیں کھا کر ضرورت کے وقت سچے بننے کی کوشش کرتے یعنی قسموں کی آڑ میں اپنی

کاروائیاں چھپا لیتے اور خود کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے حسن نے ایمان کو بڑھا

اس تقدیر پر معنی یہ ہونگے اس ایمان کی وجہ سے جس کا اظہار وہ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور خالص مومنوں سے کرتے اپنی کاروائیوں کو تحفظ دیتے کہ ہم تو

مومن ہیں ہم ایسا کیونکر کر سکتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں اور اس پر جھوٹی قسم کھاتے تاکہ

اعتبار قائم ہو۔

(جَنَّةٌ) دُھال وقایة وسترة عن المؤاخذة

بچنے کے لئے اور بطور آڑ کے یا سپر کے تاکہ مؤاخذہ نہ ہو سکے یعنی پکڑے نہ جائیں

اور یہ کہ اپنا جان و مال محفوظ رہے۔

(فَصَدَّ وَاعَتْ سَبِيلَ اللّٰهِ) تو اللہ کی راہ سے روکا۔

(فَصَدَّ وَاعَتْ) ای الناس یعنی لوگوں کو

(عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ) فی خلال امنہم بتشیط من لقواعن الدخول

فی الاسلام وتضعیف امن المسلمین عندہم۔

اپنی حیلہ سازیوں سے ان کے امن و امان میں خلل ڈالا اور جوان سے ملا سے

سلام میں داخل ہونے سے روکا اور اپنے نزدیک مسلمانوں کے معاملے کو کمزور

کیا ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو اپنے قتل سے روکا کہ اللہ کا راستہ ان ہی کے ساتھ قتال

بھی کفار و منافقین دوزخی ہیں اور انہیں دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے یعنی ان پر ایسا عذاب ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگا بلکہ عذاب پر مزید عذاب پاتے رہیں گے۔

یَوْمَ يَبْعَثُ اللَّهُ جَمِيعًا
فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ
لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ
عَلَىٰ شَيْءٍ ط إِلَّا إِنَّهُمْ هُمُ
الْكَاذِبُونَ ۝

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے
گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی
قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے ساتھ
کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ
انہوں نے کچھ نہیں کھاتے ہو بے شک
وہی جھوٹے ہیں

(یَوْمَ يَبْعَثُ اللَّهُ جَمِيعًا) جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا۔
یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ اٹھائے گا۔
(فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ) تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں
گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں۔
(يَحْلِفُونَ لَهُ) اے اللہ تعالیٰ یومئذ قائلین: واللہ ربنا ما کنا مشرکین ۝
یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور اس دن یہ کہیں گے بخدا اے ہمارے پروردگار ہم شرک کرتے
نہ تھے۔

(كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ) فی الدنیا انہم مسلمون مثلكم
جس طرح دنیا میں اہل ایمان سے قسمیں کھا کر کہتے تھے باور کراتے تھے کہ وہ انہی کی طرح
مسلمان ہیں۔

اور ہم بروز حشر بھی یونہی اللہ تعالیٰ کے حضور اسی طرح کہیں گے کہ ہم دنیا میں مخلص ہوئے تھے
(وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ط) اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا
(رَبِّ يَحْسَبُونَ) فی الآخرة یعنی آخرت میں سمجھیں گے۔
(رَأَاهُمْ تَبْلُكَ الْإِيمَانِ الْفَاجِئَةِ) اس جھوٹے اور جعلی ایمان کی وجہ سے

منافقین کے ساتھ) میں ہی مضمر تھا۔ اور ایک قول ہے (صدوا) لازم ہے اور اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فی الحقیقت قبولِ اسلام سے روکا جیسا کہ ظاہر ہے۔
(فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ) تو ان کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

وعید ثانی یوصف آخر لعدابہم وقیل : الاول عذاب القبر واما عذاب الآخرۃ .

یہ دوسری وعید ہے کہ اللہ کی راہ سے روکنے پر انہیں آخرت میں عذاب ہوگا اور ایک قول ہے پہلی وعید سے مراد عذابِ قبر اور اس سے (دوسری سے) مراد آخرت کا عذاب ہے جو ذلیل و رسوا کر نیا لا ہوگا۔

ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ
وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ
شَيْءًا وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ
هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ .

(لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْءًا)

ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے۔

یہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے اور یہاں منافقین کے احوال کا ذکر کر کے

ان پر واضح کیا گیا ہے کہ مال و اولاد جس پر انہیں ناز ہے اور زعم رکھتے ہیں کوئی بھی کام نہ دے گا اور عذابِ الہی سے نہ بچا سکے گا، سورہ آل عمران میں یہ آیت تکرار سے بتغیر الفاظ آئی ہے اور مفسرین کا قول ہے کہ وہاں یہ بنو قریظہ وغیرہ یہودی قبائل یا ابو جہل وغیرہ کے حق میں اتری جنہوں نے اسلام دشمنی میں کثیر مال خرچ کیا تھا اور اپنی اولاد پر زعم رکھتے تھے چونکہ منافقین بھی یہود و کفار کے دوست ہی خواہ تھے لہذا بعید نہیں کہ وہ بھی درپردہ اسلام دشمنی میں ہی ملن رکھتے ہوں اسی لئے ہے انہیں بھی بطور تہدید وعید شدید ہے۔

(وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ)

وہ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

(عَلَى شَيْءٍ) من جلب منفعة او دفع مضرة كما كانوا عليه في الدنيا
حيث كانوا يدفعون بها عن ارواحهم واموالهم وليستجرونها
فوائد دنيوية -

فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے یا اپنے سے ضرر کو دور کرنے کیلئے جیسا کہ دنیا کی
زندگی میں کرتے تھے اور جس کی وجہ سے (جھوٹی قسموں کی آڑ میں) اپنے مال و جان کو محفوظ
بناتے تھے اور انہی کے ساتھ دنیوی فائدہ حاصل کرتے تھے -

(إِلَّا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَذِبُونَ) سنتے ہو بے شک وہی جھوٹے ہیں -

البالغون في الكذب الى غاية ليس وراها غاية حيث تجاسروا
على الكذب بين يدى علام الغيوب وزعموا ان ايمانهم الفاحية
تورج الكذب لديه عن وجل كما تروجه عند المؤمنين -

ایسے جھوٹے کہ اس سے بڑھ کر جھوٹے ہونے کی حد نہیں کہ خداوند قدوس جو پوشیدہ
بھیدوں کا خوب جاننے والا ہے اس کے حضور بھی جھوٹ بولیں گے اور گمان کریں گے کہ ان
کے جھوٹے اور جعلی ایمان کا دروغ گوئی کے ذریعہ اللہ عزوجل کے حضور بھی اسی طرح بھرم (اعتبا)
قائم رہے گا جس طرح مومنوں کے ساتھ کارآمد ہو جاتا تھا -

واضح مفہوم یہ ہے کہ منافقین اپنی جھوٹی قسموں اور دروغ بے فروغ کو کارآمد سمجھیں گے
جبکہ ایسا خیال خام ہوگا اللہ تعالیٰ عالم الغیب، علیم بذات الصدور ہے لیکن ظالموں کی ڈھائی
اور بے حد دروغ گوئی کا یہ حال ہوگا کہ دنیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل
ایمان کے روبرو جھوٹ بولتے رہے اور روزِ حشر اللہ کے حضور بھی جھوٹ بولیں گے اور
سمجھیں گے کہ دنیا کی طرح داؤ چل جائیگا لیکن حقیقت میں خود کو دھوکہ دیں گے اور جہنم کے ابدی
عذاب اور رسوائی کا شکار ہوں گے -

ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں
اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے
گروہ میں مبتلا ہے بے شک شیطان

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ
فَانْهَكَهُمْ ذِكْرُ اللَّهِ ط
أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ط

الَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ
هُمُ الْخَسِرُونَ ۝

ہی کا گروہ ہار میں ہے۔
رَاٰسْتَحُوْذٌ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ ، ان پر شیطان غالب آگیا۔
ای غلبَ علی عقولہم بوسوسۃ و تنزیہہ حتی اتبعوہ فکان
مستولیا علیہم۔

یعنی ان کی عقلوں پر وسوسوں اور ان کو دلوں بھی بھگانے اور سہانے کے ذریعہ ان
کی عقلوں پر غالب آگیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کی پیروی کی پس وہ ان پر چھا گیا
یا مسلط ہو گیا، قاموس میں استحوذ کے معنی تقید السوق بالسرطیع کے ہیں یعنی جمع کر کے
یا اکٹھا کر کے تیزی کے ساتھ ہانکتا یا چلاتا جس طرح ساربان اڈٹوں کو ہنکاتا ہے۔
فَاَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط، تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔

فی معنی لم یملکنہم من ذکرہ عزوجل بعازیں لہم من
الشہوات فہم کلا ید کرو نہ اصلًا لا بقلوبہم و لا

بالسنتہم، مطلب ہے کہ شیطان نے شہوات و مرغوبات کو ان کے لیے اس قدر
سہانا اور دل فریب بنایا ہے کہ ان کے لیے اللہ عزوجل شانہ کا ذکر کرنا ممکن ہی نہیں رہا پس
وہ سرے سے نہ اپنے دلوں کے ساتھ اور نہ ہی اپنی زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتے
ہیں یعنی انہیں اس قدر غافل کر دیا ہے کہ وہ عذاب و عقوبت سے نہیں ڈرتے، اور انہیں
اس امر کا علم ہی نہیں کہ حق تعالیٰ ان کے اسرار کو بخوبی جانتا ہے۔

رَاُوْلٰئِکِی حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ط، وہ شیطان کے گروہ ہیں۔

ای جنودہ و اتباعہ یعنی شیطان کے لشکر اور اس کے پیروکار ہیں۔
رَاٰلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

گروہ ہار میں ہے۔

ای المومنون بالخسران الذی لا غایۃ و راعۃ حیث فوتوا
علی انفسہم النعیم المقیم و اخذوا بدلہ العذاب الالیم ۝

یعنی یہ لوگ گھاٹا و خسارہ اٹھانے والے ہیں ایسا خسارہ جس کی انتہا نہیں جسکی وجہ جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم ہو گئے اور جہنم کے ابدی عذاب میں پکڑے گئے اور شیطانی گروہ کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے دائمی بربادی و ہلاکت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ۔

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے
رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ
سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

رَأَى الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے
رسول کی مخالفت کرتے ہیں یعنی شیطان کے گروہ اور اس کی پیروی کرنے والے مراد کفار
و مشرکین اور منافقین وغیرہ۔

رَأَى الْأُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ) وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

(أُولَئِكَ) جن لوگوں کا پیچھے ذکر ہوا یعنی منافقین (فی الْأَذَلِّينَ) اولین و آخرین
سے جو اللہ نے پیدا کیا ذلیل ترین مخلوق میں شمار ہوں گے کہ ان سے زیادہ کوئی ذلیل
نہیں ان کی ذلت ان کے کرتوتوں اور ان کی دشمنی کے حساب و مقدار سے ہوگی اور اس
کی حد نہ ہوگی ظاہر ہے کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور اس کے مومنین بندوں
کے لئے ہے اور اللہ کریم کی عزت غیر متناہی اور بے انتہا ہے لہذا ان منافقوں کی ذلت
اسی مناسبت سے ہوگی جس سے بڑھ کر کوئی ذلت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کی انتہا ہوگی

اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب

آؤں گا اور میرے رسول بے شک

اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

كُتِبَ اللَّهُ لَا غَلْبَ لَنَا وَرَسُولِنَا

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ

(كُتِبَ اللَّهُ) اللہ لکھ چکا

ای ایشیت فی اللوح المحفوظ اوقفی وحکم

یعنی لوح محفوظ میں لکھ چکا یا فیصلہ فرما دیا یا علم فرما چکا۔

رَأَى الْأُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ) کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول

احی بالحقۃ والسیف یعنی عجت کے ساتھ اور تلوار کے ذریعہ واضح مفہم یہ ہے کہ غلبہ کی ایک صورت یہ ہوگی کہ دلائل و براہین سے منکروں کافروں کو عاجز کر دیں گے اور ایک صورت یہ ہے کہ رسول اور ان کے متبعین مومنین کفار پر جہاد میں غالب رہیں گے، اور یہ غلبہ واضح ہے جیسا کہ پیغمبروں کے تذکرہ میں گزرا کہ ان کے اعداء ہلاک ہوئے اور متبعین غالب رہے۔

قوم نوح، قوم لوط، قوم صالح اور دیگر اقوام کے قصوں سے یہ بات ثابت ہے۔ جہاد کی صورت میں بھی کفار مغلوب و مقہور رہے جیسا کہ عہد رس التماکب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غزوہ بدر و دیگر مشاہدات میں ہوا، یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جو حجت جہاد خالصاً لوجہ اللہ ہوگا اسی کے بارے میں یہ ارشاد ہے اس لیے کہ حق کا غلبہ امر قطعی ہے اور بمقابلہ حق باطل کا غلبہ ہو ہی نہیں

سکتا۔ ان الباطل کان زھوقاً اور اگر غلبہ کفار ظاہر ہو تو واضح رہنا چاہیے کہ ایسا جہاد میں کوتاہی اور اخلاص میں کمی کی وجہ ہوگا۔

وانتم الاعلون ان کنتم تاہم یہ غلبہ عارضی ہوگا دائمی غلبہ حق ہی کے لئے ہے غزوہ احد میں جو صورت پیدا ہوئی اس کے بارے میں محققین کا ارشاد یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف ہزیمت و شکست کی نسبت کرنا کفر ہے اور یہ اسی آیت سے مستفاد ہے۔

کیونکہ ان کا بار معاملہ خدا و رسول کی فرماں برداری میں تھا ایسا نہ ہوتا تو وَلَقَدْ عَفَا عَنْكَ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وارد نہ ہوتا اور یہی کافی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ بے شک اللہ قوت والا اور عزت والا

ہے۔

علی نصر رسولہ ولا یغلب علی مرادہ عزوجل

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی نصرت پر ایسی قوت رکھتا ہے کہ کوئی اس کے ارادہ

ومشیت میں نہ رکاوٹ ڈال سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔ لاریب تمام قوت و عزت اسی ہی کے لیے ہے۔

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے

نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنت ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ رِضَى اللَّهِ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ذَٰلِكَ الْفَرَقُ الْمُنْفَكُونَ ه

رَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

خطاب للنبي صلى الله عليه وآله وسلم او لكل احد يصلح له
 یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے یا ہر اس شخص سے جو اپنی
 غیر خواہی چاہتا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ
 شان ہی نہیں اور ایمان اسکو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا و رسول کے دشمنوں
 سے دوستی کرے یا رکھے کشاف میں ہے۔

ان من فرض غير الواقع واقعا محسوسا حيث نفى
 الوجدان على الصفة.

جو یہ فرض کرے کہ ایسا نہیں ہوا تو اس نے وجدان کی نفی کی کیونکہ اللہ نے
 شجذہ فرما کر صفت قوم بیان کی ہے یعنی مومن سے یہ امر ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ دشمنان
 خدا و رسول سے دوستی رکھے یا اس میں ان کی دوستی پائی جائے۔

”من حاد الله ورسوله“۔ سے مراد کفار ہیں اور بعض آثار میں فاسقین
 بھی اسی میں شامل ہے اور فاسقین سے ترک سوالات مشرکین و کفار ہی کی طرح ہے
 اور اس پر متعدد احادیث وارد ہیں ترمذی میں واثمہ سے مرفوعاً روایت ہے
 يقول الله تبارك وتعالى: وعربي لا ينال رحمتي من لم
 يوال اوليائي ويعاد اعدائي،

اللہ کریم فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم وہ میری رحمت ہرگز نہیں پائے
 گا جو میرے دوستوں سے محبت و دوستی نہ رکھے اور میرے دشمنوں سے بغض و
 عداوت نہ رکھے۔

امام احمد نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے
 ”اوثق الايمان الحب في الله والبغض في الله“

پختہ ترین ایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کیلئے محبت ہو اور اللہ ہی کے لئے عداوت
 ہو اس سے واضح ہوا کہ بے دینوں، بد مذہبوں اللہ اور اس کے رسولوں
 اور دوستوں کی جناب میں گستاخی، بے باکی اور جرات اور بے ادبی کرنیوالوں

سے مؤدت و اختلاط جائز نہیں،

وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی کنبے والے ہوں۔
وَلَوْ كَانُوا) اسی من حاد اللہ ورسولہ علیہ الصلوٰۃ

والسلام یعنی وہ جو اللہ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
مخالفت کرتے ہوں آبائہم کی تقدیم اس لئے ہے کہ اولاد پر ان کی (باپوں)
کی اطاعت لازم ہے اور یونہی دنیا میں ان کی مصاحبت و محبت معروف ہے
اور ان کے بعد بیٹوں کو ثانیاً ذکر کرنا ان کے ساتھ انتہائی تعلق کی وجہ سے کہ وہ ان
کے جگر پارے ہیں اور تیسرے نمبر پر بھائیوں کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ ان کے
مددگار ہوتے ہیں اور اقارب کنبہ والے، پر کلام کو ختم کیا ہے جس کا مطلب ہے
کہ برادری والے نہ صرف قابل اعتماد ہوتے ہیں بلکہ قوت و مدد کا باعث ہوتے
ہیں ابو رجانے عشاء رحم یعنی جمع کے ساتھ بھی قرأت کی ہو لیکن اہل ایمان کو قربت
اور رشتہ داری کا لحاظ نہیں ہوتا کہ اس وجہ سے خدا اور رسول کے مخالفوں
کے بارے میں نرم گوشہ رکھیں، اہل ایمان ان سب رشتوں کو قربان کر کے
اللہ و رسول کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں بخاری میں ہے کہ بروز بدر حضرت
ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے والد جراح کو قتل کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے اپنے حقیقی بیٹے عبدالرحمن کو بروز بدر دعوت مبارزت دی مگر حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی مشاورت کے لئے روک لیا اور اجازت نہ دی
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے یوم احد اپنے بھائی عبداللہ کو قتل کیا اور حضرت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام کو اور حضرت مولا علی
کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت عبیدہ بن حارث
بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو
قتل کیا جو قریبی رشتہ دار تھے اور مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت ان مومنین کے

حق میں نازل ہوئی۔

(أَوَلَيْكَ كِتَابٌ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانِ)
یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا۔

ای اثبت اللہ تعالیٰ فیہا

یعنی اللہ نے ان لوگوں کے دلوں میں جما دیا ہے گویا ان کے قلوب میں ایمان کا طرح جمع ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ یا ان کے قلوب نور ایمان کے اثبات سے جگمگا رہے ہیں یا قنادیل نوری ہیں اور ان کے قلوب پر شک آہی نہیں سکتا۔

(وَأَيُّدُهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ) اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی

(وَأَيُّدُهُمْ) ای قواہم یعنی انہیں قوت و مضبوطی عطا کی (بروح

منہ، والمراد بالروح نور القلب اور روح سے مراد قلب کا نور ہے جو اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اُس کے دل میں ڈالتا ہے جس سے طمانیت عروج اور تحقیق کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں۔

ایک قول ہے کہ مراد رحمت الہی ہے اور بعض نے کہا مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور یونہی ایک قول ہے بدر کے روز جبرائیل اہل فرشتہ اہل ایمان کی تائید و نصرت کے لیے نازل ہوئے۔

(وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا)

اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں یعنی آخرت میں ان پر یہ انعامات ہوں گے اور وہ ہمیشہ ہمیش ایسے باغوں میں رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور دائمی نعمتوں سے نوازے جائیں گے یہ ان کے ایمان و اخلاص کا ثمرہ ہوگا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

اللہ کریم کا ان سے راضی ہونا ان کے ایمان و اخلاص اور اطاعت کے سبب ہوگا۔

اور وہ اللہ کریم کی رحمت و کرم اور اخروی انعامات کے حصول پر اپنے پروردگار سے خوش ہوں گے۔

(اُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ) یہ اللہ کی جماعت ہے۔

تشریف لہم بیان اختصاص صہم بید تعالیٰ یہ ان لوگوں کی بزرگی و عظمت شان کے اظہار کے لئے فرمایا اس وجہ سے کہ وہ خلوص و للہیت کے ساتھ اپنے پروردگار کے دین کے مؤید اور اس کے احکام کے پابند تھے اور اسی نسبت سے حزب اللہ قرار دیئے گئے کہ غلبہ حق کے لئے طاغوتی قوتوں کے سامنے ڈٹے رہے یہاں تک کہ اس کے حضور پہنچے۔

(اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ع) ستارے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

بیان اختصاص صہم لیسعادۃ الدارین

یہ ان لوگوں کے لئے دونوں جہان کی خصوصی نوازشوں کے بطور خاص بیان کے لئے ارشاد ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ کی جماعت ہی دین و دنیا اور عقبی و آخرت کی جملہ کامیابیوں و کامرانیوں کو پانے والی ہے اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی مرج و تعریف ہے اور اللہ نے انہیں اپنا گروہ فرمایا ہے لہذا اس گروہ سے رائی برابر بھی بے رنجی و بے ہودگی بربادی ایمان و آخرت کا باعث ہے اور اللہ نے انہی کو کامیاب قرار دیا ہے جو انہیں ناکام جانے یا ان کے بارے میں سوچنی رکھے وہ نامراد ہے اللہ نے اس آیت میں انہیں نہ صرف نعمتوں کی بشارت دی ہے وعدہ فرمایا ہے بلکہ اپنی رضا اور ان کی رضا کا ذکر کر کے ان کے محبوبان بارگاہ ہونے کو قطعی فرمادیا ہے اور محبوبان بارگاہ اقدس کی عداوت اللہ سے اعلان جنگ ہے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِ اللَّهِ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ

(اے محمد اللہ سورہ مجادلہ کی تفسیر تمام ہوئی)

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ بمطابق ۲۷ جنوری ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ

مختصر تفسیر سورۃ الحشر پارہ اٹھائیس

سورۃ الحشر منیٰ ہے اس میں چوبیس آیات اور تین رکوع ہیں الباقی کا قول ہے کہ سورۃ کا نام سورۃ بنی النضیر ہے امام بخاری وغیرہ نے ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عباس سے کہا سورۃ الحشر تو انہوں نے کہا کہ سورۃ بنی النضیر کہو ابن حجر کا قول ہے گویا انہوں نے (عبد اللہ بن عباس) اس سورۃ کو سورۃ الحشر کے نام سے موسوم کرنے کو مکروہ جانا شاید اس لیے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور یہاں تو صرف بنی النضیر کا جلا وطن کرنا ہی مراد ہے۔

اس سورہ مبارکہ کی پچھلی سورۃ مبارکہ المجادلہ سے مناسبت یہ ہے کہ دونوں کے مضامین مشترک ہیں مجادلہ میں منافقین اور یہود اور ان کی روگردانیوں اور سرکشیوں کا ذکر ہے اور اس میں فقط یہود کا ذکر ہے تاہم منافقین کی معاونت بھی مشیر ہے المجادلہ کے آخر میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ لکھ چکا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔

سورۃ بنی النضیر میں یہودی قبیلہ بنی نضیر کی جلا وطنی اور سازشوں کے باوجود مغلوبیت روشن ہے کتاب المنازی میں ابن اسحق سے مروی ہے کہ بنو نضیر کا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ تو آپ سے اور نہ ہی آپ کے مخالفوں سے آپ کی حمایت میں لڑیں گے اور نہ ہی آپ کے مخالفوں کے ہمراہ آپ کے خلاف لڑیں گے۔ پس جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی تو بنو نضیر کہنے لگے یہی وہ نبی ہیں جن کی نعت توریت میں ہے اور ان کا علم کبھی سرنگوں نہ ہوگا لیکن غزوہ اُحد میں جب مسلمانوں کو زخم پہنچا تو وہ متذبذب ہو گئے اور شبہ میں پڑ گئے اور انہوں نے یشاق مدینہ کی خلاف ورزی کی اور اسے توڑ ڈالا۔

کعب بن الاشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچا اور کعبہ معظمہ کے نزدیک حلف اٹھایا کہ بنی نضیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف قریش کی مدد کریں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معاہدہ کی خبر دی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم صادر فرمایا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مردود کو داخل جہنم کیا بنو نضیر نے یہیم غداریاں کیں اور معاہدے کی پاسداری نہ کی، بنو نضیر نے آپ کی دعوت ارشاد سننے کے بہانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش دو مرتبہ کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے فضل سے محفوظ رہے اور آپ کو ان کے فاسداروں کی اطلاع ہو گئی اسی طرح غزوہ بیر معونہ سے واپسی پر عمرو بن امیہ خمری کے ہاتھ دو مقتولوں کی دیت کے سلسلہ میں جب آپ بنی نضیر کے ہاں پہنچے تو انہوں نے بلندی سے پتھر پڑھا کر آپ کے قتل کی سازش کی مگر حق تعالیٰ نے آپ کو اطلاع فرمائی اور محفوظ رکھا اور آپ ان کی مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور اس کے بعد محمد مسلمہ کو بلا کر انہیں بنی نضیر کے یہود کے پاس جا کر انہیں یہ حکم دینے کو کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیام دے کر بھیجا ہے کہ تم لوگ میرے شہر سے نکل جاؤ اور تمہیں صرف دس روز کی مہلت ہے۔

اس مدت کے بعد جو کوئی یہاں پایا گیا قتل کیا جائیگا یہ فرمان عالیشان سننے کے بعد یہود کو بہت فکر ہوئی اور وہ نکلنے کی تیاریوں میں مشغول ہوئے عبد اللہ ابن ابی نے ان کی بڑی دلجوئی کی اور انہیں دو ہزار سواروں کے ساتھ حفاظت کا یقین دلایا اور بنو قریظہ اور بنو عطفان کی امداد کا بھروسہ دلایا اور خوب کوشش کی مگر کعب بن اسد قرطی نے صاف انکار کر دیا اور کوشش کی کہ معاملہ طویل ہو، اللہ تعالیٰ نے سب کو ناکام کیا یہود مرعوب ہو کر جلا وطن ہوئے اور شام، اریحا اور خیبر کی طرف چلے گئے، اسی جلا وطنی کا ذکر اس سورہ مبارکہ کا موضوع ہے۔

سورة الحشر مدنیہ

اس میں تین رکوع پچیس آیتیں چار سو نپتالیس کلمے اور ایک ہزار نو سو تیرہ حروف ہیں۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاوۃ ترجمہ رکوع اول سورة الحشر ۲

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا
ظَنُّوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا وَكُنُوْا اَسْمَ مَا نَعْبُدُهُمْ
مُحْضُوْنَ مِنْ لَّدُنْهِ فَاَنصَبْهُمْ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ
لَمْ یَحْسِبُوْا وَقَدَّتْ فِی قُلُوْبِهِمْ
الرُّعْبَ یُخْرِیْوْنَ بَیْوَنَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ
وَإِیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاَعْتَبِرُوْا یٰ
أُولِی الْاَبْصَارِ

وَلَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْعِلَّاءَ
لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ
عَذَابُ النَّارِ

ذٰلِكَ بِاَنْهُمْ شَاقُّوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
وَمَنْ تُشَاقَّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ
الْعِقَابِ

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمْ وَّهَاقَاۤیِمَةً
عَلٰی اَصْوِلِهَا یَاۤذُنِ اللّٰهِ وَیُخْرِی الْفٰسِقِیْنَ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ سمانوں میں ہے اور جو
کچھ زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔
وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں
سے نکالا ان کے پہلے مشرک کے لیے تمہیں گمان نہ
تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے
انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے
پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے
ان کے دلوں میں رعب ڈالا کہ اپنے گھر ویران
کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو
عبرت لو لے نگاہ والو۔

اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا
تھا تو دنیا میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لیے
آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

یہ اس لیے کہ وہ تمہے اور اس کے رسول سے پھٹے
رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول سے پھٹا رہے
تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ
دیے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے

کہ فاسقوں کو رسول اکرم سے

اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے
تو تمہارے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور
نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں رکھ
دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا
ہے۔

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہ والوں
سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں
اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ
تمہارے اختیار کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تم
کو رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں
باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب
سخت ہے۔

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے
گھروں اور مالوں سے نکلے گئے اللہ کا فضل
اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد
کرتے وہی سچے ہیں۔

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر میں ایمان لایا ہے پہلے
گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف
ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت
نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جانوں
پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی
ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچا یا گیا تو وہی
کامیاب ہیں۔

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے
ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ
عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْلٍ وَلَا دَكَايِبَ ذَلِكَ اللَّهُ
يُسَبِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ
الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِينَ الْقُرَى
وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَالْبَنِ السَّبِيلِ
كُلٌّ لَا يَكُونُ دُولًا بَيْنَ الْأَعْيَانِ مِنْكُمْ
وَمَا أَتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوا وَكَأَمَّا
نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ
اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيُخَصِّرُونَ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ
وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ
قَبْلِهِمْ يُخَيِّطُونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا
يَجِدُونَ فِي صُدُوقِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
أَوْتُوا وَيُخَرِّجُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ
كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَيْئًا
نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا مِنَّا بَعْدَ مَا يَقُولُونَ
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ

کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل
میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے
ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان
رحم والا ہے۔

سَبَقُوا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ
فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا
إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ

حل لغات رکوع اول سورۃ الحشر

سَبَّحَ	پاکاں بولتا ہے	رَبُّهُ	اللہ کی
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کے	و۔ اور	
الْأَرْضِ	زمین کے	و۔ اور	
الْحَكِيمِ	حکمت والا ہے	هُوَ	وہ
الَّذِينَ	ان کو جو	كَفَرُوا	کافر ہوئے
مِنْ دِيَارِهِمْ	ان کے گھروں سے	مَنَـ	
و۔ اور		ظَنَنْهُمْ	گمان تھا تم کو
حَصُونَهُمْ	ان کے قلعے	ظَنُّوا	وہ بھی سمجھتے تھے
مِنْ حَبْتٍ	جہاں سے	مِنَ اللّٰهِ	اللہ سے
قَذَتْ	ڈالا	فِي يَدَيْهِ	ان کے ہاتھوں میں
يُخْرِجُونَ	خارج کرتے ہیں	بِيَدَيْهِمْ	اپنے ہاتھوں سے
أَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ	مومنوں کے ہاتھوں سے	أُولَى الْأَبْصَارِ	آنکھوں والو
أَنْ يَرَوْا	کہ	كُتِبَ	لکھا
الْمَجْلَادِ	جلاد و ملن ہونا	لَعَنَّا بِهِمْ	تو عذاب کرتا ان پر
و۔ اور		لَهُمْ	ان کے لیے
عَذَابٍ	عذاب ہے	النَّارِ	آگ کا
شَاقُوا	مخالفت کی	اللّٰهُ	اللہ

مَآ جُو
مَآ جُو
هُوَ وہ
الَّذِي وہ ہے جس نے
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہل کتاب میں سے
لَا قُلُوبَ واسطے پہلے
أَنْ يَرَوْا کہ
أَنْتُمْ کہ انکو
فَأَنبَأْتُمْ تُوایا ان کے پاس
يَحْتَسِبُوا گمان کرتے تھے
قُلُوبِهِمْ ان کے دلوں کے
بِأَيْدِيهِمْ اپنے ہاتھوں سے
فَاعْتَبِرُوا تو عبرت پکڑو
لَوْ لَا اگرتہ ہوتا
عَلَيْهِمْ ان پر
الَّذِينَ دُنْيَا کے
الْآخِرَةِ آخرت کے
بِأَنَّهُمْ پہلے کہ انہوں نے
رَسُولَهُ اس کے رسول کی

و۔ اور	من جو	یہ شاق مخالفت کرے	اللہ۔ اللہ کی
خان۔ تو بیشک	اللہ۔ اللہ	شدید سخت	العقاب۔ عذاب اللہ ہے
ما جو	قطعتم۔ کاٹے تم نے	من لیبتہ۔ کھجور کے درخت	او۔ یا
تو کھجور اٹھانے	ہا۔ ان کو	قائمتہ۔ کھڑے	علی۔ اوپر
اصولہا۔ اپنی جڑوں کے	فماذن۔ تو وہ حکم	اللہ۔ الہی سے ہے	و۔ اور
یعنی تاکہ رسوا کرے	الفاستقین۔ فاسقوں کو	و۔ اور	ما جو
افاء غنیمت دے	اللہ۔ اللہ	علی۔ اپنے	رسولہ۔ رسول کو
منہم۔ ان سے	فما۔ تو نہیں	اد جفتم۔ ڈوڑائے تم نے	علیہ۔ اس پر
من جیل۔ گھوڑے	و۔ اور	لا۔ نہ	رکاب۔ اونٹ
و۔ اور	لکن۔ لیکن	اللہ۔ اللہ	یسلط۔ غالب کرتا ہے
رسولہ۔ اپنے رسولوں کو	علی۔ اوپر	من جس کے	یشاء۔ چاہے
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	علی۔ اوپر	کل۔ ہر
شیء چیز کے	قدیر۔ قادر ہے	ما جو	افاء۔ غنیمت دے
اللہ۔ اللہ	علی۔ اپنے	رسولہ۔ رسول کو	من اهل القری۔ شہر
والوں سے	قللہ۔ تو اللہ کے لیے	و۔ اور	للمسول۔ رسول کے لیے
و۔ اور	لذی القری۔ قرابت والوں کے لیے	و۔ اور	و۔ اور
الیتی یتیموں	و۔ اور	للمسکین۔ مسکینوں کے لیے	و۔ اور
ابن السبیل۔ مسافروں کے لیے	و۔ اور	کی تاکہ	لا۔ نہ
یکون۔ ہو	دولتہ۔ مال	بلین۔ تمہارے	الاغنیاء۔ غنیوں کا
منکر۔ تم میں سے	و۔ اور	ما جو	انکم۔ دے تم کو
المسول۔ رسول	فخذوا۔ تو لو اس کو	و۔ اور	ما جو
نہمکو۔ رو کے تم کو	عنه۔ اس سے	فانہوا۔ تو باز آ جاؤ	و۔ اور
انفتوا۔ ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ
شدید سخت	العقاب۔ عذاب اللہ ہے	للفقراء۔ فقیر	المہجورین۔ مہاجرین کے لیے
الذین جو	اخرجوا۔ نکالے گئے	من دیار۔ گھروں	ہو۔ اپنے سے
و۔ اور	اموالہم۔ اپنے مالوں سے	یتغون۔ چاہتے ہیں	فضل۔ فضل

۵۔ اور	يُضَوُّنَا رُضًا مِّنْ دِي	۵۔ اور	مِّنَ اللَّهِ - الشُّكَا
رُسُولُهُ اس کے رسول کی	۵۔ اور	اللَّهُ - اللہ کی	يَبْقَاوْنَ - مدد کرتے ہیں
۵۔ اور	الصَّيْدَ قُوتَ سِجِّ	ہم وہی ہیں	أَوَّلِكَ - یہ
۵۔ اور	الدَّارَ - اس غھر	تہوؤں جگہ بنائی	الَّذِينَ - وہ جنہوں نے
يَجْبُوتَ پسند کرنے میں	پہلے	مِن قَبْلِهِمْ - ان سے پہلے	الْإِيمَانَ - ایمان میں
۵۔ اور	هَاجَرَ - حیرت کرتا ہے	الْكَرِيمَ - انکی طرف	مَنْ جُو
صُدُّوا سینوں	۵۔ اور	يُجَادُّونَ - پلتے	لَا نہیں
مُدُّوا - دیسے گئے	مِنَّمَا - اس سے جو	حُلُجَّةً - تنگی	هَمَّ - اپنے کے
أَنفُسِهِمْ - اپنی جانوں کے	یُؤْتِرُونَ - ترجیح دیتے ہیں	عَلَى - اور	۵۔ اور
بِهِمْ - اس میں	كَانَ - انکو	لَوْ - ہو	۵۔ اگرچہ
يُوقَى - بچایا گیا	مَنْ جُو	۵۔ اور	خَصَاصَةً - تنگی
ہم وہی ہیں	نَفْسِهِ - اپنے نفس کی سے	فَأَوَّلِكَ - تو یہ	شَمَّ - بخلی
جَامِدًا - آٹے	الَّذِينَ - وہ جو	۵۔ اور	لِلْفَلَحِ - کامیاب
رَبَّنَا - اے ہمارے رب	يَقُولُونَ کہتے ہیں	ہم - ان کے	مَنْ بَعْدَ - بعد
رِخْوَانَنَا - ہمارے بھائیوں کو	۵۔ اور	لَنَا - ہم کو	أَغْفَرَ - بخش دے
بِالْإِيمَانِ ساتھ ایمان کے	نَا - ہم سے	سَبَقُوا پہلے گزر گئے	الَّذِينَ جُو
۵۔ اور	يَجْعَلُ - رکھ	لَا نہ	۵۔ اور
أَمْنًا - ایمان لائے	لِلَّذِينَ - انکے لیے جو	قُلُوبَنَا - ہمارے دلوں کے	غَلَّا - کینے
رَحِمَ - رحم کرنے والا	وَقَدْ - جہاں ہے	رَبَّنَا - اے ہمارے رب	إِنَّكَ - بیشک

مختصر تفسیر اردو کو ع اول سورۃ بکھرپ

سُبْحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
رَسْمٌ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اللّٰہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ
میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور
وہی عزت و حکمت والا ہے۔)

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں
یعنی جاندار اور بے جان ہر کوئی اللہ کی پاکی بولتا ہے آسمانوں میں جیسے ملائکہ اور اجرام
فلکی وغیرہ اور زمین میں جاندار اور بے جان مخلوق سبھی اسی کا ذکر کرتے ہیں۔
رَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

یعنی عزت غلبہ اسی کے لئے اور اس کے تمام امور حکمتوں بھرے ہیں۔
هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ
كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ
أَوَّلَ الْحَشْرِ
مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا
وَوَلَّوْا أَلْهَمُوا مَا نَعْتَهُمْ
خَصَّوْنَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَلْهَمَ
اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ
يَحْتَسِبُوا أَوْ قَذَفَ فِي
قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ
يَخْرُجُونَ بِيَوْمِهِمْ
بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي
الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا
يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

رَهُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ
دِيَارِهِمْ وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو نکالا
رَهُوَ الَّذِي (وہی ہے یعنی اللہ کریم یہ اللہ تعالیٰ کی عزت و شان اور اس
کے حکیمانہ احکام کے بیان کے طور پر ارشاد ہے اور لا ریب وہ علی الطلاق عزت والا

وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں
کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے
پہلے حشر کے لئے ہتھیں گمان نہ تھا
کہ وہ نکلیں گے۔ اور وہ سمجھتے
تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ
سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم
ان کے پاس آیا جہاں سے ان
کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے
ان کے دلوں میں رعب ڈالا
کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں
اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں
کے ہاتھوں

تو عبرت لو

اے نگاہ والا

قہار اور حکمت باہر کا مالک ہے (اَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ) کافر کتابیوں سے مراد یہود ہیں جو بنو نضیر سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے مدینہ منورہ کے نواح میں قلعے تعمیر کر رکھے تھے اور پشتوں سے وہاں آباد تھے یہ بنو نضیر یہود خیبر کا بنو قریظہ کی طرح بہت بڑا قبیلہ تھے انہیں ”راکحین“ کہا جاتا تھا یعنی الکاہنان کیونکہ یہ دونوں قبیلے کاہن بن عارون کی اولاد سے تھے جیسا کہ ”بکر“ میں وارد ہے ایک قول ہے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کی اس جماعت کے ایک گروہ سے متعلق تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے انتظار میں مدینہ کے نواح میں ٹھہر گئے تھے (اَخْرَجَ) سے مراد بنو نضیر کا نواح مدینہ سے جلا وطن ہونا ہے —
(مِنْ دِيَارِهِمْ) ان کے گھروں سے، یعنی نواح مدینہ سے جہاں وہ آباد اور سکونت رکھتے تھے

(لَا اُولَ الْاَحْشَرِط) ان کے پہلے حشر کے لئے
لاہر توقيت کے لئے ہے یعنی پہلے حشر کی وقت، حشر کے معنی اکٹھا کرنا یا کسی گروہ کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ جمع کرنا ہے۔ یعنی یہ جلا وطنی ان لوگوں کا پہلا حشر ہے اور دوسرا حشر عہد فاروقی میں ہوا جب خیبر سے شام کی طرف نکلے گئے اور تیسرا حشر روز قیامت ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میدان حشر ملک شام میں ہوگا، کلبی کا قول ہے کہ اول حشر اس لیے فرمایا کہ یہود پہلی دفعہ حیرہ عرب سے جلا وطن کئے گئے بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آگ سب لوگوں کو سر زمین شام کی طرف ہٹا کر لے جائیگی (مَا ظَنَنْتُمْ) تمہیں گمان نہ تھا۔

اب مسلمانوں سے خطاب ہے ایہا المسلمون اے مسلمانوں تمہیں گمان بھی نہ تھا۔ (اِنَّ يَخْرُجُوا) کہ وہ نکلیں گے
لِسَيِّئَةِ بَايَسِمٍ وَمَنْعَتُهُمْ وَثَاقَةٌ حُصُونُهُمْ وَكَثْرَةُ عُدَّتِهِمْ وَعَدَّتُهُمْ۔

یعنی وہ مدینہ سے کیسے نکلیں گے اور تمہیں ان کے اس طرح جلا وطن ہونے کا خیال بھی نہ تھا کیونکہ وہ بہت جنگجو شکر اور طاقت ور تھے محفوظ قلعوں میں رہتے تھے اور ان کی تعداد بہت زیادہ تھی جاگیر دار مالدار تھے۔

(وَقٰتِلُوْا اٰتٰہُمْ مَا نَعْتَهُمْ حٰصُوْنَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ)

اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔

اٰیٰظَنُوْا اِنْ حٰصُوْنَهُمْ مَا نَعْتَهُمْ اَوْ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ بَاسِ

اللّٰهِ تَعَالٰی

یعنی یہود بنو نضیر یہ گمان کرتے تھے کہ ان کے مضبوط و مستحکم قلعے ان کو اللہ کی گرفت و عذاب سے بچالیں گے یا حائل ہو جائیں گے اور انہیں کوئی خطرہ ہی نہ تھا کہ اہل ایمان ان پر لشکر کشی کریں گے ان کے قلعے چار تھے جن کے نام براوت مشہورہ ”الکتیبہ“ ”الوطیع“ ”السلام“ ”النطاة“ اور بعض نے پانچواں الوضہ یا ”شقا“ بھی کہا ہے۔

(فَاٰتٰہُمْ اللّٰهُ مِّنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا)

تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔

(فَاٰتٰہُمْ اللّٰهُ) اٰی امرہ سبحانہ و قدرا عنوجل المتاح

لہم یعنی ان کی جلا وطنی اور اکھیرنا اللہ کے حکم سے ان کے لیے مقدر کر دیا گیا۔

(مِّنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا) جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔

ولم یخطر ببالہم یعنی ایسا خطرہ بھی ان کے دلوں پر نہ گزرا تھا جیسا کہ

سہی اور ابو صالح اور ابن جریج سے مروی ہے کہ ان کا سردار کبیر کعب بن اشرف قتل ہوا تو یہ انہی قوت کی کمزوری کا باعث ہوا اور ان کی شوکت گھٹ گئی اور ان کے دلوں سے سکون و طمانیت سلب ہو گئی اگر اتنا ہم کی ضمیر بنو نضیر کی بجائے مومنین کی طرف راجع سمجھی جائے تو معنی ہوں گے کہ مومنوں کو نصرت و تائید ایسی یوں پہنچی کہ وہ اس کا گمان بھی نہ رکھتے تھے۔

(وَقَدْ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرَّعْبُ) اور اس نے ان کے دلوں

میں رعب ڈالا قاموس میں ہے رعب خوف یا گھبراہٹ یا بدحواسی ان پر ڈال دی گئی اور ان کے دلوں پر چھائی ایک قول ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد وہ خوف میں مبتلا ہو گئے اور ان کا سکون لٹ گیا

(يُخْرِجُونَ بِيُوتِهِمْ بِأَيْدِيهِمُ وَالْمُؤْمِنِينَ)

کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں
لیسہ وایما نقضوا منها من الخشب والمجارية افواه
الاذقه ولثلا تبقى صالحة لسكنى المسلمين بعد جلا ثهم و
لنقلوا بعض الا انها المخبوب فيها مما يقبل النقل كالخشب
والعمد والابواب

تاکہ بیکار کر دیں ان گھروں سے وہ چیزیں جو ڈھائے گئے جسے لکڑی اور پتھر
جنہیں انہوں نے بکھیر دیا تھا تاکہ کوئی شے صحیح سالم باقی نہ رہے جو ان کی جلا وطنی کے
بعد مسلمانوں کی سکونت وغیرہ کے کام نہ آسکیں اور اس لیے بھی کہ وہ چیزیں جو انہیں
مرغوب ہوں اور قابل نقل و حمل ہوں ساتھ لا کر لے جائیں جیسے لکڑی کے بالے
شہتیر اور دروازے وغیرہ اور مسلمان اس لیے ڈھالتے تھے کہ میدان جنگ صاف
ہو جائے یا وسعت پیدا ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلحہ کے سوا تمام اشیاء کا اختیار دیا
تھا کہ جو لے جانا چاہیں لے جائیں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ) تو عبرت لو لے نگاہ والو۔

فَاتَعظُوا بِمَا جَرَى عَلَيْهِمْ مِنَ الْأُمُورِ الْهَائِلَةِ عَلَى وَجْهِ
لَا تَكَادُ تَهْتَدِي إِلَيْهِ الْأَفْكَارُ وَاتَّقُوا مَا شَرَّ مَا أَدَاهُمْ إِلَيْهِ
مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي، وَاعْبُرُوا مِنْ حَالِهِمْ فِي عَذْرِهِمْ
وَاعْتَمَادِهِمْ عَلَى غَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى - الصَّارِقَةُ سَبَبًا لِمُتَّحِرِبِ
بِيُوتِهِمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي أَعْدَائِهِمْ وَمَفَارِقَةُ أَوْطَانِهِمْ

مکرهین الی حال انفسکم فما تعولوا علی تعاضد الاسباب وتعتمدوا

علی غیرہ عزوجل بل تو کلو اعلیہ سبحانہ

پس تم نصیحت حاصل کرو اس سے جن تباہ کن معاملات سے وہ دوچار ہوئے جن کو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا اور جو کفر و معاصی کی وجہ سے ان پر مصیبت پڑی اس سے بچو اور ان کے بانیانہ طرز عمل اور غیر اللہ پر بے جا اعتماد و بھروسہ سے جو ان کی حالت ہوئی اس سے عبرت حاصل کرو یہ سب امور وجہ ہوئے کہ ان کے گھر بار ان کے اپنے ہاتھوں اور ان کے دشمنوں کے ہاتھوں برباد و تباہ ہوئے اور اپنے نہ چاہنے کے باوجود مجبوراً اپنے وطن سے جدا ہوئے پس تم اسباب کی قوت اور غیر اللہ پر اعتماد و بھروسہ رکھ کر ظلم و زیادتی سے بچو بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ پر توکل و بھروسہ رکھو تاکہ تم ان کی طرح ایسی صورت احوال سے دوچار نہ ہوئے بصیرت والو تمہارا لیے اس میں پند و موغلت ہے۔ ”فاعتبروا“ سے استدلال کیا گیا ہے کہ قیاس شرعی دلیل ہے اور فاعتبروا میں اعتبار کا حکم موجود ہے۔

وهو العبور والانتقال من شیء الی غیرہ۔ اور وہ کسی شے سے اس کے غیر کی طرف روایت کر کے یا لے جا کر تعبیر لینا یا سوچ و بچار کرنا یا جانچنا ہے اور قیاس میں یہی متحقق ہے کیونکہ اس میں اصل حکم سے فرع کی طرف انتقال ہوتا ہے جیسا کہ ابن عباس کا دانتوں کی دیت کے بارے میں قول ہے ”اعتبر حکمها بالاصابع فی ان دیتها متساویہ“ اس حکم کا اعتبار انگلیوں کی دیت کے بارے میں یہ ہے کہ دیت سب انگلیوں کے لئے یکساں ہو خاجی کا قول ہے اعتبار کا حکم جو اس آیت میں وارد ہوا وہ یہ ہے ”وهو رد الشیء الی نظیرہ بان یحکم علیہ بحکمہ“ یعنی وہ کسی شے کا اس سے مشابہ یا ملتی جلتی شے کی طرف لے لوٹانا تاکہ اس کے حکم پر فیصلہ دیا جائے۔

اور یہ الفاظ (سوچ، باریک بینی) اور قیاس عقلی و شرعی کو شامل ہے۔

وَلَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ

الْجَلَاءَ لَعَذَّبْنَاهُمْ فِي الدُّنْيَا ط

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ

اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان

پر گھر سے اجر ٹانکھ دیا تھا تو دنیا

ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان

کیلئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔
 (وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَائِ) اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر
 مگرے ابھڑنا لکھ دیا تھا۔

(كَتَبَ اللَّهُ) ای الاخراج والمخرج عن اوطانہم علی
 ذلك الوجه الفطیخ۔ اللہ نے لوح محفوظ میں نہ لکھ دیا ہوتا
 یعنی نکالنا یا ان کے وطن سے نکالنا اس ذلت و رسوائی کے ساتھ، واضح مفہوم یہ
 کہ اگر اللہ نے لوح محفوظ میں ان کی اس ذلت و رسوائی کے ساتھ جلا وطنی نہ لکھ دی
 ہوتی۔

(لَعَذَابُہُمْ فِي الدُّنْيَا) تو ضرور دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا۔
 بالقتل کا اہل بدر وغیرہم اور کما فعل سبحانہ بینی
 قریظہ فی سنت خمس اذا حکمتہ لولم یکتب الجلاء علیہم
 تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی عذاب فرماتا یعنی کفار بدر وغیرہ کی طرح قتل ہوتے یا جس
 طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے شہہ مجری میں بنو قریظہ کے ساتھ فرمایا جبکہ اللہ کی حکمت بالغہ
 ان کی وطن بدر میں نہ ہوتی (اللہ نے ان کے لئے یوں مقدر نہ فرمایا بعض علماء نے اخراج
 اور جلا میں فرق کیا ہے ماوردی کا قول ہے جلا وطنی نہیں ہوتی مگر جماعت کی البتہ اخراج
 منفرد اور جماعت دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

(وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ) اور ان کے لیے آخرت میں آگ
 کا عذاب ہے۔

اُمی انہم ان یخوامن عذاب الدنیا وهو القتل کاہم اشد
 علیہم وهو الجلاء لم یمنجوا من عذاب الآخرة
 یہ لولا کے جواب کے ساتھ غیر متعلق استناف ہے یعنی الگ جملہ ہے۔ اگر وہ دنیا
 کے عذاب سے جو کہ قتل ہے نجات پا گئے ہیں۔ (یعنی وقتی طور پر بچ گئے ہیں) اور وہ
 حکم ان پر بہت گراں ہے کہ وہ وطن بدر ہوئے تو اس سے وہ آخرت کے عذاب

سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔
 ذٰلِكَ بِاَنْتُمْ شَاقُّوَاللّٰهَ
 وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُشَاقِّ
 اللّٰهَ فَانَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
 الْعِقَابِ ۝

یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اس
 کے رسول سے پھٹے تو بے شک
 اللہ کا عذاب سخت
 ہے۔

(ذٰلِكَ) یہ اسی ما نزل بہم وما سینزل
 یعنی ذلت و سزا ان پر پڑی اور جو جلد ہی پڑنیوالی ہے۔
 (بِاَنْتُمْ) اس لیے کہ وہ بسبب انہم یعنی ان ہی کے باعث یا اس وجہ
 سے کہ وہ۔
 (شَاقُّوَاللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) اور اس کے رسول سے پھٹے رہے۔
 وَفَعَلُوْا مَا فَعَلُوْا مِنَ الْقَبَاحِ اور انہوں نے جو کچھ خرابی برائی و مخالفت
 ہو سکتی تھی وہ انہوں نے ڈٹ کر کی یا یہ مفہوم ہے کہ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی
 مخالفت اور ایذا رسانی پر تلے رہے۔

(وَمَنْ يُشَاقِّ اللّٰهَ) اور جو اللہ کی مخالفت کی
 وَلَا اِقْتَصَارَ عَلٰی ذٰکِرِ مَشَاقَّةِ عِزِّ وَجَلِّ لَتَفْنِهَا مَشَاقَّتُهٗ
 عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

یہاں اللہ عزوجل شانہ کی مخالفت پر ذکر کا اقتصاد کا مطلب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کی مخالفت بھی اسی ہی کے ضمن میں شامل ہے لہذا مفہوم واضح ہے کہ جو اللہ
 اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو یہی وہ امر ہے جو مخالفت کرنیوالوں کی عقوبت و سزا
 کا سبب ہے۔ جیسا کہ آگے فرمان عالیشان ہے۔

(فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ)

تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

چونکہ ان کی مخالفت بھی شدید تھی لہذا عقوبت بھی شدید ہے۔

جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں
پر قائم چھوڑ دیتے یہ سب اللہ کی اجازت
سے تھا اور اس لئے کہ فاسقوں
کو رسوا کرے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْتَةٍ أَوْ
تَرَكْتُمْوهَا قَائِمَةً عَلَى
أَصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ
الْفَاسِقِينَ ۝

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے جسے ابن اسحق یزید بن ہمام سے روایت کیا ہے کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر پر لشکر کشی کی تو بنو نضیر اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے
تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے باغ کاٹ ڈالنے اور انہیں جلا دینے کا حکم دیا اس پر انہوں نے
اُس کے رسول کے دشمن (بنو نضیر) بہت گبھرائے اور رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ
تمہاری کتاب میں اس کا حکم ہے اس پر مسلمانوں کی دو رائیں ہو گئیں ایک گروہ کا خیال ہوا کہ درخت
نہ کاٹے جائیں یہ درخت ”عجوة“ اور ”لون“ کے تھے ”عجوة“ کھجور کی بہت نادر اور قیمتی قسم تھی جب
کہ ”لون“ معمولی قسم تھی، عبد اللہ بن سلام جو درختوں کے کاٹنے پر مامور تھے وہ ”عجوة“ چھوڑ دیتے
اور لون کاٹ ڈالتے اور کہتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ یہ (عجوة) ہمیں بطور غنیمت عطا ہوگی اور ابولیلی
مازنی بھی جو درختوں کے کاٹنے پر مامور تھے وہ عجوة کے درخت کاٹتے اور انہوں نے کہا کہ یہ اس
لیے کاٹا ہوں کہ دشمنان اللہ و رسول رسوا ہوں اور وہ غیظ و غضب کی آگ میں جلیں تو اللہ نے
یہ حکم اتارا اور دونوں کو دوست قرار دیا اور فرمایا کاٹنا یا چھوڑ دینا اللہ ہی کے حکم سے ہے۔

(مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْتَةٍ) جو درخت تم نے کاٹے

(لَيْتَةٍ) حسن مجاہد، ابن زید، عمرو بن میمون اور راغب کے نزدیک ہی النخلۃ مطلقاً
یہ کھجور کا عام درخت ہے اور اس کی جمع الوان ہے اور یہ دیمتہ کے وزن ہے اور ل
مکسور ہے ابن عباس اور ایک جماعت کا قول ہے جو اہل لغت ہیں یہ عام کھجور کا درخت ہے
جب کہ عجوة نہ ہو۔

امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ عجوة ہے۔ (مَا قَطَعْتُمْ) جو تم نے کاٹے
تھے اور عجوة چھوڑ دیتے تھے۔

(أَوْ تَرَكْتُمْوهَا قَائِمَةً عَلَى أَصُولِهَا) یا ان کو جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے۔

ای البقیتموها کما کانت ولم تتعرضوا لها بشراً
یعنی تم نے انہیں باقی رکھا اسی حال پر جس پر وہ تھے اور تم نے ان سے کچھ بھی تعرض نہ کیا
(قطع و بریدہ کی) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عجمہ کے درخت چھوڑ دیے
تھے اس گمان غالب کے تحت کہ یہ قیمتی درخت اللہ کے فضل سے ہماری غنیمت نہیں گے
(قَبْلَئِنَّ اللّٰهَ) یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا۔

ای فذلک ای قطعها و ترکہا بأمر اللہ تعالیٰ الواصل الیکم
بواسطة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ارادته سبحانه و تعالیٰ
و مشیتہ عزوجل

یعنی یہ سب معاملہ یعنی درختوں کا کاٹنا یا چھوڑ دینا سب اللہ تعالیٰ کے حکم (اجازت و مرضی)
سے ہوا جو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے پہنچی یا اللہ پاک کے ارادہ
و مشیت سے ہوا کہ یہودیوں کی رسوائی ہو۔

(وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ) اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے
ای لیعن المومنین و لیخزى الفسقين ای لیذ لهم اذن
عزوجل فی القطع و التراک

یعنی ایمان والوں کو معزز کرے اور فاسقین (یہود بنو نضیر) کو رسوا و ذلیل کرے
یعنی اہل ایمان کو درختوں کے کانٹے یا چھوڑنے کی اجازت سے ذلیل کرے۔ اس آیت
کے تحت احناف کے نزدیک جائز ہے کہ کفار کے مکان ڈھائے جائیں یا ان کے کھیت
درخت اجاڑے جائیں یا انہیں آگ لگا دی جائے اور یہ اجازت ضرورت کے ساتھ مشروط
ہے کہ اس کے بغیر کفار پر غلبہ و تسلط کا گمان نہ ہو۔ امام شافعی کا مذہب یہ بھی یہی ہے کہ اگر
غلبہ یقینی ہو تو ایسا نہ کرنا مستحب ہے۔

اور جو غنیمت دلائل اللہ نے
اپنے رسول کو ان سے تو تم نے
ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے

وَمَا لِيَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ
مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ
عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِکَابٍ

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ
عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
رَوَّافًا اللَّهُ مَعَالَىٰ رَسُولِهِمْ
تھے اور نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے
رسولوں کے قابو میں دیدیتا ہے
جسے چاہے وہ اللہ سب کچھ کر سکتا
اور غنیمت دلائی اللہ نے اپنے

رسول کو ان سے ۔

یعنی ۔ کے معنی بہتر حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں بحر میں ہے کہ آفاء مضاف کے
معنی میں ہے یعنی لوٹا یا سورۃ البقرہ میں اس کی تفسیر آیت ایلا میں ہے فان فاء واقان اللہ
غفور الرحیم پس اگر وہ لوٹائیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے بیضاوی کا قول ہے
یہاں آفاء بمعنی ضیاع یعنی ملکیت پھیر دی ۔ منہم سے مراد بنو نضیر ہیں والمواد بمعنا
افاء سبحانہ علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہم اموالہم التي لقيت
بعد جلا ثہم والمراد باعادتها علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام متحویلہا الیہ
اور آفاء سے مراد حق سبحانہ، وقلے کا عطا کرنا ہے ان کے (بنو نضیر ان اموال سے جو ان کی
وطن بدری کے بعد باقی رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹانے سے
مراد انہیں آپ کی تحویل میں دینا ہے کہ جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں ۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے بنو نضیر کی ملکیت سلب کر کے سرور دو عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ کو ان کی ملکیت کا بطور خاص مالک و متصرف فرمایا ۔

فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ
تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ ۔

(اوجفتم) ”جیف“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سرعت السیر تیز رفتاری
بک خرام، ابن ہشام کا قول ہے ما اوجفتم سے مراد ہے حرکت و التعب
في السیر تمہیں کوئی بھاگ دوڑ یا کوفت مشقت نہ کرنا پڑی (من خیل) فرد امن
افراد الخیل یعنی تم میں سے کسی کو بھی گھوڑ سواری کی نوبت نہ آئی صرف دو میل کا فاصلہ
تھا سب لوگ پیدل ہی پہنچ گئے صرف سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری استعمال

کی، (وَلَا رِكَابَ) وَلَا يَرْكَبُ مِنَ الْإِبِلِ اور نہ ہی کوئی اونٹ پر سوار ہو کر پہنچا
یعنی کسی سواری کی نوبت ہی نہ آئی رکاب ہر نوع کی سواری کو شامل ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ جب مومنین کو کوئی تکلیف ہی نہ اٹھانا پڑی تو وہ اس کے کیونکر
حقدار ہوتے لہذا اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا اور مالک و مختار و متصرف فرمایا۔
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَسْطِرُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ (ط) ہاں اللہ اپنے رسولوں کو تابو دے
دیتا ہے جسے چاہے۔

”فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً“
تو یہ غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے خاص ہو گئی کیونکہ ان کیلئے مسلمانوں کو تنفیہ
سے نہ جنگ لڑنا پڑی اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی مشقت و کوفت اٹھانا پڑی، اللہ نے آپ کو اس
غنیمت کا مالک و متصرف کر دیا کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ حضرت امیر المومنین عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ سے بخاری و سلم میں مروی ہے۔

فَكَانَ يَنْفَقُ عَلَىٰ أَهْلِهِ مِنْهَا نَفَقَةً سَنَةً ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ
وَالْكَرَاعِ عِدَّةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غنیمت کا مالک و متصرف
تھے پس آپ اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ اسی طرح فرماتے تھے اور اس
کے بعد جو باقی رہ جاتا اس کو اللہ کے راستے میں جہاد کی تیاری (اسلحہ اور گھوڑوں کی خریداری)
و غیرہ میں لگا دیتے تھے۔

منہاک کا قول ہے کہ یہ غنیمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص تھی اور سنت
الہی پیغمبروں میں یونہی جاری رہی کہ وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے تسلط عطا فرماتا
ہے لہذا حضور ہی اس غنیمت کے مالک و متصرف تھے کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مال میں سے صرف مہاجرین کو عطا کیا اور انہیں میں بانٹ
دیا اور انصار میں سے کسی کو کچھ عطا نہ فرمایا سوائے تین اشخاص کے جو فقیر اور عاجز تھے
وہ ابو دجانہ سماک بن خزشہ، سہل بن حنیف اور عرث بن الصمہ تھے ابن ہشام نے عرث
بن الصمہ کا ذکر نہیں کیا البتہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کو

ابن ابی اہیق کی تلواری عطا کی
 رواللہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیرؑ اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔
 فیفعل ما یشاء کما یشاء تاراً علی الوجہ المعسورۃ و آخری
 علی غیرہا۔

پس وہ جو کچھ چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے خواہ ظاہری ذرائع کے ذریعے یا
 بغیر ظاہری ذرائع کے یعنی بلا واسطہ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ
 مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ
 وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ
 وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ
 السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ
 دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ
 مِنْكُمْ وَمَا تَكْمَلُ
 الرُّسُولُ فَتُخَذَ لَهُ وَمَا
 نَهَاكُمْ عَنْهُ فَأْتُوا
 وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ
 شَدِيدُ الْعِقَابِ۔

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے
 رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ
 اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں
 اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں
 کے لیے کہ تمہارے اغنیاء کامل
 نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں
 رسول عطا فرمائیں وہ لے لو
 اور جس سے منع فرمائیں باز
 رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک
 اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ)
 جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے۔

بیان حکم ما افاء اللہ تعالیٰ علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 والہ وسلم من قری الکفار علی العموم بعد بیان حکم ما افاء
 من نبی نضیر کما رواہ القاضی ابویوسف فی کتاب الفلاح عن
 محمد بن اسحق عن الزہری عن عمرو بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بنو نضیر کے اموال غنیمت کے بیان کے بعد ان غنائم کے حکم کا عمومی بیان ہے جو اللہ نے اپنے رسول کو کفار کی بستیوں سے دلائے جیسا کہ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں محمد بن اسحق سے بواسطہ امام زہری اور حضرت عمر خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

یہ جملہ پچھلے جملہ پر عطف نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں الگ الگ غنیمتیں نہیں ہاں اس جملہ میں اہل القریٰ سے مراد کفار کی بستیاں ہیں اور یہ بنو نضیر کو بھی شامل ہے لہذا مفسرین کے نزدیک یہ جملہ پہلے جملہ کا بیان ہے اور انصار کو اموال بنو نضیر سے چھوڑ دینے پر شبہ ڈالتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انصار نے ایشارے سے کام لیا اور اپنا حق ماہر کے لئے چھوڑ دیا تاہم بعض مفسرین نے اس قول سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا کہ پہلی آیت فقط اموال و غنائم بنو نضیر کے بارے میں اتری اور اللہ نے اپنے رسول کو اس پر مسلط کیا اور ان کے لئے خاص فرما کر مالک و متصرف فرمایا اور یہ آیت ہر اس بستی کی غنیمتوں کے بارے میں ہے جسے مسلمان بزر و شمشیر حاصل کریں۔

احل القریٰ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنو قریظہ، بنو نضیر و ندک، عرینہ اور خیبر کی بستیاں مراد ہیں اس آیت میں مال فے کی تقسیم کا بیان بھی ہے تقسیم فے اور تقسیم غنائم میں بدیہی فرق ہے فے وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال کے حاصل ہوا اور غنیمت وہ مال ہے اصلی کفار عربی سے قتال کے ساتھ حاصل ہو۔

مال فے کی تقسیم اللہ کے رسول کی مرضی پر موقوف اور یونہی آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی صواب دید پر ہے اور یہی قول جمہور علماء شافعیہ و احناف وغیرہ کا ہے۔
(فَلِللّٰهِ وَ لِلرَّسُولِ) تو اللہ اور رسول کے لئے۔

ابن عباس اور حسن بن محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ اللہ کے ذکر سے افتتاح میں و برکت کے لیے ہے کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کیلئے ہے اور رسول کے ذکر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غائت درجہ تعظیم اور رفعت شان ہے اس لیے سہمہ سبحانہ و سہمہ رسولہ واحد کہ خدا اور رسول کا حصہ

ایک ہی ہے یعنی جو خدا کا حصہ ہے وہ اس کے رسول ہی کا حصہ ہے اور خدا و رسول کا حصہ متفرق نہیں بلکہ ایک ہے۔ ابو العالیہ کا قول ہے سہم اللہ تعالیٰ ثابت یصرف الی بناء بیتہ و ہوا لکعبۃ المشرفہ کہ اللہ کا حصہ ثابت ہے یعنی اپنی جگہ الگ ثابت ہے اور اس کا مصرف اس کے گھر یعنی کعبہ معظمہ کی تعمیر و عیزہ ہے اور یونہی دوسری مساجد بھی اس کا مصرف ہوں گی۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ کا حصہ الگ ہے تو یہ چھ حصے ہوتے اور یہ سلف سے جو منقول ہے یعنی خمس کے خلاف ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پانچوں حصوں میں سے پانچواں حصہ رکھتے تھے اپنے ظاہری زمانہ حیات میں بھی پانچواں حصہ ہی لیتے تھے اور اسے اپنی ذات مبارکہ عیال اور بعض بیویوں کے سالانہ ضرورتوں پر خرچ فرماتے اور جو بچتا اسے مسلمانوں کی فلاح کیلئے خرچ کر دیتے، ہمارے احناف کے نزدیک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد یہ ساقط ہو گیا اور خلفاء کرام کی صوابدید پر ہو گیا۔

لأن الحكم معلق بوصف مشتق وهو الرسول کیونکہ حکم مشتق و وصف کے ساتھ متعلق اور وہ رسول ہے جو رسالۃ سے مشتق ہے یعنی رسول کا مادۃ اشتقاق رسالۃ ہے اور آپ کے بعد یہ علت کسی میں موجود نہیں۔ لہذا خلفاء مجاز ہوئے کہ مذکورہ حصہ داروں میں سے جس کو چاہیں عطا کریں۔

(وَلِذِي الْقُرْبَىٰ) اور رشتہ داروں

والمراء بذی القرطی قرابتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

والمراء بہم بنوہا ششم و بنو المطلب

اور قرابت داروں سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں سے مراد بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں میں حصہ رکھا اور دونوں کے بھائیوں کی اولاد جیسے عثمان اور نوفل کو حصہ دار نہ کیا، آپ کا ارشاد گرامی ہے ”نحن و بنو المطلب شیء واحد“ ہم اور بنو المطلب ایک ہی ہیں۔ شوافع کا قول ہے کہ اس حصہ میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے غنی و فقیر لوگ

بھی یکساں ہوں گے یعنی مشترک ہوں گے جیسا کہ آیت کریمہ کا اطلاق ہے اور جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کو عطا فرمایا حالانکہ وہ غنی تھے۔

امام احمد کا قول ہے کہ تقسیم کا معاملہ امام کی رائے پر معروض ہے اگر چاہے ان کے درمیان بانٹے اور اگر چاہے بعض کے سوا بعض کو دیدے اور اگر چاہے تو ان کے عزیز کو دیدے اگر اس کا معاملہ ان کے معاملہ سے زیادہ اہم ہو۔ مرنی اور ثوری کا قول ہے مرد اور عورت حصہ میں برابر ہوں گے۔ ہمارے نزدیک (احناف) ذوی القربیٰ بنی ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے مگر یہ کہ ان کے لیے کوئی مستقل حصہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ مطلقاً دیے جائیں گے اور صرف ان کے مسکین و یتامیٰ و مسافر دیے جائیں گے کہ ان کا بھی یتامیٰ مسکین اور مسافروں میں اندارج ہے ہاں وہ ان اضاف میں سے اپنے سے علاوہ (اعتبار پر) فوقیت دے جائیں گے۔ مقدم ہوں گے اور یہی وجہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم ان کے لیے کوئی مخصوص حصہ نہیں نکالتے تھے اور صرف خمس کو تین حصے فرماتے تھے یتامیٰ کا حصہ مسکین کا حصہ اور مسافروں کا حصہ اور مولاعلیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے دور خلافت میں اس کے بالکل خلاف نہ فرمایا باوجودیکہ وہ مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے اور احتمال یہی ہے کہ انہوں نے خلفاء ثلاثہ کے رائے کے مطابق رجوع کر لیا ہو اگر ان کے نزدیک ایسا صحیح تھا، ہمارے بعض اصحاب نے مختار رکھا کہ آیت مذکورہ مصارف پانچ ہیں جس کا مطلب ہرگز نہیں اس کا مصرف سب کے لیے ہو سوائے ان کے جن کا استحقاق ہے یعنی واقع مستحق ہیں پس جائز ہو گا کہ صرف ایک ہی نصف پر اقتصاد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سارا خمس اکیلے مسافروں ہی کو دیدیا جائے۔

(وَالْيَتَامَىٰ) اور یتیموں

والمراد بالیتامیٰ الفقراء منهم قال الشافعية: الیتیم هو صغیر لا أب له وان کان له جد ولی شرط اسلامہ و فقرہ او مسکنۃ علی المشہور۔

اور یتامیٰ سے مراد ان میں سے فقرا رہیں شوافع کا کہنا ہے یتیم وہ ہے جو کم سن ہو اور اس کا باپ نہ ہو اگرچہ اس کا دادا بھی ہو اور اس کا مسلمان اور فقیر ہونا مشروط ہے یا اس کی غریب کا پستہ ہو (مشہور ہو)۔
 (وَالْمَسْكِينُ) اور مسکینوں، جس کے پاس مال وغیرہ کچھ نہ ہو اور غریب و فقیر یا حاجت مند ہو

(وَابْنُ السَّبِيلِ) اور مسافروں کے لئے، جس کے پاس اگرچہ وطن میں مال ہو مگر سفر میں یہ صورت نہ ہو، یعنی بحالت سفر مال نہ رکھتا ہو یا ضرورت مند ہو

(كُلٌّ لَا يَكُونُ دَوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ) کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے۔

تعلیل للتقسیم، تقسیم کے یہ تعلیل ہے یعنی ایسا نہ ہو برابر اور فقر اور نقصان میں رہیں، عربوں کے ہاں زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ عنینت کے اموال سے ایک چوتھائی سردار لے لیتا اور باقی قوم کے لئے چھوڑ دیتا جس میں سے مالدار لوگ زیادہ ملے جلتے اور غریبوں کے لئے بہت تھوڑا رہ جاتا۔

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اسی طرح بانٹنے کو کہا تو اللہ نے تقسیم کا مکمل اختیار اپنے رسول کو تفویض فرمادیا اور تقسیم کا طریقہ بیان فرمادیا اور اسے رسول کی مصلحت و مرضی پر موقوف فرمایا تاکہ یہ تقسیم صرف تو نگروں میں نہ رہے بلکہ سب مستحقوں کو ملے اس ٹکڑے میں ارتکاہ دولت اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے بارے واضح تردید ہے جو اسلام کے نظام اقتصادی واضح کرتی ہے جس میں تو نگروں کی اجازہ داری کی مذمت ہے۔

(وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوا) اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو
 ای ما اعطاکم من الفیء — لاندہ حقکم الذی
 احله اللہ تعالیٰ لکم

یعنی جو کچھ تمہیں اموال نے سے عطا کریں وہ لو اس لئے کہ اللہ نے اسے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔

وَمَا ذَلِكُمْ عَنْهُ فَاَتَتْهُوْا اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔
 اسی عن اخذہ منہ یعنی آپ سے اسے لینے سے باز رہو مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اموال نے سے نہ عطا فرمائیں تو تم اس کے لئے حرص نہ کرو (فاتھوا) عنہ یعنی جس امر سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ سے ڈرو

فی مخالفتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہ کرو اور آپ کے احکام کی بجا آوری میں سستی نہ کرو۔

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے

فیعاقب من یخالفہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے گا اس پر عذاب ہوگا۔
 اور یونہی جو مال غنیمت میں سے حقداروں کے سوا طمع کر لیا تو یہ بھی گویا نافرمانی ہی ہے جو موجب عقوبت ہوگی۔

اس آیت کو اموال نے کے ساتھ خصوص پر محمول کیا گیا ہے اور حسن سے مروی ہے کہ قرینہ یہاں یہی ہے کہ یہ آیت اموال نے کے بارے میں خاص ہوا و رکشاف میں ہے۔ والا جود ان تکتون عامة فی کل ما امر کہ عموم الفاظ کے پیش نظر ہر آیت ہر اس حکم کے لیے عام ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کیونکہ ہر امر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب ہے خواہ اوامر سے ہو یا نہی سے۔

اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے پوچھو جو تم چاہو میں تمہیں اللہ کی کتاب اور سنت رسول سے خبر دوں گا تو عبد اللہ بن محمد بن ہارون

نے کہا ”مَا تَقُولُ فِي الْحَمْدِ لِقَتْلِ النَّبِيِّ“ آپ اس محرم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو زہور بھڑ کو مار ڈالے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور ہم سے سفیان بن عیینہ بروایت خذیفہ بن الیمان سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کی پیروی کرو جو میرے بعد میں یعنی ابو بکر و عمر اور سفیان بن عیینہ نے عمر بن کدام سے انہوں نے قیس بن مسلم سے انہوں نے طارق بن شہاب سے اور انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے بیان کیا کہ حضرت عمر نے بھڑ (زہور) کو مارنے کا حکم دیا۔ اسی طرح ابن مسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی اسد کی ایک بی بی کو گدولنے والی عورتوں پر لعنت کے بارے میں اسی آیت سے استدلال فرمایا۔

أَنْ فِئْرَ هَجْرَتِ كَرْنِیَاوَلْ كِلِیْے ھُو
اِیْنِے گھروں اور مالوں سے نکلے
گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا
چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد
کرتے وہی سچے
ہیں۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ
أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
أَمْوَالِهِمْ يَتَخَوْنَ ضَلًّا
مِّنَ اللَّهِ وَرَضَوْنَا
يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

(لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے

زمعشری کا قول ہے : بدل من قوله تعالى : (لَّذِي الْقُرْبَى) یہ جملہ اللہ کے قول سے بدل ہے اور اس پر معطوف ہے اور جس نے کہا یہ جملہ ”لِللّٰهِ وَلِلرَّسُولِ“ سے بدل نہیں ہے اور جو اس کے بعد ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اللہ نے اپنے محبوب کو فقرا سے یہ کہہ کر نکال لیا ہے يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لفظ فقیر سے موسوم کرنا شدید سوء ادبی ہے وگرنہ رسول کا اپنی مدد کرنا لازم آئے گا جو درست نہیں لہذا للفقراء سے مراد وہی لوگ ہیں جن کی تفصیل پچھلی آیت میں گزری (الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَآمَوَالِهِمْ) جو اپنے گھروں اور مالوں

سے نکلے گئے۔

حیث اضطرهم كفار مكة واحوجوهم الى الخروج فخرجوا منها وهذا وصف باعتبار الغالب وقيل : كان هؤلاء عمانه رجل كفار مکہ نے ان کو وہاں مضطرب کر دیا تھا اور انہیں گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا پس وہ گھروں سے جبراً نکلے اور یہ وصف غلبہ کے اعتبار سے ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کل سو شخص تھے اس آیت کے تحت امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافر کو مالک قرار دیا جائیگا اگر وہ مسلمان کے مال پر دار الکفر میں قبضہ کر لے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے لفظ فقیر بولایا ہے اور فقیر وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت وغیرہ کچھ نہ ہو البتہ امام شافعی اس کے قائل نہیں اور احادیث اس باب میں متفرق و مختلف ہیں تاہم فسح مکہ کے روز جیسا کہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عقیل بن ابی طالب کے قبضہ کو تسلیم کر لیا تھا واللہ اعلم۔
(يَلْتَمِعُونَ فَضْلًا مِنْ اللَّهِ وَرِضْوَانًا) اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے۔

ای طالبین منہ تعالیٰ رزقاً فی الدنیا ومرضاتاً فی الاخرۃ وصفوا اولادہما یدل علی استحقاقہم للنفی من الاخراج من الدیاء والاموال وقید ذلک ثانیاً بما یوجب تفخیم شأنہم ویؤكدہما یدل علی توکلہم التام ورضاہم بما قدرہ الملک العلوم یعنی اللہ تعالیٰ سے دنیا میں رزق اور آخرت میں رضاؤں کے طلب کرنے والے ہیں اور پہلے ان کے دیار و اموال سے جبراً نکلے جانے کا ذکر فرما کر ان کی توصیف فرمائی جو ان کے اموال سے ان کے استحقاق پر دلالت کرتی ہے اور پھر دوبارہ اس وصف سے مقید کیا ہے جو ان کی عظمت اور جلالت شان کی مقتضی ہے اور اس سے مؤکد ہوتا ہے کہ وہ لوگ بکمال متوکل اور اللہ کریم نے جو ان کے لئے مقدر فرمایا اس پر غایت درجہ راضی ہیں اور ایک قول ہے کہ ثواب آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔

(وَيُصِرُّونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ) اور اللہ و رسول کی مدد کرتے۔

یہ یَلْتَمِعُونَ پر عطف ہے اور وہ ان لوگوں کی مقدرہ حالت ہے ای ناوین لنصرۃ اللہ ورسولہ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی نصرت و تائید دل و جان و مال سے کرتے ہیں۔
(وَأُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ) وہی سچے ہیں۔

(أُولَئِكَ) الموصوفون بما ذكر من الصفات الجلیله یعنی جو صفات جلیله مذکور ہوئے ان کے

موصوف (مہاجرین)

(هُمْ الصَّادِقُونَ) ای الحاملون فی الصدق فی دعواہم الا یمان یعنی وہ اپنے دعویٰ ایمان کامل پہ ہیں اور پہے مخلص و مومن ہیں قتادہ کا قول ہے کہ مہاجرین ہی تھے جنہوں نے اللہ و رسول کی محبت میں وطن، گھر بار مال و دولت، کنبہ و قرابت کو چھوڑا اور سلام کو قبول کیا اور ہر قسم کی سختیاں مصائب و شدائد جیلے محض اس وجہ سے کہ وہ مومن تھے اور ان کی حالت یہ ہوئی کہ بھوک برداشت کرنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھے اور موسم سرما غاروں میں سر پھپھاتے اوکھڑا نہ ہونیکا تدارک کرتے یا کڑے کھود کر ان میں پناہ لیتے، میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ امت میں افضل ترین مومن تھے اور اہل ایمان کا ہر اول دستہ تھے جو ایمان و استقلال کا کوہ و قار تھے جن کے صبر و ثبات کی نظیر نہیں جن کی زندگی کا خلاصہ اللہ و رسول کی محبت و رضاعتی اور فقط اسی ہی کے مشاق تھے اور ان کے قلوب انوار اللہ سے ایسے روشن تھے کہ ماہتاب آفتاب کی چمک ان کی کرن کو نہ پہنچ سکے عشق رسول میں قفا اور مقام رضا میں مستغرق تھے۔ حدیث شریف میں کہ یہ مہاجرین اختیار سے چالیس برس قبل جنت میں داخل ہوں گے اور بعض اصحاب تفسیر اس آیت سے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال کیا ہے جو کوئی مہاجرین مومنین کے ایمان میں شبہ رکھے یا ان کو معاذ اللہ سچا نہ جانے بلاشبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر
اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھے
میں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر
کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی عتاب
نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے او
اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں
اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے
نفس کے لالچ سے بچا یا گیا تو وہی
کامیاب ہیں۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ
مِنْ قَبْلِهِمْ يَجْعَلُونَ مَنْ هَاجَرَ
إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُ قَرْفًا فِي
صَدْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
أَوْكُوا وَتَوَشَّوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط
وَمَنْ يُوقِ شَمْعَ نَفْسِهِ فَاُولَئِكَ
هُمْ الْمُفْلِحُونَ

(وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ) اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا۔

الاکثرون على انه معطوف على المهاجرين والمراد بهما الانصار والتبوء النزول في المكان، ومنه المبالغة للمنزل ونسبة الى الدار والمراد بها المدينة ظاهر۔

یعنی ان میں سے اکثر لوگ کیونکہ وَالَّذِينَ میں واو مہاجرین پر عطف ہے اور اس سے مراد انصار ہیں تبوء سے مراد مکان مقیم ہونا ہے اور اس سے قرار گاہ کی طرف اشارہ ہے اور اس کی نسبت دار (شہر مکان) سے ہے اور اس سے مراد مدینہ منورہ ہے جو دارالہجرت ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے وہ لوگ جو کہ دارالہجرت میں مقیم رہے اور ایمان پر قائم اور ڈٹے رہے اور ایمان سے مراد بھی مدینہ منورہ ہی ہے اور بعض نے کہا کہ انصار مدینہ چونکہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے لہذا ایمان کو ان کا قرار گاہ بنایا اور ان کی اس طرح توصیف فرمائی کہ وہ لوگ جنہوں نے مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنالیا اور سلام لئے اور مدینہ منورہ کے اسماء جلیلہ میں سے ایک مبارک نام دارالایمان بھی ہے حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا والذی نفسی بید لا ترتبھا المومنۃ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے خاک مدینہ مومن ہے اور توریت میں اس شہر پاک کا نام مومنہ ہے یہی وہ شہر پاک ہے جہاں سے ایمان کے احکام نکلے ہیں اور شعائر اسلام کا مرکز بھی یہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سارے شہر تلوار سے فتح ہوتے ایک مدینہ ہی تو ہے جو قرآن سے فتح ہوا ہے لہذا دارالایمان بطور نام ہونا بھی واضح ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو فرشتہ دلوں پر ایمان کی مہر لگاتا ہے وہ بھی یہیں کا یعنی مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے نزد اللہ عز و شرفا۔

(مِنْ قَبْلِهِمْ) ای قبل المہاجرین۔ ان سے پہلے یعنی مہاجرین کی ہجرت مدینہ سے پہلے یعنی وہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہاجرین کی تشریف آوری سے پہلے ہی سلام لائے اور ایمان پر جمے رہے اور مسجدیں قائم کیں۔

(يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ) دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے

ای یحبون المهاجر الیہم من حیث مهاجرتہ الیہم لحبہم الایمان
یعنی وہ ہجرت کر نیوالے سے جہاں سے بھی وہ اُن کے پاس آتے اپنی محبت ایمانی کی وجہ سے
ان کو دوست رکھتے ہیں ان کو اپنے گھروں میں اتارتے ہیں اور اپنے مالوں میں آدھا شریک ٹھہرتے ہیں
(وَلَا یَجِدُونَ فِی صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا) اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت
نہیں پاتے اس چیز کی جو دے گئے۔

(وَلَا یَجِدُونَ فِی صُدُورِهِمْ) ای ولا یعلمون فی انفسہم۔ یعنی وہ اپنے دلوں میں
مال کی طلب نہیں پاتے یا کوئی ضرورت نہیں پاتے (حاجۃ) ای طلب محتاج الیہ ضرورت یا طبع
یا طلب یا خواہش (مِمَّا أُوتُوا) ای مما اعطی المهاجرون من الفیء وغیرہ یعنی جو کچھ اموال فی
وغیرہ میں سے مہاجرین کو عطا کیا گیا۔

روایت میں ہے بنو نضیر کا مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ و تصرف میں آیا تو آپ نے
انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خثرج کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ مال تمہیں اور مہاجرین کو
برابر بانٹ دوں اور اگر تم چاہو تو مہاجرین کو دیدوں تاکہ وہ تمہارے گھروں اور اموال وغیرہ کو چھوڑ دیں
تو سعد بن رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ آپ یہ مال مہاجرین کو ہی تقسیم فرمائیں اور وہ جس طرح ہمارے ہاں مقیم ہیں
بدستور اسی طرح مقیم رہیں گے، یہ فیصلہ سنتے ہی انصار نے بیک آواز کہا یا رسول اللہ ہم کو یہ منظور ہے اور
ہم اس پر راضی ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے کیلئے رحمت کی دعا فرمائی اور سارا مال
مہاجرین پر تقسیم فرمادیا اور انصار میں سے تین عماموں اہل بن حنیف ابو دجانہ اور عارث بن حشرہ کے سوا کسی کو
کچھ نہیں دیا البتہ سعد بن معاذ کو ابن ابی الحقیق رئیس یہودی تلوار بطور خاص عطا فرمائی اس تلوار کی بڑی دھوم تھی
اور سعد بن زنی میں مشہور تھے اور بنو اوس کے سردار تھے۔

(وَلِیُؤْتُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)

اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

ای یقدمون المهاجرین فی کل شیء من الطیبات حتی ان من کان عندہ اموانان

کان ینزل عن احداہما ویزوجہما واحداً منہم۔

یعنی مہاجرین کو پاکیزہ و مستحوی اشیاء میں سے ہر ایک شیء میں فوقیت و ترجیح دیتے ہیں یہاں تک کہ اگر ان

میں سے کسی کے پاس دو بیبیاں ہیں تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے شرعاً دستبردار ہو جاتا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ لے بیاہ دیتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ خدمت نبوی میں ایک بھوکا شخص آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت سے کھانے کے بارے میں معلوم کرایا مگر کسی کے ہاں بھی کھانے کو کچھ نہ تھا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کی مہمانداری کرے اللہ کریم اس پر رحمت فرمائے حضرت ابوطحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی اجازت سے لے اپنے گھر لے گئے، بیوی نے بتایا کہ صرف پچھلے کے لیے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے اور کچھ نہیں ابوطحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بچوں کو ہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے ردِ رد کھانا چن دیا جائے تو چراغ درست کرنے اٹھے اور بچھا دیا تاکہ وہ اچھی طرح کھالے تاکہ مہمان کو معلوم نہ ہو اور وہ شک سیر ہو کر کھائے سو اس طرح مہمان کو کھلا دیا اور خود بھوکے ہی رات گزار دی جب صبح ہوئی تو حاضر خدمت نبوی ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(وَمَنْ يُؤَقِّ شَمِّكَ نَفْسِهِ) اور چلنے نفس کے لالچ سے بچا یا گیا

الشَّمُّ اللُّؤْمُ وَهُوَ انْ تَكُونَ النَّفْسُ حَرِيصَةً عَلَى الْمَنَعِ، شَخٌّ سَے مراد بخل یا کمینگی ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس اس قدر کمینہ یا حریص و لالچی ہو جائے کہ کسی کو کچھ نہ دے یعنی مال خرچ کرنے سے روکے۔ راعب کا قول ہے: الشَّمُّ بَخْلٌ مَعَ حَرَصٍ، شَخٌّ سَے مراد بخل کا حرص کے ساتھ جمع ہونا ہے یعنی خسیس ہو حسن کا قول ہے: الْبَخْلُ انْ يَبْخُلَ الْاِنْسَانُ بِمَا فِي يَدِهِ وَالشَّمُّ انْ يَشْمَ عَلَى مَا فِي اَيْدِي النَّاسِ بَخْلٌ یہ ہے کہ آدمی جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے لے لالچ کی وجہ سے نہ دے اور شخ یہ ہے کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس طمع و حرص سے دیکھے کہ مجھے حاصل ہو جائے یا ناجائز طور پر لے کھائے۔ آدمی کے نفس کو مال کی رغبت و محبت ہوتی ہے اور خرچ کرنا اُسے بھلا معلوم نہیں ہوتا وہ اسے روکتا ہے کہ میں فقیر نہ ہو جائے یا کمی نہ واقع ہو اور وہ تنگدلی کا مظاہرہ کرتا ہے اور جو لوگ فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نفس کی اس رغبت سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس خرچ کرتے ہیں تو وہی لوگ بھلائی حاصل کر نیوالے ہیں۔ نساتی میں ہے کسی بندہ کے دل میں شخ لیا اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔

واضح مفہوم یہی ہے کہ جس چیز کا لینا عند الشَّرْعِ جائز نہیں اسے نہ لے اور نہ ہی اس کی طمع رکھے اور جس کے خرچ کرنے کا حکم ہے لے لالچ و بخل کے تحت نہ روکے بلکہ خرچ کرے اور یہ کہ کسی پر ظلم نہ کرے کہ اس کی

وجہ سے دوسروں کا مال ہڑپ کر جائے یا کسی کی حق تلفی کرے۔

حاکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس کے درخت اپنے دست کرم سے لگائے پھر اس سے (جنت عدن) کہا بول تو اس نے کہا قدام المومنون بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے تو اللہ عزوجل شانہ نے فرمایا مجھے اپنے عزت و اجلال کی قسم میں تجھ میں خیل کو داخل کروں گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا۔ وَمَنْ يَتَّقِ شَرَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ط

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، تو وہی کامیاب ہیں۔

الفائزون بكل مطلوب الناجون من كل مكروه

یعنی یہی لوگ مطلوب پائیں گے اور ہر ناپسندیدہ شے سے محفوظ ہوں گے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ
يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ
آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے
ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے
اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے
ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان
والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھے ہمارے
رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم
والا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ، اور وہ جو ان کے بعد آئے۔

اکثر علماء تفسیر کے نزدیک ”والذین“ میں وہ مہاجرین پر ہی عطف ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے تقویت اسلام کے بعد ہجرت کی۔ اور ایک قول ہے، ہم المومنون بعد الفریقین الی یوم القیامۃ مراد وہ مومن ہیں جو مہاجرین و انصار کے بعد قیامت تک ہوں گے۔ تاہم اس پر سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ یہ آیت تمام مومنین کو شامل ہے جو بعد میں ہوں گے۔

يَقُولُونَ، عرض کرتے ہیں۔

دعا کرتے ہیں یعنی ان کا حال یہ ہے کہ سلام کے اس ہر اول دستے کے لیے بطور مومنیت التجا

کرتے ہیں کیونکہ ان کا پچھلوں پر حق ہے کہ ان سے محبت رکھیں ان کی توقیر کریں ان کے درجات علیا کے لیے التماس دعا کریں اور ان کی راہ جو راہ سعادت و کامرانی ہے مانگیں کہ وہ پچھلوں اور رسولوں کے درمیان واسطہ برآمد و ہدایت، ایمان و ایقان ہیں۔

(رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ)

اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

ای فی الدین الذی ہوا عز و اشرف عندہم من النسب

یعنی دین میں جو کہ ان کے نزدیک نسب سے زیادہ اعزاز و فضیلت رکھتا ہے،

واضح مفہوم ہے کہ وہ ہمارے دینی بھائی ہیں اور دینی رشتہ نسبی رشتوں سے کہیں بڑھ کر ہیں چونکہ وہ ہم سے پہلے ہوئے اور ایمان لائے لہذا ہم بعد میں آئیے ان کے لئے دعائے رحمت و بخشش کرتے ہیں اس آیت سے استفادہ ہے کہ مہاجر و انصار جو صحابہ اور تابعین کے لیے دعا نہیں کرتا اور بغض و عداوت یا کینہ رکھتا ہے یا ان کو برا بھلا کہے وہ اہل ایمان کی تین قسموں سے جیسا کہ اوپر گزرا خارج ہے۔ یعنی مومن نہیں ہے ان کے سبقت ایمانی کے ذکر میں ان کی توصیف اور اعتراض فضیلت ہے اور اس کا انکار کھلا مکابرہ ہے۔

(وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا) اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی

طرف سے کینہ نہ رکھ

ای حقد او قوی غمراً یعنی بغض، کینہ اور غمراً بھی پڑھا گیا جس کا مطلب ہے، سینے کا کسی کے خلاف کینہ سے بھر جانا، یعنی مہاجرین و انصار اور ان کے بعد آئیے والوں کے بارے میں ہمارے دل میں بغض نہ ہو اس دعا سے ٹکڑے سے مزید واضح ہو گیا جو صحابہ کو شب و شتم کرے وہ اہل ایمان سے خارج ہے۔

(رَبَّنَا إِنَّكَ رُحِيمٌ رَحِيمٌ) اے ہمارے بے شک تو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

ای مبالغہ فی الرافۃ والرحمة۔ یعنی اے اللہ تو بہت زیادہ (انتہائی) مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔ اس آیت کی رو سے صحابہ (انصار و مہاجرین و تابعین) کے لیے دعا کا حکم ہے اور ان کے بارے میں دل کو کینہ سے پاک و صاف رکھنے کی تلقین ہے این المندز سے برداشت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا امروا ان لیستغفروا لاصحاب
 النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمیتوہم ثلثون قرأت ہذا الایۃ (والذین جاءوہم) لوگوں
 کو حکم دیا گیا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کریں تو وہ انہیں گالیاں
 دیتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی والذین جاءوہم بعد ہوا الخ۔ ابن مردودہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے
 روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بعض مہاجرین صحابہ کے بارے میں برا کہتے سنا تو اسے بلایا
 پھر یہ آیت لافقراء المہاجرین الخ (پڑھی اور کہا جیسا ذکر ہوا یہ مہاجرین ہیں کیا تم ان
 میں سے ہو تو اس شخص نے کہا ”نہیں“ پھر آپ نے یہ آیت (والذین متبوعوا الدار والایمان الخ
 پڑھی اور کہا یہ جن کا ذکر ہوا یہ انصار ہیں کیا تم ان میں سے ہو تو اس شخص نے کہا ”نہیں“ پھر آپ
 نے یہ آیت (والذین جاءوہم بعد ہوا) پڑھی اور کہا کیا تم ان میں سے ہو اس آدمی نے کہا
 میں ایسا ہی خیال کرتا ہوں (امید رکھتا ہوں) تو فرمایا خدا کی قسم ہرگز وہ کبھی بھی ان لوگوں میں سے نہیں ہو
 سکتا جو ان لوگوں کو برا بھلا کہے (سبب شتم کرے)۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس آیت سے
 یہ مسئلہ بھی نکلا ہے کہ صحابہ و تابعین کو سب و شتم کرنے والا یا ان سے کینہ رکھنے والا مال فہر کا کوئی حقدار
 نہیں اکثر علماء فقیر کے نزدیک اموال فہر کے مستحق مذکورہ تینوں اقسام کے لوگ ہیں بشرطیکہ فقیر ہوں
 اور بعض کے نزدیک فقیر ہونا شرط نہیں اور علماء کا اس امر پر اجتماع ہے کہ اموال فہر ہر قسم کے مسلمانوں
 کا ربط تخصیص غنی و فقیر حق ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اموال فہر میں تمام مسلمانوں کو
 یکساں حصہ دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فضیلت دینی اور خدمات دینی کے فرق کا لحاظ بھی
 رکھا اور اموال فہر میں بھی اسے ترجیح دی اور حصہ برابر نہ رکھا البتہ غنی و فقیر کا لحاظ انہوں نے بھی رکھا۔
 ہدایہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس مال سے جو حکومت اسلامیہ
 کو بغیر لڑائی کے حاصل ہو جائے جیسے خراج ارضی، جزیرہ، عشر لاوارث ذمی کا ترکہ و عینہ تو خمس نہیں نکالا
 جائیگا اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی یہی ہے اور یہ مال رفاہ عامہ پر خرچ کیا جائیگا
 امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے البتہ امام شافعی کے نزدیک خمس نکالا جائیگا اور
 وہ جائیداد جو غیر منقولہ ہو وقف کر دی جائیگی اور اس کے محصولات کی تقسیم منقولہ اموال فہر کی طرح ہوگی

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ المحشر پ ۲۸

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَفَقَّدُوْا يَقُوْلُوْنَ لَا حِزْبٌ
اَلَيْسَ بَيْنَ كُفْرٍ وَّ اِيْمَانٍ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَيْسَ
اُخْرِجْتُمْ لَتَكْرَهُنَّ مَعَكُمْ وَلَا يَطِيْعُ فَيْكُمْ اَحَدًا
اَبَدًا اَوَ اَنْ تُرْفَلَكُمْ لِنِصْرَتِكُمْ وَاَنْتُمْ
يَشْهَدُوْنَ اِنَّهُمْ تَكْذِبُوْنَ ۝

کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کا کفر
کتابوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور
ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے
بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم سے لڑائی
ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ
ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

لَيْسَ اُخْرِجُوْا اِلَّا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَيْسَ
قُوْتُكُمُ اِلَّا يَنْصُرُوْهُمْ وَلَيْسَ تَنْصُرُوْهُمْ
لِيُوَلِّيَنَّ الْاَدْبَارَ فَعَسَى اَنْ يَنْصُرُوْنَ ۝

اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے
اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے
اور اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے
پھر مدد نہ پائیں گے۔

لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِىْ صُدُوْدِهِمْ
مِنْ اَللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنْتُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝
لَا يَقَاتِلُوْكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِىْ قَرْيَةٍ مُّحَصَّنَةٍ
اَوْ مِنْ دَرَارٍ جُدُرٍ بَاثِمٍ بَيْنَهُمْ شَرِيْكٌ
مُّخْتَلِبٌ جَمِيْعًا وَقُلُوْهُمْ شَيْءٌ
ذٰلِكَ بِاَنْتُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا
دوس ہے یا اس لیے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند
شہروں میں یا دھسوں کے پیچھے آپس میں ان
کی آج سخت ہے تم انہیں ایک جگہ سمجھو گے
اور ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لیے کہ وہ
بے عقل لوگ ہیں۔

كَمَثَلِ الْكَذِبِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا
ذٰقُوْا ذٰلِكَ اَمْرُهُمْ وَلَمْ عَذَابُ
اِلَيْهِمْ ۝

ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے
پہلے تھے انہوں نے اپنے کام کا وبال دیکھا اور ان
کے لیے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسٰنِ الْكَفٰرِ
فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِئٌ مِّنْكَ اِنِّىْ

شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا
کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے

اَخَاؤِہٖ، اُمَّہٗ وَوَبَّیَّ، اَلْفَاہِیْنَ ۝

اگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان
کا رب ہے۔

فَكَانَ عَاقِبَتُكُمَا اَنْتُمْ فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ
فِيْہَا وَفِرْلَکَ جَزَاؤًا لِّظُلْمٰیْنِ ۝

تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ
میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورة حشر چ۲

۱۔ کیا	لہ۔ نہ	تر۔ دیکھا تو نے	ال۔ طرف
الدین۔ انکی جو	نافقوا منافق ہیں	یقولون کہتے ہیں	لاخوانم۔ اپنے بھائیوں سے
الذین جو	کفر و کافر ہیں	من اهل الكتب۔ اہل کتاب سے	
لئن۔ اگر	اخرجتم۔ تم نکالے گئے	لنخرجن۔ تو ہم بھی ضرور نکلیں گے	معکم۔ تمہارے ساتھ
و۔ اور	لا۔ نہ	نطیع۔ کہا مانیں گے	فیکم۔ تمہارے متعلق
احدا۔ کسی کا	ابدا۔ کبھی بھی	و۔ اور	ان۔ اگر
قوتلتم۔ تم سے لڑائی ہوئی	لننصرکم۔ تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے	و۔ اور	لکن۔ لیکن
اللہ۔ اللہ	یشہدا۔ گواہی دیتا ہے	انہم۔ کہ وہ	یعنی بھولے ہیں
لئن۔ اگر	اخرجوا۔ نکالے گئے تو	لا۔ نہ	بیچون۔ نکلیں گے
معکم۔ ساتھ لے	و۔ اور	لئن۔ اگر	قوتلوا۔ لڑائی کیے گئے تو
لا۔ نہ	ینصرونہم۔ مدد کریں گے انکی	و۔ اور	لئن۔ اگر
نصر و مدد کریں گے	ہم۔ ان کی	لیولن۔ تو ضرور پھیریں گے	الادبار۔ پیٹھیں
ثم پھر	لا۔ نہ	ینصرون۔ مدد دیے جائیں گے	لا۔ بیشک
انتم۔ تم	اشد۔ زیادہ سخت ہو	رہبت۔ ڈر کے لحاظ سے	فی۔ بیچ
صدور سینوں	ہم۔ ان کے کے	من اللہ۔ اللہ سے	ذلك۔ یہ
بانہم۔ اسلیئے کہ وہ	قوم۔ قوم ہیں	لا۔ جو نہیں	یفقہون۔ سمجھنے
لا۔ نہیں	یقاتلونکم۔ لڑیں گے تم سے	جمیعا۔ اکٹھے ہو کر بھی	الا۔ مگر

اور اور باکھر	محصنة قلعہ بند کے	قہری بستیوں	فی بیچ
بینیم۔ آپس میں	باسم۔ لڑائی انگلی	جدار۔ دیواروں کے	من وراء پیچھے
و۔ اور	تجسبم۔ تم خیال کرتے ہو انکو جیسا۔ اکٹھے	تجسبم۔ تم خیال کرتے ہو انکو جیسا۔ اکٹھے	شدید سخت ہے
بانہم۔ اسلیکڑوہ	ذک۔ یہ	شقی پھٹے ہوئے میں	قلوبہم۔ انکے دل
کشتل۔ انکی مثال	يعقلون سمجھتے	لا۔ نہیں	قوم۔ لوگ میں جو
خاقوا۔ انہوں نے چکھا	قربا۔ قریب زمانہ میں	من قیلہم۔ انسے پہلے ہوئے	الذین۔ وہ میں جو
و۔ اور	ہم۔ اپنے کا	امر۔ کام	وبال۔ وبال
کشتل جیسے	ایم۔ دردناک	عذاب۔ عذاب ہے	لم۔ انکے لیے
للانسان۔ انسان کو	قال۔ کہتا ہے	اذ۔ کرجب	الشیطان شیطان کی مثال
قال۔ کہا	کفر۔ اس نے کفر کیا	فلما۔ تو جب	اکفر۔ کفر کر
انی۔ بیشک میں	منک۔ تجھ سے	بوی۔ بیزار ہوں	اتی۔ میں
العلین۔ جہانوں کا	دب۔ رہا ہے	اللہ۔ اللہ سے جو	اخاف۔ ڈرتا ہوں
فی بیچ	انہما۔ کہ وہ دونوں	عاقبتہما۔ ان کا انجام	فکان۔ تو ہوا
و۔ اور	فیہا۔ اس میں	خالداً۔ ہمیشہ میں	النار۔ آگ کے میں
	الظلمین۔ ظالموں کا۔	جزاء۔ بدلہ	ذلک۔ یہ ہے

مختصر تفسیر اردو سورة الحشر رکوع دوم پ ۲۸

کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کا فر
کتابوں سے کہتے ہیں
کہ اگر تم نکالے گے تو ضرور ہم تمہارے
ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے
بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم

الَّذِينَ الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ
لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن
أَهْلِ الْكِتَابِ
لَئِن أُخْرِجْتُمْ لَخُرُوجُ بَعْضِ
مَعَكُمْ وَلَا يَتَّبِعُ فِيمَكُمْ أَحَدًا

سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری
مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ
بھوٹے ہیں

أَبَدًا فَإِنَّ قَوْلَهُمْ
لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ
لَكَاذِبُونَ

رَأَوْهُ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا، کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا۔

ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بنی عوف کے ایک گروہ
کے بارے میں اتری جن میں عبد اللہ بن ابی سول، ودیعہ بن مالک، سوید اور داعس وغیرہ تھے، یہ لوگ
بنو نضیر کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ تم مدینہ سے نہ نکلنا، ہمارے پاس دو ہزار شخص ہیں جو تمہارے
ہمراہ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ سدی کا قول ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ سے کچھ لوگ سلام لائے تھے اور
ان میں منافق بھی تھے وہ بنو نضیر کے پاس گئے اور انہیں اپنی مدد کا ذکر کے مدینہ سے نکلنے کے بارے
میں منع کیا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ نے عبد اللہ بن ابی سول اور اس کے ساتھیوں کو ملاحظہ
فرمایا۔ (لَقَوْلُونَ إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ) کہ اپنے بھائیوں
کا کفر کتابیوں کو کہتے ہیں۔ یعنی بنو نضیر سے کہتے ہیں؛ والمراد باخوتهم الاخوة فی الدین
واعقاد الکفۃ او الصداقہ انہیں کافر کتابیوں کا بھائی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھائی
چارہ کفریہ اعتقادات اور ان کے دینی نقطہ نظر سے ہے یا باہمی موالات اور مسلمانوں سے مخالفت
و کنبہ کے اشتراک کی وجہ سے ہے۔

رَلَيْتُ أَخْرَجْتُمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مَعَكُمْ، کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ
ہی نکل کھڑے ہوں گے۔ (وَلَيْتُ أَخْرَجْتُمْ) گویا بطور شرط قسم یا علت قسم ہے اور اس کے
جواب میں ان کا کہنا ہے۔ اِی وَاللَّهِ لَنُف أَخْرَجْتُمْ مِّن دِیَارِکُمْ قَسْرًا لَنُخْرِجَنَّ مِّن
دِیَارِنَا مَعَكُمْ التبتہ و نذہبن فی صحبتکم اینما ذہبتہ

یعنی خدا کی قسم اگر تم اپنی بستیوں سے جبراً نکالے گئے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ اپنی بستیوں سے
نکل کھڑے ہوں گے اور تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے ہم تمہارے ساتھ وہیں جائیں گے۔
(وَلَا نَطِيعُ فِیْکُمْ أَحَدًا أَبَدًا)، اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے
فی شأکم یعنی تمہارے خلاف کسی کی نہ مانیں گے۔ ایک قول ہے کہ نطیع فی قتالکم او

خدا لا نکم یعنی تمہارے بارے میں جنگ یا اگر تمہاری رسوائی ہوئی تو کسی کی بات نہ مانیں گے یا تمہاری نصرت سے دستکش ہونے کو قبول نہ کریں گے خواہ یہ مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہو یا اہل ایمان یوں چاہیں۔ (وَإِنْ قُوَّتْ لَّنْصَرُ نَكْمُ) اور تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اِیْ لِنَعَاذَ نَکْمَ عَلٰی عَدُوِّکُمْ یعنی ہمارے تمہارے (دشمن) کے خلاف تم سے ضرور تعاون کریں گے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان نے تمہارے ساتھ قتال کیا تو ہم تمہارا بھرپور ساتھ دیں گے۔

(وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَکَذِبُوْنَ) اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اِیْ فِیْ مَوَاعِدِهِمْ اِیْعٰی اللّٰہِ کریم تمہیں خبر دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ اپنے موعید میں بالکل جھوٹے ہیں۔

اگر وہ نکلے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔

لَیْنٌ اُخْرِجُوا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ
وَلَیْنٌ قُوَّتُوا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ
وَلَیْنٌ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوْلُوْنَ اِلَّا
دِیَارَہُمْ ثُمَّ لَا یَنْصُرُوْنَہٗ

(لَیْنٌ اُخْرِجُوا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ) اگر وہ نکلے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے

یعنی اگر یہود بنو نضیر نکلے گئے تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اچلہ علماء تفسیر کا فرمانا ہے کہ یہ اخبار غیب سے ہے یا پیشین گوئی ہے جو اعظم دلائل نبوت سے ہے اس لئے کہ عبد اللہ بن ابی نے بنو نضیر سے خفیہ کہا تھا کہ نہ نکلو تو اللہ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی جاسوسی کی اطلاع فرمادی اور ہوا بھی اسی طرح کہ جب بنو نضیر مدینہ سے جلا وطن کئے گئے تو عبد اللہ بن ابی سلول نے ان کا ساتھ نہ دیا اور پیشین گوئی روشن ہو گئی جو آفتاب سے زیادہ روشن معجزہ نبوت ہے۔

(وَلَیْنٌ قُوَّتُوا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ) اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے۔

وكان الامر كذلك اور معاملہ بالکل اسی طرح ہوا کہ یہود بنو نضیر جلا وطن کئے گئے تو منافقین میں سے کوئی ان کے ساتھ نہ نکلا اور یونہی جب بنو قریظہ سے جنگ ہوئی اور وہ قتل کئے گئے تو

جس طرح منافقین اور یہود بنو نضیر نے یہود بنو نضیر کی کوئی مدد نہ کی تھی بالکل اسی طرح منافقین بنو قریظہ کی مدد نہ کی اور نہ ہی انہیں ایسی جرأت ہو سکی اور اللہ کا فرمایا سپیدہ سحر کی طرح روشن ہو گیا اور اللہ کا قول حق اس کا وعدہ سچا ہے اور اس کی خبر حق ہے۔

وَلَتَن نَّصْرُوهُمْ لَيُوَلِّنَ الْأَذْبَارُ قَدْ ثَمَّ لَا يَنْصُرُونَ ۝ اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے۔ علی سبیل الفرض والتقدير اگر بالفرض منافقوں نے مدد کی بھی تو یہ منافق بھاگ نکلیں گے اور اس کے بعد اللہ انہیں ہلاک کر دے گا اور انہیں ان کے اظہار کفر کے بعد ان کی منافقت بچانہ سکے گی، اگر لا ینصرون کی ضمیر یہود کی طرف راجع مانیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر یہود نے منافقین کی مدد کی یا ارادہ کیا تو ان کا حشر بھی ایسا ہی ہوگا۔

لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۖ

بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ (بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے۔ لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً) ای اشد مرہوبیۃ اُن (رہبۃ) مصدر من المبني للمفعول لان مخاطبین وهم المؤمنون مرہوب منهم لارہبین یعنی منافقین تم سے شدید خائف ہیں رہبۃ مبنی للمفعول سے مصدر ہے کیونکہ جن لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے وہ ایمان والے ہیں لہذا منافقین ان سے ڈرتے ہیں اور مومن ان سے خوف نہیں رکھتے۔

فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ (ای دہبتہم منکم فی السراشد مما یظہرونہ بکم من رہبۃ اللہ عزوجل وکانوا یظہرون لہم رہبۃ شدیدۃ من اللہ عزوجل ویمیزان یراد انہم یخافونکم فی صُدُورِهِمْ أَشَدَّ مِنْ خَوْفِهِمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالٰی وَلَشِدَّةُ الْبَاسِ وَالتَّشَبُّعُ مَا كَانَ لَا یُظْهِرُونَ ذَٰلِكَ

یعنی ان کا (منافقین) تم سے اندر سے ڈرنا اس سے زیادہ ہے جو تم سے اللہ سے ڈرنے کی بات ظاہر کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ عزوجل سبحانہ کی نسبت تم سے زیادہ ڈرتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے

کہ اس مراد یہ ہو کہ منافقین اپنے دلوں میں اللہ سے زیادہ تم سے ڈرتے ہیں شدید جنگ اور دلیری کیوجہ
جو اس طرح سے تم سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ ایک قول ہے کہ فی صدد و رہو فرمانا بطور مبالغہ ہے جس
کا مطلب یہ ہے کہ عینی مشاہدہ اسی طرح ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ بیابطن کافر ہیں اور ڈر کر بظاہر
ایمان کے مٹی ہیں اور اللہ کو ان کی اندرونی حالت کا علم ہے مگر ان کا حال یہ ہے کہ تم سے ڈرتے ہیں لیکن
اللہ سے نہیں ڈرتے جو سینوں کے مجید جانتا ہے اور جس کی گرفت شدید ہے۔

(ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ) یہ اس لئے کہ وہ ناسمجھ ہیں۔

اس سے مراد دونوں یہود اور منافقین ہیں کہ انہیں عظمت الہی کا ادراک نہیں اور وہ اس کی
معرفت سے بیگانہ ہیں اگر سمجھدار ہوتے تو مومنوں کی بجائے اللہ سے ڈرتے جو نفع و نقصان کا مالک
اور صرف بندوں ہی نہیں بلکہ ان کے اعمال کا بھی خالق ہے۔

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا الَّذِي
قُرَى مُحَصَّنَةً أَوْ مِنْ وَرَاءِ
جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ
شَدِيدٌ تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا
وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ
بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ

یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے
مگر قلعہ بند شہروں میں یا دھسوک
پچھے آپس میں ان کی آپس سخت ہے
تم انہیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان
کے دل الگ الگ ہیں یہ اس لیے
کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

(لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا) یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے۔

ای الیہود و المنافقون وقیل: الیہود یعنی لا یقتدرون علی قتالکم۔ ای
مجتمعیں متفقین فی موطن من المواطن۔ یعنی یہود اور منافقین اور کہا گیا ہے کہ صرف یہود
یعنی وہ تم سے قتال پر قدرت نہ پائیں گے۔ (جمیعاً) یعنی اکٹھے متفق ہو کر تم سے کسی جگہ نہ لڑیں گے
یا مقابلہ نہ کریں گے۔ (الَّذِي قُرَى مُحَصَّنَةً) مگر قلعہ بند شہروں میں

بالدروب والحنادق ونحوها۔ ایسی بستیوں میں رہ کر جو محفوظ فیصلوں والی ہوں اور خندقیں
(کھائیاں) کھود کر اور اسی قسم کے خاکی انتظامات کے ذریعہ محفوظ ہو کر۔
(أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ) یا دھسوک کے پیچھے۔ یقتسترون بہما دون ان یصحروا

لکم دیوار زدو کم تصدق اللہ تعالیٰ الرعب فی قلوبہم ومزید رھیتو منکم۔
 تمہارے آمنے سامنے ہو کر اور تمہیں مقابلے کی دعوت کرنے لڑیں گے البتہ قلعوں کے پیچھے چھپ کر ایسا
 چاہیں گے اس لیے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے اور تمہارا خوف ان میں سخت برپا دیا
 ہے۔ قرار مکہ نے جدار حیم کے کسرہ سے بھی پڑھا ہے جس کے معنی دیوار یا فیصل کے ہیں۔ یعنی کسی آڑ میں تم
 لڑیں گے مگر بالمشافہ قتال نہ کریں گے کہ تم سے خوف زدہ ہیں۔

(بِأَسْهُمُ يَلْنَهُمْ شَدِيدٌ مِّنْ) آپس میں ان کی آنچ سخت ہے۔

پیچھے جو ان کے تم سے خوف زدہ ہونے کا ذکر گزرا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کمزور یا جھکوٹے ہیں
 بلکہ جب ان کی لڑائی آپس میں ہوتی ہے تو وہ قوت و پامردی سے لڑتے ہیں مگر تمہارے مقابل نہ لڑیں کیونکہ
 یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں تمہاری ہیبت ڈال دی ہے اور وہ اس دہشت کی وجہ سے بالمشافہ
 مقابلے سے کتراتے ہیں۔ (تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ) تم انہیں ایک جتھا سمجھ گے اور ان کے
 دل الگ الگ ہیں۔ (تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا) ای مجتہعین ذوی الفة واتحاد یعنی تم انہیں
 باہم محبت والے اور اتفاق والے اور متحد و اکٹھے سمجھتے ہو یا خیال کرتے ہو حالانکہ حقیقت نفس الامری
 یہ ہے۔ (قُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ) جمع شتیت ای متفرقة لا ألفة بینہا یعنی ان میں ہمساحنا
 وعدوات فلا يتعاضد و لا یؤمنون عن قوس واحدة و هذا التجسیر
 للمؤمنین وتشجیع لقلوبہم علی قتالہم۔ الگ الگ جمع ہیں یعنی بٹے ہوئے ہیں پر آگندہ ہیں
 اور ان کے درمیان کوئی پیار نہیں یعنی ان کے درمیان اختلافات کمان وحدت کی کمزوری ہے اور
 دشمنیاں ہیں پس وہ جس طرح مقابلہ کا حق ہے نہیں لڑتے اور ایک ہی کمان سے تیر نہیں پھینکتے (حقیقاً
 متحد ہو کر مقابلہ نہیں کرتے اور امر یہ مومنوں کے لئے حوصلہ برطمانے والا اور ان سے قتال پر دلوں کو نڈر
 دلیر، تیز بنانے والا ہے۔

(ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ) یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں

ای ما ذکر من تشتت قلوبہم بسبب النہم۔

یعنی جیسا کہ ان کے دلوں میں تفرقہ کا ذکر ہوا یہی ان کی حماقت کا سبب ہے اور یہ لوگ غور و
 فکر سے عاری ہیں اور حق کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے اور کفر و مخالفت نے ان کے قلوب کو گھیر رکھا

ہے اگر ذرا برابر بھی سمجھ رکھتے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں جمع نہ ہوتے جن کی خائنیت روشن و ظاہر ہے اور یہ لوگ اسے دیکھتے بھی ہیں مگر دشمنی سے باز نہیں آتے اور یہی بات ان کی نادانی کی دلیل ہے۔

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

قَرِيبًا ذَا قُورٍ بِالْأَمْرِ هُمْ

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ان کی سی کہادت جو ابھی قریب زمانہ
میں ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے
کام کا وبال چکھا اور ان کے لئے دردناک
عذاب ہے۔

(كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا) ان کی سی کہادت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے جملہ خبریہ ہے اور مبتدا محذوف ہے اور اس کی تقدیر ان کی مثال ہے یعنی یہود بنو نضیر کی مثال ان جیسی ہی ہے جو ان سے پہلے تھے یا ان کی اور منافقوں کی مثال اہل بدر کی سی ہے اور مجاہد کا قول یہی ہے اور ابن عباس کا قول ہے کہ بنو قینقاع کہ بنو قینقاع کی مانند ہے۔ اور بنو قینقاع ان یہودیوں کا ایک قبیلہ (شاخ) تھے جنہوں نے مدینہ کے گرد و نواح میں سکونت اختیار کر کے قلعے تعمیر کر رکھے تھے بنو قینقاع بھی معاہدہ مدینہ کے پابند تھے غزوہ بدر میں اس قبیلہ نے بدعہدی کی اور کھلی سرکشی دکھائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا جو دو ہفتے تک رہا، یہودی مرعوب و مغلوب ہو کر اس منظر پر قلعوں سے اتر گئے کہ ہمارے بال بچوں کو غلام نہ بنایا جائے مگر حضور علیہ السلام نے ان کو گرفتار کر کے مشکیں کسنے کا حکم دیا، عبد اللہ بن ابی جو منافقین کا سرغنہ تھا ان کا حلیف تھا اس نے جب بنو قینقاع کی مغلوبی و مغہروی دیکھی تو دوستی کا بھرم رکھنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن سلوک اور معافی کی اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ آپ کو سخت ناگوار خاطر ہوا اور آپ نے یہود اور ان کے ساتھیوں پر لعنت فرمائی اور حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے اور زمین و دن کے اندر مدینہ سے نکل کر اذرعات چلے گئے اور یہ قبیلہ اپنی دولت و شجاعت کے باوجود ذلیل و رسوا اور برباد ہوا، مجاہد کا قول ہے کہ ان کی مثال کفار بدر کی طرح ہے جو ہلاک و رسوا اسیر و ذلیل ہوئے اور ایک قول ہے کہ ان کی مثال گزشتہ امتوں کے منافقین کی طرح ہے۔ یہود بنو قینقاع کی جلا وطنی ماہ شوال ۳۳ء میں ہوئی۔ (ذَا قُورٍ بِالْأَمْرِ هُمْ) انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا۔

اِیْ ذَا قُورٍ سَوْعَ عَاقِبَةٍ كَفَرْتُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِنْ قَرِیْبٍ مِنْ عِیْصَانِهِمْ اِیْ

لَوْ تَاَخَّرْتُمْ عَنْ قَوْلِهِمْ وَعَنْ قَوْلِیْ الدُّنْیَا اِنَّ عِیْصَانَهُمْ

یعنی انہوں نے اپنی سرکشی کی سزا دہرائی کے قریب زمانے میں ہی چمکھ لی اور ان کے بعض گناہوں کی سزا متاخرین کی گئی اور وہ اپنے ان گناہوں کی سزا دینا ہی میں بھی دینے گئے۔
(وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

فِ الْآخِرَةِ : یعنی دنیاوی عذاب تو ہو چکا آخرت میں بھی ان کے لیے شدید دردناک عذاب ہو گا اور دنیوی عذاب گویا اس عذابِ آخرت کی تمہید ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ
اكَفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي
مَبْرُئٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ
رَبَّ الْعَالَمِينَ

شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی
سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا پو
میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں
جو سارے جہان کا رب ہے۔

(كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ) شیطان کی کہاوت۔

ای مثلاً كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ یعنی ان منافقین کی مثال شیطان کی مثال کی طرح ہے
إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكَفُرْ جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر۔

ای اغراء علی الکفر۔ یعنی اسے کفر و سرکشی کی ترغیب دی یا فریب سے آمادہ کیا۔
(فَلَمَّا كَفَرَ) پھر جب اس نے کفر کر لیا۔ یعنی جب شیطان نے فریب سے اسے
کفر پر آمادہ کر لیا اور اس نے ارتکاب کر لیا۔ (قَالَ إِنِّي مَبْرُئٌ مِنْكَ) بولا میں تجھ سے الگ
ہوں۔ تبراہ منہ۔ یعنی اس نے اس سے بریت کا اظہار کیا کہ میرا یہ کام سے (کفر کے ارتکاب سے)
کوئی تعلق نہیں اور تو اپنے کرتوت کا خود ذمہ دار ہے۔ (إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ)
میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

عِخَانَةٌ اِنْ يَشَارَكَكَ فِي الْعَذَابِ وَلَمْ يَنْفَعَكَ ذَلِكَ

یعنی شیطان کا بریت ظاہر کرنا اس خوف کی وجہ سے ہے کہ کہیں اس کفر کرنے والے شخص کے کفر کے
عذاب میں وہ بھی شریک نہ ہو جائے یا اسے مشارکت کا عذاب نہ ملے لیکن شیطان کی یہ چال اور بیزاری
اسے ہرگز نہ بچا سکے اور یہ عیاری نفع نہ دے گی جس طرح شیطان کا طریقہ واردات ہے بعینہ یہودیوں کو
کو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف ابھارا اور سرکشی پر یہ کہہ کر آمادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ مکمل کھڑے

ہوں گے اور اگر لڑائی ہو ان کی مدد کریں گے اور یہ وہ ان کے ساتھ دو ہزار لڑنیوالوں کے ہمراہ قلعہ بند ہو جائیں گے۔ اور عبد اللہ ابن ابی اور اس کے گماشتے ان باتوں کا یقین دلاتی رہے اور کہا کہ ہم تمہارا بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے مگر جب بنو نضیر برسر جنگ ہوئے تو منافقین بیٹھ گئے اور نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ ہی ان کی مدد کر سکے تو منافقین یہ نہ سمجھیں کہ وہ اس جرم بغاوت اور مخالفت رسول میں برابر کے شریک نہیں اور ان کی عیارانہ کاروائیاں انہیں عذاب و گرفت الہی سے بچنے میں کچھ فائدہ مند ہوں گی تو ان کیلئے بھی اسی طرح ہلاکت و بربادی ہے جو ان کے دوستوں پر مقدر ہو چکی اور جس میں وہ گرفتار ہو چکے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

توان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں
آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور
ظالموں کی یہی سزا ہے۔

فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا أَنَّهُمَا فِي
النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ذَلِكَ جَزَاءُ
الظَّالِمِينَ ۝

فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا) توان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں۔ یعنی اس شیطان و انسان کا انجام یہ ہوا کہ وہ ابد الابد تک جہنم میں رہیں گے۔ جمہور کے نزدیک شیطان والا انسان سے مراد جنس ہے کہ قیامت کے روز مشارکت عذاب کے خوف سے ایسا کہے گا اور اس کا کہنا کہ رب لعین سے ڈرتا ہوں یہ محض بناوٹ ہے اس لیے کہ شیطان اور خوف خدا میں کیا تعلق ہے وہ تو سرشت کے اعتبار سے خبیث ہے اور روزِ شربی لوگوں کے اس عذر کے ہمیں شیطان نے درغذا یا یہ ظالم کہے گا کہ میں نے تمہیں دعوت دی تم نے قبول کر لی تو تم مجھے ملامت کیوں کرتے ہو ”ملو مو انفسکم“ تم اپنے آپ ہی کو ملامت کرو اور بعض اصحاب تغیر کا اثر ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے اور انسان سے مراد ابو جہل ملعون سے کہا تھا کہ آج کے دن لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب نہ آئیگا اور یہ کہ میں تمہاری پناہ ہوں (ضامن مددگار ہوں) شیطان بدر کے روز سردار بنو کنانہ سراقہ بن مالک کی صورت میں مع ایک گروہ کے شریک ہوا تھا اور اس نے کفار مکہ کو ہمت دلائی اور اپنی ضمانت و پناہ و مدد کا یقین دلایا اور جب سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا تو بھاگ نکلا کفار مکہ کے سرداروں نے کہا کہ تم تو ذمہ دار اور مددگار تھے تو اس نے کہا کہ جو میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور یہ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس موقع پر بھی ابلیس نے اخی اخاف اللہ کہا تو گویا اس لعین کا طریقہ واردات

یہی ہے اور انجام دونوں آمر و مامور کا دائمی جہنم ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس ٹمٹیل میں منافقین کے کردار کی گہری مماثلت و شبابہت ہے جس طرح شیطان انسان کو بغاوت و سرکشی پر برانگیختہ کرتا ہے اور جب انسان کفر کرتا ہے تو شیطان ساتھ چھوڑ جاتا ہے اور خود کو بری الذمہ قرار دیتا ہے یہی حال ہے منافقین کا تھا کہ انہوں نے پہلے بنو نضیر کو آمادہ جنگ کیا سرکشی پر تھری دلائی، ساتھ نبھانے کا پہلو بہ پہلو لڑے، یقین دلا یا جب وہ برسرِ جنگ ہوئے تو منافقین بیٹھے رہے اور انکے ساتھ اپنے سب وعدے، یقین و ہانیاں بھول گئے اور ان کا ساتھ نہ دیا۔ لہذا ٹمٹیل سے کردار شیطانی اور منافقین کی حالت میں گہری مماثلت ہے اور ان کے جرم کا انجام ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنا ہے۔

(وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ) اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں کا یہی انجام ہے کہ انہوں نے نہ ہی حق قبول کیا اور نہ ہی حق کا ساتھ دیا بلکہ سرکشی اختیار کی اور بغاوت میں حد سے تجاوز کر گئے دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ ہو گئی اور باطل پرستوں شیطان کی سزا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

با محاورہ ترجمہ رکوع سوم سورۃ حشر پر

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں یہی لوگ فاسق ہیں۔

دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا یا ش یا ش ہوتا اللہ کے خوف سے اسیہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَسْطُمْ
نَفْسٌ مَّا قَدْ مَتَّ لَعِبَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ
اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ
أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ
أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَ الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ
خَاسِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ
الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

ہیں کہ وہ سوچیں۔
وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بہر حال
وہی اللہ ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ
ہے بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا۔
امان بخشنے والا۔ حفاظت فرمانے والا عزت
والاعظمت والا تکبر والا اللہ کو پاکی ہے ان کے
شرک سے۔

وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک
کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے
نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور
زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ
الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمُ الْعَزِيزُ
الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا
يُشْرِكُونَ

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ
مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

حل لغات رکوع سوم سورة حشر

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ	الَّذِينَ يَكُونُونَ	أَمَنُوا - ایمان لائے ہو	اتَّقُوا - ڈرو
اللَّهُ	وَأُولَئِكَ	لَتَنْظُرُنَّ - چاہئے کہ دیکھو	نَفْسٍ - ہر آدمی
مَا جَاءَ	قَدْ مَتَّ - آگے بھیجا	لَعَدَا - کل کے لیے	وَأُولَئِكَ
اتَّقُوا	اللَّهُ - اللہ سے	إِنَّ - بیشک	اللَّهُ - اللہ
خَبِيرٌ	کہا - اس سے جو	تَعْمَلُونَ - تم کرتے ہو	وَأُولَئِكَ
لَا يَدْرِي	تَكُونُوا - ہو جاؤ	كَالَّذِينَ - انکی طرح جو	نَسُوا - بھول گئے
اللَّهُ	فَأَنسَاهُمْ - تو بھلا دیا انکو	أَنفُسَهُمْ - ان کی جانیں	أُولَئِكَ - وہی
هَمُّ لَوْ كَانُوا	الْفَاسِقُونَ - فاسق ہیں	لَا - نہیں	يَسْتَوِي - برابر ہیں
أَصْحَابُ رِبْنِي	النَّارِ - آگ کے	وَأُولَئِكَ	أَصْحَابُ رِبْنِي
الْبَنَةِ - جنت کے	أَصْحَابُ رِبْنِي	الْجَنَّةِ - جنت کے	وَأُولَئِكَ
وَالَّذِينَ كَانُوا	لَوْ كَانُوا	أَنزَلْنَا - انارتے ہم	هَذَا - اس
الَّذِينَ كَانُوا	عَلَى - اوپر	جَبَلٍ - پہاڑ کے	لَرَأَيْنَهُ - تو دیکھتا تو اسے

خَاشِعًا جِهَتًا	مُتَّصِدًا بِهَا	مِنْ خَشْيَةِ رُبِّهِ	اللَّهُ - اللہ سے
وَرَأَى	تِلْكَ	الْأَمْثَالَ مِثَالِينَ	نَظَرٌ مِثَالًا - بیان کرتے ہیں یہ امثلہ
لِلنَّاسِ - لوگوں کے لیے	لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ	يَتَفَكَّرُونَ سَوِيًّا	ہو۔ وہ
اللَّهُ - اللہ	الَّذِي هُوَ	لَا - نہیں	اللہ کوئی معبود
إِلَّا مَكْرَهُ	هُوَ	غَلْمٌ جَلَنَ وَالْأَجْزَاءُ	الْغَيْبُ غَيْبٌ
وَرَأَى	الشَّهَادَةَ حَافِرًا	هُوَ - وہ ہے	الرحمن - مہربان
الرَّحِيمُ - رحمت والا	هُوَ - وہ	اللَّهُ - اللہ	الَّذِي - وہ ہے کہ
لَا يَنْبَغِي	اللہ کوئی معبود	إِلَّا مَكْرَهُ	ہو۔ وہی
الْمَلِكُ - بادشاہ	الْقَادُوسُ - نہایت پاک	السَّلَامُ مِسْلَامَتِي دِينَ وَالْأَمَانُ نَجَاتِي	لِلْمُؤْمِنِينَ - امان بخشنے والا
الْمُهَيَّمُ - حفاظت کرنے والا	الْعَزِيزُ - غالب	الْجَبَّارُ عَظَمَتُ وَالْأَعْمَى	لِلْمُتَكَبِّرِينَ - تکبر والا
مُبِينٌ - پاک ہے	اللَّهُ - اللہ	عَمَّا - اس سے جو	يُشْرِكُونَ شُرَكَاءَ كُفْرًا
ہو۔ وہی	اللَّهُ - اللہ ہے	الْخَالِقُ - پیدا کرنے والا	الْبَارِئُ - بنانے والا
الْمُصَوِّرُ - شکل دینے والا	لَهُ - اسی کے ہیں	الْأَسْمَادُ - نام	الْحُسْنَى - اچھے
يُسَبِّحُونَ - پاکی بولتا ہے	لَهُ - اس کی	مَا جَوَ -	فِي - بیچ
السَّمَوَاتِ - آسمانوں	وَرَأَى	الْأَرْضِ - زمین کے ہے	وَرَأَى
ہو۔ وہ ہے	الْعَزِيزُ - غالب	الْحَكِيمُ - حکمت والا	

مختصر تفسیر اردو سورة الحشر رکوع سوم ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
وَاتَّقُوا اللَّهَ طَائِفَاتٍ اللَّهُ خَبِيرٌ
بِمَا تَعْمَلُونَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر
جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا
اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمہارا
کاموں کی خبر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
فِي كُلِّ مَأْتُوتٍ وَتَذَرُونَ - تمام امور جو تم کرو، اللہ سے ڈرو، یعنی اس کے حکم کے
خلاف نہ کرو، خلوت و جلوت میں اس کا ڈر رکھو۔

وَلَتَنْظُرُنَّ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور ہر جان دیکھے کہ کل کیلئے کیا آگے بھیجا ۔
ای اسی شئی قد مت من الاعمال لیوم القیامۃ عبرتہ

یعنی ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے اپنے اعمال میں سے روز حساب کیلئے کیا آگے بھیجا ہے اور اس نے نصیب حاصل کرنی چاہیے لان الدنیا لیوم والآخرۃ غدا کیونکہ دنیا ایک دن کی مانند ہے اور آخرت کل یعنی دوسرا دن ہے۔ اور غدا کہنے سے یہی مراد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہر جان کو روز حساب سے غافل نہ ہونا چاہیے اور اسے اپنے کاموں پر نگاہ رکھنا چاہیے کہ اس نے اس دن کیلئے کیا تیاری کی ہے لہذا آگاہی کے استہ لازم ہے اور نیکی کے لیے خوب کوشش چاہیے اور معصیت سے پرہیز کرے ۔

(وَاتَّقُوا اللَّهَ) اور اللہ سے ڈرو ۔ تکریر للتاکید، جملہ کی تکرار تاکید کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے بچو اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں سرگرم عمل رہو ۔

ان الله خبیرون بما تَعْمَلُونَ ہ بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ۔

ای من المعاصی یعنی جو کچھ تم نے گناہ کیے ہیں بلاشبہ اللہ کو ان کی خبر ہے ۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا

اللہ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ

أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

(وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ) اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے ۔

ای سنوا حقوقہ تعالیٰ شانہ : وما قدرہ واللہ حق قدرہ ولعمریرا عوام واجب امرہ

سبحانہ ونواہیہ عز وجل حق رعایتہا ۔ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو فراموش کر دیا یا اس کے احکام کو بھول گئے اور اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی اور حق سبحانہ، وتعالیٰ کے احکام کی جیسا کہ واجب تھا کوئی رعایت نہ رکھی اور نہ ہی اللہ عز وجل شانہ کے ممنوعات کا کوئی لحاظ رکھا جیسا کہ چاہیے تھا ۔

(فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ) تو اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں ۔

(فَأَنسَاهُمْ) اللہ تعالیٰ بسبب ذلک یعنی اللہ نے انہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کو بھل دیا

(أَنفُسَهُمْ) ای جعلہم سبحانہ ناسین لہا حتی لم یسعوا بما ینفعہا ولم یفعلوا ما ینالہا

یعنی اللہ نے انہیں خود اپنی جانوں سے غافل و بے پرواہ بنا دیا اس حد تک کہ وہ اپنے لئے فائدہ دینے والے

عمل ہی نہ کر سکے اور نہ ہی وہ کام کر سکے جو انہیں (دوزخ) سے بچاتے ایک قول ہے کہ اللہ نے انہیں ہلاکت اور عذاب الیم کے منظر دکھائے گا۔ یا بروز حشر عذاب کی صورت ایسی ہوگی کہ ان کے نفوس بھلا دیں گی اور خود فراموشی حقیقتاً ہوگی۔ (أُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ) وہی فاسق ہیں۔

الکاملون فی الفسوق۔ یعنی بکے گناہ گار اور نافرمان ہیں۔
لَا يَسْتَوِي الْأَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ الْأَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ جنت والے ہی مراد کو پہنچے

(لَا يَسْتَوِي الْأَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ط) دوزخی اور جنتی یکساں نہیں۔
(اصحاب النار) الذین نسوا اللہ تعالیٰ فاستحقوا الخلود فی النار وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پس ترک اطاعت کی وجہ سے وہ عذاب دوزخ کے دائمی مستحق ہو گئے۔

(و اصحاب الجنة) الذین اتقوا اللہ فاستحقوا الخلود فی الجنة وہ لوگ جو اللہ کا ڈر رکھتے تھے اور اسکی معصیت سے بچتے تھے اور فرماں بڑاری کرتے تھے تو وہ اطاعت کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کی جنت کے مستحق ہوتے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ آخرت میں دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوں گے۔
(أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ) جنتی ہی مراد کو پہنچے۔

ای ہم الفائزون فی الآخرة۔ یعنی جنتی لوگ ہی آخرت میں کامرانی حاصل کرنے والے ہیں اور ہر امر مکروہ سے نجات پائیں گے۔ آیت کامرانی مفہوم ترک غفلت اور فکر آخرت ہے۔

لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۖ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔
اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور
تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا
اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے
لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں

(لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے

(لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ) العظیم الشان المنطوی علی فنون القوارع، انتہائی اعلیٰ درجہ کے فنون جن کا تمام تر انحصار اس عظیم کتاب پر ہے یہ کتاب حکیم (علی جبل) من الجبال او جبل عظیم کسی پہاڑ یا بہت بڑے پہاڑ پر نازل کی جاتی۔ ایک قول ہے کہ اگر کسی بڑے پہاڑ کو انسانوں کی مانند تمیز عطا

کر دیتے۔ (لرایتہ خاشعاً مُتَّصِدَةً عَامِنَ خَشْيَةِ اللَّهِ) تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پش پش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ اسی متشفقاً منہ یعنی وہ اس سے پھٹ جاتا، واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر پہاڑ کو ان کی سی قوت تیز عطا کی جاتی تو پہاڑ باوجود اپنی شدت سختی اور مضبوطی کے عظمت و شان قرآن کے سامنے جھک کر پش پش ہو جاتا اس سے واضح ہوتا ہے کہ کفار و منکرین کی قنات قلبی کس درجہ کی ہے کہ وہ اس کتاب علم سے اثر پذیر نہیں ہوتے اور عظمت قرآن کے سامنے نہ ہی جھکتے ہیں اور نہ ہی اس میں غور فکر کرتے ہیں حالانکہ انہیں عظمت و حکمت کتاب کا ادراک بھی حاصل ہے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنَاسٍ لِّعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ
اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

اس میں قول الی (لو انزلنا) کی طرف اشارہ ہے اور یہ تمثیل ہے اور غالباً عظمت قرآن کے اظہار کے لیے تمثیل متعینہ ہے اور کلام سے واضح ہے کہ ایسا بر تقدیر وقوع ہے اور تِلْكَ سے مراد یہی ہے کہ اس طرح کی امثلہ کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ غور و فکر سے کام لیں اور اس کے ذریعہ ہی تک رسائی حاصل کریں اور وہ ادراک و شعور جو خدا نے انسانوں کو عطا کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے اور عظمت قرآن کا خاصا یہی ہے کہ اس کے سامنے پہاڑ بھی جھک جائیں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں اور اگر انسان اثر پذیر نہ ہو تو پھر اس کی قنات قلبی اور نصیحت سے انتہائی غفلت کا اندازہ خوب لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر سرکش اور لاپرواہ ہے

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ
الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ
وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا
بڑا مہربان رحمت والا

(هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
وَحْدَهُ سُبْحَانَهُ یعنی اللہ پاک وحدہ لا شریک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود یعنی بندگی و عبادت (عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ) ہر نہاں و عیاں کا جاننے والا۔

(عِلْمُ الْغَيْبِ) وہو ما لم يتعلق به علم مخلوق واحساسه اصلاً وهو الغیب المطلق، علم غیب سے مراد وہ علم ہے جس علم و محسوسات مخلوق سے اصلاً کوئی تعلق نہیں اور وہ غیب مطلق ہے (وَالشَّهَادَةِ) وهو ما يشاهدہ مخلوق اور وہ علم ہے جس کا مخلوق مشاہدہ کرتی ہے۔

یا کرے گی۔ راغب کا قول ہے الشہود والشہادۃ الحضور مع المشاہدۃ اما بالبصر او
 بالبصیرۃ وقد تعین الحضور مفرداً لکن الشہود بالحضور المجرد اولی والشہادۃ مع
 المشاہدۃ اولی وحمل الغیب علی المطلق هو المتبادر وال فیہ الاستغراق اذ لا قرینہ
 للعہد ومقام المدح یقتضیہ مع قوله تعالیٰ (علام الغیوب) فی شمل کل غیب واجباً
 کان او ممکناً من وجوداً او معدوماً او ممتنعاً لم یعلق بہ علم مخلوق او یطلق الغیب
 علی ما لم یعلق بہ علم مخلوق معین وهو الغیب المضاف ای الغیب بالنسبۃ الی ذلک
 المخلوق وهو علی ما قبیل : مراد الفقہاء فی قولہم : مدعی علم للغیب کافروہذا
 قد یکون من عالم الشہادۃ کمالاً یمحی و ذکر الشہادۃ مع انہ اذا کان کل غیب معلوماً
 لہ تعالیٰ کان کل شہادۃ معلوماً لہ سبحانہ بالطریق الاولی من باب قوله عز وجل :
 لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاۃ۔ شہود اور شہادت (حاضر اور علم ظاہر یقینی خبر)
 مشاہدہ کے ساتھ حاضر (موجود) ہونا خواہ آنکھ کے ساتھ ہو یا بصیرت (دانی) کے ساتھ ہو اور
 حضور کا تنہا ہونا معتبر ہے لیکن شہود کا مجرد حضور کیساتھ ہونا اولیٰ ہے اور شہادت نظارہ کے سا
 اولیٰ ہے اور غیب کا محمول ہونا مطلق پر ہے اور وہ سبقت کر نیا لایا ہے (متبادر ہے) اور ال
 تعریف یہاں استغراقی ہے کیونکہ الی عہدی ہونے کا کوئی قرینہ نہیں ہے اور مقام مرح کا اقتضاء
 یہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے علام الغیوب تو تہر اس غیب پر شتمل ہے خواہ واجب ہو
 یا ممکن موجود ہو یا معدوم ہو یا ممتنع ہو اور مخلوق کے علم کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو اور غیب
 کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جس سے معین طور پر علم مخلوق کا تعلق نہ ہو اور وہ غیب مضاف ہے
 یعنی ایسا غیب جو مخلوق کی طرف نسبت کے ساتھ ہو اور وہ ہے جو اوپر گزرا اور ایسے غیب کے متعلق
 (غیب مطلق) کے متعلق فقہاء کا کہنا ہے کہ علم غیب کا مدعی کافر ہے اور ایسایوں ہوتا ہے کہ وہ عالم تنہا
 سے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور شہادت کا اس کے ساتھ ذکر اس لیے ہے کہ جس طرح تمام غیوب اللہ
 کو معلوم ہیں اسی طرح تمام شہادات (عیان) بھی حق سبحانہ، وتعلیٰ کو معلوم بدرجہ اولیٰ معلوم ہیں اور اللہ
 کا ارشاد یہی ہے کوئی چھوٹی یا بڑی شے ایسی نہیں مگر اس اللہ نے اسے گھیر رکھا ہے (معلوم ہے)
 اور ایک قول یہ ہے : الغیب ما لا یقع علیہ الحس من المعدوم او الموجود الذی لا یدرک بالشہادۃ

ما یقع علیہ الادراک بالحس غیب وہ ہے جس پر حس واقع نہ ہو خواہ معدومات سے ہو یا موجودات سے جس کا ادراک نہ ہو سکے اور شہادت وہ ہے جس پر حس کے ساتھ ادراک ہو سکے۔ امام ابو جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: الغیب ما لم یکن والشہادۃ ما کان: غیب وہ ہے جو ہرگز نہ ہوا ہو اور شہادت وہ ہے جو ہو جس کا قول ہے: الغیب السر والشہادۃ العلانیۃ غیب نہاں ہے اور شہادت عیاں ہے۔ اور ایک قول ہے کہ شہادت سے مراد دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اور غیب سے مراد آخرت اور جو کچھ اس میں ہے اور غیب کا شہادت پر مقدم فرمانا (پہلے ذکر کرنا) اس لیے ہے کہ اس کے ساتھ علم ہونا بالشہادت پر دلیل کی مانند ہے اور ایک قول ہے شہادت پر غیب کا مقدم ہونا اس لیے ہے کہ ہر شہادت (شہود و شہود) پہلے غیب ہی تھا اور جو سب سے آیا یعنی جو کچھ ظاہر ہوا وہ سب غیب کے خزانوں سے چھ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کریم موجود کا بھی اور معدوم کا بھی دنیا کا بھی آخرت کا بھی جلنے والا ہے اور اس کا علم لا متناہی ہے اور ازلی سرمدی قدیم حقیقی ہے۔ اور اس کی ذات کے ساتھ واجب ہے اور فنا و تبدیلی سے پاک ہے اگر اس کے علوم میں سے ایک قطرہ کی بات کریں تو وہ قطرہ بھی لا متناہی در لا متناہی ہے جب کہ مخلوق کا علم متناہی اور وہ علم الی کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر اس کی ذات کریم نہ چاہا اور بندوں کا علم محدود و متناہی اور فانی ہے لہذا علم الی سے مساوات کا تصور ہی سرے سے باطل ہے اور جو علم الی کے برابر مانے بلاشبہ مشرک ہے خواہ وہ علم کا ایک قطرہ مانے اس لیے کہ کل ہو جاجز واللہ کا علم لا متناہی در لا متناہی ہے۔ (ہُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ) وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔

یہ دونوں اللہ کی صفیتیں ہیں اس کے معنی ہیں نہایت رحمت والا اور مہربانی فرمانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غانت درجہ مہربان اور ترس فرمانے والا ہے۔

ہُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ
الْمُهَيْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ
سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرَکُوْنَ

وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں
بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا
امان بخشنے والا حفاظت فرمانے والا عزت
والاعظمت والا تکبر والا۔ اللہ کو پاکی

ہے ان کے شرک سے۔

ہُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

دوبارہ ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق اور تکرار میں امر توحید کا بدرجہ غانت اظہار ہے کہ سب سے دین کی اصل یہی ہے۔

(الْمَلِكُ) بادشاہ المتصرف بالامروالہنی اوالمالک لجميع الاشياء الذی له التصرف فیہا والذی یعز من یشاء ویزل من یشاء لیستحیل علیہ الاذلال والذی یولی ویعزل ولا یتصور علیہ تولیة ولا عزل، اوالمفرد بالعز والسلطان اوذوالملك والملک خلقہ والتکا امر نہی کے ساتھ تصرف (علی الاطلاق) فرمانے والا یا تمام اشیا کا مالک اور ان میں مکمل تصرف فرمانی والا یا وہ ذات کریم جس کو چاہے معزز کرے (عزت عطا فرمائے)، اور جسے چاہے پست و ذلیل رکھے (رسوا کرے) اور وہ پستیوں (ذلتوں) سے پاک ہے یعنی ذلت اس کے لیے محال ہے وہ لامتناہی عزت والا ہے یا وہی ہے جو اقتدار عطا کرتا ہے اور معزول کرتا ہے اور اس کے لیے معزولی و تولیت تصور بھی نہیں کی جاسکتی یعنی اس کا معزول ہوتا اور کسی کی زیر نیگیں ہونا محال ہے یا وہ عزتوں کے ساتھ فرد ہے یعنی سب عزت اسی ہی کے لیے ہے اور وہ معزز یکتا ہے اور وہی حاکم علی الاطلاق ہے یا دشاہی والا ہے اور بادشاہی اس کی تخلیق ہے یعنی حاکم رہی ہے اور حکومت اسی کی ہے یا قدرت والا ہے۔ اس کی حکومت و سلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں۔

(الْقُدُّوسُ) نہایت پاک۔ البلیغ فی الزاہة عما یوجب نقصانا۔ ہر عیب و نقص سے اور تمام برائیوں سے نہایت پاک اوالذی له الکمال فی وصف اختص بہ۔ یا وہ ذات جس کے لئے جو اوصاف مخصوص ہیں ان میں نہایت کمال والا اوالذی لا یجد ولا یتصور یا وہ ذات جس کی پاکیزگی کی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کی پاکی تصور میں آسکتی ہے۔

(السَّلَامُ) سلامتی دینے والا۔ ذوالسلامة من کل نقص و آفة ہر نقص و آفت سے قطعاً پاک، منزہ ہے سلام و صف کے طور مبالغہ آئی ہے اگرچہ مصدر ہے اور جہائی کا قول ہے۔

هو الذی ترجی منه السلامة وہ ذات ہے جس سے سلامتی کی امید رکھی جائے یا وہ سلامتی عطا کرے اور ایک قول ہے ای الذی یسلم علی اولیاء لا فیسلمون من کل مخوف یعنی وہ ذات جو اپنے دوستوں کو سلامتی عطا کرے تو وہ ہر قسم کے خوف سے محفوظ ہو جائیں یا اپنی مخلوق کو سلامتی دینے والا۔ (الْمُؤْمِنُ) امان بخشنے والا۔ قیل: المصدق لنفسه ولرسوله علیہم السلام و فیما

بلغوه عنه سبحانه اما بالقول او بخلق المعجزه او واهب عبادہ الامن من الفزع الاكبر او ممنون
منه اما بخلق الطمانينة في قلوبهم او باخبارهم ان لا خوف عليهم وقيل : وقال ثعلب :
المصدق المومنين في انهم امنوا ، وقال النحاس : في شهادتهم على الناس يوم القيمة وقيل :
ذوالامن من الزوال لاستحاليته عليه سبحانه وقيل : غير ذلك .

ایک قول ہے کہ اپنے نفس کریم کی اور اپنے رسولوں علیہم السلام کی اس میں تصدیق فرمایا لا جوابہوں نے
اللہ پاک کی طرف سے تبلیغ فرمایا (پہنچایا) خواہ اپنے قول کے ساتھ یا اظہار معجزہ کے ذریعہ یا اپنے بندوں کو بڑی
گھبراہٹ (نفخہ اخیرہ) سے امن دینے والا یا اس سے انہیں مامون رکھنے والا خواہ ان کے دلوں میں طمانیت
پیدا کر کے یا انہیں خبروں کے ذریعہ کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور ایک قول ہے مخلوق کو اس کے ظالموں سے بچانے
والا اور ثعلب کا قول ہے مومنوں کی اس میں جو وہ ایمان لائے تصدیق فرمانے والا اور نحاس کا قول ہے
قیامت کے دن لوگوں پر ان کی شہادتوں میں امان بخشنے والا ۔ ایک قول ہے کہ زوال سے پاک و منزہ اور
حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے زوال محال ہے اور ایک قول ہے کہ لوگوں کو امان بخشنے والا اور ایک قول ہے
کہ اپنے اطاعت گزار بندوں کو اپنے عذاب سے امان بخشنے والا ۔

(الْمُهَيِّمُ) حفاظت فرمانے والا ۔ الرقيب الحافظ لكل شئ ہر ایک شے کی نگہبانی اور حفاظت
فرمانے والا ضحاک کا قول ہے کہ مہمین اسماء الی سے ایک ہے اور پچھلی کتابوں میں بھی مذکور ہے اس کے حقیقی
معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں قاموس میں اس کے معنی الرقيب بالحفیظ کے ہیں یعنی حفاظت فرمانے والا ۔

(الْعَزِيزُ) عزت والا ۔ الغالب یعنی غلبے والا وقیل : الذی لا مثل له اور ایک قول ہے
کہ وہ ذات جس کی مثل نہ ہو ۔ وقیل : الذی یغلب من اراد اور ایک قول ہے کہ وہ ذات کہ
جس کو چاہے عذاب دے وقیل : الذی علیہ ثواب العلمین اور کہا گیا وہ ذات جو عمل کرنے والوں کو ثواب
عطا فرمائے ۔ وقیل : الذی لا یحیط من منزلتہ اور ایک قول ہے کہ وہ ذات جس کی عزت و عظمت کا
احاطہ نہ کیا جاسکے یا جس کو ان کی منزلت (شان) سے گرایا دکم) نہ جاسکے ۔

(الْجَبَّارُ) عظمت والا ۔ وقال ابن عباس : هو العظیم اور ابن عباس کا قول ہے وہ بڑائی و
بزرگی والا ہے ایک قول ہے الذی جب خلقہ علی ما اراد وقررہم علیہ وہ ذات جس نے اپنی مخلوق
کو درست کر دیا اس پر جو اس نے چاہا اور انہیں اس پر مجبور کر دیا ۔

(الْمُتَكَبِّرُ) تکبر والا ۔ البلیغ الکبریاء والعظمة ۔ انتہائی بڑائی اور عظمت (بزرگی) والا اپنی ذات اور اپنی تمام صفات میں اور اپنی بڑائی یا تکبر کا اظہار اسی کو زیبا ہے اور وہی اس کے لائق ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا التکبر ردائی والعظمة ازاری تکبر میری چادر اور عظمت میرا تہنہ ہے (ایسا مجازاً ارشاد ہے اور اللہ ان امور سے پاک ہے) جس نے مجھ سے ان دونوں کو چھینا چاہا (ان دونوں کو اپنے لیے چاہا) تو مجھے اپنی کبریائی کی قسم میں اسے ضرور آگ میں پھینکوں گا ۔
ہذا بندوں کو عاجزی ہی چاہیے اور انکساری لازم ہے ۔

(مُبْتَلًى لِلَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ) اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے ۔

قتنیہ للہ تعالیٰ عما یشرکون ۔ اللہ شرک کرنے والوں کے شرک منزه ہے پاک ہے کیونکہ جن صفات کا ذکر گزرا ان تمام صفات میں نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ نظیر و مثل ہے وہ اپنی تمام صفات میں بے مثل یگانہ ہے ۔

وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے ۔

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا
فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ) وہی ہے اللہ بنانے والا (پیدا کرنے والا)

المقدر للأشياء على مقتضى الحكمة او مبدع الأشياء من غير اصل ولا اختناء وليفسر الخلق بايجاد الشيء من الشيء اشياء كواپنى حکمت کے مطابق پیدا کرنے والا یا چیزوں کو بغیر کسی اصل و مثال کے بنانے والا یا ایجاد کرنے والا اور خلق کی تفسیر کسی شے سے کسی شے کو ایجاد کرنے (بنانے) سے کی گئی ہے یا کہ ملتی ہے ۔ ایک قول ہے کہ نیست سے ہست کرنے والا ۔

(الْبَارِئُ) بنانے والا ۔ لا يوجد لها برئتيه من تفاوت ما تقتضيه بحسب الحكمة والمجربة وقيل : المميّز بعضها عن بعض بالاشكال المختلفة مخلوق كابتغرافات کے ایجاد کرنے والا جس طرح کہ اس کی حکمت کے لائق اور جبلت کا مقتدی ہے اور ایک قول ہے بعض اشياء کو بعض

اشیاء سے مختلف شکلوں کے ساتھ ممتاز کرنے والا یعنی ان میں باہم امتیاز ہو۔ ایک قول ہے عدم سے وجود میں لانے والا۔ (الْمُصَوِّرُ) ہر ایک کو صورت دینے والا۔

الموجد لصورها وکیفیاتھا کما أُمِرَاد۔ مخلوق کی صورتوں اور اس کی حالتوں (کیفیتوں) کا اس طرح بنانے والا جس طرح اس نے (اللہ نے) چاہا۔

لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى، اسی کے ہیں سب اچھے نام

الدالة علی محاسن المعانی۔ وہ نام جو بہترین اوصاف اور اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں یعنی ان سے عظمت الہی کی معرفت ہوتی ہے یا اظہار ہوتا ہے حدیث مبارکہ میں ننانوے نام آئے ہیں لیکن عدد ۹۹ (ننانوے) پر حصر نہیں کیونکہ اسماء کریمہ ان گنت اور لاتعداد ہیں جو اللہ کی عظمت لا متناہی کے نقیب ہیں۔ (لَسَبَّحَ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ من الموجودات بلسان الحال و بلسان المقابل۔ موجودات میں سے ہر ایک شے زبان حال سے یا زبان مقابل سے جیسی طرح بھی اُسے عطا کیا گیا ہے اللہ کی پاکی بولتی ہے۔ اس پر تفصیلی کلام چھپے کسی مقامات پر ہو چکا ہے۔

(وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

الجامع للکمالات کافۃ یعنی جملہ کمالات کا جامع اللہ ہی ہے اور غلبہ والا ہے۔

سورۂ حشر کی ان آیات کی (آخری تین آیات) روایات میں بڑی فضیلت و شان آئی ہے اور یہ آیات فضل عظیم کا خزانہ ہیں امام احمد، دمامی، ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے۔ (حسن کہا ہے) اور طبرانی، ابن الفریس اور بیہقی نے شعب میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت تین مرتبہ کہا۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّيِّعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پھر بدو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، کا اضافہ کیے (سورۂ حشر کی آخری تین آیات (وہو اللہ الذی — الخ) تک پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ستر ہزار فضتے منوکل کرے گا (مقرر فرمائیں گے) جو شام تک اس پر رحمت بھیجیں گے اس کے لئے (بخشش مانگیں گے) اور اگر اس دن میں مر جائیگا تو شہید مرے گا اور جو شام کو پڑھے گا تو جب بھی صبح تک بھی یہی منزلت پائے گا۔ دیلمی نے ابن عباس سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ سورۂ حشر کی آخری سات آیات میں اسم عظم ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ انہوں نے برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا اے براؤ
جب تو اسمِ عظیم کے ساتھ اللہ سے دعا کا ارادہ کرے تو سورۃ الحمد مد کی پہلی دس آیات اور سورۃ الحشر
کی آخری آیات پڑھ لے۔ دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے قول لو انزلنا هذا القرآن سے آخر سورت
یہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ صداع (ہر قسم کی رکاوٹ) کیلئے تعویذ ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ میں متعدد روایات کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا
ہے کہ جب میں نے سورۃ حشر کی آخری آیات سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پڑھیں تو آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لے کیونکہ جب جبرائیل علیہ السلام ان
آیات کو لے کر مجھ پر نازل ہوئے تو مجھ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیں کیونکہ ان آیات میں
بجز موت کے ہر مرض کے لیے شفا ہے۔

الحمد للہ سورۃ حشر کی تفسیر پایہ تکمیل کو پہنچی۔
۳۳ مارچ ۱۹۹۰ء - ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کو تکمیل پائی۔

سورة الممتحنة

سورة الممتحنة مدنی ہے اور اس میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں ابن حجر کا قول ہے کہ یہ سورہ مبارکہ اسی نام (الممتحنة) سے مشہور ہے اور لفظ "الممتحنة" میں قاف فتح کے ساتھ ہے جبکہ یہ زیر (کسرہ) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اگر فتحہ زیر کیساتھ پڑھا جائے تو یہ مفعول کی صفت ہوگی جس کے سبب یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور اگر کسرہ سے پڑھا جائے جیسا کہ قرأت مشہور و متواتر ہے تو یہ سورہ مبارکہ کی صفت ہوگی جس طرح کہ سورہ براءۃ کو الفاضلہ کہا گیا ہے۔ اور رجال القراء میں اس سورہ مبارکہ کو سورہ الامتحان کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس کا نام سورہ المودة بھی ہے عبد اللہ ابن عباس اور عبد بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ سورت مطلقاً مدنی ہے اور بعض نے کہاہے کہ اس سورہ مبارکہ کا ابتدائی حصہ فتح مکہ کے روز نازل ہوا اور باقی سورہ مدنی ہے اور ایسا کہنا شاذ باعتبار تعلیب ہے کہ یہ مدنی ہے کیونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ سورہ حشر کے ساتھ اس سورہ مبارکہ کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس میں کتابی کافروں کے ساتھ سوالات و معاہدات وغیرہ کا ذکر ہے اور اس میں مومنوں کو کفار سے موالات کی نہی کی گئی ہے اور دونوں میں اس سلسلہ میں بسیط کلام ہے اور یہ سورہ مبارکہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں نازل ہوئی اور سورہ حشر میں اہل کتاب سے معاہدہ حدیبیہ کا ذکر ہے اور یہ سورہ حشر اور الصف اور اس کے بعد کی سورتوں کے درمیان بطور فصل ہے کہ وہ سورتیں سب سے پہلے شروع ہوئیں۔ اس سورہ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بنو ہاشم کی ایک باندی سارہ نامی جو معروف مخینہ اور خبیثہ و نوجوان (مراثن) تھی صلح حدیبیہ کے آخری دور میں مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دوران فتح مکہ کے لیے تیاری فرما رہے تھے آپ نے اس باندی سے پوچھا کہ تو مسلمان ہو کر آئی ہے تو اس نے کہا نہیں آپ نے پوچھا تو کیا ہجرت کر کے آئی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر کیوں آئی ہے تو اس نے کہا محتاجی سے تنگ ہو کر آپ سے امداد کے لیے حاضر ہوئی ہوں آپ نے بنی عبد المطلب کو اس کی امداد کیلئے کہا تو انہوں نے اسکی خوب مدد کی اور کپڑے کھانے پینے وغیرہ کا سامان بھی دیا۔ عاتب بن

عمر و ابی بلتعہ بدری جو بنو عبد العزیٰ کے موالی تھے اس باندی سے ملے اور اسکی مدد کی اور اسے ایک خط اہل مکہ کے نام دیا جس میں یہ تحریر تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں تم اپنی حفاظت کو جو تدبیر ہو سکے کرو، سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان اور ایک جماعت نے مولا علی کریم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور زبیر اور مقدادؓ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ تمہیں روضۂ خلیفہ پہنچنا نہیں ایک عورت ملے گی جس کے پاس ابن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام وہ خط اس سے لیلوا اور میرے پاس لے آؤ، اگر وہ خط نہ دے تو اس کی گردن مار دو، یہ اصحاب جب وہاں پہنچے تو اس باندی کو وہیں پایا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا سارہ نے قسم کھائی اور کہا کہ خط اس کے پاس نہیں ہے۔ حضرت علی کریم اللہ وجہہ الکریم نے جب قبول کا واپسی کا ارادہ دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ حضور کی خبر کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور تلوار نکال کر سارہ کو کہا کہ یا تو خط دید و یا قتل کے لیے تیار ہو جاو سارہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اپنے جوڑے سے خط نکال کر آپ کو دے دیا اصحاب نے خط ملنے کے بعد اسے چھوڑ دیا اور خدمت نبوی میں خط لا پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب ابن ابی بلتعہ کو طلب فرمایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا میں نے کفر نہیں کیا اور نہ ہی کبھی آپ کی خیانت کی ہے اور جب سے مہاجر ہوا ہوں کبھی اہل مکہ سے محبت نہ رکھی لیکن بات بس اس قدر ہے کہ مہاجرین میں سے ہر کسی کا کوئی دوست یا رشتہ دار مکہ میں موجود ہے جو اس کے اہل بیت کا محافظ ہے اور میں مکہ میں اجنبی تھا اگرچہ قوم قریش کے ساتھ رہتا تھا اور میرے اہل قانہ وہاں ان کے پاس ہیں مجھے صرف ان کی فکر دامن گیر ہوئی اور میں نے اس خیال سے کہ ان پر کوئی احسان کر دوں تاکہ میرے گھر والے محفوظ رہیں اور مجھے اس امر کا قطعی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر ضرور عذاب نازل فرمانے والا ہے اور میرا خط انہیں نہ بچا سکے گا۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا اور ان کی تصدیق فرمائی حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضور مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر بن خطاب اللہ تعالیٰ خیر ہے جب

ہی اس نے اہل بدر کے بابے میں فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشکبار ہو گئے اور سورۃ الممتحنہ کی آیات نازل ہوئیں۔ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ بدری تھے

سورۃ ممتحنہ مکیہ

اس میں دو رکوع۔ تیرہ آیتیں۔ تین سو اترتالیس کلمے اور ایک ہزار پانچ سو دس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ ممتحنہ پ ۱

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْكَوْذِ وَقَدْ كَفَرُوا إِلَيْكُمْ جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ مُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ حَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسْرِفُونَ إِلَيْهِم بِالْكَوْذِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ

إِنْ يَتَّقِفُواكُمْ يَكُونُوا عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتُهُمْ بِالسُّوْرِ وَوَدُوًّا لِّتُكْفُرُوا بِهِ

لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ

يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ
وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا اقْبُرُوا بِقَوْمِهِمْ إِنَّنَا
بَرٌّ وَمُسْكُوذٌ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ لَعْنَةٌ وَالْبَعْضُ مِنَ
أَبَدًا حَتَّى تَوُفُّوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ
إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا تُغْفِرَتْ
لَكَ وَمَا أُمِّلَ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ
شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ
اتَّيْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان سے
الگ کر دے گا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔
بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور
اس کے ساتھ والوں میں جب انہوں نے اپنی
قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور
ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے
منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت
نظاہر ہو گئی ہمیشہ کے لیے جن تک تم ایک اللہ پر
ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ
میں ضرورتیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ
کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں۔ اے
ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری
ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرتا
ہے۔

اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں
نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب
بیشک تو ہی عزت و حکمت والا ہے۔
بیشک تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی۔
اے جو اللہ اور کچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ
پھرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب
خوبیوں سہارا۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا
وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
وَمَنْ تَتَوَلَّى فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيدُ

حل لغات رکوع اول سورۃ ممتحنہ پ ۲۸

ایمان لائے ہو لا۔ نہ

الذین۔ لوگو جو

نایابا۔ اے

تتخذوا بناذ	عداوی میرے دشمنوں کو د۔ اور	عدا و کفر اپنے دشمنوں کو
اولیاء دوست	تلقون تم خبریں پہنچاتے ہو	ایہم۔ ان کو
بالمودة دوستی سے	قد بیشک	کفر و انکار ہوئے
بہا اس کے جو	جاء آیا	من الحق حق
بیز چون نکلتے ہیں	الرسول رسول کو	ایا خاص
کو تم کو بھی	ان یہ کہ	بالمثلہ الشدیر
دیکھو جو تمہارا رب ہے	ان اگر	خرجتم مکے
جہاد جہاد کے لیے	فی بیچ	و اور واسطے
ابتغاء چاہنے	مرضاق میری رضامندی کے	ایہم۔ ان کی طرف
بالمودة دوستی سے	د اور	اعلم خوب جانتا ہوں
بہا جو	اخضتم تم چھپاتے ہو	ما جو
اعلتم ظاہر کرتے ہو	د اور	یفعلم کرے گا ایسا
منکم تم میں سے	فقد تو بیشک	سواد سیدھی
السبیل راہ سے	ان اگر	کو تم کو
یکونوا تو ہوں	لکم تمہارے	د اور
یبطوا پھیلائیں	ایکوی تمہاری طرف	د اور
السنتم اپنی زبانیں	بالسوء برائی کے ساتھ	و د اور پسند کرتے ہیں
لو کاش کہ	تکفرون تم کفر کرو	تنفعکم نفع دینے کے تم کو
ارحامکم تمہارے رشتے	د اور	اولاد اولاد
کو تمہاری	یوم دن	یفصل فیصلے کرے گا
بینکم تمہارے درمیان	د اور	بہا اس سے جو
تعملون تم کرتے ہو	بصیر دیکھنے والا ہے	کانت تھی
لکم تمہارے لیے	اسوة پیروی	فی بیچ
ابراہیم ابراہیم کے	د اور	معه اسکے ساتھ تھے
	الذین ان کے جو	

اذیحکہ	قالوا بولے	لقومہم اپنی قوم سے	انا بیشک ہم
بڑا ڈبیرا میں	منکو تم سے	و۔ اور	صما اس سے جبکو
تعبدون تم پوجتے ہو	من دون سوا	اللہ اللہ کے	کفرنا کفر کیا ہم نے
بکو تمہارا	و۔ اور	بدا ظاہر ہو گئی	بیننا ہمارے درمیان
و۔ اور	بینکو تمہارے درمیان	العداۃ عداوت	و۔ اور
البغضاء دشمنی	ایدا ہمیشہ کے لیے	حتی یہاں تک کہ	توصنوا تم ایمان لاؤ
باللہ اللہ	وحدۃ کیلئے پر	الا مگر	قول بات
ابواہیم ابراہیم کی	لایبہ اپنے باپ سے	لاستغفرن ضرور بخشش مانگوں گا	لک تیرے لیے
و۔ اور	ما نہیں	امللنا اختیار رکھتائیں	لک تیرے لیے
من اللہ اللہ سے	من کسی	شی چیز کا	دینا اے ہمارے رب
علیک تجھ پر	تو کلنا ہم نے بھروسہ کیا	و۔ اور	ایک تیری ہی طرف
انینا ہم نے رجوع کیا	و۔ اور	ایک تیری ہی طرف ہے	المصیبر پھرتا
دینا اے ہمارے رب	لا نہ	تجعلنا بنا ہم کو	قنتہ آزمائش
للدین ان کے لیے جو	کفر و کافر ہیں	و۔ اور	اعفر بخش ہم کو
لنا ہم کو	دینا اے ہمارے رب	انک بیشک تو	انت تو ہی
العزیز غالب	الحکیم حکمت والا ہے	لقد بیشک	کان بھی
لکم تمہارے لیے	فیہم ان میں	اسوۃ پیروی	حستہ اچھی
لمن ان کے لیے	کان جو	یوجوا امید رکھتا ہے	اللہ اللہ کی
و۔ اور	الیوم دن	الآخر آخرت کی	و۔ اور
من جو	یتول منہ پھیرے	فان تو بیشک	اللہ اللہ
هو وہی ہے	الغف لبے نیاز	الحمید خوبیوں والا	

مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تَلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ط
 إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسْرِفُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ ط وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ الْبِيلِ

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔ گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے۔ اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں سے جو ایسا کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ ط اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ ای لا تتخذوا الكفار أولياء یعنی کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ یہ میرے بھی دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

تَلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ (تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے۔

المودة میں با مفعول کے ساتھ دیں زائد ہے اور القاء المودة (دوستی سے پہنچانا) اس کے اظہار کے لیے مجاز ہے اور اس سے تفسیر یہ ہوگی ای توصلون إليهم المودة یعنی تم ان سے دوستی کا رابطہ رکھتے ہو اور ایک قول ہے بالسبب ہے اور القاء ارسال سے مجاز ہے

اٰی تَرْسَلُوْنَ اِلَیْهِمْ اَخْبَارَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم بِسَبَبِ الْمُوَدَّةِ الَّتِیْ بَیْنَکُمْ
یعنی تم انہیں (کافروں) اس کی دوستی کی وجہ سے جو تمہارے درمیان تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خبریں پہنچاتے ہو اور ایک قول ہے بآئندی کہ یہ اس صورت میں معنی ہوں گے۔ تَفْضُوْنَ اِلَیْهِمْ
بِالْمُوَدَّةِ یعنی تم ان کی طرف دوستی سے مشکل کو حل کرتے ہو یا جمیعت کو متفرق کرتے ہو یا پلٹے ہو۔
(وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ) حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس
آیا یہ مفعول سے حال ہے۔ مراد ہے وہ سلام اور قرآن کے منکر ہیں جو تمہیں اللہ نے دیا اور منکروں
اور مومنوں میں کسی دوستی؟

يُخْرِجُونَ الرِّسُولَ وَيَاكُفِّرَان تَوَّعَيْنَا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ مَرَّةً مَّرَّةً مَّرَّةً مَّرَّةً
اور انہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے۔

ای من مکة — یعنی مکہ المکرمہ سے — ای لا یمانکم اور کراہۃ ایمانکم واللہ
عز وجل یعنی تمہارے ایمان لانے کے سبب سے یا اللہ عز وجل شانہ جو تمہارا پروردگار ہے اس پر
ایمان لانے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے جبکہ میں ضمیر مومنوں کی تنزیب کے لئے ہے وگرنہ رب تو
سبھی کا ہے میں کہتا ہوں کہ وہ کفر کی ضمیر میں اہل ایمان کی عظمت ہے کہ وہ اللہ کے دوست ہیں
کیونکہ سباق کلام میں اللہ کے دشمنوں اور مومنوں کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے کا ارشاد ہے تو
لطیف اشارہ ہے کہ دوست کا دشمن بھی تمہارا دشمن ہے اور اللہ مومنوں ہی کو دوست رکھتا ہے لہذا
جب اللہ کافروں کو دشمن فرماتا ہے تو مومن جن کا دوست ولی اللہ ہے وہ کافروں کو کیوں دوست
رکھیں تو اللہ کی دوستی مومنوں کو ہر شے پر مقدم ہے اور صحابہ کرام کی یہ خصوصیت ہے اور ”مرہکم“
میں بڑی عظمت اور گہرائی ہے۔ آیت کے اس ٹکڑے ضمیر تمکم سے میں حسن التفات بھی ہے۔
واضح مفہوم ہے کہ کفار رسول کو اور تمہیں ایمان باللہ ہی کی وجہ سے مکہ سے نکال چکے ہیں۔

(اِنَّ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِيْ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ) اگر تم نکلے ہو میری
راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو۔

یہ قول الہی (لا تتخذوا) سے متعلق ہے ای لا تتواعدائی ان کنتما اولیائی یعنی
اگر تم میرے دوست ہو تو میرے دشمنوں سے موالات (دوستی) نہ رکھو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

یہ حال ہو تو اس صورت پر معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم جہاد کر نیوالے ہو اور میری رضاؤں کے طالب ہو اور غزوہ (جنگ) کے لیے نکلے ہو یا مہاجر ہو کر نکلے ہو (کیونکہ خطاب مہاجرین سے خاص ہے) تو میرے اور اپنے دشمنوں سے ہمدردی یا خیر خواہی نہ رکھو۔

(رَقِشُ قَوْلٍ إِلَيْكُمْ بِالْمُؤَدَّةِ) تو ان سے دوستی نہ رکھو۔

ایک قول ہے کہ یہ ”تلقون“ سے بدل ہے اگر ایقار سے خفیہ پیغام مراد ہے تو یہ بدل کل من کل ہے ایک قول ہے کہ استناف بیانی ہے کیونکہ جو پیچھے گزرا اس میں عتاب ہے۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ یہ خبر ہے مبتدا محذوف ہے یعنی تم دوستی رکھتے ہو اور کلام میں استناف ان پر انکار کے لیے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم کفار سے موالات نہ رکھو۔

(وَإِنَّا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ) اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو۔ اَعْلَمُ تفضیل ہے اور تفضل علیہ محذوف ہے یعنی منکم (تم سے) ابن عطیہ کا قول ہے کہ اَعْلَمُ فعل مضارع ہو سکتا ہے اور العلم بار سے متعدی ہو جاتا ہے یا پھر زائد ہے اور مایا تو موصولہ ہے یا مصدر یہ ہے۔ اور ما اعلنتم کا ذکر اس سے استغناء کیا تھا اشارہ کے لیے ہے کہ اللہ عز وجل شانہ کے دونوں علم یکساں ہیں خواہ نہاں ہو یا عیاں اور اس حال میں ”ما اخفیتم“ کا تقدم (پہلے فرمانا) اشارہ ہے کہ تمہاری کفار سے دوستی و خیر خواہی اللہ کو خوب معلوم ہے اور جو تم نے چھپایا یا ظاہر کیا اللہ نے اسکی اپنے رسول کو خبر دیدی۔

(وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ) اور تم میں جو ایسا کرے۔

ای الا سرار یعنی کفار سے رازداری یا دوستی یا خیر خواہی۔

(فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ) بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

ای الطريق المستوی والضراط الحق یعنی وہ سیدھے راستہ اور حق کی راہ سے بہک

گیا اور اس راہ پر جا پڑا جو ایمان و ہدایت کا راستہ نہیں۔

اگر تمہیں پاپیں تو تمہارے دشمن

ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے

ہاتھ اور اپنی زبانیں براتی کیا تھا

إِنْ يَشْفِقُكُمْ يُكُونُوا لَكُمْ

أَعْدَاءٌ وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ

أَيْدِيَهُمْ وَالسِّنَنُ بِالشُّعْرِ

وَوَدَّ وَالْوُتَّكَفُرُونَ .
دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح
تم کافر ہو جاؤ۔

رَانَ يَشْفُقُكُمْ ، اگر تمہیں پائیں
ای ان یظفروا بکم یعنی اگر وہ کفار تم پر رحمند ہوں یا قابو پائیں ،
واصل الثقت الحذق فی ادراک الشیء وفعله اور ثقت کا اصل مفہوم یہ ہے کسی شے
کا پالینا عقل و سمجھ میں غالب آنا اور مقابلہ کرنا عربی محاورہ ہے رجل ثقت لقت دہن یا ہوشیار اور
مہذب شخص ۔ البتہ یہاں مراد غلبہ پانا ہے ۔
(يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً) تو تمہارے دشمن ہوں گے ۔

ای عداوۃ یترب علیہا ضرر یا الفعل یعنی اگر تم پر کفار موقع پا جائیں یا غلبہ پالیں تو عملی طور
پر نقصان پہنچانے کے لیے ان سے اس پر عداوت و دشمنی ظاہر ہوگی ۔ اور تمہیں ان کی خیر خواہی سے
کوئی نفع نہ ہوگا ۔ اور وہ اپنی دلی عداوت کا مظاہرہ کریں گے ۔

(وَيَسْطُوْا اَلَيْكُمْ اَيُّدِيَهُمْ وَالسِّنْتَبَسُ بِالْشُّوْعِ) اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور
اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے ۔ ای بعایسوء کسر من القتل والاسر والشتم یعنی
وہ کریں گے جس سے تمہیں دکھ پہنچے جسے قتل کریں گے قیدی بنائیں اور گالی گلوچ کریں گے ۔
(وَوَدَّ وَالْوُتَّكَفُرُونَ) اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

المراد وداۃ یترب علیہا القدرة علی الرد الی الکفر مراد یہ ہے کہ دوستی کا نتیجہ
یہ مرتب ہوگا کہ وہ کفر کی طرف لوٹانے کی قدرت پائیں گے ۔ تو ایسے لوگوں سے دوستی رکھنا اور بھلائی
کی توقع رکھنا عبث ہے اور اس میں غفلت بڑی قرابی کا پیش خیمہ ہے ۔ تو تمہارا یہ طرز عمل ان کی
آرزوں کو پورا کرنے والا ہے ۔

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے
رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت
کے دن تمہیں ان سے الگ کر دے گا اور
اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَمْرًا مَّكُمْ وَلَا
اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ .

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَزْ حَامِكُمْ) ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے

اسی ذوارحامکم یعنی تمہاری رشتہ داریاں اور رحم سے مراد عورت کا رحم (بچہ دانی ہے) لیکن اشتہار فی القرابۃ حتی صار کالحقیقۃ فیہا لیکن لفظ رحم بطور قرابت کے مشہور ہو گیا یہاں تک اب انہی معنوں میں حقیقت بن گیا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جن قرابتداریوں کی وجہ سے تم کفار سے رازداری و دوستی رکھتے ہو وہ تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گے۔ یہ اس عذر کی مذمت ہے کہ رازداری رشتہ داری کی حفاظت کے نقطہ نظر سے حق یا ان کے اس خیال کا رد ہے کہ وہ اسے کفار سے موالات کیلئے مفید عذر سمجھتے تھے۔

(وَلَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ) اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن

ای لن ینفعکم قرابا تکم و اقاربکم ولا اولادکم الذین توالون المشرکین

لاجلہم و تقربون الیہم محاماة علیہم۔ بدفع ضرر و اجلب نفع۔ یعنی تمہیں تمہاری قرابتداریاں یا رشتہ داریاں اور نہ ہی تمہاری اولاد جن کے باعث تم مشرکوں سے رازداری و دوستی رکھتے ہو اور اس لیے کہ ان سے تعلق کی گہرائی کی وجہ سے تم ان سے قریب و پاس ہو جاؤ تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گی اور قیامت کے روز نہ ہی تم سے ضرر (عذاب) کو دور کر سکیں گی اور نہ ہی کوئی نفع دیں گی۔ اس آیت میں عاطب بن ابی بلتعہ پر عتاب ہے اور ان کے عذر پر مبالغہ حقیقت تھا تا پسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور حقیقت حال کی طرف واضح نشاندہی ہے کہ ایسا ہرگز نہ چاہیے تھا۔ (یَفْضَلُ بَيْنَكُمْ) تمہیں ان سے الگ کر دینا۔

یعنی قیامت کے روز اللہ تمہارے درمیان تفریق کر دے گا یا اہل ایمان اور اہل کفر و نفاق الگ کر دے ہو جائیں گے یا تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور مومنوں کو جنت دیگا اور کفار کو داخل جہنم کرے گا تو تم دنیا میں ان سے کیوں الگ نہیں ہوتے اور ان سے دوستی و رازداری کیوں نہیں ترک کرتے۔ (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

فیجاءنر یکعبہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے خفی و جلی امور و اعمال کی خبر ہے اور اللہ تمہیں تمہارے اعمال کے موافق بدلہ عطا فرمائے گا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اَسْوَةٌ

بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی

حَسَنَةً فِي ابْنِ اِبْرَاهِيمَ
وَالَّذِينَ مَعَهُ اِذَا قَالُوا
لِقَوْلِهِمْ اِنَّا بَرَاءٌ وَاٰمِنُكُمْ
وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ كُفْرًا يَكْفُرُ وَاٰمِنُكُمْ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ
وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى
تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحَدَّةً اِلَّا
قَوْلَ اِبْرَاهِيْمَ لَا يَسْءَلُكَ
سُتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا اَمْلَكَ
لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط
رَبَّنَا عَلَيكَ تَوَكَّلْنَا وَ
اِلَيْكَ اُنْبَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں
میں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا
بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان
سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم
تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں
اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر
ہو گئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم
ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم
کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور
تیری مغفرت چاہوں گا اور میں
اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا
مالک نہیں لے ہمارے رب ہم نے
تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف
رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرتا

رَقَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسُوَّةٌ حَسَنَةً فِي ابْنِ اِهِيَمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ

بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں
اُسوۂ حسنہ کے پیش اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھ گیا ہے اور دونوں لغتیں ہیں
اور تمام قرار نے سوائے عاصم کے زیر سے پڑھا ہے جس کے معنی اقتدار پیروی کے ہیں
اور اس کا اطلاق اس خصلت پر ہوتا ہے جس کے مطابق اس شخص کی پیروی کی جائے جو اس
صفت سے موصوف (متصف ہو) یا مراد قول و عمل کی اقتدار ہے

حَسَنَةً کے معنی بھلی، عمدہ اچھی کے ہیں اور یہ اسم اسوۂ کی صفت ہے اور
فِي اِبْرَاهِيْمَ يٰ اَتُوْا سُوْہ کی صفت بعد صفت ہے۔ یا خبر ہے لَكُمْ تمہارے لیے مراد وہ
لوگ ہیں جو مخاطب ہیں یعنی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مومنین والذین مَعَهُ

سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین (اتباع کرنیوالے مومنین) ہیں لیکن طبری اور ایک جماعت کا قول ہے "المراءد بہم الانبیاء الذین کانوا قریباً من عصرہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام" مراد وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے قریب و متصل تھے کیونکہ آپ کی قوم سے بیزاری اور ہجرت کے وقت آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ اہل ایمان کا گروہ نہ تھا جو آپ کے ساتھ ان سے اظہار بیزاری کرتے اور انہیں چھوڑتے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے شہر ملک سے شام کی طرف ہجرت فرمائی تو سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا فرمایا: مکھلے الارض من یعبد اللہ تعالیٰ غیری وغیرک: اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں ہے جو اللہ وحدہ لا شریک کی بندگی کرنے والا ہو۔ تو جاننا چاہیے کہ کفار سے کشمکش کے پہلے وقت اتباع کرنیوالے مومنین کا ہونا لازم نہیں البتہ ایسا بعد میں ہوا یا بعد میں ہو سکتا ہے تو من معہ کے معنی اسی پر محمول ہوں گے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ مخاطبین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے اسوہ (قول و عمل) کی پیروی لازم ہے جو عمدہ نمونہ ہے۔

(إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُوْا مِنْكُمْ) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا شک ہے ہم بیزار ہیں تم سے۔ اسی وقت وجود ہم یعنی اس وقت جب اہل قوم موجود ہوئے واضح مفہوم یہ ہے اپنی قوم کے مشرکوں اور کفار سے کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور ہمارا تم سے نہ کوئی علاقہ ہے اور نہ ہی کوئی تعلق۔

(وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو من الاضمار والکواکب وغیرہا۔ بتوں اور ستاروں وغیرہ سے، قوم الہیم بت پرست تھی اور نجوم اور کواکب کی پرستش بھی کرتی تھی یعنی ہم تم سے تمہارے کفر و مشرک بت پرستی اور کواکب پرستی کی وجہ سے بیزار ہیں۔

وَكُفِّرْنَا بَكُمْ عَنْ تَعْبُدِ اللَّهِ اِنَّا بَرَاءٌ مِنْكُمْ اَم تَهْتَدُونَ۔ یہاں لفظ کفر بطور کنایہ یا مجازاً ہے اور حق تعالیٰ کے قول انا براء کی توضیح و بیان ہے اور اس کا مطلب ہے کفرنا بکم و بما تعبّدون

من دون اللہ۔ یعنی ہم تم سے اور ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو بیزار ہیں اور تم اور تمہارے مذہب اور عقیدہ و عمل کے منکر ہیں یا یہ مفہوم ہے کہ ہم نے تمہارے دین کی مخالفت اختیار کی اور ہم تم سے الگ ہیں ہمارے نزدیک تم کسی شے پر نہیں ہو تمہارا مذہب باطل اور نفوس ہے۔

(وَبَدَأَ ابْنُنَا وَبَنِيكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ أَبَدًا) اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی، ہمیشہ کے لیے۔ اے ہذا ابناء معکم لا تترکوا یعنی ہمارا تمہارے ساتھ یہی طریقہ رہے گا اور ہم اسے کبھی نہ ترک کریں گے یعنی تم سے عداوت و بغض ہی رکھیں گے۔ (حَقِّقُوا مَوَاقِفَ اللَّهِ وَحَدَّاهُ) جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

وَقَتَرَكُوا مَا انْتَمَوْا عَلَيْهِ مِنَ الشَّرِّ فَتَنَقَّلَ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ محبة ہم تمہیں چھوڑے رکھیں گے۔ (تم سے الگ تھلگ رہیں گے) جب تک کہ تم کفر و شرک کی راہ پر ہو اور جب تم ایمان لے آؤ اور اللہ کی وعدائیت کا اقرار کرو تو ہماری عداوت دوستی سے اور بغض محبت سے بدل جائیگا۔ عداوت صداقت کی ضد ہے اور صداقت کی تفسیر محبت سے کی گئی ہے اور یہاں عداوت و بغض کے معنی میں قریب قریب ہیں راجح کا قول ہے عداوت موافقت چاہت قلبی کے منافی بات ہے اور بغض نفس کا کسی شے سے نفرت کرنا ہے جسکی رغبت نہ ہو یا اسے چھوڑ رکھا ہو اور بغض حب کی ضد ہے۔ اور اکثر کے نزدیک عداوت کے معنی الگ رہنے کے ہیں یا کانٹے و کٹے رہنے کے ہیں۔

(إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ) مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت (بخشش) چاہوں گا۔

یہ اللہ کے قول اسوہ حسنہ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ قتادہ اور ایک جماعت کا قول ہے اور یہ اسوہ کی تفسیر یا تجرید کی تقدیر ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ الا قول ابراہیم میں الا یعنی غیر یا جائیگا کیونکہ اسوہ نکرہ ہے اور مستثنیٰ کا اس میں دخول و عدم دخول یقینی نہیں ہے لہذا مستثنیٰ منہ، کا محذوف قرار دینا ہی اولیٰ ہے اس تقدیر پر یہ عبادت یوں ہوگی۔ اتبعوا اقوال ابراہیم غیر قولہ لایبہ کہ ابراہیم کی سبھی باتوں کی پیروی کرو مگر اس بات کے جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی تھی۔ یہ قول اتباع نہیں ہے اس لیے آپ کا ایسا کہنا ایک

كَفَرُوا وَاعْتَصَمُوا بِآيَاتِنَا
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش
دے اے ہمارے رب بے شک تو
ہی عزت و حکمت والا ہے۔

دُرِّ بَیِّنًا لَا تَجْعَلْ فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کی آزمائش
میں نہ ڈال۔ الفتنۃ مصدر ہے اور المقتون کے معنی میں ہے یعنی رسوا کن آزمائشوں
سے جب وہ خوفزدہ کریں معذب کرنا عذاب دکھ دینا۔

ابن عباس کا قول ہے۔ اے تسلطہ علینا فیہ ونا وبعذہ لہنا یعنی انہیں رکافروں کو
ہم پر تسلط نہ فرما کہ وہ ہمیں سب و شتم کریں یا دکھ (عذاب) پہنچائیں مجاہد کا قول ہے :
اے لا تعذبنا بایذیہم یعنی ہمیں ان کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے اور بعد اب من عندک
اور نہ ہی اپنی طرف سے عذاب نازل فرما فیظنوا انہم محقون وانا مبطلون فیقتنوا الذلک
کیوں وہ گمان نہ کریں کہ وہ سچے ہیں اور ہم جھوٹے ہیں جیسی تو مبتلا عذاب ہوئے۔
(وَاعْتَصَمُوا بِآيَاتِنَا) اور ہمیں بخش دے۔

ما فطرنا۔ جو ہم سے لغزشیں یا کوتاہیاں واقع ہوئیں انہیں بخش دے۔

(وَإِنَّا إِنَّا أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) اے ہمارے رب بے شک تو ہی عزت و حکمت
والا ہے۔ الغالب الذی لا یذل من التجاؤ الیہ ولا یخیب من جاء من توکل علیہ
والذی لا یفعل الا ما فیہ حکمتہ بالغۃ ای بالغیہ والا کہ جو اس کے حضور التجار کرے اس کو ذلیل
ورسوا نہ ہونے دے اور جو اس پر توکل و اعتماد کرے اور اس سے امید کرم رکھے اسے کبھی نامراد نہ
کرے اور وہ ذات جو بھی فرمائے اس میں بس حکمت بالغہ ہی ہو یعنی اس کا ہر کام لا متناہی حکمتوں سے
معمور ہو۔ دعائے مستقل یہاں مکمل ہوئی اور ربنا کے مکرر اضافہ سے دعا کی تقویت و استحکام کی
طرت اشارہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَفَضَّلَ

بے شک تمہارے لیے ان میں اچھی
پیروی تھی اے جو اللہ اور پچھلے دن
کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو

وعدے کی بنا پر تھا سورہ مریم میں اسکی تفصیل ہے کہ آپ نے فرمایا تھا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي۔ بعض کے نزدیک یہاں استغفار کے معنی اللہ سے اس امر کی التجا تھی کہ اللہ سے توبہ کی توفیق دے اور ایمان کے ساتھ ہدایت دے اور ایسا جائز تھا عقلاً بھی اور شرعاً بھی کیونکہ اس وقت تک آپ پر اس امر کی اطلاع نہ ہوئی تھی کہ وہ اہل جہنم سے ہے اور کفر پر مستقل رہے گا تو جب ظاہر ہو گیا تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کی، تو کافر و مشرک کے لیے خواہ وہ کتنا ہی عزیز و رشتہ دار کیوں نہ ہو دعاء مغفرت منع ہے جیسا کہ سورہ توبہ میں ارشاد ہے۔

”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُلُوبًا مِنْ بَعْدِ مَا نَبَّيْنَاهُمْ إِنَّهُمْ أَصْحَابُ الْحِمِيمَةِ“

اور طیبی کا قول ہے کہ حضرت کا ساستغفر لک ربی فرمانا اپنے باپ کے قول ”لا رحمتک و اھجہ فی ملیا“ کے جواب میں بطور رحمت و رافت تھا اور آپ کو بھی باپ کے کفر پر مستقل رہنے کی اطلاع نہ تھی جب اطلاع ہوئی تو آپ نے دعا ترک فرمائی اور اس سے بیزاری ظاہر کی اُوسی کہتے ہیں کہ آپ کا یہ قول حیات دنیا میں تھا اس کے مرنے کے بعد نہ تھا اور یونہی وحی و اطلاع سے پہلے تھا کہ ممانعت دعا مرنے کے بعد ہے اور اطلاع دراصل آپ کو اس سلسلہ میں دعا کے عدم قبول کی تھی واللہ اعلم۔ رَوَّعَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ شَيْءٌ اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں۔ یہ مستثنیٰ کا تلمک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو کفر و شرک پر قائم رہے اور اسی حال پر مرجائے کہ نافرمان ہو تو میں اللہ کے سامنے تیرے لیے کسی شے کا مالک نہیں اور میرا وعدہ دعا مغفرت کا تھا رہا دعا کا قبول ہونا تو یہ مشیت الہی پر ہے اور معاف کرنا یا بخش دینا یہ اللہ ہی کی شان ہے۔

رَبَّنَا عَلَيْنَا تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ، اے ہمارے رب ہم

نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع لائے اور تیری طرف ہی پھرنا ہے۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھ ولے مومنین کی دعا ہے اور جو استثناء

گزارا اس سے متصل ہے لہذا اس دعا میں آپ کی پیروی لازم ہے۔

اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی

بَرِّبَّانَا لَا يَجْعَلْ فِتْنَةً لِلَّذِينَ

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب
خوبیوں سراہا۔

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) بے شک تمہارے لیے ان میں اچھی

پیروی تھی۔ ای فی ابراہیم علیہ السلام ومن معہ

لکم سے مراد امت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ان سے ارشاد ہے کہ بلاشبہ
تمہارے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں میں بہترین نمونہ ہے یعنی ان کی
حیات مقدسہ اور ان کے عقائد و اعمال میں تمہارے لیے اچھی پیروی ہے اور ان کی پیروی سے لہذا
کرے وہ راہِ ثواب سے دور اور بد عقیدہ ہے۔

(مَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ) اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو۔

ای ثوابہ تعالیٰ اولقاء سبحان ونعيم الاخرة او ایا ما اللہ تعالیٰ والیوم الآخر
خصوصاً یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب یا حق سبحانہ و تعالیٰ کی ملاقات اور آخرت کی نعمتوں کا طلبگار ہو یا
عذاب الہی یا روز قیامت کا بطور خاص خوف رکھے، اور رجاء کا احتمال آمل (امید) پر ہے اور خوف
صلہ ہے ”حسنہ“ کیلئے یا صفت ہے اور جائز ہے کہ ”لکم“ کا بدل ہو جیسا کہ اخفش وغیرہ کا قول ہے
کہ ضمیر مخاطب سے بدل ظاہر ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے مقتضائے ایمان یہی ہے کہ خلیل رب حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی جائے۔

(وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ) اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز

ہے سب خوبیوں سراہا۔

یعنی جو حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھ والوں کی پیروی سے منہ موڑے یا ایمان کی راہ سے
ہٹ جائے اور کافروں کے ساتھ دوستی رکھے تو اللہ اس سے بے نیاز ہے اور سب تعریف اسی
کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اقتدار کا نفع اُسی کے لیے ہے جو ایسا اعتقاد رکھے اور اس کے مطابق
عمل کرے بصورت دیگر وہ بال بھی اُسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب امور سے بے نیاز ہے۔

۶۲۱ بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ ممتحنہ چا

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے
تمہارے دشمن ہیں دوستی کرے اور اللہ قادر
ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں
نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا
کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا
برتاؤ برتو بے شک انصاف والے اللہ تعالیٰ
کو محبوب ہیں۔

اللہ تمہیں انہیں سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں
لڑے یا تمہیں گھروں سے نکال دیا تمہارے نکالنے
پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے
دوستی کرے تو وہی تمہارا دشمن ہے۔

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان
عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا
امتحان کرو اللہ ان کے حال کا حال بہتر جانتا ہے
پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں
کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال اور نہ وہ انہیں حلال
اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا
اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان
کے ہر ان کو دد اور کافریوں کے نکاح پر مجب نہ
رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ
لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم
میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں
کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی

عَنِ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ
عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً وَاللَّهُ مُدَبِّرُ
وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ رَحِيمٌ

لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ كَرِهَ يَتَلَوْكُمْ
فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ
اَنْ تَبْرُدُوْهُمْ وَتَقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

اِنَّمَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوْكُمْ
فِي الدِّينِ وَاُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ
وَقَظَاهِرُ وَاَعْلٰى اُخْرِجُوْكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ
وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا اِذَا جَازَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ
مِنْ هٰجِرٰتٍ فَاَمْسِكُوْهُنَّ ۙ اِنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ
بِاَيُّهُنَّ فَاتٌ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ
فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَآ هُنَّ حِلٌّ
لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَآَنُفُسُهُمْ
مَا اَنفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ
تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَا اَتَيْتُمُوْهُنَّ اَجُوْرُهُنَّ
وَلَا تَسِيْئُوْا بَعْضُكُمْ اِلَىٰ بَعْضٍ وَاسْتَلُوْا
مَا اَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ اَنْ تَنْفِقُوْا اِذْ لَكُمْ
حُكْمُ اللّٰهِ يُعَلِّمُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ

وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَرْوَاجِكُمْ إِلَى
الْكُفَّارِ فَعَلَيْكُمْ مَا فَاتُوا الدِّينَ

ذَهَبَتْ أَرْوَاحُهُمْ مِثْلَ مَا أَنْفَقُوا
وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ
يَبَايِعُكَ عَلَى أَنْ لَا يَشْرِكُنَّ بِإِلَهِهِ
شَيْئًا وَلَا يَحْبِرْنَ وَلَا يَزْنِينَ
وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ
بِهَتَانٍ يَفْتَرَيْنَ بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ
وَأَرْحُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ
فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَقْبِلِيهِنَّ اللَّهُ رَاحٌ
اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا
غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَسُؤُوا مِنَ الْآخِرَةِ
كَأَيُّهَا الْكَافِرِينَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ

عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے انہیں اتنا
دو جو انکا خرچ ہوا تھا اور اللہ سے ڈرو جس پر تم
کو ایمان ہے۔

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر
ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ
تھیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ
اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے
اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع اللہ
میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری قربانی
نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی
معفرت چاہو بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔
اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن
پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت سے اس توڑ
بیٹھے ہیں جیسے کافر اس توڑ بیٹھے قبر والوں سے

حل لغات رکوع دوم سورۃ ممتحنہ ۲

عسی قریب ہے	ان - یہ کہ	یجعل بنادے
بینکم - تمہارے درمیان و۔ اور	بین - درمیان	الذین - ان لوگوں کے کہ
عادیقم - دشمنی رکھی تم نے منہم - ان سے	مودۃ - دوستی	و۔ اور
اللہ - اللہ	قداین قادر ہے	و۔ اور
غفور بخشنے والا	رحیم مہربان ہے	لا نہیں
اللہ - اللہ	عن الذین - ان سے	لہو کہ نہ
کہو - تم سے	فی بیچ	الدین - دین کے
لہو نہ	یخرجونکالا	کو - تم کو
گھروں سے	ان یہ کہ	تبدو - یکی کرو
و۔ اور	تفسطوا الفصاف کرو	الیہم - ان سے
		ان - بیشک

اللہ۔ اللہ	عجب۔ پسند کرتا ہے	المقسطین انصاف الاول انما۔ اسکے سوا نہیں
یہ کہو۔ منع کرتا ہے تم کو	اللہ۔ اللہ	عن الذین۔ ان سے
کہ۔ تم سے	فی بیچ	الذین۔ دین کے
اخرجو۔ نکالا	کہ۔ تم کو	من دیار کہو۔ تمہارے گھروں سے
و۔ اور	ظاہر و اسد کی	اخراجکم۔ نکالنے تمہارے
ان۔ یہ کہ	تولو۔ دوستی رکھو	علی۔ اوپر
من جو	یتولہو۔ دوستی رکھے ان سے	فاولیک توہی
الظالمون ظالم	بایہا سے	الذین۔ وہ جو
اذا جب	جاؤ۔ یہیں	کہو۔ تمہارے پاس
مہجرت۔ ہجرت کر کے	فامتنو۔ تو امتحان کرو	ہن۔ ان کا
اعلم۔ خوب جانتا ہے	یا ایمان۔ ان کے ایمان کو	فان۔ پھر اگر
ہن۔ ان کو	ثومت۔ یمن	فلا۔ تو نہ
ہن۔ ان کو	الی۔ طرف	الکفار۔ کافروں کی
ہن وہ عورتیں	حل۔ حلال ہیں	لہم۔ ان کے لیے
لا۔ نہ	ہو۔ وہ مرد	یعلون۔ حلال ہیں
و۔ اور	اتو۔ دو	ہو۔ ان کو
انفقوا۔ خرچ کیا انہوں نے	و۔ اور	لا۔ نہیں
علیکم۔ تم پر	ان۔ یہ کہ	تکون۔ نکاح کرو
اذا جب	ایتمو۔ دو تم	ہن۔ ان کو
ہن۔ ان کے	و۔ اور	لا۔ نہ
بعض۔ نافرمان	انکو اذہر کافر عورتوں کو	و۔ اور
ما جو	انفقتم۔ خرچ کیا تم نے	و۔ اور
ما جو	انفقوا۔ خرچ کیا انہوں نے	ذکم۔ یہ ہے
اللہ۔ اللہ	ہیکم حکم کرتا ہے	بیکم۔ تمہارے درمیان
اللہ۔ اللہ	علیم۔ جاننے والا	حکیم حکمت والا ہے
ان۔ اگر	فانتک۔ چلی جائے	شی۔ کوئی
		من اذواجکم تمہاری بیویوں سے

الی طرف	الکفار کا گروں کی	نفاقیت تم تو سزا دو انکو	فاقوا - تو دو
الذین - ان کو کہ	ذہبت جلی گئی ہیں	ازواجہم - انکی بیویاں	مثل - مثل
ما - اسکے جو	انفقوا - خرچ کیا انہوں نے	و - اور	انفقوا - خرچ
اہلہ - ان کے	الذی - وہ کہ	انقم - تم	بہ - اس پر
مؤمنون - ایمان لائے ہو	یا ایہا - اے	النبی - نبی	اذا جب
جلد - آئیں	لک - تیرے پاس	المؤمنت - مومن عورتیں	بیایعنک - بیعت کریں آپ سے
علی - اوپر	ان - اسکے کہ	لا - نہ	یشترک - شریک بنائیں گی
یادہ - ان کے ساتھ	شیئا - کسی کو	و - اور	لا - نہ
یسوقن - چوری کریں گی	و - اور	لا - نہ	یؤنین - نہ ناکریں گی
و - اور	لا - نہ	یقتلن - قتل کریں گی	اولاد - اولاد
ہن - اپنی کو	و - اور	لا - نہ	یأتین - لائیں گی
بہتان - بہتان	یفتینہ - کہ اٹھائیں اسکو	بین ایہیہن - اپنے مابین	لا - نہ
و - اور	ارجلہن - پاؤں کے درمیان	و - اور	لا - نہ
یعصینک - نافرمانی کریں گی تیری فی بیچ	معروف بھلے کام کے	فبايعین تو بیعت کرنا	و - اور
و - اور	استغفر بخشش مانگ	لہن - ان کے لیے	اللہ - اللہ سے
ان - بیشک	اللہ - اللہ	غفور بخشنے والا	رحیم - مہربان ہے
یا ایہا - اے	الذین - لوگو جو	امنوا - ایمان لائے ہو	لا - نہ
تتولوا دوستی رکھو	قوم - ان لوگوں سے کہ	غضب غضب ہوا	اللہ - اللہ کا
علیہم - ان پر	قد - بیشک	یثسوا - مایوس ہو گئے	من الاخوة - آخرت سے
کما جیسے	یثس - مایوس ہوئے	الکفار - کافر	من اصحاب - ہاشمہ گان
القبور - قبور سے			

مختصر تفسیر اردو سورہ ممتحنہ رکوع دوم پ ۲۸

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں
جو چاہے دشمن ہیں دوستی کرادے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَ يَتْرَمٰهُمْ

مَوَدَّةٌ ط وَاللّٰهُ قَدِيرٌ ط وَاللّٰهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔

اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا

مہربان ہے ۔

رَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مَوَدَّةً ط
قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں سے جو تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے ۔

ای من اقاربکم المشرکین ۔ یعنی تمہارے مشرک رشتہ داروں میں سے (مودۃ)
کا مفہوم یہ ہے ای یوافقوکم فی الذین یعنی کفار مکہ یا تمہارے مشرک رشتہ دار دین میں تمہاری
موافقت کریں گے ۔ یہ قرآن عظیم کی پیشین گوئی ہے جو حرف بجز پوری ہوئی ، اس آیت کا نزول
فتح مکہ سے قبل ہوا جیسا کہ جہور کا قول ہے اور فتح مکہ کے بعد اکثر مسلمان ہو گئے ۔ ”الذین عادیتم
منہم“ گویا عام ہے لیکن مخصوص البعض ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ چونکہ اہل ایمان اور مہاجرین صحابہ
نے کفار مکہ اور اپنے مشرک رشتہ داروں سے شدید سختی ، مخالفت ، دین دشمنی اور قطع رحمی کی
تھی اور شدائد و مصائب سے گزرے تھے جو انہیں اپنے باپوں ، بھائیوں بیٹیوں اور رشتہ داروں
سے پہنچے تھے تو اللہ نے ان کی تالیف قلبی فرما کر ان سے وعدہ فرمایا اور جلد ہی اسے فتح مکہ کے ساتھ
ہی پورا فرمادیا اور اکثر لوگ ایمان لائے معدودے چند افراد کے جو بحالت کفر ہی مرے ، ابوسفیان رضی
اللہ عنہ ، اور دوسرے بہت سے لوگ سلام لائے اور مسلمانوں کے دوست اور بھائی بن گئے اور
نفرتیں محبتوں میں بدل گئیں اور ایک قول ہے کہ جب کفار سے ترک موالات و موانست کا حکم نازل
ہوا تو اہل ایمان نے کافر رشتہ داروں سے شدت اعراض کیا اور ان سے بیزاری ظاہر کی اور اس
میں مبالغہ کیا تو ان کی تسکین کیلئے یہ آیت اتری مگر ان کے قلوب میں الفت و رقت پوشیدہ ہی
جو فطری امر ہے ۔

(وَاللّٰهُ قَدِيرٌ ط) اور اللہ قادر ہے

مبالغہ فی القدرة فیقدر سبحانہ ، علی تقلیب القلوب و تغیر الاحوال و
تسہیل اسباب المودة ۔

قدرت میں بطور مبالغہ ارشاد ہے یعنی اللہ سبحانہ ، و تعالیٰ دلوں کے بدلنے اور احوال کے تبدیل
کرنے اور دوستی کے اسباب آسان فرمانے دیکر فرمانے پر مکمل قادر ہے ۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مبالغہ فی المغفرة فیغفر جل شانہ لما فرط منکم فی موالا تہم۔
 غایت درجہ بخشش فرمانے والا ہے پس اللہ کریم جو کچھ تم سے کفار سے امورات کے سلسلہ
 میں واقع ہوا اسے بخش دے گا۔ یا اس نے بخش دیا اور وہ انتہائی رحم کرنے والا ہے۔

لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ وَعَنِ الَّذِيْنَ
 لَمْ يِقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ
 وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
 اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتَقْسِطُوْا
 اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ
 الْمُقْسِطِيْنَ ہ

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو
 تم سے دین میں لڑے اور تمہیں تمہارے
 گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ
 احسان کرو اور ان سے انصاف
 کا برتاؤ برتو بے شک انصاف والے
 اللہ کو محبوب ہیں۔

لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يِقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ
 مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتَقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ (۱)

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم میں سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے
 نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔

حسن اور ابو صالح کا قول ہے کہ یہ آیت (لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ) بنو خزاعہ، بنی امیہ بن کعب
 بنو کنانہ، بنو مزینہ اور عرب کے ان قبائل کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم سے اس امر پر صلح کر رکھی تھی کہ وہ نہ تو آپ سے لڑیں گے اور نہ ہی آپ کے خلاف کسی
 کی اعانت کریں گے، قرۃ الحمدنی، عطیہ عوفی کا قول ہے کہ یہ آیت بنو ہاشم کے بعض لوگوں
 کے بارے میں اتری جن میں سے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر
 سے مروی ہے کہ یہ آیت کفار کی عورتوں اور بچوں کے بارے میں اتری مجاہد کا قول ہے کہ
 اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں ایمان لائے لیکن انہوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ انصاف
 و مہاجرین ان لوگوں کے ترک ہجرت پر ان سے شدید خفا تھے اور انہیں دوست نہیں رکھتے تھے
 اور ایک قول ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو اہل مکہ میں سے مومن تھے اور کفار کے

درمیان ہی ٹھہر گئے تھے اور انہوں نے قدرت کے باوجود ہجرت نہ کی تھی، محاسن اور ثعلبی کا قول ہے۔
 کمزور مومنین کے بارے میں نازل ہوئی جو ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے تھے بخاری وغیرہ
 اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ قریش سے عہد کے زمانے میں
 میرے پاس میری ماں آئی اور وہ مجھ سے حسن سلوک کی رغبت رکھتی تھی لیکن وہ مشرک تھی تو
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں تو یہ آیت اتری
 تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں تو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر امام احمد اور ایک جماعت نے
 عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قتیبہ بنت عبد العزیٰ اپنی بیٹی اسماء بنت
 ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس تحائف کے ساتھ ملنے آئی یہ تحائف رومن زیتون کی چٹنی اور خراوی
 اشیاء اور گھی وغیرہ تھے اور مشرک تھی تو اسماء رضی اللہ عنہا نے اس کے تحائف لینے سے انکار
 کر دیا اور اسے گھر میں داخل نہ ہونے دیا یہاں تک کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس
 پوچھنے کے لیے بھیجا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کریں تو یہ آیت
 کریمہ نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہدایا قبول کرنے اور اسے گھر میں داخل
 ہونے کی اجازت دیدی یہ قتیبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی جسے اپنے عہد جاہلیت میں
 طلاق دیدی تھی اور یہی حضرت اسماء کی حقیقی ماں تھی اور ابن عطیہ کا کہنا ہے کہ خالہ تھی اور اسے امی
 مجازاً کہتی تھیں۔ اس آیت میں کفار کی اس قسم سے حسن سلوک کی اجازت ہے اور خاجی کا قول
 ہے جیسا کہ درمنشور میں ہے یہ آیت کریمہ اللہ کے ارشاد اُتْلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ مِنْهُ مِنْ دُونِ
 اس آیت سے بعض علماء کے نزدیک اہل حرب کے سوا اہل ذمہ کے لیے نفلی صدقہ جائز ہے
 اور یونہی ماسوا عربی کے ذمی کافروں کے باپوں کا نفقہ بھی واجب ہے اگرچہ اس کا قتل واجب ہو
 (انَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسَطِينَ) بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں ای العادلین

یعنی عدل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں۔

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم
 سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں
 سے نکال لایا تمہارے نکالنے پر مدد کی

اِنَّمَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ
 قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ
 مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلٰی

کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے
دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔

اٰخِرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ
وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظَّالِمُوْنَ ۝

(اِنَّمَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ
مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى اٰخِرَاجِكُمْ) اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے
دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالے یا تمہارے نکلنے پر مدد کرے

کے مشرک کی مکہ، فَإِنَّ بَعْضَهُمْ سَعَوٰنِیْ اَخْرَاجَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَبَعْضُهُمْ اَعَانُوْا
الْمُخْرَجِيْنَ۔ جیسے مشرکین مکہ تو ان میں سے بعض نے مومنوں کو نکلنے میں خوب کوشش کی
اور ان میں سے بعض نے نکلنے والوں کی ڈٹ کر مدد کی۔
(اِنْ تَوَلَّوْهُمْ) کہ ان سے دوستی کرو۔

ای انما ینہاکم سبحانہ عن ان تتولّوہم یعنی حق سبحانہ، و تعالیٰ نے تمہیں اسی
امر سے ہی تو منع کیا ہے کہ تم ان جیسے کفار سے کسی قسم کی دوستی نہ رکھو بعض علماء نے اس آیت
میں صرف موالات کو ہی منع جانا ہے البتہ دنیوی طور پر حسن سلوک کو مباح کہا ہے بشرطیکہ اس سے
اہل ایمان و سلام کو ضرر نہ کا ندشہ و خطرہ نہ ہو۔
(وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝) اور جو ان سے دوستی کرے تو
وہی ستمگار ہیں۔

لَوْضَعَهُمُ الْوَلَايَةَ مَوْضِعَ الْعَدَاوَةِ : اَوْ هُمُ الظَّالِمُوْنَ لَا نَفْسُهُمْ يَتَعَرَّضُ لَهَا
للعذاب آیت کے شروع میں ”انما“، کلمہ صریح ہے جو بطور مبالغہ کے ہے اور شدت مخالفت
کو ظاہر کر رہا ہے کہ کفار کی دوستی عداوت کا باعث ہوگی یا جو دوستی رکھیں گے وہ اپنی جانوں
پر ظلم کریں گے اور اس میں اس امر پر عذاب کا ارشاد درمذہب ہے۔

لے ایمان والو جب تمہارے پاس
مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے
گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ
الْمُؤْمِنَاتُ مِنْ هَٰجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْنَ
هُنَّ ط ۝ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ
فَلَا تَرُدُّوهنَّ إِلَى الْكُفَّارِ
لَهُنَّ جُلُوسٌ لَهُنَّ وَلَا لَهُنَّ
يُحِلُّونَ لَهُنَّ طَوَّاتُوهُمْ مَا
الْفَقُّوهُنَّ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا
أَيْتَمْتُمُوهُنَّ أَوْ وَهَبَتْ
وَلَا تُمْسِكُوا بَعْضَهُنَّ الْكُفَّارِ
وَسُئِلُوا مَا الْفَقْمُ وَلَيَسْئَلُوا
مَا الْفَقُّوهُنَّ ذَلِكَ حُكْمُ اللَّهِ
يُحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ

کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر
اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں
تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ
یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال
اور ان کے کافر شوہروں کو دیدو
جو ان کا خریج ہوا اور تم پر کچھ گناہ
نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان
کے مہر انہیں دے دو اور کافر عورتوں
کے نکاح پر جے نہ رہو اور مانگ لو
جو تمہارا خریج ہوا اور کافر مانگ
لیں جو انہوں نے خریج کیا یہ اللہ کا
حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور
اللہ علم و حکمت والا ہے ۔

یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی، معاہدہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اہل مکہ سے
جو شخص مسلمان ہو کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اس کو اہل مکہ واپس لے
سکتے ہیں اس آیت میں واضح کیا گیا کہ یہ شرط صرف مردوں کے لئے ہے معاہدے میں عورتوں
کی تصریح نہیں اور نہ عورتیں اس قرارداد میں داخل ہو سکتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت کافر کے لئے
حلال نہیں بعض علماء کے نزدیک یہ آیت حکم اول کی ناسخ ہے مگر ایسا صرف اسی طور درست
ہے اگر معاہدہ حدیبیہ میں عورتیں شامل ہوں لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جو معاہدہ
حدیبیہ کے الفاظ مروی ہیں ان کی رو سے عورتیں معاہدہ داخل و شامل نہیں اور ایک روایت میں
مَنْ رَجُلٌ كِي بَجَائِ احَدِنَا كَالْقَطْرِ وَارْدُهَا هِيَ جَسَدٌ مِّنْ عَوْرَتِ كَا شَا لَ هُوَ نَا وَاضِحٌ هِيَ مَعْلُومٌ
میں تو عموم تھا پھر عورتوں کی واپسی کا حکم منسوخ ہو گیا اور اس کے بدلے وہ مہر جو کافر شوہر نے دیا
تھا اس کی واپسی واجب ہو گئی ۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَأَمْتَحِنُوهُنَّ ۚ)

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو۔ فاختر وہن بما یغلب علیٰ فلتکتم موافقة قلوبهن لا تستخین فی الایمان یعنی جب مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو تم اپنے گمان کے مطابق جو ان کے زبانی ایمان کے اظہار پر نہیں بلکہ ان عورتوں کے دلوں کے موافق غالب نظر آئے ان کا امتحان یا ان کی پرکھ کر لو حضرت ابن عباس سے ان عورتوں کے امتحان کے بارے میں مروی ہے کہ جب کوئی مہاجرہ عورت خدمت نبوی میں حاضر ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اس بی بی سے اس بات کا علم لیتے کہ وہ کسی دنیوی عشق و رغبت کی وجہ سے ہجرت کر کے نہیں آئی اور نہ ہی اپنے شوہر کی عداوت کے تحت نکلی ہے اور نہ ہی کسی دنیوی غرض سے نکلی ہے اور بخدا صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں نکلی ہے یعنی خالص دین کے لیے اور اپنے ایمان کے تحت ہجرت کی ہے۔ (اللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيِّمَانِهِنَّ) اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔

من کل احد او منکم فاندہ سبحانہ هو المطلاع علی ما فی قلوبہن یعنی اللہ ہر ایک کو یا تم میں سے سب کو جانتا ہے کیونکہ حق سبحانہ، و تعالیٰ جو کچھ ان عورتوں کے دلوں میں ہے اس پر آگاہ ہے چونکہ تم ان عورتوں کے دلی حال سے آگاہ نہیں ہو تو تم ان کے بارے میں پختہ رائے قائم کر لو۔

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ مِمَّنْ زَوَّجْتُمُوهُنَّ إِيَّاهُنَّ وَلَیْسَ لَكُنَّ عِلَّةٌ لِّمَا فَعَلَ الْكُفَّارُ ۚ

اے ظنتموہن ظناً قویاً یشبہ العلم بعد الامتحان مومنات فی نفس الدھر الی انزواجہن الکفرة یعنی جب تمہیں ان عورتوں کے جانچ لینے کے بعد قوی گمان ہو جائے اور علم الیقین کے مشابہ ہو کہ وہ فی الواقع ایماندار ہیں تو تم انہیں ان کے کافر شوہروں کے پاس نہ جانے دو۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ط نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال تو یہ ان عورتوں کے ان کے کافر شوہروں کو واپس نہ کرنے کی ممانعت کی علت ہے اور جملہ ادلی لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ ان کے درمیان فرقت کا ثبوت اور نکاح اول د کافر کے ساتھ

نکاح کے زائل ہونے کو محقق ہے۔ اور جہدِ آخری اولیٰ کی تاکید ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ کافر مرد مومن عورت کے لئے حلال نہیں ہے اور یونہی مومنہ عورت کے لئے کافر مرد حلال نہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان علیحدگی واجب ہے۔

(وَأَتَوْهُمَا نَقْعًا مِّنَ الْأَنْفِقَاءِ) اور ان کے کافر شوہروں کو دید و جان کا خرچ ہوا ای و اعطوا انہما وجہوں مثل ما دفعوا الیہن المہر قیل وجوباً وقیل تبدلاً یعنی ان کے کافر شوہروں کو جو انہوں نے مہر وغیرہ سے انہیں ادا کیا تھا یا جو کچھ خرچ کیا تھا وہ رقم یا مال انہیں واپس لوٹا دیا اور کہا گیا کہ یہ واجب ہے اور ایک قول ہے کہ مندوب ہے ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کی ہے کہ سبیعة بنت الحریث الاسلمیہ مومنہ ہو کر خدمت نبوی میں ہجرت کر کے آئی اور وہ صیفی بن الراحب کے نکاح میں تھی اہل مکہ سے جو مشرک تھا تو اس نے سبیعہ کی واپسی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت کریمہ اتری اور اس نے (کافر شوہر - صیفی) جو خرچ کیا تھا اسے دید یا گیا اور اس عورت (سبیعہ) سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کر لیا۔ اور اسی طرح کی اور روایات بھی ہیں تاہم یہ واقعہ شاید اسباب نزول سے ہے۔ معاہدہ حدیبیہ میں مردوں کی واپسی کی شرط تھی اور عورتوں کے بارے میں شرط نہ تھی جبکہ ایک روایت میں دونوں کی شرط آئی ہے اور ضحاک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر کوئی عورت مومنہ ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تو اس کے شوہر کو مہر وغیرہ یا جو اس نے خرچ کیا تھا لوٹانا ہوگا اور یونہی مسلمانوں کی طرف سے کفار کے لیے شرط تھی اور ایسا آیت کے مطابق اور موافق ہے لیکن ابو داؤد سے اس کا نسخ مروی ہے۔ ابو ابن جریر وغیرہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اس نے اس عہد کے حکم کو مطلقاً منسوخ کر دیا کہ کافر شوہر کو جو انہوں نے خرچ کیا نہ لوٹایا جائے تاہم کشف میں عورتوں کا لوٹانا مشروط ہے اگر مشروط نہ ہو تو ادائیگی لازم نہیں کیونکہ صلح حدیبیہ سے پہلے ہاجرہ عورتوں کے مہر وغیرہ لوٹائے جاتے تھے اور نہ ہی عورتیں لوٹانی جاتی تھیں صلح کے بعد یہ صورت ہوئی یعنی یہ حکم عام مخصوص البعض تھا اگر حکم منسوخ مانا جائے لیکن ضحاک کی روایت سے واضح ہے کہ شرط معاہدہ نہ تھی لیکن یہ بات سچی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس حکم کو ہاجرین کے ساتھ مخصوص کیا اور فتح مکہ کے بعد نہ ہجرت رہی اور نہ ہی یہ حکم باقی رہا

ایسی فی تکاحن حیث حال اسلامت بینھن و بین انرا و اجھن الکفار
یعنی مہاجرہ مومنہ عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں باوجودیکہ ان کے کافر شوہر ہرگز
میں موجود ہوں کیونکہ ان کے اسلام و ایمان کی وجہ سے ان کے درمیان فرقت ہو گئی اور وہ اپنے کافر
شوہروں پر اور ان پر ان کے کافر شوہر حرام ہو گئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت
کی رو سے مومنہ مہاجرہ عورت کے لیے کوئی عدت نہیں سوائے اس کے وہ حاملہ ہو، یہ نکاح ایسی
مہر سے مشروط ہے کہ یہ مہر اس مہر و خرچ کے علاوہ ہو گا جو تم ان مومنہ مہاجرہ عورتوں کے کافر
شوہروں کو واپس کر چکے ہو یعنی یہ وہ ادائیگی اس مہر میں شامل نہ ہوگی۔ اور از سر نو مہر مقرر
کر دیا اور انہیں ادا کرو کیونکہ المہر بدل المبیع اور یہ تم پر لازم ہے اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہو
گا۔ اور جب تم مہر ادا کرو تو نکاح کرنے میں خرچ نہیں البتہ مہر کا فوراً ادا کرنا لازمی نہیں اور ذمہ
داری قبول کرنا کافی ہے۔ جیسا کہ تعین کے وقت ہوتا ہے

(وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفَرِ وَتَسْلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْفَقُوا مَا أَنْفَقُوا)

اور کافر عورتوں کے نکاح پر جب نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو
انہوں نے خرچ کیا۔

کافر کافرہ کی جمع ہے کافر عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے اور وہ عورتوں کی
جماعت کا وصف ہے اور فاعلہ کی جمع قواعد پر مطرد ہے۔

ابو حیان کا قول ہے عصم عصمة کی جمع ہے وہی ما یعتصم بہ من عقد اور اس
کے معنی میں مضبوط گانٹھ یا پختہ بندھن۔ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفَرِ۔ والمراد نہی المؤمنین
عن ان یکون بلینہم و بین الزوجات المشرکات الباقیة فی دار الحراب علقۃ
من علق الزوجیۃ اصلاً حتی لا یمنع احدا من نکاح خامسة او نکاح اختہا فی
العدة بناء علی انہ لا عدة لکفر قال ابن عباس من کانت لہ امرأۃ کافرة بملکة فلا
یعتدن بہا من نسائہ لان اختلاف الدارین قطع عصمتہا منہ و اخرج سعید بن منصور
ابن المنذر عن ابراہیم النخعی انہ قال: نزل قوله تعالیٰ (وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفَرِ) فی المرأة
من المسلمین تلحق بالمشرکین فلا یمسک زوجہا بعصمتہا قد برئ منها۔

اور اس سے مراد دراصل ایمان والوں کو ان اور انکی مشرکہ مرتدہ عورتوں کے درمیان جو دارا حرب میں رہ گئیں ہر قسم کے تعلقات زوجیت سے ہی روکنا اور منع فرمانا ہے یہاں تک کہ ان عورتوں میں کسی ایک کے بعد پانچواں نکاح یا اس عورت کی بہن کے ساتھ نکاح جو عدت میں ہو منع نہیں اس وجہ سے کہ ان پر سرے سے عدت ہی نہیں۔ ابن عباس کا قول ہے جس کسی کی کافرہ بیوی مکہ میں تھی تو اس کے ساتھ اسکی عورتوں میں (تعداد کے اعتبار سے) زیادتی نہ ہوگی کہ داریں۔ دارا سلام۔ دارا حرب کے اختلاف کی وجہ سے اس کا مسلمان شوہر سے رشتہ نکاح قطع ہو گیا اور سعید بن مسعود اور ابن المنذر برابر اہم مخفی سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مسلمانوں کی ان بیویوں کے حق میں اتری جو مشرکین سے مل گئیں (مشرکوں کے ساتھ رہ گئیں) تو اس کے شوہر کو بندھن نکاح سے منع کر دیا اور وہ ان عورتوں سے الگ ہو گئے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مومنوں کو ان بیویوں کو جو کافروں کے ساتھ ٹھہر گئیں تھیں (ایمان نہ لائیں اور کافروں کے ساتھ رہیں) طلاق دینے اور ان عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حکم کے تحت اپنی کافرہ بیوی فاطمہ جو ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المیزہ المخزومی کی بہن تھی طلاق دیدی تو اس نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری کافرہ بیوی کلثوم بنت حریز المخزومی کو بھی طلاق دیدی تو اس نے ابو جہم بن حذیفہ العدوی سے نکاح کر لیا اور یونہی نہیں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی اروی بنت ربیعہ کو طلاق دیدی۔ اس پر شوافع اور احناف کا تعاقب کیا گیا ہے کہ دارا حرب میں جاتے ہی وہ عورت نکاح سے نکل گئی اور فرقت ہو گئی لیکن احناف کا قول ہے کہ مرتدہ نکاح سے باہر نہیں ہوتی جب تک طلاق نہ دی جائے اور ولا تمسکو میں اسی طرف اشارہ ہے اگر وہ مرتدہ ہونیکی وجہ سے یا دارا حرب میں داخل ہونے کی وجہ سے نکاح سے نکل جاتی تو اور تفریق ہو جاتی ولا تمسکو بعصر الکوافی نہ فرمایا جانا چنانچہ صحابہ کرام نے اس حکم کے نازل ہونے کے بعد اپنی کافر عورتوں کو طلاق دیدی جو مکہ رہ گئیں تھیں یا کافروں سے مل گئی تھیں۔

وَسْتَلُوا مَا آتَيْتُمُ ۖ اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا۔
اٰی وَاَسْأَلُوا الْكَفَّارَ مَهْرًا ۖ فَانْكِحُوا الْمُحْصَنَاتِ ۖ

یعنی اگر کوئی عورت سلام سے پھر کر مشرکوں کے ہاں چلی جائے اور کافروں مشرکوں نے اسے روک لیا اور کسی کافر نے اس سے نکاح کر لیا یا کافرہ جو مکہ ہی رہ گئی تھیں اور پھر کسی کافر کے نکاح میں آگئی تو شوہر اول یعنی مسلمان اس شوہر ثانی یعنی کافر سے اپنے اولیہ ہوتے مہر وغیرہ کا مطالبہ کرے اور وصول کرے۔
(وَيَسْأَلُكُمُ الْفُقَرَاءُ) اور کافرانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

ای ویسا تم کو الکفار ملوس نہا تم کو المسہاجرات الیکم
یعنی کافر بھی اپنی عورتوں کے مہر کا مطالبہ کریں یا کر سکتے ہیں اور وصول کریں جو مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آگئیں اور کسی مسلمان سے نکاح کر لیا تو جس مسلمان نے نکاح کیا اس سے کافر شوہر کا مطالبہ کرے اور اس پر ادائیگی لازم ہے چنانچہ اس حکم کے مطابق مسلمانوں نے کفار کے مطالبہ پر ادائیگی کر دی مگر کافروں نے ادائیگی سے انکار کر دیا۔

(ذَلِكَمُحْكَمٌ بِاللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ) یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے۔
یعنی جیسا اوپر ذکر گزرا یہ اللہ کا حکم ہے اور تمہارے درمیان اس مسئلہ کا فیصلہ ہے یعنی کافر شوہر مومنہ مہاجرہ عورتوں کے مہر اس مومن شوہر سے جس سے نکاح کریں مطالبہ کر کے وصول کریں اور یونہی مومن شوہر مرتدہ و کافرہ عورتوں کے مہر اس کافر و مشرک سے وصول کریں جس سے وہ نکاح کرے۔ اس آیت میں کافروں کو بھی حکم ہے جو مساوات پر مبنی ہے اور اہل ایمان کو ادائیگی کا مجازاً ارشاد ہے اور اس کی پیروی کیلئے کہا گیا ہے چنانچہ اہل ایمان نے تعمیل حکم کی اور ادائیگی کر دی جب کہ کافروں نے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا جس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

(وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

یشیع ما تفتنہ الحکمة البالغة یعنی وہ حکم فرماتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ کا مقتضی اور بندوں کے لیے خیر و بھلائی والا اور فتنہ کو روکنے والا ہے۔

وَأَنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَنْزِلَ وَإِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَأَتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَنْزِلَ وَإِلَهُمْ قَتْلَ مَا الْفُقَرَاءُ وَالْقَوَا لِلَّهِ الَّذِي أَنْتَرَبِهِ مُؤْمِنُونَ
اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہیں تھیں عینیت میں سے انہیں اتنا دے دو

جوان کافر ہو تھا اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے ۔

(وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَثَرٍ وَاجِبِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ) اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں ۔

گزشتہ آیت میں اہل ایمان کو کافر مرتدہ عورتوں کے مہر کے مطالبے کا فرمایا گیا تھا جبکہ کافروں کے ساتھ طمعی ہو گئیں اور کسی کافر سے نکاح کر لیا اور یونہی مومنہ مہاجرہ عورتوں کے کسی مومن کے ساتھ نکاح کرنے پر سابق کافر شوہر کو اس عورت کا مہر وغیرہ ادا کر دیں اور یہ مہر نکاح جدید کے مہر کے علاوہ ہو گا تو اہل ایمان نے کفار کو ادائیگی کر دی لیکن کفار نے ادائیگی سے انکار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ اور فرمایا ۔ (وَإِنْ فَاتَكُمْ) ای سبقکم وانفلت منکم یعنی تمہیں چھوڑ جائے یا تمہارے ہاتھ سے نکل جائے و شئ من انزواجکم الی الکفار) ای احد من اہل ایمان یعنی تمہاری بیویوں میں سے کوئی ایک ۔ شئی سے یا تو مہر مراد ہے یا ایسا مرتدہ کافرہ عورت کی تحقیر کے لیے فرمایا گیا کیونکہ وہ اپنے اس کردار کی بنیاد پر تحقیر کے ہی لائق تھیں کثافت میں ہے ایسی کل چھ عورتیں تھیں ۔ واضح مفہوم یہ ہے اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی بعض عورتیں کافرہ مرتدہ ہو کر نکل کر کافروں سے جا ملیں یا ان کے کافروں کے ساتھ نکاح کر لینے کی صورت میں ان کا مہر کافر شوہروں کی طرف سے عدم ادائیگی کی وجہ سے وصول نہو یا ان کے انکار کی وجہ سے مہر کی رقم ہاتھ سے نکل جا یعنی وصول نہ ہو تو اس صورت میں ۔

(فَعَاقَبْتُمْ) پھر تم کافروں کو سزا دو یا تمہاری نوبت آئے ۔

من العقبة کا من العقاب یہ عقبہ سے ہے اور عقوبت سے نہیں اور عقبہ کا مفہوم یہ ہے التوبہ فی رکوب احد الرفیقین علی دابة لهما والاخر بعدہ ای فجاءت عقبتکم ای نوبتکم من اداء المهر شبه ما حکم بہ علی المسلمین والکافرین من اداء مہر ثلث مہر نساء اولئک تارکة و اداء اولئک مہر نساء مہر ثلث اخری دو رفیقوں میں سے ایک کا سواری پر جوان دونوں کے لیے ہوا اپنی باری پر سوار ہونا ہے اور دوسرے کا اس کے بعد یعنی تمہاری باری آگئی یعنی ادائے مہر سے تمہاری باری ہے اس کے مشابہ ہے جس کا کہ مسلمانوں اور کافروں کو حکم دیا گیا کہ ان عورتوں کے یہ مہر ان پر دو مرتبہ ہیں اور

یونہی ان عورتوں کے مہر کافروں پر بھی ادا کرنا ہے ایک قول ہے کہ تم کامیاب ہو گئے بالآخر تمہاری باری آگئی۔ او شبہ المحکم بالاداء المذکور بامریقہ قبون فیہ کما یتعاقب فی الرحوب و حاصل المعنی ان الحق احد منکم انما واجبکم بالکفار او قاتلکم شی من مہورہن ولزمکم الدالمہر کما لزم الکفار یا مذکورہ اولئے مہر کے حکم کا مطلب ہے کہ تمہیں اسی طرح تعاقب کا حکم ہے جس طرح سے سواری میں تعاقب کرتے ہیں تاہم حاصل گفتگو یہ ہے کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی کفار کے ساتھ مل جائے دلتی ہو جائے یا ان کے مہروں وغیرہ میں سے کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے تو جس طرح کفار مہور کی ادائیگی لازم اسی طرح تمہارے لیے بھی لازم ہے۔

رجل کا قول ہے عقبہ سے مراد کافروں پر غلبہ پانے کے بعد مال غنیمت کا ملنا ہے۔

(فَاتُوا الذِّیْنَ ذَہَبَتْ اَنْزَ وَاجِبُكُمْ مِثْلَ مَا اَلْفَقُوا ط)

تو جن کی عورتیں جاتی رہیں تھیں غنیمت میں انہیں اتنا دید و جوان کا خرچ ہوا تھا۔

من مہر المہاجرۃ الی نز و جتموہا ولا تلوا نہ وجہ الکافر لیكون قصاصًا

یعنی مومنہ مہاجرہ عورتوں جن سے تم نکاح کرو تو ان کے مہر ان کے کافر شوہروں کو واپس نہ کرو تاکہ برابری یا بدلہ ہو جائے۔

بخاری سے منقول ہے کہ کفار کے ادائیگی مہور سے انکار پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتدہ کافرہ عورتوں کے مہر ان مسلمان شوہروں (سابق شوہروں) کو غنیمت کے اموال سے ادا کیے۔ یعنی جب کفار کو مہور کی رقم لوٹانا واجب تھا تو اہل ایمان کے لیے اس صورت میں کیونکر واجب نہ ہوتا چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غنائم سے ادائیگی فرمادی یا مسلمانوں کو مرتدہ کافرہ عورتوں کے مہر مومنہ مہاجرہ عورتوں کے مہور کے مقابلے میں محبوب کر کے وضع کرنے کی اجازت دی گئی تاکہ مساوات قائم رہے اور صورتاً قصاص ہو جائے کہ کفار نے انکار کر دیا تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کے ختم ہوتے ہی یہ سب احکام مرتفع ہو گئے۔

(وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ اَنْتُمْ بِہِ مُؤْمِنُونَ ہ) اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے

فان الایمان بہ عز وجل یقتفی التقوی منہ سبحانہ وتعلی یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل

سبحانہ پر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ تم اس ذات کریم سے ڈرو اور پرہیزگاری کا چلن اختیار کرو اور

اس کے ارشادات کی تعمیل بجالاؤ اور نافرمانی و تعدی سے بچو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْ لَا ذَهَبَ وَلَا يَأْتِينَ بِهَتَّانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوفٍ فَلْيَايَعْنَنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جیسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے انہی مغفرت چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ) اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں بیعت کرنے کو۔

ای مبايعات لك ای قاصدات للمبايعه یعنی جب آپ کے حضور آپ کے دست حق پر بیعت کرنے یا بیعت ہونے کے ارادہ سے آپ کی بارگاہ میں حاضر آئیں۔

(عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا) اس پر کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی۔

ای شياء من الاشياء او شياء من الاشراك یعنی ہشیار میں سے کسی شے کو یا شرک کی باتوں میں سے کسی بات کے ساتھ اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں گی اللہ کی توحید کو مانیں گی اور شرک کی تمام صورتوں سے بچیں گی اور ذات و صفات اسماء و احکام وغیرہ میں کسی کو کسی طرح نہ شریک ٹھہرائیں گی اور نہ ایسا اعتقاد رکھیں گی۔

(وَلَا يَسْرِقْنَ) اور نہ چوری کریں گی۔

شرک کے بعد چوری کا ذکر ہے جس سے چوری کے گناہ کبیرہ ہونے کا پتہ چلتا ہے چوری ثابت کرنے

کیلئے دو گواہ ضروری ہیں یا دو مرتبہ خود اقرار کرنا دس درہم سے کم کے مال میں حد (قطع عین نہیں) اور اگر ماخوذ ہونے سے قبل توبہ و اصلاح کر لے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے لیکن مال مسروقہ چونکہ حق العباد ہے وہ بدستور اس کے ذمے رہے گا بشرطیکہ ضائع نہ ہو گیا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں عورتوں میں یہ وبا بکثرت تھی چوری خفیہ حرام ہے اور دوسرے کے ساتھ ظلم اور ان کی حق تلفی۔ لہذا بیعت میں حق اللہ کے ساتھ حق العباد کا بھی ذکر ہوا واللہ اعلم

(وَلَا يَزْنِيْنَ) اور نہ زنا کریں گی۔

بدکاری اپنی قوم کی آبرو کو برباد کرنا اور شادی کے بعد شوہر کی حق تلفی ہے چورتی کے بعد بدکاری کے ذکر میں جو تعلق ہے وہ دونوں امور کا خفیہ ہونا ہے حد سرقہ میں مرد کو مقدم اور حد زنا میں عورت کو مقدم ذکر کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ عورت جو پردہ میں نکلتی ہے اس خفیہ گناہ میں بغیر ارادے کے کیونکر ملوث ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے لیے بچپا آسان ہے اور جب یہ فعل شنیع واقعہ ہو تو عورت پر گناہ کا بوجھ زیادہ ہے۔

(وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ) اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔

فان العرب كانت تفعل ذلك من اجل الفقر والفاقة۔ عہد جاہلیت میں عورتیں اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتی تھیں عہد جاہلی کے لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو باعث عار خیال کرتے تھے اور بھوکے افلاس کے خوف سے زندہ درگور کر کے قتل کر دیتے تھے جو نہ صرف نسل کشی تھی بلکہ قتل نامحقوق تھا۔

ایک قول ہے کہ عورتیں ناجائز اولاد کو عار کی وجہ سے اسقاط کے ذریعہ مار ڈالتیں یا وضع حمل کے بعد قتل کر ڈالتی تھیں اور ایسا عورتوں میں بکثرت ہوتا تھا لہذا مسلمانوں عورتوں سے اس امر پر بیعت لی گئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ نے مردوں عورتوں پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام فرمایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسن اور حسین نے ولا یقتلن کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے یہ حکم عام ہے اور ہر قسم کے اسقاط کو بھی شامل ہے خواہ جنین میں روح پڑنے کے قبل ہو یا بعد ہو تفصیلی بحث سورہ نخل و بنی اسرائیل میں ہو چکی۔

(وَلَا يَأْتِيَنَّ بِمُتَّانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ذُرِّيَّتَهُنَّ)

اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں

قال الفراء: كانت المرأة في الجاهلية تلتقط المولود فتقول: هذا ولدي منك
فذلك البهتان المفتری بین ایدیہن وان جہن۔ فراء کا قول ہے زمانہ جاہلیت میں عورت
پر ایسا بچہ لیکر (بدکاری کے ذریعہ) شوہر سے کہتی کہ میرا یہ بچہ تجھ سے ہے تو مفتریوں کا یہی بہتان ہے
جوان کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھائیں اور بہتان کا یہی ذکر ہے۔
ایک قول والمراد النہی عن القذف ویدخل فیہ الکذب والخیبة، ممانعت سے
مراد تہمت لگانا ہے اور اس میں جھوٹ اور غیبت بھی داخل ہیں اور ضحاک سے مروی ہے،
حمل ذلك على القذف آیت کا محمول تہمت لگانا ہی ہے۔

ایک قول ہے کہ ہاتھوں کے درمیان بہتان سے مراد بوس و کنار اور پاؤں کے درمیان
بدکاری ہے اور ایک قول ہے دونوں ہاتھوں کے درمیان بہتان سے مراد زبان کی چٹل خوی
اور پاؤں کے درمیان شرمگاہ کی بدکاری ہے۔
واضح مفہوم یہ ہے کہ تہمت طرازی نہ کریں گی یا غیر کی اولاد کو شوہر سے منسوب نہ کریں اور
نہ کسی پر اس امر کا بہتان باندھیں گی اور ایک قول ہے کہ بہتان سے مراد سحر (جادو) ہے کہ عورتیں
کو اس کی خوب رعیت ہوتی ہے تو وہ اس سے منع کی گئیں۔

(وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ) اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔
ای فیما تا مہن بہ من معروف وتنہا عن عنہ من منکر

یعنی اس بات کا جو آپ ان کو نیکی میں سے حکم کریں اور اس بات سے جو بُرائی جس سے آپ انہیں
منع فرمائیں۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ ہر امر خیر میں نافرمانی نہ کریں گی اور برائیوں سے باز رہیں گی۔
وخص بعضهم هذا المعروف تبرک النیاحہ اور بعض نے معروف کو خاص کیا ہے
کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہمیشہ امر خیر ہی فرماتے تھے اور معروف کی یہ تخصیص نوحہ کا
ترک کرنا ہے امام احمد، ترمذی نے اس روایت کی تحسین کی اور ابن ماجہ وغیرہ نے ام سلمہ انصاریہ
رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے ان بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک بی بی نے سرور و عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ معروف کیا ہے جس کے لیے ہمیں روایتیں کہ ہم اس میں آپ
کی نافرمانی کریں تو آپ نے فرمایا لا تنخن تم نوحہ نہ کرو اور ابن عباس سے مروی ہے: هو النوح۔

و شقی الجیوب و شمر الوجود و وصل الشعر . وہ معروف نوحہ کرتا ہے گریبان بھاڑنا زخار
 پٹیا یا نوچنا اور شعر طانا ہے بخاری و سلم میں ہے جو زخار پیٹے گریبان بھاڑے اور عہد جاہلیت کے ہیں
 کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے . ابو سعید خدری کی روایت میں ہے جسے ابوداؤد نے نقل کیا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحہ کرنے اور سننے والیوں پر لعنت فرمائی . مجاہد کا قول ہے کہ معروف سے
 مراد غیر مردوں کے ساتھ خلوت گزینی ہے .

(فَبَايَعَهُنَّ وَاسْتَغْفِرَ لَهُنَّ اللَّهُ) تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔
 فَبَايَعَهُنَّ - بفاہان الثواب علی الوفاء بحدۃ الاشیاء و تقید بہا لعتہن بما
 ذکر من بحیثہن لحنہن علی المسارعة الیہا مع کمال الرغبة فیہا من غیر دعوة
 لہن الیہا یعنی ان عورتوں سے اس عہد میں جو کچھ مذکور ہوا ان قیود بیعت (شرائط) کے ساتھ بیعت
 لو اور اس کو وفا کرنے پر انہیں ثواب کی ضمانت دو اور جو کچھ مذکور ہوا اسکی کما حقہ کوشش اور پابندی
 کریں گی اور بحال رغبت اس پر قائم رہیں گی بغیر اس کے انہیں اس کیلئے دعوت دی جائے۔
 (وَاسْتَغْفِرَ لَهُنَّ اللَّهُ) نہ زیادہ علی مافی ضمن المباہیۃ من ضمان الثواب
 یعنی بیعت کے ضمن میں جو کچھ بیان ہوا ضمانت ثواب کے ساتھ ان کے لیے مزید بخشش مانگیے
 اور کہا گیا کہ ان کے ماضی کے گناہوں کی معافی کے لیے دعا مانگیں۔
 (إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ) بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ای مبالغہ جل شانہ فی المغفرة والرحمة فیغفر عز وجل لہن ویحیہن اذا وفنن بما
 یایعن علیہ یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت غایت درجہ ہے پس اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمایگا
 اور ان پر رحمت کرے گا۔ جبکہ وہ جس پر بیعت کی ہے اسے وفا کریں گی۔

ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کی ہے کہ یہ آیت فتح کے دن اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے مردوں سے کوہ صفا پر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوہ صفا کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
 کی طرف سے عورتوں سے بیعت لی۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس
 عورتوں سے بھی بیعت لی۔ امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے امیمہ بنت رقیہ سے روایت
 کی ہے کہ میں خدمت نبوی میں بیعت کے لیے حاضر ہوئی تو آپ نے ہم سے عہد لیا جو قرآن حکیم میں

ہے۔ ان لاشرک باللہ کہ ہم اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں گی جب آپ اس پر پہنچے۔
ولا یصینک فی معروف اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم نے فرمایا وہیما استطعن واطعن، جس قدر تم میں استطاعت و قدرت ہے۔ تو ہم نے عرض
کیا: اللہ ورسولہ ارحمنا من انفسنا یا رسول اللہ ألا تصا حننا قال: انی لا اصاقح
النساء انما قولی لماۃ امراۃ کقولی لامراۃ واحدة۔ اللہ اور اس کے رسول ہم پر اپنی مہربانی
سے بھی زیادہ مہربان تھے کیا آپ ہم سے مصافحہ نہ فرمائیں گے ارشاد فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ
نہیں کرتا اور میرا یہ قول ستمو عورتوں کے لیے بھی ویسا ہی ہے جیسا ایک عورت کے لیے ہے۔

سعید بن منصور اور ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو آپ کے ہاتھ کپڑا ہوتا تھا اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ
جب آپ عورتوں سے بیعت لیتے تو آپ اور عورتوں کے درمیان کپڑا ہوتا جس کا ایک سر آپ
کے ہاتھ میں ہوتا (عمر بن شعیب سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عورتوں سے بیعت
لیتے تو پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ طلب فرمایا پھر اس میں اپنا دست کرم ڈال کر نکال لیا پھر عورتیں اس
میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتیں اور یہ مصافحہ کا بدل تھا اور اس کی صحت کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے بیعت
مکہ میں فتح کے بعد واقع ہوئی اور مدینہ میں بھی ہوئی مکہ میں ہند بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان وغیرہ
نے بیعت کی اور یہ بھی روایت میں آیا کہ سب سے پہلے جن عورتوں میں سے جس نے بیعت کی وہ
ام سعد بن معاذ اور کیشہ بنت رافع وغیرہ تھیں۔ فتح مکہ کے روز مردوں سے بھی بیعت لی گئی
تھی جو ان عورتوں کی بیعت سے پہلے ہوئی یہ بیعت صرف سلام اور جہاد پر تھی جبکہ عورتوں سے
بیعت تفصیلی تھی کیونکہ ان امور کا جن کا ذکر بیعت کے ضمن میں گزرا عورتوں سے اس کا صدور
بکثرت ہوتا ہے۔

اے ایمان والو! لوگوں سے دوستی نہ
کرو جن پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت
سے اس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر اس
توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا
قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ
يَلْبِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَلْبَسُ الْكُفَّارُ
مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ

میں بیٹھی نہ تو انہیں آخرت پر اعتقاد تھا اور نہ ہی وہ عذابِ آخرت یا ثوابِ آخرت کو مانتے تھے لہذا انہیں اپنی کتاب سے معلوم تھا کہ آپ نبیِ برحق ہیں اور آپ سے بغض کی وجہ سے انہیں آخرت میں محرومی ہے۔

(كَمَا يَنْبَغُ الْكَافَرِ مِنْ اصْحَابِ الْقُبُورِ) جیسے کافر اس توڑ بیٹھے قبر والوں سے ای الذین هم اصحاب القبور ای الکفار الموتی علی ان (من) بیانیہ والمعنی ان یأس هؤلاء من الآخرة کیاس الکفار الذین ماتوا وسکوا القبور وتبنوا حرماتهم من نعيمها المقیم۔ یعنی وہ لوگ جو قبروں میں ہیں یعنی مرے ہوئے کفار مراد ہیں اس میں من بیانیہ ہے اور معنی یہ ہے ان لوگوں کی طرف سے مایوس ان کفار کی مایوسی کی طرح ہے جو مر گئے اور قبروں میں پڑ گئے اور انہیں اپنی بد نصیبی اور نعمتِ جنت سے محرومی کا واضح یقین ہو گیا یعنی اب مرنے کے یہ صورت ان پر واضح ہو گئی کہ وہ نعمت و ثوابِ آخری سے محروم ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ جس طرح مردہ کفار آخرت کی بھلائیوں سے اس توڑ بیٹھے ہیں جو نبیِ ہود بھی فلاحِ آخری سے ناامید ہو چکے ہیں۔

علامہ اکوسی نے یہاں مختصر سی تغیر صوفیانہ بھی علامہ سے نقل کی ہے۔ ارشاد الہی یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء سے نفسِ امارہ سے ترکِ موالات کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے دوستی رکھنا (تلفون الیہم بالمودة) سے مراد نفسِ امارہ ہی ہے جو عدوِ اکبرِ بڑا دشمن ہے جیسا کہ فرمایا گیا ”اعدائک نفسک التي بین جنیتک“ تیرا دشمن تیرا نفس ہی ہے جو تیرے پہلو میں ہے اور یہ کبھی بھی نہیں ٹلے گا کہ راہِ حق سے نہ روکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معارضہ نہ کرے اور عقل اسکی ہمنوا ہے اور یہ تجھ سے اس وقت تک نہ ٹلے گا یہاں تک کہ تیرا نفس مطمئنہ راجحہ مرضیہ نہ ہو جائے اور عسی اللہ ان یجعل بینکم الخ میں اسی طرف اشارہ ہے اور قول الہی لا ینہاکم اللہ سے اشارہ کبھی نفس کی پیروی اور اس کی خواہش جائز بھی ہوتی ہے اور اسے اس کے جائز لہذا نہ کا دنیا مباح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ ارشاد فرمایا۔ ”و لنفسک علیک حقاً“ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور قول الہی یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات بیا لعنک، سے اشارہ مرید صادق کا جس کا نفس مومن ہو مرید کی بیعت ہے

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے

حسن ابن زید اور منذر بن سعید سے مروی ہے۔ انہم اليهود کا لفظ عز وجل قلعہ بنہم فی غیر ہذا الایہ بالنعنوب علیہم، بے شک ”ان لوگوں“ سے مراد یہودی ہیں کیونکہ حق سبحا وتعالیٰ نے اس آیت کے علاوہ بھی انہیں ان لوگوں سے تعبیر کیا ہے جن پر اس کا غضب نازل ہوا۔ ایک قول ہے ہم اليهود والنصارى ہیں وہ یہود اور نصاریٰ ہیں اور ابن عباس سے مروی ہے انہم کفار قریش ہیں بے شک وہ لوگ کفار قریش ہیں اور کئی ایک علماء کا قول ہے۔ ہر عامۃ الکفرۃ یہ عام کافر ہیں طیبی کا کہنا ہے کہ یہ آیت قصۃ مشرکین سے متصل ہے جس میں اہل ایمان کو ان سے موالات کی ممانعت کی گئی ہے اور حق سبحانہ کا ارشاد کہ جو ان سے موالات رکھیں وہی ظالم ہیں پھر مومنہ ہاجرہ وغیرہ عورتوں کا ذکر ہے تو خاتمہ سورت کو افتتاح سے صورت اتصال ہے اور یہ آیت باب الاستطراء سے ہے اور قول کے مطابق اس سے مراد مطلقاً اہل کتاب ہیں ایک روایت میں ہے کہ فقرا مومنین میں بعض یہود سے میل جول رکھتے تھے تاکہ ان کے بھلوں وغیرہ کو حاصل کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں سے جن پر اللہ غضب نازل کیا دوستی نہ رکھو میں کہتا ہوں کہ کمائیں الکھار کے جملے سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مراد یہود و اہل کتاب ہی ہیں۔
(قَدْ يَلْسُوْا مِنَ الْآخِرَةِ) وہ آخرت سے اس توڑ پیٹے

والمراد قد يلبسوا من خیر الاخرۃ وثوابها لعناد ہم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم المنعوت فی کتابہ الموبد بالآیات البنیات والمعجزات الباہرات واذا ارید بالقوم الکفرۃ فیاس من الاخرۃ لکفرہم بها۔

اگر مراد یہود و اہل کتاب ہیں تو یہ لوگ آخرت کی بھلائی اور اس کے ثواب سے اس وجہ سے مایوس ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض و عناد رکھتے تھے حالانکہ آپ کی نعمت توصیف ان کی کتاب میں موجود تھی جو روشن و لاف اور واضح معجزات کی تائید کے ساتھ مؤید تھی اور اگر اس سے کافر لوگ مراد ہیں تو ان کی مایوسی آخرت سے بایں وجہ ہے کہ وہ اس کے منکر

اور اس کی بیعت اختیار کا ترک کرنا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف جملہ امور کا تفویض کرنا ہے اور یہ کہ وہ جس شے کا اہل نہیں اس میں رغبت نہ رکھے اور نہ ہی شہوات نفس میں پڑے اور بشریت کی مٹی و خاک کی طبیعت کے تحت جو وساوس و خطرات گزریں ان واردات کی تائید و پیروی نہ کرے اور نہ ہی افتراء و بہتان طرازی، جھوٹ گھڑنا، کرے کہ اس زعم میں مبتلا ہو کہ اس کے قلبی خطرات او اسرار روح کے اسرار ہیں اور یونہی روح کے اسرار مشاہدہ حق ہیں اور لا یعینہ فی معروف سے اشارہ معرفت الہی کی پابندی و بختگی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سے مبالغہ کے ساتھ اس ضمن میں صفات الہیہ کی برکات سے اپنی صفات کو اور اس کے وجود سے اپنے وجود کو مستور کرنے کی طلب کرنا ہے حاصل گفتگو یہ کہ اللہ سے فناء کے بعد بقا کی طلب و جستجو ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔

الحمد لله تفسیر سورة الممتحنة مکمل ہوئی ۔

سُورَةُ الصَّفِّ

سورت الصف مدنی ہے اس میں دو رکوع اور چودہ آیات ہیں اس سورت کو سورت الحارین اور سورت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہا گیا ہے اور جمہور کے قول کے مطابق جن میں ابن الزبیر، ابن عباسؓ، حسنؓ، قتادہ عکرمہ اور مجاہد رضی اللہ عنہم شامل ہیں یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے ابن یسار سے منقول ہے کہ یہ مکی ہے اور ابن عباسؓ اور مجاہدؓ سے یوں بھی (مکی ہونا) مروی ہے لیکن مدنی ہونا مختار ہے اور اس پر وہ روایت جو امام حاکم وغیرہ نے عبد اللہ بن سلامؓ سے نقل کی ہے دلالت کرتی ہے انہوں نے کہا صحابہ کرام کی ایک جماعت ہمارے پاس بیٹھی ہوئی گفتگو و مذاکرہ کر رہی تھی تو ہم نے کہا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے تو اللہ تعالیٰ نے وہ سبج للہ ما فی السموت ما لا تفعلون،، نازل فرمائی عبد اللہؓ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر پڑھا یہاں تک کہ سورہ مبارکہ ختم فرمائی اور یہ حدیث روایت کی گئی ہے اور یہ حدیث امام احمد ترمذی کے نزدیک شیخین کی شرائط پر صحیح ہے حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ صحیح ترین سلسل ہے جو دنیا میں روایت کی گئی اگرچہ سلسلات میں اس کی مثل واقع ہوئی جو اس کی علوشان میں اضافہ ہے ضحاک سے اسباب نزول میں مروی ہے کہ چند نوجوان مسلمانوں سے کہا تھا کہ اب اگر جنگ ہوئی تو تم غزوہ (جنگ) اس طرح لڑیں گے پھر انہوں نے ایسا نہ کیا تو یہ سورت اتاری پھیلی سورت میں کفار سے موالات کی ممانعت تھی تو اس سورہ میں جہاد کی ترغیب و تحریریں ہیں۔

سورة صفت مدنیہ

اس سورت میں دو رکوع - چودہ آیتیں - دو سو اکیس کلمے اور نو سو حروف ہیں۔ یہ سورہ بالاتفاق مدنی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورة صفت ۲۱

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پر اباندہ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو بے یہ کھلا جادو ہے۔

اور اس سے ظہر کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا

سَمِعَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ
يَا اَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَعْمَلُوْنَ
كَبُرَ مَقْنَعًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوْا مَا لَا تَعْمَلُوْنَ

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًا کَاٰتِلٰہُمْ بَنِیَآءَ مَّرْصُوْمٍ

وَادَّٰقَالَ مُوسٰی لِقَوْمِہٖ یَقُوْمُ لِمَ تُوَدُّوْنِیْ وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَیُّکُمْ فَلَمَّا زَاغُوا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَہُمْ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ

وَادَّٰقَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ بَنِیْۤیْ اِسْرٰۤیِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَیُّکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْ مِنْ التَّوْرٰتِ وَمِیثَرًا بِرَسُوْلِیْ یَآئِیْ مِنْ یَّعْدِیْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِنْ مَّنْ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ وَہُوَ یَدْعٰی اِلٰی الْاِسْلَامِ

ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔
چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور کھادیں اپنے مونہوں سے
اور اللہ کو اپنا نور پورا کرتا ہے۔ پڑے براہین
کافر لوگ۔

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور
سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں
پر غالب کرے پڑے براہین مشرک۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
يُؤَيِّدُ وَفَّ يُبْطِغُوا نُورًا مِّنْهُ بِأَفْوَاهِهِمْ
وَاللّٰهُ مُتِمِّمُ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

حل لغات رکوع اول سورۃ صفت پ ۸

سبح۔ پاکی بولتا ہے	اللہ۔ اللہ کی	ما جو	فی۔ بیچ
السموت۔ آسمانوں کے	و۔ اور	ما جو	فی۔ بیچ
الارض زمین کے ہے	و۔ اور	ہو۔ وہ	الغریز۔ عزت والا
الحکیم حکمت والا ہے	یا یہاں	الذین۔ لوگو جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو
لہ۔ کیوں	تقولون کہتے ہو	ما جو	لا نہیں
تفعلون کرتے ہو	ان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	یحیب۔ پسند کرتا ہے
الذین۔ ان کو جو	یقاتلون لڑتے ہیں	فی۔ بیچ	سبیلہ۔ اسکی راہ کے
صفا۔ صفت بنا کر	کاہم۔ گویا کہ وہ	بنیان۔ دیوار ہیں	موصوص۔ رانگا پلائی
و۔ اور	اذ جب	قال کہا	موسیٰ۔ موسیٰ نے
لقوم۔ اپنی قوم سے	یقوم۔ اے میری قوم	لہ۔ کیوں	تؤذوننی بتاتے ہو مجھ کو
و۔ اور	قد۔ بیشک	تفعلون۔ جلاتے ہو تم	انی۔ کہ میں
رسول۔ رسول ہوں	اللہ۔ اللہ کا	ایکھ۔ تمہاری طرف	قلما۔ پھر جب
زاغوا وہ میرے ہو گئے تو ازاغ۔ میرا کر دیا	اللہ۔ اللہ	اللہ۔ اللہ نے	قلوبہم۔ انکے دلوں کو
و۔ اور	الفسقین۔ فاسق کو	لا نہیں	یہدای۔ ہدایت دیتا
القوم قوم	عیسیٰ عیسیٰ	و۔ اور	اذ جب
قال کہا	اسرائیل۔ اسرائیل	بن بیٹے	مریم۔ مریم نے
یٰبنی اے اولاد	ایکھ۔ تمہاری طرف	انی۔ بیشک میں	رسول۔ رسول ہوں
اللہ۔ اللہ کا		مصدقاً۔ تصدیق کرتا	لما۔ اسکی جو

ببین۔ مجھ سے	یدی۔ پہلے سے	من التورۃ۔ توریت	و۔ اور
مبشرا۔ بشارت دیتا ہوں	برسول۔ ایک رسول کی	باقی جو آئیکا	من بعدی۔ میرے بعد
اسمہ۔ اس کا نام ہوگا	احمد۔ احمد	قلما۔ کچھ	جاء۔ آیا
ہم انکے پاس	بالبینت کھلے دلائل کے ساتھ	قالوا۔ تو بولے	ہذا۔ یہ
سچ۔ جادو ہے	مبین۔ کھلا	و۔ اور	من۔ کون
اعظم۔ زیادہ ظالم ہے	من۔ اس سے جو	اقتری۔ باندھے	علی۔ اوپر
اللہ۔ اللہ کے	الکتاب۔ جھوٹ	و۔ اور	ہو۔ وہ
یدی۔ بلایا جاتا ہو	الی طرف	الاسلام۔ اسلام کی	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	لا۔ نہیں	یہدی۔ ہدایت دیتا	القوم۔ قوم
الظلمین۔ ظالموں کو	یریدون۔ چاہتے ہیں	لیطفوا کہ بجا دیں	نور۔ نور
اللہ۔ خداوندی کو	بافوا ہرہم۔ اپنے مونہوں سے	و۔ اور	کا۔ اپنے کو
اللہ۔ اللہ	متم۔ پورا کرے اللہ ہے	نور۔ نور	الکافرون۔ کافر
و۔ اور	لو۔ اگرچہ	کر۔ ناپسند کریں	رسولہ۔ رسول
ہو۔ وہ اللہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	ارسل۔ بھیجا اپنا	المحق۔ حق دے کر
بالمہدی۔ ہدایت	و۔ اور	دین۔ دین	کلہ۔ دینوں کے
لیظہرکا۔ تاکہ غالب کرے	اسکھلی۔ اور	الداین۔ سارے	المشکون۔ کافر
و۔ اور	لو۔ اگرچہ	کر۔ ناپسند کریں	

مختصر تفسیر سورہ الصف رکوع اول پارہ ۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں
میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور
وہی عزت و حکمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا
فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ

یعنی ہر شے خواہ جمادات سے یا نباتات سے ایک طرح کی خاص زندگی کے ساتھ کیا ایک
کا شعور دی گئی ہے اور وہ سب اپنی اس حالت میں اپنی مخصوص زبان میں عظمت و توحید ربانی کا اقرار
کر رہی ہے اور اسکی پاکی بول رہی ہے خواہ انسان اس تسبیح خلقت یا تسبیح معرفت یا تسبیح ضرورت
کو نہ سمجھے بہر حال ہر مخلوق جبلی طور پر اور عطائے معرفت پر مشغول تسبیح ہے اور یونہی اللہ ہر جہ پر
تسبیح جاری فرماتا ہے۔ جو معرفت پر منحصر نہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ تَتَّقُونَ
مَالَ تَفْعَلُونَ ه

کہتے نہیں۔

حاکم نے عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت باہم مذاکرہ میں کہ
رہی تھی کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے تو ہم انکو ضرور بجا لائے
اور اس وقت تک جہاد کا حکم نازل ہوا تھا ابن زید کا قول ہے کہ ایسا منافقوں کے بارے میں اتری
جنہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہم تم میں سے ہیں اور ہم تمہارے ساتھ پھران کے اقوال و افعال
سے اس کے خلاف ظاہر ہوا محمد بن کعب سے مروی کہ شرکار بدر کی فضیلت سن کر بعض نوجوان
صحابہ کو تحریریں ہوئی اور انہوں نے کہا کہ آئندہ غزوہ ہوا تو ہم اپنا جان و مال قربان کر دیں گے
اور شجاعت کا مظاہرہ کریں پھر یہ لوگ احد کی جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور اپنا قول پورا
نہ کر سکے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بات منہ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

كَيْسِي سَخَتْ نَاطِسْنَدُ هِ اللّٰهُ كَوَدِ
بَات كِه وَدِ كِه وَجُونِ كِرُو

كَيْسِي سَخَتْ نَاطِسْنَدُ هِ اللّٰهُ كَوَدِ
تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ه

ابن عطیہ کا قول ہے المقت البغض من اجل ذنب اور بینه او دنا علة لیصنعها
الممقوت مقت کا معنی ناپسندیدگی ہے جو گناہ یا شک و شبہ کے سبب سے ہو یا بزدلی سے
جو اسے ناپسندیدہ بنادے المبرد کا قول ہے رجل ممقوت ومقیت اذا كان يبغضه كل واحد
ناپسندیدہ شخص اور ایسی ناپسندیدگی جبکہ ہر ایک شخص اسے مکروہ و ناپسند جانے۔
بیان لغایۃ قبح ما فعلوه یہ آیت غایت درجہ قباحت کو واضح کر رہی ہے جو انہوں
نے کیا یعنی ان کا قول سخت ناپسندیدہ اور قبیح ہے (انتہائی بُرا ہے)۔

المقت لاندہ اشد البغض وابلغہ مقت کا معنی ہے شدید بغض (انتہائی ناپسندیدہ) یا انتہائی برائی کا اظہار و بیان، ومنہ نکاح المقت لتزوج الرجل امرأۃ ابیہ اسی طرح نکاح مقت سے مراد بدترین ذلیل نکاح) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی عورت سے نکاح کرے غرضیکہ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو یہ بات انتہائی مذموم ہے ناپسندیدہ اور سخت ناراضگی کا باعث ہے کہ کوئی ایسی بات کہے جو نہ کرے بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے یعنی جب نذر مانی ہے تو ایقار واجب ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ
فِیْ سَبِیْلِهِ صَفًا کَا نَہُمْ
بَنِیَّانَ حَرَمَ مَوْصُوفٍ

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے
انہیں جو اس راہ میں لڑتے ہیں پر
پانڈھ کر گویا وہ عمارت ہیں راٹھکا پلائی

بیان لعاہو مرضی عندہ سبحانہ و تعالیٰ بعد بیان ماہو ممقوت عندہ جل شانہ
اس بیان کے بعد جو پروردگار جل سبحانہ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اور ناراضگی کا موجب
ہے اب اس بات کا ذکر ہے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک خوب پسندیدہ اور اس کی رضا کا باعث
ہے جیسا کہ سبب نزول میں ضحاک بن یاسر نے فرمایا کہ مروجی کہ غزوہ احد میں جب ان لوگوں سے
ثابت قدمی ظاہر نہ ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ ہم اپنا سارا زور صرف کریں گے تو اس آیت سے
اسکی توثیق ہوتی ہے کہ مقام مرج میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو راہ خدا میں جم کر صف بستہ ہو کر لڑتے
ہیں۔ الفراء اور منذر بن سعید المصومین کے بارے میں کہتے ہیں هوالمقعود بالمرصاص ویراد بہ
الحکمہ وہ ایسی صف بندی ہے جو باہم پیوست ہو اور اس کی درمیان کوئی دراڑ یا شکاف نہ
ہے اور اس سے مراد پختگی اور مضبوطی ہے ان لوگوں کی صف بندی ہے بنیان موصومین سے تشبہ
دی گئی ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نیتیں (ارادے) درست اور غیر متزلزل
ہیں یہاں کے وہ باہم مل کر بنیان موصومین کی طرح ہیں جن کے درمیان کوئی دراڑ یا شکاف یا خلا
نہیں اور وہ انعام الاسمان کی طرح ہیں جس طرح ایک چیلے میں پیوست مضبوط دانت ایک قول
ہے کہ وہ لوگ قتال میں نماز کی صف کی طرح ہوتے ہیں یعنی ایک سے دوسرا ملا ہوا اور ہر ایک اپنی
اپنی جگہ جما ہوا اور دشمن کے مقابل ایک مضبوط دیوار کی مانند ڈٹا ہوا۔

اسکوئی کا قول ہے کہ صف بندی مقام لعنت میں ہے اور نماز میں صفوں کی درستگی لازمی ہے۔ بلکہ نماز کی تکمیل و اتمام ہے یونہی جہاد میں صف بستہ جم کر دشمن کا مقابلہ کرنا جہاد فی سبیل کی تکمیل ہے نماز میں صفوں کے بارے میں بڑی تاکید آئی ہے ارشادِ ہدایت نبوی کی مختصری تفصیل یہ ہے۔

(۱) شیخین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ جانتے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ہے تو قرعہ ڈالتے۔

(ب) شیخین اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ صفیں برابر کرو کہ نماز کی تکمیل اسی سے ہے۔

(ج) بخاری اور دیگر کتب صحاح میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے یہاں تک آپ نے خیال فرمایا کہ ہم لوگ سمجھ گئے پھر ایک روز تشریف لائے اور کھڑے ہوئے قریب تھا کہ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کا سینہ جماعت سمجھا آپ نے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ کے بند و صفیں برابر کرو ورنہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ اختلاف ڈال دے گا۔

(د) امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو صف کو ملائے گا اللہ اسے ملائے گا اور جو اسے قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے گا۔

(ذ) مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں باندھتے جطرح فرشتے رب ذوالجلال کے حضور صف بندی کرتے ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ فرشتے اللہ کے حضور کس طرح صف باندھتے ہیں۔ فرمایا اگلی صف پوری کرتے ہیں۔ ام المومنین اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(س) امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صف بندی کرتے ہیں۔

(ن) امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں عرض کیا گیا دوسری صف پر فرمایا اللہ اور فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں مکرر عرض کیا گیا دوسری صف پر تو فرمایا صفوں کو برابر کرو موندھوں کو مقابل کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کے درمیان نرم ہو جاؤ اور کشادگی (خلا، شکاف) کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔

(م) ابن ماجہ، ابو داؤد اور ابن حبان نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ پہلی صف سے ہمیشہ پیچھے ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنی سے پیچھے کر کے آگ میں ڈال دے گا۔

(ش) ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلی صف پوری کر دے پھر اسکو جو اس کے بعد ہو اور اگر کچھ کمی ہو تو پچھلی میں ہو۔

(ص) ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردوں کی سب صفوں میں سے بہتر پہلی صف اور سب سے کم تر پچھلی اور عورتوں کی پچھلی صف سب سے بہتر اور کم تر پہلی صف ہے۔

(ض) طبرانی نے کبیر بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسجد کی باتیں جانب کو اس لیے آباد کرے کہ ادھر کم لوگ ہیں تو اس کے لیے دو گنا ثواب ہے۔

بزار نے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو صف کی کثادتگی بند کرے (خلا، شکاف) تو اسکی مغفرت ہو جائے گی اور ابن ماجہ میں بلندی درجہ اور طبرانی میں جنت میں گھر بنانے کا بھی ذکر ہے۔

(ط) ابو داؤد نے براہ بن عازب سے روایت کی ہے کہ اس قدم سے بڑھ کر کسی قدم کا ثواب نہیں جو اس لیے چلا کر صف میں کثادتگی (خلا) بند کرے۔

جب نماز کی صفوں کی یہ فضیلت ہے تو اسی پر جہاد فی سبیل اللہ میں صف بندی کا اندازہ

لگایا جاسکتا ہے میدان جہاد میں سیسہ پلائی دیوار بن کر دشمن کے مقابل ڈٹنا درحقیقت اس قول و قرار کی عملی توثیق ہے جو اہل ایمان اپنے اللہ سے کہتے ہیں اور غیر متزلزل ہو کر جم کر لڑنا کہ دشمن اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے اور اس میں شکاف کر سکے یہی وہ وصف و عمل ہے جسکی توصیف ذات باری نے اپنی محبت و رضا سے فرمائی ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لِقَوْمٍ
لِّمَ تَوَدُّوْنَ شَيْئًا وَقَدْ تَعْلَمُونَ
أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ط
فَلَمَّا ذَا عَصَوْا أَمْرًا غَاثًا اللَّهُ مَوْلَاكُمْ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم
سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے
ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری
طرف اللہ کا رسول ہوں پھر جب
ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل
ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں
کو راہ نہیں دیتا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لِقَوْمٍ تَوَدُّوْنَ شَيْئًا (اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے

کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو۔

وَإِذْ مَنْصُوبٌ عَلَى الْمَفْعُولِیَةِ ہے جس میں سرور و علم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ خط

ہے المعرضین عن القتال وقت قول موسیٰ علیہ السلام لبني اسرائيل حين ندبهم

الى قتال الجبابرة - یعنی ان لوگوں کو یاد کیجئے یعنی بنی اسرائیل کو جب انہیں موسیٰ علیہ السلام نے

جبارہ کیساتھ قتال کا حکم فرمایا تو انہوں نے قتال مندوب سے روگردانی کی اور کہا اے موسیٰ تم اور

تمہارا رب دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں اور اس پر مصر ہو کر اس طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو اندیت پہنچائی۔ تو انہوں نے قوم سے بطور توہین فرمایا لِمَ تَوَدُّوْنَ شَيْئًا - اسی بالمخالفة والعیضاً

فیما امرنکعبہ، یعنی جس بات کا میں نے تمہیں حکم دیا تم اس کی مخالفت اور نافرمانی کیسے

مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو اور ایک قول ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

جھوٹی تہمتیں لگاتے تھے حالانکہ آپ علیہ السلام معصوم اور ان کے ہر نوع افتراء سے مبرا و منزہ

و پاکیزہ تھے منجملہ ان کی افتراء پر دازیوں کے ایک یہ بھی تھی کہ آپ کو اذہ کا مرض لاحق ہے یعنی

خیموں میں درم و سوجھن ہے یا جسم میں برص کے داغ ہیں اور ایک قول سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے مطالبوں سے تکلیف پہنچانا ہے جو آپ کی تکذیب کے برابر تھے جیسے گلے کی پستش اور رویت باری کا مطالبہ ۔

(وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ) کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں ۔
جملہ عالیہ ہے جو اید کے انکار کے لیے اور اس کے سبب کی نفی کو متوکد ہے اور قد تحقیق علم کے لیے ہے اور نہ ہی قلیل اور نہ ہی تقریب کے لیے ہے کہ اس مقام کے حال کے مناسبت نہیں ہے اور صیغہ مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے جس کا مطلب ہے ۔ انکم تعلمون علما قطعیا مستملا بمشاهدة ما ظهر على يدي من المعجزات الباهرة التي معظمها اهلاك عدوكم وابتنائكم من ملكته اني رسول الله اليكم كما ارشدكم الى خيري الدنيا والاخرة ومن قضية علمكم بذلك ان تبالغوا في تعظيمي وتسارعوا الى طاعتي ۔ بے شک تم قطعی طور پر علم رکھتے ہو اور جانتے ہو اور تمہیں ان پیہم مشاہدات سے بھی معلوم ہے جو میرے ہاتھوں پر روشن معجزات کی صورت میں ظاہر ہوئے جن میں سب سے معظم تمہارے دشمن (فرعون) کی ہلاکت اور تمہیں اسکی غلامی سے رہائی ہے کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اس لیے کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لیے راہ نمائی کروں اور تمہارے اس علم کا مقتضایہ ہے کہ تم میری انتہائی تعظیم و تکریم کرو اور مجھے بالیقین رسول جانتے ہوئے میری اطاعت اور فرماں برداری میں خوب کوشش اور مبالغہ کرو ۔ لہذا رسولوں کو جو واجب لتعلیم والتکریم ہوتے ہیں ایذا دینا سخت حرام فعل شنیع اور مدد درجہ کی شقاوت ہے ۔

(فَلَمَّا زَاغُوا) پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے ۔

ای اصروا على الزیغ والانحراف عن الحق الذي جاء به علیہ السلام

واستمروا علیه

یعنی جب وہ کج روی پر ڈٹے رہے اور حق سے جس کے ساتھ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے انحراف ہی کرتے رہے اور اسی راہ مخالفت پر جے رہے اور دعوت حق کو قبول نہ کیا اور نہ ہی فرمانبرداری کی ۔

(اَنزَاغَ اللّٰهُ مُقْلُوْبُهُمْ ط) اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے ۔

ای صوفیہا عن قبول الحق والمیل الی الصواب لصرف اختیار ہم نحو العی والفضل
یعنی ان کے دلوں کو قبول حق سے محروم کر دیا (توفیق چھین لی، اور صحیح راستے کی طرف گمان نہیں دے دیا)
بنادیا اور اس لیے کہ وہ بے بصیرتی اور گمراہی کی طرف ہی پھرے رہیں اس جگہ سے معلوم ہوا کہ حضرت
انبیاء و رسل کی شان میں گستاخی یا ایذا رسانی شقاوت قلبی ہدایت سے محرومی اور موجب ہلاکت
اور بربادی آخرت ہے ۔

(وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ه) اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا ۔
یعنی وہ لوگ علم اللہ میں اطاعت سے روگرداں اور راہ حق سے پھرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں
کو توفیق ہی عطا نہیں فرماتے کہ وہ عرفان حق حاصل کریں یا فلاح پالیں ۔ لہذا وہ اتباع حق سے محروم ہیں

وَ اِذْ قَالَ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ
يٰ بَنِيَّ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ مَرْسُوْلُ
اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا
بِئَسْوَلٍ يَّاْتِي مِنْ بَعْدِي
اِسْمُهُ اَحْمَدُ فَلَمَّا
جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا
هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ه

اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا
اے اولاد یعقوب میں تمہاری طرف
اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلے کتاب
کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی
بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف
لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب
احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر
تشریف لائے تو بولے یہ کھلا جادو ہے

(وَ اِذْ قَالَ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ) اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا ۔
یا تو پہلے اذ پر معطوف ہے اور اس کے عامل پر معمول ہے یا معمول ہے مضمون معطوف کیلئے جو
اس پر عامل ہے ای اذ کے قول عیسیٰ علیہ السلام ربی اسرائیل ۔
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی اسرائیل سے فرمانے کو یاد کیجئے ۔

(یٰ بَنِيَّ اِسْرَآئِيْلَ) اے نبی اسرائیل (اولاد یعقوب علیہ السلام)
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یٰ اقوامی کہہ کر خطاب فرمایا تھا جبکہ حضرت عیسیٰ نے

ایسا نہ فرمایا اور نہ فرمایا اے بنی اسرائیل کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اسرائیل سے نسب تعلق نہ تھا کہ نسب باپ سے متعین ہوتا ہے اور آپ بن باپ پیدا ہوئے میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ صحیح ہے لیکن آیت میں آپ کی ابنیت سیدہ مریم کی طرف واضح ہے اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا وابتغا بنی اسرائیل ہی سے تھیں اور آپ کا بنی اسرائیل کہہ کر خطاب فرمانا بطور تعظیم تھا کہ وہ لوگ آل اسرائیل ہونے پر تفاخر تھے اور اس نسبت کو معزز جانتے تھے۔

(اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الرَّسُوْلُ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْ مِنَ التَّوْرَةِ)۔

بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں۔

اے رسول منہ تعالیٰ الیکم حال کوئی مصداقاً

یعنی پروردگار دو عالم کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس حال کے ساتھ میں تصدیق کرتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور دیگر کتب و صحائف الہیہ کی اور پہلے تمام انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اظہار حق اور شہادت و موافقت حق کے لیے فرمائی کہ انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین کے مصداق ہیں۔

(وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط)

اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط

بہذا الرسول صلے اللہ علیہ السلام واقعہ فی التوراة

اور اس میں سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی طرف بھی دعوت ہے اس لیے کہ اس رسول معظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت تورات میں موجود ہے تورات کے پانچویں باب فصل بستم میں فرمان الہی ہے خداوند وادی سینا سے ظاہر ہوا اور کوہ سعیر سے جلوہ گر ہوا اور فاران پہاڑوں سے ظاہر ہوا کہ اس کے دائیں جانب قدسیوں (پاکیزہ لوگوں کے) شکر اس کے ساتھ ہیں ایک جگہ ان کی تعداد دس ہزار آئی ہے (غالباً فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس موقع پر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام تھے) فاران مکہ میں بنو ہاشم کے پہاڑوں کے نام ہے یا مکہ کا نام ہے۔ اور تورات کے اسی مذکورہ باب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا اے موسیٰ یقیناً میں جلد ہی بنی اسرائیل کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تیری مثل ایک رسول مبعوث کروں گا اور میں اس کے منہ میں اپنا کلام رکھوں گا اور وہ انہیں اس کے مطابق میرا حکم سنہرائیگا اور جو شخص اس نبی کی بات کو (فرمان کو) نہ قبول کرے گا

میں بالضرور اس سے انتقام لوں گا اور اس سے بھی جو اس کے غیر سے وابستہ ہوا۔ کتب احبار سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے پوچھا یا عیسیٰ کیا ہمارے بعد بھی کوئی امت ہے ارشاد فرمایا ہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے کہ وہ لوگ حکماء و علماء وہی نیکو کار اور پرہیزگار ہیں اور تفقہ فی الدین ہیں انبیاء کے نائب ہیں اور حق تعالیٰ سبحانہ سے معمولی رزق پر راضی اور حق سبحانہ، وتعالیٰ ان کے تھوڑے عمل پر ان سے راضی ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اس عہد کا حصہ بھی ہے جو انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا جس کا تذکرہ سورہ آل عمران میں گزر چکا اور اس عہد کے تحت تمام انبیاء و رسل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دی اور تمام کتب سماویہ میں اس کا ذکر ہے۔

اور یاتی من بعدی اسمہ احمد کا جملہ رسول کے لیے موضع صفت ہے اور اسی لیے حق تعالیٰ کا قول اسمہ احمد صحیح ہے۔ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم جلیل و اسم علم ہے حسان کا کیا خوب شعر ہے ۔

صلی اللہ ومن یحیف عرشہ والطیون المبارک احمد

اللہ نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی درود بھیجا اور انہوں نے بھی جنہوں نے عرش کو گھیرا اور پاکوں نے بھی صرف اور صرف برکتوں والے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی پر ان سب نے درود نہ بھیجا۔

بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے جبیر بن مطعم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر محشور ہوں گے۔ اور میں ماجی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے پیچھے کوئی نبی نہ ہو۔

حدیث شریف میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل زمین میں میرا نام

محمد اہل آسمان کے نزدیک میرا نام احمد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اُمّ باضیہ میں آپ احمد سے مشہور تھے بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو اسی نام سے راعدا یا وفرماتے تھے غالباً ایسا یا فرمایا غایت درجہ تعلیم کے لحاظ سے ہے۔ احمد اسم ذات ہے اوریوں ہی محمد بھی، یہ محمد سے مشتق اور مبالغہ کے معنی میں مقید ہے اسم احمد باعتبار کیفیت ہے اور محمد باعتبار کمیت آپ حق سبحانہ و تعالیٰ کی حمد افضل محمد سے فرماتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کثرت محمد سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد و ستائش کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احمد الحامدین یعنی حمد بیان کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر حمد کرنے والے اور احمد الحمودین یعنی تمام تعریف کیے ہوئے میں سب سے زیادہ تعریف کیے گئے اور افضل من جمیع حمد بھی حمد کرے ان سب سے بڑھ کر حمد کرنیوالے ہیں اور روز قیامت آپ کے ہمراہ لوہا احمد ہوگا جو کمال حمد کا اتمام ہوگا اور حامدیت و محمودیت کی صفت سے عرصات محشر میں مشہور کیے جائیں گے اور حق سبحانہ و تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ فتح باب شفاعت کے وقت اولین و آخرین سبھی آپ کی حمد کریں گے۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو جب ایسی حمد تعلیم فرمائے گا جو کسی اور کو نہ عطا کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا نام اللہ پاک کے نزدیک محمدون ہے لہذا سزاوار ہے کہ آپ کا اسم گرامی احمد و محمد ہوتا احمد بمعنی حامد تر بر وزن افضل اسم تفضیل برائے فاعل ہے جیسا کہ استعمال میں یہ معنی بہت زیادہ ہیں اور ممکن ہے کہ بمعنی محمود تر ہو جو مفعول کے لیے مشتق ہے تو مقصود محمودیت ہوگی خواہ کمالات کے لحاظ سے ہو یا کثرت کی وجہ سے ہو۔

زیر نظر آیت میں ”احمد“ مضارع کا صیغہ مشکم بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی میں واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا الیہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے غایت درجہ اظہار کے لیے اور لفظ احمد بطور علم نہیں بلکہ حمد مشتق سے معنا لیا ہے۔

یوحنا کی انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یوں منقول ہے (۱) میں اپنے باپ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا فرمائے جو تمہارے ساتھ آخر زمانہ تک ثابت و قائم رہے اور وہ روح حق ہے اور وہ تمہیں ہر چیز سکھائے گا۔

”اے“ بیٹا جانے والا ہے کیونکہ اب اس کے بعد فارقلیط آنے والا ہے جو تمہارے
بھیدوں کو زندہ کر کے ہر شے کو بدل دے گا اور وہ میری شہادت و صفائی دیں گے
جس طرح میں ان کی شہادت و بشارت دے رہا ہوں میں تمہارے لیے امثال
لایا ہوں وہ اس کی تاویل لائے گا۔“

فارقلیط کی تفسیر میں نصاریٰ کا گروہ متذبذب ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک فارقلیط کے معنی
المخلص۔ نجات دہندہ کے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک فارقلیط کے معنی حامد کے ہیں اور انجیل
برنباکس میں بھی معنی معتبر ہیں ان معانی کے پیش نظر فارقلیط یعنی حامد لفظ احمد کے قریب ہے
بلکہ دونوں کا مادہ ہی ایک ہے۔ حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ وہ میری شہادت دے گا ایسا امر واقع
ہے کہ اہل نصاریٰ کو بھی انکار محال ہے کیونکہ جو عظمت و بزرگی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے حضرت مسیح کی بیان و سرمانی کسی سے اس کا حجبہ تک ظاہر نہ ہوا۔ اہل کتب کی تحریف اور کتمان
حق کے باوجود عظمت مصطفویٰ روشن ظاہر ہے۔

(فَلَمَّا جَاءَهُمْ) پھر جب وہ ان کے پاس آئے۔

امی عیسیٰ علیہ السلام۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور ایک قول ہے کہ ضمیر احمد کی طرف راجع ہے اور حضرت
عیسیٰ کا ارشاد ”احمد“ پر ختم ہو گیا اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے کہ جیسا کہ کثیر علماء سے منقول
ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے۔

(بِالْبَيِّنَاتِ) ساتھ روشن نشانیوں کے

امی بالمعجزات الظاہرة یعنی واضح اور روشن معجزات کے ساتھ جیسے پتھروں کی
شہادت شق القمر درختوں کی گواہی و حوش بہائم کا کلام کرنا انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا کثیر طعام وغیرہ
اور سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے جو زندہ و دائمی معجزہ ہے اور اگر مراد عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے
تو ان کے معجزات مشہور ہیں جیسے احیاء موتی اور ماؤز ادا ندھوں کو بننا کرنا اور ذخیرہ کی خبریں
دینا وغیرہ۔

(قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ) بولے یہ کھلا جادو ہے۔

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام بشارت احمدی دے چکے تو کفار نے آپ سے روشن معجزات کی

کے باوصف ایسا کہا یا جب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح معجزات کے ساتھ تشریف لائے تو کفار نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے میں کہتا ہوں کہ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ”ساحر“ کہا اور معجزہ شق القمر کے بعد بھی ”سحر و ستم“ کے لفظ کہے اور اسی طرح قرآن حکیم میں متعدد نظیریں ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایسا کہنا کہیں بائیں طور منقول نہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ واضح دلائل کے باوجود اہل کتاب میں سے اکثر اور کفار نے بالعموم یہ کہہ کر آپ کی رسالت کو مٹانا اور تکذیب میں پڑے رہے۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ
باندھے حالانکہ اسے سلام کی طرف بلایا
جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ
نہیں دیتا۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ
إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

دو مَن اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے سلام کی طرف بلایا جاتا
ہو۔ اِیْ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ ظُلْمًا مِّنْ یَّدْعٰی اِلٰی الْاِسْلَامِ الَّذِیْ یُوصِلُهٗ اِلٰی
سعادة الدارين فیضع موضع الاجابة الافتراء علی اللہ عز وجل بتکذیب رسولہ
وتسمیة ایاہ سحرًا فان الافتراء علی اللہ تعالیٰ یعرف نفی الثابت واثبات المنفی اِی
لا اظلم من ذلك والمراد انه اظلم من کل ظالم،

یعنی لوگوں میں اس آدمی سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کو سلام کی دعوت دی جائے
جو اسے دارینِ رد و نون جہانوں کی سعادت سے ہمکنار کر نیوالا ہے تو وہ اسے قبول کرنے کی بجائے
حق سبحانہ و تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر اس کے رسول کو جھٹلائے اور اس آیات بنیات کو جادو سے
موسوم کرنے لگ جائے تو اللہ پر افتراء باندھنا اندھا کر دیتا ہے اور روشن حقائق کی نفی ہے
اور نفی کا ثابت کرنا یعنی جھوٹ کو حق ثابت کرنا اس سے بڑھ کر کونسی بات ظالمانہ ہو سکتی ہے اور
مراد یہ ہے کہ ایسا شخص سب ظالموں سے بڑھ کر ظالم ہے، ایک قول ہے کہ ایسے شخص سے مراد
وہ ہے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور اس کے لیے بیٹا مانے جیسا کہ یہود و

نصاری کا چلن ہے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیا جو بدترین شرک ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے اور ایک قول ہے مراد وہ شخص یا گروہ ہے جو کہتے تھے کہ حق تعالیٰ نے کسی شخص پر کچھ نہیں نازل فرمایا اور یہ کہ کسی کو رسول نہ مانا جب تک سوختی قربانی پیش نہ کرے یا شریعت موسویہ کو منسوخ نہیں مانتا۔ اور سباق کلام ظاہر ہے کہ مراد اہل کتاب ہی ہیں جن کے لیے خیالات تھے اور جنکی افراط پر دازیوں کو قرآن حکیم میں تفصیلی ذکر و مذمت ہے۔

(وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ) اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔

ای لا یرشدہم الی ما ینبئہم فلا حلہم لسوء استعدادہم وعدم توجہم الیہ ان کی قبول حق سے عدم توجہ اور استعداد کی خرابی کے باعث اللہ تعالیٰ انہیں توفیق ہدایت نہیں دیتے جس میں ان کی فلاح ہے یعنی حصول سعادت سے محروم کر دیتے گئے ہیں یا ان کے ظالمانہ طرز عمل کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ہدایت سے روک دیئے گئے ہیں اور اللہ کو ظالموں کا علم ہے۔

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں
سے بجھادیں اور اللہ کو اپنا نور پورا
کرنا، پڑے برا مانیں کافر۔

يُرِيدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ
بَاْفْوَ اٰهِيْمَ وَاللّٰهُ مُتِمِّتُ كُوْنُوْهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ

رُيُوْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بَاْفْوَ اٰهِيْمَ) چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں

سے بجھادیں۔ تمثیل لحالہم فی اجتہادہم فی البطل الحق بحالۃ من ینفخ الشمس بضمہ
لیطفہا تکما و سخریۃ بہم کما تقول الناس: هو یطفئ عین الشمس، و ذهب بعض

الاجلۃ الی ان المراد بنور اللہ دینہ تعالیٰ الحق کا روی عن السدی علی سبیل الاستعاذۃ
التصریحیۃ۔ یہ کفار کے حال کے مطابق تمثیل ہے کہ وہ سج کو جھوٹ بنانے میں (حق کو ناکام بنانے) میں
کس قدر کوشش کر رہے ہیں اور ان کی حالت ایسی ہے جس طرح کوئی سورج کی روشنی کو اپنے منہ
کی پھونک مار کر چاہے کہ بجھا دے اور اسے برباد کر دے اور وہ اس میں مغایب و ذلیل ہیں کہ
ایسا کر نہیں سکتے) جس طرح کہ کہاوت ہے ”وہ چشمہ آفتاب کو بجھاتا ہے یا سورج پر تھوکتا ہے
کہ بجھ جائے اور بعض علماء اعلام اس طرف گئے ہیں کہ نور اللہ سے مراد دین حق ہے یعنی سلام

جیسا کہ سدی سے بسبیل استعارہ بطور تصریح مروی ہے۔ نور اللہ کے بارے میں ابن عباس اور ابن زید سے مروی ہے یریدون ابطال القرآن و تکذیبہ بالقول کہ یہ کافر لوگ اپنی باتوں سے قرآن کا ابطال چاہتے ہیں اور اسے جھوٹ ثابت کرنا چاہتے ہیں یا جھٹلانا چاہتے ہیں ابن بحر کا قول ہے کہ کفار اپنے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کو مٹانا چاہتے تھے اور ضحاک کا قول ہے کہ ”یریدون کلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالامراجیف“ کفار چاہتے ہیں کہ اپنی جھوٹی افواہوں اور خبروں کے ساتھ اللہ کے رسول کو ہلاک کر ڈالیں (معاذ اللہ) اور ایک قول ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کو جو ان کی کتاب میں واضح و ظاہر ہے اُسے چھپا کر مٹانا چاہتے ہیں اور اپنی جھوٹی گفتگو اور مکاریوں سے اس ظہور قدسی کا انکار کرتے ہیں تاکہ عظمت محمدی کا اظہار اخفا میں رہے اور حق واضح نہ ہو ابن عباس سے مروی ہے کہ وحی میں چالیس روز تک تاخیر ہوئی تو کعب بن الاشرف یہودی نے ہرزہ سرائی کی کہ اے گروہ یہود تمہیں خوشخبری ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو جو ان پر نازل ہوا تھا اللہ نے اسے بجھا دیا ہے اور ان کا نور کے کمال و اتم نہ ہو گا تو اس پر خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملال ہوا تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (وَاللّٰهُ مُسْتَمِرٌّ نُّورِهِ وَكَوْكَبُهُ الْكَافِرُونَ) اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

کفار کے اقوال کا رد ہے اور بشارت و وعدہ ہے کہ اللہ اپنے نور کو یا ضرور مکمل فرمائے گا۔ اور دین سلام کو پورا کرے گا کافر خواہ برا مانتے رہیں یا نہ مانیں اللہ کو ان کی کچھ پروا نہیں اور نہ ہی وہ اپنی آرزوں اور جھوٹی افواہوں سے اکمال و اتم دین کو روک سکتے ہیں اور ایسا ضرور ہو کر رہے گا چنانچہ سورہ مائدہ میں الیوم اکملت لکم دینکم الخ فرما کر اس عہد کو پورا کر دیا اور منکرین حد کی آگ میں جلتے رہے اور پڑے جلتے رہیں۔

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو
ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا
کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے
پڑے برا مانیں مشرک

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ
عَلَى الدِّينِ كَلِمَةً وَلِيُكَفِّرَ
الْمُشْرِكُونَ ۝

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ (وہی جس نے اپنے رسول کو بھیجا۔

امی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔

(بِالْهُدَى) ساتھ ہدایت، اور بالمعجزة قرآن حکیم کے ساتھ یا معجزہ

کے ساتھ۔ (وَدِينِ الْحَقِّ) اور سچے دین

ای الاسلام، دین اللہ والملة الخيفية یعنی سلام، اللہ دین اور ملت حنیفیہ

جس کا طغریٰ راست روی اور حق کی پیروی ہے

(لِيُظْهِرَ عَلَى الْذِيْنِ كُلِّهِمْ) کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے۔

لِيُعْلِيَهُ عَلَى جَمِيعِ الْاَدْيَانِ الْمَخَالِفَةِ لَهُ وَلَقَدْ اِيْحَزَ اللّٰهُ عِزَّوَجَلَّ وَعَدَهُ حَيْثُ جَلَّ

بِحَيْثُ لَعِيْبُ دِيْنٍ مِّنَ الْاَدْيَانِ الْاَوْ هُوَ مَغْلُوْبٌ مَّقْهُورٌ بِدِيْنٍ الْاَوْ سَلَامٌ تَاكِ اَسْ اَسْ كَسْ

دین کے ساتھ سلام کو) تمام مخالف دینوں پر غالب و بلند فرمائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے وعدہ جس طرح فرمایا پورا کر دیا اور پورا کر لیا اور مذاہب و ادیان عالم میں سے کوئی دین

باقی نہ رہا مگر یہ کہ وہ دین سلام کے سامنے مغلوب و مقہور ہو کر رہ گیا اور مجاہد سے مروی

ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے زمین پر کوئی دین سوائے دین سلام کے نہ

ہوگا۔ (وَلَوْ كُنَّ الْمَشْرِكُونَ) پڑے برا مانیں مشرک۔

یعنی اگرچہ کافروں و مشرکوں کو غلبہ سلام اچھا لگے یا نہ لگے اللہ بالضرور دین حق کو غالب

و روشن فرمائے گا کہ اس کی آب و تاب حقانیت و نورانیت کے سامنے سبھی دین مغلوب و مقہور

ہو جائیں گے۔ اور اللہ کا دین ہی غالب و بلند ہوگا اور اللہ کو منکروں کافروں مشرکوں کی

پرواہ نہیں اور نہ ان کا برا ماننا اس میں جائل ہو سکتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ صفت ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى

مَعَادٍ تَجْنِبُكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

اے ایمان والو کیا میں تم کو وہ تجارت
جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی
راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرو یہ تمہارے
لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں
میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں
اور پاکیزہ مخلوق میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں
یہی ثمری کامیابی ہے۔

اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری
ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اسے
محبوب مسلمانوں کو خوشی سنا دو۔

اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو جیسے عیسیٰ
بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو
اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں حواری بولے
ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے
ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو
ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی
تو غالب ہو گئے۔

تَوَمَّنُونَ بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتَجَاهِدُونَ
فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَاتٍ فِي
جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

وَأُخْرَى يُحِبُّونَهَا نَصْرَ مَنْ اللهُ ذَلِكُمْ
قَرِيبٌ وَيُثِيرُ الْمُؤْمِنِينَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللهِ
كَمَا قَالَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ
مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ
فَعَنْ أَنْصَارِ اللهِ فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ
مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ
فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ
فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ

حل لغات رکوع دوم سورۃ صفت پ ۲

ایمان لائے ہو	الذین - وہ جو	یایہما - اے
تجارت	علی - ایک	ادلکم - بتاؤں میں تم کو
تم ایمان لاؤ	الیم - دردناک ہے	من عذاب - عذاب
د - اور	رسولہ - اس کے رسول پر	د - اور
اللہ خدا کے	سبیل - راہ	فی سبیل
ہل - کیا		
تبعیکو جو بچلے تم کو		
باندھ - اللہ		
تجاہدوں - جہاد کرو		
باموالکم - اپنے مالوں		

خیر بہتر ہے	ذکرکم - یہ	انفسکم - اپنی جانوں سے	و۔ اور
تعلیمون جلتے	کنتم - ہو تم	ان - اگر	لکم - تمہارے لیے
و۔ اور	ذنبکو - تمہارے گناہ	لکم - تم کو	یعنی بخشے گا
من تفتھا - انکے نیچے	تجرہ کی چلتی ہیں	جنت - باغوں میں	یدخلکم داخل کریگا تم کو
طیبۃ - اچھے	مساکن - مکان	و۔ اور	الانہم - انہیں
ذلک - یہ ہے	عدن - بنسے کے	جنت جنت	فی بیچ
اخری - ایک اور نعمت	و۔ اور	العظیم - بڑی	الفوز - کامیابی
من امدہ - اللہ کی طرف سے و۔ اور		تنبوئہا کہ پسند کرو گے تم کو نصرت - مدد ہوگی	
یشیٰ جو شجرہ دو	و۔ اور	قرب - نزدیک	قیم - فتح
امتوا - ایمان لائے ہو	الذین - وہ جو	یا یہا - اے	المؤمنین مومنوں کو
کبا جیسے	اللہ - اللہ کے	انصار - مددگار	کونوا - ہو جاؤ
مہر لہو - مریم نے	بن - بیٹے	عیسیٰ عیسیٰ	قال - کہا
الی - طرف	انصاری - میرا مددگار	من - کون ہے	للحواریین حواریوں سے
تھن - ہم ہیں	الحواریون - حواری	قال - بولے	اللہ - اللہ کی
طائفتہ - ایک جماعت	فامنت - تو ایمان لائی	اللہ - اللہ کے	انصار - مددگار
کفرت - کفر کیا	و۔ اور	من بھا اسرائیل - بنی اسرائیل سے	
الذین - انکی جو	نا - ہم نے	طائفتہ - ایک جماعت نے	فایذ - پھر مدد کی
ہو ان کے کے	عدو - دشمن	امتوا - ایمان لائے	علی - اوپر
		فاصبحوا - تو ہو گئے وہ	ظاہرین - غالب

سورہ الصف رکوع دوم پارہ ۲۸

اے ایمان والو کیا میں تباہوں وہ
تجارت جو تمہیں درد نہ لگے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ
أَدُّ لَكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُحِبُّونَ

مَنْ عَذَابِ الْيَمِّ

عذاب سے بچالے

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ مومنین نے کہا تھا کہ اگر ہم کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو کونسا عمل محبوب ہے اور کونسی تجارت ہے جو عذاب الیم سے بچانے والی ہے تو ہم وہی کرتے اور اپنے مال اہل و عیال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے تو یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کیا اہل ایمان کو تجارت نہ بتائی جائے جو انہیں عذاب الیم سے محفوظ کر دے۔ یہاں عمل کو تجارت کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ تجارت میں اصل زر محفوظ اور نفع کی توقع ہوتی ہے تو اسی طرح ان پسندیدہ اعمال سے بہترین نفع و دوزخ سے نجات حصول جنت اور ضائع الہی ہے اور ایک قول ہے کہ دنیا میں تجارت نفع دیتی ہے اور فقر و فاقہ سے محفوظ کرتی ہے جبکہ اخروی تجارت دردناک عذاب سے نجات دینے والی ہے وہ تجارت کیا ہے اگلی آیت میں اسکی صراحت ہے اور اس آیت میں رعبت دلائی گئی ہے۔

ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول
پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان
سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر
ہے اگر

تَوْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
وَتَجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بَاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

رَتَوْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَاَمْوَالِكُمْ
وَاَنْفُسِكُمْ) اے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال
و جان سے جہاد کرو۔

استغناء بیانی ہے یعنی نئے سرے سے بیان ہے کیونکہ کہا گیا تھا کہ وہ تجارت کونسی
ہے ہمیں اس پر اطلاع فرمائی جائے تو جواباً ارشاد ہوا تو مومنون باللہ الخ یہ جملہ خبریہ اور امر
کے معنوں میں ہے اور تجارت کی تفسیر ہے کہ مراد اس سے اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس
کے رسول پر ایمان لانا اور اہل خدا میں مال و جان سے جہاد کرنا ہے۔

ر ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ای ماذکر من الایمان والجهاد — علی الطلاق او من اموالکم و انفسکم
یعنی جو ایمان و جہاد کا ذکر ہوا یہی علی الطلاق تمہارے لیے بہتر ہے یا یہ باتیں تمہارے مالوں و
جانوں سے بڑھ کر بہتر ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اگر تم جانو

یعنی اگر تم ایسا کرو تو یہ ہی تمہارے لیے خوب ہے گو یا خبر کا مقتضی یہی ہے کہ تم یونہی کر رہے
تم پر واضح ہو گیا کہ ایمان و جہاد ہی تمہارے بہترین عمل ہیں اعلیٰ تجارت ہے اور ہر شے سے بڑھ
کر ہے۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ
يُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٌ
طَيِّبَةٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝
رِ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۝ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور
تمہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے
نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں
میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی
بڑی کامیابی ہے۔

یہ جواب امر ہے جو لفظ خبر پر مدلول ہے جیسا کہ ان کے قول میں ہے یعنی ایمان و جہاد کی وجہ سے
تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے یا شرط کے لئے جواب ہے کہ اگر ایمان لاؤ گے اور راہ حق
میں جہاد کرو گے تو تمہارے گناہ بخش دوں گا۔ یا استفہام ہے جیسا کہ کلام پر دلالت کرتا ہے اور
تقدیر یہ ہے کہ ان تو منوا و تجاہدوا ایغفرکم یا یہ ہے کہ هل تقبلون ان ادلکم کیا تم قبول کرو
گے اگر میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں اور فرار کا قول ہے کہ مذکور استفہام کا جواب ہے ای هل
ادلکم اور تعاقب کیا ہے کہ مجرد دلالت سے مغفرت واجب نہیں ہوتی لیکن یہ درست نہیں
ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم بتائی ہوئی تجارت کرو گے تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٌ طَيِّبٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ
اور تمہیں باغوں میں لے جائیگا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں بسنے کے باغوں

میں۔ ای طاہرۃ نزکیہ مستاندة وهذا الشارحة الى حسنہا بذاتہا،

مسلمانوں کو خوشی سنا دو ۔

(وَأُخْرَىٰ تَحِبُّونَهَا) اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے ۔

اسی ولکم الی ما ذکر من النعم نعمتہ آخری ۔ یعنی اور تمہارے لیے ان نعمتوں میں سے ایک اور نعمت عطا فرمائیں گا جن کا پیچھے تذکرہ ہوا (تَحِبُّونَهَا) تمہیں محبوب و پسند ہے ۔
فی موضع الصفة اس نعمت کی توصیف ہے کہ تمہیں اس کا ملنا پسندیدہ ہے ۔
نَصْرٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ (۱) اللہ کی مدد اور جلد آنی والی فتح

ای عاجل ۔ یعنی جلد ملنے والی کشف میں ہے یہ جواب امر پر عطف ہے اور اس کا مطلب ہے جاہد و اتو جروا ولکم العنیمۃ راہ حق میں جہاد کرو اور تم اجر دے جاؤ گے اور تمہارے لئے غنیمت عطا ہوگی ۔ اور تجو نہا اسکی تعبیر ہے یعنی تمہیں غنائم کا حصول محبوب ہے بن ابی عیلۃ نے نصر اور فتح کو منصوب پڑھا جس کا مطلب ہے تنصرون نصر او یفتح لکم فتح اللہ کی مدد سے نصرت دینے جاؤ گے ۔ اور تمہارے لیے فتح کا باب کھولا جائیگا اس میں عموم ہے کہ اگر ایمان و جہاد کا مظاہرہ کر دے گے ۔ تو اس تجارت کا نفع نصرت و فتح حصول غنائم کی صورت پاؤ گے بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ یا فتح خیبر ہے اور عطا کا قول ہے بلاؤم و فارس کی فتح مراد ہے ۔

(وَكَبِيرٍ الْمَوْمِنِينَ) اور اے محبوب! مومنوں کو خوشی سنا دو ۔

بَشِّرْ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح و نصرت موعودہ کی مسلمانوں کو خوشخبری سنا دیجئے ۔
ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو قریبی اور فوری فتح کی دنیا میں اور آخرت میں جنت و نعمت جنت کی بشارت دیدیجئے ۔

اے ایمان والو دین خدا کے مدد کا
جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے
کہا تھا کون جو اللہ کی طرف ہو کر
میری مدد کریں حواری بولے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَكُونُوا
أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى
ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ
مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ

یعنی ستھرے پاکیزہ اور لطف دو بالا کر نیوالا باغوں میں لے جائیگا جن کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان باغوں کے نیچے ہنریں ہستی ہوں گی اور اس میں جنت کے ذاتی حسن کی طرف اشارہ ہے عدن کے معنی کسی جگہ قرار پکڑنے اور ٹھہرنے یا قیام کرنے کے ہیں اور جنت کی صفت ہے یعنی ایسے باغوں میں جو ٹھہرنے یا قیام کرنے کے محل ہیں ان باغوں میں پاکیزہ ٹھکانوں میں داخل فرمایا گیا یہی ہے مسکن طیبہ کی تفسیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد موتی کا ایک محل ہے جس کے اندر سرخ یا قوت کے شتر مکان اور ہر مکان کے اندر شتر کمرے کہ ہر کمرے میں تخت بچھا ہوا جس پر شتر انواع کے کھانے چنے ہوں گے اور ہر کمرے میں خدام مومن کو یہ نعمتیں ہر صبح میسر ہوں گی۔

حاکم نے بروایت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں اپنے دست کرم سے اشجار (درخت) لگائے پھر اس سے کہا بول تو جنت عدن گویا ہوئی قد افلح المؤمنون بلاشبہ مومنوں نے کامیابی پائی تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں تجھ میں بخیل کو داخل نہ کروں گا۔ مقاتل کا قول ہے کہ ولین خاف مقام ربہ جنت میں جود و جنتیں مراد ہیں ان میں سے ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل جنتیں آٹھ ہیں (ابوداؤد) اور صحیحین میں ہے کہ چار ہیں دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی اور اہل جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھیں گے۔

رَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) یہی بڑی کامیابی ہے۔

الَّذِي لَا فَوْزَ وَّرَاءَهُ

یعنی گناہوں کی بخشش اور جنت کی ان نعمتوں کا حصول ایسی کامیابی ہے کہ کوئی کامیابی سے بڑی نہیں ہوگی۔

اور ایک نعمت تمہیں اور دے
گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد
اور جلد آئینوالی فتح اور لے محبوب

وَأُخْرَىٰ تَحْبُبُ نَهَا طَلْعُ
مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ طَقْرِ
وَبَشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

قَالَ الْخَوَارِثُونَ نَحْنُ أَنْصَارُ
اللَّهِ فَأَمَّا مَنْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي
إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ
مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُدُوتِهِمْ
فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ؕ

ہم دین خدا کے مددگار ہیں تو بنی
اسرائیل سے ایک گروہ ایمان
لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔
تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے
دشمنوں پر مدد دی تو غالب ہو گئے۔
(اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو۔)

ای نصرت دینہ سبحانہ و عونۃ رسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
یعنی اللہ کے دین اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار بن جاؤ الاعرج
عیسیٰ، ابو عمر و اہل حرم نے اس آیت میں أَنْصَارَ اللّٰہ کو أَنْصَارَ اللّٰہ پر صاف ہے یعنی تنوین کے ساتھ
قرارت کیا ہے اور اب تبعیض کے لیے ہے تو معنی یہ ہوں گے تم اس کے (اللہ عزوجل) کے بغض
مددگار ہو۔ اور کثرت میں ابن مسعود کی قرارت ہے کو نوا انتم انصار اللہ ہو جاؤ تم اللہ
کے مددگار ہو لیکن انتم زائد ہے اور کو نوا سے علاوہ ہے جو صواب نہیں۔

رَكَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْخَوَارِثِينَ مَنِ الْإِنصَارِي إِلَى اللَّهِ
جیسے عیسیٰ بن مریم نے خاریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔
ای من جندی متوجہا الی نصرت اللہ تعالیٰ لیطابق قولہ سبحانہ، یعنی میرے لشکر میں
سے ہو جاؤ۔

جو کہ اللہ کے دین کی نصرت کی طرف متوجہ ہے تاکہ حق سبحانہ کے قول کے مطابق ہو جائے کہ
خاریوں نے کہا نحن انصار اللہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ اور بعض نے کہا الی اللہ میں الی
بمعنی ساتھ ہے اور انصاری میں اضافت مشارکت نصرت کے لیے ہے کہ اللہ کے نبی کے
ساتھ ہو کر نصرت الہی کے لیے اشتراک عمل کرو۔ ز محشری کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم اللہ
کے دین کے اسی طرح مددگار ہو جاؤ جس طرح خاری عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار ہوئے جبکہ انہیں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں یعنی بالکل اسی
طرح تم جبکہ یہ فرمایا جا رہا ہے اللہ کے رسول (جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مددگار بن جاؤ

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصفیاء ہیں (مخلصین ہیں) یہ کل بارہ شخص تھے جو سب سے اول آپ پر ایمان لائے انہیں جیسا کہ بحر میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شہروں میں بانٹ دیا (بھیج دیا) تو ان میں سے کسی کو روم کسی کو بابل کسی کو افریقہ کسی کو افسس کسی کو بیت المقدس کسی کو حجاز اور کسی کو بربر کے علاقے کی طرف بھیجا اس روایت کی صحت ثقت نہیں اور نہ ہی ان کے نام معلوم منقبط ہیں سیوطی نے الاتفاق میں البتہ ان کا ذکر کیا ہے۔ حواری کا مادہ اشتقاق الجور ہے جس کے معنی سفیدی کے ہیں اور حواری اسی نام سے اس لیے موسوم ہوئے کہ وہ سفید پوش تھے یا دھوبی تھے۔

ایک قول ہے کہ اپنی ظاہر اور باطنی پاکیزگی کی وجہ سے حواری موسوم ہوئے بعض کا قول ہے کہ انہیں قصارین (دھوبی) اس لیے کہتے تھے کہ وہ دین اور علم کے افادے سے لوگوں کے لوگوں کو پاکیزہ بناتے تھے ایک قول ہے حواریوں سے مراد مجاہدین ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ ہر نبی کیلئے حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے اور ایک روایت میں طلحہ اور زبیر فرمایا فی اللہ عنہما۔ اور بعض نے حواری کی تفسیر خاص سکتی (مخلص و نقیق) مخصوص سکتی سے کی ہے الا زہری اور الناصر کا قول ہے الذی اخلص و تقی من کل عیب جو مخلص ہوا اور تمام نقائص سے پاکیزہ ہو، قتادہ نے حضرت زبیر کے علاوہ دیگر اصحاب پر حواری کا اطلاق کیا ہے اور انہوں نے بے شک حواری سب کے سب قریش ہی سے تھے اور وہ ابو بکر، عمر، علی، حمزہ، جعفر، ابو عبیدہ بن الجراح، عثمان بن مظعون، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں (قَالَ الْحَوَارِيُّونَ النَّصَارَ اللَّهُ) حواری بولے ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں یعنی ان بارہ اصحاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضور عرض کیا کہ ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

رَقَامَتْ طَائِفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ (تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا ای عیسیٰ علیہ السلام یعنی ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا) وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ ط اور ایک گروہ نے کفر کیا۔

آخری - یعنی دوسرا گروہ کافر ہوا ، ان دونوں گروہوں میں قتال ہوا ۔
 (فَإِذَا نَالِ الَّذِينَ عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ) تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی
 وَهُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ اور وہ کفار تھے ۔ عدو سے مراد گروہ کفار ہے ۔
 فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝ تو غالب ہو گئے ۔

فصاروا غالبین تو وہ غالب ہو گئے ۔ یعنی مومن غالب آئے ۔ زید بن علی اور قتادہ
 کا قول ہے کہ وہ حجت و برہان کے ساتھ غالب آئے ۔ ایک قول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے تو ان کی قوم کے ایک گروہ نے کہا بے شک وہ اللہ اور سب
 تھے جو آسمانوں پر چلا گیا اور ان کی قوم کے دوسرے گروہ نے کہا بے شک وہ اللہ کے بیٹے تھے
 اللہ نے اسے اپنے پاس بلا لیا (تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً) (معاذ اللہ) اور ان کی قوم
 کے تیسرے گروہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو
 انہوں نے قتال کیا تو قوم عیسیٰ کے دونوں گروہ جو الوہیت عیسیٰ اور ابنیت عیسیٰ کے
 مدعی تھے مومنوں پر غالب آ گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 مبعوث فرمایا تو مومن فرستہ دونوں کافر گروہوں پر غالب آ گیا اور یہ ابن عباس سے مزی
 ہے ۔ اور ایک قول ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان رنح عیسیٰ کے بعد قتال واقع
 ہوا تو مومن کفار پر تلوار سے غالب آ گئے اور مشہور یہ ہے کہ قتال شریعت عیسیٰ علیہ السلام
 میں نہ تھا اور ایک قول ہے کہ طائفہ مومنہ سے مراد بعض بنی اسرائیل کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم پر ایمان لانا اور طائفہ کفار سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ہے تو
 نے مومنوں کو کافروں پر مدد دی اور وہ غالب آ گئے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے واللہ
 تعالیٰ اعلم ۔

الحمد للہ تفسیر سورۃ الصف مکمل ہوئی ۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ ۲۳ اپریل ۱۹۹۰ء بروز اتوار

سورة الجمعة

یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے اس میں دو رکوع اور گیارہ آیات ہیں جمہور کے نزدیک جن میں ابن عباس ابن الزبیر، حسن مجاہد، عکرمہ اور قتادہ بھی شامل ہیں یہ سورہ مبارکہ مدنی ہے البتہ ابن یسار کا قول ہے کہ یہ مکی ہے ابن عباسؓ اور مجاہدؓ سے اس کے مکی ہونے پر بھی حکایت منقول ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ مدنی ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور دیگر کتب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اس وقت بارگاہ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ سورۃ الجمعہ نازل ہوئی ابو ہریرہ کا قبول اسلام ہجرت کے بعد مسلمہ متفقہ ہے۔ اور آیت قل یا ایہا الذین ہادوا ان منعمہ مدینہ کے سوا کیونکر ہو سکتی ہے پچھلی سورت کے ساتھ اس کے اتصال کی وجہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے جبکہ اس سورہ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے فضائل و شرف کا دونوں امتوں کے مقابل ذکر ہے اور اسی وجہ سے اس سورت میں یہود کے ذکر سے تعرض ہے پچھلی سورت میں نبوت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور اس میں اس بشارت کے اشارے سے ارشاد ہوا الذی بعث فی الامین رسولا پچھلی سورت کا خاتمہ تجارت افری یعنی ایمان و جہاد کے ذکر پر تھا اور اس میں جمعہ کے حکم کے ساتھ جو کہ تجارت دنیوی سے کہیں بڑھ کر ہے اس میں صفت اور عبادت کا ذکر تھا اس میں جمعہ اور جماعت کا مسلم ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔

بیہقی نے جابر بن سمیرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب جمعہ نماز مغرب میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ شب جمعہ نماز عشاء سورت الجمعہ پڑھتے تھے اور ان احادیث سے سورۃ مبارکہ کی فضیلت و شرف پر واضح ہوتی ہے۔

سورة الجمعة مدنیہ

اس سورت میں دو رکوع۔ گیارہ آیات۔ ایک سو اسی کلمے اور سات بیس حروف ہیں۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورة الجمعة پ ۲۸

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِیْمُ ۝

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو
کچھ زمین میں ہے بادشاہ۔ کمال پاکی والا عزت والا
حکمت والا۔

هُوَ الَّذِیْ یُعْثِقُ فِي الْاُمَمِیْنَ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ یُحَدِّثُ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزِکِّیْہُمْ
وَلِیَعْلَمَہُمْ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ
کَانُوْا مِنْ قَبْلِ لَقِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے
ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں
اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور
حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس
سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

وَالْاٰخِرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْعَقُوْا بِہُمْ وَهُوَ
الْعَزِیزُ الْحَكِیْمُ ۝

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا
فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت
و حکمت والا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُوْتِیْہِ مِنْ شَآءٍ
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے
فضل والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حَبَلُوْا التَّوْرٰتَ لَمَّا
یَجْمَلُوْا کَمَثَلِ الْجَمَارِ یُحْمَلُ اَسْفَٰدًا
یُسَبِّحُ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا

ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے
اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ
پر کتابیں اٹھاٹھے کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں

بَابُ اللَّهِ دَاوُدَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ
قَدْ يَأْتِيهِمُ الدِّينَ هَادُونَ زَعَمْتُمْ
أَنْتُمْ أَقْدِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ
فَمَتَّوْا أَلَمْ تَمُوتُوا أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ه
وَلَا يَمُوتُونَ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ
أَيْدِيَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ه
قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ
فَإِنَّكُمْ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ه

کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں
کو راہ نہیں دیتا۔
تم فرماؤ کہ یہودیو اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے
دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو
اگر تم سچے ہو۔
اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان کو تکوں کے
سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ
ظالموں کو جانتا ہے۔
تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور
تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھرے جاؤ گے
جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتا
دے گا جو تم نے کیا تھا۔

حل لغات رکوع اول سورة الجمعة ۲۸

یسع۔ پاکی بولتا ہے	اللہ۔ اللہ کی	ما۔ جو کچھ	فی۔ بیچ
السموت۔ آسمانوں کے	و۔ اور	ما۔ جو کچھ	فی۔ بیچ
الارض۔ زمین کے	الملك۔ بادشاہ	القدس۔ کمال پاکی والا	العزیز۔ عزت والا
الحکیم۔ حکمت والا	هو۔ وہ	الذی۔ ساندوہ ہے جس نے	بعث۔ بھیجا
فی۔ بیچ	الامیین۔ ان پڑھوں کے	رسول۔ رسول	منہم۔ انہی میں سے
بتلوا۔ پڑھتا ہے	علیہم۔ ان پر	ابیتما۔ اسکی آیتیں	و۔ اور
یزکیہم۔ پاک کرتا ہے ان کو	و۔ اور	یعلمہم۔ سکھاتا ہے انکو	و۔ اور
الکتب۔ کتاب	و۔ اور	الحکمت۔ حکمت	و۔ اور
ان۔ بیشک	کانوا۔ تھے وہ	من قبل۔ اس سے پہلے	لغی۔ بیچ
ضلل۔ گمراہی	مبین۔ ظاہر کے	و۔ اور	آخرین۔ اوروں کو بھی

منہم۔ ان میں سے	لما جو نہیں	یلعقوا لے	ہم۔ ان کے ساتھ
و۔ اور	ہو۔ وہ	العزیز۔ عزت والا	الحکیم حکمت والا ہے
خلک یہ	فضل فضل ہے	اللہ۔ اللہ کا	یوثیہ۔ دیتا ہے وہ
من جسے	پیشاء چاہے	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
ذو۔ صاحب	الفضل فضل	العظیم۔ بڑے کا ہے	مثل۔ مثال
الذین۔ ان کی جو	حملوا۔ اٹھواٹے گئے	التوڈۃ۔ توڑیت	شو۔ پھر
لہ۔ نہ	یحملو۔ اٹھایا	ہا۔ اس کو	کمثل۔ جیسے
المعمار۔ گدھا	یھل جو اٹھائے	اسفارا۔ کتابیں	بئس۔ بہت بری
مثل۔ مثال ہے	القوم۔ ان	الذین۔ لوگوں کی	کن یوا۔ کہ جھٹلایا
بایت۔ آیات	اللہ۔ الہی کو	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
لا۔ نہیں	یہدی۔ ہدایت دیتا	القوم۔ قوم	الظلمین ظالم کو
قل۔ کہو	یا ایہا۔ اے لوگو	الذین جو	ہاددا۔ یہودی ہو
ان۔ اگر	زعتم تم یہ سمجھتے ہو کہ	انکم۔ تم	اولیلو۔ دوست ہو
لہ۔ اللہ کے	من دون۔ سوائے	الناس۔ لوگوں کے تو	فقتوا۔ خواہش کرو
الموت۔ موت کی	ان۔ اگر	کنتم۔ تم	صدیقین۔ سچے ہو
و۔ اور	لا۔ نہ	یتقونہ۔ خواہش کریں اس کی	ایدا۔ کبھی بھی
بما۔ پر سبب اسکے جو	قد امت۔ آگے بھیجا	ایدا ہم۔ ان کے ہاتھوں سے	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	علیم۔ جانتا ہے	بالظلمین۔ ظالموں کو	قل۔ کہو
ان۔ بیشک	الموت۔ موت	الذی۔ وہ جس سے	تفرون۔ تم بھاگتے ہو
منہ۔ اس سے	فانہ۔ تو وہ	ملقیکم۔ تم کو ملنے والی ہے	شو۔ پھر
تزدون۔ لوٹاٹے جاؤ گے	الی۔ طرف	علمو۔ جاننے والے	الغیب۔ غیب
و۔ اور	الشہادۃ۔ حاضر کی	فینبشکم۔ تو وہ ضرور تم کو خبر دے گا	
بما۔ اس کی جو	کنتم۔ تم	تعملون۔ کیا کرتے تھے۔	

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الجمعہ ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں
میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بادشاہ
کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكُ الْمَلِكُ
الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِیْمُ

ہر شے جو زمین و آسمانوں میں ہے اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور یہ تسبیح ایک خاص نوعیت کی
ہے اور اپنی خاص نوعی زبان میں اقرار عظمت کر رہی ہے اور ہر شے توحید ذات باری تعالیٰ پر دلالت
کرتی ہے اور اپنے موجد کی پاکی بولتی ہے وہ موجد الملک ہے یعنی حکومت کا مالک پادشاہ قابض
و متصرف بالذات القدوس یعنی با عظمت اور ہر عیب و نقص سے پاک، العزیز یعنی غالب اور الیسا کہ
کوئی اس کا نظیر و مثل نہیں یا ایہ معظّم کہ اس کی منزلت کا احاطہ نہ ہو سکے اس حکیم ہر شے کو اپنی حکمت
بالغہ کے تحت فرمانے والا یعنی ہر شے کی تسبیح سے اس ذات کریم کی جو ان معظّم صفات کی مالک ہے
عظمت و ربوبیت، قدرت والوہیت کا اظہار و اقرار ہو رہا ہے۔

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں
انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان
پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں
پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور
حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک
وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِي الْاُمَمِیْنَ
رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ
اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہُمْ وَیُعَلِّمُہُمْ
الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا
مِنْ قَبْلَ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

رہو الَّذِیْ بَعَثَ فِي الْاُمَمِیْنَ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں بھیجا۔

یعنی سبحانہ العرب لأن اکثرہم لا یکتبون ولا یقرأون

یعنی حق سبحانہ، و تعالیٰ نے عرب میں رسول کو بھیجا جن کی اکثریت لکھنے پڑھنے سے نا بلد تھی

دنا آشنا تھی، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے بروایت ابن عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل

کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”انا امة لا نکتب ولا نحسب“ بے شک ہم ایک ان پڑھ آدمی ہیں وہ ہی لکھتے ہیں اور نہ ہی حساب کرتے ہیں، اور اس سے خیال ہوتا ہے کہ بے شک وہ اپنی ماں کی ولادت کے اصل حال پر ہیں کہ کتابت و حساب وغیرہ کی تعلیم ہرگز نہیں دیئے گئے تو گویا وہ اپنی پہلی حیلت پر ہیں اور اُمّی ہونا ان کی ماں کی طرف سے منسوب ہے جس نملے جنا۔

ایک قول ہے کہ اُمّی ہونا قوم عرب کی طرف منسوب ہے اور ایک قول ہے کہ مراد ام القریٰ کی طرف نسبت ہے کہ مکہ کو ام القریٰ کہتے ہیں۔
(رَسُولًا مِّنْهُمْ) انہی میں سے ایک رسول

ای کا تائید من جملہ امّیاء مثلاً یعنی رسول بھی اُن اُن پڑھوں میں سے تھے ایک لکھے تھے یعنی ان کی طرح لکھتے اور کتاب سے کچھ نہ پڑھتے تھے۔ ایک قول ہے کہ مِّنْهُمْ میں رسول کی عظمت کا اظہار ہے کہ وہ رسول ایسا محترم و محترم ہے کہ ان کے نسب و شرافت کو وہ خوب جانتے پہنچاتے ہیں اور ان کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے آپ کی صفات جلیلہ میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ آپ ”نبی اُمّی“ ہیں اور آپ اُن پڑھ امت کی طرف مبعوث فرمائے گئے کتاب شعیار و گزشتہ صحیفوں میں سے ایک صحیفہ میں ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا میں اُمّیوں میں ایک نبی اُمّی بھیجوں گا اور اس پر نبوت ختم کر دوں گا۔

رَسُولًا عَلَيْهِمُ الْيَتِيمَ کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں

مع كونه امّیاء مثلاً لم يعهد منه قراءة ولا قلم

یعنی اہل عرب کی اکثریت کی طرح اُمّی ہونے کے باوجود کہ کتاب سے کچھ نہ پڑھتے اور لکھتے تھے لوگوں کو آیات قرآن سناتے ہیں یعنی ان پر اللہ کا کلام پڑھتے ہیں اور یہ دلائل نبوت میں سے ایک عظیم دلیل ہے کہ آپ اس قوم میں جو سب کی سب اُمّی اور ناخواندہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں اُمّی پیدا ہوئے۔ اور انہی لوگوں میں عمر گزاری جن میں گزشتہ علوم و اخبار کا جاننے والا کوئی نہ تھا اور نہ ہی آپ نے تحصیل علم کی اور نہ ہی کسی عالم کی طرف سفر کیا کہ گزشتہ امتوں اور کتب کے حالات جانتے، بلاشبہ ان کتابوں کے اجلہ علماء و عرفاء کی اکثریت پر آپ نے محبت قائم قائم فرمائی کہ وہ دلیل لانے اور محبت بنویہ کے رد سے عاجز آگئے اور یہی دلیل ہے کہ بلاشبہ آپ

اللہ کی طرف سے رسول تھے اور اسی کی طرف سے سب کچھ لائے تھے اس پر قیاس کیجئے کہ بغیر تعلیم و کتاب علم آپ علم و معرفت کے جس اعلیٰ مقام پر متمکن تھے علوم اولین و آخرین کی رسانی وہاں تک ممکن ہی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کیا خوب فرمایا ہے

امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائیان عالم
غرضیکہ آپ کی مثل و نظیر کوئی پیدا ہی نہیں ہوا کہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے اور یوں لوگوں کو منحرف کیا ہوا اور ان لوگوں کو جو جہالت کی اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اپنے فیضان و صحبت و تربیت سے علم و عمل کے اوج کمال پر پہنچایا ہو یہ سب اللہ کا فضل تھا جو آپ کو عطا ہوا۔ علماء کا قول ہے کہ قرأت و کتابت آپ کو حاجت ہی نہ تھی کہ غایت حضور علم عطا کئے گئے تھے اور خط (لکھنا پڑھنا) ایک صنعت ذہنیہ ہے جو آلہ جسمانیہ سے صادر ہوتی ہے تو وہ ہستی کہ قلم اعلیٰ اس کے زیر فرمان ہو اس کو کتابت کی کیا ضرورت ہے۔
(وَمِنْ كَيْفِهِمْ) اور انہیں پاک کرتے ہیں۔

وَمِثْلُكُمْ اِطْعَف اور رسول کی صفت ہے۔ ای مجملہم علی مایصیرون بہ ازکیا
طاہرین من خباثت القلہ والاعمال یعنی ان کو فرماتے ہیں جس سے وہ گندے عقیدوں (شرک و کفر) اور برے اعمال (جاہلیت کے کام) سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں اور طہارت ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اخلاق رزیلہ سے محفوظ اور اخلاق فاضلہ سے ستور جاتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں اور تفاست سے زینت پاتے ہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کے نفوس کی مکمل تہذیب اصلاح فرماتے ہیں۔
(وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) اور انہیں کتاب اور حکمت علم عطا فرماتے ہیں
یعنی ان کو قرآن کی تسلیم دیتے ہیں اور حکمت یعنی اسرار طریقت بتاتے ہیں یا احکام شریعت کی سمجھ عطا کرتے ہیں یا حکمت سے مراد تمسک بالسنة اور شغل فی الفقہ ہے۔

ایک قول کہ حکمت سے مراد محکمات شریعت ہیں جو صیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے
کفاک بالعلم فی الامی معجزة
فی اجاہلیۃ والتادیب فی الیستم
تیرے لئے یہی کافی دلیل ہے کہ امی میں علم کا ہونا معجزہ ہے اور جاہلیت میں ادب و تہذیب

درستیم میں ہے۔

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَعَنَ صَلَّيْ قَبْلُ (اور وہ بے شک وہ اس سے پہلے فرود
کھلی گمراہی میں تھے۔

من الشرک وخبث الجاہلیۃ

یعنی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل عرب مشرک و کفر اصنام پرستی
باطل عقائد اور انتہائی گندے اور گھناؤنے اعمال میں گرفتار تھے جیسے شراب نوشی جوار مہود غوری
لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا وغیرہ ان کے سارے اعمال و بصیرت کے منافی تھے۔

اور ان میں سے اور نیکو پاک کرتے

وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَعَنَّا لِيَحْكُمُوْا بِهِمْ

اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان انگوٹوں سے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

منزلے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ (اور ان میں سے اور نیکو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔

آخرین آخر کی جمع غیر کے معنوں میں ہے اور یہ آیتیں پر عطف ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں
گے اسی من الامین یعنی اُمیوں میں سے اور یہاں من بیان یہ ہے اور اگر عطف تعلیم کی
ضمیر مفعول پر ہو معنی یہ ہوں گے کہ ان کے علاوہ اور لوگوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور یہ دوسرے
پہلے لوگوں میں سے ہی ہیں یعنی ان کے ہم مذہب اور انہی کے راستہ پر چلنے والے ہیں
ابن زید کا قول ہے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے مجاہد کا
قول ہے مراد اہل عجم ہیں مقاتل اور عکرمہ کا قول ہے تابعین مراد ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ قول سب
سے قوی ہے کہ تابعین سے مراد صحابہ کے بعد میں آنے والے ہیں قیامت تک اور اگر تابعین
سے مراد مخصوص جماعت ہو تو بہ بالکلیہ صحیح نہیں ہے تابعین کا لفظ و صراحت کیلئے کافی ہے
جیسا کہ تعلیم کی ضمیر مفعول کی وضاحت میں گزرا۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ اہل عرب و عجم سبھی جو قیامت تک آئیں گے ہیں اور ان کے دین
و طریق پر چلیں گے۔

لَعَنَّا لِيَحْكُمُوْا بِهِمْ (جو انگوٹوں سے نہ ملے

ای لم یلحقوا بہم بعد د سیلحقون وہم الذین جاءوا بعد الصحابہ الی یوم الدین
یعنی وہ لوگ جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے اور بعد میں جلد ہی مل جائیں گے اور وہ لوگ ہیں جو
صحابہ کے بعد روز قیامت تک ہوں گے ایک قول ہے کہ ان (انگوں) کے فضل و شرف کو نہ پہنچے۔
صحابہ کی فضیلت تابعین الی یوم الدین پر واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں
سے کوئی ایک اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے مَدِّیَا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچے گا
(وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

یعنی وہی عزت والا غالب ہے کہ نبی امی کو ایسے کمالات عظیمہ عطا فرمائے اور حکمت والا
کہ جیسے چاہے اپنی رسالت کے منصب سے سرفراز فرمائے۔

اس میں حمد باری کے ساتھ نعت نبوی بھی ہے کہ مقتضائے عزت و حکمت آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ پر اللہ کا یہ فضل خصوصی ہے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے
اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اشارۃ الی ما تقدم من کونہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سوا
(ذَلِكَ) یہ

ف الامیین ومن بعدہم معلما من کیا۔

اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے جس کی ذکر پیچھے گزرا یعنی رسول کا ان پڑھوں
میں مبعوث ہونا اور جو ان کے بعد ہوئے ان کے لیے مُعَسَّم و رکّی ہونا یعنی ان لوگوں کو تعلیم دینا
اور انہیں پاک و ستھرا کرنا جو بعد میں آئینہ الہی ہیں۔

(فَضْلُ اللَّهِ) اللہ کا فضل

واحسان بی شائبہ یعنی جو کچھ مذکور ہوا یہ سب حق سبحانہ و تبارک کا احسان و لطف و کرم ہے
(لِیُؤْتِيَهُ مَنْ يَشَاءُ) جسے چاہے دے

من عبادہ تفضلاً ولا یشاء سبحانہ ایتاء لا احد بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل سے نوازتا ہے اور اے فضائل و کمالات

عظیمہ سے فرماتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول و معلم و مزی بنانا اللہ کا فضل ہے جو ان کو عطا ہوا اور یونہی ان کی امت یا ان کے متبعین پر اللہ کا فضل خصوصی ہے کہ بوسطت رسول ہدایت دیئے گئے تعلیم کتاب سے سنوارے گئے اور ان کے نفوس کا ترکیب کیا گیا اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس فضل و احسان کو ان کے بعد دوسرے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کو یہ عطا نہیں فرماتا پتا یعنی تمام فضائل و کمالات آپ پر پورے کر دیئے گئے اور یہ نعمت آپ پر ہی مکمل کر دی گئی اور آپ کے بعد یہ کسی اور کو عطا نہیں ہوگی اس میں ختم نبوت کی طرف بھی اشارہ
 وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ بڑے فضل والا

یعنی اللہ اپنی مخلوق پر بہت فضل والا ہے کہ ان کی ہدایت کے واسطے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ ایسے فضل والا ہے کہ دنیا و آخرت کی نعمتیں اس کی عطا کے سامنے کچھ بھی نہیں

ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی
 پھر انہوں نے اسکی حکم برداری نہ
 کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر
 کتابیں اٹھائے کیا ہی بُری مثال
 ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ
 کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں
 کو راہ نہیں دیتا ۔

مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ
 ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ
 الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ط
 بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ
 كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ط
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 الظَّالِمِينَ ۔

(مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ) ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی ۔

ای علموہا و کلموہا العمل بما فیہا ۔ والمراد یہو الیہود
 یعنی ان لوگوں کو اسکی (تورات) تعلیم دی گئی اور جو کچھ اس میں تھا اسکے ساتھ عمل کرنے
 کی تکلیف دی گئی اور ان لوگوں سے مراد یہود کا گروہ ۔
 (ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا) پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی ۔

ای لم یعلموا بما فی تفصاعیضہا التی من حملتها الآیات الناطقہ بنبوۃ

اور وہ لوگوں کو بتا رہا تھا کہ وہ آیات بھی تھیں جو سرورِ دو عالم
 پر نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ دیکھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا
 اس کے مطابق عمل نہ کیا۔

والمثل الجارحیہ اسفار و کتب و مثالیہ جو پیچھے پر کتابیں اٹھائے۔
 اسی کتاب کا بار اعلیٰ ما یشرع التذکر و ایثار لفظ سفر و ما فیہ من معنی الکشف من
 لعل یتعب بحملها ولا ینتفع بها و یحمل (یحمل) اما حال من - الحمار - لکونہ معرفۃ لفظا
 لعل فیہ معنی المثل او صفتہ لہ لان تعریفہ دہنی فہو معنی نکرۃ فیوصف علی الاصح
 یعنی بڑی بڑی کتابیں جیسا کہ تذکرے اشارہ ہے اور لفظ سفر سے مراد کتاب مقدس اور جو
 کچھ اس میں ہے روشن ہوتا یا حقائق علم کا کھولنا ہے کہ حامل ان کتابوں کے بوجھ سے تھکا جاتا ہے اور
 ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا۔

اور خجل یعنی اٹھاتا ہے یا تو گدھے کی حالت ہے تاکہ اسکی الفاظ کے ذریعے پہچان ہو اور
 اس میں عامل معنی مثل (مانند) ہے یا اسکی صفت ہے تاکہ اسکی ذہنی تعریف ہو (پہچان) ہم
 اسکی الفاظ سے نکرہ ہے پس اسکی صحیح حسب حال تعریف کی گئی ہے۔ ابو حیان نے محققین کے
 لیے ان تعریفوں کی حالت پر شبہ کیا ہے اور آیت کے ماقبل سے ارتباط کی وجہ اس ضمن کی طرف
 اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جس کی نعت
 اور اس کی شانیں اور اس کی اہمیت کی زبان سے جاری واضح ہوئی جیسا کہ کہا گیا
 ہے اس مبعوث کو مبعوث فرمایا جسکی تورات میں نبی الاتی کے نام سے نعت بیان
 کی گئی ہے۔ اسی طرف وہ شخص جس کے پاس ان کی نعت و طرح
 اور اس کی شانیں پہنچی اور اس نے اسے خوب جان پہچان لیا اسے معلوم ہو گیا پھر وہ ایمان
 لائے اور اس کی شانیں کی طرح ہی ہے کہ اخبار کتب اور علم و معلومات صحیحہ کے باوجود فائدہ
 مند نہیں کتابوں کے بوجھ تلے تھکا ماند پڑے اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتا اور اس آیت

میں دلیل ہے اس عالم کی بری حالت کی جو اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتا اور گدھے کے ساتھ تشبیہ اسکی جہالت پر واضح ہے اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی جو نفع نہ دے ارشاد ہے۔ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ** اور یونہی علم باعمل کے بارے میں تمثیلاً ارشاد ہے **الْمُتَعَبِدُ بِلَا فِقْهٍ كَالْعَمَارِفِ أَطَا حَوْنَتَهُ** عابد شخص علم کے بغیر خراس گدھے کی مانند ہے مقصد یہ ہے کہ علم بغیر عمل نہیں اور عمل بغیر علم نہیں اور بے عمل عالم کو حق سبحانہ، و تعالیٰ نے جاہل فرمایا جیسا کہ اس آیت سے بھی مشیر ہے **بِذَٰلِكَ فَرَّقْنَا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَذَٰلِكَ ظَهَرَ هُمْ كَانَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ** جس طرح علماء یہود صرف تورات اٹھائے پھرتے تھے اور اس کے الفاظ رٹ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے اور نہ ہی اس کے موافق عمل بجالاتے تو یہی مثال امتِ مسیہ کے ان لوگوں کی ہے جو قرآن حکیم کے معانی کو نہ سمجھیں اور نہ ان پر غور کریں اور نہ ہی اس کے موافق عمل بجالائیں یا اس سے روگردانی کریں گویا سچا عالم وہی ہے جس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو۔

(بَشَرٌ مِّثْلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ط) کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں۔

والمراد بہم الیہود، اور اس سے (لوگوں سے) مراد یہود ہیں اور الذین قوم کی صفت ہے اور مخصوص محذوف ہے اور مثل معنی ہوتا ہے اور یہ ضمیر مثل الذین حملوا التوراة کی طرف راجع ہے یعنی یہود وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ صرف تورات کے احکام کو پس پشت ڈالا کتمانِ حق کیا تحریم کے مرتکب ہوئے اور ان آیات کو جو نعتِ رسولِ امی کو واضح تھیں جھٹلایا اور اس طرح اس رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آیاتِ قرآن کا انکار کیا اور آپ کی رسالت کے منکر ہوئے۔

(وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ه) اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا یعنی وہ لوگ جنہوں نے تصدیق کے بجائے تکذیب کی یا جنہوں نے ظلم کو پسند کیا تو وہ اپنی اس روش کی وجہ سے ہدایت سے خود ہی محروم ہو گئے اور یہ ان کے طرزِ عمل کا منطقی ثمرہ ہے کہ تکذیب کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ اور اللہ کریم ایسے لوگوں سے تو ضیقِ ہدایت سبب فرمادیتا ہے۔

تم فرماؤ اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا آتِ

ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ
نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے
ہو۔

زَعَمْتُمْ اَنْكُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ مِنْ
دُوْنِ النَّاسِ فَتَمْنُوْا الْمَوْتَ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

رَقْلُ يَا يٰهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا! تم سب راوے یہودیو!

ای تہود و ای صارو یہوداً یعنی تم ہدایت والے ہو جاؤ یعنی تم یہودی جاؤ
اِنْ زَعَمْتُمْ اَنْكُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ
اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے

دوست ہو۔

ای احیاء لہ سبحانہ و لم یضف اولیاء اللہ تعالیٰ کما فی قولہ سبحانہ : (الا ان اولیاء
اللہ) قال الطیبی لیوفن بالفرق بین مدعی الوکایۃ ومن یخصہ عزوجل بہا !
یعنی تم (اگر یہ گمان رکھتے ہو) اگر حق سبحانہ و تعالیٰ کے پیارے ہو اور اولیاء کو اپنی طرف
مضاف نہ فرمایا جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول میں ہے : ”الا ان اولیاء اللہ“ کہ اس میں
اولیاء اللہ پر مضاف ہے اور اللہ مضاف الیہ، طیبی کا قول ہے کہ یہ اس لیے کہ ولایت الیہ کے
خود ساختہ مدعی اور اس شخص میں جس کو حق تعالیٰ اپنی ولایت سے مخصوص فرمائے واضح تفریق
ہو جائے۔

(مِنْ دُوْنِ النَّاسِ) اور لوگ نہیں۔

ای متجاوزین من الناس یعنی لوگ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہیں لوگ اللہ کے
لاڈلے ہو جیتے ہو اور کہ جنت میں بس وہی داخل ہو گا جو یہودی ہو گا جیسا کہ یہودی کہتے تھے
رَفَعْتُمْ الْمَوْتَ) تو مرنے کی آرزو کرو

ای فتمنوا من اللہ تعالیٰ ان یمیتکم و یقلکم من دار البلیۃ الی محل الکرامۃ۔

یعنی اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو اور اپنے اس دعویٰ میں بچے ہو کہ ہم حق پر ہیں اور آخرت کا
خلاصہ اپنی کے لیے تو موت کی آرزو کرو کیونکہ جو یقین رکھتا ہے کہ وہ اہل جنت سے ہے اس
دار البلاء (دنیا) سے خلاصی کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ نے ”رَقْلُ“ فرما کر سرور دو عالم صلی
اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ ان سے یہود سے یوں فرمائیں تاکہ ان کے جھوٹے دعویٰ،

خود ساختہ بڑائیوں اور آرزوں کی حقیقت کھل جائے اور ان کا جھوٹ واضح ہو جائے اور روایت ہے کہ جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو مدینہ کے یہودیوں نے یہود خیر کو لکھا اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو گے تو ہم بھی ان کی اطاعت کریں گے اور اگر تم نے انکی مخالفت کی تو ہم بھی مخالفت کریں گے تو انہوں نے (یہود خیر) کہا کہ اللہ کے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور عزیر علیہ السلام جو اللہ کے بیٹے تھے (معاذ اللہ) اور انبیاء علیہم السلام ہم میں سے تھے اور نبوت اہل عرب میں کیونکر ہو سکتی ہے کہ ہم اُس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت زیلو حق دار ہیں لہذا انکی اتباع کی کوئی گنجائش نہیں ہے تو یہ آیہ مبارکہ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا الْخَنَازِلُ وَلَا يَتَمَنَّوْنَہُ أَبَدًا أَبَاقَدَّمَتْ أَيْدِيہُمْ وَاللّٰهُ عَلَیْہِمْ بِالظَّالِمِیْنَ ہ اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان کو تو توں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا۔

(وَلَا يَتَمَنَّوْنَہُ أَبَدًا) اور وہ کبھی اسکی آرزو نہ کریں گے۔

اخبارِ مجالہم المستقبلہ وهو عدم تعینہم الموت۔ یہ ان کے آئندہ زلمنے کی حالت کی خبر اور وہ یہ ہے کہ وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔ اور یہ ان مخاطبین کی جماعت کیلئے خاص تھے جیسا کہ اس خبر سے واضح ہے اور مروی ہے کہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا۔

”وَالذِّمِّي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَقُولُهَا أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا عَضَّ بِوَيْقَةٍ“ اس ذاتِ برحق جل سبحانہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اسے نہیں کہے گا۔ (موت کی تمنا نہیں کرے گا) مگر یہ کہ بجلی کی کوند کی طرح پھندا ڈال دے گی۔ (اسی وقت موت وارد ہو جائیگی) تو ان میں سے کسی ایک نے بھی موت کی آرزو نہ کی اور یہ اس لیے کہ انہیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت کا پختہ یقین تھا تو انہیں معلوم تھا کہ اگر انہوں نے تمنا موت کی تو وہ اسی گھڑی میں مر جائیں گے اور وعید عذاب طعنی ہو جائیں گے اور یہ اسراپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات میں سے ایک رِبَاقَدَّمَتْ أَيْدِيہُمْ ان کو تو توں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔

سببیت متعلقہ بعایدل علیہ النفی ای یا بون المتمنی بسبب ما قدمت۔

یہ سبب متعلقہ ہے جو نفی پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ لوگ موت کی آرزو کرنے سے انکار کریں گے اس سبب سے جو وہ آگے بھیج چکے۔ والمراد بما قدمته ایدہم الکفر والمعاصی الموجبة لدخول النار اور جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے اس سے مراد ان کے کفر و معاصی ہیں جو ان کے دخول جہنم کا موجب ہیں کیونکہ انہیں اپنے کفریہ اعمال اور بری کرتوتوں کی پاداش میں اپنے دوزخی ہونے کا یقین تھا اور ان کی یہی وہ اندرونی کیفیت تھی جو انہیں تمنا موت سے روکتی تھی تو گویا یہ ان کی حالت باطن کا آتش ہے جو بالتصریح معجزہ ہے کہ دونوں صورتوں میں محبت الہیہ میں گرفتار تھے کہ آرزو کریں تو موت سے دو چار ہوں اور نہ کریں تو اپنے کذب اور دوزخی ہونے پر خود دلیل بن جائیں اور اللہ کی محبت ہی غالب ہے اور اسکی پکڑ شدید ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

یعنی اللہ کریم کو معلوم ہے جو کچھ ان لوگوں سے صادر ہو چکا ہے یعنی ان کے کفر و معاصی اللہ کو معلوم ہیں اور وہ بھی ان کے موافق انہیں سزا دے گا۔

تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے
ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اسکی
طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر
سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں تباہی
کا جو تم نے کیا تھا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّوْنَ
مِنْهُ فَاِنَّهُ مُلْقِيْكُمْ ثُمَّ
تُرَدُّوْنَ اِلٰى عَلِيْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّوْنَ مِنْهُ ۝ تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو

ولا تجسرون علی ان تمنوا مخافة ان تؤخذوا وبال افعالکم اور تم (موت کیلئے) اس وجہ سے آرزو کی جرات نہیں کرتے کہ تم ڈرتے ہو کہ تم اپنے افعال کے وبال کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے مگر تم اس سے بچ نہیں سکتے اور تمہارا بھاگنا سود مند نہ ہوگا۔
(فَاِنَّهُ مُلْقِيْكُمْ) وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔

ان الموت هو الشئ الذي تفرون منه فيلاقيكم

بے شک موت ہی وہ شے جس سے تم بھاگتے ہو تو وہ بالضرور تمہیں آکر رہے گی یعنی اگر تم اب

موت کی آرزو نہیں کرتے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو کہ موت تو بہر حال ایک روز آنی ہی ہے صرف ان کو گمراہ کیا ہے اور یہ تاکید شدید کیلئے ہے اور یہ تاکید ان کے اصرار کے مقابل ہے کہ وہ اپنے کفر و معاصی پر شدید مصرتھے اور موت سے انہیں یوں ہی سخت انکار تھا۔

(ثُمَّ تَوَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ)

پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔

الذی لا یخفی علیہ خافیہ یعنی اس ذات کی طرف جس پر ہر چھپ جانے والی شے نہ چھپ

سکے گی۔

(فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ) پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

من الکفر والمعاصی بان یجاز یکم بها یعنی تمہارے کفر اور تمہارے گناہوں کو تم پر کھول دے گا اور اس کے موافق تمہاری سزا ہوگی۔ آؤسی کہتے ہیں کہ اس آیت سے اشارۃ علماء کی ایک کثیر جماعت نے طاعون کی وبا سے بھاگنے کو برا جاننا ہے اور اس میں طویل بحث ہے ان علماء میں سے ایک ابن خزیمہ ہیں جن کے نزدیک طاعون سے فرار گناہ کبیرہ ہے اور انہوں نے اپنی صحیح میں ”باب الفرار من الطاعون من الکبار“ کے تحت لکھا ہے (ترجمہ کیا ہے) اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کا تعاقب فرمائے گا جس سے ایسا واقعہ ہوا اور وہ اس درگزر نہ فرمایا گیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے ”الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف“ طاعون سے بھاگنا میدان جہاد و قتال سے بھاگتے جیسا ہے اور اس حدیث کو امام احمد، طبرانی اور ابن عدی وغیرہ نے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور امام تاج الدین سبکی نے کہا کہ اکثر علماء اس کی تحریم کے قائل ہیں اور ان علماء میں سے بعض نے کہا مکروہ ہے اور ان میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاضی عیاض وغیرہ نے اس جگہ سے جہاں طاعون پھیلے نکلنے کا جواز صحابہ کی ایک جماعت جن میں ابو موسیٰ الاشعری اور غیرہ بن شعبہ اور تابعین جن میں سے اسود بن ہلال مسروق شامل ہیں نقل کیا ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ عمر بن عاص نے طاعون میں اپنے آخری خطبہ میں کہا بے شک یہ عذاب سیلاب کی مانند ہے جو اس میں مصیبت زدہ ہو گیا تو اس نے غلطی کی اور آگ کی مثل ہے جو اس سے مصیبت زدہ ہو گیا تو اس نے غلطی کی (گناہ کیا) اور جو ٹھہرا ہوا تو اس نے اسے جلا ڈالا اور

یہ الفاظ بھی منقول ہیں بے شک یہ طاعون عذاب ہے پس تم اس میں گھاٹیوں پھیل جاؤ اور ان وادیوں میں متفرق ہو جاؤ پس جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے نہ تو اس سے روکا اور نہ ہی اسے مکروہ جانا اور طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم ابو موسیٰ الاشعری سے بات چیت کر رہے تھے جبکہ وہ اپنے کوفے گھر میں تھے تو انہوں نے ہم سے کہا طاعون پھیل گیا ہے : تم پر جائز نہیں کہ تم اس رستی سے الگ ہو تاکہ تم اپنے شہروں میں پھرو یہاں تک کہ یہ وبا ختم ہو تو یقیناً میں تمہیں خبر دوں گا اس سے جو اس سے (بڑھ کر) مکروہ ہے کہ جس نے گمان کیا کہ اگر نہ نکلا تو وہ اسے (طاعون) پہنچے گا اور اگر نکلا تو وہ اسے پیچھے گا (طاعون سے بچ جائیگا) پس جو کوئی ایسا گمان نہ رکھے تو اس پر نکلنے اور کہیں اور جانے میں حرج نہیں اور بہیقی وغیرہ نے بسند حسن روایت کی ہے کہ جب یہ طاعون واقع ہو جائے تو جو وہاں سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اس کو ضرور نکلتا چاہیے اور دو باتوں سے (جو ہونیوالی ہو سکتی ہیں) ڈرو جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا نکلنے والا نکلا تو سلامت رہا اور بیٹھ رہنے والا بیٹھ رہا تو وہ مبتلا ہوا پس اگر تو نکلتا تو سلامت رہتا جس طرح کہ فلاں محفوظ رہا اور اگر تو ٹھہرا رہتا تو مبتلا ہوتا جس طرح کہ فلاں مبتلا ہوا اور جانا چاہیے کہ نکلنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ بے شکل ہر وہ شے جو مقدر ہے ہو کر رہنے والی ہے اور میں گویا اس کے تحت مختار ہوں سیوطی کا قول ہے کہ طاعون عام مہلکات سے مستثنیٰ ہے اور اس سے فرار کیلئے نہی تحریمی ہے جبکہ دوسری صورتوں میں قرار نہیں ہے تنزیہی ہے اور بعض علماء کے نزدیک نہی تعبدی ہے۔

میں کہتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ طاعون پھیلی قوموں کیلئے عذاب تھا جبکہ اُمت محمدیہ کیلئے اجر شہادت کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ الطاعون شهادة طاعون شہادت ہے (ابو جیح) اور اس مرض میں ہلاک ہونیوالا شہید کے حکم میں ہے اور یونہی طاعون کے زخم شہدائے زخموں کی مانند ہوں گے جن سے خوشبو پھیلے گی۔ لہذا طاعون سے فرار کہ بچ جاؤں اور اگر رہا تو مبتلا نہ ہو جاؤں ایسا امر ہے کہ اس کی کراہت واضح ہے اور مومن تقدیر الہی پر ایمان رکھتا ہے لہذا اگر ہلاکت مقدّر ہے تو فرار میں کوئی نفع نہیں اور اگر مقدر نہیں تو ٹھہرنے میں خطرہ نہیں لہذا اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرنا چاہیے اور وہی دکیل و کفیل ہے البتہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ یہی ہے کہ جہاں طاعون پھیل جائے وہاں سے نہ نکلو اور جہاں پھیلا ہوا ہو وہاں نہ جاؤ۔

اور ہمارا اخاف کا اسی پر عمل ہے۔ اور حدیث عائشہ جو پیچھے گزری اس پر بعض علما نے تشبیہ کا اطلاق کیا ہے اور اعتراض کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ”مرسجا طماہل فاسع ولعینع احد من ذلك“ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرتی ہوئی دیوار کے پاس سے گزرے تو جلدی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کسی کو منع نہ فرمایا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ جمعہ پ ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا فَقَضَوْا إِلَيْهَا وَتَرَكَوا قُلُوبَهُمْ أَتَدْرِكُونَ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِو وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الدَّارِقِينَ

اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیے اور ہمتیں خلبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ جمعہ پ ۲۸

یایہا۔ اے	الذین۔ لوگو جو	امنوا۔ مومن ہو	اذا۔ جب
قودی۔ اذان کہی جائے	للصلوة۔ نماز کے لیے	من یوم۔ دن	الجمعة۔ جمعہ کے
فاسعوا۔ دوڑو	الی۔ طرف	ذکر۔ ذکر	اللہ۔ اللہ کے
و۔ اور	ذرو۔ چھوڑ دو	البیع۔ خرید و فروخت	ذکم۔ یہ
خیر۔ بہتر ہے	کم۔ تمہارے لیے	ان۔ اگر	کنتم۔ ہو تم
تعلمون۔ جانتے	فاذا۔ پھر جب	قضیت۔ پوری ہو جائے	الصلوة۔ نماز
فانتشروا۔ پھیل جاؤ	انتشروا۔ پھیل جاؤ	فی۔ بیچ	الارض۔ زمین کے
و۔ اور	ابتغوا۔ تلاش کرو	من فضل۔ فضل	اللہ۔ اللہ
و۔ اور	اذکروا۔ یاد کرو	اللہ۔ اللہ کو	کثیرا۔ بہت

لعلکم تبارکتم	تفلحون۔ کامیاب ہو	و۔ اور	اذا جب
داؤا۔ دیکھا انہوں نے	تجارۃ۔ تجارت کو	اد۔ یا	لہوا۔ کھیل کو
ہ انفضوا تو دوڑ گئے	الیہا۔ اس کی طرف	و۔ اور	ترکو چھوڑ گئے
لک۔ تجھ کو	قائما کھڑا ہوا	قل۔ کہو	ما۔ جو
عند۔ پاس	اللہ۔ اللہ کے ہے	خیو۔ وہ بہتر ہے	من اللہو کھیل سے
و۔ اور	من التجارۃ۔ تجارت سے	و۔ اور	اللہ۔ اللہ
خیو بہتر ہے	الرازقین۔ رزق دینے والا۔		

مختصر سیرار و سورہ جمعہ رکوع دوم پ ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ
لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا
إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ
ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ۝

اے ایمان والو جب نماز کی اذان
ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف
دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑو
یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر
تم جانو

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ) اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو۔

ای فعل النداء لہا ای الاذان، والمراد به على حكاية في الكشاف الاذان عند قعود الامام
على المنبر یعنی اس کے لیے نداء ہو یعنی اذان کہی جائے اور اس اذان سے مراد جیسا کہ کشف میں تفصیل
آئی ہے وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے لیے ایک ہی اذان کہتا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر رونق افروز منبر ہوتے اور یہ اذان
مسجد شریف کے دروازے پر دی جاتی پس جب منبر پر سے نزول فرماتے تو نماز کھڑی ہوتی پھر خین
کریمین کے عہد سعادتمآب میں بھی یونہی ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، خلیفہ ہوئے
اور لوگوں کا اثر دھم ہو گیا اور آبادیاں پھیل گئیں تو آپ نے ایک اذان (دوسری اذان) بڑھا دی تو
آپ نے اذان اول کو اپنے اس گھر پر جس کا نام زوردار تھا کہنے کا حکم فرمایا پھر جب منبر شریف پر بیٹھے
تو مؤذن دوسری اذان کہتا پھر جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے تو اس پر کسی نے برانہ

جانا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے اور لوگ بڑھ گئے تو آپ نے زورار پر تیسری اذان بڑھادی اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ دوسری اذان بڑھائی اور سب کے لئے توضیح یہ ہے کہ اذان اول کو ثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں تھی اور یہ ثانی اس اعتبار سے ہوئی اور یہی وہ اذان ہے جو زورار پر دی جاتی اور اذان اول جو منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی یہی عہد نبوی میں تھی اور تیسری دراصل وہ ہے جو اقامت ہے کہ اسے بھی اذان کے نام سے موسوم کیا گیا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ”بین کل اذانین مصلوۃ“ ان سب اذانوں کے درمیان نماز ہے مفتی احاف حضرت صدالافاضل سعد اللہ جلیبی کے نزدیک حکم کا تعلق یعنی فاسعوار (تو نماز کے لیے دوڑنا) اذان اول سے ہے مراد ہمارے نزدیک زورار والی اذان ہی ہے اور وجوب سعی اور ترک بیع و شراہ اسی سے متعلق ہے اور کنز اور اسکی شرح میں یہی مذکور ہے۔ اور یہ قول کہ اذان ثانی یعنی جلوس منبر کے بعد والی اذان تو احاف کے نزدیک یہ درست نہیں۔ اذان الودی للصلاۃ سے اذان اول (زورار) والی عموم کے تحت خود بخود آ جاتی ہے لہذا خرید و فروخت اور سارے کاروبار ترک کر کے نماز کی طرف دوڑنا اسی اذان سے متعلق ہوگا۔

(مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ) جمعہ کے دن
اسی فیہا یعنی اس میں یعنی من معنی فی ہے اور بعض نے کہا من بیانیہ ہے کہ جمعہ من
الایام الاسبوع ہے اور بعض نے کہا تہ جیفیہ ہے۔

لمحاذ لغت جمعہ کا معنی و مفہوم

جمعہ میم کے پیش کے ساتھ ہے اور یہی افصح ہے اور اکثر کے نزدیک یہی شائع اور جمہور کی قرأت بھی یہی ہے ابن الزبیر، الوحیوۃ ابن ابی عیلة زید بن علی اور اعمش نے تم کے سکون کے ساتھ قرأت کی ہے ابی عمرو سے مروی ہے اور ایسا بنو تمیم کے لغت ہے اور اس پر فتح بھی آئی ہے مگر اس طرح پڑھنا کسی سے منقول نہیں اور بعض نے زیر کے ساتھ بھی آئی ہے اور اکثر نے کہا کہ جمعہ میم کے ضمہ کے ساتھ ابجد کے سکون کی طرح ہے اور اس کے معنی الجمع کے ہیں یعنی جمع کے اکٹھے ہونے کے دن جس طرح کہ ان کا قول ہے فمکة للضموک منہ اس کی

طرف بہت ہنسنے والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ہنستا ضخمتہ کے ایک معنی زمین کا پودوں سے ٹک جانا بھی ہے اور اگر جمعہ فستح کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہوں گے الجامع اکٹھا کر نیا والا۔
ای یوم الوقت الجامع اکٹھے ہونے کا وقت ابوالبقار کا قول ہے کہ اجمعہ دو پیشوں کیساتھ اور میم کے سکون کے ساتھ مصدر ہے جس کے معنی اجتماع کے ہیں یعنی اکٹھا ہونا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی جگہ یا مکان پر اکٹھا ہونا اور جمعہ بطور علم ہفتے کے ایام میں سے ایک دن مشہور ہو گیا۔ کثیر علماء کا قول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ عین کے زبر اور رار کے پیش اور بار مودہ کے ساتھ کہتے تھے اور یہی محقق ہے اور جمعہ اسلامی نام ہے کہ اس دن نماز کیلئے اجتماع ہوتا ہے۔

جمعہ کا قدیمی نام اور تحقیق

ابن الاثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ عروبہ جمعہ کا قدیمی نام ہے اور یہ اسم علم ہے کہ آل کے ساتھ اور اس کے بغیر بھی بولا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے ال (عروبہ پر) لازمی ہے اور خفاجی نے کہا پسدا قول صحیح ہے اور بعض نے کہا یہ عربی لفظ نہیں جمال الدین عبداللہ بن احمد شیشی کا قول ہے عروبہ ہے نکرہ بھی ہے اور معروف بھی اور وہ جمعہ کا دن ہے اور یہ نام سریانی زبان سے مغرب ہے سہیلی کا قول ہے العروبہ بمعنی رحمت ہے ایک قول ہے کہ عروبہ اعراب سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی نہیں دن و بزرگ دن اور سب سے پہلے جس شخص نے عروبہ کی بجائے جمعہ نام رکھا وہ کعب بن لؤی قرشی (سرورد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد مکرم سے تھے) کعب اس روز قریش کو جمع کر کے خطاب فرماتے اور انہیں بعثت نبوی آپ کے مولد کی خبریں دیتے اور ان کے ظہور پر ایمان لانے کی تاکید کرتے ان کے بعض اشعار اس ضمن میں کتابوں میں مذکور ہیں ایک قول ہے کہ عربی خطبہ میں انا بعد کا لفظ بھی کعب کی ایجاد ہے۔

ہجرت نبوی سے قبل صحابہ کا جمعہ پڑھنا اور اس کی تفصیل

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر نے ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں سرورد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اور جمعہ کے حکم کے نزول سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے تو انصار نے کہا! یہودیوں کے لیے ہفتے کے دنوں میں سے ایک دن ہے جس میں وہ اکٹھے

ہوتے ہیں اور نصاریٰ کے لیے بھی یونہی ہے تو ہمیں کیا ہے کہ ہم بھی اپنے لیے ایک دن مقرر کر لیں جس میں ہم اکٹھے ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر بجالائیں اور اس کے حضور شکر گزاری کریں تو انہوں نے کہا ہفتے کا دن یہود کے لیے ہے اور اتوار کا دن نصاریٰ کے لیے ہے پس تم یوم العروبہ مقرر کرو اور وہ اس دن کو یوم جمعہ کہتے تھے اس لیے کہ وہ اس میں عبادت کے لیے اسعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ ان کے ساتھ اس دن دو رکعت نماز پڑھتے اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے پس انہوں نے اس کا نام جمعہ رکھا جب وہ اسعد بن زرارہ پانچس جمع ہوتے تو وہ ان کے لیے بکری ذبح کرتے تاکہ اس سے کھائیں اور فرحت بھی حاصل کریں۔ اور ایسا کرنا ان کا معمول تھا پھر اللہ نے یہ آیت مَیَاہِ الذِّیْن اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیْ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ ، اَتَارِیْ۔

سب سے اول کس جمعہ قائم کیا تحقیق

اسعد پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعہ قائم کیا (لوگوں کو اس روز جمع کیا) اس کو ابن سیرین کے علاوہ بھی کثیر اصحاب نے روایت کیا ہے، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے عبد الرحمن بن کعب سے روایت کی ہے کہ ان کے والد جب جمعہ کے روز اذان سنتے اسعد بن زرارہ کے لیے دعائے رحمت فرماتے تو میں نے کہا اے والد بزرگوار آپ جب بھی اذان جمعہ سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لیے استغفار فرماتے ہیں یہ کیا معاملہ ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں اکٹھا کیا اور نماز پڑھائی میں نے کہا اس وقت آپ لوگ کتنے تھے کہا چالیس مرد تھے لیکن امام طبرانی نے ابی مسعود الانصاری سے روایت کی ہے کہ مہاجرین میں سے سب سے اول مدینہ آنے والے مصعب بن عمیر تھے اور وہ ہی پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعہ کے روز لوگوں کو جمعہ کے لیے جمع کیا اس سے پہلے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی رونق افروز مدینہ نہ ہوئے تھے اور یہ لوگ بارہ شخص تھے اور جیسا کہ امام سیوطی نے بخاری سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ ایسا کرنا (جمعہ قائم کرنا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا چنانچہ دارقطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے جمعہ کا حکم دیا اور مکہ میں آپ اس کو قائم نہ کر سکے تو آپ نے مصعب بن عمیر کو لکھوایا کہ تم دیکھو کہ یہود کس روز جہر کے ساتھ زبور کی تلاوت کرتے ہیں تو تم اسی روز اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرو اور جمعہ کے روز زوال کے بعد دن دھلے دظہر کے وقت دو رکعتیں پڑھ کر اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ تو اس روایت کی رو سے اولیت

مصعب کے لیے ہے لہذا ان روایات میں تطبیق ضروری ہے اس ضمن میں وارد روایتوں اور توجہات کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔ اسعد بن زرارہ امیر تھے اور مصعب امام تھے۔

۲۔ مصعب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہجرت کر کے آئے تھے۔

۳۔ مصعب کا آنا انصار مدینہ کی تربیت و تعلیم کے لیے بھی تھا۔

۴۔ اگر اسعد نے جمع قائم کیا تو یہ صحابہ کا اجتہاد تھا یا حکم جمعہ کے نزول کا پیش خیمہ تھا۔

۵۔ حدیث سے واضح نہیں کہ اسعد کس وقت دو گانہ پڑھاتے یا ظہر پڑھتے تھے یا صرف دو گانہ اکتفا کرتے تھے اور اگر یوں ہی تھا تو ایسا حکم نبوی کے بغیر کیونکر ہوتا تھا۔

۶۔ اسعد نے مدینہ کے قریب قریم میں جمعہ قائم کیا اور مصعب نے مدینہ میں قائم کیا۔

۷۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں جمعہ قائم نہ فرما سکے جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے۔

۸۔ سورۃ جمعہ کا نزول مدنی ہے جبکہ بعض کے نزدیک مکی ہے جیسا کہ ابن لیا ر ابن عباس اور

مجاہد سے منقول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان تمام امور کے پیش نظر اور آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں جمعہ کے روز ذکر الہی کے لیے دوڑنے اور بیع تجارت سے باز رہنے کا حکم ہے تو ایسا رغبت اور اہمیت و عظمت کے اظہار کے لئے بھی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مشاغل مانع ذکر تھے جو عظمت جمعہ کے منافی تھے اور تساہل واقعہ ہوتا ہوگا لہذا فاسعوا میں بلغ رغبت و اشارہ اور آخر میں ذلک خیر لکم کہنا اس کو مزید متوکد کرتا ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ اہل ایمان میں اس سے قبل بھی معروف تھا اور سورۃ جمعہ کے بارے میں جن اصحاب نے مکی کا حکم لگایا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا حکم مکہ میں نازل ہوا ہو اور اسکی اقامت رسول کی صوابدید پر اعمال میں تبدیلی کے پیش نظر چھوڑ دی گئی ہو کہ جب ہو سکے قائم کر لیں۔ دارقطنی کی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن زہری کے نزدیک اس کا مرسل ہونا بلحاظ متن صحیح ہے لہذا جب انصار مدینہ بیعت عقبہ اول میں حاضر ہوئے تو انہیں جمعہ کی فرضیت معلوم ہوئی اگرچہ مکہ میں اقامت جمعہ نہ ہو سکی تھی تو انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم کر لیا لیکن اسکی اقامت اجتہادی تھی جب مصعب تشریف لائے تو وہ حضور کی طرف سے

معلم بن کر آئے تھے تو انہوں نے علم نبوی کی صراحت کر دی اور جمعہ کی اقامت کی تو اسعد کا جمعہ امیر کا جمعہ تھا اور مصعب کا جمعہ بطور امام کے تھا جسے رسول نے مجاز فرمایا تھا۔ اور ہجرت کے بعد حضور نے فی الواقع اس کو قائم فرمایا گویا اقامت جمعہ کے لیے یہ تین مرحلے تھے جو یکے بعد دیگرے پیش آئے۔ اور جن اصحاب نے سورہ مبارکہ کو مدنی قرار دیا اور علم جمعہ کو مدینہ سے مقید کیا تو اس کی توجہ یہی ہے کہ یہ علم مکی علم کی تکمیل ہے اگرچہ حکم اول مذکور نہیں اور اس کی مثال رمضان کی راتوں میں مباشرت کی اجازت کا حکم ہے اور سحری کا طلوع فجر تک ہونا ہے۔ واللہ اعلم

حضور کا ہجرت کے بعد جمعہ قائم کرنا

صحیح روایت میں آیا ہے کہ جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو قبائلی بنی عمرو بن عوف کے گھروں میں کھڑے اور ان کے یہاں چار روزہ پیر، منگل، بدھ اور جمعرات قیام فرمایا اور ان کی مسجد کی بنیاد رکھی پھر جمعہ کے روز مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نے بنی سالم بن عوف کے محل میں نماز جمعہ کا وقت پایا اور ان کی مسجد جو بطن وادی میں تھی وہاں خطبہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ پڑھی اور یہی پہلا جمعہ ہے جو حضور نے پڑھایا۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ جمعہ کا دن اس لیے جمعہ کے نام سے موسوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خیر اس روز جوڑا گیا اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”اے اللہ کے نبی کس شے کی وجہ سے جمعہ کے روز کا نام جمعہ ہوا؟“ تو ارشاد فرمایا اس لیے کہ اس میں تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی طینت جمع کی گئی۔

جمعہ کی فضیلت اور تسبیہ کی مزید وضاحت

اور یہ خبر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کعب بن لوی سے بہت پہلے جمعہ ہی کے نام سے موسوم تھا اور فرشتے قیامت کے روز سے یوم المزیہ سے پکاریں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس روز میں اہل جنت کے لیے تجلی فرمائے گا اور انہیں وہ عطا فرمائے گا جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھا اور نہ کسی کان نے کبھی سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خطرہ و خیال و وسوسہ گزرا جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جمعہ دنوں میں سب فضیلت والا ہے اور اخبار میں ہے جنہیں کثیر علماء نے روایت کیا جن میں امام احمد ہیں اور ابن ماجہ نے ابی بکر بن عبد المنذر سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جمعہ دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں سے بڑھ کر معظم ہے اور یہی وہ دن ہے جس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن میں زمین پر اتارے گئے رہیوٹ ہوئی اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اور اس میں اجابت یعنی دعا کیلئے قبول ہونے کی ایک گھڑی ہے بشرطیکہ ظلم شے نہ ملے اور اسی روز قیامت برپا ہوگی۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے۔ اور جمعہ ہی میں حضرت آدم جنت میں داخل ہوئے اور اسی میں وہاں سے نکلے اور اسی میں ان کی توبہ مقبول ہوئی اور اسی روز آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی۔

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم دنیا میں آنے کے لحاظ سے آخر میں اور قیامت کے روز پہلے سوا اس کے کہ انہیں (یہود کو) ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہمیں ان کے بعد یہی جمعہ وہ دن ہے کہ ان پر فرض کیا گیا وہ اس سے خلافت ہو گئے اور ہمیں اللہ نے بتا دیا دوسرے لوگ ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے دوسرے دن (ہفتہ) کو اور نصاریٰ نے تیسرے دن یعنی اتوار کو مقرر کیا۔ ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی و اس بن اس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا تمہارے افضل دنوں سے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں نغز ہے رد و سری بار صور پھونکا جائے گا، اور اسی میں صغہ۔ (پہلی بار صور پھونکا جانا) ہے اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت حضور پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جائے گا جب آپ پر وہ فرما چکے ہوں گے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہور ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر درود پڑھیں گا پیش کیا جائے گا راوی کہتے ہیں میں نے عرض کی اور موت کے بعد تو ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے جسم کھائے اور اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے۔ طبرانی اوسط میں بسند حسن اس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کریم کسی مسلمان کو جمعہ کے دن بغیر بخشش فرمائے نہ چھوڑے گا۔

ابو یعلیٰ نے انسؓ سے ہی روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن اور رات میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں اللہ کریم چھ لاکھ شخصوں کو جن پر جہنم واجب ہو گئی تھی جہنم سے آزاد نہ کرتا ہو، ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مر گیا اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے بچائے گا۔ اور ابو نعیم کی روایت میں اس قدر مزید کہ وہ شخص قیامت کے دن اس طرح آئیگا کہ اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی یہی سچی ہے انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا جمعہ کی رات روشن رات اور جمعہ کا دن چمکدار دن ہے۔

فضائل نماز جمعہ

مسلم، ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے حاضر ہوا اور خطبہ سنا اور خاموش رہا اس کے گناہوں کی جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے اور مزید تین روز کے گناہوں کی بخشش ہو جائے گی بخاری میں ہے عباہ بن رفاعہ جمعہ کے لیے جا رہے تھے کہ ابو عبس ملے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے یہ قدم اللہ کی راہ میں ہیں اور میں نے حضور سے سنا کہ آپ نے فرمایا جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرو آلود ہوں وہ آگ پر حرام ہیں۔

ترک جمعہ پر وعید

مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز نہ آئیں گے تو ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ کتب صحاح میں ابن عمر ابو ہریرہ اور ابن عباس سے متواتر مروی ہے کہ جو تین جمعہ سستی کی وجہ سے چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیگا۔ ایک روایت میں ہے اس سے اپنی امان اٹھالے گا ایک روایت میں ہے کہ وہ منافق ہے یا منافقین میں لکھ دیا گیا۔ مسلم شریف میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے ان کے گھروں کو جلا دوں دارقطنی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس

پر جمعہ (نماز) فرض ہے مگر مریض مسافر اور عورت یا نابالغ و غلام پر نہیں اور جو کھیل یا کاروبار میں مشغول رہا تو اللہ اس سے بے پرواہ ہے اور وہ غنی حمید ہے۔

جمعہ کے دن نماز کیلئے غسل و تیاری کی فضیلت

بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن آئے تو غسل کرے اور جس کو طہارت کی ضرورت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو لگائے ترمذی میں ہے جس نے جمعہ کے دن وضو کیا فہما اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کو اللہ نے عید کیا تو جو جمعہ کو نکلے وہ نہائے اور خوشبو ہو تو لگائے۔ طبرانی میں ہے غسل جمعہ گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور ہر قدم پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک روایت میں ہے غسل جمعہ گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے کھینچ لیتا ہے بخاری و مسلم اور کتب صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے نکلے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی۔ اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈہ صدقہ کیا۔

بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور حاضر ہونے والوں کے نام لکھتے ہیں سب میں پہلا اور پھر اس کے بعد والا پھر وہی ثواب جو اوپر کی سیح میں ذکر فرمایا اور فرمایا جب نام خطبہ کیلئے نکلتا ہے فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں امام احمد نے یہی روایت ابو امامہ سے نقل کی ہے البتہ اتنا مزید ہے کہ امام سے پوچھا گیا کہ جو شخص امام نکلنے کے بعد آئے کیا اس کا جمعہ ہو گیا فرمایا ہاں لیکن وہ دفتر میں نہ لکھا گیا۔

ترمذی نے معاذ سے روایت کی ہے کہ جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں بچھلا نکلیں۔
(دیر سے آیا اور ایسا کیا) تو اس نے جہنم کی طرف پل بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے ایذا پہنچائی۔ ابو داؤد میں ابن عمر سے مروی ہے جو شخص بیکار (لغو) بات کرتا ہے اور گردنیں پھلانا لگتا ہے اس کو جمعہ کا ثواب نہیں ملتا بلکہ اس کی ظہر کی نماز ہوتی ہے۔

ساعت جمعہ کا تعین اور فضیلت

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دیگا اور مسلم کی روایت میں کہ وہ ساعت خفیف ہے تھوڑا وقت ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ ساعت امام کے بیٹھنے اور نماز ختم کرنے کے درمیان ہے۔ ابو داؤد ترمذی، مالک، نسائی، احمد میں وہ ساعت جمعہ کے دن پچھلی ساعت ہے۔ ترمذی میں مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جمعہ کے دن مطلوبہ ساعت عصر کے بعد غروب آفتاب تک تلاش کرو۔

شرائط جمعہ

قرآن و حدیث اور علماء کے اجماع کی روشنی میں نماز جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت محکم اور ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے جمعہ پڑھنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ ایک بھی نہ پائی جائے تو جمعہ نہ ہوگا۔

اول: مصر یا فنائے مصر

مصر وہ جگہ ہے جہاں متعدد گلیاں بازار ہوں اور وہ ضلع ہو کہ اس سے متعلق دیہات شمار ہوتی ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق دلواسکتا ہو یا اس کی قدرت رکھتا ہو اگرچہ خود جابر ہو نیکی وجہ سے نہ دلوائے اور وہاں کوئی عالم مزج خلافت بھی یہ قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے شہر سے باہر کی چیزیں جیسے قبرستان، عدالتیں، فوج کی چھاؤنی اور آمد و رفت کے اڈے تو ان کو فنائے مصر کہتے ہیں۔ لغت میں مصر کے معنی شہر کے ہیں۔ گاؤں میں جمعہ نہ ہوگا۔ بعض کے نزدیک مصر اس بستی کو کہتے ہیں جس کی سب سے بڑی مسجد میں بستی کے سارے لوگ نہ سما سکیں امام مالک کے نزدیک جس بستی میں گھر باہم پیوستہ ہوں اور مسجد اور بازار وغیرہ بھی ہوں تو وہاں جمعہ واجب ہے اور آبادی اتنی ہو کہ اسے بستی

قرار دیا جاسکے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک بستی میں چالیس مرد متوطن ہوں اور یہ سارے عاقل و بالغ ہوں اور وہاں کے مستقل رہائشی ہوں تو وہاں جمعہ واجب ہے ابن حزم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی تصحیح کی ہے جسے ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا کسی بستی میں نہ جمعہ ہے نہ تکبیرات تشریق اور نہ ہی صلوٰۃ العیدین۔

بخاری میں ہے کہ مدینہ کی نواحی بستیوں کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے اور ابن ماجہ میں کہ اہل قبا بھی یونہی کرتے اور زیہقی نے ابالیان ذوالحلیفہ کے بارے میں بھی یونہی روایت کی ہے۔ یعنی یہ لوگ اپنی بستیوں میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور بعض علماء نے بنی سالم بن عمرو بن ہشام کے محلہ میں جو اول نماز جمعہ پڑھی گئی اس سے قریا میں (گاؤں میں) جمعہ کو جائز رکھا۔ لیکن ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کا قول محقق ہے

دوم: سلطان اسلام یا اس کا نائب جمعہ قائم کرے یا حکم دے

سلطان عادل ہو یا ظالم یا شرعاً اس کو حق امامت نہ ہو مثلاً قرشی نہ ہو یا کوئی اور بشرط نہ پائی جائے تو جمعہ قائم کر سکتا ہے اور یونہی اگر عورت بطور حاکم مسلط ہو گئی تو اس کے حکم سے جمعہ قائم ہو گا مگر وہ خود قائم نہیں کر سکتی اور عورت امارت فتنہ عظیمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لن یفلح قوم ولو امرھوا امراۃ (بخاری)، اگر سلطان اسلام وغیرہ کے حکم سے جمعہ قائم نہ ہو تو لوگ جسے چاہیں امام بنادیں اور یونہی اگر کوئی بادشاہ اقامت جمعہ سے روکے تو لوگ خود قائم کر لیں صحت جمعہ کے لیے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حاکم شہر یا اس کی اجازت سے کسی دوسرے کا امام ہونا لازم ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک امامت جمعہ کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ابن ہمام نے ابن ماجہ کی روایت کے تحت کہ جس نے بدین حالت جمعہ ترک کیا کہ اس کا نام ظالم ہو یا عادل موجود تھا تو آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ اسکی زبوں حالی دور نہ فرمائے گا اور اس کے کام میں برکت دیگا اور سنو کہ اس کی نماز نہ ہوگی اس حدیث میں الفاظ ہیں ولے امام جابو او عادل جس سے اس شرط کا پایا جانا ضروری ہے تاہم اس حدیث کی سند قوی نہیں جیسا کہ ابن عبد البر کا قول ہے۔

سوم: ظہر کا وقت ہونا۔

یعنی ادارہ جمعہ کے لیے ظہر کا وقت ضروری اور جمعہ کی نماز ظہر کی قائم مقام ہے جب تک ظہر کا وقت نہ نکلے جمعہ ہو سکے گا اور خروج وقت کے ساتھ جمعہ جاتا رہا ظہر کا اول وقت زوال کے بعد سورج چلنے کا ہے خواہ اول وقت ہو یا درمیانی وقت جمعہ ادا ہو جائے گا۔

بخاری نے انس اور مسلم سے سلسلہ سے روایت کی ہے جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے جبکہ امام احمد کے نزدیک اگر نماز جمعہ وقت میں شروع کی لیکن وہ نماز وقت ظہر جاتا رہا تو اسی پر ظہر کی بنا کر ائمہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز باطل ہو گئی تھی۔ سرے سے ظہر کی نماز پڑھے کہ جمعہ الگ نماز ہے اور ظہر الگ نماز ہے ظہر کا آخری وقت ہے جب ہر شے کاما اپنے سنے کے علاوہ دوشل ہو جائے۔

چہارم: اذن عام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی ادائیگی کے لیے عام اجازت لازمی شرط ہے اگر حاکم لوگوں کو روک دے یا شہر کا دروازہ بند کر دے تو جمعہ کی نماز درست نہ ہوگی البتہ عورتوں کو روکنا اذن عام کے منافی نہیں ابن ہمام کے نزدیک امام صاحب کا قول نودی للصلوة سے مؤید ہے کہ اذن کا عام ہونا نداء (اذان - پکار) کا مقتفی ہے جب اذن عام ہوگا تو لوگ کیونکر سعی کر سکتے ہیں۔

پنجم: خطبہ جہو کا مذہب ہے کہ فاسعوا الی ذکر اللہ سے مراد نماز ہے اور ذکر کا لفظ نماز کے علاوہ خطبہ کو بھی شامل ہے خطبہ ذکر الہی کا نام ہے خواہ طویل ہو یا مختصر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ پڑھ لیا تو فرض ادا ہو گیا جبکہ صاحبین کے نزدیک اس قدر پر اکتفا مکروہ ہے مگر یہ کس قدر ہونا چاہیے جسے خطبہ کہا جاسکے یا بقدر سنت ہو۔ اور سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طویل مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً موسم سرما میں خطبہ جمعہ میں بشرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے سامنے جو جمعہ کیلئے شرط ہے یعنی خطیب کے علاوہ تین شخص (مرد) ہوں اور اتنی آواز سے کہ پاس والے سن سکیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے دیتے تھے اور دنوں کے درمیان جلسہ فرماتے تھے۔

اہم شافعی اور امام مالک کے نزدیک کھڑے ہو کر خطبہ دینا واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک درمیانی جلسہ واجب ہے امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قیام و جلسہ دونوں واجب نہیں البتہ سنت ہوتی ہیں

انہیں اختلاف نہیں خطبہ جمعہ میں پانچ باتیں سنت ہیں۔ محمد باری۔ درود شریف۔ نصیحت تقویٰ اہل ایمان مرد اور عورتوں کے لیے دعا اور طہارت، امام شافعی کے نزدیک یہ بھی واجب ہیں جبکہ جمہور کے نزدیک طہارت واجب نہیں اور یونہی بوقت خطبہ امام شافعی کے نزدیک مقررہ تعداد (۴۰ مرد) کا حاضر ہونا لازمی ہے وگرنہ خطبہ جائز نہ ہوگا جبکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مخالف ایک شخص کا موجود ہونا بھی کافی ہے۔ جمعہ کے خطبہ میں یہ امور سنت ہیں خطیب کا پاک ہونا، کھڑا ہونا، خطبہ سے پہلے بیٹھنا، منبر پر ہونا، سامعین کی طرف رخ کرنا اور قبلہ کو پیٹھ کرنا حاضرین کا متوجہ ہونا خطبہ سے پہلے تہجد کا آہستہ پڑھنا اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ لوگ نہیں احمد سے شروع کرنا، اللہ کریم کی ثنا کرنا اور اس کی واحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا، کم از کم ایک آیت کا پڑھنا پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت اور دوسرے میں حمد و ثناء و شہادت و درود کا مکرر پڑھنا، دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کے لیے دعا کرنا دونوں خطبے ہلکے اور متوسط ہونا دونوں خطبوں کے درمیان بقدرتین آیات کے جلسہ کرنا۔ مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز نسبتاً پست ہو اور خلفاء راشدین اور عیین الکرمین اور سبطین الکرمین مع انہما رضی اللہ عنہما کا ذکر جمیل ہو۔

سائیل : اشلے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے اور حاضرین کو کلام کرنا حرام ہے خواہ خطبہ سنیں یا نہ سنیں امام مالک اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے امام احمد کے نزدیک خطبہ سنائی دے رہا ہو تو کلام حرام نہیں مگر متوجہ رہنا اور خاموشی مستحب ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس کا عکس ہے کہ سنائی دے رہا ہو تو کلام حرام نہیں مگر مکروہ ہے۔ البتہ خطیب دوران خطبہ نیک بات کا حکم اور بدائی سے منع کرے تو حرج نہیں ابن ہمام کا قول یہی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطیب کے لیے دوران خطبہ ہر طرح کا کلام جائز ہے صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تیرا ساتھی کوئی بات کر رہا ہو اور تم اپنے ساتھی سے کہو کہ چپ رہ تو تو نے لغویات کہی۔ تاہم اگر بہت واضح امر ہے سنت جمعہ اور تحیۃ المسجد کے بارے میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک غرض امام کے بعد کوئی نماز جائز نہیں نہ دوران نہ خطبہ کے بعد سوائے فرض جمعہ کے اور بعض کے نزدیک دو رکعت پڑھ لے تو حرج نہیں کذا فی الحدیث۔

ششم جماعت : جمعہ کی نماز کے لیے جماعت کا ہونا لازمی ہے اس پر جمعہ کا لفظ ہی دلالت

کر رہا ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام کے علاوہ کم از کم تین مرد جماعت کے لیے لازم ہیں۔
وجوب جمعہ کی شرائط: جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں (۱) شہر میں مقیم ہونا (۲) صحت (۳) آزاد ہونا (۴) مرد ہونا (۵) بالغ ہونا (۶) عاقل ہونا (۷) بنیا ہونا (۸) چلنے پر قادر ہونا (۹) قیدی نہ ہونا (۱۰) جابر بادشاہ یا کسی ظالم رڈاکوں وغیرہ کا خوف نہ ہو (۱۱) مینہ یا اندھیری یا برفاری شدید سردی کا ہونا

جن پر جمعہ واجب نہیں: (۱) مسافر (۲) بیمار مریض کہ جمعہ میں حاضر ہو نیکی جسے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا دیر میں اچھا ہوگا (۳) غلام پر جمعہ فرض نہیں کہ آقا منع کر سکتا ہے البتہ مکاتب پر فرض ہے۔ (۴) عورت پر جمعہ فرض نہیں (۵) بالغ و عاقل ہونا ہر عبادت کے وجوب میں شرط ہے نابالغ پر جمعہ فرض نہیں اور یہی مجنون بھی معذور ہے۔ اندھا شخص جو خود مسجد جمعہ تک بلا تکلف نہ جاسکتا ہو اس پر جمعہ فرض نہیں اور اپاہج پر جمعہ فرض نہیں قیدی پر بشرطیکہ قید دین (قرض) کی وجہ سے نہ ہو اور ادا کرنے پر قادر ہو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اسی طرح مینہ یا اندھیری میں نقصان کا خوف ہو تو جمعہ فرض نہیں۔ اور اگر یہ لوگ نماز جمعہ میں حاضر ہو جائیں تو درست ہے (جائز ہے)۔

جمعہ کے دن سفر: جس پر جمعہ فرض ہوا ہے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر پڑھا حرام ہے اور اگر پڑھ لی تو جب بھیجی کے لیے جانا فرض ہے۔ جمعہ کے دن سفر کیا اور زوال سے پہلے آبادی آبادی سے باہر گیا تو حرج نہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نماز جمعہ ادا کیے بغیر سفر کرنا ناجائز ہے خواہ زوال سے پہلے ہو یا بعد البتہ امام احمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک بدوں ادائیگی جمعہ حیا کے لیے نکلنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ نماز جمعہ کا وجوب زوال کے بعد ہوتا ہے لہذا روانگی (سفر کے لیے) جائز ہے امام زہریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے روز سفر کیا تھا ظاہر ہے کہ ایسا زوال سے قبل ہوا ہوگا

کیا جمعہ ایک جگہ ہونا چاہیے

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شہر کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نماز جمعہ ایک سے زائد جگہ جائز نہیں امام طحاوی نے امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ شہر

میں دو جگہ جمعہ جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ دریا نے اس شہر کو بانٹ رکھا ہو بلکہ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ پہل توڑا جائے تاکہ جمعہ دو جگہ ہو سکے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر خواہ بڑا ہو یا چھوٹا تعدد جمعہ جائز ہے ابن ہمام کا قول ہے کہ جب اقامت جمعہ کے لیے شہر شرط ہے تو اجراء شہر پر بھی شہر کا اطلاق ہوگا ابن ہنبل کا قول ہے کہ عہد نبوی و خلفاء میں جمعہ ہمیشہ مسجد نبوی میں ہی ہوتا رہا لہذا جمعہ ایک ہی ہونا چاہیے جمعہ کے دن باقی مسجدوں کو ظہر کے وقت بند رکھا جائے۔ تاہم مذہب مختار یہی ہے کہ کثرت آبادی کی وجہ سے لوگوں کا جگہ جمع ہونا دشوار ہو جائے تو کسی جگہ ایک جمعہ پڑھا جاسکتا ہے ہمارے زمانے میں تقریباً ہر چھوٹی بڑی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے جس کے لئے کوئی سند نہیں ہر شخص نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہے بڑے شہروں میں لازم ہے کہ صرف چند محدود بڑی مساجد میں جمعہ ہو سکے اس وقت عام چھوٹی مسجدیں بند رکھی جائیں۔

جمعہ کی سنتوں کا بیان اور احتیاط الظہر

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد چار چار رکعتیں پڑھنا مسنون ہے صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تم میں سے جو جمعہ پڑھے تو جمعہ کے بعد چار رکعت اور پڑھ لے۔ ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یونہی روایت کی ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے نماز جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا مسنون ہیں اور ابن ہمام نے اسی پر صاف کیا ہے۔

ظہر احتیاطی خواص کے لیے ہے جن کو فرض جمعہ ادا ہونے میں شک ہو وہ جمعہ کے بعد چار رکعت (اس نیت سے کہ سب میں پچھلی ظہر جس کا وقت پایا اور نہ پڑھی پڑھیں اور اگر عوام بھی ایسا کریں تو وہ نماز جمعہ کے بعد پوری نماز ظہر پڑھیں۔ اور وہ گاؤں جہاں جمعہ جائز نہیں اگر لوگ جمعہ قائم کریں تو ظہر احتیاطی ضروری ہے۔

روز جمعہ قرأت مسنون اور فضائل اوراد

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ اجمہ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ العاشیۃ پڑھتے تھے اور ابو داؤد اور نسائی سے بھی یونہی مروی ہے ہمارے اصناف کے نزدیک کسی ایک سورۃ کو مقرر کر لینا مکروہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اتباع سنت کے طور پر کبھی یوں بھی پڑھ لے وگرنہ جہاں سے چاہے قرآن پاک میں سے پڑھے۔ نسائی و ہیثمی شریف میں بسند صحیح ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز سورہ کہف (دن یا رات میں) پڑھے اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن ہوگا اور داری میں ہے کہ اس شخص کے لیے کعبہ تک نور روشن ہوگا ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ جو جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھے اس کے قدم سے آسمان تک نور بلند ہوگا جو قیامت کے روز اس کے لیے روشن ہوگا اور دو جمعوں کے درمیان جو گناہ ہوئے بخش دیئے جائیں گے، بطرانی میں ہے جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں سورہ حم الدخان پڑھے اس کے لیے اللہ جنت میں گھر بنائے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسکی بخشش ہو جائیگی اور ایک روایت میں ہے کہ رات کو سورہ حم الدخان پڑھنے والے کیلئے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کریں گے جمعہ کے روز باشب سورہ یس پڑھنے والے کی مغفرت ہو جائے گی۔

(فَاسْعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ) تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

اسی امشوا الیہ بدون افراط فی السرعة یعنی اللہ کے ذکر کی طرف تیز تیز قدم اٹھائے چل دو لغت میں سعی کے معنی بھاگنے، دوڑنے اور قدموں سے تیز تیز چلنے کو کہتے ہیں اور حدیث میں سعی کے مقابل مشی کا لفظ آیا ہے جس کے معنی چل پڑنے کے ہیں اور اسے جمعہ کے خصائل میں شمار کیا گیا ہے۔ کتب صحاح میں بواسطہ ابوسعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب نماز میں شریک ہو اور جو چھوٹ جائے (نماز کا جو حصہ رہ جائے) اسے (بعد میں منفرداً) پورا کر لو ایک قول یہ ہے کہ دوڑنے (سعی) سے مراد بھاگنا نہیں بلکہ نماز کے لیے تیاری شروع کر دینا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ جب اذان جمعہ ہو جائے تو نماز کے لیے کوشش و تیاری کے ساتھ چل پڑو۔ ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد خطبہ ہے اور بعض نے کہا دونوں مراد ہیں امام ابو حنیفہ کی دلیل یہی ہے کہ خطبہ فقط ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہنے سے ہو جاتا ہے کیونکہ سبحان اللہ کہنا ذکر ہے لیکن صاحبین کے نزدیک خطبہ ایسا ہو کہ اس پر خطبہ کا اطلاق ہو سکے اور سنت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے لیکن امام کا کہنا کہ ذکر طویل ہو یا کثیر ذکر ہی ہے اور ادائیگی خطبہ کے لیے اسی قدر کافی ہے تاہم مستحب وہی ہے جو جمہور کے نزدیک ہے کہ خطبہ ایسا ہو کہ اس پر خطبہ کا اطلاق ہو سکے اور خطبے دو ہوں جن کے درمیان فصل ہو اور یہ کہ ذکر اللہ سے مراد بھی خطبہ یا امام کا وعظ ہے کثیر صحابہ اور تابعین نے سوا کی بجائے فامضوا بھی پڑھا ہے جس سے مراد اطمینان سے چل دینا ہے۔

(وَذَرَا الْبَيْعِ) اور خرید و فروخت چھوڑ دو

ای و اتروکوا المعاملة علی ان البیع مجاز عن ذلك فیعہ البیع والشراء والاجارة وغیرہا من المعاملات یعنی معاملات چھوڑ دو اس لیے کہ یہاں البیع سے مراد عام ہے جو خرید و فروخت اور مزدوری وغیرہ سب کاروبار کو شامل ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو کاروبار ذکر اللہ سے غافل کرے یا اس میں حاسر ہو اسے چھوڑ دو محبوبہ کا مذہب یہی ہے کہ اذان جمعہ کے بعد ہوتے ہی خرید و فروخت اجارہ وغیرہ حرام ہو جاتا ہے اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا گناہ ہے اور حرام ہے اگر کسی نے ایسا کر لیا تو مذہب حنفی میں بیع فاسد نہ ہوگی اور نماز بھی ہو جائیگی اگرچہ بیع کا کرنا حرام و گناہ ہوگا یعنی گناہ اپنی جگہ برقرار رہے گا اور بیع و نماز پر اس کا اثر نہ ہوگا امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کہ یہ ممانعت اصل عقد یا نماز میں کو قیامت پیدا نہیں کرتی جبکہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بیع بھی فاسد ہوگی کیونکہ وہ ترک بیع اور سعی نماز پر مامور تھے۔

(ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ) یہ تمہارے لیے بہتر ہے

ای المذکور من السعی الی ذکر اللہ تعالیٰ و ترک البیع یعنی مذکورہ اللہ کے ذکر کی طرف سعی (اہتمام کرنا یا چلنا) اور کاروبار و معاملات کا جو ذکر اللہ سے منع ہوں چھوڑ دینا تمہارے لیے بہتر ہے ای النفع من مباشرة البیع فان نفع الآخرة اجل والبقی یعنی کاروبار خرید و فروخت کے نفع سے زیادہ سود مند ہے کیونکہ آخرت کا نفع بہت بڑا اور حقیقی سود مند اور باقی رہنے والا ہے جبکہ نفع دنیوی عارضی ہے۔

(اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ) اگر تم جانو

اگر تم اپنے لیے حقیقی خیر یا حقیقی شر کو جانتے ہو تو ایسا کرو یا اگر تم واقعی سمجھدار ہو تو پھر خرید و فروخت چھوڑ کر وہ بھلائی حاصل کرو جو حقیقتاً سود مند اور جس کا نفع لازماً ہے۔

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۝ کہ مصلح پاؤ۔

رَفَاذًا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ) پھر جب نماز ہو چکے۔
اسی ادیت و فرغ منها یعنی جب نماز ادا ہو جائے اور اس سے فارغ ہوں۔

رَفَاذًا تَشْتَرُونَ فِي الْأَرْضِ) تو زمین میں پھیل جاؤ۔
لا قامة مصالحکم یعنی اپنی ذاتی مصحتوں یا کاموں کے کرنے کے لیے زمین پھیل جاؤ یعنی نماز سے
فارغ ہو کر اب معاش و غیرہ کے کاموں میں مشغول ہونا جائز ہے یا اس کی اجازت ہے۔
رَفَاذًا تَشْتَرُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ) اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

ای الربح علی ما قیل یعنی کاروبار خرید و فروخت جس سے تمہیں روکا گیا تھا مطلب یہ ہے
کہ اب کاروبار و غیرہ کی اجازت ہے مکحول حسن اور ابن المسیب نے کہا کہ اللہ کا فضل تلاش کرنے
کے حکم سے مراد طلب علم ہے ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں
نے کہا کہ لوگ اس سے دنیا طلبی و غیرہ کا کچھ حکم نہیں دیئے گئے بلکہ تلاش فضل سے مراد بیمار کی عیادت جہازہ
میں شرکت اپنے مومن بھائی کی خالصتاً ملاقات و زیارت ہے ابن جریر نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے
مرفوعاً اسی طرح روایت کی ہے اور رَوَاتُ بَغْوَا، کا صحیح حکم یہ ہے کہ اباحت کے لیے ہے پس نماز جمعہ کے
بعد مسجد میں بیٹھنا مباح ہے اور نکلنا ضروری نہیں ہے اور مجاہد و ضحاک رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔
ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے عبد اللہ بن بسر الحمرانی رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ میں نے
عبد اللہ بن بسر المانی صحابی رسول رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تو تھوڑی دیر
کے لیے بازار میں چکر لگاتے پھر مسجد میں لوٹ آتے پھر جس قدر اللہ چاہتا (توفیق ہوتی) نماز پڑھتے تو ان
سے کہا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کہ میں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا
پھر یہ آیت پڑھی فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ الْحَمْدُ۔ ابن المنذر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل
ہے کہ انہوں نے کہا جب تم جمعہ کے روز نماز سے فارغ ہو جاؤ تو مسجد کے دروازے کے قریب
تک نکلو پس کسی شے کے سودا کرو یعنی بھاؤ وغیرہ کرو اگرچہ تم اسے نہ خریدو اور انہی سے منقول
ہے کہ ایسا کرنا مبذوب اور ارشاد باری کے قریب و موافق ہے۔

رَوَاذُكَرُ وَاللَّهُ كَثِيرًا) اور اللہ کو بہت یاد کرو

ای ذکر کثیراً ولا تخصوا ذکرہ عزوجل بالصَّلوة ۔

یعنی اللہ کو بجزرت یاد کرو اور اس کے ذکر کو صرف نماز تک ہی مخصوص نہ رکھو اس حکم کے تحت ہر وہ کار خیر داخل ہے جس پر نماز کے علاوہ ”ذکر“ کا اطلاق ہوتا ہے جیسے سیحات وغیرہ کا پڑھنا ، قرآن کریم کی تلاوت ، دعا ، میں کہتا ہوں کہ نماز و تلاوت کے بعد درود و سلام کا پڑھنا اعلیٰ ترین ذکر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر جمعہ کے روز درود کی کثرت کرو اور اس آیت میں ذکر کثیر کا حکم ہے لہذا درود و سلام کی کثرت کرنا زیادہ قرین صواب ہے اور کثیر صامحین کا اس پر عمل رہا اور ہے کہ وہ بعد جمعہ محفل صلوة سلام منعقد کرتے اور بارگاہ نبوت میں ہدایائے نیاز بھیج کر عزت اور عند الرسول اعزاز و قرب پاتے ہیں اور عظمت نبوی کے بیان میں ارشاد ربانی ہے ۔ وفعناک ذکرک اور ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی یہ ہے کہ جہاں ذکر خدا ہو وہاں ذکر محبوب بھی ہو تو یہ اولیٰ ہے کہ درود و سلام اور نعت نبی کی مجلس ہو ۔ واللہ اعلم

رَلَعَلَّکُمْ تَفْلِحُونَ) اس امید پر کہ تم صلاح پاؤ گے ۔

یعنی نماز جمعہ سے فراغت کے بعد تلاش فضل اور ذکر کثیر اس امید پر کرو کہ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں ۔

اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں خطبہ میں کھڑے چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیلے

وَإِذَا رَأَوْتُمُ الْمُتَاجِرَةَ أَوَّلَهُمْ وَأَنفَضُوا إِلَيْهَا تَرُكُوكَ قَائِمًا ط
قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ الْبِجَارَةِ ط وَاللَّهُ خَيْرُ السَّادِقِينَ ط

اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا

امام احمد ، بخاری ، مسلم ، ترمذی اور ایک جماعت سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جمعہ کے روز جب کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے تو مدینہ کا ایک قافلہ گزرا تو حاضرین خطبہ چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے یہاں تک کہ میرے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سمیت صرف بارہ آدمی رہ گئے تو یہ آیت وَاِذَا رَاوُ التَّجَارَةَ الْخِ نَازِلَ ہوتی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بے شک مسجد میں بارہ مرد اور سات عورتیں رہ گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ”لو خرجوا کلہم لا یطعم المسجد علیہم ناداً“، اگر یہ سب کے سب نکل جاتے کہ مسجد خالی ہو جاتی تو ان پر آگ برستی۔ اور قتادہ سے مروی ہے کہ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم میں سے آخری شخص بھی مسجد چھوڑ جاتا (سب نکل جاتے) تو وادی آگ سے بھر جاتی اور تمہیں لپیٹ کر لے جاتی۔ ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منظمہ میں روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک قافلہ آیا جو غلے سے لدا ہوا تھا اور اہل مدینہ پر یہ زمانہ قحط، بھوک اور تشنگی کا تھا حاضرین میں سے اکثر اس خیال سے کہ کہیں غلہ ختم نہ ہو جائے اس کی طرف چل دیئے کیونکہ بطور اعلان طلب بھی بچ رہا تھا مسجد شریف میں صرف بارہ شخص جن میں عشرہ مبشرہ کے علاوہ عبداللہ ابن مسعود یا عمار اور جابر یا بلال (رضی اللہ عنہم) شامل تھے رہ گئے اور ایک روایت میں کہ قافلہ وحیہ بن خلیفہ کا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تجارت سے مراد خرید و فروخت اور لہو سے مراد کھیل کود شغل وغیرہ ہے اور الیہا کی فیمہ تجارت کی طرف راجح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نکلنے والوں کا مقصد صرف تجارت تھی اور لہو سے پہلے اُس کے لفظ بھی تجارت پر ہی دلالت کرتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں قافلہ کا اعلان دھول پیٹ کر کیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ بائیں خیال بھی نکلے ہوں اور ان سب کا مقصد یہ تھا کہ کہیں تاخیر کی وجہ سے غلہ نہ خرید پائیں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اثنائے خطبہ چھوڑ کر مسجد سے نکل گئے تو اس پر عتاب ہوا کہ، تجارت جو منع کی گئی تھی باوجودیکہ وہ ضرورت ہے تو لہو کھیل کود کے لیے یوں نکلنا زیادہ مذموم ہے اس آیت کے تحت شرکار جمعہ کی تعداد پر بحث ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرکار جمعہ کی تعداد امام کے علاوہ تین شخص ہیں اور اگر ان میں سے ایک آدمی بھی کم ہو گیا تو جمعہ باطل ہو گیا جبکہ امام شافعی کے نزدیک چالیس مردوں کی موجودگی نماز کے آخر تک ضروری ہے و کم رہنے کی صورت میں از سر نو ظہر پڑھیں اور قافلاً سے خطبہ کا کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے اور تمام کتب صحاح میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے اور درمیان میں فضل کے بیٹھتے تھے اور ایسا ہی خلفاء کے دور میں ہوتا رہا اور سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا قیام سے معذوری کی وجہ سے کیا ہو۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِوِ مِنَ التَّجَارَةِ ۚ تَمَّ فَرَاوُجُ اللہ کے پاس ہے کھیل سے

اور تجارت سے بہتر ہے ۔

فَإِنَّ ذَلِكَ نَفْعٌ مُحَقَّقٌ مُخْلَدٌ بِخِلَافِ مَا فِيهَا مِنَ النِّفْعِ ، فَإِنَّ نَفْعَ اللَّهِ لَيْسَ بِمُحَقَّقٍ بَلْ هُوَ مُتَوَكَّمٌ
وَنَفْعُ التِّجَارَةِ لَيْسَ بِمُخْلَدٍ وَتَقْدِيمُ اللَّهِ لَيْسَ مِنْ تَقْدِيمِ الْعَدَمِ عَلَى الْمَلَكَةِ كَمَا تَوَكَّمُ بَلْ لَأَنَّهُ أَقْوَى مَذْمُومَةً
كَيُونُكَ نَازِمٌ فِي مَشْغُولٍ رَهْنٌ أَوْ رُفْدٌ مِنْ نَبْوِيٍّ حَاضِرٍ رَهْنٌ كَأَثْوَابٍ وَنَفْعٌ هُوَ وَهُوَ يَقِينٌ حَقِيقِيٌّ أَوْ
دَائِمِيٌّ هُوَ بِرُخْلَافِ تِجَارَتٍ أَوْ رَهْنٍ كَيْ نَفْعُ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ حَقِيقِيٍّ نَحْسٌ بَلْكَ مَحْضٌ قُصُورٌ وَخِيَالٌ يَأْوَاهُمُ
هِيَ أَوْ تِجَارَتٍ كِي مَنَفْعَتٍ هَمِيشَةً رَهْنٌ وَالِيٍّ نَحْسٌ هِيَ أَوْ رَهْنٍ كَا پَہلے ذَكَرْ كَرْنَا يَأْوَاهُمُ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ
مِهَارَتٍ پَر بَلْكَ (عَبْرٌ) كَا هُونَا يَأْوَاهُمُ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ
مَذْمُومٌ هِيَ ، تِجَارَتٍ كِي مَنَفْعَتٍ هَمِيشَةً رَهْنٌ وَرَاسِ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ
بَلْكَ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ كَيْ اسْلِي لِهَوَا نَفْعٍ
سے بایں وجہ مذموم ہوگا کہ وہ نہ اصل ضروری تھا اور نہ ہی قابل التفات ہے ۔ لہذا اس کا مقدم ہونا بظاہر
مذمت شدیدہ کے ہے ۔

وَاللَّهُ خَيْرٌ الرَّازِقِينَ ع) اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ۔

فَالِيهِ سُبْحَانَهُ اسْعُوا وَمِنْهُ عَزَّوَجَلَّ اَطْلُبُوا الرِّزْقَ

توجب وہ شے جو اللہ کے پاس ہے سب زیادہ نافع محقق ہے اور دائمی ہے تو حق سبحانہ ، و تعالیٰ کی
طرف سچی کرنی چاہیے یعنی اعمال خیر (نماز جمعہ ، تلاش فضل ، ذکر کثیر حاضری رسول وغیرہ) کی طرف کوشش اور
ان کا اہتمام لازم ہے اور اللہ عزوجل سے رزق طلب کرنا چاہیے کہ وہی الرِّزْقُ ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِينِ
ہے اور اس کا دیا ہوا رزق سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے لہذا مال دولت کی غیر ضروری طلب اور حرص
منع ہے کہ مال کی حرص ہلاک کرنیوالی ہے اور مال دنیا سے غنا حاصل نہیں ہوتی غنا ، تو دل کا غنی ہونا اور
تقدیر الہی پر راضی رہنا ہے اور حسن طلب حرام سے بچنا اور حلال کو لینا ہے ۔

الحمد لله آج تفسیر سورۃ الجمعہ تمام ہوئی

۲۸ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ ہجری
مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۹۰ء

سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ

سورۃ منافقون مدنی ہے اس میں دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں سورۃ جمعہ کیساتھ اس کے اتصال کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ جمعہ میں مومنوں کا تذکرہ ہے جبکہ اس سورۃ مبارکہ میں ان کے برعکس یعنی منافقوں کا ذکر ہے سعید بن منصور اور طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ تلاوت فرماتے تھے تاکہ اس سے مومنوں کو ترغیب ہو اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون تلاوت فرماتے تھے تاکہ اس سے منافقوں کو تنبیہ کی اور ندامت ہو۔ ابو حیان نے اس بارے میں کہا ہے یقیناً سورۃ مبارکہ کے نزول کا سبب خطبہ نبوی کے سماع کے دوران لوگوں کا چل دینا تھا اور یہ بات یقیناً منافقوں کے لیے خوشی کا باعث تھی اس لیے کہ منافقوں کا مطمح نظر یہی تو تھا اور اہل ایمان میں سے بہت سے لوگوں نے قافلہ تجارت کا پیچھا کیا جو ناپسندیدہ امر تھا اور وہ اس پر عتاب کئے گئے لہذا منافقوں اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا تاکہ اہل ایمان کو نصیحت اور منافقوں سے کراہت شدید ہو اور وہ ان کے افعال پر کڑی نگاہ رکھیں اور ان کے شر سے محفوظ رہیں۔

باغاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ منافقون پ ۲۸

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور بھوٹے ہیں۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ

اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہر لیا تو اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

یہ اس لیے کہ وہ زبان اسے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر دہر کر دی گئی تو اب یہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سننے کو یادہ کر یاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

اور جب ان سے کہا جائے کہ اے رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشتے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں۔ اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے عزرائیے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو حضور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت دولت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول

اٰمَنُوا اٰیْمَانُہُمْ مَّجْتَبٰۃٌ فَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰہِ اِنَّہُمْ سَاءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ؕ

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطَمَعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَمِنْهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ؕ

وَ اِذَا رَاَیْتُمْ تُجْعَلُکَ اَحْسَاۡمُہُمْ دُوۡا اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعُ لِقَوْلِہِمْ کَاۡتِبُہُمْ حُشْبَکَ مُسْتَنْدَۃٌ وَّ یَحْسِبُوْنَ کُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْہِمْ ہُمْ اِلْعَادُوۡ فَاَحْذَرُہُمْ فَاِنَّہُمْ اِلّٰہُ اَنّٰی یُؤَفِّکُوْنَ ؕ

وَ اِذَا اٰیٰتُہُمْ لَہُمْ تَعَاکُوۡا یَسْتَغْفِرُکُمْ رَّسُوْلٌ مِّنۡ اللّٰہِ لَوْ وَاَرٰۤہُ دُسَمَہُمْ وَ اَیۡتُہُمْ یَصُدُّوْنَ وَ ہُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ؕ

سَوَآءٌ عَلَیْہُمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَہُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ لَکنَّ یَغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَہْدِیۡ الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ؕ

ہُمُ الَّذِیۡنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَرۡءٍ عِنۡدَ رَّسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یُنْفِضُوْا وَّ یَلۡہِیَ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلَکِنَّ الْمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ؕ

یَقُوْلُوْنَ لَکِنۡ رَّجَعْنَاۤ اِلَی الدِّیۡنِ نَبۡیَہُ لَیُخْرِجَہُۢمُ الْاَعۡزَمٰتُہَا الْاٰذَلۡ ؕ وَ یَلۡہِیَ الْعَصَرۡ ؕ وَ لَیۡسَ سُوۡلِہٖۤ اِلَّا الْوَعۡدُ الْمُنِیۡنُ وَ لَکِنۡ

الْمُنْفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

حل لغات رکوع اول سورہ منافقون ۲۸

المنفقون منافق	لے آپ کے پاس	جاہ آتے ہیں	اذا رجب
لرسول رسول میں	نشد ہم کو اپنی یتیم میں کہ انک۔ آپ غرور	نشد ہم کو اپنی یتیم میں کہ انک۔ آپ غرور	قالوا انکو کہتے ہیں
يعلم جانتا ہے	اللہ اللہ	و۔ اور	اللہ اللہ کے
اللہ اللہ	و۔ اور	لرسولہ اسکے رسول میں	انک۔ بیشک آپ
لکن یون۔ یقیناً جھوٹے ہیں	المنفقین منافق	ان۔ بیشک	یشہد گواری دیتا ہے
فصدوا توروکا انہوں نے	جنت۔ ڈھال	ایمانہم اپنی قسموں کو	اخذوا۔ بنالیا انہوں نے
سار۔ برا ہے	انہم۔ بیشک وہ	اللہ خدا سے	عن سبیل۔ راہ
خلک۔ یہ	یعملون عمل کرتے	کانوا تھے وہ	ماجو
کفر و کافر ہوئے	ثم۔ پھر	امنوا۔ ایمان لائے	ہانہم۔ اسلئے کہ وہ
فہم۔ تو وہ	قلوبہم انکے دلوں کے	علی۔ اوپر	فطیح۔ تو بہر کر دی گئی
اذا رجب	و۔ اور	یقفون بچھتے	لانیس
و۔ اور	اجسامہم ان کے جسم	تعبہ۔ پسند آتے ہیں تجھ کو	وایتہم۔ دیکھتا ہے تو انکو
لقلوب انکی بات	تسمع۔ تو آپ سنتے ہیں	یقولوا۔ بات کریں	ان۔ اگر
مستندۃ ٹینک لگائی ہوئی	یحبون خیال کرتے ہیں	خشب۔ لکڑیاں ہیں	کانہم گویا وہ
ہم۔ وہی	علیم۔ اوپر اپنے	صیغۃ۔ آواز کو	بکل۔ ہر
قائلہم۔ بر باد کرے انہیں	ہم۔ ان سے	فاخذ۔ تو چکو	العدو دشمن ہیں
و۔ اور	یؤفکون پھیر جاتے ہیں	اتی۔ کہاں	اللہ اللہ
تعالوا۔ آؤ	لہم۔ ان سے	قیل۔ کہا جاتا ہے	اذا رجب
اللہ اللہ کے	رسول۔ رسول	لکم تمہارے لیے	یستغفر بخش لگیں
وایتہم۔ دیکھتا ہے تو انکو	و۔ اور	دوسم۔ اپنے سر	تووا۔ تو پھیرتے ہیں

مستکبرون تکبر کرتے	ہم۔ وہ ہوتے ہیں	وہ اور	یصدون۔ رکتم ہیں
استغفرت بخشش مانگے تو	لہم۔ ان کے لیے	علیہم۔ ان پر	سوالد برابر ہے
تستغفر بخشش مانگے	لہم۔ ان کے لیے	لہم۔ ان پر	امر یا
اللہ۔ اللہ	لہم۔ ان کو	یغفر بخشے گا	لن۔ ہرگز نہیں
لا۔ نہیں	یہمدا۔ ہدایت دیتا	اللہ۔ اللہ	ان بیشک
ہم۔ وہی ہیں	الذین۔ جو	الفسقین۔ فاسق کو	القوم۔ قوم
تتفقوا۔ خرچ کرو	علی۔ اوپر	لا۔ نہ	یقولون۔ کہتے ہیں
رسول۔ رسول	اللہ۔ اللہ کے ہے	عند۔ پاس	من۔ ان کے جو
وہ اور	اللہ۔ اللہ کے لیے ہیں	ینفخوا۔ دوڑ جائیں	حق۔ یہاں تک کہ
وہ اور	الارض۔ زمین کے	السموت۔ آسمانوں	خزائن۔ خزانے
المنفقین۔ منافق	لا۔ نہیں	لکن۔ لیکن	وہ اور
لئن۔ اگر	رحمنا۔ ہم لوگ	یقولون۔ کہتے ہیں	یقفون۔ سمجھتے
لیفرجن۔ تو ضرور نکالے گا	الاحز۔ زیادہ عزت والا	المداینتہ۔ مدینہ کی	الی۔ طرف
وہ اور	اللہ۔ اللہ کے لیے ہے	الاخذل۔ زیادہ ذلیل کو	منہا۔ اس سے
لرسولہ۔ اس کے رسول کی	وہ اور	وہ اور	الغرة۔ عزت
لکن۔ لیکن	المنفقین۔ منافق	وہ اور	للمؤمنین۔ ایمانداروں کی
		یعلمون۔ جانتے۔	لا۔ نہیں

سورة المنافقون مدینہ

اس سورت میں دو رکوع گیارہ آیات۔ ایک سو اسی کلمات اور نو سو چھتر حروف ہیں۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر دو سورۃ المنافقون رکوع اول ۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِذْ جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا
قَدْ شَهِدْنَا اِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ
يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوئے
میں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور
بے شک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا
ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی
دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں

(اِذْ جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ) جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں۔

ای حضور واجلسک والمراد یہو عبد اللہ بن ابی سلول واصحابہ

یعنی جب منافق لوگ آپ کی مجلس شریفہ میں آتے ہیں یعنی ان کی حاضری بخوشی نہیں بلکہ ضمیمہ کھلیاں
ہوتی ہے اور منافقوں سے مراد ان کا خلی عبد اللہ بن ابی اور اس کا ٹولہ ہے۔

رَقَالُوا اَنْشَهِدُ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک اللہ کے رسول

ہیں۔ التاکید بان واللام للادیم فائدة الخبر وهو علمهم بهذا الخبر المشهود به فينفيد تالید

الشهادة ويدل علی ادعائهم فیها الموطاة وان كانت فی نفسها تقع علی الحق والضرورة

عرف ان کیساتھ تاکید ہے اور لام فائدہ خبر کیلئے لازم ہے اور یہ ان کا علم اس خبر کے ساتھ یقینی
ظاہر کرتی ہے یا اطلاع ہے جس سے شہادت کے موکد ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ان کے دعویٰ پر
دلالت کرتا ہے جس میں رنگ برنگ کی باتیں کرتے ہیں اگرچہ ان کا باطن ظاہر کے موافق نہیں اور جوتے
ہیں وہ حق ہے اور جو باطن میں ہے وہ جھوٹ پر مبنی ہے۔ یعنی ان کی شہادت کہ آپ اللہ کے رسول
ہیں دل سے سچی نہیں اگرچہ بظاہر اس کے مدعی ہیں۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُولُهُ) اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔

لمزید الاعتناء ببيان الجن، اولیس الا لیوافق صنیعہم۔ اور خبر کی اہمیت کو مزید واضح کرنے
کے لیے ارشاد ہوا یہ کہ جیسا وہ منافقین باتیں بنا رہے ہیں وہ ان کے باطن کے موافق نہیں اور اللہ کو

بخوبی علم ہے کہ بلاشبہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں یعنی آپ کی رسالت حق اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

وَاللّٰهُ مَشْهُدٌ اَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ كَاذِبُوْنَ ۝ (۱) اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔
خبر کے اعتبار سے تکذیب و شہد (قول منافقین) کی طرف راجع ہے بل تاکیہ دلائل کرتا ہے چونکہ
ان کا قول ان کے دل کے موافق نہ تھا لہذا فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں یا لکاذبون کے معنی یہ بھی کہ گئے بظہیر
یہ جملہ انشائیہ ہو کہ وہ اپنے خیال میں جھوٹ بول رہے ہیں حالانکہ یہ بات حق ہے کہ آپ بلاشبہ اللہ
کے رسول ہیں لیکن وہ اسے جھوٹ جانتے اور اسی خیال کے تحت جھوٹی بات کہہ رہے ہیں واضح مفہوم
یہ ہے کہ جو کہتے ہیں اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ کی شہادت تو پھر اللہ کی شہادت ہے۔

اِتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ جُبَّةً فَصَدُّوا
عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ط اِنَّهُمْ سَاءَ
مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝
اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا
لیا تو اللہ کی راہ سے روک لے شک وہ
بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

اِتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ جُبَّةً (اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا۔
ای الکاذبة علی ما یشیر الیہ الاضافۃ یعنی بد جھوٹوں کو جیسا کہ اضافت اس کی طرف
ہے ایمان سے مراد (جھوٹی قسمیں یا جھوٹی) شہادت، شہادت بھی دو قسم قسم ہے جُبَّةً کے معنی آڑ
اوٹ یا ڈھال کے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے قتل و قید سے بچ رہیں ضحاک کا قول ہے ای اتخذوا
حلفہم باللہ انہم لمنکم جنة عن القتل والبیسی یعنی انہوں نے اللہ کی قسمیں کھانے کو کہ ہم بلاشبہ
تم میں سے (مومنوں میں سے) آڑ بنا رکھا ہے کہ قتل و گرفتاری سے محفوظ رہیں کسی شاعر نے کیا
خوب کہا ہے۔ وَمَا اَنْتَبُوا اِلَى الْاِسْلَامِ اَلَا لَصُورٍ وَمَا تُهْمَرُ اَنْ لَا تَسْلَا

اور وہ اپنے آپ کو اسلام سے منسوب نہیں کرتے مگر اس لیے کہ ان کے خون جانیں محفوظ رہیں
اور اس لیے کہ ان سے باز پرس نہ ہو۔

فَصَدُّوْهُمْ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ط تو اللہ کی راہ سے روکا

ای من اراد الدخول فی دین الاسلام یعنی جس نے دین اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا یا اطاعت
بجالانے کا اظہار کیا تو انہیں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے طرح طرح کے وساوس و شبہات میں ڈالا

ایک قول ہے کہ مومنوں کو جہاد سے روکا۔ اگر فصد و اکام صد و صد ہو تو معنی یہ ہوں گے جو لازم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ ایمان لانے یا جہاد سے یا اطاعت رسول سے خود رک گئے۔

(اَنْتُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

من النفاق وما يتبعه۔ ایمان کے مقابل کفر و نفاق کی پیروی کرتے ہیں۔

یعنی منافقت اور اسکی راہوں پر چلنا یا راہِ فدا سے لوگوں کو دور رکھنا یا روکنا بہت ہی برائی کا دھندہ ہے۔

یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے

پھر دل سے کافر ہو گئے تو ان کے دلوں

پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ

كَفَرُوا فَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ

فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ

ابن عطیہ کا قول ہے ”اشارۃ الی سوء ما عملوا، فالمعنی ساء عملہم، یہ اشارہ ہے ان کے بُرے کاموں کی طرف پس مراد ہے ان کے بُرے اعمال یعنی نفاق جھوٹی قسموں کو اڑنا یا اسلام سے یا جہاد سے روکنا۔ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا اس لیے کہ وہ۔

ای بسبب انہم یعنی اپنے ان برے کاموں کی وجہ سے اور ایسا کرنا اس لیے کہ ان کے ایمان کا اعتماد ہو۔ (اَمْنُوا) زبان سے ایمان لائے۔ اسی نطقاً بکلمۃ الشہادۃ کساثر من یدخل فی الاسلام یعنی انہوں نے اور لوگوں کی طرح کلمۃ شہادت پڑھا جس طرح کہ کوئی سلام میں داخل ہوتا (ثُمَّ كَفَرُوا) پھر دل سے کافر ہوئے ظہور کفر ہوا تبیں بما اطلع علیہ من قولہم ان کان ما یقولہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حقاً فمحن حمیر، وقولہم فی غزوۃ تبوک: ایطمع هذا الرجل ان یفتح لہ قصور کسری۔ وقیصر ہیما ت؛ وغیر ذلک۔

ان کا کفر ظاہر ہو گیا اور ان کا اقوال سے جس کی اطلاع کر دی گئی واضح ہو گیا (اور وہ اقوال یہ تھے) اگر وہ حق ہے جو کہ کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں تو ہم گدھے ہیں اور ان کا قول غزوۃ تبوک میں (یہ تھا) کیا یہ شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خواہش رکھتا ہے کہ اس کے لیے کسریٰ اور قیصر کے محلات فتح ہوں گے کتنی دور ہے اور اسی طرح کی باتیں۔ یا اس سے مراد ہے تم اسرو الکفر پھر انہوں نے کفر کو چھپایا یا مومنوں کے سامنے ایمان کا اقرار کیا پھر جب اپنے شیاطین کے پاس غلو تلوں میں اکٹھے ہوئے

تو کفر بکا کئے اور دین اسلام کا تمسخر اڑایا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت ان میں سے ایمان سے پھر جانے والوں کے بارے میں ہے یعنی اول ایمان لئے پھر ان کے شیطان دوستوں نے انہیں شہادت ڈالے اور راہ راست سے بھٹکا دیا کہ کافر ہو گئے۔

(فَطَبَعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ) تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔ حتیٰ یوم تو اعلیٰ الکفر ان کے نفاق اور برے اعمال کی وجہ سے ان سے قبول حق کی استعداد سلب کر لی گئی یہاں تک کہ وہ کفر پر ہی جمے رہے اور کفر پر ہی مر گئے۔

(فَلَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ) تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ حقیقتہ الایمان اصلاً یعنی اب وہ

اصلاً ایمان کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔

اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم
تہیں بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں
تو ان کی بات غور سے سنے، گواہ
کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند
آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں۔
و دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو اللہ انہیں
مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ
وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ
كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسْنَدَةٌ
يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ
هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ
قَاتِلْهُمْ اللَّهُ أَفَىٰ يُؤْفَكُونَ

(وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ) اور جب تو انہیں دیکھے ان کے جسم تہیں بھلے معلوم ہوں
مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کا ٹولہ ہے۔ لصباحتها و تناسب اعضاء آپ جب انہیں دیکھیں گے
تو ملاحظہ فرمائیں گے کہ ان کے قد لمبے اور اعضاء جسمانی متناسب اور انکی رنگت خوشنما سفید ہے۔
یعنی ان کا ظاہری ڈیل ڈول اور رنگت خوشنما ہے۔

(وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ) اور اگر بات کریں تو ان کی بات غور سے سنے۔

لفصاحتهم و ذلاقة ألسنتهم و حلاوة كلامهم ان کی فصاحت کی وجہ سے اور ان کی چرب
زبانی اور کلام و گفتگو کی شیرینی کی وجہ سے عبد اللہ بن ابی جسیم قد آور اور فصیح شخص تھا وہ اپنے ہی جیسے
لوگوں جیسے جبرین قیس، معتب بن فیشتر وغیرہ کے ساتھ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتا اور

حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب ان کے قد و قامت، ڈیل ڈول خوبڑی کو دیکھ کر تعجب فرماتے اور ان کے کلام و گفتگو کو سنتے۔ ظاہر ہے کہ جب حضور ﷺ تعجب فرماتے تو دوسرے کیونکر نہ فرماتے ہوں گے اور ان کی باتیں بظاہر سچی معلوم ہوتی تھیں کہ باتیں بنانے میں گھاگ تھے۔ خطاب (اذا رايتهم) سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور ایک قول ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جو انہیں دیکھے یا اُسے ان سے سابقہ پڑے۔

كَانَتْهُمْ خُشْبٌ مُسْنَدَةٌ (گو یا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی)۔ والمراد به ما هو المعروف مشبهوا في جلوسهم مجالس رسول الله ﷺ مستندين فيها وما هم الا اجرام الخالية عن الايمان والخير۔

اور اس سے مراد وہی ہے جو معروف تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی مجالس شریفہ میں اسی ہیئت و صورت میں حاضر ہوتے کہ جیسے وہ دیوار کے آسیرے ٹکائی ہوئی شہتیریاں ہیں مگر وہ ایمان اور بھلائی سے کھوکھلے گویا بے جان تصویر کی طرح کہ ان میں نہ ہی ایمان و معرفت اور نہ ہی فکر عاقبت رکھنے والی عقل۔ ظاہری شکل و صورت ڈیل ڈول خوشنما اور باطن میں نفاق و شر کی گندگی کلام دل سپذیر مگر عداوت ایمان سے دور اور کھوٹ سے بھرپور۔

(يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ) ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لیجاتے ہیں۔ اسی واقعہ علیہم ضارۃ لهم لجبنهم وھلعهم فكانوا كما قال مقاتل: متى سمعوا بنشدان ضلالة او صياح ابای وجہر کان طارت عقولهم ووطنوا ذلك ايقاعا بهم۔

چونکہ انہیں اپنے نفاق کے افشار کا دھڑکا لگا رہتا ہے اس لیے ہر بلند آواز کو وہ اپنی خباثت و کینگی اور بے صبری کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والی اور اپنے لیے نقصان دہ (ہلاکت کا باعث) سمجھتے ہیں تو گویا وہ اس طرح ہیں جیسے مقاتل کا قول ہے جب کوئی گم شدہ جانور ڈھونڈنے کے بارے میں یا کسی پکارنے والے کی پکار کو خواہ کسی بھی وجہ سے ہو سنتے ہیں تو ان کی عقلیں متاثر ہو جاتی ہیں اور وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ وہ اس کی وجہ سے پکڑے جائیں گے یا کوئی حکم ان کے بارے میں نازل ہوگا (هُمْ الْعَدُوُّ فَاخْذَرْهُمْ) وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو۔ اسی ہم کاملون فی العداۃ والراسخون فیہا۔ ولا تغتنن بظاہرهم یعنی وہ دشمن ہیں اور اپنی عداوت و دشمنی میں نچتے

ہیں۔ فاحذر ہم میں تحذیر و انتباہ ہے کہ ان کو نگاہ میں رکھو اور ان کے ظاہری حال سے دھوکا نہ کھاؤ واضح مفہوم یہ ہے کہ محتاط رہو اور ان سے ہوشیار رہو اور ان سے بے خوف نہ رہو۔

(قَاتِلْهُمْ اللَّهُ) اللہ انہیں مارے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ کلمہ مذمت اور توبیخ کے لیے ہے اور اہل عرب اسے لعنت کا قصد کرنے کی بجائے تعجب کے موقع و محل پر بولتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ دعا ہے اور حق سبحانہ، وتعلیٰ اپنی ذات بابرکات سے منافقوں پر لعنت چاہ رہے ہیں یا پھر منقول کو اس کی تعلیم دی جا رہی ہیں کہ منافقوں کے لیے ایسا چاہیں۔ ایک قول ہے ای لعنہم وطردهم فان القتل قصاصی شدائد الدنیا و فظائعہا یعنی ان پر لعنت فرمائی اور انہیں مردود ٹھہرائے کیونکہ قتل دنیا کے اندر شدید ترین سزا و محرومی ہے۔

رَأَى يَوْمَ فُكُورٍ کہاں اوندھے جلتے ہیں۔ یہ ان منافقین کے حال پر بطور تعجیب ارشاد ہے ای کیف یصرفون عن الحق الی ما هم علیہ من الکفر والضلالت؟ یعنی وہ کس طرح راہ حق سے پھرے جاتے ہیں اور کس طرح کفر و ضلالت پر ڈٹے ہوئے ہیں اور روشن دلائل کے باوجود راہ حق سے انحراف کرتے ہیں۔

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّارُ عُرُوْسِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ يُصَدِّقُونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی سے خود سنا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں جب تک وہ انہیں چھوڑ کر الگ نہ ہو جائیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو اور اگر ہم

مدینہ کو لوٹے تو وہاں سے عزت والے لوگ ان ذلیلوں کو نکال دیں کہ میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا اور انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا تو میں نے واقعہ بیان کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے دوستوں کو بلا کر پوچھا انہوں نے قسمیں کھالیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور ابن ابی کو سیامان یا اس فیصلے سے مجھے ایسا صدمہ پہنچا کہ اس سے پہلے کبھی نہ پہنچا تھا میرے چچا نے کہا میں تو تجھے جھوٹا نہ کہنا چاہتا تھا مگر اب حضور نے تجھے جھوٹا قرار دیا ہے اور آپ تجھ سے متنفر ہو گئے ہیں اس پر سورہ منافقون کی آیات کا نزول ہوا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرما کر یہ آیات پڑھیں اور فرمایا اللہ نے تیری بات کی تصدیق کی ہے۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ غزوہ مریسہ یا غزوہ بنو مطلق سے فارغ ہو کر چشمہ مریسہ پر جو قیدی کیطرف سے ساحل کی طرف تھا تشریف فرما تھے کہ ایک واقعہ پیش آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بنی غفار کا ایک مزدور تھا جو آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر چلتا تھا اس کا نام جہجہ بن سعید تھا سنان بن وبراہ جہنی جو قبیلہ عوف بن خزرج کا حلیف تھا اس سے جہجہ کا جھگڑا ہو گیا جہجہ نے سنان کو مار کر لوہاں کر دیا سنان نے گروہ انصار کو مدد کے لیے پکارا اور جہجہ نے گروہ مہاجرین کو مدد کے لیے پکارا دونوں طرف سے ایک ایک گروہ ہتھیاروں کے ساتھ نکل آیا اور مہاجرین کیطرف سے جہجہ نامی شخص نے جہجہ غفاری کی مدد کی اور فریب تھا کہ بہت بڑا فساد ہو جاتا کہ ہے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آئے اور فرمایا کہ یہ جاہلیت کی کیا پکار مچا رکھی ہے۔ لوگوں نے صورت حال عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو یہ فتنہ ہے (جو اسلام میں ناپسندیدہ فعل ہے) آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ ظالم ہو یا مظلوم ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکدے یہی اسکی امداد ہے اور مظلوم ہو تو اسکی حمایت کرے اس کے بعد باہمی کشش سے سنان اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اس وقت عبد اللہ بن ابی بھی اپنی جگہ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو کس لڑکے تھے وہ بھی ان کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ابن ابی نے شان اقدس میں اس وقت بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بھی اور کہنے لگا کیا ان لوگوں نے یہ حرکت کی اب ہم پر فخر کرنے اور ہمارے بستیوں میں ہمیں سے لڑنے لگے

ہماری اور ان کی حالت اس کہاوت جیسی ہے کہ اپنے کتے کو پال کر موٹا کر کے تجھے کاٹ کھائے خدا کی قسم جب ہم مدینہ واپس لوٹیں گے تو ہم میں سے عزت والے ذیلیوں کو نکال دیں گے اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا دیتے تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹ جائیں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو برا فروختہ ہو کر کہا خدا کی قسم تو اپنی قوم میں ذلیل ہے اور ان میں بغض ڈالنے والا ہے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رہنے عزت و قوت دی ہے اور وہ مسلمانوں کے دلوں میں محبوب ترین ہیں عبد اللہ ابن ابی یسن کر گھسیا تا ہو گیا اور کہنے لگا لڑکے چپ رہ میں تو یونہی مذاق سے کہہ رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو یہ بات ناگوار گزری پھر فرمایا لڑکے شام تو نے اس پر (عبد اللہ بن ابی) جھوٹا مذاق ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس سے خود سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام تجھے سنے میں اشتباہ ہو ازید نے عرض کیا حضور میرے سنے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی لشکر اسلام میں اس بات کا چرچا ہوا اور بعض انصاریوں نے زید کو ملامت کی کہ تو نے اپنی قوم کے سردار عبد اللہ بن ابی پر تہمت لگائی اور بڑی نامناسب بات کی ہے اور قطع رحمی کی ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں نے جو کچھ اس سے خود سنا ہی بیان کیا ہے خدا کی قسم اگر میں ایسی بات اپنے باپ سے سنا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور عرض کرتا مجھے امید ہے کہ اللہ میری تصدیق فرمائیگا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن ابی کے قتل کی اجازت مانگی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اور لشکر کی روانگی کا حکم فرمایا حضور نے ابن ابی کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہیں تھیں تو وہ فوراً مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا اس کے دوست مالک سوید زید بن صلت اور معتب وغیرہ جو مجلس شریفہ میں موجود تھے عرض کرنے لگے کہ ابن ابی مرد بزرگ سے ہے یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے زید بن ارقم کو غلط فہمی ہوئی ہے غرضیکہ حضور نے ابن ابی کا عذر قبول فرمایا اور زید کو لوگ ملامت کرنے لگے زید اس واقعہ پر بہت طول ہوتے اور آپ کے قریب جانے سے ہچکچانے لگے جب حضور روانہ ہوئے تو سب سے پہلے سعد بن حنفیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور سلام کے بعد ایسے وقت میں روانگی کے بارے میں عرض کیا جو عادت کریمہ کے موافق نہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو وہ بات نہیں پہنچی جو تمہارے ساتھی نے کہی تھی سعد یا ابن ابی حنفیر

نے عرض کیا یا رسول اللہ کون ساتھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ بن ابی کہتا ہے کہ جب وہ مدینہ لوٹ کر جائیگا تو بڑی عزت والا وہاں سے بڑے ذلیل کو نکال دے گا سعد نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپ چاہیں تو اس کو نکال دیں وہ خود بڑا ذلیل ہے اور آپ بڑی عزت والے ہیں عزت تو اللہ کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے بنو ی کا قول ہے کہ سورہ مبارکہ مدینہ میں نازل ہوئی لیکن روایت سے واضح ہے کہ بحالت سفر ہی آیا کا نزول ہوا اور اللہ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق اور ابن ابی کی تکذیب نازل فرمائی جب آیات نازل ہو چکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کا کان پکڑ کر فرمایا زید اللہ نے تیری تصدیق کر دی اور تیرے قول کو پورا کر دیا۔ رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی کے متعلق آیات کے نزول سے قبل حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ نے ابن ابی سے کہا کہ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیے بخشش چاہیں گے یہ سن کر عبداللہ بن ابی گردن پھیرنے لگا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ تیری یہ گردن گھلانے کے متعلق ضرور کچھ نازل ہوگا جو تیرے لیے عذاب ہوگا ایک اور روایت میں ہے کہ جب ابن ابی کا جھوٹ کھل گیا تو اس سے کہا گیا تیرے متعلق سخت آیات نازل ہوئی ہیں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر معافی چاہو حضور تیرے لیے دعائے بخشش فرمادیں گے تو ابن ابی گردن پھیر کر بولا تم نے کہا ایمان لاؤ تو میں ایمان لے آیا تم نے کہا زکوٰۃ دے دو تو میں نے زکوٰۃ دی اب تو یہی باقی رہ گیا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کروں تو اس پر آیت واذا قیل لهم تعالوا یتغفر لکم الخ نازل ہوئی اس کے چند روز بعد وہ بیمار ہوا اور مر گیا۔

(وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ وَأَرْعَوْهُمْ) اور جب ان سے کہا جائے اؤ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھاتے ہیں۔

یہ بکتر اور اعراض سے کنایہ ہے جیسا کہ کہا گیا اور ایک قول ہے ہو علی حقیقۃ ای حرکوها استہزاء اور یہ حقیقت حال پر مبنی ہے یعنی انہوں نے بطور ٹھٹھا کے ایسی حرکت کی یعنی گردن گھائی روایت میں ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گزرا کہ عبداللہ بن ابی سے کہا گیا کہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو عبادہ تیرے لیے مغفرت کی دعا مانگیں گے تو اس نے اپنے سر کو پھیرا گویا اس مشورہ سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ تم نے ایمان کا مشورہ دیا میں ایمان لایا تم نے زکوٰۃ ادا کرنے کو کہا میں نے وہ ادا کی اور اب اگلے سوا اور کیا رہ گیا ہے کہ تم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی سے کہا رتوبہ کرو، تو اس نے اپنی گردن

نیوڑائی تو یہ آیت نازل ہوئی ۔

(وَرَأَيْتُمْ لَصَدُوءَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ) اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ۔ یہ خطاب کائناتوں سے ہے جنہوں نے منافقوں کو اعتراف جرم اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر دعائے بخشش کا مشورہ دیا تھا یعنی تم دیکھو گے کہ وہ استغفار سے منہ موڑتے ہیں اور اعتراف جرم سے تکر کرتے اور معذرت سے گریز کرتے ہیں ۔

(سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ) ان پر ایک سلبہ تم ان کی معافی

چاہو یا نہ چاہو ۔

فہو للتسوية بين الامر بين الاستغفار لغيره وعدمه تو گویا یہ دونوں صورتیں یعنی ان کے لیے دعا بخشش مانگنا یا دعا بخشش کا نہ مانگنا یکساں ہیں اور اس سے عدم نفع کی خبر ہے جیسا کہ آگے ارشاد باری (لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ) اللہ انہیں ہرگز نہ بخشنے گا ۔ چونکہ وہ نفاق میں پختہ ہو چکے ہیں اور راہ نفاق پر ہی قائم رہیں گے ۔ تو اللہ انہیں بائیں وجہ نہ بخشنے گا ۔

(إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ) بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ۔

ابی الکاملین فی الفسق الخارجین عن دائرۃ الاستصلاح المنہکین لسوا استعدادہم بانواع القیاح فان المغفرة فرع الہدایۃ ۔

یعنی یہ لوگ اپنے فسق و فجور میں راسخ و پختہ ہو چکے ہیں اور اس دائرہ سے جس میں ان کی اصلاح ممکن تھی خارج ہو چکے ہیں اور یہ اپنی استعداد و قابلیت کو بُرے کاموں میں لگانے میں منہمک ہیں اور مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں ۔ لہذا یہ درست نہیں ہو سکتے اور علم الہی کی رو سے قبول ہدایت سے محروم ہو چکے ہیں مغفرت جو ہدایت کی شاخ ہے جب اس سے تکرر و اعراض کرتے ہیں تو کیونکر ہدایت پاسکتے ہیں گویا ان کی استعداد سلب ہو چکی ہے ۔

وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خروج نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے

هُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُفِقُوا عَلَيَّ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ

لَا يَفْهَمُونَ .

مگر منافقوں کو سمجھ نہیں

رَهُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۚ وَهِيَ

جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں

واضح استناف ہے بعض امور کیلئے جو ان منافقوں کے فسق پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی جائز ہے

کہ ان کے عدم مغفرت کی علت ہو۔ اور ہم الذین یقولون سے مراد اس منافقین عبداللہ بن ابی اور وہ

سارے لوگ ہیں جو اس بات (قول) سے راضی تھے۔ غزوۃ بنو المصطلق یا غزوۃ مریح سے واپسی پر جب

جہاں غفاری اور سنان کے درمیان لڑائی ہو گئی اور جب یہ معاملہ رفع ہو گیا تو عبداللہ بن ابی نے شان اقدس میں

بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں کہیں جن میں سے ایک یہ ہے جس کا ذکر خدا نے فرمایا بد بخت نے اپنی قوم سے

بکا کہ اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ

سے بھاگ جائیں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو خدمت اقدس میں عرض کی حضور نے ابن ابی سے دریافت

کیا تو وہ سرے سے مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ (پچھے تفصیل گزر چکی ہے) اب اللہ نے اس کا جھوٹ

اشکار کر دیا علیٰ من عند رسول اللہ سے مراد فقراء مہاجرین ہیں اور ان منافقین کا رسول اللہ کے لفظ کہنا یا

تو اس لیے تھا کہ وہ ظاہراً آپ کی رسالت کے مقرر تھے اگرچہ باطناً منافق تھے یا پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے غلبہ کے پیش نظر ایسا کہا اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کہا ہو اور اللہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے اجلال و تعظیم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ بطور بدل فرمایا ہو واللہ اعلم

اور انفضاض سے مراد بٹ جانا بکھر جانا ہے اور حتیٰ کا لفظ تعلیل کے لیے ہے یعنی ان لوگوں پر

خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منتشر ہو جائیں اور آپ کی صحبت چھوڑ دیں۔

وَاللَّهُ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے،

منافقوں کے قول کا رد اور ابطال ہے کہ وہ گمان کرتے تھے کہ ان کے ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں نہ

خرچ کرنے کی وجہ سے انہیں پریشانی ہوگی اور وہ مدینہ سے بھاگ جائیں گے یا آپ کے پاس سے منتشر ہو

جائیں گے اس کی وضاحت کر کے ارشاد ہے۔

ان خزان اللذی بید اللہ تعالیٰ خاصۃ یعطیٰ منها من یشاء ویمنع من یشاء کہ تمام انواع

رزق کے خزانے سب اللہ پاک ہی کے دست قدرت میں ہیں اور وہ ان میں جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور

جسے چاہتا ہے عطا نہیں فرماتا مطلب یہ ہے کہ کوئی اس قابل کہاں ہے کہ اللہ کے حکم و مشیت کے بغیر کچھ دے سکے یا کچھ روک سکے اللہ ہی سب کا رزاق ہے اور وہی سب کو دیتا ہے اور منافقوں کا کہنا کہ نہ غنی کو جہالت خالص بے ہودگی ہے یا اور وہ عظمت الہی سے بیگانہ ہیں۔

(وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ) مگر منافقوں کو سمجھ نہیں

ذکر لہم باللہ تعالیٰ و بشوئہ عزوجل و لذلك يقولون من مقالات الكفرة ما يقولون یہ ان منافقین کی عظمت الہیہ سے جہالت و بے خبری ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کفریہ باتیں کرتے ہیں اگر سمجھ دار ہوتے تو ایسا ہرگز نہ کہتے۔

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

رَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (۷) کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

قائلہ کما سمعت ابن ابی و عنی بالأعز نفسه او ومن يلوذ به و يلاذل من اعزة الله عز وجل وهو الرسول صلى الله عليه وآله وسلم او هو عليه الصلوة والسلام والمؤمنون

ایسا کہنے والا جیسا کہ سنا گیا (بروایت زید بن ارقم) عبد اللہ بن ابی ہے اور بڑی عزت والے سے مراد اس کی اپنی ذات یا وہ شخص جو عزت کا حریص و بھوکا ہے (ابن ابی) اور نہایت ذلت والے سے مراد وہ ذات ہے جس کو اللہ عزوجل شانہ نے نہایت معزز فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان مراد ہیں۔

(وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ) اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے۔ رد لما زعموه ضمنا من عزتهم وذل من نسبوا اليه الذل، وحلشاه منه ای والله تعالى الغلبة والقوة لمن اعزة الله تعالى امن رسول الله عليه وآله وسلم والمؤمنين لا للغير

یہ منافقوں کے اس زعم کا رد ہے جو انہیں اپنے معزز ہونے کے بارے میں تھا اور اس کا ابطال جسکی طرف انہوں نے "ذلت و لے کی نسبت کی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین اس سے کہا ہیں یعنی عزت و غلبہ اور قوت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے لیے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نہایت معزز فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو اور ان کے غیر کو نہیں تقدیم خیر سے حضرت کا فائدہ ظاہر ہے۔ اور ایک قول ہے کہ سنا کی نسبت سے پہلے عطف معتبر ہے اور وہ اس کے منافی نہیں اور صرف جار کے اعادہ کو مضر نہیں کیونکہ وہ نسبت میں استقلال کے افادہ کے لیے نہیں ہے بلکہ ثبوت عزت میں تفاوت کا فائدہ دیتا ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ذاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بواسطہ رسالت اور اہل ایمان کے لیے ایمان کے واسطے سے ہے اور کئی طریق سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن ابی کا بیٹا عبد اللہ مخلص مومن تھا اس نے جب اپنے باپ کے اس قول کے بارے میں سنا تو اپنے باپ پر اشرف مدینہ کے روپر و تلوار کھینچ لی اور کہا خدا کی قسم کہ میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو یہ نہ کہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی عزت والے ہیں اور میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں پس اس نے باپ کو نہ چھوڑا جب تک اس نے یوں کہا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مدینہ کے باہر ٹھہر گیا اور لوگ مدینہ میں داخل ہوتے رہے یہاں تک کہ اس کا باپ (عبد اللہ بن ابی) آیا تو اس نے کہا "ٹھہر جا" ابن ابی بولا تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے کیا ہو گیا ہے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی نے کہا خدا کی قسم کہ تو کبھی بھی مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیے اجازت فرمائیں اور آج تجھے ضرور بیتہ چل جائے گا کہ سب سے زیادہ عزت والا کون ہے اور سب سے زیادہ ذلت والا کون ہے پھر وہ پلٹ کر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جو کچھ اس کے بیٹے نے کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ اس کو چھوڑ دو اور (جانے دو) تو انہوں نے باپ کو جانے دیا اور اس آیت میں اہل ایمان کی بزرگی و فضیلت پر دلیل ہے اور اسی جگہ بعض صاحبان نے کہا ہے اور ان کا یہ قول عقل کی کمی کی وجہ سے ہے: کیا میں سلام پر نہ نہیں ہوں اور وہ ایسی عزت ہے کہ اس کے ساتھ ذلت نہیں اور ایسی غنا ہے جس کے ساتھ فقر نہیں ہے۔ اور حسن بن علی سبط رسول رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا بے شک لوگ گمان رکھتے ہیں کہ اس میں (اس آیت میں) آپ کیلئے عزت و تیسرے (تکبر و بزرگی) ہے ارشاد فرمایا بکر ہرگز نہیں بلکہ عزت ہے اور یہ آیت فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ

الحج تلاوت کی اور تیسرے سے مراد تکبر ہے اور عزت سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ عزت کبر نہیں ہے اور ابوحنیفہ سہروردی قدس نے اسے نص قرار دے کر فرمایا "العزۃ غیر الکبر لان العزۃ معرفۃ الانسان بحقیقۃ نفسه ولسعرا مہا۔ عزت کبر میں داخل نہیں کیونکہ عزت سے نفس انسانی کی حقیقت اور اس کے فضل و شرف کی معرفت ہوتی ہے اور اس کا اطلاق غیر یا نیدار اقسام پر نہیں ہوتا جس طرح کہ کبر و غرور جو کہ نفس انسانی کا جہل ہے اور اس کی قدر و منزلت کو نیچے گرانے والا ہے تو عزت ذلت کی مندرجہ جس طرح کہ تکبر تواضع کی ضد ہے۔ یہم عزت کی تفسیر قوت و غلبہ ہی سے کی گئی ہے اور یہ بھی خدا اور رسول اور مومنوں کیلئے ثابت ہے (وَلَا يَكُنِ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝) مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ من فط جہلہم و غرورہم فیہذون ما یہذون یعنی منافق اپنی جہالت اور نادانی اور تکبر و غرور کے باعث اس بات کو نہیں جانتے پس وہ یادہ گوئی کرتے ہیں جو ان کے جی میں آتا ہے۔ علماء تفسیر نے نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے تھوڑا عرصہ بعد ابن ابی بکالت نفاق مرگیا گویا اس میں اس کے انجام کی خبر تھی کہ اسے جلد معلوم ہو جائیگا کہ بڑی عزت والا کون ہے۔

یا معاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ منافقون پ ۲۸

اے ایمان والو! تمہارے نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

اور ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں جہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

اور ہرگز اللہ کسی جان کو جہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَنَّكُمْ الْمَوْتُ ۚ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۚ فَلَمْ تَدَفِّ ۚ وَكُنْتُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ

حل لغات رکوع دوم سورۃ منافقون پ ۲۸

یایہا۔ لے	الذین ملوگو جو	امنوا۔ ایمان لے لے ہو	لا۔ نہ
تلہکم بغافل کریں تم کو	اموالکم۔ تمہارے مال	د۔ اور	لا۔ نہ
اولاد۔ اولاد	کمہ۔ تمہاری	عن ذکر۔ یاد	اللہ۔ الہی سے
و۔ اور	من۔ جو	یفعل۔ کریگا	ذلک۔ ایسا تو
فاللک۔ یہی	ہم۔ لوگ ہیں	للمنوفین بخارہ ہیں	د۔ اور
انفقوا۔ خرچ کرو	مما۔ اس سے جو	رزقنکم۔ دیا ہم نے تم کو	من قبل۔ پہلے
ان۔ اس سے کہ	یاتی۔ آئے	احدا۔ ایک	کمہ۔ تمہارے کو
الموت۔ موت	فیقول۔ تو کہے	دب۔ لے میرے رب	لولا۔ کیوں نہ
اخترتہ۔ چلتی تھی تو نے	مچھکے۔ الی۔ طرف	اجل۔ مدت	قرب۔ قریب کی
فاصدق۔ تو میں صدقہ کرنا	د۔ اور	اکن۔ ہوتا	من الصالحین۔ نیک
لوگوں سے	د۔ اور	لن۔ نہ کرے نہیں	یؤخر۔ چلت دیتا
اللہ۔ اللہ	نفسا۔ کسی جان کو	اذا۔ جب	جاد۔ آجائے
اجلہا۔ مدت اسکی	د۔ اور	اللہ۔ اللہ	خبیر۔ خبر دار ہے
یہا۔ اس سے	تعملون۔ جو تم کرتے ہو		

مختصر تفسیر اردو سورۃ المنافقون رکوع دوم پ ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَلْهَكُمُ
أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَاؤُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ
ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

لے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری
اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے
غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی
لوگ نقصان میں ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

ای لا یشتغلکم الاہتمام بتدبیر امورہا والاعتناء بمصالحہا والتمتع بہا عن
اشتغال بذكر الله عز وجل من الصلوة وسائر العبادات المذكورة للمعبود الحق جل شانہ
فذكر الله تعالى مجاز عن مطلق العبادة كما يقتضيه كلام الحسن وجماعة والعلاقة السببية
لان العبادة سبب لذكره سبحانه وهو المقصود في الحقيقة منها۔

یعنی اولاد و مال کی محبت تمہیں اس کے امور کی تدبیر کے ساتھ ان کے بند و بست میں مشغول نہ کرے
اور نہ ہی اسکی مصلحتوں کی طرف متوجہ اور اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے منہمک رکھے کہ تم اللہ کے ذکر سے جیسے
نماز اور جملہ عبادتیں جو معبود برحق سبحانه وتعالیٰ کی یاد کیلئے (مقرر) ہیں غافل ہو جاؤ (لا تعلق ہو جاؤ) پس
اللہ کے ذکر سے مجازاً مراد مطلق عبادت ہے جیسا کہ اس کا مقتضی (تقاضا) ہے حسن اور ایک جماعت
کا یہی قول ہے اور سبب کا علاقہ یوں کہ عبادت حق سبحانه کی یاد کا باعث ہے اور وہی حقیقتاً اس سے
مقصود (مطلوب) ہے۔ وفی رواية عن الحسن ان المراد به جميع الفرائض۔ اور ایک روایت میں
حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک اس سے مراد تمام فرض عبادتیں ہیں جیسے نماز پنجگانہ وقال الضحاك
وعطاء: الذکر هنا الصلوة المكتوبة اور ضحاک اور عطاء کا قول ہے کہ یہاں ذکر سے مراد فرض نمازیں ہیں
وقال الكلبي: الجهاد مع الرسول صلى الله عليه وآله وسلم اور کلبي کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ راہ خدا میں جہاد کرنا ہے وقيل: القرآن اور ایک قول ہے کہ مراد (ذکر سے) قرآن ہے
اور ذکر کا عمومی معنی اولیٰ ہے تاہم معنی یہ ہے لا تشغلنکم الدینا عن الذین کہ تمہیں دنیاوی مشغولیت اور
اس کے دھندلے دین سے غافل نہ کر دیں اور صاحب کشاف کے نزدیک اموال و اولاد سے مراد دنیا ہی ہے
کیونکہ حق سبحانه وتعالیٰ کا ارشاد ہے المال النبون زينة الحياة الدنيا مال اور بیٹے را اولاد دنیاوی
زندگانی کی زینت ہے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ دنیاوی شغل دین کو نہ بھلا دیں اور مال و اولاد کی محبت فکر
آخرت سے روک نہ بنے۔

(وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ) اور جو ایسا کرے۔ ای اللہ ہو بہا وهو الشغل
یعنی ہو و لعب جو کہ شغل دنیا ہے اس میں پرہیز اور دین کو بھلا دے اور فکر آخرت سے صرف نظر کرے

اور دنیا اور اس کے امور کی طلب میں پڑ جائے اور آخرت کی دائمی زندگی اور اس کی نعمتوں کے حصول سے بے پروا ہی رہے اور عارضی زندگی (دنیاوی کے لیے) ہی ساری ہمت صرف کر دے تو یہ سودا کیسا ہے اگلے محلے میں ارشاد ہے۔ (فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ) تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

حیث باعوا العظم الباقی بالحقیق الفانی تو ایسے لوگ جو فنا ہونی والی شے کو اس عظیم در ہمیشہ رہنے والی نعمت کے بدلے خرید لیا اور سودا خسارے ہی خسارے کا ہے اس آیت میں مومنوں کو فکر آخرت کی خوب ترغیب ہے۔

اور ہمارے دیئے میں سے ہماری راہ
میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے
کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے
میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت
تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ
دیتا اور نیکیوں میں ہوتا۔

وَالْفُقُوَامِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ
مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ اَحَدَكُمْ
الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا
اٰخَرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ
فَاَصْدَقَ وَاَكُنَّ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ۝

دوا نفقوا من مّا رزقناکم اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو۔ ای بعض ما اعطینا کم و تفضلنا بہ علیکم من الاموال ادخاراً للآخرۃ یعنی اس میں سے کچھ جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا اور اس کے ساتھ تمہیں اموال وغیرہ سے بزرگی بخشی تاکہ وہ آخرت کے لیے ذخیرہ (سرمایہ) ہو۔ ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ و انفقوا سے مراد زکوٰۃ کا ادا کرنا حج کے دوران صدقہ ہے ایک قول ہے صدقات واجبہ سے مراد ہیں۔

رَبِّ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ) اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے
ای اماراتہ و مقدماتہ۔ یہ کلام بر تقدیر مضاف ہے یعنی موت کی علامتیں اور نشانیاں اور
وہ باتیں جو بالعموم موت کا پیش خیمہ ہوتی ہیں ظاہر ہو جائیں۔

(فَيَقُوْلُ رَبِّ لَوْلَا اٰخَرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ) پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے
مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی۔ ای اُمہلتنی — او امد قصیر۔
یعنی حالت درد و موت میں کہنے لگے کہ مجھے مہلت دے یعنی تھوڑی سی مہلت (وقت) یا یہ کہ تھوڑے

سے وقت کے لیے زندگی دیدے۔

(فَأَصَّدَّقَ وَ أَكَّنَ مِنَ الصَّالِحِينَ) کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔
ان آخرت میں صدقہ و اکن من الصالحین - یعنی اگر تو مجھے تھوڑی زندگی دیدے تو
میں صدقہ کروں اور نیکیوں میں سے ہو جاؤں - کو لا سے مستفاد یہ ہے کہ مرنے والا بطور حسرت
ایسا کہے گا اور بعض کا قول ہے فَأَصَّدَّقَ سے مراد ہے کہ میں اگر تھوڑی زندگی اور پاؤں تو میں تیری
تصدیق کروں (ایمان لاؤں) اور اکن من الصالحین سے مراد ہے مومنوں میں سے ہو جاؤں کیونکہ
ان کے نزدیک یہ منافقوں کے حق میں اتری۔ اور ایسا عرف و (عطف) کی تعبیر کے پیش نظر ہے۔

ترمذی اور طبرانی وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس مال ہو جو حج بیت اللہ کو لازم کر لے یا اس پر زکوٰۃ میں سے کچھ واجب
ہو اور وہ ایسا نہ کرے (نہ حج کرے نہ زکوٰۃ دے) موت کے وقت رجوع (زندگی) کی درخواست کرتا
ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ سے ڈر زندگی کی طرف لوٹنے کی
درخواست تو صرف کفار کریں گے تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی - لہذا صدقہ وہی بہتر ہے جو زندگی
میں ہو بحالت صحت اور مال کی محبت کے باوجود ہو اور جب موت آپہنچی تو وقت جاتا رہا اور مال و مالک
کا ہو گیا۔ لازم ہے کہ صدقات واجبہ فی الفواد اگر جائیں اور تاخیر نہ کی جائے۔

وَلَنْ يَتُوبَ إِلَى اللَّهِ نَفْسًا
إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا طَوَّ اللَّهُ
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ع
اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ
دے گا جب اس کا وعدہ آجائے
اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے
دَوْلَتِ يُتُوبُ إِلَى اللَّهِ نَفْسًا) اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دیگا۔

ای ویلن یمہا یعنی اللہ اس کو ہرگز مہلت وقت تھوڑی زندگی) نہ عطا فرمائے گا۔
اگرچہ وہ اسکی آرزو کرے۔ (إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا ط) جب اس کا وعدہ آجائے
ای آخر عمر ہا یعنی اس وقت کی عمر کا وقت پورا ہو جائے، حدیث شریف میں ہے کہ بندے
کی عمر شکم مادر میں نفوز روح کے ساتھ ہی لکھ دی جاتی ہے لہذا جب وقت مکتوب پورا ہو جائے تو
مہلت ہرگز نہ دی جائے گی اور دیگر مقامات پر قرآن حکیم میں مزید وضاحت ہے کہ جب وعدہ

آجائے تو ایک لمحے کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ایک قول ہے کہ عمر پوری ہو جائے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔

(وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ) اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ یعنی حیات دینی میں تم نے جو کچھ کیا اللہ کو معلوم ہے اور وہ تمہیں اسی کے موافق جزا دے گا۔

سورۃ منافقون کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ ہجری

سُورَةُ التَّغَابُنِ

اکثر علماء کے نزدیک سورۃ التغابن مدنی ہے عبداللہ بن عباس اور عطار بن یس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ سورۃ مبارکہ سولے اس کے آخر کی آیات یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ... الخ کے مکتبہ اور جمہور کے نزدیک اس کی آیات اٹھارہ ہے اور دو رکوع ہیں سورۃ منافقوں سے اس کی مناسبت یوں ہے کہ اس میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے منافقوں کا حال ذکر کیا پھر اہل ایمان سے خطاب فرمایا اور اس سورۃ مبارکہ (التغابن) میں لوگوں کی تقسیم بیان کی کہ ان میں سے مومن اور ان میں سے بعض کافر ہیں۔ بعض علماء نے سورت منافقوں کی آخری آیت وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا أَلْحَ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ترسٹھ برس ہونے کا استنباط کیا ہے کہ سورۃ منافقون ترسٹھویں سورۃ مبارکہ ہے اور اس کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے تغابن کا ذکر فرمایا۔

سورۃ تغابن مدنیۃ

اس سورت میں دو رکوع اٹھارہ آیتیں۔ دو سو اکتالیس کلمے اور ایک ہزار ستر حروف ہیں
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ تغابن پ ۲۸

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔
اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور

يَسْبِغُ اللَّهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ كَافِرًا وَ مِنْكُمْ مُؤْمِنٌ هُوَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَ

صُورِكُمْ فَأَحْسَنَ صُورِكُمْ وَإِلَيْهِ
الْمَصِيرُ

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ
يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ
فَنَذَرْنَا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا ابْتِغِ لَنَا
فَكْفُورًا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنَى اللَّهُ وَاللَّهُ
غَنِيٌّ حَمِيدٌ

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن كُنْ يُبْعَثُونَ
قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّيْنَ
بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ

فَأَمَّا مَنَابِلُ اللَّهِ وَرُسُولُهَا وَالتَّوْرَ الَّذِي
أَنْزَلْنَاهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ
التَّغَايُنِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ
وَلْيَعْمَلْ صَالِحًا يُكْفِرْ عَنْهُ سَبِّحَانَهُ
وَمُيَدُّ عِلْدٍ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

تمہاری تصویر برکی تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور
اسی کی طرف پھرنا ہے۔

جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور
جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللہ
دلوں کی بات جانتا ہے۔

کیا تمہیں ان کی خبر نہ آتی جنہوں نے تم سے پہلے کفر
کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے عذاب
عذاب ہے۔

یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں
لائے تو بولے کیا ہمیں آدمی راہ بتائیں گے تو کافر
ہوئے اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام
فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سربراہ۔

کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم
فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے
جاؤ گے پھر تمہارے کو تک تمہیں جہا دیے جائیں
گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر
جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کامل سے پورا
خبردار ہے۔

جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا سب کو جمع ہونے کے
دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھانے کا اور جو اللہ
پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس کی برائی
اتار دے گا اور اسے باغوں میں لے جائے گا جن
کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی
بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا
وَبُئْسَ الْمَصِيرُ

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائی
وہ آگ والے ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں اور کیا
ہی برا انجام ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ تغابن پ ۱۸

یسع۔ پاکی بولتا ہے	ملہ۔ التکی	ما جو	فی بیچ
السموت۔ آسمانوں کے ہے۔ و۔ اور		ما جو	فی بیچ
الارض زمین کے ہے	لہ۔ اسی کا	الملک۔ ملک ہے	و۔ اور
لہ۔ اسی کی	المحمد۔ تعریف ہے	و۔ اور	ہو۔ وہ
علی۔ اوپر	کل۔ ہر	شی۔ شے کے	قدیر قادر ہے
ہو۔ وہ اللہ	الذی وہ جس نے	خلقہ۔ تم کو پیدا کیا	فتمک۔ تو بعض تم سے
کافر۔ کافر ہیں	و۔ اور	متکم۔ بعض تم سے	مؤمن۔ مومن ہیں
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	بما۔ اس سے	تعلون جو کرتے ہو تم
بصیر۔ دیکھنے والا ہے	خلق۔ پیدا کیے	السموت۔ آسمان	و۔ اور
الارض زمین	بالحق۔ حق کے ساتھ	و۔ اور	صور۔ صورت بنائی
کہ۔ تمہاری	فاحسن۔ پھر اچھی بنائی	صور۔ شکل	کہ۔ تمہاری
و۔ اور	الیہ۔ اسی کی طرف ہے	المصیر۔ پھرنا	یعلم جانتا ہے
ما جو	فی بیچ	السموت۔ آسمانوں	و۔ اور
الارض زمین کے ہے	و۔ اور	یعلم جانتا ہے	ما جو
تسرون۔ تم چھپاتے ہو	و۔ اور	ما جو	تعلون ظاہر کرتے ہو
و۔ اور	اللہ۔ اللہ	علیم جانتا ہے	بنات الصدود سینے
کی باتیں	ایکنا	لہ۔ نہیں	یا تم کہ۔ آئی تمہارے پاس
بنوا خبر	الذین۔ ان	کفر۔ کافروں کی	من قبل جو پہلے ہو چکے
قد اقوا۔ تو چکھا انہوں نے	وبال۔ وبال	امر ہو۔ اپنے کام کا	و۔ اور

ان کے لیے	عذاب سزا ہے	ایم۔ درناک	ذلت۔ یہ
باندہ اس لیے کہ	کانت تھے	تائیم آتے ان کے پاس	رسلم۔ ان کے رسول
بالسنت۔ دلائل کے	فقالوا تو بولے	۱۔ کیا	بشار۔ آدی
یہ ہدایت دینگے مگر کفر و کفر ہو گئے	و۔ اور	تولوا پھر گئے	و۔ اور
استغنی بے نیازی کی	اللہ۔ اللہ نے	و۔ اور	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	غنی۔ بے نیاز ہے	حمید۔ سرا ہوا	ذم۔ خیال کیا
الذین۔ انہوں نے جو	کفر و کفر ہیں	ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہ
یبعثوا۔ اٹھائے چائینگے	قل۔ کہو	بلی۔ ہاں	و۔ قسم ہے
ذی۔ میرے رب کی	لیبعثن۔ ضرور اٹھائے جاؤ گے	پھر	لتنبون۔ تم خبر دیے جاؤ گے
بما۔ جو	علم۔ کیا تم نے	و۔ اور	ذلت۔ یہ
علی۔ اوپر	اللہ۔ اللہ کے	یسیر۔ یسر	فامنوا۔ تو ایمان لاؤ
باللہ۔ اللہ پر	و۔ اور	رسولہ۔ اس کے رسول پر	و۔ اور
النور۔ نور پر	الذی۔ جو	انزلنا۔ ہم نے اتارا	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	بما۔ اس سے جو	تعملون۔ جو عمل کرتے ہو تم	و۔ اور
خیبر۔ خبر دار ہے	یوم۔ جس دن	یجمعکم۔ جمع کریگا تم کو	یوم۔ دن
الجمع۔ جمع ہونے کے	ذلت۔ یہ	یوم۔ دن ہے	التقاین۔ ہرجیت کا
و۔ اور	من جو	یومن۔ ایمان لائے	باللہ۔ اللہ پر
و۔ اور	یعمل۔ عمل کرے	صالحا۔ اچھے	یکفر۔ تو دور کریگا
عند۔ اس سے	سیئاتہ۔ برائیاں اسکی	و۔ اور	یدخلہ۔ داخل کریگا اسکو
جنت۔ باغوں میں کہ	تجرى۔ چلتی ہیں	من۔ تمہارا اس کے نیچے	الانہر۔ نہریں
خلدین۔ ہمیشہ رہیں	فیہا۔ اس میں	ابدا۔ ہمیشہ تک	ذلت۔ یہ ہے
الفوز۔ کامیابی	العظیم۔ بڑی	و۔ اور	الذین۔ وہ جو
کفر و کفر ہوئے	و۔ اور	کنوا۔ جھٹلایا	بایتنا۔ ہمارے آیتوں کو
اولئک۔ یہ لوگ ہیں	اصعب۔ رہنمائی	النار۔ آگ کے	خلدین۔ ہمیشہ رہیں
فیہا۔ اس میں	و۔ اور	بئس۔ برا	المصیر۔ ٹھکانا ہے

تفسیر اردو سورۃ التَّائِبِینِ رکوع اول پ ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں
میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کی ملک
ہے اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز
پر قادر ہے۔

يَسْبِغُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ رِضًى لَّهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ

(يَسْبِغُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور
جو کچھ زمین میں - اسی نینہ سبحانہ و تعالیٰ جمیع المخلوقات عملاً یلیق بجناب کبریائہ سبحانہ
تسبیحاً مستمراً وذلك بدلالتها على كماله عز وجل واستغناؤه تعالى

یعنی تمام مخلوقات ان تمام عیوب نقائص سے جو اللہ کی شان کبریائی کے ہرگز لائق نہیں اسکی پاکی -
(بے عیب ہونا) دائمی جاری تسبیح کے ساتھ بیان کر رہی ہے اور اس کے ساتھ اللہ عزوجل کی یہ شان
بے نیازی اور اسکی کمال عظمت پر دلالت کر رہی ہے لفظ ما غیر ذوی العقول پر بولا جاتا ہے مخلوقات
غیر ذوی العقول ہو یا ذوی العقول سبھی اپنی نوعی زبان میں حمد سراہیں۔

رَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ) اسی کا مالک ہے اور اسی کی تعریف - لہ کو ملک اور حمد سے
بالتکرار مقدم بولا گیا جو حصر کا فائدہ دیتا ہے جس کا مطلب ہے لا یغیرہ تعالیٰ یعنی اس کے سوا بالذات
اور بالحقیت کسی کا نہیں۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ بادشاہی فقط اسی ہی کی ہے اور یو نہیں سب تعریف فقط اسی کو منزاوار
ہے وہ اپنے ملک میں متصرف بالذات ہے جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے فرماتا ہے کرتا ہے نہ کوئی اس
کا شریک وہم سر اور سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں فَلَلهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ رَبِّ الْاَرْضِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَهُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

(وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لَاَنْ نَسْبُهُ ذَاتَهُ جَلَّ شَانُهُ الْمُقْتَضِیَةُ لِلْقُدْرَةِ اِلَى الْکُلِّ سِوَاہِ

اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ذات کی نسبت جو مقدرات کے لیے مقتفی ہے سب کے لیے یکساں ہے اور وہ جو چاہتا ہے اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور عیب و عجز سے پاک ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْكُمْ
كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ لَبِِيرٌ
وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں
کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان اور اللہ
تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔

ای ہوالذی اوجدکم کما شاء یعنی وہی ذات ہے جس نے تمہیں ایجاد کیا (پیدا کیا۔ بنایا) جس طرح کہ اسکی حکمت بالغہ نے چاہا۔

(مِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ) تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان
ای فبعضکم کافر بہ تعالیٰ و بعضکم مؤمن بہ عزوجل۔

یعنی تم میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا اور تم میں سے بعض حق سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لائے
وہ تعقیب کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ تخلیق کے بعد بعض نے کفر اختیار کیا اور بعض مؤمن ہوئے
کفر و ایمان خلق و پیدائش کے ضمن میں سے ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے بندوں کے افعال و
اعمال کو بھی پیدا فرمایا اور یونہی ایمان و کفر خلق و پیدائش کے ساتھ ہی مقدر ہو چکا لیکن (بندوں کو
افعال اعمال میں قدرے اختیار دیا گیا ہے اور اسی کو کسب کہتے ہیں اور بندے کے کسب پر ہی ثواب
و عذاب ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اور اس عقیدہ کی وضاحت احادیث مبارکہ سے ہوتی
ہے۔ بخاری و مسلم و ترمذی اور ابوداؤد نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا
کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق و مصدوق ہیں بے شک تم میں سے ہر ایک
کا مادہ خلقت اس کی ماں کے بطن (رحم) میں چالیس روز تک صورت نطفہ جوڑا (جمع کیا) جاتا ہے پھر
وہ چالیس روز کے بعد (وہ نطفہ) جما ہوا خون ہو جاتا ہے پھر چالیس روز گزرنے کے بعد گوشت کا لوتھڑا
ہو جاتا ہے پھر چالیس روز کے بعد اس کی طرف اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھنے
کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق، اس کی عمر اور یہ کہ وہ سعید (نیک بخت) یا شقی (بد بخت) ہو گا لکھ
دیتا ہے پھر اس میں روح ڈال دی جاتی ہے اور عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردودہ

۷۴۲
ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک مادر میں منی (نطفہ) کو پٹے چالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اس کے پاس ملک النفوس آتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے اے پروردگار کیا یہ مرد ہو گا یا عورت تو اللہ تعالیٰ فیصلہ دیتا ہے جو وہ ہو گا پھر فرشتہ عرض کرتا ہے کہ بد بخت ہو گا یا نیک بخت پس وہ لکھ دیتا ہے جیسا ہو فیوالا ہوتا ہے۔ اور کفر کا ایمان پر تقدیم شائد غلبہ و کثرت کی وجہ سے ہے۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۱) اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔
ای فیجاز یکے بمعنا نیاسب ذلک یعنی وہ تمہیں جو اس کے مناسب ہے جزا دے گا اور کفر و ایمان کی تخلیق کے منافی نہیں کیونکہ وہ دونوں امور بندے کیلئے مکتوب ہیں۔

خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ
بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ
صُوْرَكُمْ وَإِلَيْهِ الْمَصِيْرُ
اس نے آسمان اور زمین حق کیساتھ
بنائے اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری
اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف
پھرتا ہے۔

رَخَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ) اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے
بالحكمة البالغة المتضمنة للمصالح الدينية والدينية یعنی حق سبحانہ، و تعالیٰ نے
زمین و آسمانوں کو حکمت بالغہ کے ساتھ جو دینی اور دنیاوی مصلحتوں کو متضمن تھی پیدا فرمایا یا یہ مراد
ہے کہ ان دونوں کی تخلیق وجود صانع پر حقیقی طور پر دلالت کر رہی ہے۔

(وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ) اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت
بنائی۔ حیث برأکم سبحانہ فی احسن تقویم و اودع فیکم من القوى
والمشاعر الظاهرة والباطنة ما نیط بها جمیع الکمالات البارزۃ والکامنة وزینکم
بصفوة صفات مصنوعاتہ وخصکم بمخلاصة خصائص مبدعاتہ وجعلکم انموذج جمیع
مخلوقاتہ فی هذه النشأۃ وقد ذکر بعض المحققین ان الانسان جامع بین العالم العلوی
والسفلی وذلك لروحہ التي هی من عالم المجرىات وبدنہ الذي هو من عالم المادیات
وانشدوا : هـ وتنعم انک جرم صغير وفیک انطوى العالم الاکبر

اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمہیں بہترین خلق میں پیدا کیا (وجود میں لایا) اور تمہیں عقل (یا قیامت) اور ظاہری و باطنی حواس و دیعت فرمائے (تم میں رکھے) جن کے ساتھ وہ تمام فوقیت دلائل والے اور مخفی کمالات ملے یا ان پر ان کا انحصار ہے اور تمہیں اس نے اپنی بنائی ہوئی اشیاء کی صفات و خصوصیات کے علم سے زینت بخشی اور تمہیں اپنی ایجادات کے خصائص کے بخور کے ساتھ خاص کیا (تمہیں ان کے علم کے لیے چن لیا) اور اپنی تمام مخلوقات میں اس نشوونما (اٹھان) میں تمہیں حسین بنایا اور بے شک بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ بلاشبہ انسان عالم سفلی و علوی کے درمیان جامع ہے اور یہ اس لیے کہ اس کی روح وہ ہے جو عالم مجردات سے متعلق رکھتی ہے اور اس کے بدن ایسا ہے کہ عالم مادیات سے تعلق ہے، اور یہ شعر کیا خوب ہے۔

اور تمہارے اندر ایک بہت بڑا جہان پوشیدہ ہے (سمویا لپیٹا ہوا ہے) لہذا لازم ہے کہ اللہ نے جب صورت اچھی عطا فرمائی تو سیرت بھی اچھی رکھی جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک اہم و مشہور دعا ہے۔ "اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ خُلُقِيْ كَمَا اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ" اللہ میری سیرت کو عمدہ بنا دے جس طرح تو نے میری تخلیق کو عمدہ بنایا۔

(وَالْبَيْتِ الْمَصْدُورِ) اور اسی کی طرف پھرنا

یعنی آخرت میں تم سب کو اسی کے حضور پیش ہونا ہے لہذا اپنی صورت کو شرک و کفر اور اعمال شنیعہ سے بد صورت نہ بنانا کہ شرک کے روز کافروں کی صورتیں بدل جائیں گی اور وہ صورت آدم کے سوا بہائم و غیرہ کی صورت پر جہنم میں داخل ہوں گے گویا یہ اُن کے اعمال کی صورت مثالی ہوگی جس پر بدلہ پائیں گے اور جہنم میں کوئی آدمی صورت آدم پر جہنم میں داخل نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

وَيَعْلَمُ مَا تُسْتَرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

من الامور الكلية والجزئية والاحوال الجلية والخفية۔

یعنی تمام کئی اور جزئی امور کو جانتا ہے اور تمام احوال سے باخبر ہے خواہ نہاں ہوں یا عیاں۔

وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تَعْلَنُونَ) اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔
 اسی ماسرورہ فیما بینکم وما تظہرونہ من الامور یعنی جو کچھ اس میں سے جو تمہارے درمیان
 ہے چھپاتے ہو اور جو کچھ تم امور سے ظاہر کرتے ہو سبھی اللہ کو معلوم ہے وہ تمہارے تمام مخفی ارادے اور خیالات
 سے اور جو کچھ تم بر ملا کہتے ہو سبھی سے بخوبی آگاہ ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ) اور اللہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔
 چونکہ تمام تخلیق وجود صانع و خالق پر دلالت کرتی ہے لہذا ایجاد و صنعت کے تمام اسرار و علم
 (حکمتیں) بھی اللہ کریم کے علم پر دلیل ہیں اور علم سے پہلے قدرت کا ذکر یہی مطلب ہے اور یہاں علم کا مکرر تذکرہ
 جلالت شان کے اظہار کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں گزرنے والے خطرات و وساوس
 وغیرہ کو بخوبی جانتا ہے اور اس کا علم ذاتی تمام امور کو محیط ہے۔

اَلْعَرِیَّاۤیُتُکُمْ تَبُوۤا الَّذِیۡنَ
 کَفَرُوۡا مِنْ قَبْلُ فَاَقۡسَوا
 وَبَالَ اَمْرِہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ
 اَلِیۡمٌ

کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے
 پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا
 اور ان کے لیے دردناک عذاب

بعض علماء تفسیر کے نزدیک اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔
 فکانہ قیل: اَلَمْ یَاۤیُتُکُمۡ یَا اَہْلَ مَکَۃً گویا کہ کہا گیا ہے کہ اہل مکہ کیا تمہیں خبر نہ پہنچی یا انہیں بطور خاص
 مخاطب کرنے کے بعد دلالت فرمایا کہ کافروا۔

(تَبُوۤا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنْ قَبْلُ) خبر ان لوگوں کو جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا۔
 لقوم نوح و ہود و صالح و غیرہم من الامم المصرۃ علی الکفر جس طرح قوم نوح، قوم
 ہود اور قوم صالح اور ان کے علاوہ ان امتوں کے لوگ جو کفر و بغاوت پر اصرار کرتے رہے یا ڈٹے رہے
 اور ایک قول ہے کہ اس مراد ہے کہ کیا تمہیں گزشتہ امتوں کے بارے میں خبریں نہیں پہونچیں جو رسولوں کی
 تہذیب کرتے رہے اور کفر پر قائم رہے۔

فَاَقۡسَوا بِالْاَمْرِہِمۡ) تو اپنے کام کا وبال چکھا۔ وبال کی اصل شدت و ثقل ہے
 جیسے کہا جاتا ہے کہ وہیل الطعام ایسا کھانا جو معدہ پر بوجھ ہو اور ثقیل ہو۔ وابل المطر الثقیل القطار ایسی بارش

جو خوب موٹی اور تل و صارا اور پر و صارا ہو۔ اسی ضرر و کفر و ہمدی دنیا میں غیث صلی
یعنی انہوں نے دنیا کی زندگی ہی میں اپنے کفر کے انجام (مرہ) اس طرح چکھ لیا کہ انہیں مہلت ہی نہ
ملی۔ انہیں ان کے کفر و سرکشی اور تکذیب و رسل کی سزا دینا ہی میں مل گئی اور آخرت کی سزا تو الگ ہے
یا اس کے ساتھ ہی لاحق ہوگی۔

(وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ فی الاخرۃ — لایقادر قتل
یعنی آخرت میں ان کے لیے ایسا عذاب ہوگا جس کے برداشت کی طاقت نہ رکھیں گے۔ یہ دردناک
عذاب عذاب دنیا کے ساتھ ہی لاحق ہو جائیگا اور ایسا الیم و شدید ہوگا کہ ان کے حوصلے پست او
ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اعاذنا اللہ بھذا۔

یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول
روشن دلیلیں لائے تو بولے کیا آدمی ہمیں
راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے۔ اور پھر گئے
اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ
بے نیاز ہے سب خوبیوں سربراہ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيَهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوْا الْبَشَرُ
يَهْدُوْنَ نَا فَكُفِّرُوْا وَاْتُوْا
وَاسْتَغْنُوْا وَاللّٰهُ غَنِيٌّ
حَمِيْدٌ

(ذٰلِكَ) یہ اسی ما ذکر من العذاب الذی ذاقوه فی الدنیا و ما سینہ و قونہ
فی الاخرۃ یعنی وہ عذاب جس کا ذکر گزرا جو انہوں نے دنیاوی زندگی میں چکھا اور وہ عذاب جو جلد
ہی آخرت میں حکمیں گے۔ (بِاَنَّهُ) اس لیے کہ اسی بسبب ان الشان یعنی یہ عذاب اس سبب سے
ہوا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے دشمن ہوئے یا رسولوں سے دشمنی کی اور انہیں جھٹلایا۔
(كَانَتْ تَاْتِيَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ) ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے
اسی بالمعجزات الظاہرۃ یعنی روشن معجزات کے ساتھ تشریف لائے۔ مثل ید بیضا، عصائے
کلیم، مردوں کا زندہ کرنا، پتھر سے اونٹنی کے بچہ کا لکنا وغیرہ۔
(فَقَالُوْا الْبَشَرُ يَهْدُوْنَ نَا) تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے۔

ای قَالَ کُلُّ قَوْمٍ مِّنْ اُولٰٓئِكَ الدِّیْنَ کُفِّرُوْا فِیْ حَقِّ رُسُلِهِمُ الذِّیْ اٰتٰهُمْ
بِالْمُعْجَزَاتِ مِنْکُمْ لَکُنِ الرَّسُوْلُ مِنْ جِنْسِ الشَّیْرِ اَوْ مِنْ جِبْرِیْنٍ مِنْ ذٰلِكَ الشَّیْءِ یَدِّیْنَا کَمَا

قالت ثمود: "ابشر امنا واحد نبتعه" "فقالوا" کانت پر عطف ہے اَبَشْرُ میں استفہام انکاری ہے۔ اور بشر اسم جنس ہے جو جمع پر بھی بولا جاتا ہے۔

یعنی ان تمام اقوام میں سے جنہوں نے کفر کیا ہر ایک قوم نے اپنے رسول کے بارے میں جو ان کے پاس روشن معجزات لے کر آیا انکار کرتے ہوئے یہی کہا کہ بشر کیونکر اللہ کا رسول ہو سکتا ہے یا ایسی بات پر متعجب ہوئے کہ بشر ہمیں ہدایت کرتا ہے جس طرح کہ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ کیا ہم اپنے میں کہ ایک آدمی کی تابعداری کریں۔ یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا تو انکار کیا اور جمادات (پتھروں) کو خدا مان لیا اور یہ ان کی حد درجہ کی بے وقوفی اور بے عقلی اور کج فہمی پر دلیل ہے۔ (فَكَفَرُوا) تو کافر ہوئے۔ بالرسول علیہم السلام یعنی اللہ کے رسولوں کا انکار کر کے کافر ہوئے۔ (وَتَوَلَّوْا) اور پھر گئے۔ عن التامل فیما التوابہ من النبیات وعن الایمان، اور ان لوگوں نے اس میں تامل کیا جو واضح دلائل و نشانیاں ان کے پاس لے کر گئے یعنی انبیاء کے واضح اور روشن معجزات کے باوجود براہ حق سے پھرے رہے اور ایمان نہ لائے۔ (وَأَسْتَغْنَى اللَّهُ) اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا۔

ای اظہر سبحانہ غناہ عن ایمانہم طاعتہم حیث اہلکےہم وقطع دابرہم یعنی حق سبحانہ، وتعلیٰ نے ان کے ایمان قبول نہ کرنے اور ان کے فرماں برداری بجالانے سے بے نیازی کو ظاہر فرمایا اور انہیں اسی حال میں ہلاک کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔ حق سبحانہ وتعلیٰ لوگوں کی اطاعت یا عدم طاعت دونوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ کریم پر کوئی شے واجب نہیں اور رسولوں کا مبعوث فرمایا تو اس کا فضل و احسان ہے جب کفار نے اس لطف احسان کا انکار کیا اور قبول حق سے روگردانی کی حالانکہ ان کی فلاح اسی میں تھی تو گویا یہ رویہ خود ان کی ہلاکت کا سبب ہوا جب وہ غمخوارے کے سودے پر راضی تھے تو اللہ نے انہیں ان کے مال پر چھوڑ دیا یا ان کی طرف سے بے نیازی فرمائی اور بلاشبہ اللہ ہر شے سے بے نیاز ہے سبھی اس کے محتاج اور نیاز مند ہیں۔

(وَاللَّهُ مُغْنِيٌّ وَحَمِيدٌ) اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سربراہ۔

عن العالمین فضلا عن ایمانہم و طاعتہم۔ یحمدہ کل مخلوق بلسان الحال

الذی ہوا فصیح من لسان المقال او مستحق جل شانہ للحمد بذاتہ وان لم یحمدہ سبحانہ حامد . اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے خواہ وہ ایمان و اطاعت بجالائیں یا نہ لائیں بے نیاز ہے . (بے پرواہ ہے) تمام مخلوق اپنی زبان حال سے جو زبان مقال سے زیادہ فصاحت والی ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی تعریف کرتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ بذات خود تمام تعریفوں کے لائق ہیں اور اگر کوئی اس کی تعریف نہ کرے تو وہ خود ہی قابل تعریف ہے (حامد ہے) لہذا اسے کسی کی حمد و ستائش کی حاجت نہیں سبحان اللہ والحمد للہ .

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ
يَتَّبِعُوا قُلَّ بَلَىٰ وَذِلَّةٍ
لَّيَعْتَنَّ تُقَرَّ لَتُبْنَونَ بِمَا
عَمِلْتُمْ ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ كَيْسِيرٌ
رَزَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ
يَتَّبِعُوا قُلَّ بَلَىٰ وَذِلَّةٍ
لَّيَعْتَنَّ تُقَرَّ لَتُبْنَونَ بِمَا
عَمِلْتُمْ ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ كَيْسِيرٌ

کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہارے کرتوت (کا) تمہیں جتا دیے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے

الزعم اذعاء العلم واكثر ما يستعمل الادعاء الباطل، لفظ زعم سے مراد علم کا دعویٰ ہے اور اکثر یہ جھوٹے دعویٰ کیلئے بولا جاتا ہے اور ابن عمر اور ابن شریح سے مروی ہے کہ زعم سے مراد کذب (جھوٹ) سے کنایہ ہے اور مشہور یہی ہے کہ اس کا معنی جھوٹی بات کا دعویٰ ہے کثاف میں ہے الذین کفروا سے مراد اہل مکہ ہیں جیسا کہ اگلے جملے میں قل بلی کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے . واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مکہ یا کافر لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھائے جائیں گے . (قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّی لَتُبْعَثُنَّ) تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے . یہ کفار کے زعم کا رد ہے جو اس امر کے مدعی تھے کہ مرنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھائے جائیں گے اور ان کے زعم کے بطلان کے لیے اظہار ہے کہ جس چیز کی تم نفی کرتے ہو وہ بالضرور ہوگی لفظ بلی قطعی اثبات کے لیے بولا جاتا ہے اور وہ قسمیہ ہے اور جملہ قسمیہ سے اس کو مزید مؤکد کیا گیا ہے .

(تُبْعَثُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ط) پھر تمہارے کام تمہیں جتا دیے جائیں گے . ای لتحاسبن وتجنون باعمالکم یعنی بالضرور تمہارا محاسبہ ہوگا اور تمہیں

تمہارے اعمال کے موافق جزا دی جائے گی۔ (ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ كَيْسِيرٌ) اور یہ اللہ کو آسان ہے۔
ای ما ذکر من البعث والجزاء یعنی بعثت (دو بارہ زندہ ہو کر اٹھنے) اور جزا و سزا کے بارے
میں جو کچھ بیان ہوا وہ اللہ کو آسان ہے کیونکہ اللہ نے جس امر کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور
کافروں کا خیال کہ ایسا نہ ہوگا یا ایسا محال ہے تو یقیناً ایسا ہوگا اور یہ ہرگز محال نہیں اور اللہ کی قدرت
کامل ہے اور وہ ہر شے پر بالکلیہ قدرت رکھتا ہے۔

فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور
وَالنُّورِ الَّذِي أُنْزِلَنَا
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ اس نور پر جو ہم نے اتارا
خَبِيرٌ اور اللہ تمہارے کاموں
سے خبردار ہے۔

(فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أُنْزِلَنَا) تو ایمان لاؤ اللہ اور
اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔

ای اذا اصحان الامر كذلك فامنوا یعنی جب ایسا ہونا حشر اور قبروں سے زندہ اٹھنا
اور جزا و سزا یقینی امر ہے تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
اور اس نور پر یعنی قرآن کریم پر جس کا معجزہ اور نور ہونا ظاہر ہے کیونکہ انوار قرآن سے ظلمتیں
دور ہوتی ہیں اور حقائق اشیاء کی معرفت روشن ہوتی ہے۔ اور ہم نے یہ نور اتارا ہے تو اس
فرمانے میں غفلت قرآن کا اظہار ہے۔ (وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) اور اللہ تمہارے
کاموں سے خبردار ہے۔ من الامثال بالامر و ترکہ یعنی تمہاری فرماں برداری اور نافرمانی
سب کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے آگاہ ہے اور تمہیں اسی کے موافق
جزا سزا دے گا۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ جس دن تمہیں اکٹھے کرے گا سب جمع ہونے
ذَلِكَ يَوْمُ التَّعَانُفِ وَمَنْ
لَوْ مِنْ مِّمَّنْ بِاللَّهِ وَكَعَمَلٍ صَالِحًا کے دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھانے
يَكْفُرُ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلُهُ کا اور جو اللہ پر ایمان لائے اچھا کام کرے اللہ
اس کی برائیاں تار دیکھا اور اسے باغوں

جَنَّتْ تَجْوِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَمْثَلُ
خُلْدَرَيْنَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكِ
الْفَوْزِ الْعَظِيمِ
میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں
بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی
کامیابی ہے۔

(يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ) جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا۔

یعقوب، زید بن علی اور شعبی نے يَجْمَعُكُمْ کو يَجْمَعُكُمْ (بالنون) پڑھا ہے۔ یعنی ہم
تمہیں اکٹھا کریں گے اس دن سے مراد یوم قیامت ہے اور بعض نے کہ اس دن سے مراد بدلے
کا دن کہ جزا سزا دی جائے گی۔ (لِيَوْمِ الْجَمْعِ) سب جمع ہونے کے دن۔

لیوم یجمع فیہ الاولون والآخرون، وقیل: الملائكة علیہم السلام والثقلان
اس دن میں جس میں کہ اولین و آخرین اکٹھے ہوں گے اور ایک قول ہے کہ فرشتے اور دونوں بڑے
گروہ یعنی جن اور انسان، لیوم الجمع میں لے تعلیل کے لیے ہے جس کا مطلب ہے ای لاجل مافی
یوم الجمع من الحساب یعنی اکٹھے ہونے کے دن میں محاسبہ اور بدلے کے لیے سب کو جمع کیا جائیگا۔
(ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط) وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھانے کا۔

ابن عباس، مجاہد قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: یوم غنیم فیہ اهل الجنة
اهل النار اس دن جب اہل جنت جیت جائیں گے اور اہل جہنم ہار جائیں گے، ظاہر ہے کہ ہار
جیت کا حقیقی دن یوم آخرت ہے جب کامیابی اور نامرادی کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور
کثیر علماء کا قول ہے کہ یوم التغابن سے مراد وہ دن ہے جس میں بعض لوگ بعض لوگوں کو ہار دیں
گے اور جیت جائیں گے یعنی مومن کافروں پر جیت جائیں گے اور وہ اس طرح ہو گا کہ بامراد
لوگ بد بختوں کے جنتی ٹھکانوں کے وارث ہوں گے اگر وہ بامراد نہ ہوتے اور نقصان حقیقی
سے دوچار ہوں گے۔ اور اس کی تائید صحیح بخاری و مسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ قبر میں
مومن کو اس کا جہنم کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر وہ مومن نہ ہوتا تو اس جگہ ہوتا پھر جنت کا مقام
دکھایا جاتا ہے (تاکہ اسے فرحت حقیقی حاصل ہو) اور کافر کو اس کا عکس یعنی پہلے جنت کا مقام
پھر دوزخ کا تاکہ اسے حسرت ہو۔ اور ایک قول ہے یوم التغابن سے مراد قیامت کے دن
کافروں کی محرومی ظاہر ہونا ہے۔

اس کے دے کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا
اور اللہ قدر فرمانے والا علم والا ہے۔
ہر نہاں و عیاں کا جلتے والا عزت والا حکمت والا۔

لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

حل لغات رکوع دوم سورۃ تغابن پ ۱۸

ما نہیں	اصاب پہ سختی	من کوئی	مصیبتہ مصیبت
الا مگر	باذن حکم	اللہ اللہ سے	و۔ اور
من جو	یؤمن ایمان لائے	باللہ اللہ پر	یہدا ہدایت دیگا
قلب اس کے دل کو	و۔ اور	اللہ اللہ	بکل ہر
شی چیز کو	علیم جاننے والا ہے	و۔ اور	اطیعوا کہا ماتو
اللہ اللہ کا	و۔ اور	اطیعوا کہا ماتو	الرسول رسول کا
فان پھر اگر	تولیتہم تم پھر جاؤ	فانما تو اس کے سوا نہیں کہ	علی اوپر
رسولنا ہمارے رسول کے	البلغ پہنچانا ہے	للہیین ظاہر	اللہ اللہ
لا نہیں	الہ کوئی مقبوض	الامر مگر	ہو وہی
و۔ اور	علی اوپر	اللہ اللہ ہی کے	فلیتو کلی بھر دے کریں
المؤمنون مومن	بیامہا لے	الذین ملوگو جو	امنوا ایمان لائے ہو
ان بیشک	من بعض	اذوا جکم تمہاری بیویوں سے	و۔ اور
اولاد اولاد	کم تمہاری سے	عداوا دشمن ہیں	لکم تمہارے
فاحذرو سوچو	ہم ان سے	و۔ اور	ان اگر
تعفوا تم معاف کرو	و۔ اور	تصفوا درگزر کرو	و۔ اور
تعفروا بخش دو	فان تو بیشک	اللہ اللہ	غفور بخشنے والا
رحیم مہربان ہے	انما اس کے سوا نہیں	اموالکم تمہارے مال	و۔ اور
اولاد اولاد	کم تمہاری	قتلہ آناش ہے	و۔ اور
اللہ اللہ	عند پاس	کا اسکے	اجو اجر ہے

عظیم بڑا	فاتقوا۔ تو ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	ما جتنی
استطعتن۔ تمہیں طاقت ہو	و۔ اور	اسمعوا سنو	
و۔ اور	اطيعوا۔ کہاناو	و۔ اور	انفقوا خرچ کرو
خیوا۔ بہتر ہے	لا نفسکم۔ تمہاری جانوں کیلئے	و۔ اور	من جو
یوق۔ بچا یا گیا	شیخ۔ لالچ	نفسہ۔ اپنے نفس کے سے	فاوثلک۔ تو یہ
ہم۔ وہی ہیں	المفلحون کامیاب	ان۔ اگر	تقرضوا۔ قرض دو تم
اللہ۔ اللہ کو	قرضا۔ قرض	حسنا۔ اچھا	یضعفہ۔ دگنا کرے گا اس کو
لکم۔ تمہارے لیے	و۔ اور	یغفر بخشے گا	لکم۔ تم کو
و۔ اور	اللہ۔ اللہ ہے	شکور۔ قدردان	حلیم۔ حوصلے والا
علو۔ جاننے والا ہے	الغیب۔ غائب	و۔ اور	الشہادۃ۔ حاضر کا
العزیز۔ غالب ہے	الحکیم۔ حکمت والا		

مختصر تفسیر اردو سورة التغابن رکوع دوم ۲۸

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادے گا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ) کوئی مصیبت نہیں پہنچتی۔
ای ما اصاب احدا مصیبت یعنی کسی ایک شخص کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور مصیبت سے مراد بیماری اور وہ شے جو بندے کوئی نفسہ تکلیف دے، زخم، یا مال اور اولاد کا نقصان یا زبان یا کسی حرکت سے تکلیف پہنچے یا موت واضح معنوم یہ ہے کہ جس کسی شخص کو دنیاوی تکالیف وغیرہ میں سے جو کچھ پہنچے یا کوئی اچھا یا برا حادثہ پیش آئے۔ (إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ) مگر اللہ کے حکم سے

ای بارادته سبحانه و تمکینه عزوجل کائن الرزیه بذاتها متواجہۃ الی العبد متوقفۃ علی ارادته تعالیٰ و تمکینه جل و علا۔ یعنی حق سبحانہ، و تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی تقدیر سے کیونکہ مرض یا نقصان اپنی ذات میں بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت و تقدیر پر موقوف ہوتا ہے۔

(وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ط) اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دے گا۔ عند اصابتہا للصبر والاسترجاع۔ جب کوئی مصیبت پہنچے تو بلا پر صبر اور عطا پر شکر کرے اور مصیبت کے وقت استرجاع پڑے یعنی کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اے اللہ ہم تیرے ہی لیے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے اور علقمہ کا قول ہے کہ جانے اس بات کا یقینی علم رکھے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ و تقدیر سے ہوتا ہے تو امر الہی پر راضی رہے۔ اور سلیم و رضا کا مظاہرہ کرے یہد قلبہ کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ یقین رکھے اور جانے کہ جو بات یا مصیبت اسے پہونچی وہ اس سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو ٹل گئی وہ اسے ہرگز پہونچنے والی نہ تھی۔ اور ایک قول ہے کہ اس حال میں اللہ سے مہربانی مانگے اور وہ زیادہ سے زیادہ نیکیوں اور طاعتوں میں مشغول ہو اور ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا دل مطمئن اور پرسکون رہے بلا پر صابر عطا پر شکر رہے۔ اور اگر اس عقیدہ سے پھر تو دوزخ میں جائیگا۔

(وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ط) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

من الاشياء التي من جملتها القلوب واحوالها۔ یعنی اللہ تعالیٰ دلوں اور اس کے احوال غرضیکہ سب کچھ جانتا ہے اور اسے بندوں کے ایمان کا بخوبی علم ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ ط اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر
فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا
الْبَلْغُ الْمُبِينُ ط صریح پہنچا دینا ہے۔

(وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ ط) اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

کرا لامس للتاکید والایذان بالفرق بین الاطاعتین فی الکيفية۔ تاکید امر کے لیے تکرار ہے اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں اطاعتوں کے درمیان فرق

کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ وگرنہ اللہ اور رسول کی اطاعت دو الگ چیزیں نہیں ہیں اللہ کے رسول کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔

رَفَانٌ تَوَلَّيْتُمْ) پھر اگر تم منہ پھيرو - اِیْ عَنِ اطَاعَةِ الرَّسُولِ

یعنی اگر تم اللہ کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرو گے۔

رَفَانًا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ) تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صریح پہنچا دینا؟
یعنی اگر تم اللہ کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسول کی ذمہ داری یہی ہے کہ اور احکام الہی پہنچا دیں اور وہ تبلیغ دین کا فرض ادا کر چکے تمہاری نافرمانی انکو کسی طور مضر نہیں بلکہ تمہارے لیے ہی ہلاکت کا باعث ہے۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ طَوْعًا وَعَلَى

اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور

اللَّهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ) اللہ ہی پر ایمان والے بھروسہ کریں۔

(اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط) اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت بجالاؤ کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں گویا یہ علت حکم ہے جو پچھلی آیت میں اطاعت کا حکم ہوا۔

(وَعَلَى اللَّهِ) اور اللہ ہی پر ای علیہ تعالیٰ خاصۃ دون غیرہ کا استقلال

ولا اشتراكاً - یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ کسی پر نہ

ہی بالاستقلال اور نہ ہی بالاشتراك توکل چاہیے۔ اعلى الله کا مقدم ہونا حصر کا فائدہ دے

رہا ہے۔ (فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ) ایمان والے بھروسہ کریں۔

اس میں اظہار اجلال ہے یا اس میں حکم ہے کہ الوہیت کا تقاضا یہی ہے کہ سب کو چھوڑ
چھاڑ کر صرف اور صرف اسی پر توکل کریں اور مومنوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ ایمان کا مقتضی
ہی یہی ہے کہ اللہ ہی پر بالکلیہ بھروسہ ہو۔

اے ایمان والو تمہاری کچھ سیبیاں
اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان
سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا مِنْ
أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ
عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ

اور درگزر اور بخش و دو تو
بے شک الشکر بخشے والا
مہربان ہے ۔

وَإِنْ تَعَفُّواْ وَتَصْفَحُواْ
تَغْفِرُواْ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌۭ

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگوں نے سلام قبول کیا اور اس امر کا ارادہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں رہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوں، تو ان کی بیویوں اور بچوں نے انہیں روکا اور کہا کہ ہم تمہاری جدائی پر صبر نہ کر سکیں گے اور تمہارے بعد ہلاک ہو جائیں گے جس سے متاثر ہو کر وہ رُکے رہے پھر کچھ عرصہ گزرا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے لئے تو انہوں نے اصحاب نبوی کو دیکھا کہ دین کی سمجھ میں خوب ماہر ہو گئے ہیں اور وہ بہت سے مشروبات اور علم دین سے پیچھے یا محروم رہ گئے ہیں تو انہوں نے اس محرومی کو بشدت محسوس کیا اور اپنے بیوی بچوں کو سزا دینا چاہی کہ انہوں نے انہیں کیوں روک رکھا یا وہ ہمارے مانع کیوں ہوئے اور اس امر کا ارادہ کیا کہ ان کا خرچہ بند کر دیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں درگزر اور معافی کی تلقین کی گئی۔ ترمذی نے اسے روایت کیا اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی روایت کی ہے۔ اور عطاء کا قول ہے کہ یہ آیت عون بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں غزوہ (جنگ) میں شرکت کا ارادہ رکھتے تھے مگر ان کے اہل و عیال جمع ہوئے اور ان کی باتوں نے جیسا اوپر گزرا انہیں روک رکھا پھر وہ نادام ہوئے اور انہیں سزا دینا چاہی کہ ان کی وجہ سے وہ مشروبات وغیرہ سے پیچھے رہ گئے یا محروم ہو گئے۔

رِیَآئِیْہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ
لِے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں۔

ای ان بعضهم كذلك فمن الأزواج ازواجیعا دین بعولتہن وینخاصمنہم
وینجلین علیہم ومن الاولاد یعادون آباءہم وینقونہم وینجی عنہم الغصص والاذی
وقد شاهدنا من الأزواج من قتلت زوجها ومن افسدت عقلہ باطعام بعض المفسدات

للعقل ومن حسرت قارورة عرضه ومن مزقت كيس ماله .

یعنی ان میں سے بعض تو حقیقتاً اسی طرح ہیں تو ازواج میں سے بعض بیبیاں ایسی ہیں جو اپنے شوہر سے بولنے میں تجاوز کرتی ہے یا دشمنی یا ظلم کرتی ہیں اور ان سے لڑتی جھگڑتی ہیں اور ان کو دھمکاتی ہیں یا شور مچا کر ان پر لوگوں کو جمع کر لیتیں ہیں اور اولاد میں سے بعض اولاد ایسی ہے کہ اپنے باپوں پر زیارتی یا ظلم کرتے ہیں (یا گستاخی کرتے ہیں) اور ان کی نافرمانی کرتے ہیں (یا انہیں چھوڑ دیتے ہیں) اور انہیں غم و اندوہ کے اچھولگانے والے گھونٹ پلاتے ہیں اور ہم نے عورتوں میں سے بعض کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے شوہروں کو قتل کر ڈالا اور بعض نے ان کی دولت کے ذریعے جو پاگل بنا دیں شوہروں کو قاتل العقل (پاگل) بنا دیا اور بعض نے ان کی آبرو کے آگینے کو پاش پاش کر دیا اور بعض نے ان کی دولت برباد کر دی . ایک قول یہ ہے کہ اس لیے دشمن ہیں کہ وہ ہمیں افعال خیر سے روکتے ہیں یا ان کی وجہ سے نیکی سے باز رہتے ہو . یہاں من تبعیضہ ہے اور سب کو شامل نہیں یعنی ساری بیبیاں اور ساری اولاد ایک جیسی نہیں .

(فَاَحْذَرُھُمْ ج) تو ان سے احتیاط رکھو . ہم کی ضمیر عدد کے لیے ہے اور اس کا اطلاق جمع پر ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ کا قول ہے ”فَاَنْهَمُ عَدُوْلِي“ تو ضروری ہے کہ سب سے احتیاط چاہیے خواہ بیبیاں ہوں یا اولاد . اور لازم ہے کہ ان کہنے میں اگر یا ان کی باتوں وغیرہ سے مرعوب و مغلوب ہو کر امور خیر سے نہ رک جاؤ اور ان کی محبت نیکی کی راہوں میں آٹے نہ آئے . اور ان کی وجہ سے یا ان کے شر سے غافل نہ رہو .

(وَ اِنْ تَعَفَوْا) اور اگر معاف کرو . عن ذنوبہم القابلة للعفو بان تكون متعلقة بامور الدنیا و بامور الدین لکن مقارنتہ للتوبة بان لم تعاقبوا ہم علیہا یعنی ان کے وہ گناہ معاف کرو جو بخشش کے قابل ہوں خواہ وہ دنیاوی سے متعلق ہوں یا دینی امور سے البتہ توبہ کے لائق ہوں تو تم ان پر ان کا تعاقب نہ کرو . (پچھے نہ پڑو)

(وَتَصْفَحُوا) اور درگزر کرو . تعرضوا بقرائن التشريب والتعبیہ . اور تم ملامت کے بغیر اور آزمائش (پرکھنے) یا بغیر وضاحت چاہے ان سے چشم پوشی کرو (جانب سے دھوڑو)

رَوْعَفُ وَا) اور بخش دو۔ تستر و ہا باخفاثا و تمہید معذرتہم فیہا۔ تم ان کی لغزشوں کو چھپاتے ہوئے اور اس بارے میں ان کی معذرت خواہی وغیرہ سے صرف نظر کر کے ان کو معاف کر دو یا پڑھو پڑھی کرو۔

رَفَانُ اللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝) تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ جواب کا قائم مقام ہے والمراد یعاملکم بمثل ما عملتم ویتفضل علیکم او مراد یہ ہے کہ تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا جیسا تم معاملہ کرو گے اور یہ کہ تم پر لطف و کرم فرمائے گا اس لیے کہ وہ یعنی حق سبحانہ، و تعالیٰ غانت درجہ مہربان اور معاف فرماتا ہے

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ

فِتْنَةٌ ۝ وَاللّٰهُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ

عَظِیْمٌ ۝

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ۝) تمہارے مال اور تمہارے بچے جالچ

ہی ہیں۔ ای بلاء و محنت و یتوب علیہم الوقوع فی الالثم والشدائد الدنیویۃ وغیر ذلک

وفی الحدیث ”یوتی برجل یوم القیامۃ قیقال: اکل عیالہ حسنتہ“، وعن بعض

السلف العیال سوس الطاعات ۝

یعنی آزمائش اور امتحان ہے اور (انہی کی وجہ سے) گناہوں کا اور دنیاوی سختیوں

(پریشانیوں) وغیرہ کا وقوع ہونا ہے مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد کی وجہ سے بندہ گناہوں میں

مبتلا ہو جاتا ہے اور اطاعت الہی سے باز رہتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ بروز حشر ایک

شخص کو لایا جائے گا تو کہا جائے گا ”اس کے خیال (کہنے) نے اس کی نیکیاں کھالیں“، اور بعض

سلف سے مذکور ہے کہ کنبہ نیکیوں کے درخت کا گھن ہے (جس طرح گھن لکڑی کو کھا جاتا ہے

یونہی بال بچے نیکیاں اکارت کر دیتے ہیں)۔ اور ایک قول ہے کہ جب تمہارے لیے ہجرت اور

جہاد فی سبیل اللہ ممکن ہو (تمہیں موقع مل رہا ہو) تو تمہیں ان دونوں امور سے مال اور اولاد

کی محبت فتنے میں نہ ڈال دے کہ تم ان کی وجہ سے باز رہو اور کشف میں ہے کہ مال اولاد کی طرف

میلان کا فتنہ (آزمائش) عقوبت (سزا) اور گناہ کے علاوہ ہے۔ یعنی یہ میلان (بشرطیکہ نیکی

سے مانع ہو) فی نفسہ گناہ اور مستوجب سزا ہے اور اس کے علاوہ ایک آزمائش ہے۔ اور مال کا بطور تقدیم کے ذکر اس لیے ہے کہ بلاشبہ یہ عظیم فتنہ ہے اللہ کا ارشاد ہے ”کلا وان الانسان لیطغی ان ساء استغنی“ ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی (مالدار) سمجھ لیا۔ اور احمد، طبرانی، حاکم، ترمذی نے یا فاذہ تصحیح کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ان لكل امة فتنه وان فتنه امتی المال“، بے شک ہر امت کے لیے پرکھ (آزمائش تھی) اور میری امت کے لیے فتنہ جانچ مال ہے۔ اور اس آیت میں کسی کا استثنیٰ نہیں جبکہ کچھ آیت میں من تبعنی فہو منی تھا مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد سب کے لیے امتحان ہیں اور سب کا میلان ان کی طرف ہوتا ہے خواہ وہ امور خیر سے مانع ہوں یا نہ ہوں۔ احمد ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ گر خطبہ فرماتے تھے کہ شہزادگان اپنی سبطین پیغمبر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لڑکھڑاتے قدموں میں حاضر ہوئے زچپن میں جب ابھی چلنا آیا ہی تھا اور دونوں شہزادوں پر سرخ دھاریدار پوشاکیں تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے اور ہر ایک کو اپنے بازوؤں میں الگ الگ اٹھالیا پھر رونق افروز منبر ہوئے تو فرمایا حق سبحانہ، وتعلیٰ نے بھیج فرمایا کہ تمہارے مال اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں ان بچوں کو دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا کہ میں نے خطبہ چھوڑا اور ان دونوں کی طرف بڑھ گیا، اور ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ شیطان کو ہلاک کرے بے شک اولاد کڑی آزمائش ہے ذات باری کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مادریثانی نزلت عن منبری، مجھ سے نہ رہا گیا اور میں اپنے منبر سے اتر پڑا۔

(وَاللّٰهُ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِيْمٌ) اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

من آثر محبة الله تعالى وطاعته على محبة الاموال واولاد والسعي في مصالحهم على وجه يغفل ذلك یعنی اس شخص کے لیے جس کو اموال و اولاد کی محبت اور ان کے مصالح میں بھگ دوڑ اللہ کی محبت اور اس کی فرماں برداری پر غالب نہ آئے اور وہ طاعت حق میں مشغول رہے تو ایسے شخص کے لیے اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے اور جو ایسا نہ کرے وہ ثواب عظیم سے محروم ہو گیا۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا
وَاطِيعُوا وَأَلْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ
وَمَنْ يُؤْتَ شَيْئًا لِّنَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمَفْضُحُونَ .
فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور
فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں
خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے
لاپچ سے بچا یا گیا تو وہی فلاح پاگوالے ہیں۔

ای ابدلوا فی تقواہ عز وجل جہد کم و طاعتکم یعنی اپنی وسعت و طاقت
کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرو یا اللہ سے تقویٰ رکھنے میں اپنی پوری ہمت و کوشش صرف
کرو۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت مد اتقوا اللہ
حق تقاتہ،، نازل ہوئی تو لوگوں کو عمل میں شدت و دشواری ہوئی اور لوگوں نے یہ آیت
مسلمانوں کے لیے بطور تحفیف نازل فرمائی اور لوگوں کی دشواری آسانی سے بدل گئی اور پہلا
حکم منسوخ ہو گیا، مجاہد کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد ہے کہ ”ان یطاع سبحانہ فلا
یعصی“ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طاعت و عبادت بجالاؤ اور نافرمانی نہ کرو تاہم مجبور کا مذہب یہی
ہے جو پیچھے گزرا اور بعض کا قول عدم نسخ ہے اور ان کے نزدیک یہ آیت حق تقاتہ کی تفسیر
و توضیح ہے اور حق تقاتہ سے مراد کامل خلوص اور للہیت ہے اور محض رضا الہی کا
حصول ہے۔ (وَاسْمَعُوا وَاطِيعُوا) اور فرمان سنو اور حکم مانو۔

مواظطہ تعالیٰ اوامرہ عز وجل و نواہیہ سبحانہ، حق تعالیٰ کی نصیحت، یا
جو اللہ عز وجل شانہ، نے حکم فرمایا اور جس شے سے منع فرمایا یعنی اللہ اور اس کے رسول
کے احکام بجالاؤ اور تسلیم خم کر دو۔

(وَإِلْفِقُوا) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ مما رزقکم فی الدجہ التي
امرکم بالانفاق فیہا خالصا لوجہہ جل شانہ۔

یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے اس طرح خرچ کرو جس طرح کہ تمہیں
خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خرچ فقط رضائے الہی کے حصول کے لیے ہو۔
(خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ) تم اپنے بھلے کو۔

یعنی خرچ کرو جو تمہارے لیے بھلائی کا موجب اور باعث منفعت ہے۔ اور ایک قول ہے کہ مال خرچ کرو جو تمہارے لیے مال و اولاد سے بڑھ کر نفع بخش ہے۔ اور یہاں خیر سے مراد مال بھی لیا گیا ہے۔

(وَمَنْ يَتَّقِ شَيْئًا نَفْسِهِ) اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچا لیا گیا۔
قاموس میں شُحُّ کا معنی بخل اور عرص ہے جو ہری کہتے ہیں شُحُّ کا معنی البخل مع الحرص، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، کا قول ہے شُحُّ کا معنی حرام مال کا حاصل کرنا ہے۔ آدمی کا نفس مال سے شدید محبت رکھتا ہے اور ایسی طمع آدمی کو خرچ سے مانع ہوتی ہے یعنی واضح مضمون یہ ہے کہ جو شخص اپنی جان کے لالچ سے بچا لیا اور اس نے نفس کی طمع کے باوجود اپنا مال اللہ و رسول کے فرمان کے موافق خرچ کیا تو ایسا شخص ہی کامیاب ہے۔
(فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

الغائزون بكل مرام یہی وہ لوگ ہیں جو ہر لحاظ سے کامیاب و کامران ہیں۔
اِنْ تَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے
يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ یہ اسے دو گے (دگنے) کر دیگا اور تمہیں
وَاللّٰهُ شَكُورٌ خَلِيمٌ بخش دیگا اور اللہ قدر فرمانی والا علم والا ہے۔
اِنْ تَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے۔

قرض حسنہ سے مراد ہے۔ ”مقربنا بالاخلاص و طیب النفس“، خلوص و نیک نیتی اور خوش دلی و رغبت سے خرچ کرنا، یعنی اگر تم اللہ کی راہ میں احکام شریعت کے مطابق حلال طیب مال خلوص و خوش دلی سے صدقہ دو گے۔ قرض اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوٹایا جائے اور اللہ کی راہ میں خرچ ہوا مال پورا پورا لوٹایا جائے گا جیسا کہ ارشاد ہے
”وَمَا تَنْفَقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّوفِ إِلَيْكُمْ“، تاہم واضح مضمون قرض کا یہ ہے کہ ایسا خرچ جس پر ثواب کی امید بھی رکھے یا نمود و ریا سے پاک خرچ کرنا ہے۔

(يُضَاعِفْهُ لَكُمْ) وہ تمہارے لیے اس کے دو گے کرے گا۔
یعنی بڑھا دے گا اور یہ بڑھوتری دو گنا تک محدود نہیں بلکہ دس گنا سے سات گنا

تک بھی ہو سکتی ہے۔ اور بغیر حساب کے بھی اور یہ بندے کے خلوص پر اور اللہ کے فضل و قبل پر مبنی ہے یُضْعِفُ کو یُضَعِّفُ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس مال (قرض حسنہ) کو بڑھاتا رہے گا۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ) اور تمہیں بخش دے گا۔

بیرصحتہ الا نفاق ما فرط منکم من بعض الذنوب۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت سے جو کچھ تم سے سرزد ہوا بعض انہیں سے گناہ معاف فرما دیئے جائیں گے۔

وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ) اور اللہ قدر فرمایا والا علم والا ہے۔

یعنی الجزیل بمقابلۃ التذلل القلیل یعنی اللہ کریم قدر فرمایا والا اور معمول کے بدلے اور مقابلے میں انتہائی (غیر معمولی) عطا فرمایا والا ہے اور علیم یعنی لا یعاجل بالعقوبة مع كثرة الذنوب، ایسا برو بار کریم ہے کہ باوجود گناہوں کی کثرت کے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا یعنی فوری گرفت نہیں فرماتا بلکہ موقعہ عطا فرماتا ہے کہ توبہ کر سکے اور رجوع الی اللہ کرے۔

عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ) ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا عزت والا حکمت والا۔

(عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ) ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا۔
لا یخفی علیہ سبجانہ شیء یعنی اللہ پر کوئی بھی شے چھپی نہیں۔ اللہ کو سب معلوم
(الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) عزت والا حکمت والا۔
المبالغ فی القدرة والحكمة

قدرت و حکمت میں انتہائی کامل ہے، ہر شے پر غالب اور قادر ہے اور اس کی حکمت بے انتہا اور علم لامتناہی ہے اس آیت میں جو قرض حسنہ کے ذکر سے ان اسما جلیلہ پر مکمل ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے لیکن انفاق سے مراد میں اختلاف ہے کہ آیا ہے انفاق فی سبیل اللہ سے مراد قرض انفاق یعنی زکوٰۃ مراد ہے تاہم یہ واضح

ہے اور بعض کا قول ہے کہ مراد اتفاق صدقہ مندوب ہے اور بعض کے نزدیک یہ ہر قسم کے اتفاق فی سبیل اللہ کوشش مل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

آج تفسیر سورہ تغابن مکمل ہوئی۔

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ بمطابق ۳ اکتوبر ۱۹۹۷ء

سُورَةُ الطَّلَاقِ

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے اس سورۃ مبارکہ کا نام ”النسار القصری“
 (چھوٹی سورۃ النسار) مذکور ہے داود دی نے اس نام پر کراہت کا اظہار کیا ہے کہ میں القصری
 کہنے کو محفوظ نہیں سمجھتا اور یہ کہ قرآنی سورتوں میں سے کسی کو قصری نہ کہا جائے اور نہ ہی صغریٰ
 کہا جائے ابن حجر نے داود دی کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسا کہنا (قصری) صغریٰ کا انکار کرنا
 احادیث ثابتہ سے مردود ہے اور غیر مستند ہے کیونکہ قہر و طول امر سببی ہے اور بخاری میں زید
 بن ثابت سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا طولی الطولین رد و لمبی سورتوں میں سے لمبی سورۃ
 اور اس سے مراد سورۃ الاعراف لیا، یہ سورۃ مبارکہ بالاتفاق مدنی ہے اور اس میں دو رکوع
 اور بارہ آیتیں البتہ بھری قہر کے نزدیک آیتوں کی گنتی گیارہ ہے یعنی وہ بارہویں آیت کو
 الگ قرار نہیں دیتے۔ گزشتہ سورۃ مبارکہ میں ذکر گزرا کہ بے شک تمہاری کچھ بیبیاں اور
 بچے تمہارے دشمن ہیں اور عداوت کا منطقی نتیجہ طلاق ہوتا ہے یعنی علیحدگی لہذا اس سورۃ
 مبارکہ میں اسی مضمون سے متعلق طلاق (علیحدگی) کا ذکر ہے لہذا ان دونوں میں خوب مطابقت ہے۔

سورۃ طلاق مدنیۃ

اس سورۃ میں دو رکوع۔ بارہ آیتیں اور دو سو انچاس کلمے اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ طلاق پڑھو

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ
 اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی

لَعِدَّتْهُمْ وَأَخْصُوا الْعِدَّةَ وَ
اتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُمْ
مِنْ بُيُوتِهِمْ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ
يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ
وَبَلَدُكَ حَدُودُ اللَّهِ ط وَمَنْ يَتَعَدَّ
حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط
لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ
ذَلِكَ أَمْرًا

فَإِذَا بَلَغَ آجِلُهُمْ فَأَمْسِكُوهُمْ بِمَعْرُوفٍ
أَوْ فَارِقُوهُمْ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا
دَوْنِي عَدْلٍ مِنْكُمْ وَاقِيمُوا الشَّهَادَةَ
بِلِلَّهِ مِنْ ذَلِكَ بَعْضُهَا مَنْ كَانَتْ
يُومِنُ يَا لِلَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط
مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ
إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ط قَدْ جَعَلَ اللَّهُ
لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

وَالَّذِي يُلْقِي مِنَ الْمِحْضِ مَنْ
نَسَا نَكْرَانِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتْهُمْ
ثَلَاثَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ
فَأُولَئِكَ الْاِحْتَالِ آجِلُهُمْ أَنْ يَضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهُ سَبِيلًا

عدت کے وقت پر انہیں طلاق دواور عدت
کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت
میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ
نکلیں مگر یہ کہ کوئی مرتج بے حیائی کی بات لائیں اور
یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے
بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں
نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا
حکم بھیجے۔

توجیب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے کو ہوں تو انہیں
بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا
کر دو اور اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کر لو اور اللہ کے
لیے گواہی قائم کر دو اس سے نصیحت فرمائی جاتی
ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔
اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات
کی راہ نکال دے گا۔

اور اسے وہاں سے رزق دیگا جہاں اس کا گمان نہ
ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے
بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے
شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ تھی
اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے
اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حمل دایلوں کی
میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں اور جو اللہ سے ڈرے
اللہ کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو
اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور
اسے بڑا ثواب دیگا۔

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت
بھرا اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں
ہوں تو انہیں نان و نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ
پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو
انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر
مشورہ کرو پھر اگر یا تم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے
اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

مقدر والا اپنے مقدر کے قابل نفقہ دے اور جس
پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ
دے جو اسے اللہ نے دیا اللہ کسی جان پر بوجھ
نہیں رکھتا مگر اسی قابل قہنا اسے دیا ہے قریب
ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے۔

ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرَاهُ

أَسْكَنْتُمُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ
وَجَدَكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِنُفْسَيْكُمْ
وَأَنْ كُنَّ أُولَاتٍ حُمْلٍ فَأَلْفَقُوا
عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ
لَكُمْ فَأْتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ وَأَنْتُمْ مُبِينُونَ
بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاَسَ رُءُوسُكُمْ فَسُتْرُفِعْ
لَهُنَّ أَخْوَاهُ

يُتَّفِقُ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ
قَدَّرَ عَلَيْكَ رِزْقًا فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاكَ
اللَّهُ وَلَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا
سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ
يُسْرًا

حل لغات رکوع اول سورۃ طلاق پ ۲۸

یَا یٰہٰا۔ اے	النَّبِیُّ نَبِی	اِذَا حَب	طَلَّقْتُمْ طَلَّاقِ دُتْم
النِّسَاءُ عورتوں کو	فَطَلَّقُوْهُ لَوْ طَلَّاقِ دُو	هُنَّ۔ ان کو	لَعِنْتُمْ نِهْن۔ انکی عدت پر
و۔ اور	اَحْصَا۔ گنتے رہو	الْعِدَّةَ۔ انکی عدت کو	و۔ اور
اتَّقُوا۔ ڈرو	اللَّهُ۔ اللہ سے	ذَبَّكُمْ جو تمہارا رب ہے	لَا۔ نہ
فَخْرِجُوْهُ نِکالو	هُنَّ۔ ان کو	مِنْ بَیْوتِهِنَّ۔ ان کے گھروں سے	
و۔ اور	لَا۔ نہ	مُخْرَجْنَ۔ نکلیں	اِلَّا۔ مگر

تھا یہ کہ	یَا یٰتِیْنِ اَیُّیْنَ	بِقِلَاحَتِہٖ بِجِیَانِی	مِیْنَسْتِہٖ کھلی کو
وہ	بَلَاکَ یہ ہیں	حُدُودِ حدیں	اللہ۔ اللہ کی
وہ اور	مَنْ جو	یَمَعْدُ۔ گزر جائے	حُدُودِ حدیں
اللہ۔ اللہ کی	قَدْ تو بیشک	ظَلَمَ ظلم کیا اس نے	نَفْسُہٗ اپنی جان پر
لا نہیں	تَدْرِی جانتا تو	لَعَلَّ شاید	اللہ۔ اللہ
مِیْنَسْتِہٖ۔ پید کر دے	بَعْدَ بعد	ذَلَاکَ اس کے	اَمْرًا کوئی اور کام
فَاذَا پھر جب	بَلَعْنَ پہنچ جائیں	اَحْلَمْنَ اپنی عدت کو	فَاَمْسِکُوْا تو روک لو
ہُنَّ ان کو	بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے	اَوْ یا	فَلَوْ تَوَجَّھُوْا
ہُنَّ ان کو	بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے	وہ اور	اَشْہِدُوْا گواہ بناؤ
قُوْیَ خود	عَدَلِ انصاف والے	مَنْکُمْ مسلمان	وہ اور
اَیُّوْا خاتم کرو	الشَّہَادۃ شہادت	لِللّٰہِ اللہ کے لیے	ذَلَمَ یہ
یوعظ نصیحت کیا جاتا ہے بس اس سے	یَوْمَ اِیْمَان رکھتا	مَنْ جو	کان ہے
مَنْ اِیْمَان رکھتا	بِاللّٰہِ اللہ	وہ اور	الیوم دن
الْاٰخِرَ پچھلے پر	وہ اور	مَنْ جو	بِیَقِیْنِ ڈرنے
اللہ۔ اللہ سے	یَجْعَلُ بنائے گا	لہ اس کے لیے	مَنْجَا کشادگی
وہ اور	یَرْزُقُہٗ رزق دے گا اس کو	مَنْ حِیْثُ جہاں سے	لا نہیں
مَحْتَسِبِ خیال کرتا	وہ اور	مَنْ جو	یَتَوَكَّلُ بھروسہ کرے
علی اوپر	اللہ۔ اللہ کے	فہو تو وہ	حِسْبَ کافی ہے اس کو
ان بیشک	اللہ۔ اللہ	بِالْخِ پیچھے والا ہے	اَمْرًا اپنے کام کو
قد بیشک	جعل بنایا	اللہ۔ اللہ نے	لِکُلِّ واسطے ہر
شئ چیز کے	قَدَرًا ایک اندازہ	وہ اور	اَلْاَمْرَ وہ عورتیں جو
یُشْنَ سالیوس ہوں	مَنْ لِمَنْ جیفس سے	مَنْ فِیْہِمْ تمہاری عورتوں سے	مَنْ فِیْہِمْ
ان اگر	اَوْتَبِعْتُمْ تمہیں شک ہو	فَعَدَّتْہُمْ تو ان کی عدت	ثَلَاثَ تین
اشہر جہینے ہے	وہ اور	اَلْاَمْرَ وہ جو ابھی	لہ نہیں
مِیْنَسْتِہٖ کوئی نہیں	وہ اور	اُولَاتِ الاحْصَاۃ عمل والی عورتیں	اولات الاحمال

اجلہن انکی عدت	ان۔ یہ ہے کہ	یعنہن جن لیں	حملہن۔ اپنا حمل
و۔ اور	من جو	یتق۔ ڈرے	اللہ۔ اللہ سے
یجعل۔ بنائے گا	لہ۔ اسکے لیے	من امر کام	کا۔ اس کے ہیں
یسرا۔ آسانی	ذلک۔ یہ	امر حکم ہے	اللہ۔ اللہ کا
انزلہ۔ اتارا اسکو	الیکم۔ تمہاری طرف	و۔ اور	من جو
یتق۔ ڈرے	اللہ۔ اللہ سے	یکفر۔ دور کرے گا	عنه۔ اس سے
سبأۃ۔ اسکے گناہ	و۔ اور	یعظم۔ بڑا کرے گا	لہ۔ اسکے لیے
اجوا۔ اجر	اسکو رکھو	هن۔ ان کو	من حیث۔ جہاں
سکنتم۔ رہو تم	من وجد طاقت	کو۔ اپنی کے مطابق	و۔ اور
لادنہ	تضاد و تکلیف دو	هن۔ ان کو	لتضیقوا کہ تنگی کرو
علیہن۔ ان پر	و۔ اور	ان۔ اگر	کن۔ ہوں وہ
اولات حمل۔ حمل والیاں تو		فانفقوا۔ خرچ کرو	علیہن۔ ان پر
حتی۔ یہاں تک کہ	یعنہن۔ اتاریں وہ	حملہن۔ اپنا حمل	فان۔ پھر اگر
ارضعن۔ دودھ پلائیں	لکم۔ تمہارے لیے	فاقو۔ تو دو	هن۔ ان کو
اجرو۔ اجرت	هن۔ ان کی	و۔ اور	اتمروا۔ مشورہ کرو
بینکم۔ آپس میں	بمعروف۔ اچھے طریقے سے	و۔ اور	ان۔ اگر
تعاشرتم۔ تم آپس میں مضائقہ کرو		فسترضع۔ تو جلد ہی دودھ پلا دے گی	
لہ۔ اس کے لیے	اخری۔ کوئی دوسری	لینفق۔ چاہئے کہ خرچ کریں	ذو۔ صاحب
سعة۔ وسعت	من سعة۔ اپنی فراخی سے	و۔ اور	من جو کہ
قد رتنگ ہوا	علیہ۔ اس پر	رزقہ۔ رزق اسکا	فلینفق۔ تو وہ خرچ کرے
مما اس سے کہ	اتہ۔ دیا اس کو	اللہ۔ اللہ نے	لا۔ نہیں
یکلف۔ تکلیف دیتا	اللہ۔ اللہ	نفسا۔ کسی آدمی کو	الا۔ مگر
ما جو	ایشہا۔ دیا اسکو	سیجعل۔ جلدی کرے گا	اللہ۔ اللہ
بعد۔ بعد	عسری۔ تنگی کے	یسرا۔ آسانی	

مختصر تفسیر اردو سورة الطلاق رکوع اول پ ۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ
فَطَلَّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ
وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ
مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ
يَأْتِيَنَّ بِمَا حِشَّةٍ مُّبِينَةٍ طَوْلَكَ
حَدُّهُ وَاللَّهُ طَوْلُ مَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ
اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط لَا تَدْرِي
يَعْلَى اللَّهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أُمُورًا

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو
ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو
اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب
اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے
گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں
مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات
لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو
اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک
اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم
شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ
خص النداء به صلى الله عليه وآله وسلم وعم الخطاب بالحكم لان النبي عليه
الصلوة والسلام امام امته كما يقال لو نيس القوم وكبيرهم: يا فلان
افعلوا كيت وكيت اظهار التقدم واعتبار لترؤسه
یہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی خطاب ہے اور خطاب وندار سے
مراد حکم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے امام ہیں اور جس طرح قوم کے
امام اور ان کے بزرگ کو کہا جاتا ہے کہ اے فلاں تم اس طرح کرو اور ایسا اس کی مقتدا
کے اظہار کے لیے اور اس کی سرداری کے اعتبار سے ہوتا ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو خطاب ساری امت کو بھی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلند مرتبت والے محبوب

اپنی امت کو فرما دیجیے۔ ایک قول ہے کہ یہاں خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور زنادار کے ہے اور طلقتم میں جمع کی ضمیر آپ کی تعظیم کے لیے ہے اگرچہ آپ مخاطب ہیں لیکن حکم عام اور سب کو شامل ہے۔ واضح معنوم یوں ہوگا کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو یا طلاق دو۔

(فَطَلَّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ) تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔

ای لا استقبال عدتہن۔ یعنی وہ عورتیں جن کو طلاق دو طلاق کے بعد عدت کا استقبال (شروع) کریں یہ معنی اس تقدیر پر ہوں گے جب لام کا تعلق محذوف لفظ سے ہو۔ شوافع کے نزدیک لعدتہن میں لام توقیت کے لیے ہے یعنی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو، احناف کے نزدیک یہ لام توقیت کے لیے نہیں بلکہ لام عاقبت ہے بخاری و مسلم میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر شدید ناراض ہوئے اور اس بی بی کو لوٹانے کا حکم دیا اور فرمایا حیض کے ایام ختم ہونے تک روکے رکھو کہ پاک ہو جائے پھر حین آئے اور یہاں تک کہ پاک ہو جائے اس کے بعد اگر طلاق کا ارادہ ہو تو ایسے طہر میں جس میں وطی نہ کی ہو طلاق دے یہ وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے فرمایا ہے۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بحالت حیض اور جس طہر میں وطی کی ہو طلاق دینا حرام ہے۔ شوافع کے نزدیک عدت کا شمار طہر سے ہوگا اور حیض سے شمار نہ ہوگا جب کہ احناف کے نزدیک حیض میں طلاق ہو جاتی ہے اور عدت کی گنتی طہر سے صحیح نہیں۔ ان کے نزدیک لازم کا یہ مفہوم فی وقت عدتہن لینا اگر مانا جائے تو عدت کی طلاق پر تقدیم یا دونوں کا ایک ہی وقت میں ہونا لازم آتا ہے اور آیت کا مقتضی یہی ہے لہذا یہ مفہوم درست نہیں بلکہ لام تعصیت بمعنی نتیجہ ہے یعنی طلاق کے بعد عدت کا استقبال کریں۔ سورۃ بقرہ میں قرور کی بحث میں کہ اس سے مراد حیض ہے یا طہر تفصیل گزر چکی ہے تاہم احناف کے نزدیک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ لعدتہن سے مراد طلاق کا وقت ہے یعنی وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے یعنی بحالت طہر اور رہی وہ عدت جو طلاق کے بعد ہے تو وہ حیض سے شمار ہوگی اور یونہی

اگر حیض کی حالت میں طلاق دیدی جو کہ سخت حرام ہے لیکن طلاق ہو جائے گی اگرچہ دینے والا گناہگار ہوگا۔ اس آیت میں عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو مدخول بہا ہیں یعنی شوہر ان سے وطی کرچکے ہوں حاملہ نہ ہوں اور نہ ہی آئسہ یعنی وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں گی (پوڑھی ہو گئی ہوں) یا حیض بند ہو چکا ہو) یا ایسی صغیرہ ہو کہ جو وطی کے قابل نہ ہوں (کسن ہوں) اور جس عورت سے شوہر نے وطی نہ کی ہو اس پر عدت ہی نہیں عیز مدخول بہا کو حیض میں طلاق دینا درست ہے نابالغہ صغیرہ کسن کہ ابھی حیض شروع ہی نہیں ہوا وطی سے پہلے یا وطی کے بعد طلاق دینا درست ہے اور آئسہ کو بھی بعد وطی طلاق دینا صحیح ہے۔

(وَاحْصُوا الْعِدَّةَ) اور عدت کا شمار رکھو۔ واضبطوها واصكلوها ثلاثہ قروہ كوامل۔ اور اسے (عدت) کو یاد رکھو اور پورے تین حیض مکمل کر کے لمبے پورا کر دیا دو شمار رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عدت گزرنے کے بعد رجوع کر لو یا انقضائے عدت سے پہلے ہی کوئی عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے کہ دونوں صورتیں احکام شرعی کے مخالف اور ناجائز ہیں۔ یہاں مراد وہ مدخول بہا عورتیں ہی ہیں جن کی عدت حیض سے شمار ہوگی۔ (وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ) اور اپنے رب اللہ سے ڈرو۔

فِي تَطْوِيلِ الْعِدَّةِ عَلَيْهِنَ وَالْإِخْرَارِ بِهِنَ۔ یعنی ان عورتوں (مطلقہ عورتوں) کی عدت کو لمبا کرنے اور انہیں تکلیف و ایذا رسانی سے پرہیز کرو اور اپنے پروردگار سے اس معاملے میں ڈرو۔ (لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بَيْوتِهِنَّ) (عدت میں ان کو گھروں سے نہ نکالو۔

مَنْ سَاكَنَهُنَّ عِنْدَ الطَّلَاقِ إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهُنَّ

یعنی طلاق کے بعد اپنے گھروں (شوہروں کے گھروں) سے نہ نکالی جائیں یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے خواہ عورت کو طلاق رجعی ہو یا بائسنہ، صہن کی ضمیر سے واضح ہے کہ شوہر کے گھر کی سکونت پر ان عورتوں کا مکمل استحقاق ہے۔ (وَلَا يَخْرُجْنَ) اور نہ وہ آپ نکلیں۔

یعنی مطلقہ عورتیں خواہ طلاق رجعی ہو یا بائسنہ خود بھی اپنے گھروں سے نہ نکلیں کہ ان گھروں میں رہنا ان کا شرعی حق ہے جس کی تاکید کی گئی ہے اور وہ اذین سے ساقط نہیں

ہو سکتا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک انتہائی مجبوری اور ضرورت ہو تو باہر نکل سکتی ہے کیونکہ ضرورت ممانعت کو مباح کر دیتی ہے۔ تاہم ایسا دن میں تو ہو سکتا ہے لیکن رات کو بالاتفاق ناجائز ہے۔

(الْأَنْ تَاتَيْنِ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ط) مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ اسی ظاہر ہے نفس الخروج قبل انقضاء العدة کما اخرجہ عبد الرزاق وغیرہ اس سے ظاہر ہے کہ اس صورت میں مطلقہ عورتوں کو عدت گزرنے سے قبل نکالنا جائز ہے جیسا کہ عبد الرزاق اور دیگر اصحاب نے نقل کیا ہے۔ لفظ الا بمعنی الی غایت کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر وہ واضح طور پر یا بر ملا بے حیائی کی مرتکب ہوں تو گھروں سے نکالنا درست ہے۔ قتادہ، حسن، شعبی، ضحاک، عکرمہ، حماد، لیث اور زید بن اسلم ^{رضی اللہ عنہما} سے مروی ہے کہ ”فاحشہ مبینہ“ سے مراد زنا بدکاری ہے ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی ارشاد ہے۔ تاہم بعض محققین کا فرمانا ہے ”هو راجع الی لکل ما یوجب حداً من زنا و سرقہ او غیرہما“۔ یہ حکم ہر اس بات پر لاگو ہوتا ہے جس پر حد واجب ہوتی ہے زنا اور چوری کے ان دونوں کے علاوہ ایسے امور۔ تو ان صورتوں میں نکالنا درست ہے۔ اگر عورت فحش بکے او گھروں سے زبان درازی کرے تو بھی نکال سکتا ہے۔ اور یونہی اگر شوہر بدچلن ہو اور مطلقہ بائٹہ اور اس کے شوہر کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو تو مرد کو اولیٰ یہ ہے کہ وہ مکان سے چلا جائے اور اگر نہ جائے تو عورت کو نکالنا جائز ہے۔

(وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔

ای تلک الاحکام الجلیلة الشان یعنی جو بیان گزرا اس کی طرف اشارہ ہے یعنی احکام جو جلالت شان و عظمت والے ہیں الی عینہا العبادہ عزوجل جو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل شانہ نے اپنے بندوں کے لیے متعین و مقرر فرمائے ہیں۔

(وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ) اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے

ای حدودہ تعالیٰ المذکورۃ یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا یا ان میں کسی طرح کی مداخلت کرے گا یا ان کی رعایت میں کوتاہی کریگا۔

(فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ) بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔
ای اضر بہا کما قال شیخ الاسلام ونقل عن بعض التفسیر الظالم تبعضیہا
للعقاب وتعقبہ بِأَنَّهُ یاباہ قولہ سبحانہ۔

یعنی اس کی وجہ سے ضرر اٹھائیگا جیسا کہ شیخ الاسلام کا قول ہے اور بعض تفسیر
میں ظالم سے بطور تعریفیں سزا کے لیے مستحق ہونا مراد لیا گیا ہے کہ وہ حدود سے تجاوز کی
وجہ سے سمیع فرمان عز وجل شانہ کے انکار اور نہ ماننے کی وجہ سے مستوجب سزا ہوگا یعنی
اس کا ایسا کرنا گویا خود کو عذاب کے لیے پیش کرتا ہے۔

(لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا) تمہیں نہیں معلوم شاید
اللہ اس کے بعد کو نیا حکم بھیجے۔

— (لا تدري) والخطاب في المتعدى بطريق الالتفات لمزيد الاهتمام
بالزجر عن التعدى كاللبنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما قیل، فالمعنی من تعدی
حدود اللہ تعالیٰ فقد عرض نفسه للضرر فانک لا تدري ايها المتعدی عاقبة الامر
(لعل اللہ) تعالیٰ يحدث في قلبك (بعد ذلك) الذي فعلت من التعدى (امراً)
يقتضى خلاف ما فعلته فيكون بدل بغضها محبة وبدل الاعراض عنها اقبالاً اليها
ولا يتسنى تلافیه برجعة او استئناف نکاح۔

لا تدري (تمہیں نہیں معلوم) کے خطاب میں متعدی (حدود سے تجاوز کر نیوالے)
کے لیے تعدی (حدود سے تجاوز کرنا) کے بارے میں زیادہ اہتمام کے ساتھ سختی
(سزا) کی طرف خوب توجہ دلائی گئی ہے اور اس خطاب کا تعلق سرور دو عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے نہیں جیسا کہ گزرا تو معنی یہ ہوں گے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے
بڑھے گا تو گویا وہ خود کو ضرر (نقصان سزا) کے لیے پیش کرتا ہے تو اے حد سے بڑھنے
والے (ظالم) تجھے معلوم نہیں کہ معاملہ (طلاق) کا انجام کیا ہوگا (لعل اللہ۔ شاید اللہ) اس کے
بعد جو وہ بطور تعدی کر چکا (طلاق) بائنہ یا رجعی کے بعد، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کوئی
ایسی بات پیدا کرے جو اس امر کے مقتضی کے خلاف ہو پس اس کی نفرت (اس عورت

مطلقہ سے) محبت سے بدل جائے اور اس مطلقہ عورت سے علیحدگی کا قبولیت (رجعت) سے بدلہ جائے اور اس کی تلافی رجعت یا نئے سرے سے نکاح سے خراب (بدبودار) نہ ہو واضح مفہوم یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مُطَلِّق طلاق بائنہ یا رجعی کے بعد پشیمان ہو یا مطلقہ عورت سے نفرت جو علیحدگی پر لے آئی تھی محبت سے بدل جائے اور وہ رجوع چاہے یا بصورت بائنہ تجدید نکاح چاہے تو عدت کے اندر ایسا کر سکے اور اگر اس نے عدت کی گنتی محفوظ نہ رکھی تو انقضائے عدت کے بعد پھر یہ معاملہ ختم ہو جائے گا لہذا عدت کا شمار رکھنا ضروری ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اٰجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
وَ اَشْهَدُوْا ذَوِي عَدْلٍ مِّنْكُمْ
وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ط ذٰلِكُمْ
يُوعِظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَنْ يَتَّقِ
يَجْعَلْ لّٰهُ مَخْرَجًا وَ
توجب وہ اپنی معیاد (عدت کی مدت) تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو اپنے میں دو ثقہ گواہ کر لو اور اللہ کے لیے کوہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔

(فَاِذَا بَلَغْنَ اٰجَلَهُنَّ) توجب تم وہ اپنی معیاد تک پہنچنے کو ہوں۔
شارفین آخر عدتہن یعنی جب مطلقہ عورتیں (رجعہ) اپنی عدت آخر ختم ہونے کے قریب ہوں۔

فَاَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ) تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو۔
ای فراموشی یعنی تم ان سے رجوع کر لو۔ بمعروف کا معنی ہے دستور کے موافق رجوع کرو اور تمہارے دل میں دوبارہ طلاق دینے کا خیال نہ ہو اور ان سے باہم ہنسی خوشی زندگی گزارنے کی خواہش ہو اور نہ ہی تکلیف پہنچانا مقصود ہو تو تمہیں رجعت کا اختیار ہے۔

(أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ) یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو۔

بایفاء الحق و اتقاء الفراق مثل ان یراجعہا ثم یطلقہا تطویلاً للعدة۔
اگر تم انہیں علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو ان کا حق ادا کرو (مہر ادا کرو) اور ایذا رسانی سے بچو جیسے کہ کوئی مطلقہ رجعیہ سے رجعت کر لے پھر اسے طلاق دیدے تاکہ اس کی عدت کا عرصہ لمبا ہو جائے۔ یعنی ان عورتوں کو پریشان نہ کرو۔ اگر حسن معاشرت و موافقت کے ساتھ بسر مطلوب نہیں تو تم انہیں بغیر پریشان کئے حسن سلوک اور مشرافت سے جدا کرو۔ اور ان کی راہ میں کوئی روکاوٹ پیدا نہ کرو۔

(وَأَشْهِدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِنْكُمْ) اور اپنے میں دو ثقہ گواہ کرو۔

عند الرجعة ان اخترتموها والفرقة ان اخترتموها تبیان الریبة
و قطعاً للنزاع، وهذا امر ندب تو مندوب ہے کہ خواہ تم ان عورتوں سے رجوع کرو
اور خواہ تم ان عورتوں سے جدائی کرو تو دو عادل گواہ بناؤ تاکہ شکوک و شبہات اور جھگڑا و
فاد سے محفوظ رہو اور یو نہی تہمت وغیرہ سے بھی بریت ہو، یہ دونوں گواہ فاسق نہ ہوں۔
یہاں گواہی کا حکم استحبابی ہے اور واجب نہیں اور علماء کا اس پر اتفاق ہے جب طلاق دینے
کے لیے شہادت ضروری نہیں تو رجوع کے لیے کیونکر واجب ہوگی۔ اس کی نظیر و اشہد و
اذا تبايعتم ہے کہ خرید و فروخت کے وقت گواہ بناؤ تو یہاں امر واجب کے لیے نہیں بلکہ
مستحب ہے۔

(وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ط) اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔

ای ایما الشہود عند الحاجة خالصاً لوجه الله یعنی خالص الشکی رضا جوئی
کے لیے گواہی دے جب اس کی ضرورت ہو یا اسے بلا جائے۔ کوئی فاسد عرض نہ ہو بلکہ
اظهر حق کے لیے ہو۔

(ذَلِكَ يَوْمَ عَظَمَ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط)

اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔
ای کہ نہ المنتفع بذلك یعنی اس شخص کو جو اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے والا ہو

اور وہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، واضح مفہوم ہے کہ نصیحت صرف مومن کے لیے نفع بخش ہے اور کفار تو بوجہ کفر سرے سے ہی نفع سے محروم ہیں بعض علماء نے اس ٹکڑے سے استدلال کیا ہے کہ کفار احکام و شرائع کے ساتھ مخاطب نہیں۔
 (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

قیل: المعنى من يتق الحرام يجعل له مخرجًا الى الحلال. ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہے جو حرام سے بچے گا اللہ اس کے لیے حلال راستہ نکال دیتا ہے ابو العالیہ کا قول ہے مخرجًا من الشدة الى الرخاء، تنگیوں سے آسانی کی راہیں نکال دیتا ہے اور ایک قول ہے من النار الى الجنة دوزخ سے جنت کی راہ نکال دے گا کلبی نے جو مصیبت کے وقت میں پرہیزگاری کرے اللہ اس کے لیے جنت کی راہ نکال دے گا۔ اسباب نزول میں یغوی سے منقول ہے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے خدمت نبوی میں گزارش کی کہ میرے بیٹے کو دشمن (کفار) پکڑ کر لے گئے ہیں اور میں محتاج ہوں تو ارشاد ہوا اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور صبر کرو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے ذکر کی کثرت کرو انہوں نے تعمیل ارشاد کی چند روز گزرے تھے کہ ان کا بیٹا دشمنوں کے کچھ اونٹ ہمارے کر آگیا اور دشمنوں کی غفلت سے اسے بھاگنے کا موقعہ میسر آگیا۔ ابو نعیم۔ ابو یعلیٰ اور الدیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بطریق عطاء روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا: مخرجًا من شہات الدنیا ومن غمرات الموت ومن شدائد یوم القیامۃ، جو اللہ سے ڈرے تو وہ دنیا کی خرابیوں (تنگیوں مصیبتوں) اور موت کی سختیوں اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات دیا گیا۔ احمد، حاکم بیہقی نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کو پڑھتے اور بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ وقف فرمایا پھر ارشاد فرمایا اے ابو ذر رضی اللہ عنہ لو ان الناس کلہم اخذوا بہا لکفتہم، اگر تم لوگ اس بات پر عمل کریں تو ان سب کو کفایت کرے اور ایک قول ہے کہ جو پرہیزگاری کرے گا اللہ اسے سزا سے محفوظ فرمائے گا۔

رَوِيَتْ رُقَّةُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط) اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ من الثواب یعنی ثواب دے گا غیب سے رزق دے گا تقویٰ سعادت دارین ہے۔ اور یہ اہل تقویٰ کے لیے وعدہ ہے میں بحوالہ بغوی تفصیل گزر چکی۔
 رَوَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ط) اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ ای کافیہ عزوجل فی جمیع امورہ یعنی اللہ تعالیٰ پر جو بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے تمام کاموں کے لیے اسکو کافی ہوگا یا اس کا کفیل ہوگا۔ احمد نے زہد میں وہب سے روایت کی ہے "يقول الرب تبارك وتعالى: اذا توكل على عبدی لوكا دته السموات والارض جعلت له من بين ذلك المنهج" رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ مجھ پر توکل (بھروسہ) کرتا ہے اگرچہ آسمان اور زمین اس پر گھیرا کریں تو میں اس کے درمیان سے اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دوں گا۔ ایک قول ہے کہ متوکلین کے لیے ذات باری دونوں جہانوں میں کافی ہے۔

دَانِ اللّٰهَ بِالْغُ اَمْرِهِ ط) بے شک اللہ اپنا کام پورا کر نیا لایا ہے۔

ای يبلغ ما يريدہ عزوجل ولا يفوته مراد یعنی حق سچا نہ، و تعالیٰ جس شے کو چاہتا ہے اسے پورا فرماتا ہے اور جو مراد مطلوب ہوتا ہے وہ اس سے فوت نہیں ہوتا۔ اسی نافذ امرہ عزوجل، یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ فرمادیتا ہے۔

وَقَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ط) بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ قدر بمعنی تقدیر ہے یعنی اندازہ اور تقدیر سے مراد اس شے کے وجود سے قبل ہونا ہے یا مراد ہے مقدار اُمن الزمان یعنی وقت کے لحاظ سے معیار۔ واضح مفہوم ہے کہ طلاق وعدت کا وقت اللہ کے مقررہ اندازہ کے مطابق ہے یا مراد یہ ہے کہ ہر شے ایک اندازہ کے موافق مقرر ہے تو اس تقدیر پر بات توکل سے متعلق ہے۔

وَإِلَىٰ يَلْتَسِنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ
 نِسَاءٍ بِكُمْ إِنْ أَرْتَبْتُمْ
 فَعِدَّتُمْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ لَا
 اور تمہاری عورتوں میں چلیں حیض کی امید
 نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت میں
 مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا او

حمل والیوں کی معیاد یہ ہے کہ وہ اپنا
حمل جن لیں، اور جو اللہ سے ڈرے
اللہ اس کے کام میں آسانی
فرمائے گا۔

وَالَّتِي لَمْ يَحِضْ طَوَّالَاتُ
الْأَحْمَالِ أَجْلُهُنَّ أَنْ تَضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ طَوَّالَاتُ يَتَّقِ اللَّهُ
يَجْعَلُ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا

(وَالَّتِي يَتَّقِي مِنَ الْمَحِضِ مِنْ نِسَاءِ بَيْتِكُمْ) اور تمہاری عورتوں میں جنہیں
حیض کی امید نہ رہی۔ ای حیض و قریٰ بیاسن۔ مضارعا۔ (من نساء بیکم)
لکیرہن وقد ربعہم سن الیاس بستین سنة وبعضہم بخمس وخمیس،
حیض سے مراد ہے حیض اور ”یسن“ کو مضارع، ”بیاسن“ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی وہ
عورتیں جو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہو گئی ہوں۔ بعض نے سن ایاس کا اندازہ
ساتھ برس اور بعض نے بچپن برس کہا ہے درست بات یہی ہے کہ جس عمر میں بھی حیض منقطع
ہو وہی سن ایاس (مایوسی کی عمر) ہے کیونکہ جہان میں عورتوں کی عادت مختلف اور متفرق ہے۔
(إِنْ إِرْتَبْتُمْ) اگر تمہیں کچھ شک ہو۔

ای إِنْ شَكَّكُمْ وَتَرَدَّدْتُمْ فِي عِدَّتِهِنَّ أَوْ إِنْ جَمَعْتُمْ عِدَّتِهِنَّ۔ یعنی اگر تمہیں شبہ و
شک ہو اور ان عورتوں کی عدت کے بارے میں تردد ہو یا تم ان عورتوں کی عدت کے بارے
میں نہ جانتے ہو یا بے خبر ہو عالم یا فاذہ تصیح نقل کیا ہے اور بیہقی نے سنن میں اور ایک جماعت
نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے جب سورة البقرہ میں عورتوں کی توعدت منکرہ گئی
میں آیت نازل ہوئی (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ) تو اہل مدینہ میں
سے بعض لوگوں نے کہا کہ بعض عورتوں کی توعدت باقی رہ گئی یعنی نازل نہ ہوئی اور قرآن میں
تصغیر السن (کم عمر والی عورتیں جنہیں ابھی حیض نہیں آیا) اور بوڑھی عورتیں جو پڑھاپے کی وجہ سے
حیض سے مایوس ہو چکیں یعنی انتہائی عمر کو رسن ایاس، کو پہنچ چکیں اور وہ حاملہ عورتوں کی عدت
بیان نہیں کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورة النساء القصصی (سورة الطلاق) کی یہ آیات نازل
فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک قوم نے جن میں سے ابی بن کعب اور خلا بن النعمان
تھے جب حق تعالیٰ کا قول ”وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ“ سنا تو عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بی بی کی عدت کتنی ہے جسے ابھی حیض نہیں آیا یا وہ بوڑھی ہو گئی (حیض منقطع ہو گیا) تو والی کس یس نازل ہوئی تو کسی نے کہا کہ حاملہ کی عدت کتنی ہے تو رواکات الاحمال، نازل ہوئی۔

(ان اربتم) کے بارے میں ایک قول ہے فی دم البالغات مبلغ الیاس اھودم حیض او استحاضة فقد تمین۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے جب نہیں بالغ عورتوں کے خون کے بارے میں جب وہ انتہائی عمر (سن ایس) کو پہنچ جائیں یہ تردد ہو کہ آیا یہ خون حیض ہے یا استحاضہ ہے تو ایسی عورتوں کی عدت کتنی ہوگی۔ حیض کی کم سے کم مقدار تین یوم اور زیادہ سے زیادہ دس روز ہے اگر خون ان دونوں مقداروں سے کم یا زیادہ ہو تو وہ حیض نہیں اگر دس روز سے بڑھ جائے تو استحاضہ ہے یعنی بیماری ہے جو ایک رگ کا خون ہے۔ زجاج اور مجاہد کا قول بھی اسی کے موافق ہے۔ (فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

یعنی آکر، صغیر اس کی عدت تین ماہ ہے۔

(وَالِیَّ لَمْ یَحْضِ ط) اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

والمراد باللائ لئ لم یحضن۔ الصغار اللاتی لئ لم یسلغن سن الحیض۔ اور باللائ لم یحضن سے مراد وہ کم سن عورتیں ہیں جو ابھی حیض کی عمر کو نہ پہنچیں خواہ ایسی عورتیں کم عمر، عمر کے اعتبار سے بالغ یا بلوغت کے قریب ہوں جب بھی ان کی عدت تین ماہ ہی ہوگی۔ یہ حکم تمام اقام عرہ (ازاد) عورتوں کے لیے ہے البتہ باندیوں پر اس کا اطلاق نہ ہوگا، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ باندی کی مکمل طلاق دو اور مکمل عدت دو حیض ہے یا ڈیڑھ ماہ ہے اور بعض نے کہا کہ دو ماہ میں عدت پوری ہوگی کیونکہ طلاق حیض پر تقسیم لاگو نہیں ہوتی۔ اگر طلاق شروع مہینے میں دی تو عدت کا شمار قمری مہینوں کے اعتبار سے ہوگا اور اگر مہینے کے درمیان کسی تاریخ کو طلاق دی تو عدت کا شمار دنوں سے ہوگا اور وقوع طلاق سے نوے روز گزرتے ہی عدت پوری ہو جائے گی۔

(وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط) اور حمل والیوں کی معیاریہ

ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

ای منتھی عدت تین یعنی ان کی انتہائی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ حمل مضغہ (لوتھڑا)

علقہ (جہاں ہوا خون) ہو اور اس میں بھی کوئی تفریق نہیں خواہ وہ حاملہ مطلقہ ہو یا بیوہ (عدت و وفات میں ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادے (عبداللہ) سے مروی ہے مالک شافعی عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے ان سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایک بی بی کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا شوہر فوت ہو چکا تھا اور وہ حاملہ تھی کہ اس کی عدت کب پوری ہوگی تو فرمایا کہ جب اس بی بی نے اپنا حمل جن لیا تو بے شک اس کی عدت پوری ہوگئی اور اس کے لیے دوسرے مرد سے نکاح حلال ہو گیا تو انہیں انصار میں سے ایک مرد نے خبر دی کہ تے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ اس بی بی کا مرحوم متوفی شوہر ابھی چار پائی پر ہوا اور اسے ابھی دفن نہ کیا گیا ہو اور وہ اپنا حمل جن لے تو بلاشبہ اس کی عدت پوری ہوگئی اور وہ حلال ہوگئی۔ ابو یعلیٰ اور ابن مردودہ نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی اس آیت (وَأُولَاتِ الْأَحْمَالِ) کا اطلاق۔ اُمّی المطلقۃ ثلاثاً والمتوفی عنہا۔ خواہ مطلقہ ثلاثہ یا بیوہ ہو کیا دونوں پر ہوتا ہے تو فرمایا اُمّی المطلقۃ ثلاثاً والمتوفی عنہا، خواہ مطلقہ ثلاثہ ہو یا بیوہ ہو یعنی دونوں کو شامل ہے۔ علماء کے نزدیک اسی پر اجماع ہے البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اگر مطلقہ ثلاثہ عدت طلاق میں ہو یا اسی دوران بیوہ ہو جائے یا حاملہ ہو اور بیوہ ہو جائے تو وضع حمل کے بعد وہ خواہ عدت طلاق کے بعد ہو اس کی عدت پوری ہوگی اور نوے روز عدت طلاق یا چار مہینے دس روز (عدت و وفات) گزرنے پر مکمل نہ ہوگی اور یہ حکم عام ہے اور یہ حکم سورۃ النساء کے حکم (عدت طلاق و وفات) کے بعد نازل ہوا۔ حضرت ابن مسعود اس پر مباہلہ کے لیے دعوت دیا کرتے تھے۔ تاہم بہر صورت تکمیل عدت وضع حمل سے ہوگی اور عدت کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔

(وَمَنْ يَشَقِ اللَّهُ يُجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرٍ يُسْرًا) اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرمائے گا۔

(وَمَنْ يَشَقِ اللَّهُ) حق شان احکامہ تعالیٰ و مراعاة حقوقہا (يُجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرٍ يُسْرًا) بِأَنْ يَسْمَلَ عَزَّوَجَلَّ امرہ علیہ وقیل: السیر الثواب۔

وَمَنْ تَعْلِيل کے لیے ہے اور ایک قول ہے معنی فی ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے مذکور احکام

کی قدر کرے گا اور ان کے حقوق کی رعایت رکھے گا اور پابندی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام اس کے لیے آسان کر دے گا اور کہائیا "اَلَيْسَ" (آسانی) سے مراد ثواب ہے۔

ذَلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهُ اِلَيْكُمْ
وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَكُفِّرْ عَنْهُ
سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ اَجْرًا
یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف
اتارا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیوں
اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دیگا۔

ذَلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهُ اِلَيْكُمْ
امشارة الى ما ذكر من احكام۔ اس میں اوپر گزرے ہوئے احکام کی طرف اشارہ ہے
یعنی احکام جن کا بیان گزرا اور جو تمہارے پروردگار نے تمہاری جانب اتارے ہیں اور جن کا مقصود
یہی ہے کہ تم انہیں بجا لاؤ۔

(وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ) اور جو اللہ سے ڈرے۔

بالمحافظة على احكامه عز وجل یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے اور اس کے احکام و فرمودات
کے خلاف سے بچے اور احکام کی حفاظت و رعایت کرے اور انہیں ادا کرنے میں محتاط و مستعد
رہے (يَكُفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ) اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا۔

فان الحسنات ليزهبن السيئات۔ کیونکہ نیکیاں گناہوں کو محو کر دیتی ہیں ظاہر ہے جو شخص
اللہ سے ڈرے اور احکام کی مطابعت کرے اور ان کی حفاظت و رعایت میں کوتاہی نہ کرے تو یہ نیکی
بالیقین ایسی ہے جو بندے سے مطلوب ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ کا وعدہ کہ وہ اس کے گناہوں
کا کفارہ ہو جائے گی اور اس کی خطاؤں کو محو کر دے گی انداز کلام میں رغبت دلا کر یہی بتانا مقصود
ہے۔ اور کریم کے کرم سے بعید ہے کہ رغبت دلائے اور پھر نوازش نہ فرمائے۔

(وَيُعْظِمْ لَهُ اَجْرًا) اور اسے بڑا ثواب دے گا۔

۱۔ عَمَلِش نے نَعِظَ بِصِفَةٍ متکلم بھی پڑھا ہے اور ابن مقسم نے يُعْظِمُ بھی پڑھا ہے۔ مراد
ہے بالمضاعفة یعنی کئی گنا (غیر معمولی) ثواب دے گا۔ یا اس کا ثواب بڑھا دے گا یا اس کے
لیے ثواب کو شندار بنائیگا۔

اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو۔

سَكَنتُمْ مِنْ قُبَدِكُمْ
 وَلَا تَضَارُّوهِنَّ لِتُضَيِّقُوا
 عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ
 حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ
 يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ
 لَكُمْ فَاتُّوهُنَّ أُجُورَهُنَّ
 وَأْتِمُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ
 وَإِنْ تَمَايَسَرَّتْكُمْ فَمِنْ ضَعِ
 لَهَا الْآخِرَىٰ ه

اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان
 پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں
 نان نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو پھر
 اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں
 اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول
 طور پر مشورہ کرو، پھر اگر باہم تنگی پاؤ وقت
 محسوس کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ
 پلانیوالی
 مل جائے گی۔

(اَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ) عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو
 گویا ہمارے اس مفروضہ سوال کے جواب از سر نو فرمایا گیا جیسا کہ تقویٰ کے بارے میں
 بحث میں گزرا کہ ہم مجددہ مطلقہ عورتوں کے سلسلے میں تقویٰ کے ساتھ کیونکر عمل کریں۔ تو
 فرمایا گیا اسی اسكُنُوهُنَّ بعض مکان سکنا کم یعنی ان عورتوں کو اسی مکان کے بعض حصہ میں
 رکھو جہاں تم رہتے ہو۔ یہاں من تبع حیضہ ہے بعض کے نزدیک من زائد یا بمعنی فی بھی ہے
 جس کا مطلب ہے کہ اگر ایک مکان سے زائد ہو تو اس کے لواحق میں سے کسی حصہ میں جیسا کہ قاضی
 سے مروی ہے۔ تاہم حسب حیثیت مکان دینا متفقہ ہے کیونکہ ”اَسْكُنُوهُنَّ“ عام ہے
 اسكُنُوهُنَّ کی ضمیر چونکہ مطلقہ عورتوں (جیسا کہ سورۃ مبارکہ کے آغاز میں ہے) کی طرف راجع
 ہے لہذا اس عام حکم کے تحت سبھی قسم کی عورتوں کے لیے یہی حکم ہے۔

(مِنْ قُبَدِكُمْ) اپنی طاقت بھر

اِی مِنْ وَسْعَتِهَا مِمَّا تَغْنَمُ - یعنی اپنی وسعت کے مطابق یا اس کے موافق جس
 قدر تمہیں استطاعت (توفیق) ہو۔

(وَلَا تَضَارُّوهِنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ط) اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔
 (وَلَا تَسْتَعْلِمُوهُنَّ الضَّرَارَ فِي السَّكَنِ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ) - فتاحیوہن الی الخرج

بشغل المكان او یا سکان من لا یردن السکتی معه ونحو ذلک۔ اور تم ان عورتوں کے ساتھ وہ نامناسب رویہ اختیار نہ کرو جس سے انہیں سکونت میں دشواری ہو اور نہ ہی ان عورتوں کو نکل جانے پر مجبور کرو خواہ وہ خراب سکونت کے ذریعہ ہو یا ایسے لوگوں کی وہاں رہائش ہو جن کا وہاں رہنا ان عورتوں کے لیے تنگی و تکلیف کا باعث ہو یا اسی قسم کی کوئی اور تکلیف نہ دو جو انہیں نکلنے پر مجبور کر دے۔

(وَأِنْ كُنَّ) اور اگر وہ عورتیں ہوں۔

ای المطلقات یعنی مطلقہ عورتیں۔

(أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ج) حمل والیاں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

”فیخرجن عن العدة واما المتوفی عنہن انزوا جہن فلا نفقة لهن عند اکثر العلماء وعن علی حکم اللہ تعالیٰ وجہہ وابن مسعود تجب نفقتہن فی الترسعة ولا خلاف فی وجوب سکنی المطلقات اولات الحمل ونفقتہن بت الطلاق اولہم یبت“ کیونکہ ان عورتوں کی عدت جب ہی پوری ہوگی جب وہ اپنا حمل جن لیں گی۔ آنت کا مقتضی یہی ہے اور اس حکم میں آزاد اور باندی کی کوئی تخصیص نہیں اور یونہی اگر کوئی عورت جرطواں بچے جنے خواہ متعدد ہوں تو آخری بچے کی ولادت کے ساتھ عدت کی تکمیل ہو جائیگی۔ اور رہی وہ عورتیں جن کے شوہر وفات پا گئے تو اکثر علماء کے نزدیک ان کے لیے نفقہ واجب نہیں اور مولانا کرم اللہ وجہہ الکریم اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایسی عورتوں کا نفقہ ترکہ میں سے واجب ہوگا اور مطلقہ حاملہ عورتوں کے سکونت و نفقہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں خواہ عدت طلاق پوری ہو چکی ہو یا نہ پوری ہوئی ہو۔ یعنی نفقہ جس طرح حاملہ کو دینا واجب ہے اسی طرح غیر حاملہ کو بھی خواہ وہ طلاق رجعی دی گئی ہو یا بائن اور اگر شوہر رجوع نہ کرنا چاہتا ہو تو مطلقہ کے لیے سکونت کا مہیا کرنا واجب ہے اور اگر مکان کرایہ پر ہو تو شوہر کے ذمہ کرایہ لازم ہے امام طحاوی اور امام دارقطنی سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ و سکونت دونوں ہیں۔ اور حدیث شریف فاطمہ بنت قیس میں نفقہ و سکونت کی نفی ہے

سلف و خلف کے نزدیک مضطرب اور ناقابل قبول ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رُو کر دیا اور صحابہ کا اسی پر اجماع ہے۔

(فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ) پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں۔

ای بعد اُن یضعن حملن یعنی جب وہ اپنا حمل جن لیں اور بچے کو تمہارے لیے دودھ پلانے پر تیار ہوں۔ (فَاتَوْهُنَّ أَجُوزَهُنَّ ج) تو انہیں اس کی اجرت دو۔

علی الامر ضاع یعنی ان عورتوں (مطلقہ) کو دودھ پلانے کی اجرت دو، بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو جب تک عدت کی تکمیل نہ ہو جائے اس کے لیے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے، سورۃ البقرہ میں زیر آیت ”والولادات یرضعن اولادھن۔ الخ۔“ میں اس کی تفصیل گزر چکی جب عدت گزر جائے اجرت رضاعت جائز ہے کیونکہ جب مرد پر عورت کے مصارف واجب نہ رہے تو عدت کے لیے بچہ کی رضاعت پر اجرت درست ہے۔ اور ان حالات میں بچہ کو دودھ پلانا باپ کے ذمہ ہے اور ماں پر واجب نہیں لہذا اباب اجرت دے کر پلوئے البتہ اگر باپ فقیر ہے یا بچہ ماں کے سوا کسی اور کا دودھ ہی نہیں پیتا تو پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ اور غیر عورت کی نسبت اجرت پر دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ماں ہی ہے بشرطیکہ بہت یا زیادہ اجرت طلب نہ کرے۔

(وَأْتِمِرُوا بِئِنَّكُمْ بِمَعْرُوفٍ ج) اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو۔

یہ باپوں اور ماؤں سے خطاب ہے اور کسائی کا قول ہے ”وَأْتِمِرُوا“، کا معنی ہے تَشَاوَرُوا یعنی باہمی مشورہ کرو اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے بعض بعض کے ساتھ معقول طور پر مشورہ کرو اور مشورہ یہ ہے کہ نہ مرد عورت کے حق (اجرت رضاعت) میں سستی نہ کرے اور نہ ہی کمی کرے اور نہ ہی عورت اس معاملے (اجرت) میں شدت روا رکھے اور حسن سلوک روا رکھیں۔ ایک قول ہے کہ معروف سے مراد ہے الکسوة والذئار یعنی لباس و مالی معاوضہ۔ مقاتل کا قول ہے جو اجرت مقرر و متعین ہو اس پر رضا مندی اور حسن سلوک سے فریقین کے معاملے کو نبھانا مراد ہے۔

(وَالَّذِينَ تَعَاسَتْ تَعَسَاؤُا) اگر تم باہم دشواری محسوس کرو۔

اُمی تضایقتم ای ضیق بعضکم علی الآخر بالمشاحۃ فی الاجرة او طلب الزیادة
او نحو ذلك - یعنی تم باہم مضائقہ کرو (تنگی پاؤ) یعنی تم سے کوئی دوسرے پر اجرت (دودھ
پلانے) کے تعین و تقرر پر یا زیادہ اجرت مانگنے یا اسی طرح کے امور پر دشواری محسوس کرے اور
نہو تو پھر ماں کی نسبت غیر عورت سے دودھ پلوانا درست ہے۔

(فَسْتَرْضِعْ لَهُ الْاُخْرٰی) تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانیوالی مل جائے گی۔
یہ معنی امر ہے فلترضع تو چاہیے کہ اسے دودھ پلوئے۔ یعنی اگر ماں دودھ نہ پلانے اور
زیادہ اجرت طلب کرے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے ۴ فان ارضعن، کے تحت
تفصیل گزر چکی۔

مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے
اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ
اس میں سے نفقہ دے جو اللہ نے اسے
دیا، اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر
اسی قابل بننا اسے دیا ہے قریب ہے اللہ
دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔

لَيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ
وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ
فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ طَلًا
يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا اِلَآ مَا آتَاهَا
سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا

(لَيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ) ۱ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ
اللہ ۲) مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس
میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔

والمراد لينفق كل واحد من الموسر والمعسر ما يبلغه وسعه۔
مراد یہ ہے کہ خواہ خوشحال ہو یا تنگ دست ہر ایک سے اس کی وسعت (گنجائش) کے موافق
نفقہ وصول ہو یہ نفقہ مطلقہ عورتوں اور دودھ پلانے والی عورتوں کو دیا جائے گا۔ کیونکہ شرعاً نفقہ
کی کوئی مقدار مقرر و متعین نہیں لہذا مرد کی خوشحالی اور ناداری کا ملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہے۔
ابن عربی کا قول ہے کہ یہ آیت باپوں پر وجوب نفقہ میں اصل (نص) ہے اور محمد بن المورث
نے اس قول سے اختلاف کیا ہے اور کہا کہ نفقہ میراث کی مقدار کے موافق ماں باپ پر واجب ہے۔

اور بعض کا قول ہے کہ عورت کی عسرت یا مالدارمی کا بھی لحاظ رکھا جائے اگر عورت تنگدست مقبلس ہو اور مرد خوشحال تو نفقہ زیادہ ہوا اور اگر مرد اس کے برعکس ہو تو اسکی استطاعت کے موافق ہو۔

(لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَآ آتَاهَا) اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اُسے دیا ہے۔ اسی الا بقدر ما اعطاها من الطاقة وقيل: ما اعطاها من الانزاع قل اوجل یعنی بقدر اپنی قوت و استطاعت کے جو لے اللہ نے دی ہے ایک قول ہے جو کچھ لے روزی میں سے دیا گیا ہے کم یا زیادہ واضح مفہوم یہ ہے کہ نفقہ بقدر وسعت و استطاعت ہے اور زیادہ واجب نہیں۔

(سَيَجْعَلُ اللَّهُ مَعَهُ كَيْفَ يُشْرَاءُ) قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔ موعداً لفقراء ذلك الوقت بفتح ابواب الرزق عليهم انذرين حالت یہ تنگدست شوہروں کے لیے وعدہ ہے کہ جلد ہی اللہ ان پر رزق کے دروازے کھول دیگا۔ یعنی معاشی تنگی کے بعد جلد ہی اللہ ان کی مالی حالت میں وسعت پیدا فرمائے گا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورہ طلاق پانچواں

اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں بری مار دی۔ تو انہوں نے اپنے کٹے کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھٹا ہوا۔

اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اسے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے

وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں فرماتا

وَكَايِتٌ مِّن قَوْمٍ عَتَيْنَا عَنْ آفِرٍ رَّيَّهَا
وَرُسُلِهِمْ فَمَا سَوْنَهَا حَسَابًا شَدِيدًا
وَعَذَابُنَا عَذَابًا أَتٰكُرًا
فَذَاقَتْ وَبَالَ آفِرِهَا وَكَانَ عَاقِبَتُ
آفِرِهَا خُسْرًا

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا أَفَآتَقُوا
اللَّهَ يَأْتِيهِ الْبَابُ ذُو الْأَيْتِنِ
أَمْثَلُ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ
ذِكْرًا

وَسُورَاتٍ لَّا تُلَاغِيكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ

ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے
اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے
اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کیے
وہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے
نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک
اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

يُخْرِجُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَمَنْ يُؤْمِنْ
بِاللهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا ۚ قَدْ أَحْسَنَ اللهُ كَرَّمًا لَهُ

اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی
کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتے تاکہ
تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا
علم ہر چیز کو محیط ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ
الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ لَا يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ
بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

حل لغات رکوع دوم سورۃ طلاق ۲۸

د۔ اور	کالین۔ کتنی ہی	من قرینۃ یستیاں تھیں کہ عنت۔ سرکشی کی انہوں نے
عن امر دیہا۔ اپنے رب کے حکم سے	د۔ اور	دسلہ۔ اس کے رسولوں سے
فما سینہا۔ تو ہم نے حساب لیا ان سے	حسابا۔ حساب	شدیدا۔ سخت
و۔ اور	عذابہا۔ سزا دی ہم نے ان کو	عذابا۔ سزا
نکرا۔ بڑی بڑی	فذاقت۔ تو چکھا	امرا۔ کام
ہا۔ اپنے کا	و۔ اور	عاقبۃ۔ انجام
امرا۔ کام	ہا۔ اس کے کا	اعد۔ تیار کیا
اللہ۔ اللہ نے	لہم۔ ان کے لیے	شدیدا۔ سخت
فاتقوا۔ تو ڈرو	اللہ۔ اللہ سے	اولیٰ الایباب۔ عقلمندو
الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو	انزل۔ اتارا
اللہ۔ اللہ نے	الیکم۔ تمہاری طرف	رسولا۔ ایسا رسول
یتلوا۔ پڑھو	علیکم۔ پڑھتا ہے تم پر	اللہ۔ اللہ کی
مبینت۔ کھلی کھلی	یخرج۔ تاکہ نکالے	امنوا۔ ایمان لائے
و۔ اور	عملوا۔ عمل کیے	من الظلمات۔ اندھیروں سے

من جو	و۔ اور	النور۔ روشنی کی	الی طرف
یعل۔ کام کرے	و۔ اور	باللہ۔ الشکر	یؤمن۔ ایمان لائے
تجری چلتی ہیں	و۔ اور	بدخلہ۔ داخل کریگا اسکو جنت۔ باغوں میں کہ	صالحا۔ اچھے تو
فیہا۔ اس میں		خلداہن۔ ہمیشہ رہیں	من فحہا۔ انکے نیچے
اللہ۔ اللہ نے		احسن۔ اچھا کیا	ابد۔ ہمیشہ تک
الذی۔ وہ ہے جس نے		اللہ۔ اللہ	لہ۔ اس کے لیے
و۔ اور		سموت۔ آسمان	خلق۔ پیدا کیے
الامر۔ حکم		یتفزل۔ اترتا ہے	من الارض۔ زمینیں بھی
اللہ۔ اللہ		ان۔ کہ ہمیشہ	بیدہن۔ درمیان انکے
قدیر۔ قادر ہے		شی۔ چیز کے	علی۔ اوپر
قد۔ یقیناً		اللہ۔ اللہ نے	و۔ اور
علما۔ اپنے علم میں		شی۔ چیز کو	احاط۔ گہر رکھا ہے
		کل۔ ہر	
		ان۔ ہمیشہ	
		بکل۔ ہر	

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ طلاق ۲۸

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ
عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهَا
مَبْنِيَّاهَا حِسَابًا شَدِيدًا
وَأَعْدَّ
لَهَا عَذَابًا نَكْرًا

اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب
کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی
کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور
انہیں بڑی مار دی۔

(وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ) اور کتنے ہی شہر تھے۔

ای کثیر من اہل قریۃ یعنی بستیوں میں رہنے والوں میں سے اکثر لوگ۔
رَعَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهَا جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور رسولوں سے
سرکشی کی۔ تجبرت و تکبریت معصیت انہوں نے سرکشی کی اور تکبر کیا اور تمیل حکم سے ڈر گئی
کی اور رسولوں کی ہدایت سے منہ موڑا۔

رَفَعَا سَبْتَهَا حِسَابًا شَدِيدًا) تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا۔

بالاستقصاء والتفصيل والمناقشة في كل تقير من الذنوب وقطير

یعنی ان کی سرکشی، سرتابی اور تمام گناہوں یہاں تک کہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے تک پہنچنے کی بھی خوب چھان بین کی اور خوب حساب لیا اور شدید سزا دی۔ بعض نے کہا اس حساب سے مراد آخرت کا محاسبہ ہے جو یقیناً ہوگا اس لیے صیغہ ماضی ذکر فرمایا۔

(وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكَرًا) اور انہیں بری سزا دی۔

ای مُنْعَكِيٍّ اَعْظِيًّا۔ یہ بہت بڑی اور سخت سزا دی دنیا میں قحط و قتل اور آفات و بلیات سے مبتلا رسوا کیا اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا۔
تو انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

(فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا) تو انہوں نے اپنے کیے کا وبال چکھا۔

عقوبۃ عتوہا ان کی نافرمانی کی سزا انہیں دنیا دی گئی۔

(وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا) اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔

ہاٹلا لاخسر وراءہ یعنی عقوبت و نیوی کے بعد آخرت کا عذاب دیئے جائیں گے کہ ہر سر گھاٹا اور خسارہ ہی ہوگا اور آخرت میں ان کا معاملہ شدت و خسارہ کا ہوگا۔ یہاں بھی ماضی کے صیغے ذکر ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب قطعی و حتمی ہے گویا کہ وہ مبتلائے عذاب ہو چکے۔

اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا
فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا اُولِيَ الْاَلْبَابِ هُمُ الَّذِينَ
اٰمَنُوا قَدْ اَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذِكْرًا
اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لیے عزت اتاری ہے۔

(اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے
مضمون کی یہ تکرار وعید کے لیے ہے اور بیان کے لیے جو تقویٰ کا موجب ہو جیسا کہ لگے
ارشاد باری ہے۔ (فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا اُولِيَ الْاَلْبَابِ) اور اللہ سے ڈرو اے عقل والو۔
كانہ قیل: اعد الله تعالى لهم هذا العذاب فليكن لكم ذلك يا اولي الاباب داعيًا

لَتَقْوَى اللَّهَ تَعَالَى وَحَذَرَ عِقَابِهِ كَمَا يَأْمُرُ بِهِ اللَّهُ تَعَالَى فِي (رَبِّتِمْ) وَابْنِ كَافِرٍ
 كَيْ يَلْجَأَ إِلَى عَذَابٍ تَيَّارٍ كَرَّ رُكْحَاهُ تَوَلَّى عَقْلٌ وَابْنُ كَهَيْسَ تَهْلِيهِ لِيَهْجُوَ وَاقِعٌ نَهْوَ لَهْزَا قَرِينِ
 عَقْلٌ هُوَ كَمَا تَمَّ اللَّهُ سَؤْدُ رَايَا نَ لَاؤِ اَوْرَعِ عَذَابِ الْهَيْ سَؤْفَ رُكْحُوْ) اَوْرَ اسْكِ سَرْكِ
 خَوْفٌ كَهَاؤُ . (الَّذِينَ آمَنُوا) وَهُوَ اِيْمَانُ لَاؤُ

الذین بدل ہے اولی الالباب سے جس کا مطلب ہے کہ قرین عقل یہی ہے یا عقلاً
 فرد یہی ہے کہ تم ایمان لاؤ یا یہ نعت موضوعہ ہے یا عطف بیان ہے جس کا مطلب ہے کہ
 عقل مندی یہی ہے کہ مومن بنو۔

(قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا) بے شک اللہ نے تمہارے لئے عزت اتاری ہے
 هو البني صلى الله عليه وآله وسلم عبر به عند مواعظته عليه الصلوة والسلام على
 تلاوة القرآن الذي هو ذكر أو تبليغه والتذكير به۔

یہاں ذکر کے معنی عزت و شرف کے ہیں اور اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 میں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر پر مواظبت کرنے والے اور تلاوت قرآن میں
 ہمیشہ مشغول اور مداومت فرمانے والے تھے اور قرآن حکیم فکر ہے یا اس سے مراد قرآن
 کریم کی تعلیم و تبلیغ اور تلاوت ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ
 مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ
 إِلَى النُّورِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ
 وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ مَجْدَتِ نَجْوَى
 مَنْ تَحْتَهَا إِلَّا تَأْمُرُ خَلِيدِينَ فِيهَا
 أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا

وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں
 پڑھتا ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے
 کام کیے اندھیروں سے اجالے کی طرف
 لیجاتے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھے
 کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائیگا
 جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ
 ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے
 اچھی روزی رکھی۔

(رَسُولًا) وہ رسول۔ رسول، ذکر سے بدل ہے اور اس سے مراد ہے۔

ارسالہ بالا نزال تر شیخاً للمجاز یعنی رسول کو قرآن کے ساتھ بھیجا اور ایسا تر شیخاً مجاز کے لیے ہے۔ یا پھر اس لیے کہ رسول کا بھیجنا اس کا سبب ہو تو اس صورت میں اَنْزَلَ مجاز مرسل ہوگا۔ ابو حیان کا قول ہے کہ ظاہراً تو یہی ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس یا تو نفس ذکر کو مجازاً لایا گیا (بولایا گیا) یا رسول سے بدل ہے کہ مضاف مذکور ہے یعنی ذکر رسول ہے اور ایک قول ہے کہ یہ صفت رنعت ہے کیونکہ مضاف حذف ہے اور معنی یہ ہوں گے ”ای ذار رسول“ اے معزز رسول (عزت والے رسول) کلمی کا قول ہے کہ رسول سے یہاں مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ کثرت ذکر مراد ہے۔

(يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ) کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے۔

نعت لرسول۔ وهو الظاهر یہ رسول کی تعریف وصف ہے اور ایسا واضح اور روشن ہے۔ ایک قول ہے کہ اسم ”اللہ تعالیٰ سے حال ہے اور حق سبحانہ، وتعلیٰ سے نسبت تلاوت مجازاً ہے جس طرح کہ نبی علیہ السلام امیر المومنین کہا جائے اور آیات اللہ، سے مراد قرآن ہے (وقید اقامة الظاهر مقام المفسر علی احد الاوجه) اور مبينات ”اس سے حال ہے یعنی حال اس سے یوں کہ تمہارے روشن اور واضح ہیں جن کی کہ تمہیں احکام سے ضرورت ہوتی ہے اور ”مبينات“ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح فرمادیا جیسا کہ حق سبحانہ وتعلیٰ کا قول ہے قد بینا لكم الآيات۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ”یتلوا علیکم“ درحقیقت صفت رسول ہے اور مجازاً قرآن کی حالت و تعریف ہے۔

(لِيُخْرِجَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ) تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کی اندھیریوں سے اُجالے کی طرف لے جائے۔

حق سبحانہ، وتعلیٰ کا ارشاد لیخرج میں لام یا تو ”انزل“ سے متعلق ہے یا یَتْلُوْا سے او فاعل ”یُخْرِجُ“ کی ضمیر اگر یَتْلُوْا کی طرف راجع ہو تو مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا پھر حق سبحانہ، وتعلیٰ کی طرف راجع ہے۔ اور موصول سے مراد ذکر کے نزول کے بعد مومنین ہیں اور اس آیت کے نزول سے پہلے بھی یا پھر اس کا تعلق حق سبحانہ، وتعلیٰ کے علم اور اس کی تقدیر سے ہے کہ بے شک وہ جلد ایمان لائیں گے۔ یعنی اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے

حاصل کریں یا اللہ عزوجل کے لیے جو اس پر نہیں اب ایمان و اعمال صالحہ سے نوازش کرے۔ یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے علم و قدر کے مطابق ہر قسم کی گمراہیوں سے ہدایت کی طرف ایمان کے ساتھ نکالے۔ ایک قول ہے کہ اللہ انہیں کفر و جہل کی تاریکی سے ایمان و علم کے نور کی طرف لے جائے۔

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا
يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ
أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا

اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ
اسے باغوں میں لیجائے گا جن کے نیچے نہریں
بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک
اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔

یہ مومنوں کے لیے۔ وعدہ ہے جنہوں نے ایمان لا کر اچھے کام کیے۔ کہ وہ نعمائے جنت سے
نوازے جائیں گے جو ایسی ہیں کہ نہ ختم ہوں اور نہ کبھی ان کا سلسلہ منقطع ہو بلکہ وہ نعمتیں دائمی
اور ابدی ہوں گی۔ اور اہل جنت ان سے ہمیشہ ہمیشہ متمتع ہوں گے۔ کیونکہ وہاں کی زندگی
دائم ہے اور وہاں فنا و موت نہ ہوگی اور نہ ایسا کوئی خطرہ و کٹھکا ہوگا ہمیشہ مسودہ رہیں گے
اللہ الذین خلق سبع سموات و
من الارض مثلہن ۛ یتنزل
الامر بینہن ۛ لتعلموا ان
اللہ علی کل شیء قدير
وان اللہ قد احاط بکل
شیء علما ۛ

اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور
انہی کی برابر زمینیں حکم ان کے درمیان
اترنا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر
سکتا ہے، اللہ کا علم ہر چیز
کو محیط ہے۔

اللہ الذین خلق سبع سموات و من الارض مثلہن ۛ اللہ ہے جس نے سات آسمان
بنائے اور انہی کی برابر زمینیں۔

”اللہ الذی“، مبتدا اور ”خلق سبع سموات“، خبر ہے ”و من الارض مثلہن“
ای وخلق من الارض مثلہن (یعنی اللہ کریم نے زمین سے اسی آسمان کی برابر پیدا فرمایا، کیونکہ
مثلہن فعل محذوف کے لیے مفعول ہے اور یہ جملہ اس سے پہلے جملہ وخلق سبع سموات

پر عطف ہے اور ایک قول ہے مثلاً **عَلَى سَبْعِ سَمَوَاتٍ** پر عطف ہے اور زمخشری کا یہی خیال
یعنی آسمانوں کی طرح سات زمینیں بھی پیدا کیں۔ اور مثلثیت بعض اوصاف میں اشتراک کی
تصدیق کرتی ہے پس جمہور علماء کا فرمانا ہے یہاں ہونے میں سات ہیں (زمینیں) اور ہو سکتا
ہے سات طبق ہیں جن میں بعض بعض اوپر ہیں۔ ساتی زمینوں کے درمیان اور ان کی ارضی مسافت
وہی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور تمام زمینوں میں بسنے والے اللہ کی مخلوقات
میں سے ہیں اور ان کی حقیقت کو بحر رب ذوالجلال کے کوئی نہیں جانتا۔ اور ابن عباس رضی اللہ
سے مروی ہے کہ بلاشبہ یا تو وہ ملائکہ (فرشتے ہیں) یا جنات (آنکھ سے اوجھل ہونے والی مخلوقات)
ابن جریر اور ابن حاتم نے روایت کی ہے جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان
میں الاسماء وصفات میں ابی الضحیٰ کے طرق سے اس آیت کے بارے میں کہا: سات زمینیں
ہیں ہر زمین میں نبی ہے تمہارے نبی کی طرح اور آدم کی طرح اور نوح کی طرح اور ابراہیم
ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ عیسیٰ کی طرح (علیہم السلام) ذہبی کا قول ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح
ہیں لیکن شاذ ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ ابی الضحیٰ نے اس پر کبھی پچھا کیا ہو (لے تسلیم کیا ہو) اور
ابو حیان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مانند بحر میں ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث
کے وضعی (من گھڑت) ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ واقعہ کی مویات سے ہے جو بڑا جھوٹا
ہے۔ آٹوسی کہتے ہیں کہ میں کوئی بات عقلی شرعی طور پر اس کی صحت کے مانع نہیں دیکھتا اور اس سے
مراد یہ ہے کہ تمام زمینوں میں مخلوق اصل واحد کی طرف رجوع کرتی ہے جس طرح ہماری زمین پر نبی
آدم آدم علیہ السلام کی طرف اور ان میں افراد ہیں جو سب لوگوں میں ممتاز ہیں جیسے نوح اور ابراہیم
اور ان کے علاوہ ہم میں ممتاز و منفرد ہیں۔ (علیہم السلام) ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ ایک روز جبکہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے درمیان موجود تھے آپ
نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اوپر کیا ہے۔ اصحاب بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے
ہیں فرمایا بے شک وہ ایک آسمان ہے چھت ہے ٹوٹے سے محفوظ اور موج کفوف (موج بستہ)
ہے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کیا ہے (کتنی مسافت ہے)۔ بولے
اللہ اور اس کا رسول زیادہ عالم ہیں فرمایا تمہارے اور اس کے (آسمان) کے درمیان پانچ سو

کی مسافت (راہ) ہے۔ پھر یونہی فرمایا یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمان کے درمیان
 اسی قدر فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے پھر ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس
 کے اوپر کیا ہے، بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر عالم ہیں فرمایا اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے
 اور آسمان کے درمیان دو آسمانوں کے درمیان جتنا فاصلہ ہے (ساتویں آسمان اور عرش کے
 درمیان بھی پانچ سو برس کی مسافت ہے) پھر فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارا سنیچے کیا ہے۔ اصحاب
 بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا زمین ہے پھر فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ اس کے نیچے
 کیا ہے بولے اللہ اور اس کا رسول خوب عالم ہیں فرمایا بے شک اس کے نیچے دوسری زمین ہے
 اور پہلی اور دوسری زمین) ان کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے سات زمینیں شمار کی اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے۔ ابوصلح
 کا قول ہے کہ یہ تکوینی طور پر سات ہیں یہ نہیں کہ وہ سات الگ زمینیں ہوں اور یہ ساتوں باہم جھیل
 ہوئی ہیں اور ان میں سے کوئی کسی پر بلند (اوپر) نہیں ہے اور ان کے درمیان سمندر تفریق کرتے
 ہیں اور ان سب پر آسمان کا سایہ (چھت ہے) اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول
 ہے کہ زمین کو دوسری زمین سے نسبت و تعلق یوں ہے کہ یہ سات براعظم ہیں جیسے امریکہ سے ایشیا
 یا یورپ یا افریقہ تاہم کہا گیا کہ ان میں بلیم یہ سمندر الگ الگ کرتے ہیں اور اس کا قطع ممکن نہیں۔
 اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں اور وہ مختلف ہیں حرارت و برودت، رات
 و دن وغیرہ میں۔ ایک قول ہے کہ زمین کی تخلیق آسمانوں کی مثل سے مراد ہے کہ خلق میں (ہونے یا بقاء
 میں) مثلیت ہے نہ کہ عدد میں اور اس کے علاوہ کوئی اور زمین نہیں پس یہی ایک زمین ہے جو
 آسمانوں کی مانند بنائی گئی ہے۔ اور قرآن حکیم سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں زمین
 کا واحد ہونے کے سوا ہرگز ذکر نہیں ہوا۔ اگرچہ بخاری کی روایت کے تحت اس کا رد کیا گیا اور وہ
 اور وہ یہ ہے ”اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَنَ وَرَبَّ الْأَرْضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَنَ“
 اور یونہی حدیث صحیح ہے کہ ”مَنْ غَضِبَ قَيْدَ شَبْرٍ مِنْ أَرْضٍ طَوَّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ“
 تاہم یہاں سات کی تشریح میں بھی وہی اقوال ہیں جن کا ذکر سمجھے گزرا حضرت علامہ ابوالحسن
 سید محمد احمد قادری (صاحب ہذا التفسیر القرآن) رحمۃ اللہ علیہ اس پر سورۃ البقرہ اور دیگر مقامات

پر تفصیلی بحث فرما چکے ہیں جو علم ہیت کے مفروضات وغیرہ پر بھی حاوی ہے وہ وہاں دیکھی جائے تاہم میں کہتا ہوں کہ آیت میں ”وَمِنَ الْأَرْضِ“ کا جملہ غور طلب ہے ارض واحد بولا گیا ہے یہاں من بیان یہ ہے یا تبعیضیہ دونوں صورتوں میں سات طبقے ہی مراد ہیں جیسا کہ ابوصالح اور ابن عباس کے اقوال گزرے لہذا سات الگ الگ زمینیں مراد نہیں ہیں اور یہ مسئلہ ضروریات دین کا بھی نہیں ہے کہ منکر و متردد پر فتویٰ جاری ہوتا ہم یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ مثلثیت عدد میں آسمان کی طرح نہیں بلکہ تخلیق میں ہے اور زمین میں ہفت طبق کا ہونا ہی مثلثیت ہے واللہ اعلم۔ (يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ) حکم ان کے درمیان اترتا ہے۔

ای یجری امر اللہ تعالیٰ وقضاؤہ و قدرہ عز وجلّ بینہن و ینفذ ملکہ فیہن۔
یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضاء و قدر ان سب میں جاری ہے اور اس کی بادشاہی و حکومت ان میں نافذ ہے۔ ابن المنذر اور اس کے علاوہ نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضاء و قدر ہر ایک آسمان اور ہر ایک زمین میں نافذ و جاری ہے جو اللہ نے اپنی تخلیق میں سے پیدا فرمائی۔ اور ایک قول ہے کہ اس کے حکم ان کے درمیان اترتا ہے (سے مراد زندگی موت، غنا و فقر ہے اور مقاتل کا قول ہے ”الامر“ سے مراد وحی ہے۔ یعنی جبرائیل علیہ السلام آسمان سے وحی لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔

(لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے یہ خلق یا تنزل سے متعلق ہے یا دونوں کا عموم مضمون ہے یعنی اس طرح کیا تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر گزرا۔ اور ایک قول ہے: التقدیروا خبر تکمروا و اعلمتکم بذلک لتعلموا یعنی تقدیر جس کی تمہیں خبر دی ہے یا تمہیں معلوم ہو جائے اس لیے کہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ تخلیق و نزول امر سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جملہ موجود سکونات اور وہ معدومات وغیرہ کو محیط کل ہے یعنی محیط کل لا تنہا ہی اور دائمی و ابدی ہے اور غیر فانی ہے اور ذات پاک کے ساتھ قائم ہے۔ اور وہ جس چیز کو چاہتا ہے اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ الحمد للہ آج سورت الطلاق کی تفسیر تمام ہوئی۔ یکم جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۰ء بروز جمعہ۔

سورة التحريم

اس سورة مبارکہ کو "سورة المحرم" اور "سورة لم تحرم" اور سورة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سورت کا نام "سورة النساء" بھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ سورة مبارکہ مدنی ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ ابتداء سے دسویں آیت کے شروع تک مدنی ہے اور باقی مکی ہے اور بالاتفاق اس کی بارہ آیتیں ہیں اور یہ پچھلی سورت سے یوں جڑواں (معلق) ہے کہ دونوں کا افتتاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے ساتھ ہوا ہے اور پچھلی سورت عورتوں کو طلاق سے متعلق امور پر مشتمل تھی اور اس میں لونڈیوں کی تحریم کا ذکر ہے اور ان دونوں کے درمیان جو ملائیت (باہمی تعلق) ہے وہ واضح ہے اور سورت الطلاق میں امت کی عورتوں کے جھگڑوں (خاگی و عائلی معاملات خصوصاً) کا ذکر ہوا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے معاملات کا اور اس سورت میں ان کا علیحدہ ذکر (انفرادیت) ان کے منصب و عظمت کے اظہار کے لیے ہے اور اسی لیے انہیں تمام عورتوں کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس سورت میں ان کا خصوصی ذکر کیا اور یونہی اس سورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو جنتی بیویوں آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران کے ذکر پر اختتام فرمایا اور یہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

سورة تحريم مدنية

اس سورة میں دو رکوع۔ بارہ آیتیں۔ دو سو نپتالیس کلمے اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورة تحريم پيا

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ
لِي غَيْبٌ بَلَّغْنِي وَلِي دِينِي تَمْلِيْهِ أَوْ بِرِ كَيْفٍ حَلَمَ

اللَّهُ لَكَ تَبَتُّغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ
وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ

قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ
وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

وَإِذَا سَأَلَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ
خَبْرًا فَقُلْتُ إِنَّتُ بِهِ وَأُظْهِرُكَ اللَّهُ
عَلَيْهِ عَمَرْتُ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ
بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَ هَآبِ قَالَتْ مَنْ أَبَاكَ
هَذَا قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

إِنْ تَتُوبَ إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ
قُلُوبُكُمْ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ
فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاكُمْ وَجِبْرِيلُ وَ
صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ
ذَلِكَ ظَاهِرُونَ

عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يَسْلُحَ لَكُمُ
أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُم مِّسْلَمِينَ مُؤْمِنِينَ
فَقُلْتُ عِبَادَاتٍ لِيَحْبِبَنِي وَ
أَتُبَارَكَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ
أَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارُ
عَلَيْهَا مَلَكُوتٌ غُلَظٌ شَدِيدٌ أَدْلَايُصُونَ
اللَّهُ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ

کیسے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال
کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے
والا مہربان ہے۔

بیشک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں
کا اتنا مقرر فرمادیا اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور
اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور جب بنی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز
کی بات فرمائی۔ پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور
اللہ نے اسے بنی پر ظاہر کر دیا تو بنی نے اسے کچھ
جتایا اور کچھ سے ختم پوشی فرمائی پھر جب بنی نے
اسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے خبر دی۔
فرمایا مجھے علم والے خبر داتے بتایا۔

بنی کی دونوں بیبیوں اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو
منور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور
اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار
ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے
بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے
دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت
والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں
بے شک والیاں روزیداریں بیابیاں اور کنواریاں
اسے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو
اس آگ سے بچاؤ جس کے آئندہ آدمی اور پھر
ہیں اس پر سخت کیسے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ
کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ
إِنَّمَا تُجْرَدُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
اے کافرو آج بہانے نہ بناؤ تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ تحریم پ

یا ایہا۔ اے	النبی۔ نبی	لہ کیوں	تحریم۔ حرام کرتا ہے تو
ما جو	احل۔ حلال کیا	اللہ۔ اللہ نے	لك۔ تیرے لیے
تبتغی۔ تو چاہتا ہے	مرضاۃ۔ رضا مندی	ازواجك۔ اپنی بیویوں کی	و۔ اور
اللہ۔ اللہ	غفور۔ بخشنے والا	رحیم۔ مہربان ہے	قد۔ بیشک
فرض۔ مقرر کیا	اللہ۔ اللہ نے	لکم۔ تمہارے لیے	فحلت۔ اتارنا
ایمان لکو۔ تمہاری قسموں کا	و۔ اور	اللہ۔ اللہ	مولک۔ مددگار ہے تمہارا
و۔ اور	ہو وہ ہے	العلیم۔ جانتے والا	الحکیم۔ حکمت والا
و۔ اور	اذ جب	اسی۔ چھپاتی	النبی۔ نبی نے
الی۔ طرف	بعض۔ بعض	ازواجہ۔ بیویوں کی	حدیثا۔ ایک بات
فلما۔ پھر جب	نبأت۔ بتادی اس نے	بہ۔ وہ بات	و۔ اور
اظہر۔ مطلع کر دیا	اس کو	اللہ۔ اللہ نے	علیہ۔ اس پر
عرت۔ بتایا	بعضہ۔ بعض اسکا	و۔ اور	اعرض۔ چشم پوشی کی
عن بعض۔ بعض سے	فلما۔ تو جب	نبأ۔ خبر دی	ہا۔ اس کو
بہ۔ اس کی	قالت کہنے لگی	من۔ کس نے	انبا۔ بتایا
لک۔ آپ کو	ہذا۔ یہ	قال۔ کہا	نبأ۔ بتایا
فی۔ مجھ کو	العلیم۔ جانتے والے	التجید۔ خبردار نے	ان۔ اگر
تتوب۔ توبہ کرو	الی۔ طرف	اللہ۔ اللہ کی	فقد۔ تو بیشک
صغت۔ نال ہو گئے تھے	قلوبکما۔ تمہارے دل	و۔ اور	ان۔ اگر
نظاہر علیہ۔ گرد	علیہ۔ اس پر	فان۔ تو بیشک	اللہ۔ اللہ
ہو۔ وہ ہے	مولک۔ مددگار ہے تمہارا	و۔ اور	جہیل۔ پیر

د۔ اور	صالح۔ نیک	المؤمنین۔ مومن	د۔ اور
المملیكة۔ فرشتے بھی	بعد۔ بعد	ذلك۔ اس کے	ظہیں۔ مددگار ہیں
عسی۔ قریب ہے	دبہ۔ اس کا رب	ان۔ اگر	طالقن۔ وہ طلاق دیدیں تمکو
ان۔ یہ کہ	یبدالہ۔ بدل دے اسکو	ازواجہ۔ بیویاں	خیوا۔ بہتر
منکن۔ تم سے	مسلمت۔ مسلمان عورتیں	مومت۔ مومن	تقت۔ فرماں بردار
تثبت۔ تو یہ کرنے والیاں	عبدت۔ عبادت گزار	سجعت۔ روز بیدار	ثبیت۔ بیابیاں
د۔ اور	ایکاد۔ کنواریاں	یاہما۔ اے	الذین۔ وہ جو
امنوا۔ ایمان لائے ہو	قوا۔ بچاؤ	انفسکم۔ اپنی جانوں کو	د۔ اور
اہلیکم۔ اپنے گھر والوں کو	نادا۔ آگ سے	وقود۔ ایندھن	ہا۔ اس کا
الناس۔ آدمی ہیں	د۔ اور	الجماعة۔ پتھر	علیہا۔ اس پر
ملیكة۔ فرشتے ہیں	غلاظ۔ سخت دل	شداد۔ طاقتور	لا۔ نہیں
یعضون۔ نافرمانی کرتے	اللہ۔ اللہ کی	ما۔ جو	امر۔ حکم دے
ہم۔ ان کو	د۔ اور	یفعلون۔ کرتے ہیں	ما۔ جو
یؤمنون۔ حکم کیے جاتے ہیں	یاہما۔ اے	الذین۔ لوگو جو	کفروا۔ کافر ہو
لا۔ نہ	تعتذروا۔ عذر کرو	الیوم۔ آج کے دن	انما اسکے سوا نہیں کہ
تجزون بدلہ دیے جاگے	ما۔ جو	کنتم۔ تم	تعلون۔ کیا کرتے ہیں۔

مختصر تفسیر سورۃ تحریم رکوع اول پ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تَحْزِمُ مَا اَحَلَ اللّٰهُ
 لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتِ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ
 غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ
 یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تَحْزِمُ مَا اَحَلَ
 اللّٰهُ لَكَ

اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ
 چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اپنی بیویوں کی
 مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
 اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ
 چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔

میں سے ایک کے گھر تشریف فرما ہوئے تو انہوں وہی بات کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب کے ہاں سے شہد پیا ہے اور میں دوبارہ ایسا ہرگز نہ کروں گا (وَلَنْ أَعُودَ) اور ایک روایت میں ہے اور میں نے قسم کھالی ہے تم کسی کو یہ بات نہ بتانا تو یہ آیت (سورت) اتری اور حضرت سودہ نے کہا کہ کیا جناب نے مغایر پیا ہے فرمایا نہیں تو وہ بولیں تو یہ ریح کیسی ہے جو میں آپ سے محسوس کر رہی ہوں فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلا لیا ہے وہ بولیں شہد کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہوگا تو آپ نے غسل (شہد) کو حرام کر لیا تو یہ آیت (سورت) اتری اور وہ حدیث جو بخاری مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضور نے شہد کا شربت حجرہ حفصہ میں نوش فرمایا اور کہنے والی سودہ اور صفیہ ہیں۔ ابن المنذر، ابن حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ سے مروی ہے کہ حافظ سیوطی نے حضرت ابن عباس سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ کے ہاں شہد کا شربت نوش فرمایا پھر آپ جب حضرت عائشہ کے ہاں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے عرض کی کہ میں آپ سے ریح محسوس کرتی ہوں تو ارشاد فرمایا کہ میں نے سودہ کے ہاں سے شہد کا شربت پیا ہے بخدا میں اُسے نہیں پیوں گا تو یہ آیت اتری، نسائی نے تخریج کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن مردویہ نے بھی انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی تھی جس سے آپ نے تخلیہ فرمایا تو یہ حضرت عائشہ اور حفصہ اُس وقت تک راضی نہ ہوئیں یہاں تک کہ آپ نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام ٹھہرایا تو یہ آیت اتری اور مشہور یہی ہے کہ وہ باندی حضرت ماریہ قبطیہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے ہاں ان کی باری کے دن ماریہ سے خلوت فرمائی تو حضرت حفصہ نے یہ دیکھ لیا اور ناراضگی ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہ ہوگی کہ میں نے اسے حرام ٹھہرایا پس میں اس سے قربت نہ کروں گا۔ حفصہ بولیں، جی ہاں تو آپ نے اُسے اپنے پر حرام ٹھہرایا اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا حضرت حفصہ کے گھر حضرت عائشہ کی باری کے دن ہوا اور کثاف میں مروی ہے کہ حضرت عائشہ کی باری کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ سے خلوت فرمائی اور حضرت حفصہ کو اُس کا پتہ چل گیا تو آپ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم میری طرف سے چھپاؤ (راز نہ کہو) میں نے اپنے اوپر ماریہ کو حرام کر لیا ہے اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد ابوبکر و عمر میری امت کے والی ہوں گے تو انہوں نے (راز نہ رکھا) اور عائشہ کو خبر دے دی۔ اس باب میں احادیث باہم متعارض ہیں خفاجی اور نووی نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے کہ

درست بات یہی ہے کہ یہ آیت شہد کے قصہ میں اتڑی اور ماریہ کے سلسلہ میں نہیں اتڑی۔ اور یونہی شہد کا شربت پینے کا واقعہ زینب کے گھر کا ہے۔ مغایریم کے پیش کے ساتھ مغفور کی جمع ہے اور قاضی عیاض فرماتے ہیں لہ راعۃ کریۃ ینضۃ العرفط دھوشجر او تیات لہ ورق عریض اس کی خوشبو ناپسندیدہ ہے اور شہد کی یہ قسم عرفط پر لگتی ہے اور عرفط ایک درخت ہے یا پودا اور اس کا پتہ چوڑا ہوتا ہے (اس پودے کے رس کا اثر شہد میں نمایاں ہو جاتا ہے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ نفیس و لطیف مزاج تھے اور بدبو (یا ایسی ریح جو ناخوشگوار ہو) آپ پر شاق ہوتی تھی۔

رَبُّنِّیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط (اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو۔

یہ جملہ متالف ہے اور تحریمِ عمل (شہد) یا تحریمِ ماریہ کی علت و باعث کو واضح کرتا ہے اور اضافۃ (ازواجک) جنس کے لیے ہے اور استغراق کے لیے نہیں ہے اور اس امر میں فحاشیت ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس میں حضور کی تعظیم و شان ہے کہ آپ کی نسبت یہ ترکِ اولیٰ واقع ہوا اور رحمت فرماتے ہوئے تحریم پر قائم رہنے سے محفوظ فرمایا اور بدوں عتاب و مواخذہ کے بخشش کا ذکر فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الطافِ الہیہ میں سے غایت درجہ لطف و کرم ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَکُمْ حِجْلَةً اَیْمًا تَلَوْنَ ۝ بے شک اللہ نے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا اور وَاللّٰهُ مُؤْتِکُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ رَقَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَکُمْ حِجْلَةً اَیْمًا تَلَوْنَ ۝ بے شک اللہ نے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا۔

ای قد شرع لکم تحلیما وهو حل ما عقدتہ الایمان بالکفارة

یعنی اللہ نے تمہارے لیے شریعت کا ضابطہ بنا دیا کہ تم اس کو حلال بنا لو اور وہ یہ ہے کہ تم نے جس حلال شے کو حرام قرار دینے کی قسم کھائی ہے اسے کفارہ دے کر حلال بنا لو واضح مفہوم یہ ہے کہ کفارہ دے کر قسم توڑ دو اور قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے معاف ہو جائے گا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ قسم ترک فرما کر شہد نوش کیجئے یا حضرت ماریہ کو بدستور خدمت سے سرفراز فرمائیے، اور بعض کا قول ہے کہ قسم کے بعد انشاء اللہ کہتے تاکہ حاشا نہ ہوں، اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کفارہ دیا یا نہیں دیا ہے، حضرت حسن کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں اور یہاں کفارہ کا حکم "انما هو تعلیف

قول ”وَاللّٰهُ لَا اشْرِبُهُ“ اور ”وَاللّٰهُ لَا اَلْطَّوْءُهَا“ وارد ہے جو واضح طور پر قسم ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کا کفارہ دیا اور تحریم کے لیے کفارہ نہیں دیا۔ بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور نسائی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ”من حرم امرًا انتہ فلیس بشر“ جس نے اپنی عورت کو خود پر حرام ٹھہرایا اس پر کچھ (کفارہ) نہیں۔ تاہم علماء کا اس امر میں بہت اختلاف ہے البتہ مذہب محقق یہی ہے کہ حلال کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لینا قسم ہے۔ اور اس پر کفارہ ہے اور یہ مومنوں کے لیے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں مخصوص ہیں کہ آپ کا کفارہ نفس قسم تھا تحریم پر نہ تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ ج)

اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

سید کو و متولی امور کو یعنی تمہارا بادشاہ اور تمہارے امور کا نگہبان ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

فیصلہ مایسد حکم فی شرعہ سبحانہ لکم یعنی اللہ کو معلوم ہے جس میں تمہاری بھلائی ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے وہی تمہارے لیے وہ مشروع کیا (ضابطہ و قانون بنایا)۔ اور اس کا کسی امر کا حکم فرمانا اور کسی سے منع فرمانا اس کی حکمت بالغہ کے تحت ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتلایا۔ اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی۔

وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهِ قَالَتْ مِمَّنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ رَوَاهُ اسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ج۔

”بعض ازواجہ“ سے مراد حضرت حفصہ ہیں۔ ہی حفصہ علی ما علیہ عامۃ المفسرین یعنی اس سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر فاروق ہیں جیسا کہ عام مفسرین کا فرمانا ہے۔ حدیثاً سے مراد ہے شہد کو اپنے لیے حرام ٹھہرانے کی قسم ہے اور بخاری و مسلم میں یہی آیا ہے یا حضرت ماریہ

قبطیہ مصریہ کو خود پر حرام ٹھہرانا مراد ہے علامہ تفسیر کے نزدیک راجح یہی ہے رہا اس کا مخفی رکھنا تو اس میں ظاہر حکمت تو یہی تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ نواض نہ ہوں۔ ابن سعد کلبی سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ کی باری کے روز جب کہ حضرت حفصہ کسی کام سے اپنے والدین کے ہاں تشریف لے گئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غیر حاضری میں ان کے حجرہ میں حضرت ماریہ کو خدمت سے سرفراز فرمایا ہی تھا کہ حضرت حفصہ واپس آگئیں اور آپ سے عرض کیا میں نے حضور کو دیکھ لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو تم اسے چھپانا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام ٹھہرایا ہے اور یہ کہ میرے بعد عائشہ اور تمہارے والد میرے بعد لوگوں کے امیر ہوں گے بیہوش خاک بجاہد کا بھی یہی قول ہے کہ ان دونوں باتوں کو مخفی رکھنے کا فرمایا تھا اور ان کی طیب خاطر کے لیے فرمایا اور اس لیے بھی کہ اور لوگوں کو اس نجی امر کا معلوم ہونا آپ کو پسند نہ تھا۔

(فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ) پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی۔

ای اخبارت۔ یعنی حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو اس بات کی خبر دے دی۔

(وَأُظْهِرَهُ أُمُّهُ عَلَيْهِ) اور اللہ نے اُسے نبی پر ظاہر کر دیا۔

ای جعل اللہ تعالیٰ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہراً علی الحدیث مطعاً علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ظاہر کر دی اور اس پر مطع فرمایا کہ حضرت حفصہ نے راز نہیں رکھا۔

(عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنِ الْبَعْضِ) تو نبی نے اسے کچھ بتلایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔
(عَرَفَ) ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو بتلایا۔

(بَعْضُهُ) ای الحدیث ای اعلیٰ ما وأخبر ما ببعض الحدیث الذی افشته یعنی وہ راز کی بات، یعنی آپ نے اسے (حفصہ) کو جان لیا اور انہیں راز کی بات کا کچھ حصہ بتلایا جو انہوں نے فاش کر دیا تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں باتوں تحریم ماریہ اور امر خلافت میں سے ایک بات جلتائی اور دوسری بات کا ذکر نہ فرمایا اور کریم کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ وہ ساری بات نہیں جلتاتا۔ حسن، السلی، قتادہ، طلحہ، کسائی اور ابی عمرو سے بروایت ہرون مروی ہے کہ انہوں نے عَرَفَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا یعنی عَرَفَ اور عَرَفَ بمعنی جَازِی ہے یعنی عتاب فرمایا (سزا دی) یا ملامت کی

للمؤمنین“ صرف مومنوں کو تعلیم کے لیے ہے علماء فرماتے ہیں آپ کا مغفور ہونا اس بات کو صحیح نہیں بنادیتا کہ آپ نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ بخشش خطا و گناہ پر ہے اور یہاں خطا و گناہ پر مواخذہ کا معاملہ ہی نہیں لیکن آپ کے فعل سے احکام دنیویہ کا مرتب ہونا ضرور ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ کا یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ کا یہ فعل نماز میں سہو کی طرح ہے جس سجدہ سہو لازم ہے لہذا احکام کی ترتیب حضور کے فعل پر ہے اس لیے اگر کفارہ دیا بھی ہو تو ”ذنب“ کا اطلاق ہی نہیں ہوتا اور مقاتل سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریم ماریہ کے کفارہ میں غلام آزاد کیا اور امام مالک نے المدونۃ میں زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کی ماں یعنی ماریہ کو جو حرام ٹھہرانے کی قسم کھائی تھی اس پر کفارہ دیا۔ اور امام شعبی سے بھی اسی کی مانند منقول ہے اور اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ”کہ تو مجھ پر حرام ہے“ یا یوں کہے کہ مجھ پر کوئی شے جو حلال ہے وہ حرام ہے اور زوجہ (بیوی) کو مستثنیٰ نہ کیا تو اس کا کیا حکم ہے تو علماء کی ایک جماعت جن میں مسروق، ربیعہ، ابوسلمہ، شعبی اور اصبع ہیں فرماتے ہیں ”هوکت حریہ الماء والطعام لا یلزمہ شئی“ ایسا کہنا کھانے پینے کی تحریم کی مانند ہے اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں (کفارہ نہیں) اور ابوبکر، عمر، زید، ابن مسعود، ابن عباس، عائشہ، ابن المسیب، عطاء، طاؤس، سلیمان بن یسار، ابن جبر، قتادہ، حسن، الاوزاعی، ابو ثور اور ایک جماعت کا فرمانا ہے یہ قسم ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ اور ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت کی گئی ہے حضرت امام شافعی کا قول ہے تحریم حلال قسم نہیں ہے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام ٹھہرانے میں جو کفارہ ہے وہ نفس قسم کا ہے اور حانث (قسم توڑنے) ہونے کا کفارہ نہیں ہے اور تحریم طعام میں کفارہ قسم بھی نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو خود پر حرام ٹھہرایا یا کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور اس سے نیت طلاق یا ظہار کی تو دونوں واقع ہوں گے اور حلت کے لیے ظہار کا کفارہ لازم ہوگا البتہ اگر یونہی کہہ دیا اور کوئی نیت نہ تھی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ایلاہ ہوگا جب کہ امام شافعی کے نزدیک قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک رجوع کرنے کی صورت میں حانث ہوگا اور ایلاہ کا کفارہ لازم ہوگا، چونکہ ایلاہ بھی قسم ہے اس لیے کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ لیسو تحرم ما احل الله لك میں مطلق تحریم ہے اور اس تحریم کے ساتھ عورت باندی یا شہد کا کوئی ذکر نہیں اور ”قد فرض الله لکم تحیلة ایما نکھ“ فرمانے سے واضح ہے کہ تحریم کی یہ صورت قسم ہی ہے اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

یا بایں وجہ طلاق (رجعی) دی اور بعض سے چشم پوشی فرمائی یعنی دوسری بات ذکر نہ کی بغوی سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی تھی بلکہ ایسا ارادہ فرمایا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ طلاق دی اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے رجوع فرمانے کے لیے مشورہ دیا یا ظاہر فرمایا کہ منشاء ربانی یہی ہے کہ حفصہ کو طلاق نہ دیں اور رجوع فرمائیں کہ وہ شب بیدار اور کثیر الصوم (بکثرت روزہ دار) اور آخرت میں بھی ازداج مطہرات سے ہیں۔

(فَلَمَّا نَبَاَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا) پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولیں حضور کو کس نے بتایا۔

لَعَنَتْ هَلْ فَضَحْتُمَا عَائِشَةَ أُمًّا لَا؟ تاکہ حفصہ جان لے کہ کیا عائشہ نے اسے فاش نہیں کر دیا؟ تو وہ بولیں سرکار کو کس نے بتایا یعنی حضور کو کس نے خبر دی۔

رَقَالَ نَبَاَنِي الْعَلِيُّ الْخَبِيرُ (فرمایا مجھے علم والے خبر دار نے بتایا۔
الَّذِي لَا تَخْفَى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ یعنی اس ذاتِ کریم نے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں
راشد کریم نے)

اِنْ تَشُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ
كُلُّوْكُمْ مَا جَ وَ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِ
فَاِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَ خَيْرُ
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلِكُ
بَعْدَ ذَلِكَ ظَهْمِيْرٌ ۝

نبی کی دونوں بیویوں اگر اللہ کی طرف تم رجوع
کر دو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ
گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک
ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان
والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(اِنْ تَشُوبَا إِلَى اللَّهِ) نبی کی دونوں بیویوں اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو۔

خطاب لحفصہ وعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی الالتفات من الغیبة الح

المخاطب علمہما لغلۃ فی المعاتبۃ حضرت حفصہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کو خطاب ہے کہ ان سے جو غیبت (اندر ہی اندر) میں ہوا اس سے رجوع کریں (توبہ کریں) اور خطاب میں جو مبالغہ ہے اس میں دونوں پر عتاب (سرزنش) ہے۔ بخاری و مسلم و ترمذی، احمد اور ابن حبان وغیرہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مجھے اس بات کی عرصے سے خواہش تھی کہ میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھوں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازداج مطہرات سے وہ دلو کو نسی بیبیاں تھیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا

”ان تستوبا“ الخ یہاں تک کہ میں نے حضرت فاروق کے ہمراہ حج کا شرف حاصل کیا آپ راستے میں ایک طرف ہوئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ ہوا آپ جب فارغ ہو کر واپس آئے تو میں نے وضو کے لیے لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور عرض کی امیر المؤمنین کہ ازواج النبی سے وہ دو کونسی تھیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ”ان تستوبا“ الخ ارشاد فرمایا ابن عباس تم پر تعجب ہے وہ دونوں بیبیاں عائشہ اور حفصہ تھیں اور آیتہ تخییر کے بارے میں طویل حدیث بیان فرمائی۔
(فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا) تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

مالت عن الواجب من مخالفتہ صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ وکراہۃ ما یکرہہ الی مخالفتہ۔ ان پر واجب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء و رضا کے خلاف نہ فرماتیں اور اسی امر کو محبوب رکھتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب و محبوب تھا اور اس کو مکروہ جانتیں جیسے حضور نے ناپسند فرمایا نہ کہ یہ اس میں خلاف کرتیں واضح مفہوم یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ مصریہ جو حضور کو عزیز تھیں یازید رضی اللہ عنہا کے ہاں شربت شہد نوشی کے لیے توقف فرمانا خاطر اندس کے لیے پسندیدہ تھا تو تمہیں لازم تھا کہ تم بھی اسے ہی پسند کرتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہد یا ماریہ کی تحریم گلاں تھی اور یونہی افشاء راز بھی پسند نہ تھا تو جب دونوں بیبیوں سے ایسا واقعہ ہوا تو وہ راہ صواب سے ہٹ گئیں اور حضور کی خدمت کے سلسلہ میں صرف اپنی ذات ہی ملحوظ خاطر رہی اور معاملہ عادلانہ نہ رہا حالانکہ ایثار چلیے تھا تو یہ ترک ادلی واقعہ ہوا اور ان مطہرات کو توبہ کے لیے فرمایا گیا جس میں ان کی عظمت شان کا لحاظ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کی طرح نہیں کما قال اللہ الکریم لَسْتُ بِكَاحِدٍ مِنَ النِّسَاءِ۔ اور انہیں اپنے قلوب کو ایسی امور سے صاف رکھنے کا واضح ارشاد ہے اور یہ کریم اکرم ہے کہ خواص کو آگاہ فرما کر محفوظ فرماتا ہے۔

(وَإِنْ تَطَهَّرْتَ عَلَيْهِ) اور اگر تم ان پر زور باندھو۔

والمعنی فان تتعاوننا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بما یسودہ من الافراط فی الغیرۃ و افشاء سرہ مفہوم یہ ہے کہ تم نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف باہم تعاون کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت غیرت اور راز فاش ہونے کی وجہ سے ناگوار خاطر ہوا۔ اگر تم یونہی کرتیں رہیں تو اس میں فلاح نہیں ہے گویا یہ جملہ شرط یہ ہے اور یہ جزائے شرط ہے۔

(فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاكَ) تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے۔

ای ناصرہ یعنی آپ کی نصرت فرمانے والا ہے خ تعلیم ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر تم دونوں حضور کی رضا کے خلاف باہم تعاون کر دو گی تو تمہیں بھلائی حاصل نہ ہوگی کیونکہ اللہ ان کا مددگار ہے نہ بنگیان ہے۔

(وَجِبْرِيلُ) اور جبرائیل (علیہ السلام)

”ای قرینہ“ جو فرشتوں کے سردار اور رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق و جانشین ہیں۔

(وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ)

”ای تابعہ“ یعنی آپ کے فرمان بردار جانشینوں میں بعض علماء نے یہاں اضافت عہدی مراد لے کر فرمایا کہ صالح المؤمنین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ آل عمران میں یشاق کے ضمن میں ارشاد ہے ”لِحُومَتَيْنِ بِهِ وَلْتَنصِرْتَهُ“ ابن مردویہ نے اسما بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ صالح المؤمنین سے مراد حضرت علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں گر وہ امامیہ نے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اسے لوگو! یہ ہے صالح المؤمنین۔ ابن عساکر نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا صالح المؤمنین سے مراد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ایک جماعت نے سعید ابن جبیر سے روایت کی ”صالح المؤمنین“ بطور خاص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی کے حق میں اتری۔ ابن عساکر نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کی کہ انہوں نے کہا صالح المؤمنین سے مراد ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں اور ایک قول ہے کہ چاروں خلفاء راشدین مراد ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ یہ ٹکڑا (صالح المؤمنین) ابو بکر و عمر کے بارے میں نازل ہوا۔ عکرمہ، میمون بن مہران وغیرہ نے بھی اسی تفسیر سے اتفاق کیا ہے حاکم نے ابی امامہ اور طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”صالح المؤمنین“ کے بارے میں فرمایا ابو بکر اور عمر، ابن عساکر نے کلبی کے طرق سے ابو صالح سے ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ (ابی) نے جب صالح المؤمنین پڑھا تو یہ بھی پڑھا ابو بکر و عمر۔ جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید است الہیہ سے مدد کرتے ہیں اور وہ دونوں (ابو بکر و عمر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

وزیر ہیں اور امور رسالت کی تدبیر اور احکام ظاہری کے اجراء میں آپ کے مددگار ہیں۔ اس واقعہ تحریم کے تناظر میں بھی صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر و عمر ہی واضح ہیں کہ وہ دونوں بیبیوں کے بزرگوار تھے اور اتباع رسول میں اس حد تک کامل قوی تھے کہ اولاد وغیرہ کسی شے کو خاطر میں لانے والے نہ تھے اور ہر قربانی کے لیے منظر رہنے والے تھے۔

(وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝) اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

مظاہر و دلہ و معینون ایاہ کذاک یعنی اللہ، جبرائیل اور میک مومنوں کے بعد فرشتے بھی آپ کے اسی طرح ناصر و مددگار ہیں۔ معین حقیقی تو اللہ ہی ہے لیکن نصرت و تائید، حمایت و مدد کا مظاہرہ جبرائیل اور صالح مومنین اور حضرات ملائکہ کے توسط سے ہو رہا ہے اور اس میں ان سب کی عظمت کا اظہار اور بارگاہ رب العزت میں ان کی مقبولیت کا بیان ہے، اولیاء اللہ کا امداد فرمانا اور لوگوں کا اُن سے استمداد کرنا اس آیت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کو شرک بتانا دراصل اللہ کی کتاب سے بے خبری ہے اور شرک کی بے جا تادیل ہے حالانکہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی اولیاء اللہ کو بالذات یا معین حقیقی نہیں مانتا البتہ مقررین بارگاہ رب العزت جان کر اُن سے توسل کرتے ہیں۔ اسی آیت سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جن کا بطور خاص اور عام فرشتوں سے الگ ذکر کیا گیا ہے تمام فرشتوں اور تمام صالح مومنین سے افضل ہیں اور وہ علماء جنہوں نے صالح المومنین سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام کو مراد لیا اس عموم سے خاص ہوں گے اور جبرائیل سے مفضل نہ ٹھہریں گے کیونکہ اہل سنت کے ہاں یہ امر مسلّم ہے کہ رُسُل ملکی رُسُل بشری سے افضل نہیں ہیں بلکہ رُسُل بشری کو رُسُل ملکی پر فضیلت ہے، لیکن جنہوں نے کہا کہ صالح المومنین سے مراد حضرات خلفاء اربعہ یا سچے مومنین ہیں تو جبرائیل کا ان پر تقدم و فضل ظاہر ہے پھر جبرائیل علیہ السلام رُسُل ملائکہ سے بھی ہیں اور رُسُل ملائکہ کی صالح المومنین پر فضیلت واضح طور پر ظاہر ہے۔ اور عام فرشتوں کا ذکر صالح المومنین کے بعد کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ صالح المومنین عام ملائکہ سے افضل ہیں اور یونہی خواص صالح المومنین خواص ملائکہ (بشرطیکہ وہ رسول ملکی نہ ہوں)

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے
دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیایاں بدل دے
اطاعت والیاں، ایمان والیاں اور ایمان

عَلَىٰ رَبِّهِۦٓ اِنَّ خَلْقَکَ اَنْ یَّبْدِلَکَ
اَوْ دَجًا یَّغِیْرًا مِّمَّنْکَ مُتِمِّلَتٍ
مُّؤْمِنَتٍ قَبِلْتَ یٰحَبِیْبُ عَلَیْکَ

کثرت کے باوصف سخاوت کا مدار فضل باری پر ہی ہے جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس کے اعمال روزِ آخر سے نہ بچا سکیں گے مگر اللہ کا فضل، عرض کیا گیا حضور کو بھی کیا؟ فرمایا مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنے فضل و رحمت سے مجھے چھپا لے۔ واضح مفہوم آیت یہ ہے کہ سچی توبہ کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر کے ان کا بوجھ تم سے اتار دے اور تمہیں جنت میں داخل فرمائے اور نعماء جنت سے نواز دے۔

(يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ) جس دن اللہ رسوا نہ کرے گاہی کو

”یوم“ ظرف (متعلق) ”یبد خلقک“ اور ”النبي“ تعریفِ حمدی ہے والمراد بـلہ سید الانبیاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والمراد بنسفی الاخزاء اثبات انواع الکرامۃ والعز۔ اس سے مراد سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور اخزاء (رسوائی) کی نفی اعلیٰ درجات (بزرگیوں) اور عزت کے اثبات پر دلالت کر رہی ہے۔ قاموس میں ہے کہ کہا جاتا ہے ”خزى الرجل لحقه انكسار امامن نفسه وهو الياء المفترط ومصدره الخزيۃ“ فلاں شخص اپنا حق پانے سے محض اپنے نفس کی کمزوری و خستگی (یا عاجزی) کی وجہ سے شرمندہ رہا (جھک کی وجہ سے اپنا حق وصول نہ کر سکا) اور الیاء اجاء کی زیادتی بے جا زیادتی (ہوتی ہے اور اس کا مصدر ”الخزيۃ“ ہے تاہم یہ لفظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ان معنوں میں نہ لیا جائے گا اور آپ کے علاوہ پر اس کا معنی الاستخفاف (رسوائی بے عزتی) ہوگا اور اس کا مصدر الخزی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے اس کے معنی بایں معنی ہوں گے کہ اس روز اللہ اپنے نبی کو کافروں کے سامنے (جو اس روز رسوا ہوں گے) معزز و بزرگ فرمائے گا۔ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی غائت درجہ عظمت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا ”ولا تخزنی یوم یبعثون“ (الشعراء) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس دنیا میں وعدہ کر امت ہے ”یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ“ اور خلیل و حبیب کے فرق پر واضح نص ہے۔ اور یونہی آپ کے طفیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اہل ایمان کے لیے پروانہ لطف و کرم ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔

و ”النبي“ پر عطف ہے وفيہ تعریض بمن اخذہ اللہ تعالیٰ من اهل الکفر و الفسوق، واسجد علی المومنین علی أن عصمہم من مثل عالمہ والمراد بالایمان

يَشَدُّ اَدْلًا يَعْصُونَ اَمْرًا
 اَمْرُهُمْ وَيَقْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا
 كَواسِ اَلْاِغْثِ اَلْاَسْفَلِ
 مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں مانتے اور جو انہیں
 حکم ہو وہی کہتے ہیں۔
 اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھروالوں
 کو اس آگ سے بچاؤ۔

اہل ایمان سے خطاب ہے اور اپنی جانوں اور گھروالوں کو آگ سے بچانے کا مطلب "تبرک
 المعاصی وفعل الطاعات" ووقایۃ الامل بحملہم علی ذلک بالنصم والتادیب،
 یعنی گناہوں کا چھوڑ دینا اور فرمان برداری کے کام کرنا اور اہل خانہ کو بچانے کا مطلب ہے کہ انہیں
 بھی ترک معاصی اور ترغیب طاعت پر تیار کرو اور انہیں نصیحت کرو یعنی دین کی تعلیم دو اور آداب
 دینی سکھاؤ۔ (ناراً) سے مراد ہے اسی نوعامت النار یعنی عذاب نار کی ایک قسم۔ اور
 روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے
 نفسوں کو تو بچائیں گے لیکن اپنے گھروالوں کو بچانا کیونکر ہو گا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا "تم انہیں ان تمام امور سے روکو جن سے تمہیں اللہ نے منع فرمایا اور انہیں ان باتوں
 کا حکم دو جن کے بارے اللہ نے تمہیں کرنے کا حکم دیا تو یوں اس سے ان کے اور آگ کے درمیان
 حفاظت ہوگی یعنی اس طرح بچیں گے۔ ابن المنذر، ما کہنے تبصیح اور ایک جماعت نے حضرت
 مولاعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "علموا النکوح وادھیکو
 النخیر وادبواہم" اپنے آپ کو اور گھروالوں کو بھلائی کی تعلیم دو اور انہیں آداب سکھاؤ۔ اہل
 سے مراد بیوی، اولاد، غلام اور لونڈی ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ اس بندے پر
 رحم فرمائے جس نے اپنے گھروالوں سے کہا نمازیں پڑھو، روزے رکھو زکوٰۃ ادا کرو مسکینوں
 یتیموں ہمسایوں کا خیال کرو شائد اللہ تمہیں اس کے ساتھ جنت میں اکٹھا کر دے۔ اور کہا گیا ہے
 کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہو گا جس نے اپنے گھروالوں کو جاہل رکھا یا
 جس کے گھر والے جاہل رہے۔ "لہذا آدمی پر اہل و عیال کی تعلیم و تربیت واجب ہے۔
 (وَحُودَهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں

"الناس" سے مراد کفار و مشرکین اور "الحجارة" سے مراد بت وغیرہ ہیں جس طرح دنیا کی
 آگ لکڑی وغیرہ سے بھڑک اٹھتی ہے جہنم کی آگ اس ایندھن رکفار و مشرکین اور بتوں وغیرہ سے
 بھڑکے گی۔

(عَلَيْهِمَا مَلَكٌ مُّكَةً) اس پر فرشتے مقرر ہیں۔

ای اَلْهُمَّ مَوْكِلُونَ عَلَيْهِمَا يَلُوتُ اَمْرُهُمَا وَقَدْ يَبِىْ اَهْلُهُمَا وَالزَّيْنَةُ السَّعَةِ
عشر قیل : وَاَعْوَاظُهُ يَعْنِيْ وَه فرشتے اس آگ پر اللہ کی طرف سے مَوکِل ہیں جو اس کے حکم کو نافذ
کرتے اور اہل دوزخ کو عذاب دیتے ہیں انہیں زبان یہ کہتے ہیں جن کی تعداد انیس ہے اور ایک قول ہے
کہ ان کے مددگار اور بھی ہیں۔ سورۃ المذثر اور العلق میں ان کی تفصیل ہے۔ اَلشَّاءُ اللّٰہ و ہاں ذکر ہوگا۔
(رِعْلَاظٌ شَدَادٌ) سخت کرے (زور آور۔ رحم سے خالی)

غلاظ الاقوال شداد الافعال او غلاظ الخلق شداد الخلق اقوال علی الافعال
الشديدۃ اخرج عبد اللہ بن احمد فی زوائد الزہد عن ابن عمر ان الجونی
قال : بلغنا ان خزنة النار تسعة عشر ما بين منكبى احد هو مسيرة مائة
خريف ليس في قلوبهم رحمة انما خلقوا للعذاب يضرب الملك منهم
الرجل من اهل النار الضربة فيتركه طعنا من لدن قرينه الى قدمه“ یعنی
انتہائی سخت ہونے والے اور انتہائی سخت کام (عذاب) والے یا انتہائی کھروی مخلوق تند خو بندے
جو بڑے زور آور ہیں اور امور عذاب میں خوب سختی کرنے والے۔ عبد اللہ بن احمد نے ”زوائد الزہد“
میں ابی عمران الجونی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا : ہمیں روایت پہنچی ہے کہ جہنم کے داروغہ
انیس^{۱۹} ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کے دونوں کندھوں کے درمیان سو برس کی مسافت ہے۔
ان کے دلوں میں رحم نہیں ہے اور وہ صرف عذاب ہی کے لیے پیدا کئے گئے ہیں اُن میں سے
جب کوئی اہل دوزخ میں سے کسی کو ضرب لگایا ہے تو اس کو اُس کے سر سے قدموں تک پس کر رکھ
دیتا ہے (سر مہ بنا ڈالتا ہے)

(لَا يَعْصُونَ اِلٰهَ مَا اَمَرَهُمْ) جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے۔

یہ فرشتوں کی دوسری صفت کا بیان ہے ای لَا يَعْصُونَ فِيمَا اَمَرَهُمْ بِه یعنی انہیں
جس کام کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجالاتے ہیں اور تعمیل ارشاد میں کوتاہی نہیں کرتے۔
(وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝) اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

ای الذی یا مَرَهُمْ عَزَّوَجَلَّ بِه یعنی جس بات کو انہیں حق سبحانہ و تعالیٰ حکم فرماتا ہے وہ
اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں یہ جملہ پہلے جملے کی تکرار ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس کا مفہوم
گو یا بطور مبالغہ ارشاد ہے کہ نفاذ امر میں ان فرشتوں کو رافت (زری) آڑے نہیں اور وہ امر الہی کی پابندی

کہتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا
الْيَوْمَ إِنَّمَا تَجْعَلُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
اے کافرو! آج بہانے نہ بناؤ تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا) اے کافرو! "یقاتل لہم ذلک عند ادخال الملائکۃ
ایاہم النار حسماً" کہتا ہے کہ کفار سے اس وقت کہا جائے جب انہیں فرشتے دوزخ کی آگ
میں داخل کریں گے جیسا کہ وہ حکم دیے جائیں گے جب کفار آتش جہنم کی شدت اور اس کے عذاب کو
دیکھیں گے تو عذر پیش کریں گے۔

رَلَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ) آج بہانے نہ بناؤ۔

الیوم پر ال عذر کی ہے اور اعتذار سے ممانعت اس لیے ہے "لَا تَقُولُوا عذر لہم
اولان العذر لا ینفعہم" کہ انہیں کے پاس کوئی عذر نہ ہو گا یا یہاں تراشی یا درخواست
عذر کچھ فائدہ نہ دے گی یعنی اب نہ عذر کا کوئی موقع ہے اور نہ ہی عذر قبول کیا جائے گا۔
رَلَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ) تمہیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

فی الدنیا من الکفر والمعاصی بعد ما تھتیم عنہما شد النہی وامرتم بالایمان
والطاعة علی اتسوحہ، دنیا کی زندگی میں تمہیں کفر و معاصی سے بشارت روکا گیا تھا اور تمہیں
ایمان و طاعت کی بشارت تلقین کی گئی تھی (حکم دیا گیا تھا) لیکن تم کفر و معاصی پر ڈٹے رہے اور
رسولوں کی ہدایت سے منہ موڑا اور ایمان و طاعت کا راستہ اختیار نہ کیا تو آج تمہارے لیے تمہارے
کرتوتوں کا بدلہ ہے۔

بامحاورہ ترجمہ کو ع دوم سورۃ تحریم پ

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے
کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب
تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں
میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً
تَصُوحًا عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَن تَبْكَرَ عَنْكُمْ
سَيِّئَاتُكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَا يُمْرَأَ بِمَنْزِلَةٍ إِلَّا

رسوانہ کرے گا بنی اور اس کے ساتھ کے ایمان والوں
کو ان کا نور دھڑکتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے پیچھے
عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا
نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر
چیز پر قادر ہے۔

اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں
پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم
ہے اور کیا ہی برا انجام۔

اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور
لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوارقرب
بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے
دعا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے
اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے
والوں کے ساتھ۔

اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون
کی بیوی جب اس نے عرض کی اے میرے رب
میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون
اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم
لوگوں سے نجات بخش۔

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی خطا
کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس
نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق
کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی۔

النَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُودِيَ
لَيْسَ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
يَقُولُونَ رَبَّنَا اقْصِمْنَا وَدُنَا وَأَعْظِمْنَا
إِنَّا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرُونَ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمْ وَمَا وَهُمْ بِجَهْتُمْ وَ
بِئْسَ الْمَصِيرُ

خَرِبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا
امْرَأَتَا نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا
تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ
فَخَانَتَهُمَا فَلَمْ يُعْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاسِخِينَ

وَصَرَفَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتُ
فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عُنْدَكَ
بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَبِخَتْنِي مِنْ فِرْعَوْنَ
وَعَمَلِهِ وَبِخَتْنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَتْ
فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَ
صَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا
كَرَامَاتُ مَنَاقِبَتَيْنِ

حل لغات رکوع دوم سورۃ تحریم ۲۸

یا یہا۔ لے	الذین۔ لوگو جو	امنوا۔ ایمان لائے ہو	توبوا۔ توبہ کرو
الی طرف	اللہ۔ اللہ کی	توبۃ۔ توبہ	نصوحا۔ خالص
عی۔ قریب ہے	دیکھ۔ تمہارا رب	ان۔ یہ کہ	یکفر۔ دور کر دے
عنکھ۔ تم سے	سینا تک۔ گناہ تمہارے	و۔ اور	بیدا خلکھ۔ داخل کیے تم کو
جنت۔ باغوں میں کہ	تجری۔ چلتی ہیں	من تھتھا۔ ان کے نیچے	الانہار۔ نہریں
یوم جسد	لا۔ نہ	یحزنی۔ رسوا کرے گا	اللہ۔ اللہ
النبی۔ نبی کو	و۔ اور	الذین۔ انکو جو	امنوا۔ ایمان لائے
معہ۔ اسکے ساتھ	نور۔ نور	ہم۔ ان کا	یسعی۔ دوڑتا ہوگا
پین۔ ان کے	ابیدیم۔ آگے	و۔ اور	بایمانہم۔ انکے دیش
یقولون کہیں گے	دینا۔ لے ہمارے رب	اتمہ۔ پورا کر	لنا۔ ہمارے لیے
نور۔ نور	نا۔ ہمارا	و۔ اور	اغفر بخش
لنا۔ ہم کو	انک۔ بیشک تو	علی۔ اوپر	کل۔ ہر
شئی۔ چیز کے	قدیو۔ قادر ہے	یا یہا۔ لے	النبی۔ نبی
جاہد۔ جہاد کر	الکفار۔ کافروں سے	و۔ اور	للمنفقین۔ منافقوں سے
و۔ اور	اغلظ۔ سختی کر	علیم۔ ان پر	و۔ اور
ماونہم۔ انکا ٹھکانا	جھم جھم ہے	و۔ اور	بلس۔ برابر ہے
المصیر۔ ٹھکانا	خوب۔ بیان کرتا ہے	اللہ۔ اللہ	مثلا۔ مثال
لذین۔ انکے لیے جو	کفروا۔ کافر ہیں	امرات۔ بیوی	نوح۔ نوح کی
و۔ اور	امرات۔ بیوی	لوط۔ لوط کی	کانتا۔ تھیں دونوں
تحت۔ نکل میں	عبدین۔ دو بندوں کے	من عبادنا۔ ہمارے بندوں سے	

صالحین جو نیک تھے	فحاشا۔ تو خیانت کی انہوں نے فلمو۔ تو نہ	یعنی۔ کفایت کیا
عنہما۔ ان سے	من اللہ۔ اللہ کے حضور	و۔ اور
قید۔ کہا گیا	ادخلہ۔ داخل ہو جاؤ	مع۔ ساتھ
الداخلین۔ داخل ہونے والوں کے	ضرب۔ بیان کی	اللہ۔ اللہ نے
مثلاً۔ مثال	للدین۔ ان کے لیے جو	امرات عورت
فرعون۔ فرعون کی	اذ۔ جب	دب۔ اے رب
ابن۔ بنا	لی۔ میرے لیے	ث۔ اپنے
بیتا گھر	فی۔ بیچ	و۔ اور
نجی۔ نجات دے مجھ کو	من فرعون۔ فرعون	عملہ۔ اسکے عمل سے
و۔ اور	نجی۔ نجات دے مجھ کو	الظلمین۔ ظالم سے
و۔ اور	مریم۔ مریم	عمرات۔ عمران کی
القی۔ وہ جس نے	احصنت۔ حفاظت کی	ففتنا۔ تو بھونکی بہنے
فیہ۔ اس میں	من روحنا۔ اپنی روح سے	صدقہ۔ تصدیق کی اس نے
بکلمت۔ کلمات	دیہا۔ اپنے رب کی	کتبہ۔ اسکی کتابوں کی
و۔ اور	کانت تھی	من القانتین۔ فرمانبرداروں سے

مختصر تفسیر سورہ تحریم رکوع دوم پ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ
تَوْبَةً كَصُوعًا عَلَى رَبِّكُمْ
أَنْ يَكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ دُونَ ذَلِكَ
جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
يَوْمَ لَا يُجْزَى اللَّهُ النَّارِ وَالَّذِينَ
آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ

اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو
جو آگے کو نصیحت ہو جائے، قریب ہے
کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار
دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن
کے نیچے نہریں ہیں۔ جس دن اللہ سوائے
کے گاہنی اور ان کے ساتھ کے ایمان

اَبْدَانُهُمْ وَبَايَمَانِهِمْ يَقْتُولُونَ رَبَّنَا اَتِمْمْ لَنَا نُورَنَا وَارْحَمْنَا وَكَانَ رَجَاؤُنَا بِكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

والوں کو ان کا نور دھڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے دامن عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے، بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

رَبَايُمَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا التَّوْبُوْا اِلٰى (اللّٰهِ)

اے ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو۔

من الذنوب یعنی مومنو تم گناہوں سے توبہ کرو، توبہ پر تفصیلی بحث سورہ نور میں

گزر چکی۔

(تَوْبَةٌ نَّصُوحًا) ایسی توبہ جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

ای بالغۃ فی النصح فهو من امثلة البياضة كضروب وصفت التوبة به على لسان المجازي وهو وصف التائبين وهو ان ينصحوا بالتوبة انفسهم نياتوا بها على طريقتهما۔

یعنی خلوص میں مبالغہ اور یہ مبالغہ کی مثالوں میں سے ہے جیسے ”ضُرُوب“ اور توبہ کو ”نصوح“ کے ساتھ متصف کرنا بطور مبالغہ مجازاً ہے اور وہ توبہ کرنے والوں کا وصف ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کی توبہ کے ذریعہ خیر خواہی کریں اور اس کے ساتھ اس کے طریق پر آجائیں ابن مزیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس ضمن میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ ”توبۃ النصوح“ کیا ہے (یا اس سے مراد کیا ہے) ارشاد ہوا ”ان یندم العبد علی الذنب الذی اصاب فیتذکر الی اللہ تعالیٰ شوا یرعود الیہ کمالا یرعود الین الی الضرع“ کہ بندہ اپنے ان گناہوں پر جو واقعہ ہو چکے نادم (شرمسار) ہو پس اللہ تعالیٰ سے معذرت چاہے پھر اس کی طرف (ان گناہوں کی طرف) نہ لوٹے جس طرح دودھ بکری کے تھنوں میں نہیں لوٹتا۔ اور حضرت عمر، ابن مسعود، ابی حسن، مجاہد وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اس کی تفسیر میں یونہی مروی ہے۔ ایک قول ہے: ”نصوحا من نصحۃ الشوب ای خیاطۃ ای توبۃ تنزف وحر وقلک فی دینک وترم غلک“ ”نصوحاً نصاحۃ“ سے مشتق ہے اور اس کا معنی ہے کپڑے کا سینا یعنی سلائی کرنا مطلب یہ ہے کہ توبہ تیرے دین میں تیرے شگافوں (پھاڑوں) کو رفو (سی) کر دے گی اور

تیری گڑبڑ (خرابیوں) کو درست کر دے گی۔ ایک قول ہے کہ قول و عمل کے ساتھ خیر خواہی مراد ہے۔ اور یہ بھی جائز رکھا گیا ہے کہ توبۃ النصوح سے مراد یہ ہو کہ توبہ کرنے والے کے اعمال و افعال میں توبہ کا اثر نمایاں ہو اور وہ گناہوں سے باز رہے اور فرماں برداری کے کاموں میں لگ جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا "اللهم انی استغفرک و التواب الیک" تو آپ نے فرمایا اے شخص زبان کی تیزی کے ساتھ توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے تو اس اعرابی نے کہا تو پھر سچی توبہ کیا ہے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا سچی توبہ چھ باتوں کا مجموعہ ہے :

- ۱: "على الماضي من الذنوب التداۓمة" زمانہ ماضی کے گناہوں پر ندامت (شرسار ہونا)
 - ۲: "وللغرائض الاعادة" غرائض جو چھوٹ چکے ہوں دوبارہ ادا کرنا۔
 - ۳: "وَرَدِ الْمَظَالِمِ" کی ہوئی زیادتیوں کا ازالہ (عقوبت شدہ امور لوٹا دینا یا معاف کر لیا یا راضی کر لینا)
 - ۴: "وإسْحْلَالِ الْخُصُومِ" دشمنیوں اور جھگڑوں کا مٹا دینا یا ختم کر دینا
 - ۵: "وأن تعزم على أن لا تعود" پختہ ارادہ کرنا کہ گناہوں کی طرف دوبارہ نہ لوٹوں گا
 - ۶: "وأن تذيب نفسك في طاعة الله" اور اپنے نفس کو طاعت الہی میں سجاتے تربیت دے
- کما ریتہا فی المعصية وان تذیقہا یا اسی طرح جس طرح اسے گناہوں میں تربیت کرتا رہا (یا) مزارۃ الطاعة کما اذقتہا حلاوة (رہا) اور یہ کہ اپنے نفس کو طاعت کی کڑواہٹ سے اسی طرح مزہ چکھائے جس طرح اُسے گناہوں کی لذت سے مزہ دلاتا رہا۔

اور خواص کی توبہ کا یہی چلن ہے۔

قَرِيبٌ هُوَ كَمَا تَعَارَبَ تَعَارِيَهَا تَم
رَعْسَى رَبِّكَوْ أَنْ يَكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَيُذْهِبْ عَنْكُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ)۔

قرب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔

قيل : المراد انه عز وجل يفعل ذلك لكن جمعا بصيغة الاطماع للجري على عادة الملوك فانه اذا ارادوا فعلا قالوا: (عسى) ان تفعل كذا، والاشعار بان ذلك تفضل منه سبحانه، والتوبة غير موجبة تحله. وان العبد ينبغي ان يكون بين خوف ورجاء وان بالغ في اقامة وظائف العبادة۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے

کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اسی طرح فرماتے گا یعنی توبہ کے بدلے تمہارے گناہ اتار دے گا لیکن یہاں بندے کے لیے بطور طمع و رغبت کے انداز میں فرمایا گیا ہے جیسا کہ بادشاہوں کی عادات میں سے ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں (عسی - قریب ہے) کہ ہم یوں فرمائیں گے اور اس کے درمیان جس امر کا اشارہ ہے کہ یہ سب حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے اور توبہ فی نفسہ گناہوں کی بخشش کا موجب نہیں اور بندے کو لازم ہے کہ وہ امید و خوف کی حالت میں رہے اگرچہ وہ مخالف و عیادت کے قائم کرنے میں خوب لگا ہو۔ حدیث تشریف میں ہے ایمان خوف درجاء (امید و خوف) کے درمیان ہے یعنی گناہوں پر عذاب و گرفت سے ڈرتا رہے اور فضل و مغفرت کی امید بھی رکھے نہ یہ کہ محض امید پر قناعت کرے اور نہ یہ کہ خوف زدہ ہو کر ہلاک ہوتا رہے کیونکہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں ہے چاہے بخشے چاہے عذاب کرے اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔ اور اس آیت کے تحت معتزلہ نے کہا کہ عقل کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ پر بندے کی توبہ کا قبول کرنا واجب ہے جب کہ اہل سنت نے اس آیت ہی سے قبول توبہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے کیونکہ گناہوں کا کفارہ ہو جانا قبول ہی کا نتیجہ تو ہے اور ایسا طمع دلانے کے لیے پدوں قطع کئے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی قبولیت اللہ کا کرم ہے اس پر واجب نہیں۔ امام الحرمین اور قاضی ابوبکر نے کہا سن کر اور بطور وعدہ اس کا قبول کرنا واجب ہے لیکن دلیل ظنی کے ساتھ جب کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ نص قطعی ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جمہور علماء اہل سنت کا مذہب ہی حق ہے کہ جب بخشش و عذاب مشیت ربانی پر ہے تو توبہ کا قبول و عدم قبول بھی اسی کی مرضی پر موقوف ہے خواہ توبہ تمام شرائط کے ساتھ واقع ہو، لہذا توبہ کا قبول فرمانا اللہ کا کرم اور اس کا فضل ہے اس آیت میں بندوں کو رغبت دلائی گئی ہے کہ توبہ النصوح کریں ظاہر ہے کہ کریم اور لاتنا ہی کرم والے کریم آقا کا غلاموں کو تحریص و زعیت دلانا اسی لیے تو ہے کہ اُن پر نوازش فرمائے اور تحریص دلا کر نہ نوازنا کریموں کی عادت نہیں ہو ا کرتی اور حق سبحانہ و تعالیٰ بے مثل کریم ہے اور اس نے رحمت کو غضب پر سبقت دے رکھی ہے تو پھر توبہ قبول نہ ہونے کا واہمہ کیوں پریشان کرے اور قرآن کریم میں یہ انداز بکثرت ہے جو بے اتہما لطف و کرم الہی کا منظر ہے۔ لہذا توبہ کا بجالانا لازم ہے رہا اس کا قبول ہونا نہ ہونا توبہ اللہ کا کام ہے بندوں کو اس سے کیا علاقہ انہوں نے تعمیل ارشاد تو کر دی اور ان کے لیے یہی کافی ہے۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد کیا عظمت والا ہے ”هَلْ يُجَازِي الْاَكْثَرُ“۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور معاملہ سب اُسی کے فضل و کرم پر ہے یہاں تک کہ طاعات کے باوجود اور اعمال صالحہ کی و خیرت و

مناخروہ الکامل علی ما ذکرہ الخفا جی۔ اور اس میں ان لوگوں پر تعریض رہ جھٹتا ہوا اشارہ ہے جنہیں کفار و فساق میں سے اللہ تعالیٰ ذیل در سوا فرمائے گا اور اہل ایمان کی غایت درجہ توصیف ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں محفوظ فرمائے گا اس بد حالی سے جو کفار و فساق کو پیش آئے گی اور ایمان سے یہاں مراد افراد کامل یعنی سچے مومنین ہیں جیسا کہ خفا جی نے لکھا ہے۔ فرد کے معنی چکنے کے بھی ہیں جیسے کہاجلتا ہے افراد النجوم اور ہر چکتے تارے اس مفہوم پر خفا جی کے نزدیک یہاں صحابہ کرام و خواص مومنین مراد ہیں واللہ اعلم۔

(لُورُهُمْ لَيْسَ بَيْنَ آيِدِيْهِمْ) ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے داپسے۔

ای علی الصراط۔ یعنی پل صراط پر۔ توحید و رسالت پر ایمان لانے کا نور اہل ایمان کے ساتھ ہو گا اور ان کے لیے راہ جنت پر چلنے میں مددگار ہو گا۔ کبھی سے منقول ہے مومنوں کو ان کے اعمال کے موافق نور دیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ پل صراط پر سے گزریں گے۔ بغوی سے بھی یوں منقول ہے۔ مسلم شریف میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہر شخص کو خواہ منافق ہو یا مومن ایک نور دیا جائے گا جس کے پیچھے وہ جہنم کے پل (پل صراط) پر چلیں گے پل پر کانٹے اور انکڑے ہوں گے وہ پکڑیں گے اسے جس کو اللہ چاہے گا پھر منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا آگے اور دائیں سے مراد سب جہات ہیں اور ضحاک کا قول ہے آگے نور ہو گا اور دائیں اعمال نا مے ہوں گے۔

(يَقْتُلُوْنَ) وہ عرض کریں گے۔

ای یقولون اذا طغى نور المنافقين۔ یعنی مومنین عرض کریں گے اور ابن عباس اور حسن سے مروی ہے ایسا اس وقت کہیں گے جب منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا۔ منافقوں کے نور کا بجھا یا جانا ان کے حال کے موافق ہو گا اور اس کی تفسیر آیت ”هو حاد عہم الخ“ اور سورت الحدید میں گزر چکی۔

رَبَّنَا اَتْمِرْ لَنَا نُورَكَ وَاغْفِرْ لَنَا
اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔

حسن سے مروی ہے ”یدعون تقرباً الی اللہ تعالیٰ مع تمام نور ہو و قیل : یقول ذلك من یمر علی الصراط حقاً و حبوا۔“

پل صراط جب اہل ایمان منافقوں کا نور بجھتا دیکھیں گے تو تقرب الی اللہ کے لیے اپنے

رب سے اپنے نور کامل کے حصول کی دعا کریں گے۔ اور ایک قول ہے کہ ایسا پل پر گزرنے والے قریب اور مقابل ہو کر کہیں گے۔ ایک قول ہے کہ مومنوں کے نور اعمال کے موافق متفاوت (کم یا زیادہ) فرق کے ساتھ ہوں گے اور وہ کامل نور کی درخواست کریں گے تاکہ اس کی روشنی میں سلامتی کے ساتھ پل کے پار ہوں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
وَالْمُنَافِقِينَ وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ
وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَيْسُ الْمَصِيرِ
رِيَاضُ النَّبِيِّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
اِی بِالسَّيْفِ - یعنی کفار کے ساتھ تلوار کے ساتھ جہاد کرو
(وَالْمُنَافِقِينَ) اور منافقوں پر۔

ای بالحجۃ - یعنی حجت و دلائل کے ساتھ اور ان کا پر زور رد و ابطال فرماد۔
(وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ) اور ان پر سختی فرماد۔

وَأَسْتَعْمِلُ الْخَشَوْنَ عَلَى الْفَرِيقَيْنِ فِيمَا جَاهِدَ هُم بِهِ إِذَا بَلَغَ الْفَرْقَ مَدَاهُ
وَعَنِ الْحَسَنِ أَكْثَرُ مَا كَانَ يُصِيبُ الْحُدُودَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ الْمُنَافِقِينَ فَأَمْرٌ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يَغْلُظَ عَلَيْهِمْ فِي أَقَامَةِ الْحُدُودِ۔

اور ان دونوں گروہوں پر سختی کا برتاؤ کرو ان امور میں جن کے ذریعہ تم ان سے جہاد کرو کیونکہ
نرمی حد کو پہنچ چکی یعنی اب انہیں رسوا کرو اور بالکل نرمی و ترس نہ کرو۔ اور حسن سے مروی ہے کہ
اس وقت تک (نزل آیت تک) منافقین پر حدود قائم نہیں کی گئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کو فرمایا گیا کہ حدود کے قائم کرنے کے لیے ان پر خوب شدت و سختی کرو۔ اور کسی قسم کی نرمی نہ کرو۔

(وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَيْسُ الْمَصِيرِ) اور ان کا ٹھکانہ جہنم اور کیا ہی برا انجام
ای و سیرون فیہا عذابا غلیظا - یعنی جہنم میں شدید و سخت عذاب سے دوچار رہیں
گے (وَيْسُ الْمَصِيرِ) ای جہنم اور ماواہم اور جہنم ہی ان کا ٹھکانہ ہے اور وہ کیا
ہی بری جگہ ہے یا کیا ہی برا انجام ہے جسے سمجھیں گے۔

فَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ
كَفَرُوا امْرَأَتَ لُوطٍ وَامْرَأَتَ
لُوطٍ كَانَتْ تَحْتَ عَمِيْدٍ
اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی
عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے
بندوں میں دوسرا دار قرب بندوں کے

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَتَحَاتُّهُمَا
فَلَمْ يَغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ
الذَّاخِلِينَ ه
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا
أَمْ رَأَيْتُ لُؤْلُؤًا
نَكَاح میں تھیں پھر انہوں نے اُن سے دعا
کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام
نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں
جہنم میں جاؤ جلنے والوں کے ساتھ۔
اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت
اور لوط کی عورت۔

اس موقع کی مناسبت سے کافروں کی مثال دی ہے کہ ان دونوں عورتوں کو کفر اور اہل ایمان سے
دشمنی کرنے کی وجہ سے عذاب کیا جائے گا اور اُن عورتوں کو ان کا رشتہ قرابت یا پیغمبروں کی زوجیت
کچھ فائدہ نہ دے گی۔ بحالت کفر انہیں یہ زوجیت و تعلق نفع نہ پہنچائے گا کیونکہ نفع صرف ایمان
و طاعت والوں کے لیے ہے۔ نوح علیہ السلام کی عورت (بیوی) کا نام والہۃ تھا مقاتل سے اس
کا نام والہۃ مروی ہے اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واهلۃ تھا اور ایک قول ہے والہۃ
اور مقاتل کے ”والہۃ“ مروی ہے۔

(كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا
صَالِحَيْنِ)
وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب
بندوں کے نکاح میں تھیں۔

بیانا لحالہا الداعیہ لہما الی الخیر والصلاح ولس یقل : تحتہما للعظیم یہ ان
دونوں عورتوں کے حال کا بیان ہے کہ وہ دونوں خیر و صلاح کے ماحول میں تھیں یعنی پیغمبروں کے
رشتہ نکاح و زوجیت میں تھیں اور ان کے قرب کا تقاضا تھا کہ وہ خیر و صلاح سے نفع اٹھاتیں
ایمان و طاعت بجالاتیں اور ”تحتہما“ کا ارشاد بطور تعظیم کے نہیں فرمایا گیا۔ نوح اور لوط علیہما السلام
کو ”عبدالصالح“

(فَتَحَاتُّهُمَا) تو اُن سے دعا کی۔

بیان لما صدر عنہما من الخیانة العظیمہ مع تحقیق ما نیا فیہما من مرافقہ النبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام اُما خیانة امراۃ نوح علیہ السلام فكانت تقول للناس : انا
مجنون ، و اُما خیانة امراۃ لوط فكانت تدل علی الضیف۔ اس خیانت عظیمہ (بڑی دغا) کا
بیان ہے جو ان دونوں عورتوں سے صادر ہوئی اور اس حق کے خلاف جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
رفاقت کے منافی تھا (حق تو یہ تھا کہ وفاداری کرتیں مگر انہوں نے دغا کی) جہاں تک نوح علیہ السلام کی

بیوی کا تعلق ہے تو وہ لوگوں سے کہتی تھی کہ نوح علیہ السلام (معاذ اللہ) دیوانے ہیں اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی دغا یہ تھی کہ وہ آپ کے مہانوں کی اطلاع دے دیتی تھی اس کو حاکم نے بافادہ تصحیح ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ ابن عدی بیہقی نے شعب الایمان میں، اور ابن عساکر نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ”خیانتہما النبیۃ“ ان دونوں کی خیانت چغل خوری تھی۔ اور ایک روایت میں ہے ”کانتا اذا وحی اللہ تعالیٰ بشیء افشتاہ للمشرکین“ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی وحی اترتی (پیغام آتا) یہ دونوں عورتیں اُسے مشرکوں پر فاش کر دیتیں۔ ابن المنذر نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ”خیانتہما انتہما کانتا کافرتین مخالفتین“ ان دونوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ دونوں عورتیں دوسخت مخالفت کرنے والی کافرتھیں۔ اور ایک قول ہے: ”کانتا منافقتین“ وہ دونوں منافق تھیں۔ راغب کا قول ہے کہ خیانت اور نفاق مفہوم میں ایک ہی ہیں البتہ ”خیانت“ عہد و امانت کے اعتبار سے کہا جاتا ہے اور نفاق دین و اسلام کے اعتبار سے بولا جاتا ہے پھر دونوں ایک ہی مفہوم میں داخل ہو جاتے ہیں تو یہی خیانت سودہ عہد کو توڑ کر چھپ کر حق کی مخالفت کرنا ہے اور اس کی نقیض امانت ہے اور اس آیت کے اسی مفہوم پر علماء کا اجماع ہے اور اس کی تفسیر ”بدکاری“ سے نہیں ہے اور نہ ہی یہاں ایسا مراد ہے اور ابن عباس سے مروی ہے ”ما زنت امرأة نبی قط“ کسی بھی نبی کی عورت کبھی بدکاری (زنا) کی مرتکب نہ ہوئی۔

(رَفَلَمُوْا یَغْنِیَا عَنْہُمَا مِنْ اللّٰہِ شَیْئًا)

(رَفَلَمُوْا یَغْنِیَا) ای فلم یغن ذلک العبدان الصالحان والبنیان العظیمان یعنی دونوں صالح بندے اور با عظمت نبی (نوح و لوط علیہما السلام) ان دونوں عورت کے کام نہ آ سکے (عنہما) بحق الزواج یعنی زوجیت کے حق کے باوجود ان دونوں عورتوں کو کام نہ آئے (من اللہ) ای من عذابہ عز وجل یعنی اللہ عز وجل کے عذاب سے انہیں نہ بچا سکے (شیاء) ای شیئاً من الاغناء، او شیاء من العذاب یعنی کچھ بھی فائدہ نہ دیا یا عذاب الہی سے کچھ بھی دفع نہ کر سکے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ دونوں عورتیں سخت کافر یا منافق تھیں اور اسی حال پر ان کا خاتمہ ہوا جیسا کہ اس سے اگلے جملہ ”وقبل ادخل النار“ سے واضح ہے اور کفر پر مرنے والے کے لیے سفارش نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی رعایت ہے اور اللہ کے رسولوں سے اس ضمن میں سفارش محال ہے بلکہ انبیاء و رسل کفار و مشرکین سے بیزار ہیں تو روز حشر ان کے لیے کیوں سفارش کریں کہ وہ یوم الحشر ہے۔ اور ان لموت کا وقت یا حشر کو جب ایمان لانا ہی ہے سو وہ ہے تو سفارش کیسی؟ لہذا وہ دونوں عورتیں

انبیاء کے ساتھ باوجود قرب و تعلق کے اپنے کفر و لفاق کی وجہ سے ہر قسم کے نفع سے محروم ہو گئیں اور عذاب الہی سے نہ بچ سکیں۔

(وَقِيلَ ادْخُلُوا الْمَكَارِمَ الدَّٰخِلِينَ ۝) اور فرمایا دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ

لہا عند موتھا او یوم القیامۃ و عبد بالمأضی لتعتق الوقوع ان دونوں عورتوں سے ان کی موت کے وقت کہا گیا یا روز قیامت ان سے یوں کہا جائے گا اور صیغہ ماضی کا فرمانا عذاب الہی کے تحقیقی وقوع کے لیے ہے کہ یوں ہوگا (داخل جہنم ہوں گی) ان سے کہا جائے گا کہ تم دونوں اپنی قوم کے کافروں و مشرکوں کے ساتھ ہی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ کہ اب تمہارا کفر کے باعث انبیاء سے تعلق مٹ گیا۔ اس آیت سے واضح ہے کہ مومن کو کسی کافر کا کفر ضرر نہ پہنچا سکے گا اور یونہی کسی کافر کو کسی مومن کے ایمان کا فائدہ نہ پہنچے گا۔ اور کفار کی سب ڈوریں (امیدیں) کٹ جائیں گی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس میں اہبات المؤمنین کے لیے بحال خدمت و طاعت نبوی کے لیے اشارہ ہے۔

میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔ عندك سے مراد ہے من رحمۃك (اپنی مہربانی کے ساتھ) اس لیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مکان سے پاک ہے اور یونہی قرب و بعد مکانی سے منزہ ہے اور اس کا قرب بے کیف ہے کہ مکانی قرب و بعد یا مکان کیف ہے اور اللہ اس سے پاک ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ”عندك“ سے مراد اعلیٰ درجات ہیں جو مقربین بارگاہ کو عطا ہوں گے، ابو یعلیٰ اور بیہقی نے بسند صحیح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی (آسیہ) کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں کیل گزدائے (چونچا کیا) پس جب وہ اور اس کے کارندے ان کے پاس سے ہٹتے اُظْلَمَتْهَا الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَالَتْ: ”رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ يَنْتَحِلْنِي الْجَنَّةُ“ کشف لہا عن بیتھا فی الجنۃ وهو علی ما قیل: من درۃ تو فرشتے ان پر سایہ کرتے تو انہوں نے یہ دُعا کی ”رب ابن لی الخ“ تو ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کا جنت میں گھر انہیں دکھا دیا گیا یعنی دنیا ہی بطریق کشف دیکھ لیا اور کہا گیا ہے کہ وہ موتی کا بنا ہوا ہے۔ بعد حمید کی روایت میں ہے کہ انہیں (آسیہ) پشت کے بل چونچا کیا گیا اور ایک بھاری بھر کم پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا گیا اور ان کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا تو انہوں نے آسمان کی طرف سراٹھا کر یہ دُعا مانگی۔ رب ابن لی الخ) تو اللہ نے جنت میں ان کا گھر ان کے لیے ظاہر کر دیا جسے انہوں نے دیکھ لیا اور ان کی تکلیف سہل ہو گئی۔ حسن سے مراد ہے کہ اللہ نے انہیں جنت کی طرف اٹھایا تاکہ وہ اُس

میں کھائیں پئیں اور اس کی نعمتوں سے منتفع ہوں بعض نے کہا وہ زندہ جنت میں اٹھائی گئیں لیکن یہ درست نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی اور انہیں بوجھل پتھر رکھنے کی ایذیت نہ پہنچی۔
(وَنَجَّيْنِي مِنَ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ) اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے۔

ای من نفس فرعون الخبيثة و سلطانہ الخشوم و خصوصاً من عملہ و هو الکفر و عبادة غير الله تعالى و التعذيب لغير جرم الى غير ذلك من القبايح۔
یعنی فرعون خبیث کی ذات اور اس کی سرکش حکومت سے نجات عطا فرما بالخصوص اس کے عمل سے (اور عمل سے یہاں مراد) یعنی کفر اور غیر اللہ کی بندگی اور بغیر جرم کے عذاب کی تکلیف سے اور اس کے لیے اس کی خرابیوں اور برائیوں سے (شر سے) خلاصی عطا فرما۔ ابن عباس کا قول ہے کہ ”عمل“ سے مراد ”الجماع“ ہے یعنی جنسی تعلق و قرب سے محفوظ فرما۔ اللہ نے ان کی التجا قبول فرمائی اور فرعون ان پر تصرف نہ پاسکا۔

(وَنَجَّيْنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝) اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

من القبط التابعين له في الظلم قاله مقاتل۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنَ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے
فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ (اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی۔)

ای جعل حالها مثلا لالحال المؤمنين في ان وصلة الكفرة لا تضرهم حيث كانت في الدنيا تحت اعدى اعداء الله عز وجل وهي في اعلى عرش الجنة آسية بنت مزاحم۔

یعنی اللہ نے مسلمانوں کے لیے اس بومنبی بی کے حال کو مثال بنایا کہ کافر کے ساتھ ان کا تعلق

انہیں کچھ نقصان نہ دے گا جب کہ وہ حیات دنیوی میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ایک بڑے دشمن کے رشتہ زوجیت میں ہی تھیں اور وہ جنت کے بلند و بالا مقام (بالا خانے) میں ہوں گی اور ان کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ علماء تفسیر کا قول ہے کہ جب جادو گروں سے جناب موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہوا اور وہ مغلوب ہو گئے اور حق روشن ہو گیا تو حضرت آسیہ پر غلوص سے ایمان لے آئیں جب ان کے ایمان کی خبر ان کے شوہر فرعون کو ہوئی تو وہ سخت غضب ناک ہوا تو آپ پر بہت شدت و سختی کی انہیں چلیلاتی دھوپ میں سختے پر کیلوں کے ساتھ (ہاتھوں اور پاؤں میں) ٹھونکوا دیا اور بوجھل وزنی چکی (یا پتھر) ان کے سینے پر رکھوا دیا جب فرعون کے کارندے ان کے پاس سے دور ہوتے تو ملتا کہ ان پر سایہ فگن ہوتے۔ اس شدت کے باوجود وہ ثابت قدم رہیں اور استقامت کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔

رَاٰذِلًا لَّتْ رَبُّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ
يُنْتَاخِبُ الْجَنَّةِ

جب اس نے عرض کی اے میرے رب
میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔

جب فرعونوں کے مظالم انتہائی شدید ہو گئی اور معاملہ مدبرداشت سے گزر گیا تو جناب باری میں گزارش کی کہ اے پروردگار و قال الکلبی: اهل مصر۔ یعنی قبطیوں سے جو اس (فرعون) کے ظلم میں اس کی پیروی کرتے ہیں اور کلبی کا قول ہے کہ اہل مصر سے محفوظ فرما۔ واضح مفہوم ہے کہ فرعون اور اور اس کی قوم (قبط) کے لوگوں سے جو ظالم تھے۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتْ عِمْرَانَ الْيَسَىٰ
اٰخَصَّنَا فَرْجَهَا فَتَقَفْنَا
فِيْهِ مِنْ زُرْحًا وَصَدَّقَتْ
بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا
مِنَ الْقَسِيْطِيْنَ ۝

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی
حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح
پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس
کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمان برداروں میں
ہوئی۔

رَوَدَّيْمَ ابْنَتْ عِمْرَانَ (اور عمران کی بیٹی مریم
وَأُوْدَ امْرَاةَ فِرْعَوْنَ) پر عطف ہے ای وَفَسَّرَ بَ مَثَلًا لِلَّذِيْنَ آمَنُوا وَحَالَتُمَا
وَمَا وَتَيْتَ مِنْ كَرَامَةِ الدِّيَارِ وَالْآخِرَةِ وَالْأَصْطَفَاءِ مَعَ كَوْنِ أَكْثَرِ قَوْمِهَا كُفَّارًا۔
یعنی اہل ایمان کے لیے ان کو (مریم) اور ان کی زندگی اور جو کچھ انہیں دنیا اور آخرت کی بزرگی عطا کی گئی
اور ان کے پسندیدہ بنانے میں) باوجودیکہ ان کی قوم کے اکثر لوگ کافر تھے، مثال بنایا کشف میں ہے۔

ہے اور اس عورت کی جس کا شوہر تھا (آسیہ) اور اس عورت کی جس کا شوہر نہیں تھا (مریم) کی مثالوں کا جمع کر کے ذکر فرماتے ہیں بیوہ اور کمزور عورتوں کے لیے تسلی اور ان کے دلوں کی تسکین ہے۔
(الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔

صَانَةَ وَمَنْعَهُ مِنَ الرِّجَالِ ذَقِيلٌ : منعہ من ولس المعصية، اس نے خود کو محفوظ رکھا اور اپنی آبرور (ناموس) کو بچایا اور ایک قول ہے کہ اپنے ناموس کی گناہ کی گندگی سے محفوظ رکھا۔ یعنی خود کو برائی سے بچایا۔

(رَفَعْنَا رِنَّةَ) تو ہم نے پھونک دی اس میں۔

الْمَا نَحْمُ رَسُولَهُ تَعَالَى وَهُوَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَالَا سَنَادَ مَجَازِي ذَقِيلٌ : الكلام على حذف مضاف اى فرفعنا رسولنا وضمير (فيه) للفرج : واشتهرات جبريل عليه السلام لرفع في جيبها فوصل اثر ذلك الى الفرج پھونکنے والے اللہ کے رسول تھے اور وہ جبریل علیہ السلام تھے اور حق تعالیٰ کا فرمانا ”ہم نے“ مجازاً ہے کیونکہ تمام افعال اور یہ بھی کہ جبریل کے پھونکنے کا خالق بھی اللہ ہی ہے اور اپنی طرف نسبت ذکر فرمانے کا مطلب ہے کہ جبریل نے ہمارے حکم سے پھونکا گویا ہم نے ہی پھونکا۔ اور ”فيه“ کی ضمیر شرمگاہ کی طرف راجع ہے یا اس سے مراد شرمگاہ ہے اور مشہور ہے کہ جبریل علیہ السلام نے سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی قمیص کے چاک گر بیان میں پھونکا جس کا اثر شرمگاہ تک پہنچ گیا اور وہ حاملہ ہو گئیں۔

(مِنْ رُفِينَا) اپنی طرف کی روح

للتشريف والمراد من روح خلقناه بلا توسط اصل۔ یہ الہام فضیلت کے لیے ہے اور اس سے مراد ہے کہ ہم نے بغیر کسی توسط کے روح کو پیدا فرمایا۔ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔
(وَصَدَقْتُ) اور تصدیق کی۔

اى اُمنْتُ یعنی حضرت مریم ایمان لائیں اور ایمان تصدیق ہے۔

(رَبِّكَلِمَاتٍ رَبِّهَا) اپنے رب کی باتوں کی۔

لصحفه عز وجل المنزلۃ علی ادريس عليه السلام وغيره وسمها سُبْحَانَهُ کلمات لقصرها حق سبحانہ تعالیٰ کے صحائف پر جو حضرت ادريس علیہ السلام اور ان کے علاوہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے اور حق تعالیٰ انہیں ان کے مختصر ہونے کی وجہ سے کلمات سے موسوم فرمایا۔ ایک قول ہے کہ ”کلمات رب“ سے مراد احکام و شرائع ہیں جو حق سبحانہ تعالیٰ

نے بندوں کے لیے مقرر فرمائیں جس اور مجاہد اور المجہدی نے ”بکلمۃ“ پڑھا ہے جس سے مراد کلمہ توحید ہے لیکن یہ جب ہوگا اگر اسم جنس کا احتمال ہو۔ ایک قول ہے اس سے مراد خود حضرت عیسیٰ السلام ہیں۔
انہ کلمۃ اللہ القاہالی مرید کیونکہ وہ خود کلمۃ اللہ ہیں جو سیدہ مریم کی طرف القا کئے گئے۔

(و کُتِبَہ) اور اس کی کتابوں کی۔

بجميع کتبہ والمراد بها ماعد الصغف مافیہ طول، اوالتوراة۔ والانیل والابور
یعنی تمام کتب سماویہ پر اور اس سے مراد صحائف انبیاء کو چھوڑ کر وہ کتب ہیں جو طویل ہیں (مختصر
نہیں کیونکہ صحائف مختصر تھے) یا تورات یا انجیل اور زبور ہے۔ (ایک قول ہے کہ مراد لوح محفوظ کی
تحریریں ہیں۔

(وَكَانَتْ مِنَ الْقَنْتَرِینِ ؕ) اور فرماں برداروں میں ہوئی۔

”مِنْ“ تبغیضیہ ہے اور ”فانتین“ میں تذکر تغلیب کے لیے ہے ای من
عداد المواعظ علی الطاعة یعنی اطاعت و فرماں برداری پر موانعت (بیشکی۔ کمر بستہ رہنے والے)
کرنے والوں کثیر لوگوں میں سے ہوئی۔ ایک قول ہے کہ وہ قانتین کی نسل (اولاد) سے تھیں یعنی ہارون
علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے کی اولاد شریفہ سے تھیں اس میں ان کی خاندانی تعریف
ہے کہ فرع اصل کے تابع ہوتی ہے ”والیلد الطیب نخرج نباتہ باذنہ ربہ
والذی جنت لا یخرج الا نکدا“ اس میں اشارہ ہے کہ سیدہ مریم مردان کامل سے تھیں
باوجودیکہ وہ عورت تھیں۔ امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے کہ خواتین جنت کی سردار مریم
ہیں پھر فاطمہ پھر خدیجہ پھر آسیہ پھر عائشہ۔ اور صحیحین میں ہے کہ مردوں میں بہت سے لوگ
کامل مرد ہوتے لیکن چار عورتوں کے سوا کوئی عورت کامل نہ ہوئی وہ چار عورتیں آسیہ بنت مزاحم،
مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عائشہ کی فضیلت
عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ ان کی باہمی تفصیل کا مسئلہ
پچھے بیان ہو چکا۔ البتہ ان عورتوں میں حضرت فاطمہ کا ذکر ہوا ہے وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کا جگر گوشہ ہیں ان پر کسی کو فضیلت میں مقدم رکھنا قرین انصاف نہیں ہے اور میرا
مذہب یہی ہے۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ مریم و آسیہ جنت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی ازواج میں سے ہوں گی۔ طبرانی نے سعد بن جنادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ان اللہ زوجنی فی الجنة مریہ بنت عمران وامرأة
 فرعون وأخت موسیٰ علیہ السلام“ بے شک اللہ نے جنت میں مریم بنت عمران، آسیہ
 زوجہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو میری بیوی بنایا ہے۔ ان دونوں بیبیوں کے ذکر میں حضرت
 عائشہ و حفصہ کو ان کی طرح فرمان بردار ہونے کا اشارہ ہے اور رمضان کے رسول کے لیے موانعت
 و شدت کی ترغیب ہے اور شہد و تحریم ماریہ کے واقع کے تناظر میں تعریفیں ہے۔ واللہ اعلم۔

الحمد للہ آج ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ اٹھائیسواں پارہ کی تکمیل ہوئی۔